پروفیسر امیر الدین مہر

www.KitaboSunnat.com

اسلام میں رفاہِ عامہ کا تصور اور خدمتِ خلق کا نظام

تاریخی، تحقیقی اور سماجی مطالعہ

نشریات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

❀❀❀ توجہ فرمائیں! ❀❀❀

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب............

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اَپ لوڈ (UPLOAD) کی جاتی ہیں۔
- متعلقہ ناشرین کی اجازت کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات کی نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

❀❀❀ تنبیہ ❀❀❀

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں

ٹیم کتاب وسنت ڈاٹ کام

webmaster@kitabosunnat.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

اسلام میں رفاہِ عامہ کا تصور اور خدمت خلق کا نظام

www.KitaboSunnat.com

تاریخی، تحقیقی اور سماجی مطالعہ

پروفیسر امیر الدین مہر

نشریات

۴۰ اُردو بازار، لاہور۔ فون: ۴۵۸۹۴۱۹-۰۳۲۱

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۹۷،۵ مہر، امیرالدین
م ہ ر۔ا اسلام میں رفاہِ عامہ کا تصور
اور خدمتِ خلق کا نظام
لاہور، نشریات
۲۰۰۹ء ص ۵۹۸
فلاحی نظام۔ سماجیات۔ اسلام
ISBN 978-969-8983-48-2

22014
م ہ ر - 1

جملہ حقوق محفوظ
۲۰۰۹ء

نام کتاب : اسلام میں رفاہِ عامہ کا تصور
اور خدمتِ خلق کا نظام

مصنف : امیرالدین مہر

اہتمام : نشریات، لاہور

مطبع : میٹرو پرنٹرز، لاہور

ڈسٹری بیوٹرز

کتاب سرائے
پبلشرز، ڈسٹری بیوٹرز، مشیران کتب خانہ جات
فرسٹ فلور، الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ
اُردو بازار، لاہور فون: 7320318 فیکس: 7239884
ای میل: hikmat100@hotmail.com

فضلی بک سپر مارکیٹ
اُردو بازار، نزد ریڈیو پاکستان، کراچی۔
فون: 2212991-2629724

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقدیم ...... ڈاکٹر محمود احمد غازی ۷

حرفِ اول ...... پروفیسر عبدالجبار شاکر ۹

حرفِ چند ...... پروفیسر امیر الدین مہر ۲۱

باب اوّل: تمہیدی مضامین ۲۷۔۷۶

انسان کے متعلق مختلف نظریات، اس کی تعریف، اسلام میں اس کی حیثیت، عظمت و احترام اور فضیلت، کائنات کا مخدوم، علم و ہنر کی صلاحیت کا حامل، زندگی کا فطری ہونا، حقوق العباد، اسلامی ریاست، شریعت کا نفاذ اور عدل کا قیام، انسان کا تحفظ، موضوع کتاب، رفاہی کاموں کے مختلف پہلو، دنیا و آخرت میں اس کے اثرات و ثمرات، سماجیات اور دوسرے عمرانی علوم اور سماجی پیشہ کی چند خصوصیات۔

باب دوم: قرآنِ مجید اور رفاہی کام ۷۹۔۱۲۸

ضرورت مند کو کھانا کھلانا یا اس کی ترغیب دینا۔ لباس کا بندوبست، غلاموں اور یتیموں پر شفقت، معذوروں کی خدمت، سفارش کرنا، مظلوموں کی مدد، مسافروں کے حقوق، مقروض پر شفقت، بیوہ اور مطلقہ سے حسنِ سلوک اور باہمی تعاون کرنا۔

باب سوم: احادیث اور رفاہی کام ۱۳۱۔۲۴۶

رفاہی کام اور چھوٹی نیکیاں، تمام مخلوق کو فائدہ پہنچانا۔ مسلمان کو خوش کرنا، خیر خواہی، باہمی تعاون، صلح کرانا، سفارش کرنا، غلاموں اور نوکروں پر شفقت کرنا، مشورہ کرنا، کسی کو صنعت و حرفت سکھانا، بیماروں کی عیادت، چھوٹوں پر شفقت، روزگار فراہم کرنا، کھانا کھلانے کی ترغیب دینا، بڑی عمر والوں پر رحم کھانا، مقروض پر نرمی، غریبوں سے حسنِ سلوک، معذوروں پر شفقت، مسکینوں کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خبر گیری، بھوکے کو کھانا کھلانا، پانی پلانا، لباس دینا، یتیموں اور بچوں پر شفقت کرنا، نکاح کرانا، دین کے خادموں کے خانداں سے حسنِ سلوک، قیدیوں سے حسنِ سلوک، بیوی اور مطلقہ کے حقوق، عورتوں سے حسنِ سلوک کرنا، تربیتِ اولاد، جاہلوں سے نرمی، صدقۂ جاریہ، اُمت کے لیے سہولت چاہنا، مسافروں پر رحمت، جانوروں کے حقوق، پرندوں پر رحمت، درخت اور سبزہ اور راستوں کے حقوق۔

باب چہارم: انبیاے کرام اور رفاہی کام ۴۲۹۔۳۳۲

محمد ﷺ اور رفاہی کام، خاندانِ رسالت کے بعض رفاہی کارنامے، کعبۃ اللہ کی تعمیر میں حصہ، دیانت و امانت، حلف الفضول، بعثت کے بعد کے بعض کارنامے، مسجدِ قبا اور مسجدِ نبوی کی تعمیر، مواخات و میثاقِ مدینہ، اوقاف کا قیام، بعض غزوات میں آپ کے معجزات طعام، اجتماعی کاموں میں شرکت، مریضوں کی عیادت، مہمانوں کی خدمت، حضرت ابراہیمؑ کے اجتماعی و انفرادی رفاہی کام، حضرت موسیٰؑ کے فلاحی و رفاہی کام، حضرت داؤدؑ کے سماجی و رفاہی کام، حضرت عیسیٰؑ اور ان کے رفاہی کام۔

باب پنجم: صحابہ کرامؓ اور ان کے انفرادی اور اجتماعی رفاہی کام ۷۰۰۔۳۳۵

صحابہ کرامؓ میں انفاق کے عوامل اور ان کی آمدنی کے ذرائع حضرت ابوبکرؓ اور خدمتِ خلق، حضرت عمر فاروقؓ، حضرتِ عثمانؓ اور حضرتِ علی کے رفاہی کام، حضرتِ جعفرؓ اور عبداللہ بن جعفر کا انفاق، حضرت حسنؓ اور انفاق فی سبیل اللہ، حضرت معاذ بن جبلؓ اور انفاق مال، حضرت طلحہ بن عبیداللہ اور حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ کے رفاہی کام، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور قیس بن سعدؓ کا انفاقِ مال۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ششم: اسلامی احکام میں خدمتِ خلق کا پہلو ۴۰۳۔۴۴۸

اسلام میں زکوۃ کا مقام، اس کا عادلانہ ہونا، نصاب اور مصارف، محکمۂ زکوۃ، طالبِ علم اور حاجتمند کو کتنی زکوۃ دی جائے، غربت ختم کرنے میں زکوۃ کا کردار، زکوۃ کی امتیازی خصوصیات، مالِ غنیمت، فے، کفارات ان کی حیثیت، قسمیں، فدیہ، عمومی جرمانے، قربانی وصدقۂ فطر، نذر (منت ماننا)، انفاقِ نفلی، غربت ختم کرنے کے عوامل۔

باب ہفتم: تاریخ کے آئینے میں رفاہی کام ۴۵۱۔۵۱۴

وقف، مساجد، مدارس، مکاتب، کتب خانے، اسپتال، یتیم خانے، آب نوشی، باؤلیاں، سرائیں، لنگر خانے، عدل وانصاف، خواتین اور رفاہی وتعلیمی ادارے۔

باب ہشتم: آج ہمارے کرنے کے چند رفاہی کام ۵۱۷۔۵۹۶

رفاہی کام کا اللہ اور رسول کے احکام کے مطابق ہونا، حاجتمندوں کا حق سمجھنا، ریاکاری اور احسان نہ جتلانا، منصوبہ بندی، تعلیم گاہیں، اصلاحی ہاسٹل، بک بینک، علمی لائبریریاں، اسلامی مرکز، نومسلموں کی تربیت وتعلیم گاہیں، پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے اصلاح، یتیم خانے اور بیوہ ومطلقہ کے لیے پناہ گاہیں۔ صنعت وحرفت میں تعاون، روزگار کی فراہمی، قرضِ حسنہ، ہنری مراکز، زرعی ترقی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقدیم

www.KitaboSunnat.com

اسلام ایک ابرِ کرم تھا جو سطح خاک کے ہر چپہ پر برسا اور چار دانگ عالم کو سیراب کیا۔ قرآن کا پیغام ایک کڑکا تھا اور ایک صوتِ ہادی جس نے عرب وعجم میں سرزمین ظلم وستم ہلا دی۔ دعوتِ محمدی ایک نوائے آزادی اور پیامِ حریت تھی جس نے زیردستوں کو خودساختہ ظالم آقاؤں سے نجات دی۔ اسلام سزاؤں کی نہیں عطاؤں کی نوید لے کر آیا تھا۔ اسلام کی تعلیم زندگی سے فرار اور بے عملی کی نہیں سراپا عمل اور جہدِ پیہم کی تعلیم تھی۔ اسلام کا نظام یک رُخا اور یک پہلو نہ تھا۔ یہ ایک جامع اور مربوط، متکامل اور متناسق نظام تھا جو انسانی زندگی میں جامع، مربوط اور مکمل توازن قائم کرنے کے لیے آیا تھا۔ اسلام کی تعلیم غیر منطقی پیچیدہ، مغلق، منغلق اور غیر عملی عقائد اور تصورات سے عبارت نہیں تھی۔ یہ آسان، واضح، عقلی، قابلِ فہم اور قابلِ عمل عقائد سے عبارت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کی تعلیم موسمِ بہار کی نسیم جاں فزا کی طرح برق رفتاری سے عرب وعجم میں پھیلتی چلی گئی اور تمام تر ظلم وجبر واکراہ کے باوجود آج بھی تیزی سے پھیل رہی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اسلام آج بھی دنیا کا سب سے زیادہ تیز رفتاری سے پھیلنے والا مذہب ہے۔

آج مشرق ومغرب میں مسلمان دشمن یا اسلام ناشناس ذرائع ابلاغ نے اسلام کو نفرت اور دہشت کے مذہب کے طور پر پیش کرنے اور جبر واکراہ کی علامت بنا دینے کا بیڑا اٹھا رکھا ہے۔ مشرق ومغرب میں مسلمانوں کے ساتھ روا رکھی جانے والی ناانصافیوں پر تو کسی کی نظر نہیں جاتی، ان ناانصافیوں کے خلاف اٹھنے والی پُرامن آوازوں کو تو کوئی نہیں سنتا، عدل وانصاف کے لیے کمزور اور پست حوصلہ مسلم قائدین کی ان دُہائیوں پر تو کوئی توجہ نہیں دیتا جو کبھی کبھار بلند ہو جاتی ہیں، دنیائے اسلام کے اہلِ علم ودانش کے ان مخلصانہ مشوروں پر کوئی کان نہیں دھرتا جو علامہ اقبال بلکہ سرسید احمد خان اور سرسید امیر علی کے دور سے وہ دیتے چلے آرہے ہیں۔ البتہ اگر کبھی کچھ پُرجوش اور بے صبر نوجوانوں کا پیمانہ صبر لبریز ہو جائے اور ان سے کوئی ایسی حرکت سرزد ہو جائے جس سے ذمہ دار اور بابصیرت اہلِ علم ہمیشہ روکتے آئے ہیں تو ذرائع ابلاغ آسمان سر پر اٹھا لیتے ہیں اور مغرب ومشرق کے مترفین مل کر اسلام کی اس ''دہشت گردی'' کو روکنے کے لیے ہم آواز ہو جاتے ہیں۔

اس افراتفری اور شور وغوغا کے عالم میں کوئی تعمیری آواز نہ سنی جاتی ہے اور نہ سننے دی جاتی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان حالات میں اس امر کی شدید ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ اسلام کے پیغام کو بار بار پیش کیا جائے۔ اسلامی روایت کے تعمیری کردار کو نمایاں کیا جائے۔ اسلامی شریعت کے انسانی اور بین الانسانی پہلو کو اجاگر کیا جائے اور مسلمانوں کی بے مثال تہذیبی خدمات کو بار بار دنیا کے سامنے لایا جائے۔

اسلام کی تہذیبی خدمات میں ایک بہت نمایاں خدمت انسانیت کی فلاح و بہبود کے کام کو مذہبی عبادت کا درجہ دینا اور خدمتِ خلق کی ذمہ داری کو روحانی بلندی کا ذریعہ قرار دینا بھی ہے۔ قرآن مجید وہ واحد مذہبی کتاب ہے جس نے غلاموں کی آزادی کو نیکی کی ایک بڑی گھاٹی کے عبور کر لینے کے مترادف قرار دیا ہے۔ اسلامی شریعت وہ واحد مذہبی نظام ہے جس نے خالص روحانی کوتاہیوں کے اِزالہ کے لیے محتاجوں اور مساکین کو کھانا کھلانے کو کفارہ کی حیثیت دی ہے۔

خدمتِ خلق اور رفاہی کام اسلام میں عبادت کی حیثیت رکھتا ہے۔ انسان تو انسان، یہاں تو بھوکے جانوروں کو چارہ ڈال دینا اور پیاسے جانوروں کو پانی پلا دینا آخرت میں نجات کا ذریعہ ٹھہرایا گیا ہے۔

اسلام کا یہ پہلو بہت سے لوگوں نے بھلا دیا ہے۔ مخالف تو مخالف، اپنے بھی اسلام کو صرف سزاؤں اور چند تعزیری قوانین و اِقدامات کے مجموعہ کا نام سمجھنے لگے ہیں۔ مولانا امیر الدین مہر ہم سب کے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انھوں نے یہ بھولا ہوا سبق یاد دلایا۔ انھوں نے رفاہی کاموں اور خدمتِ خلق سے متعلق اسلام کی تعلیمات و روایات کو بہت عالمانہ اور محققانہ انداز سے یکجا کیا ہے۔ یوں یہ کتاب اردو میں بلکہ شاید عربی میں بھی، پہلی جامع کتاب ہے جس میں اسلام اور رفاہی کام کے موضوع پر بھرپور مواد ایک عملی انداز اور منطقی ترتیب کے ساتھ موجود ہے۔

مولانا امیر الدین مہر وطنِ عزیز کے جید اور مخلص علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کی اردو اور سندھی زبانوں میں تفسیر، حدیث، عقائد اور اخلاقیات کے موضوعات پر درجنوں تحریریں شائع ہو چکی ہیں۔ تاہم زیرِ نظر کتاب ایک خاص علمی مقام رکھتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ مولانا مہر کی یہ کتاب اردو دان قارئین کے وسیع طبقہ میں پسند کی جائے گی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا کی اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں مقبول، قارئین کے لیے مفید اور فاضل مصنف کے لیے دارین میں بلندئ درجات کا ذریعہ بنائیں۔ آمین!

ڈاکٹر محمود احمد غازی www.KitaboSunnat.com

سابق وفاقی وزیر مذہبی امور و سابق صدر انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ اوّل

اسلام امن و سلامتی، صلاح و فلاح، ایثار و ہمدردی، عیادت و تعزیت، غم خواری و غم گساری، انفاق فی سبیل اللہ اور خدمتِ خلق کا دین ہے جس کا پیغام اور نظام فلاحِ معاشرہ اور اصلاحِ انسانیت ہے۔ اسلامی تعلیمات کا جائزہ لیں تو اس میں ایک چوتھائی حصہ عقائد و عبادات کا ہے مگر تین چوتھائی توجہ معاملات پر ہے۔ خیر الناس من ینفع الناس کے مصداق بہترین افراد وہی ہیں جو دوسرے انسانوں کی خیر خواہی اور نفع مندی کا سامان پیدا کرتے ہیں۔ ایک مسلم معاشرے کے افراد خدمتِ خلق کے جذبے سے سرشار ہوتے ہیں اور ایک اسلامی ریاست کے ادارے اور ملازمین بھی رفاہِ عامہ کے منصوبوں اور عوامی فلاح و بہبود کی تدابیر پر عمل پیرا دکھائی دیتے ہیں۔ کتاب و سنت کے احکام اور تعلیمات کا مطالعہ کریں یا عہدِ رسالت اور خلافتِ راشدہ کے نظام کا مشاہدہ کریں تو انفاق فی سبیل اللہ اور خدمتِ خلق کی کارروائیوں اور سرگرمیوں کا بھرپور اندازہ ہوتا ہے۔ اسلام میں اس نوع کی تمام امدادی، رفاہی، اصلاحی، فلاحی اور سماجی سرگرمیوں کا مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کا حصول ہے۔ نمود و نمائش سے خدمتِ خلق کا اجر و ثواب ضائع ہو جاتا ہے اور اس منفی طرزِ عمل سے دلوں کا اطمینان مفقود اور ذہنوں کا سکون برباد ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید کا مطالعہ کریں تو اسلام کی ان رفاہی، فلاحی اور اصلاحی تدابیر کے حوالے سے بہت واضح احکام اور تعلیمات ملتی ہیں:

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (الملک ۶۷:۲)

”(وہ ذات) جس نے موت اور زندگی کو اس لیے پیدا کیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں سے اچھے کام کون کرتا ہے؟“

...... وَافْعَلُوا الْخَیْرَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (الحج ۲۲:۷۷)

”اور بھلائی کے کام کرو (اسی سے توقع کی جا سکتی ہے) کہ تم کو فلاح اور کامیابی حاصل ہو“

www.KitaboSunnat.com

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَلِيْمٌ (آل عمران ۳:۹۲)

''تم نیکی حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ اپنی وہ چیزیں (اللہ کی راہ میں) خرچ نہ کرو جنہیں تم عزیز رکھتے ہو' اور جو کچھ تم خرچ کرو گے' اللہ اس سے بے خبر نہ ہوگا''

...... وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ...... (الحشر ۵۹:۹)

''اور وہ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں' خواہ وہ خود ضرورت مند ہی کیوں نہ ہوں''۔

...... وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ...... (البقرہ ۲:۲۱۹)

''پوچھتے ہیں ہم اللہ کی راہ میں کیا خرچ کریں؟ کہو جو کچھ تمہاری ضرورت سے زیادہ ہو''۔

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (البقرہ ۲:۲-۳)

''یہ (قرآن) اللہ کی کتاب ہے' اس میں کوئی شک نہیں' (یہ) ہدایت ہے ان پرہیزگار لوگوں کے لیے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں' نماز قائم کرتے ہیں اور جو رزق ہم نے ان کو دیا ہے' اس میں سے خرچ کرتے ہیں''۔

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ (البقرہ ۲:۲۷۱)

''اگر اپنے صدقات علانیہ دو' تو یہ بھی اچھا ہے' لیکن اگر چھپا کر حاجت مندوں کو دو تو یہ تمہارے حق میں زیادہ بہتر ہے''۔

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا (الدھر ۷۶:۸)

''اور اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں''۔

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ (البقرہ ۲:۲۷۳)

''خاص طور پر مدد کے مستحق وہ تنگ دست لوگ ہیں جو اللہ کے کام میں ایسے گھر گئے ہیں کہ اپنی ذاتی کسب معاش کے لیے زمین میں کوئی دوڑ دھوپ نہیں کر سکتے'

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کی خودداری دیکھ کر ناواقف آدمی گمان کرتا ہے کہ یہ خوش حال ہیں۔ تم ان کے چہروں سے ان کی اندرونی حالت پہچان سکتے ہو مگر وہ ایسے لوگ نہیں ہیں کہ لوگوں کے پیچھے پڑ کر کچھ مانگیں' ان کی مدد کے لیے جو کچھ مال تم خرچ کرو گے' وہ اللہ سے پوشیدہ نہ رہے گا''۔

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (التوبہ۹:۶۰)

''یہ صدقات تو دراصل فقیروں اور مسکینوں کے لیے ہیں اور ان لوگوں کے لیے جو صدقات کے کام پر مامور ہوں' اور ان کے لیے جن کی تالیفِ قلب مطلوب ہو' نیز یہ گردنوں کے چھڑانے اور قرض داروں کی مدد کرنے میں اور اس کی راہ میں' اور مسافر نوازی میں استعمال کرنے کے لیے ہیں۔ یہ ایک فریضہ ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور دانا و بینا ہے''۔

''آپ قرآن مجید کی ان چند آیات کے مضامین و موضوعات پر توجہ دیجیے اور اندازہ لگائیے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ربوبیت اور فیض رسانی کے بعد مخلوق کو اپنے اموال کے استعمال اور خرچ کرنے کا کون سا راستہ تجویز کرتا ہے۔ انہیں مخلوقِ خدا کی خدمت اور مستحقین کی امداد کے لیے کیسے اسلوب میں توجہ دلاتا ہے۔ ان احکام اور ترغیبات کا ایک نقشہ ہمیں عہدِ رسالت مآب کے مکی دور کے تیرہ سالوں اور مدنی عہد کے دس سالوں میں نمایاں دکھائی دیتا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانہ قبلِ نبوت میں بھی چالیس سال تک ایک ایسے طرزِ عمل اور سیرت کا نمونہ پیش کیا ہے جو مخلوقِ خدا کی خدمت' رفاہِ عامہ کے اقدامات' قبائل کے درمیان اصلاحی اور تعمیری کاوشوں اور مظلوموں کی داد رسی پر مشتمل ہے۔ عنفوانِ شباب میں حلف الفضول جیسے تاریخی معاہدے میں شرکت' پینتیس سال کی عمر میں تعمیر کعبہ کے دوران میں حجر اسود کی تنصیب کے موقع پر حکیمانہ روش اور حرب الفجار میں قبائل کو کشت و خون سے نجات دلانے کی تدابیر تو اجتماعی نوعیت کی خدمات ہیں' انفرادی سطح پر آپ کا طرزِ عمل ایک جداگانہ حیثیت اور اسلوب کا حامل ہے۔ آپ کا خاندانی پس منظر بھی رفاہِ عامہ اور خدمتِ خلق کی روشن مثالوں سے آراستہ ہے۔ قصیٰ بن کلاب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے ۴۴۰ء میں حجاز میں جس شہری ریاست کی بنا ڈالی اور پھر مختلف قبائل میں ذمہ داریاں تقسیم کیں' اس میں بنو ہاشم کے سپرد جو خدمات کی گئیں' وہ سراسر رفاہِ عامہ اور خدمتِ خلق سے متعلق ہیں۔ رفادہ' سقایہ' حجابہ اور دارالندوہ میں ان کی خدمات معروف ہیں۔ قریش کے علاوہ دوسرے قبائل سے مکہ میں آنے والے زائرین اور مسافر بنو ہاشم کی ان خدمات سے پورے طور پر آگاہ تھے۔ آپؐ کے دادا عبدالمطلب نے چاہِ زمزم کے گم شدہ سرچشمے کو تلاش کیا اور اس کی مناسب کھدائی اور انتظام سے ایسے حوض بنوا دیے جہاں سے مقامی اور مسافر دونوں کو استفادے کے مواقع فراہم ہوئے۔ آپ کے جدِ امجد ہاشم مکہ میں قحط کے زمانے میں اونٹوں کو ذبح کرتے اور تمام حاجت مندوں کے لیے دسترخوان سجا دیتے۔ اس نوع کی رفاہی اور اصلاحی خدمات کا وہ ماحول تھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھ کھولی۔ آپؐ کی امانت و دیانت کا شہرہ عام تھا۔ آپؐ صادق و امین کے لقب سے معروف تھے۔ تجارتی امور میں امانت و دیانت اور شریفانہ طرزِ عمل کا یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ عرب کی سب سے مال دار خاتون نے آپؐ کو پیغامِ نکاح بھجوایا اور یوں معاشرتی زندگی میں اپنی عمر سے پندرہ سال بڑی اور دو مرتبہ بیوہ ہو جانے والی خاتون خدیجہؓ سے نکاح کر لیا۔ اس زوجیت کے باعث وہ تمام اموال بھی خدمتِ خلق میں صرف ہونے لگے۔ اس صورتِ حال کی ایک تاریخی شہادت ہمیں آغازِ نبوت میں ملتی ہے۔ آپؐ غارِ حرا سے پیغامِ وحی وصول کرنے کے بعد گھبراہٹ میں گھر تشریف لاتے ہیں تو سیدہ خدیجہؓ نہ صرف یہ کہ اسلام قبول کرنے کی اولیت کا شرف حاصل کرتی ہیں بلکہ آپؐ کی تسلی اور طمانیت کے لیے فرماتی ہیں:

> كَلَّا' وَاللّٰهِ لَا يُخْزِيْكَ اللّٰهُ اَبَدًا' اِنَّكَ تَصِلُ الرَّحِمَ وَ تَحْمِلُ الْكَلَّ وَ تَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَ تَقْرِي الضَّيْفَ وَ تُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ
>
> ''ہرگز نہیں آپؐ مطمئن رہیے' اللہ کی قسم' اللہ تعالیٰ آپؐ کو کبھی نقصان نہیں پہنچنے دے گا' آپؐ تو صلہ رحمی کرتے ہیں' بے سہارا لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں' ناداروں کی مدد کرتے ہیں' مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق کی راہ میں آنے والی باتوں میں مدد کرتے ہیں''۔

سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ کے اس تاریخی بیان سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ زمانہ قبلِ نبوت میں خدمتِ خلق کے کیسے کیسے امور کی انجام دہی میں آپؐ مصروف رہتے تھے۔ اعلانِ نبوت کے بعد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو آپؐ کا اصلاحی، رفاہی، سماجی اور خدمتِ خلق کا طرزِ عمل ایک ہمہ گیر اثرات پیدا کرتا ہے۔ غریبوں، ناداروں اور غلاموں نے آگے بڑھ کر آپؐ کی شفقت کو محسوس کیا اور مسلسل دائرہ اسلام میں داخل ہوتے چلے گئے۔ صاحبِ ثروت اور خوش حال صحابہؓ کے اموال غلاموں کی آزادی اور رہائی پر صرف ہونے لگے۔ سیدہ خدیجہؓ کے بھی تمام اموال خدمتِ خلق پر صرف ہو گئے اور اب کئی کئی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنگن میں چولھا جلتا دکھائی نہ دیتا تھا۔ آپؐ کے دعوتی مشن میں خدمتِ خلق کو سبقت حاصل تھی۔

مکی دور میں خدمتِ خلق اور رفاہِ عامہ کی جس ترغیب کی عملی مثالیں دکھائی دیتی ہیں، مدنی عہدِ رسالت میں اس نے ایک معاشرتی، اداراتی اور ریاستی قالب اختیار کر لیا تھا۔ خدمت و ایثار کے انفرادی واقعات کی نسبت اب رفاہِ عامہ کے اجتماعی سطح کے مظاہر دکھائی دیتے ہیں۔ مدینہ منورہ میں جس اسلامی ریاست کی داغ بیل ڈالی گئی، اس کے تحریری دستور کا مطالعہ کیا جائے تو صاف دکھائی دیتا ہے کہ آپؐ کے پیشِ نظر کیسے معاشرے کا قیام تھا؟ ہجرت کے بعد اوّلیں اقدامات میں قبا اور مدینہ میں مساجد کی تعمیر کے ساتھ مواخات کا وہ عظیم کارنامہ سامنے آتا ہے جس میں مہاجرین کو انصار نے اپنی محبت بھری آغوش میں لے لیا۔ انفاق فی سبیل اللہ کی تعلیمات نے اسلامی ریاست میں اوقاف کے قیام کی ایک ایسی روایت کو قائم کیا جس نے مسلم معاشرے اور اسلامی ریاست کے قیام کے مقاصد کو واضح کر دیا۔ اوقاف کے قیام کی یہ تاریخی روایت تمام صدیوں میں رفاہِ عامہ اور خدمتِ خلق کے ایک ایسے پروگرام کو پیش کرتی ہے جس کی تفصیلات پیشِ نظر کتاب میں بخوبی دیکھی اور پڑھی جا سکتی ہیں۔ اسلامی ریاست میں بیت المال کے قیام نے اس کی معاشی پالیسی اور رفاہی حکمتِ عملی کو واضح کر دیا۔ غریبوں، ناداروں، بیواؤں، یتیموں، بیماروں، ضعیفوں، محتاجوں اور مسافروں کے لیے امداد و تعاون کی ایسی شکلیں پیدا کر دیں، جنہیں کتاب و سنت میں مستقل عبادت کا درجہ دیا گیا ہے۔ اسلامی ریاست اور اس کے بیت المال میں زکوٰۃ، صدقات، غنائم، محاصل، عشر اور فئے سے رقوم آتی تھیں اور انہیں معاشرے کی اجتماعی فلاح و بہبود کے لیے صرف کیا جاتا تھا۔ غلاموں اور باندیوں کی آزادی کے لیے ماحول پیدا کیا گیا۔ غلامی کا بدترین ادارہ جو صدیوں سے ملوک و سلاطین کے مظالم کی آماج گاہ بن چکا تھا، اب دم توڑتا دکھائی دیتا ہے۔ آپؐ نے معاشرتی سطح پر انہیں اس درجہ بلند کر دیا کہ ایک غلام کا نکاح

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عرب کے ممتاز قبائل کی دوشیزاؤں سے ہوسکتا ہے۔ مسلمانوں کے لشکر کی کمان اسامہ بن زیدؓ کے ہاتھوں میں دی جا سکتی ہے جو قریش کے ممتاز صحابہ کے مقابلہ میں ایک غلام کے صاحبزادے ہیں۔ قبولیتِ اسلام کی اس لہر میں جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی کردار' سیرت اور اسوہ کا کمال ہے' وہاں رفاہِ عامہ اور خدمتِ خلق کے نظام کو بھی بہت دخل حاصل ہے۔ اسلامی سلطنت کی حدود میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے۔ مفتوح اقوام اگر دولتِ اسلام سے فیض یاب نہ ہوئیں تو ان پر جزیہ عائد کیا گیا اور اس رقم کو انہی کی فلاح و بہبود پر خرچ کیا جاتا تھا۔ یہ رقوم غیر مسلموں کے صرف ان افراد سے وصول کی جاتی تھیں جو جنگ کے قابل ہوتے تھے ورنہ بوڑھوں' عورتوں' بچوں' بیماروں اور مذہبی نوعیت کی خدمات انجام دینے والوں کو اس سے مستثنیٰ رکھا جاتا تھا۔ اسلام میں رفاہِ عامہ اور خدمتِ خلق کے اس مستقل نظام کی تفصیلات اس کتاب میں بہت تحقیق اور تفصیل کے ساتھ پیش کی گئی ہیں' جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام کا مقصود ایک رفاہی' اصلاحی اور فلاحی معاشرے اور ریاست کا قیام ہے۔ آیئے اس سلسلے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات مقدسہ کا ایک اجمالی جائزہ لیں۔

''مسلمان' مسلمان کا بھائی ہے' وہ نہ اس پر ظلم کرے اور نہ اسے کسی ظالم کے حوالے کرے۔ جو کوئی اپنے بھائی کے کام میں لگا رہے گا' اللہ تعالیٰ اس کے کام میں لگا رہے گا۔ جو کسی مسلمان کی بے چینی یا پریشانی دور کرے گا' اللہ تعالیٰ اس کی قیامت میں بے چینی دور فرما دے گا اور جو مسلمان کسی مسلمان کی عیب پوشی کرے گا' اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کے دن عیب پوشی فرمائے گا''۔ (بخاری)

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کو انسانی ضروریات کے لیے پیدا کیا ہے کہ ضرورت کے وقت عام لوگ اپنی ضرورت پیش کریں' اور وہ ان کو پورا کریں۔ ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے خوف رہیں گے اور امن کی زندگیاں بسر کریں گے''۔ (طبرانی)

''بہت سی قوموں کو اللہ تعالیٰ بڑی بڑی نعمتیں اس لیے مرحمت فرماتا ہے کہ وہ لوگوں کی خدمت کریں اور ان کی ضرورتیں پوری کریں' خوشی سے یہ کام انجام دیتے رہیں' نہ اس سے اکتائیں اور نہ گھبرائیں۔ اور جب وہ لوگ خدمتِ خلق سے تنگ ہو کر اکتا جائیں گے تو اللہ تعالیٰ بھی ان نعمتوں کو ان سے چھین کر دوسروں کے حوالے کر دے گا''۔ (طبرانی۔ ترغیب)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ہر مسلمان پر صدقہ ضروری ہے۔ عرض کیا گیا کہ اگر وہ کچھ بھی نہ پائے' فرمایا کہ وہ اپنے ہاتھ سے کام کر کے اپنی ذات کو نفع پہنچائے اور صدقہ کرے۔ کہا گیا کہ اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو فرمایا' فریادی' مظلوم اور حاجت مند کی اعانت کرے۔ کسی نے عرض کیا کہ اگر یہ بھی ہمت نہ ہو' فرمایا' نیکی اور بھلائی کی بات لوگوں کو بتائے' کہا' اگر یہ بھی نہ کر سکے تو فرمایا' شرارت اور تکلیف پہنچانے سے باز رہے' یہی اس کے حق میں صدقہ ہے''۔ (بخاری)

''صحابہ کرامؓ کسی غزوہ سے مدینہ واپس آئے تو ایک ساتھی کی بہت تعریفیں کرنے لگے کہ وہ بہت اچھا آدمی ہے' راستے میں برابر قرآن مجید کی تلاوت کرتا رہا' جہاں کہیں ہم لوگوں نے پڑاؤ کر کے قیام کیا' وہ وہیں پر کثرت سے نوافل ادا کرتا رہا' ایسا نیک آدمی ہم نے کبھی نہیں دیکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اس کے سامان کی دیکھ بھال کون کرتا تھا اور اس کی سواری کو چارہ کون کھلاتا تھا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہم نے اس کے سامان کی نگرانی کی اور اس کی سواری کو چارہ فراہم کیا۔ آپؐ نے فرمایا' تم اس سے بہت اچھے ہو کیونکہ تم لوگوں نے خدمت کی ہے''۔ (سنن ابوداؤد)

''سب اعمال سے بہتر عمل یہ ہے کہ کسی مسلمان کو خوش کرو یعنی اگر وہ برہنہ یا ننگا ہے تو اس کی ستر پوشی کر دو' اگر بھوکا ہے تو پیٹ بھر کر کھانا دو' اگر پیاسا ہے تو پانی پلا دو' اور اگر کسی کا محتاج اور ضرورت مند ہے تو اس کی حاجت پوری کر دو''۔ (طبرانی' ترغیب)

''حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کون سا اسلام بہتر ہے؟ آپؐ نے فرمایا: تم کھانا کھلاؤ اور سلام کرو' ہر اس شخص کو جسے تم پہچانتے ہو یا نہیں پہچانتے''۔ (بخاری)

''حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیمار کی عیادت کرو' بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور قیدی کی رہائی کا سامان کرو''۔ (بخاری)

''آپؐ نے فرمایا: دھوکے سے حاصل کیے ہوئے مال میں سے صدقہ قبول نہ ہوگا''۔ (مسلم)

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک شخص کسی وقت سفر میں تھا اور اس نے راہ میں کانٹے دار شاخ دیکھی تو کہا! اللہ کی قسم میں مسلمانوں کو تکلیف سے بچانے کے لیے اسے ضرور ہٹاؤں گا' (اس عملِ خیر کے باعث) وہ جنت میں داخل کیا گیا۔ صحیح مسلم کی ایک دوسری روایت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اس فعل کو پسند کیا اور اس کی بخشش کر دی''۔(صحیح مسلم)

''حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے' ان میں سے اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو اس کی عیال اور کنبے کو سب سے زیادہ نفع پہنچانے والا ہو''۔(مجمع الزوائد)

''حضرت انسؓ ہی سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا' آپؐ نجران کی بنی ہوئی موٹے کناروں والی چادر اوڑھے ہوئے تھے' راہ میں ایک بدّو ملا' اس نے آپؐ کی چادر کو پکڑا اور زور سے کھینچا' جس کے باعث آپؐ کی گردن پر نشان پڑ گیا' اس نے کہا' اے محمدؐ! مجھے بیت المال سے کچھ دلوایئے۔ اتنی زور سے چادر کھینچنے پر آپؐ نے برا نہیں منایا' بلکہ آپؐ مسکرائے اور بیت المال سے کچھ دینے کا حکم صادر فرمایا''۔(سنن ابوداؤد)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک مومن کی مثال دوسرے مسلمان کے لیے ایسے ہے جیسے دیوار کا ایک حصہ دوسرے حصے کو مضبوط کرتا ہے''۔(صحیح مسلم)

''حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کی مثال باہم محبت کرنے' ایک دوسرے پر رحم کھانے اور مہربانی کرنے میں ایک جسم کی طرح ہے' جب اس کے کسی ایک حصے میں تکلیف ہوتی ہے تو پورا جسم تکلیف اور بخار میں مبتلا ہو کر اس کا ساتھ دیتا ہے''۔(صحیح بخاری)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لونڈی اور غلام تمہارے بھائی ہیں' انہیں اللہ نے تمہارے ماتحت کیا ہے' پس جس کو اللہ نے تم میں سے جس کے قبضہ میں دے رکھا ہو تو اس کو چاہیے کہ اسے وہی کھلائے جو خود کھاتا ہے اور اسے وہی کپڑا پہنائے جو وہ خود پہنتا ہے اور اس پر کام کا اتنا بوجھ نہ ڈالے جو اس کی طاقت سے باہر ہو اور وہ اسے انجام نہ دے سکے تو اس کام میں اس کی مدد کرے''۔(بخاری)

''حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا: اے بنی آدم! میں بیمار ہوا تو تم نے میری عیادت نہیں کی' وہ عرض کرے گا: اے میرے پروردگار' آپ تو سارے جہان کے پروردگار ہیں' میں تیری عیادت کیسے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تجھے خبر نہ ہوئی کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا مگر تو نے اس کی عیادت نہیں کی‘ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا‘‘۔ (صحیح مسلم)

’’حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے اور اپنے دادا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جس نے ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کیا اور ہمارے بڑوں کی بزرگی اور شرف کا لحاظ نہیں رکھا‘‘۔ (ترمذی)

’’حضرت ابوامامہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو اس بات سے خوشی ہو کہ اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اسے اپنے سائے میں جگہ دے‘ جس دن اس کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا تو اسے چاہیے کہ تنگ دست (مقروض) سے نرمی برتے یا اس سے قرض ساقط کر دے‘‘۔ (المعجم الکبیر)

’’حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:: بیوہ اور مسکین کی (خدمت کے لیے) تگ و دو کرنے والا (نیکی میں) اس شخص کی طرح ہے جو رات بھر (اللہ کے حضور) کھڑا رہتا ہے اور اس روزے دار کی طرح ہے جو (مسلسل) روزے رکھے جاتا ہے اور ناغہ نہیں کرتا‘‘۔ (بخاری)

’’حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا (شخص) جنت میں اس طرح جائیں گے اور آپؐ نے اپنی شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کے ساتھ اشارہ کیا اور ان دونوں کے درمیان فاصلہ دیا‘‘۔ (بخاری)

’’حضرت انسؓ نے بیان کیا ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کئی سال رہا۔ آپؐ نے نہ تو کبھی مجھے گالی دی‘ نہ کبھی مارا اور نہ ڈانٹا ڈپٹا اور نہ چہرے پر ناراضی ظاہر کی۔ جب مجھے کسی کام کا حکم دیا اور میں نے سستی اختیار کی تو اس پر میری گرفت نہیں کی‘ اگر آپؐ کے گھر والوں میں سے کوئی مجھے ڈانٹتا تو فرماتے‘ اسے چھوڑ دو کیوں کہ اگر تقدیر میں لکھا ہوتا تو یہ ہو جاتا‘‘۔ (دلائل النبوۃ)

www.KitaboSunnat.com

رفاہِ عامہ اور خدمت خلق کے حوالے سے بیسیوں پہلوؤں پر سیکڑوں احادیث اور تعلیمات نبوی ملتی ہیں مگر اس خریطۂ جواہر سے ہم نے صرف چند جوامع الکلم کو پیش کیا ہے‘ جن سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اسلام اور اسوۂ رسولؐ میں رفاہِ عامہ اور خدمتِ خلق کی اہمیت کیا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اسلام میں رفاہِ عامہ کا تصور اور خدمت خلق کا نظام'' اپنے موضوع پر ایک اہم اور وقیع دستاویز ہے۔ مصنفِ علام پروفیسر مولانا امیر الدین مہر نے اس موضوع پر کامل دو عشروں تک مطالعہ و تحقیق کی ہے اور ایک ایسی علمی اور تحقیقی کاوش کو منظر عام پر لانے میں کامیاب ہوئے ہیں، جس پر اردو زبان تو کجا خود عربی زبان میں بھی کوئی قابلِ ذکر تصنیف موجود نہیں ہے۔ خدمتِ خلق یا Social Service کے حوالے سے آج مغربی دنیا کے بعض ادارے اور مشنریز بہت نمایاں دکھائی دیتی ہیں۔ انسانی فلاح کے لیے کوئی بھی خدمات انجام دے یہ ایک لائقِ تحسین بات ہے مگر اسلام نے اس خدمت کو انسانی زندگی کا نصب العین اور رضائے الٰہی کے حصول کا راستہ قرار دیا ہے۔ چھ سو صفحات پر محیط اس تحقیقی تصنیف کو آٹھ مستقل علمی ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ کتاب کے تمہیدی باب میں اسلامی فکر اور اس کی ریاستی ہیئت میں خدمتِ خلق اور رفاہِ عامہ کی اہمیت پر توجہ دلائی گئی ہے۔ اسلامی معاشرے کی تعمیر میں اس تصور اور نظام کی ضرورت کو تاریخی تناظر میں واضح کیا گیا ہے۔ دوسرے اور تیسرے باب میں کتاب و سنت کے حوالے سے رفاہی کاموں کی نوعیت کا تفصیلی بیان ہے جبکہ چوتھے باب میں تاریخی تناظر میں انبیائے کرامؑ کے رفاہی کاموں کا جائزہ لیتے ہوئے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاہی، اصلاحی اور فلاحی تعلیمات، اقدامات اور تفصیلات کو پیش کیا گیا ہے۔ اس جامع تصنیف کا پانچواں باب خلافتِ راشدہ اور عہد صحابہؓ کی فلاحی اور رفاہی خدمات پر مشتمل ہے جو تمام صدیوں کے لیے نمونۂ عمل یا Role Model کی حیثیت رکھتا ہے۔ چھٹے باب میں رفاہِ عامہ اور خدمتِ خلق کے نظام کے سلسلے میں اسلامی احکام کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس باب میں زکوٰۃ و صدقات کے ضمن میں جو روشنی ڈالی گئی ہے، اس کی مزید تفصیلات کے لیے ڈاکٹر یوسف القرضاوی کی فقہ الزکوٰۃ سے مزید استفادے کی ضرورت ہے۔ گزشتہ سال مجھے جنوبی افریقہ کے شہر ڈربن میں ''بیت الزکوٰۃ'' کو دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ زکوٰۃ و صدقات سے کسی معاشرے میں فلاح و بہبود کے مثبت اثرات کو کیسے سمیٹا جا سکتا ہے، اس تجربے سے بھرپور استفادے کی ضرورت ہے۔ زکوٰۃ ایک اجتماعی فریضہ ہے جسے ریاستی سطح پر مرکزی بیت المال کے ذریعے سے روبہ عمل آنا چاہیے۔ مگر ریاستی اداروں کی روایتی عدم دلچسپی اور تساہل نے اس اجتماعی نظام سے عامۃ المسلمین کے اعتماد کو مجروح کیا ہے، جس کے باعث رفاہ اور فلاح کا یہ پروگرام اب محض ایک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انفرادی کاوش بن کر رہ گیا ہے۔ اس صدی کے مادی اور ثقافتی غلبے کے باوجود لوگوں میں انفاق فی سبیل اللہ کا جو رجحان ہے' وہ لائقِ ستائش ہے۔ ان کے ایثار کے نتیجے میں اربوں روپے کے اموال اکٹھے ہوتے ہیں مگر ان کے اثرات اسلامی معاشرے پر اس طرح سے مرتب نہیں ہو پا رہے جو ان کا ناگزیر تقاضا ہے۔ ان صدقات کی رقوم سے محض لوگوں کو قوتِ لایموت فراہم کرنے کی بجائے اس پسے ہوئے اور پسماندہ طبقے کو اپنے قدموں پر کھڑا ہو کر اپنی خود کفالت کے درجے تک پہنچنا اور پہنچانا ہمارے فلاحی اور رفاہی اداروں کی ذمہ داری ہے۔ این جی اوز کے پھیلتے ہوئے جال میں اس صورتِ حال کو سمجھنے اور سنبھالنے کی اشد ضرورت ہے۔

''اسلام میں رفاہِ عامہ کا تصور اور خدمتِ خلق کا نظام'' کا ساتواں باب تاریخ کی گزشتہ صدیوں میں مسلم معاشروں اور ریاستوں کے رفاہی اور فلاحی پروگرام کی تفاصیل پیش کرتا ہے۔ اس ضمن میں اوقاف کا قیام ایک ایسا اقدام ہے جس کے اثرات اور منافع دائمی اور دوامی ہیں۔ مسلمانوں نے اس سلسلے میں جو شاندار روایات قائم کی ہیں' ان کو نہ صرف برقرار رکھنے کی ضرورت ہے بلکہ آگے بڑھانے کی ضرورت ہے۔ اگر کسی درجے میں ریاست ان کی مرکزیت کو بحال کر سکے تو یہ ایک انقلابی قدم ہو گا۔ اوقاف کے مقاصد کو اگرچہ تبدیل نہیں کیا جا سکتا مگر انہی مقاصد کی تعمیل اور تکمیل کے معیار کو تو بلند کیا جا سکتا ہے۔ اوقاف کے موجودہ وسائل سے وہ استفادہ مفقود دکھائی دیتا ہے جن کی خاطر ان کو وجود میں لایا گیا تھا۔ فاضل مصنف نے اس ضمن میں قابلِ قدر معلومات فراہم کی ہیں۔

کتاب مذکور کا آخری باب ان اقدامات' سفارشات' تجاویز اور منصوبوں کو سامنے لاتا ہے جو ایک فلاحی' اصلاحی اور رفاہی معاشرے کی حیاتِ جاوداں کی ضمانت فراہم کر سکتے ہیں۔ اس جامع تحقیقی کتاب میں اگرچہ پاکستانی معاشرے کی صلاح و فلاح کی طرف توجہ دلائی گئی ہے مگر میرے نزدیک اسے پورے عالمِ اسلام اور ملتِ اسلامیہ کی فلاح و بہبود کے لیے بھی نقشۂ کار اور لائحۂ عمل قرار دیا جا سکتا ہے۔ اسلام ایک عالمگیر پیغام ہے۔ یہ انسانیت کی مجموعی فوز و فلاح پر توجہ دلاتا ہے بلکہ اس میں انسانی معاشرے کے علاوہ حیوانات' پرندوں' فصلوں اور عوامی تعمیرات کا بھی دھیان رکھا گیا ہے۔ اسلام صلاح و فلاح کے ایسے رفاہی پروگرام کو پیش کرتا ہے جو اس جہنم زار دنیا کو امن اور مسرت کی آماجگاہ بنا سکتا ہے۔ انسانیت آج جن مصائب اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشکلات میں گرفتار ہے' اس کا باعث وسائل اور ذرائع کی کمی نہیں بلکہ ان کا غیر عادلانہ اور غیر منصفانہ استعمال ہے۔ اسلامی تعلیمات ایک طرف استحصال کی ہر صورت کا خاتمہ چاہتی ہیں تو دوسری جانب مفلوک الحال اور حاجت مند طبقات کی ناگزیر ضروریات کی فراہمی کا ایک فلاحی نظام وضع کرتی ہیں۔ مقامِ مسرت ہے کہ ملک عزیز اسلامی جمہوریہ پاکستان میں بالخصوص اور عالم اسلام میں بالعموم ایسے ادارے وجود میں آ چکے ہیں جو اسلام کی اصلاحی' فلاحی اور رفاہی خدمات کے حوالے سے قابلِ رشک اور لائقِ تحسین خدمات انجام دے رہے ہیں۔ کسی معاشرے میں اس انداز کے رفاہی منصوبوں کا موجود ہونا اس کی اخلاقی اور روحانی زندگی کی علامت ہے۔ خدا کرے کہ ہم اسلامی تعلیمات کی روح کو سمجھتے ہوئے اپنے معاشرے کی فلاح و بہبود کا انتظام و انصرام کر سکیں۔ ایسی تحریکوں' اداروں اور این جی اوز کے لیے یہ کتاب ایک چراغ راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

اسلام کے اصلاحی' فلاحی اور رفاہی نظام کے موضوع پر اس جامع کتاب کے مصنف پروفیسر مولانا امیر الدین مہر وادیٔ سندھ کے ایک معروف دینی اسکالر' معلم' داعی اور مصنف ہیں۔ اردو اور سندھی زبان میں ان کی بیس کے قریب مستقل تصانیف اور سیکڑوں مضامین شائع ہو چکے ہیں۔ ان کی تمام تحریریں ایک تعمیری مقصدیت کی حامل ہیں۔ آپ کی علمی اور تحقیقی سطح لائق رشک ہے۔ آپ کا اسلوبِ نگارش داعیانہ ہے۔ ان کی تصانیف کا مزاج علمی اور تحریکی ہے۔ وہ اسلوب کی بناوٹ اور آرائش کی بجائے اس کی سادگی اور سلاست پر یقین رکھتے ہیں۔ اردو زبان کی یہ خوش نصیبی ہے کہ اس کے دامن میں اس موضوع پر پہلی جامع کتاب اہل علم اور سماجی خدمات کے اداروں کے منتظمین اور کارکنان تک پہنچ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف کی اس کاوش کو ان کے حسنات میں شمار فرمائے۔ ادارہ ''نشریات'' لاہور کے نوجوان مہتمم رفیع الدین حجازی کے ذوقِ طباعت کی بھی داد دینا چاہیے کہ انہوں نے دو سال کی مختصر مدت میں اعلیٰ علمی موضوعات پر پچاس کے قریب علمی اور تحقیقی کتب کی اشاعت کا اعزاز حاصل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس علمی کاوش کو فلاح و بہبود کی انجمنوں سے متعلق ذمہ داران اور معاونین کے لیے خیر و منفعت کا ذریعہ بنائے اور اس کے نتیجے میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کو ایک اسلامی' فلاحی اور جمہوری معاشرے کا رنگ و آہنگ نصیب کرے۔ آمین

۱۰ جنوری ۲۰۰۹ء پروفیسر عبدالجبار شاکر

ڈائریکٹر' دعوۃ اکیڈمی' انٹرنیشنل اسلامک یونی ورسٹی۔ اسلام آباد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حرفِ چند

الحمدللّٰہ و کفٰی و سلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی و الصلٰوۃ و السلام علٰی محمد المصطفٰی و علٰی اصحابہ الذین فازوا بالھدیٰ

دینِ اسلام ایک رفاہی، فلاحی اور اصلاحی دین ہے۔ اس کی فوز و فلاح کا دائرہ ایک فرد سے لے کر اجتماعیت تک بلکہ انسانوں اور غیر مسلموں تک عام ہے۔ لہٰذا جو بھی اسے قبول کرے گا اسے تمام برکتیں، رحمتیں اور سعادتیں نصیب ہوں گی۔ اسلام اپنے پیروکاروں کی اجتماعیت و وحدت قائم کرتا ہے۔ وہ اجتماعیت چاہے اسلامی حکومت کی صورت میں ہو یا اسلامی اور مسلم معاشرے کی شکل ہو، وہ اپنی برکتیں، فلاحیت، صلاحیت اور امنیت ضرور لے کر آتی ہے۔

اسلامی حکومت یا مسلمانوں کی حکومت اپنے اغراض و مقاصد میں سب سے پہلی ترجیح لوگوں کی بھلائی و بہتری اور امن و سلامتی رکھتی ہے۔ اسلامی احکام کا بڑا حصہ حقوق العباد، حقوق النفس، اخلاقِ حسنہ اور جود و سخا پر مشتمل ہے۔ یہ حکومت اصلاح و فلاح کے لیے جو ہدایات دیتی ہے، ان کا دائرہ بہت ہی وسیع ہے، یہ دائرہ ماں و باپ، عزیز و اقارب، پڑوسیوں اور دور و نزدیک کے ساتھیوں سے ہوتا ہوا نباتات و جمادات کے حقوق پر پہنچتا ہے بلکہ اس سے آگے بڑھ کر تمام اشیا تک پھیل جاتا ہے۔

راقم الحروف عرصہ پچیس سال سے اسلام کے اس وسیع دائرے پر غور و فکر کرتا رہا، پھر نہ صرف اپنے طور پر اس پر غور کیا بلکہ نابغۂ روزگار اہلِ علم سے رہنمائی بھی حاصل کرتا رہا۔ اس رہنمائی میں پروفیسر ڈاکٹر انیس احمد (وائس چانسلر رفاہ یونیورسٹی) اور پروفیسر ڈاکٹر محمود احمد غازی صاحب (سابق صدر جامعہ عالمیہ اسلامیہ، اسلام آباد) نے سرپرستی کی۔ پھر دوسرے اہلِ علم و دانش سے مشورے لیے۔ اس طرح طویل عرصے کے بعد یہ کتاب مرتب ہوئی۔ اگر چہ یہ موضوع اہم ہونے کے ساتھ کافی وسیع اور قرآنِ مجید و احادیثِ مبارکہ، سیرتِ طیبہ، اسلامی تاریخ اور فقہی کتب میں بڑی تفصیل سے بیان ہوا ہے، تاہم اس کتاب میں کہیں مختصر بیان، کہیں اشارات اور کہیں صرف احادیث دی گئی ہیں۔ لیکن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلامی لٹریچر میں اور خاص طور پر اُردو میں اس طرح کی جامع کتاب سامنے نہیں آئی۔ لہٰذا احقر نے اس مضمون پر اہلِ علم کی توجہ منعطف کرنے کے لیے اس فن کی ابتدا کی ہے۔

اگرچہ یہ کتاب تمام قارئین کے لیے مفید رہے گی اور اسلام کے رفاہی و اصلاحی اور فلاحی کاموں میں معلومات مہیا کرنے کا باعث ہوگی۔ تاہم سماجی علوم کے طلبہ، اساتذہ اور این جی اوز کے افراد کے لیے خاص طور پر فائدے مند ہوگی۔ انھیں اسلامی تاریخ کے مختلف گوشوں سے آشنا کرے گی۔

وہ حضرات جو رفاہی کام کر رہے ہیں یا مزید کام کرنا یا اس کو وسعت دینا چاہتے ہیں، انھیں وسیع معلومات اور رہنمائی مہیا کرے گی۔ نیز ان کے سامنے یہ بات آئے گی کہ جو کام وہ کر رہے ہیں، اس میں اپنی ذمہ داری پوری کرنے اور فریضہ ادا کرنے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا، اجر و ثواب کا ذخیرہ اور لوگوں کی بہت سی دعائیں حاصل کر رہے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتِ مطہرہ اور صحابہؓ کرام کی سیرتِ مبارکہ زندہ کر رہے ہیں اور شفیع المذنبین کی شفاعت کے حقدار بن رہے ہیں اور اپنی آخرت سنوار رہے ہیں اور نجات حاصل کر رہے ہیں۔

نیز رفاہی و فلاحی کارنامے انجام دینے والے یہ کام کرتے وقت نفسِ مطمئنہ اور خوش دلی سے کام کرتے ہوئے یہ محسوس کریں کہ وہ جو کام کر رہے ہیں، یہ کام اسلامی تعلیمات کی روح کے مطابق اور شریعتِ مطہرہ کے احکام کے موافق ہے

اس کتاب کو منصۂ شہود پر لانے کے لیے مذکورہ بالا بزرگوں کا شکریہ ادا کرنے کے ساتھ دوسرے کئی احباب نے قدمے، سخنے، رشدے اور دعائیہ کلمات سے ہمت افزائی کی ہے۔ ان کے اسماء گرای کا تذکرہ کیے بغیر اُن کا شکرگزار ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل و کرم اور انعام و اکرام سے انھیں نوازے اور دُنیا و آخرت کی بھلائیاں نصیب کرنے اور میرے لیے اسے صدقۂ جاریہ بنائے۔ آمین!

آخر میں اصحابِ علم و فضل سے التجا ہے کہ اس کتاب میں جو خامی، کوتاہی اور سہو ملاحظہ کریں تو بغرضِ اصلاح مطلع فرمائیں۔ میں خوشدلی سے اسے نہ صرف قبول کروں گا بلکہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح بھی کروں گا۔ www.KitaboSunnat.com

انقر العباد

امیر الدین مہر

ریجنل دعوۃ سنٹر (سندھ) کراچی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

القرآن الکریم

www.KitaboSunnat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝ وَمَا اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ۝ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۝ (البلد:۱۱۔۱۸)

''مگر اس نے دشوار گزار گھاٹی سے گزرنے کی ہمت نہ کی۔ اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی۔ کسی گردن کو غلامی سے چھڑانا، یا فاقہ کے دن کسی قریبی یتیم یا خاک آلود مسکین کو کھانا کھلانا۔ پھر (اس کے ساتھ یہ کہ) آدمی ان لوگوں میں شامل ہو جو ایمان لائے اور جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر اور (اللہ کی مخلوق پر) رحم کی تلقین کی۔ یہ لوگ ہیں دائیں بازو والے''۔

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۝ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ۝

(الدھر:۸۔۱۰)

''اور اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں (اور ان سے کہتے ہیں) ہم تمہیں صرف اللہ کی خاطر کھلا رہے ہیں۔ ہم تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ۔ ہمیں تو اپنے رب سے اس دن کے عذاب کا خوف لاحق ہے جو سخت مصیبت کا انتہائی طویل دن ہوگا''۔

وَ الَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۝ لِّلسَّآئِلِ وَ الْمَحْرُوْمِ ۝ (المعارج:۲۴۔۲۵)

''اور وہ لوگ جن کے مالوں میں سائل اور محروم کا ایک مقرر حق ہے''۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الحدیث الشریف

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیّ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَۃٌ، قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ: اَرَئَیْتَ اِنْ لَّمْ یَجِدْ؟ قَالَ: یَعْمَلُ بِیَدِہٖ فَیَنْفَعُ نَفْسَہٗ وَ یَتَصَدَّقُ، قَالُوْا: اَرَئَیْتَ اِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ؟ قَالَ: یُعِیْنُ ذَا الْحَاجَۃِ الْمَلْھُوْفِ قَالُوْا: اَرَئَیْتَ اِنْ لَّمْ یَفْعَلْ؟ قَالَ: یَاْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ قَالُوْا: اَرَئَیْتَ اِنْ لَّمْ یَفْعَلْ؟ قَالَ: یُمْسِکُ عَنِ الشَّرِّ فَاِنَّھَا لَہٗ صَدَقَۃٌ۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے مرفوع روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہر ایک مسلمان پر صدقہ (نیکی کرنا لازم) ہے۔ انھوں (صحابہؓ) نے پوچھا: اے اللہ کے رسولؐ! اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو یہ نہیں پاتا؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ وہ اپنے ہاتھ سے کام کرے جس سے اپنی ذات کو نفع پہنچائے اور صدقہ بھی کرے۔ انھوں نے پھر پوچھا کہ وہ اگر یہ نہ کر سکے تو کیا کرے؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا: کسی مجبور حاجت مند کی مدد کرے۔ انھوں نے پوچھا کہ وہ اگر یہ بھی نہ کر سکے تو کیا کرے؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا: وہ نیکی کا حکم دے۔ انھوں نے پوچھا کہ اگر وہ یہ بھی نہ کر سکے تو کیا کرے؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا: وہ برائی سے رک جائے، یہ بھی اس کے لیے صدقہ ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: کُلُّ سُلَامٰی مِنَ النَّاسِ عَلَیْہِ صَدَقَۃٌ کُلَّ یَوْمٍ تَطْلُعُ فِیْہِ الشَّمْسُ۔ یَعْدِلُ بَیْنَ الْاِثْنَیْنِ صَدَقَۃٌ، وَیُعِیْنُ الرَّجُلَ عَلٰی دَابَّتِہٖ فَیَحْمِلُ عَلَیْھَا اَوْیَرْفَعُ عَلَیْھَا مَتَاعَہٗ صَدَقَۃٌ وَالْکَلِمَۃُ الطَّیِّبَۃُ صَدَقَۃٌ وَکُلُّ خَطْوَۃٍ یَخْطُوْھَا اِلَی الصَّلٰوۃِ صَدَقَۃٌ وَیُمِیْطُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ صَدَقَۃٌ۔

حضرت ابوہریرہؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر روز جب سورج طلوع ہوتا ہے تو لوگوں کے ہر عضو (جوڑ) پر صدقہ لازم ہو جاتا ہے (اس کی ادائیگی کی بعض صورتیں یہ ہیں) وہ دو آدمیوں کے درمیان عدل و انصاف کرے یہ صدقہ ہے۔ وہ کسی آدمی کو اس کی سواری پر بٹھانے میں مدد کرے یا سواری پر اس کا سامان اٹھا کر دے یہ صدقہ ہے۔ پاکیزہ بول صدقہ ہے اور ہر قدم جو نماز کے لیے اٹھائے صدقہ ہے اور راستے سے تکلیف دینے والی چیز ہٹائے صدقہ ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب اوّل

تمہیدی مضامین

انسان اور اس کے متعلق نظریات	۳۰	قیام عدل	۴۱
انسان کی تعریف	۳۰	مقاصد شریعت (انسانی بنیادی حقوق کا تحفظ)	۴۲
اسلام میں انسان کی حقیقت	۳۱	۱۔حفظ النفس (جان کی حفاظت)	۴۲
۱۔انسان کی تخلیق	۳۲	۲۔حفظِ مال	۴۳
۲۔انسان کی عزت واحترام	۳۲	۳۔حفظ نسب ونسل	۴۳
۳۔مخلوقات پر انسان کی فضیلت	۳۳	۴۔حفظ عرض (عزت و آبرو کی حفاظت)	۴۴
۴۔انسان کا زمین میں اللہ کا خلیفہ (نائب) ہونا	۳۴	۵۔حفظ الدین (دین کی حفاظت کرنا)	۴۴
۵۔کائنات کی تمام اشیاء کو اس کے لیے بنانا اور جھکانا	۳۴	۶۔حفظ عقل	۴۵
۶۔علم و ہنر کی نعمتیں عطا کرنا	۳۶	موضوع کتاب	۴۶
۷۔انسان کو اچھائی اور برائی کی تمیز عطا کرنا	۳۶	اسلام	۴۶
۸۔انسان کی اجتماعی زندگی کا فطرت ہونا	۳۷	انسان اور اجتماعیت	۴۷
		خدمتِ خلق انسان کی خواہش	۴۸
۹۔حقوق العباد کا نظام عطا کرنا	۳۷	صوفیاء کرام اور صلحاء امت کا شعار	۴۹
۱۰۔انسان، قرآن مجید کا موضوع ہونا	۳۸	رفاہی کاموں کی ابتداء	۵۱
		سماجی بہبود کا تاریخی ارتقاء	۵۳
اسلامی ریاست کے اغراض و مقاصد	۳۹	رفاہی کام کی تعریف	۵۴
ریاست اور حکومت	۳۹	مقاصد سماجیات	۵۵
شریعت کا نفاذ (اِقامت دین)	۴۰	اسلامی پہلو سے خدمت خلق	۵۷

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ا۔ رضائے الٰہی کا حصول	۵۸
۲۔ رفاہی کاموں کا عبادت ہونا	۵۸
۳۔ رفاہی کاموں کا کار انبیاء ہونا	۵۹
۴۔ جنت حاصل کرنے اور دوزخ سے بچنے کا ذریعہ ہونا	۶۰
۵۔ حقوق العباد کی ادائیگی	۶۱
۶۔ رفاہی کاموں کا صدقہ جاریہ ہونا	۶۱
۷۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل کرنے کا وسیلہ ہونا	۶۲
۸۔ رفاہی کاموں کا دعوت وتبلیغ کا ذریعہ ہونا	۶۲
۹۔ رفاہی کاموں کا مصیبت ٹالنے کا ذریعہ ہونا	۶۳
اسلامی سماجیات اور دیگر علوم	۶۳
سماجیات اور علوم اسلامیات	۶۴
الف) قرآن مجید	۶۴
ب) علم العقائد (اسلامی نظریہ)	۶۴
ج) سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا علم	۶۵
د) سماجیات اور علم احکام اسلامی	۶۵
اسلامی سوشیالوجی اور تاریخ	۶۶
الف) تاریخ اسلام	۶۶
ب) عمومی تاریخ کا مطالعہ	۶۶
ج) مؤکل کے حالات سے آگاہی	۶۶
سماجی بہبود اور نفسیات	۶۶
سماجیات اور معاشیات	۶۷
الف) معاشیات کی عمومی تعلیم	۶۸
ب) معاشیات کی اسلامی تعلیم	۶۸
سماجی بہبود اور سیاسیات	۶۸
سماجی بہبود اور تعلیم	۷۰
۱) مقاصد تعلیم	۷۰
۲) مخلص کارکن	۷۰
۳) اساتذہ	۷۰
سماجی بہبود اور علم الانسان	۷۱
سماجی بہبود اور جغرافیہ	۷۲
سماجی بہبود اور شماریات	۷۲
سماجی پیشے کی چند خصوصیات	۷۳

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوۃ والسلام علیٰ خاتم الانبیاء و المرسلین و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین.

اللہ تبارک و تعالیٰ کے لیے تمام حمد وثنا، تسبیح و تقدیس، توصیف و تمجید اور تعریف ہے جس نے انسانوں کو عظمت و احترام کا اعلیٰ درجہ عطا کیا اور تمام مخلوقات پر فضیلت بخشی۔ انسان کو اتنی وافر اور کثرت سے نعمتیں عطا کیں کہ وہ ان کو گننے بیٹھے تو شمار نہیں ہو سکتیں کجا کہ ان کا مکمل شکر ادا کرے۔ اس حقیقت کو ان الفاظ میں فرمایا: وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ لَا تُحۡصُوۡهَا (ابراہیم ۱۴:۳۴)

"اگر اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو گن نہیں سکتے"۔

لہٰذا انسان کو چاہیے کہ اپنے دل و دماغ، جسم و زبان، جوارح و اعضاء، اپنے قول و عمل، اپنے مال و اسباب اور اپنی زندگی کے ہر سانس سے اللہ کا شکر ادا کرتا رہے۔

لاکھوں درود و سلام حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوں جو تمام کائنات و مخلوقات کے لیے رحمت بن کر آئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ (الانبیاء ۲۱:۱۰۷)

"ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے"۔

آپ ﷺ نے اس رحمت کو اتنا عام کیا اور دنیا میں اس کا پرتو اتنا پھیلا کہ آپ ﷺ کا لقب اور صفاتی نام ہی رؤف و رحیم ہو گیا۔

بے پایاں رحمتیں ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ آپ ﷺ بعثت سے پہلے ہی کمزور، بے بس، حاجتمند اور مظلوم انسانوں کے ہمدرد، بہی خواہ، پشتی بان، مددگار اور پناہ گاہ بنے۔ آپ ﷺ نے حلف الفضول میں اس وقت شرکت کی اور اس میں بھرپور حصہ لیا جب آپ کی عمر پچیس سال کے لگ بھگ ہو گی۔ اس دور کے بارے میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے پہلی وحی کے نزول کے وقت فرمایا: "ہرگز نہیں (ایسا ہرگز نہیں ہو گا کہ آپ کو کوئی نقصان پہنچے) اللہ کی قسم، اللہ آپؐ کو کبھی گزند نہیں پہنچنے دے گا۔ آپؐ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صلہ رحمی کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، بے سہارا لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، ناداروں کو کما کر دیتے ہیں، مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق اور سچائی کی راہ میں آنے والی تکلیفوں میں مددگار بنتے ہیں"۔ (بخاری و مسلم، باب بدء الوحی)

قیامت تک آپؐ پر کروڑوں انسانوں، جنوں، حیوانوں اور جانوروں کی طرف سے رحمت و سلام برستے رہیں کہ آپ ﷺ نے تمام انسانوں، حیوانوں، پرندوں، نباتات اور جمادات تک کی نہ صرف سرپرستی کی بلکہ ان کے حقوق متعین فرما کر ان پر عمل کرنے کی تاکید کی۔ حضرت ابوسعید خدریؓ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "راستوں پر بیٹھنے سے بچو، تو انھوں نے کہا کہ یا رسول اللہ اگر وہاں بیٹھنا گفتگو کے لیے ضروری ہو تو کیا کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر بیٹھنا ضروری ہو تو راستے کا حق ادا کرو۔ انھوں نے پوچھا راستے کا حق کیا ہے یا رسول اللہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا نظریں نیچی کرنا، تکلیف نہ دینا، سلام کا جواب دینا اور نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا"۔ (بخاری شریف باب استئذان)

رہتی دنیا تک، چاند و سورج کے طلوع و غروب ہونے اور قیامت قائم ہونے تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام پیش ہوتے رہیں گے کہ آپ ﷺ نے انسانیت کی خدمت، ان پر رحمت و شفقت کا پیغام اس وقت پیش کیا جب دنیا قوموں اور قبیلوں، ذاتوں اور پاتوں، نسلوں اور خاندانوں کے گرد گھوم رہی تھی۔ اور ان دائروں سے باہر نکلنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی، آپؐ کی زبان مبارک سے کہلوایا گیا:

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (الاعراف۷:۱۵۸)

"کہہ دیجیے کہ اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں"۔

آپؐ نے اعلان کیا کہ میں کالے اور گورے سب کا رسول رحمت ہوں۔ میں کسی ایک خطے، علاقے اور قوم و نسل کا نہیں بلکہ تمام انسانوں کا رہبر ہوں۔ یہی وہ آفاقیت، وحدت انسانیت، وحدت دین اور امت واحدہ کی روشن منزل تھی جس تک دنیا علم و شعور کا سفر طے کرنے کے بعد بھی تا حال نہیں پہنچ سکی۔

اللہ تعالیٰ کی لاکھوں رحمتیں ہوں ان صحابہ کرامؓ پر جنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین مبین کو بغیر کسی کمی و بیشی، حذف و اضافہ اور کسی شک و شبہ کے دنیا کے کونے کونے تک پہنچایا اور اس کا عملی نمونہ پیش کر دکھایا اور اپنے گفتار و کردار سے اس کی حقانیت واضح کر دی۔ وہ مردان کار

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امتِ دعوت ہونے کا حق ادا کرتے ہوئے مشرق و مغرب، جنوب و شمال میں ہر طرف کشاں کشاں گئے اور آپ ﷺ کی نیابت، خلافت کی ذمہ داری کماحقہٗ پوری ادا کردی۔ رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ۔

اللہ تعالیٰ کے ان لاکھوں، کروڑوں بندوں پر سلام ہوں جنہیں آپ ﷺ نے اپنے ساتھ سلام میں شامل کرتے ہوئے فرمایا: **السلام علینا و علی عباداللہ الصالحین**

''سلام ہم پر اور اللہ کے ان صالح بندوں پر بھی ہوں''۔

ایسے لوگ رہتی دنیا تک لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں موجود رہے ہیں اور رہیں گے اور سلام کے حقدار بنتے رہیں گے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کے انعامات کی ایک جھلک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کا عام پرتو اور اللہ کے ان صالح بندوں اور آپ ﷺ کے امتیوں کا مسلسل مخلوق خدا کو کفر و شرک اور بدعات و خرافات کے اندھیروں سے نکال کر نور اسلام کی روشنی میں لاتا ہے جیسے بار بار مطالعہ کرنے، جائزہ لینے اور غور و فکر کرنے سے مزید واضح ہوتا ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمایا:

اللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُم مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَوْلِیٰٓؤُھُمُ الطَّاغُوْتُ یُخْرِجُوْنَھُم مِّنَ النُّوْرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ اُوْلٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ۝ (البقرہ۲:۲۵۷)

''جو لوگ ایمان لائے ان کا حامی اور مددگار اللہ ہے وہ ان کو تاریکیوں سے روشنی میں نکال لاتا ہے اور جو لوگ کفر کی راہ اختیار کر لیتے ہیں ان کی حامی اور مددگار طاغوت ہیں جو انھیں روشنی سے تاریکیوں کی طرف کھینچ لے جاتے ہیں۔ یہ لوگ آگ میں جانے والے ہیں جہاں یہ ہمیشہ رہیں گے''۔

یہ تاریکیاں گمراہی کے متضاد راستے، نظریات اور مزعومات و مفروضات (ڈھکوسلے) ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا راستہ علم و عرفان اور ہدایت و کامیابی کا راستہ (اسلام) ہے۔ اور باقی راستے، طریقے، نظریات اور توہمات، کفر و شرک کے راستے ہیں جو انسان کو گمراہی کے گڑھوں میں پھینک دیتے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (آل عمران۳:۱۹)

''اللہ کے نزدیک صرف دین اسلام ہے''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور دوسرے مقام پر فرمایا:

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ٥

(آلِ عمران ۳:۸۵)

"(اس فرمانبرداری) اسلام کے سوا جو شخص کوئی اور طریقہ اختیار کرنا چاہے، اس کا وہ طریقہ ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور آخرت میں وہ ناکام اور نامراد رہے گا"۔

اسلام کا مطالعہ کرتے ہوئے اور خاص طور پر علم عمرانیات وسماجیات (سوشیالوجی) کے پہلو سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اسلام کا مزاج، دائرہ کار اور راہنمائی بہ نسبت انفرادی پہلو کے اجتماعی پہلو سے بہت زیادہ ہے۔ اس لیے علماء اسلام کہتے ہیں کہ اسلام کے احکام کا بڑا حصہ انسان کے اجتماعی معاملات سے تعلق رکھتا ہے حتیٰ کہ بعض نے واضح طور پر کہا ہے کہ اسلام کے انفرادی احکام کے مقابلے میں اجتماعی احکام تین چوتھائی ہیں۔ اگرچہ ان میں بھی روح نیت واخلاص، تقویٰ اور رضاء الٰہی کا جذبہ ضرور ہوتا ہے۔ ہر موقع پر ایک ظاہری شکل وصورت اور عمل وکردار کے ساتھ ایک باطنی جذبہ اور روحانی جھلک بھی ضرور ہوتی ہے۔

انسان اور اس کے متعلق نظریات:

انسان کی تخلیق، کائنات میں اس کی آمد اور اس کی بقاء اور کام وکردار پر بحث کرتے ہوئے اور اس کا گہرا مطالعہ کرتے ہوئے علماء، فلسفیوں، دانشوروں اور انسانیت کے ماہرین نے قدیم دور سے لے کر جدید دور تک بہت گفتگوئیں، بحثیں اور کلام کیے ہیں اور اس قسم کی بحثیں ہونی بھی چاہییں کیونکہ یہ کائنات کا اہم ترین حصہ بلکہ مقصد تخلیق کائنات ہے۔ یہ بحثیں ہزاروں لاکھوں صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں۔ تاہم ان میں سے اختصار کے طور پر انسان کے بارے میں چند بنیادی اور ضروری باتیں پیش کی جارہی ہیں۔

انسان کی تعریف:

اس کے مقام اور کام کے تعین، اس کائنات میں اس کی حیثیت، اس کی وجہ تخلیق، دنیا میں اس کی غرض وغایت، اس کی عاقبت وانجام اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے تعلق، اس کے لیے کیا اچھا ہے اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا برا ہے اور اس قسم کے درجنوں سوالات ہیں جن کے فلسفیوں نے متعدد متضاد جوابات دیے ہیں، لایعنی اور بے بنیاد دعوے بھی کیے ہیں۔ جیسے کسی نے اسے حیوان مطلق کہا، کسی نے حیوان ناطق، کسی نے اسے جبلتوں اور جذبات کا مجموعہ بتایا، کسی نے اسے مغلوب الشہوات حیوان (شہوتوں میں گھرا ہوا حیوان) بتایا، کسی نے اسے احساس تفوق کا مجسمہ (تمام مخلوقات کو اپنے بس میں کرنے کی دھن میں غرق) کسی نے اسے وحشی جانور اور بھیڑیا بتایا اور کچھ نے اسے ثبات وتغیر کا مجموعہ قرار دیا۔ غرضیکہ درجنوں توجیہات وتعبیرات ہیں جن کا بیان مشکل ہے۔

انسان کے بارے میں مذہبی توجیہیں اور تعبیریں بھی عام طور پر اسی نوع کی ہیں جیسے یہ اس دنیا میں سزا کے طور پر بھیجا گیا ہے۔ پیدائش کے وقت گنہگار اور پلید ہے۔ بعض نے اسے اس دنیا کی آلائشوں سے جان چھڑانے اور اس سے دور بھاگنے کی تلقین ونصیحت کی۔ کسی نے اس کی تقسیم کر کے اعلیٰ طبقہ (برھمن، کھشتری اور راجپوت) اور دوسروں کو شودر، پلید، ملیچھ اور قابل نفرت قرار دیا۔ بعض نے اس کا مذہب سے جزوی تعلق جوڑ کر پھر اسے آزاد کر دیا کہ جو چاہے کرتا رہے۔ جیسے چاہے کرے وغیرہ۔ جس طرح فلسفیوں نے انسان کو اپنے حقیقی مقام سے گرا کر اس پر ظلم کیا اور اسے حیوان بنایا اسی طرح مذہب کے نام پر اس سے جو ظلم ہوا وہ بھی کم نہیں ہے۔ کچھ انسانوں کو معبود، کچھ کو عابد، کچھ کو اللہ کے چہیتے اور کچھ کو مغضوب اور دوزخی قرار دیدیا۔ پھر بات یہیں نہیں رکی بلکہ اسے لے جا کر آگ، سورج، چاند، بتوں، پتھروں، جانوروں اور درختوں کے سامنے جھکا کر سجدہ ریز کیا اور اسے کائنات میں ذلیل ترین مخلوق قرار دیا۔ (اسلام کا معاشرتی نظام۔ ڈاکٹر خالد علوی)

اسلام میں انسان کی حقیقت:

چونکہ ہماری اس کتاب کا تعلق ''سماجیات اور اسلام'' یا ''انسان اور اسلام کا سماجی نظام'' سے ہے۔ اس لیے سب سے پہلے انسان کا اسلام کے نقطۂ نظر سے تعارف، تعریف اس کا مقام ومرتبہ، کائنات کے ساتھ اس کا تعلق اور اس کی ذمہ داریوں کے بارے میں مختصر سا تذکرہ کرنا ضروری ہے۔ تاہم غیر اسلامی نظریات وخیالات کو مختصر طور پر لکھا گیا۔ تفصیل کے لیے بڑی کتابیں پڑھیں۔ اس موضوع پر اتنا زیادہ لکھا گیا ہے کہ یہ چھوٹی سی کتاب اس کی متحمل نہیں ہو سکتی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ا۔انسان کی تخلیق

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں انسان کے وجود پذیر ہونے، اس کائنات میں آنے اور اس کی تخلیق کے بارے میں متعدد مقامات پر تذکرہ کیا ہے۔ان میں سے ایک کا بیان کیا جاتا ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ o ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ o ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ o (المومنون ۲۳: ۱۲۔۱۴)

”ہم نے انسان کو مٹی کے ست سے بنایا، پھر اسے ایک محفوظ جگہ میں ٹپکی ہوئی بوند میں تبدیل کیا، پھر اس بوند کو لوتھڑے کی شکل دی، پھر اس لوتھڑے کو بوٹی بنادیا، پھر بوٹی کی ہڈیاں بنائیں، پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا، پھر اسے ایک دوسری ہی مخلوق بنا کر کھڑا کیا پس کیا ہی بابرکت ہے سب کاریگروں سے اچھا کاریگر“۔

انسان کی تخلیق کے بارے میں صاف بتادیا کہ تمام انسان چاہے کسی درجے، کسی دور اور کسی ملک وملت کے ہوں سب ایک ہی طریقے سے پیدا ہوتے ہیں۔ نہ کوئی سورج بنسی ہے اور نہ ہی چاند بنسی اور نہ ہی کوئی خالق کے اچھے اعضاء و مقامات سے بنا ہے اور نہ ہی کوئی اس کے پیروں اور ٹانگوں سے پیدا ہوا ہے۔ یہ ہے اسلام کا نظریہ مساوات تخلیق۔

۲۔انسان کی عظمت واحترام

انسان کی عظمت واحترام اور دوسری مخلوقات پر فضیلت اور فوقیت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّن طِينٍ o فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ o فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ o إِلَّا إِبْلِيسَ اسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ o قَالَ يَا إِبْلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَن تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ أَسْتَكْبَرْتَ أَمْ كُنتَ مِنَ الْعَالِينَ o قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ o قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ o وَإِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِي إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ o (ص ۳۸: ۷۱۔۷۸)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا میں مٹی سے ایک بشر بنانے والا ہوں، پھر جب میں اسے پوری طرح بنادوں اوراس میں اپنی روح پھونک دوں، تو تم اس کے آگے سجدے میں گر جاؤ، اس حکم کے مطابق فرشتے سب کے سب سجدے میں گر گئے، مگر ابلیس نے اپنی بڑائی کا گھمنڈ کیا اور وہ نافرمانوں میں سے ہوگیا، رب نے فرمایا، تجھے کیا چیز اسے سجدہ کرنے سے مانع ہوئی جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا؟ تو بڑا بن رہا ہے، یا تو ہے ہی کچھ اونچی ہستیوں میں سے۔ اس نے جواب دیا میں اس سے بہتر ہوں، آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی سے، فرمایا اچھا تو یہاں سے نکل جا۔ تو مردود ہے اور تیرے اوپر یوم الجزاء تک میری لعنت ہے"۔

انسان کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانیوں میں سے دو کا تذکرہ کیا ایک اسے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا، دوم اس میں اپنی روح پھونکی۔ "دونوں ہاتھوں" کے لفظ غالباً اللہ کی شاہ تخلیق کی طرف اشارہ ہے کہ اسے جسم حیوانی عطا کیا گیا جس کی بنا پر وہ حیوانات میں سے ایک نوع ہے اور اپنی روح پھونکنے کی بنیاد پر وہ اپنی صفات میں تمام مخلوقاتِ ارضی میں سے افضل واشرف ہے۔

۳۔ مخلوقات پر انسان کی فضیلت

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو بہت سی مخلوقات پر فضیلت و برتری اور شرف وعزت عطا کیا۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ اٰدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلاًo (بنی اسرائیل ۱۷:۷۰)

"یہ تو ہماری عنایت ہے کہ ہم نے بنی آدم کو بزرگی (عزت) دی اور انھیں خشکی اور تری میں سواریاں عطا کیں اور ان کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر نمایاں فوقیت بخشی"۔

انسان کو یہ حقیقت بتائی کہ تم تمام مخلوقات میں مکرم ومشرف اور فضیلت والے ہو۔ اگر تم ایمان و عملِ صالح کی دولت سے بہرہ ور ہو جاؤ تو دوسری مخلوقات اور انسان تو کیا نوری فرشتوں پر بھی فضیلت والے ہو جاؤ گے۔ بس ضرورت اس بات کی ہے کہ انسان اپنا مقام اور مرتبہ پہچانے اور اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے ذریعے اس تک پہنچنے کی مسلسل جدوجہد کرے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حقیقت یہ ہے کہ نوع انسانی کو زمین اور اس کی اشیاء پر یہ اقتدار کسی جن یا فرشتے یا سیارے نے عطا نہیں کیا ہے، نہ کسی ولی یا نبی نے اپنی نوع کو یہ اقتدار دلایا ہے۔ یقیناً یہ اللہ ہی کی بخشش اور اس کا کام ہے۔ پھر اس سے بڑھ کر حماقت اور جہالت اور کیا ہو سکتی ہے کہ انسان اس مرتبے پر فائز ہو کر اللہ کے بجائے کسی اور مخلوق کے آگے جھکے۔

۴۔انسان کا زمین میں اللہ کا خلیفہ (نائب) ہونا

اللہ کی خلافت اور نیابت کو قرآن مجید میں متعدد مرتبہ بیان فرمایا گیا اور اس کے مختلف پہلو واضح کیے گئے ہیں۔ایک مقام کی چند آیات ملاحظہ کریں۔

وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَ یَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَ نُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۝ (البقرہ۲:۳۰)

’’پھر ذرا اس وقت کا تصور کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا تھا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہو۔ انھوں نے عرض کیا، کیا آپ زمین میں کسی ایسے کو مقرر کرنے والے ہیں جو اس کے انتظام کو بگاڑ دے گا اور خونریزیاں کرے گا۔ جبکہ ہم آپ کی حمد وثنا کے ساتھ تسبیح اور تقدیس تو کر ہی رہے ہیں۔ فرمایا: میں وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے‘‘۔

’’خلیفہ اسے کہتے ہیں جو کسی کی ملک میں اس کے تفویض کردہ اختیارات کو اس کے نائب کی حیثیت سے استعمال کرے اور اس کی منشا کو ٹھیک ٹھیک پورا کرے‘‘۔ (تلخیص تفہیم القرآن ص ۳۰)

رب العالمین نے انسان کو کتنا اعلیٰ وارفع درجہ بخشا کہ اس نے دنیا میں مخلوق کی اصلاح وہدایت کے لیے اسے اپنا نائب مقرر کر دیا تاکہ وہ اس کی رحمت وعنایت کو عام کرے، اسلامی نظام کو نافذ کرے اور نظام عدل وانصاف قائم کرے۔

۵۔کائنات کی تمام اشیاء کو اس کے لیے بنانا اور جھکانا

رب کائنات نے اس کی تمام اشیاء کو اس کے نفع اور فائدے کے لیے پیدا کیا۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُم مَّا فِی الْأَرْضِ جَمِیْعاً (البقرہ۲:۲۹)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے زمین کی ساری چیزیں پیدا کیں''۔

ان اشیاء کو پیدا کر کے خود سر نہیں چھوڑ دیا بلکہ بڑی سے بڑی چیز اور چھوٹی سے چھوٹی چیز کو انسان کے سامنے اس کے فائدے اور نفع کے لیے جھکا دیا۔ جھکایا بھی ایسا کہ وہ اس کی بھلائی، فائدے اور اصلاح کے لیے ہر وقت کمر بستہ اور رواں دواں ہیں۔ ان جھکنے والوں میں عظیم سورج، چاند، سیارے، ستارے، دریا، پہاڑ، جانور، موسم، دن اور رات اور دیگر قوتیں اس کے تابع کر دیں۔ ان میں سے بعض کو بالکل اس کے بس میں کر دیا اور بعض کو اس کے لیے سازگار، موافق اور معاون کر دیا۔ اس تسخیر کی بڑی تین نوعیتیں ملاحظہ کریں:

وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِىْ لِأَجَلٍ مُّسَمًّى (الرعد۱۳:۲)

''اس نے آفتاب و ماہتاب کو ایک قانون کا پابند بنایا، اس سارے نظام کی ہر چیز ایک وقت مقرر تک لیے چل رہی ہے''۔ یہ تسخیر (جھکانا) انسان کے فائدے اور نفع کے لیے ہے۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِىَ فِى الْبَحْرِ بِأَمْرِهٖ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْأَنْهَارَ ۝ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنَ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ (ابراھیم۱۴:۳۲،۳۳)

''تمہارے لیے جس نے کشتی کو مسخر کیا کہ سمندر میں اس کے حکم سے چلے اور دریاؤں کو تمہارے لیے مسخر کیا، جس نے سورج اور چاند کو تمہارے لیے مسخر کیا کہ لگاتار چلے جا رہے ہیں اور رات اور دن کو تمہارے لیے مسخر کیا''۔

یہ تسخیر جزوی طور پر انسان کے بس میں ہے جیسے کشتیاں اور اس سے نکلنے والی نہریں۔

تسخیر کی تیسری قسم یعنی بالکل انسان کے بس میں کوئی چیز کر دی جائے اس کی مثال دیتے ہوئے فرمایا:

سُبْحَانَ الَّذِىْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ (الزخرف۴۳:۱۳)

''پاک ہے وہ جس نے ہمارے لیے ان چیزوں کو مسخر (تابعدار) کر دیا ورنہ انھیں قابو میں لانے کی طاقت رکھنے والے نہ تھے''۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان آیات یا ان جیسی دوسری درجنوں آیات میں جن کا مطالعہ گہرائی سے اور تفاسیر کی روشنی میں کریں گے تو معلوم ہوگا، بعض چیزیں ہمارے بس میں بالکل نہیں ہیں ان کی تسخیر کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے فائدے، منفعت اور بہتری کے لیے انھیں موافق و مناسب اور معتدل کر دیا۔ دوسرے قسم کی وہ اشیاء ہیں جو کسی قدر ہمارے بس میں دے دیں جیسے دریا پر بند باندھتے ہیں اور ان سے نہریں نکالتے ہیں لیکن سو فیصد آج بھی ہمارے بس میں نہیں ہیں اور بعض اشیاء وہ ہیں جو ہمارے بس اور طاقت میں ہیں جیسے سواریاں، مشینیں وغیرہ۔ لیکن یہ ساری تسخیر انسان کے لیے ہے۔ اس سے انسان کی حیثیت اور مقام کا اندازہ کیجیے۔

۶۔ علم و ہنر کی نعمتیں عطا کرنا

اللہ تعالیٰ نے اپنی اس مخلوق کو علم، ہنر اور کائنات کے رازوں کی بے پایاں صلاحیتیں دیں کہ جس سے خلافت کا بار اٹھانے، اسے چلانے اور اقتدار کی نائبی کا حق ادا کرنے کے لائق ہو سکے۔ لاتعداد اور بے پایاں صلاحیتوں کا اہل ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ جیسے جیسے اس کی ضرورتیں، حاجتیں اور خواہشیں بڑھتی جائیں گی اس کی صلاحیتیں بھی بڑھتی جائیں گی۔ علم کا تذکرہ قرآن مجید میں سیکڑوں مقامات پر کیا گیا ہے۔ سورہ بقرہ کی آیات ۳۱۔۳۲ اور سورہ الرحمٰن کی ابتدائی آیات اور سورہ علق کی ابتدائی آیات کا غور سے مطالعہ کریں تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے۔

۷۔ انسان کو اچھائی اور برائی کی تمیز عطا کرنا

اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کو پیدا کر کے اس کی بھلائی اور برائی، نیکی و بدی کے راستے، ان کے انجام، دنیا اور آخرت کے نتائج کو مختلف پہلوؤں، زاویوں اور گوشوں سے اسے بتا دیے اور واضح کر دیے۔

یہ راستے تین پہلوؤں اور گوشوں سے اسے بتائے اور اس پر واضح کیے۔ ایک اس کی فطرت، طبیعت اور نیچر میں اچھے اور برے کی تمیز رکھی۔ ارشاد باری ہے:

فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا (الشمس ۹۱:۸)

”پھر اس کی بدی اور اس کی پرہیز گاری اس پر الہام (واضح) کر دی“۔

دوم کائنات میں اور خود اس کی ذات اور جسم میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت و توحید کے نشانات اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامات رکھیں جن سے اپنے رب کو نہ صرف پہچان سکتا ہے بلکہ اس سے اپنا تعلق بھی جوڑ سکتا ہے۔ یہ نشانات وعلامات چند نہیں لاتعداد ہیں، بے حد وحساب ہیں اور بے شمار ہیں۔

تیسرا بندوبست انبیاء کرام بھیج کر انسان کی رہنمائی کا کیا گیا۔ انبیاء کرام نے دن رات محنت کر کے اللہ تعالیٰ کے احکام لوگوں کو پہنچائے پھر ان احکام پر خود عمل کر کے دکھایا کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ احکام ناقابل عمل اور مشکل ہیں۔ انبیاء کا یہ سلسلہ انسان کے دنیا میں آنے سے لے کر آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے تک جاری رہا۔ جس طرح آفاق وانفس کی آیات اور نشانیوں میں کوئی کمی نہیں کی گئی اس طرح انبیاء بھی ہزاروں کی تعداد میں ہر علاقے اور خطے میں اور ہر زبان میں پیغام خداوندی لے کر آئے۔ اور انسان کی اپنے قول وکردار اور عمل سے بھرپور رہنمائی کی اور کسی درجہ کمی نہیں چھوڑی۔ علیھم صلوٰت اللہ و سلامہٗ

۸۔ انسان کی اجتماعی زندگی کا فطرت ہونا

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اسم بامسمی بنایا یعنی اس کا نام اس سے ماخوذ ہے۔ جس میں فطری اُنس و انسیت باہمی محبت، انسانوں کے باہمی تعلقات و روابط اور ایک دوسرے کی ضرورت مندی اور محتاج ہونا ودیعت کر دیا ہے۔ لہٰذا انسان کو دوسرے انسانوں سے نہ صرف مل کر رہنا ہے بلکہ ان سے مانوس ہو کر رحمت وشفقت اور انس ومحبت اور باہمی دلجوئی کے برتاؤ کے ساتھ رہنا ہے اس لیے انسان کی یہ فطری وطبعی خاصیت اس میں قائم رہے گی اگر چہ وقتی طور پر یہ حیوان صفت کیوں نہ بن جائے لیکن آخر اسے اپنی فطرت کی طرح لوٹنا ہے۔

اسلام نے اس فطری خصلت اور جذبے کو بڑھایا، مضبوط کیا، نکھارا، اس کی نوک و پلک درست کی اور اسے اخلاق کا رنگ دے کر اسے خوبصورت بنا دیا اور اپنے پیروکاروں میں اسے جاری کیا۔ یہ ہی صفت آگے چل کر سماجی کاموں کی بنیاد بنتی ہے اور انسان دوسروں کے کام آنے والا اور ان کے غم بانٹنے والا بن جاتا ہے۔

۹۔ حقوق العباد کا نظام عطا کرنا

اللہ تعالیٰ نے انسان پر اپنی رحمت وشفقت کا سایہ کرتے ہوئے انسانوں کے تعلقات کو باہمی طور پر مضبوط و مستحکم بنیادوں پر قائم کیا۔ یہ تعلقات ایک گونہ فطری وطبعی اور تحت الشعوری ہیں تو دوسری

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرف حقوق العباد کے نام سے واضح کر کے انسانوں پر لازم کر دیے اور اپنی کتاب میں بڑی تفصیل سے بیان کیے۔ اگرچہ یہ حقوق تمام انبیاء نے بیان کیے ہیں لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں کامل و مکمل کیا اور ان میں جو کمی تھی اُسے پورا کیا۔ اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق (موطا، احمد بن حنبل) میری بعثت اس لیے ہوئی کہ میں اچھے اخلاق کو مکمل کروں۔ اگر اسلام کے نظام کو حصوں میں تقسیم کیا جائے تو بڑا حصہ اخلاق و کردار اور حقوق العباد کا بنتا ہے۔ عملی طور پر بھی صبح سے شام تک اعمال و کردار اور قول و فعل کا بڑا حصہ اخلاق و حقوق العباد سے ہی تعلق رکھتا ہے۔

حقوق العباد کا انسان کے ساتھ سہ گونہ تعلق جوڑا گیا ہے۔ یعنی حقوق العباد کا ایک سرا اللہ تعالیٰ کے حقوق و فرائض سے تعلق رکھتا ہے، تو دوسرا سرا حقوق العباد (بندوں) سے ہے تو تیسرا سرا حقوق النفس سے متعلق ہے۔ جیسے والدین کی اطاعت و فرمانبرداری والدین کا انسان پر حق ہے تو اللہ تعالیٰ کا فرمان اور فرض ہے اور انسان کے نفس و مال پر ان کا حق ہے۔ لہٰذا بعض خدمت خلق کے معاملات اور رفاہی کاموں میں حقوق العباد، حقوق اللہ اور حقوق النفس تینوں جمع ہو جاتے ہیں۔ اس لیے عبادات کی طرح بلکہ بعض مواقع پر ان سے بھی زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔

۱۰۔ انسان، قرآن مجید کا موضوع ہونا

انسان کی کائنات میں حیثیت، مقام و مرتبے پر گفتگو ختم کرتے ہوئے ایک اہم بات کا تذکرہ ضروری ہے۔ وہ یہ کہ جس طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین اور آخری نبی ہیں اسی طرح قرآن مجید بھی آسمانی کتب میں آخری کتاب ہے اور خاتم کتب الٰہی ہے۔ یہ اسلامی تعلیمات و ہدایات کا اہم اور اولین سرچشمہ ہے۔ اس لیے اس کا موضوع انسان ہے۔ پورا قرآن مجید انسان کی رہنمائی اور ہدایت کے لیے ہے۔ قرآن مجید بتاتا ہے کہ انسان کی فلاح و کامیابی اور نجات کس چیز میں ہے۔ اس کے دونوں جہانوں کی کامیابی کس بات میں ہے اور پھر یہ بھی بتاتا ہے کہ اس کا خسران و نقصان کس چیز میں ہے وہ کون سے راستے، طریقے، اعمال اور کردار ہیں جن میں اس کا نقصان ہے جن سے دنیا اور آخرت میں اسے نقصان پہنچے گا۔

قرآن مجید کا موضوع انسان ہونا اس کے لیے بڑا اعزاز ہے۔ اس اعزاز کا تقاضا یہ ہے کہ انسان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید کو اپنا ہادی اور رہبر بنائے اور زندگی کا سفر اس کے ارشادات اور فرمودات کے مطابق طے کرے۔اس میں اس کے دونوں جہانوں کی کامیابی اور بھلائی ہے۔

وہ انسان جس کا رب، خالق، مالک، رازق اور نگراں اللہ تعالیٰ ہی۔جس کے رہبر اور ہادی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جس کے لیے کتاب ہدایت قرآن مجید ہے اور جس کا اپنا شرف، مقام و مرتبہ، علم و فضل تمام کائنات میں اعلیٰ ہے وہ انسان کیسے اپنے آپ کو حیوان سمجھ کر حیوانی حرکات کرتا ہے!

اسلامی ریاست کے اغراض ومقاصد:

اسلامی ریاست رفاہی، سماجی بہبود اور عوام کی بھلائی کی ریاست ہوتی ہے۔اس ریاست کی اولین ترجیح اپنے شہریوں کی بھلائی، بہبودی، سہولت مہیا کرنا، ان کی ضروریات کو پورا کرنا، ان کی بنیادی حاجات کی تکمیل کرنا ہوتی ہے۔ریاست کے حکمرانوں اور کارکنوں کی ذمہ داری ہے کہ عوام کی ضروریات معلوم کریں اور خود ان تک پہنچیں قبل اس کے کہ وہ فریاد لے کر آئیں۔اسلامی ریاست مظلوم و مجبور انسانوں کے دروازے تک پہنچتی ہے اور ان کے ظلم و جبر کو دور کرتی ہے۔جس طرح بعض ریاستوں میں بڑی کورٹوں کے جج صاحبان اپنے طور پر اقدام کرتے ہیں اور معاشرتی برائیوں کے خلاف قدم اٹھاتے ہیں۔یہی اسلامی ریاست کے بنیادی مقاصد ہیں۔

اسلام جو ریاست قائم کرتا ہے اس کے اغراض و مقاصد واضح طور پر متعین کردیے ہیں اور اس ریاست کے چلانے والوں کو ان مقاصد کے حاصل کرنے کا پابند کردیا ہے۔ریاست کے قیام کی شرائط کیا ہیں، اس کی بناوٹ اور بنیادیں کیا ہیں؟ اس سے ہمارے اس بحث کا بالواسطہ تعلق تو نہیں ہے البتہ ان مقاصد سے گہرا اور اولین تعلق ہے لہٰذا انھیں بیان کیا جاتا ہے۔

ریاست اور حکومت:

ریاست اور حکومت میں فرق اور ریاست کی تعریف ان دو باتوں کا واضح بیان کرنا ضروری ہے۔

انسائیکلو پیڈیا آف سوشل سائنسز کے مطابق ریاست کی مختصر تعریف اس طرح ہے ''یہ انسانوں کا الگ گروہ یا تنظیم ہے جو مشترکہ مقاصد کے لیے مل جل کر کام کرے''۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ریاست کے بارے میں یہی خیالات ظاہر کیے ہیں۔

''اہل مدینہ سے مراد لوگوں کی وہ جماعت ہے جو ایک نظام اور تمدن کے تابع اور پابند ہوں اور باہم مل جل کر اجتماعی زندگی بسر کریں اور اس جماعت کے لوگ اگرچہ مختلف شہروں میں رہتے ہوں اس کو شخص واحد (اکائی) سمجھا جاتا ہے''۔ (بحوالہ اسلام کا معاشرتی نظام۔خالد علوی)

اس سے ریاست اور حکومت کا فرق واضح ہوتا ہے۔ ریاست کا ایک خطہ ہوتا ہے وہ قائم رہتا ہے جبکہ حکومت بدلتی رہتی ہے۔ جیسے پاکستان ایک ریاست (State) ہے جبکہ اسے چلانے والی حکومتیں بدلتی رہتی ہیں۔ کبھی کسی گروہ کی کبھی کسی گروہ کی ہوتی ہے لیکن ریاست قائم رہنے کے لیے ہے۔ ریاست کے اصول، مقاصد، خطہ اور قوم برقرار رہتی ہے لیکن حکومت مستقل نہیں رہتی بلکہ بدلتی رہتی ہے۔

اسلام میں ریاست کے کیا مقاصد و اغراض ہیں جن کے حصول، قیام اور بقاء کے لیے کوشش کی جاتی ہے۔ ہمارے موضوع کا تعلق ان ہی باتوں سے ہے اس لیے ان کا مختصر سا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

شریعت کا نفاذ (اِقامت دین):

اسلامی ریاست کی پہلی ذمہ داری شریعت نافذ کرنے کی ہے۔ اس میں اسلام کے اصولی اور اساسی احکام آجاتے ہیں سو انھیں نافذ کرنا پہلا قدم ہے۔ اسی میں اللہ کی حاکمیت یا اقتدار اعلیٰ کا اعلان اور نفاذ ہے۔

یہی وہ بنیادی فرق و امتیاز کا نقطہ ہے جو عام ریاستوں یا غیر اسلامی ریاستوں اور اسلامی ریاست کے درمیان ہے۔ جسے آسان الفاظ میں اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ اسلامی ریاست میں اقتدار اعلیٰ اللہ تعالیٰ کا ہے اور عام ریاستوں میں اقتدار اعلیٰ عوام کا ہے۔ اسلامی ریاست میں اللہ کے اقتدار اعلیٰ کو انسان اس کے نائب یا خلیفہ کی حیثیت سے ان اختیارات کے عطا کردہ دائرے میں اور ان کے ماتحت استعمال کرے گا۔ البتہ ان احکام کے نفاذ کی عملی صورتیں، تعبیر و توجیہ اہل الرائے کے مشورہ سے طے کرے گا۔

شریعت کے نفاذ کے اصول کو سورہ الحج میں اس طرح فرمایا گیا:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ○ (الحج:۴۱)

''یہ وہ لوگ ہیں جن کو اگر زمین میں ہم تمکین (حکومت) دیں تو یہ نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ دیں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے''۔

ان چاروں باتوں میں نماز کا تذکرہ سب سے پہلے کیا گیا اس لیے کہ نماز ایک طرف تعلیم و تربیت کرنے، مومن کامل بنانے اور اصلاح کرنے کا بڑا ذریعہ ہے تو دوسری طرف اجتماعیت کو قائم کرنے مضبوط کرنے اور باقی رکھنے کا وسیلہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر شعوری طو پر نماز قائم کردی جائے تو معاشرے میں انقلاب برپا ہوجائے گا۔

دوسرے درجے پر زکوٰۃ کا تذکرہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ معیشت کو اسلامی بنانے، لوگوں کی مالی ضروریات پوری کرنے اور اجتماعی کفالت کا بندوبست کرنے کے لیے یہ بہترین نظام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی ریاست اور حکومت میں جو مضبوط ترین اور اولین منظم ادارہ قائم کیا وہ زکوٰۃ کا محکمہ تھا۔ اس سے اسلامی حکومت کے معاشی مسائل حل ہوتے ہیں۔

ان دو مضبوط اداروں کے بعد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (نیکیاں اور بھلائیاں اختیار کرنے، پھیلانے اور رائج کرنے اور برائیوں اور خرابیوں کو مٹانے کا فریضہ ادا کرنے) کا ادارہ قائم کرنا۔ اس ادارے میں شریعت کی تمام اہم اور بنیادی باتیں آ گئی ہیں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کافی وسیع دائرہ ہے۔ ایک فرد سے لے کر جماعت اور حکومت تک پھیلا ہوا ہے۔

قیام عدل:

اسلامی ریاست کی دوسری بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ عدل و انصاف کا نظام قائم کیا جائے، لوگوں کو انصاف ملے، ہر ایک کے ساتھ چاہے چھوٹا ہو یا بڑا، غریب ہو یا امیر، کمزور ہو یا طاقتور، حاکم ہو یا رعایا۔ ہر ایک کو حق ملے اور انصاف ملے۔ اگر یہ کہا جائے تو درست بات ہوگی کہ اسلام کے دنیا میں آنے اور انبیاء کرام کے بعثت اور ان کی ساری تگ و دو انصاف کا نظام قائم کرنا ہے انصاف و عدل کو وسیع معنوں اور وسیع تصور میں لیا جائے تو بندے کو اپنی زندگی میں عدل و اعتدال (مادہ عدل) اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انصاف کو قائم کرنا ہی اسلام ہے۔

اللہ کے حقوق و فرائض میں انصاف، رسول اللہ کے حقوق میں عدل و انصاف، اپنی ذات کے ساتھ انصاف ہو، غرضیکہ زندگی کے تمام معاملات حتیٰ کہ کھانا و پینا، پہنا و برتنا کاروبار و معاملات، تعلقات و روابط میں انصاف ہو۔ یہ انصاف انفرادی و اجتماعی زندگی کے تمام معاملات میں مطلوب ہے۔ قرآن مجید میں عدل و انصاف کی درجنوں آیات ہیں جن میں اس کا تذکرہ اہمیت اور ضرورت کا بیان ہے اور اسے اختیار کرنے پر زور دیا گیا ہے۔

مقاصد شریعت (انسانی بنیادی حقوق کا تحفظ):

علماء اسلام نے مقاصد شریعۃ پر سیر حاصل گفتگو کی ہے اس بحث کو انسانی بنیادی حقوق کا عنوان دے دیں تو مضمون میں کوئی فرق نہیں ہوگا بلکہ شریعت کی نفاذ کے مقاصد وہی ہیں جو انسان کے بنیادی حقوق کے ہیں۔

ابوالحسن الماوردی کے قول کے مطابق مقاصد شریعۃ چھ ہیں ان ہی مقاصد کے تلف کرنے یا ان کو نقصان پہنچانے پر اسلامی حدود (قرآن میں آمدہ سزائیں) ہیں اس کے علاوہ قرآن مجید میں کوئی دنیاوی متعین سزا نہیں ہے۔ اس لیے اسلامی حکومت کی ذمہ داریوں میں سے ہے کہ ان مقاصد کو حاصل کرنے کی کوشش کرے اور ان کی حفاظت کرے۔ مختصر سا ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

ا۔ <u>حفظ النفس (جان کی حفاظت)</u>

اسلامی حکومت کی اہم ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے شہریوں کی جان کی حفاظت کرے۔ اس حفاظت میں مسلم اور غیر مسلم (ذمی + شہری) سب شامل ہیں۔ حتیٰ اگر کوئی کسی شہری کے عضو کو نقصان پہنچاتا ہے تو اس پر بھی سزا متعین ہے۔

جتنی تفصیل اور مسائل قصاص (خون کا بدلہ) کے بارے میں بیان ہوئے ہیں اس سے اسلام کا یہ پہلو واضح ہوتا ہے کہ وہ انسانی جان کی کتنی قدر کرتا ہے۔ کس طرح اس کی حفاظت کرتا ہے اور خلاف ورزی کرنے والوں کو کتنی سخت سزا دیتا ہے۔ دو آیات کا ترجمہ ملاحظہ کریں۔

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ○ (المائدہ ۵:۴۵)

''اور ان پر یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت اور تمام زخموں کے لیے برابر کا بدلہ''۔

وَلَكُمْ فِى الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰٓاُولِى الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ○ (البقرہ ۲:۱۷۹)

''عقل وخرد رکھنے والو! تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے کہ تم اس قانون کی خلاف ورزی سے بچو گے''۔

۲۔ حفظِ مال

اسلام جس طرح اپنے شہریوں کی حفاظت کرتا ہے اسی طرح مال کی حفاظت بھی کرتا ہے۔ چنانچہ جو شخص کسی شہری کا مال چراتا ہے اس کی سزا اتنی سخت دیتا ہے کہ آئندہ کوئی کسی کا مال چرانے کی جرأت نہ کر سکے۔ ارشاد ہے:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ○ (المائدہ ۵:۳۸)

''اور چور خواہ عورت ہو یا مرد دونوں کے ہاتھ کاٹ دو، یہ ان کی کمائی کا بدلہ ہے اللہ کی طرف سے عبرتناک سزا۔ اللہ کی قدرت سب پر غالب ہے اور وہ دانا وبینا ہے''۔

۳۔ حفظ نسب ونسل

نسب اور نسل کی حفاظت مقاصدِ شریعہ میں سے ایک ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ شہریوں کے نسب ونسل کی حفاظت ہو۔ جس شخص نے نکاح کر کے کسی خاتون کو اپنے حصن (تحفظ وحفاظت اور تحویل) میں لیا ہے اب اس عورت سے اس کی نسل اور نسب خاص ہو گی اور اس میں کسی کی ملاوٹ نہ ہو۔ اس طرح اس سے نہ صرف ایک جوڑے اور خاندان کی حفاظت ہو گی بلکہ معاشرہ برائی، بے حیائی اور آوارگی اور انارکی سے محفوظ رہے گا۔ اگرچہ دوسرے معاشروں نے جزوی طور پر کسی شادی شدہ جوڑے کی حفاظت کی ہے لیکن یہ حفاظت نامکمل اور ناکافی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید میں حدود و قصاص پر متعین سزائیں مقرر ہیں اور یہ کل پانچ ہیں ان کے علاوہ دوسرے جرائم پر تعزیرات مقرر ہیں جو قانون ساز ادارے، شوریٰ، اسلامی نظریاتی کونسل اور دوسرے بااختیار اداروں کی طرف سے مقرر کی جائیں گی۔

۴۔ حفظ عرض (عزت و آبرو کی حفاظت)

اسلامی ریاست اور اس میں قائم اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے شہریوں کی عزت و آبرو کی حفاظت کرے، ایسا ماحول پیدا کرے کہ لوگ ان کی عزت و آبرو پر ہاتھ نہ ڈالیں اور ان کا احترام کریں، اگر کوئی ان کی عزت پر حملہ کرتا ہے، ہتک عزت کا سبب بنتا ہے، جھوٹی تہمت لگاتا اور جھوٹا الزام لگاتا ہے تو حکومت اس کی نہ صرف حفاظت کرے گی بلکہ اس کو سزا دے گی۔

یہ سزا ۸۰ کوڑوں تک ہوسکتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمَانِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (النور ۲۴: ۴-۵)

"اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں ان کو ۸۰ کوڑے مارو اور ان کی شہادت کبھی قبول نہ کرو، اور وہ خود ہی فاسق ہیں سوائے ان لوگوں کے جو اس حرکت کے بعد تائب ہوجائیں اور اصلاح کرلیں تو اللہ ضرور ان کے (حق میں) غفور و رحیم ہے"۔

۵۔ حفظ الدین (دین کی حفاظت کرنا)

اسلامی ریاست اپنے شہریوں کے دین کی محافظ ہوگی۔ ان کے بزرگوں، مذہبی رہنماؤں خاص طور پر انبیاء کرام کا احترام قائم کرے گی۔ توہین رسالت کا قانون کسی ایک نبی کے احترام کے لیے نہیں ہے بلکہ تمام انبیاء کے لیے ہے۔ اس لیے یہ کہنا بجا ہوگا کہ مسلمان ایک امت کی حیثیت سے تمام انبیاء کا احترام کرتے ہیں اور کسی رسول کی اہانت برداشت نہیں کرتے۔

اسلامی حکومت اصولی طور پر تمام ادیان کو باقی رہنے دے گی اور کسی مذہب کو زبردستی ختم نہیں کرے گی بلکہ ان کی عبادت گاہوں کا تحفظ کرے گی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

البتہ اسلام چونکہ ریاست کا اور حکومت کا دین ہے اس لیے حکومت اس کا تحفظ ریاست کے دین کی حیثیت سے کرے گی، اس سے بغاوت کرنے کی کسی صورت میں اجازت نہیں دے گی۔ اسلام میں ایسی بغاوت جس میں ایک مرتبہ ریاست کا دین قبول کرنے، اطاعت کرنے اور تسلیم کرنے کے بعد اسے چھوڑ دینا اس سے روگردانی کرنا، اعلان اِرتداد (بغاوت) ہے اور بغاوت کی سزا ہر ریاست اور حکومت میں سخت ہی رہی ہے۔ اس سے کسی نے انکار نہیں کیا۔ اگر ایک باغی کو چھوڑا گیا تو بغاوت بڑھتی جائے گی اور حکومت و ریاست ختم ہو کر رہ جائے گی۔ اس لیے ارتداد (دین اسلام قبول کرنے کے بعد چھوڑ دینے) کی سزا موت ہے۔ البتہ کوئی شخص بغاوت کا اعلان نہیں کرتا بلکہ اپنے تئیں خفیہ طور پر اسلام کو چھوڑ دیتا ہے۔ تو اسلام اس کے دل کے رازوں اور سینوں کے بھیدوں کے پیچھے نہیں پڑتا۔ اسی طرح کسی کو اسلام قبول کرنے پر مجبور ہرگز نہیں کیا جائے گا۔ ارشاد ربانی ہے:

لَاۤ اِکۡرَاہَ فِی الدِّیۡنِ ۟ۙ قَدۡ تَّبَیَّنَ الرُّشۡدُ مِنَ الۡغَیِّ (البقرہ۲:۲۵۶)

''دین قبول کرنے کے لیے زور زبردستی نہیں کی جائے بلاشبہ ہدایت گمراہی سے واضح ہوگئی ہے''۔

اس لیے کسی کو زبردستی اسلام میں داخل نہیں کیا جائے۔

اسی طرح سورۃ الکٰفرون (۱۰۹) میں یہ بات واضح ہے۔ یعنی ہر ایک اپنے دین پر قائم رہ سکتا ہے۔ اسلامی مملکت میں اپنے اپنے دین کے مطابق عبادت کرنے کی اجازت ہے۔

۶۔ حفظ عقل

بعض علماء نے حفظ عقل کو بھی مقاصد شریعۃ میں شامل کیا ہے یعنی شہریوں کو ہر قسم کی تباہ کن منشیات سے تحفظ دیا جائے گا۔ لہٰذا اس کی کاشت، تیاری، تجارت اور مینوفیکچرنگ پر پابندی لگائی جائے گی اور ایسی منشیات جو انسان کی عقل ختم کرتی ہیں، عقل مختل کرتی ہیں اور اس کی عمومی کارکردگی ختم کرتی ہیں تو ایسے تاجروں اور بیوپاریوں کو سخت سزا دی جائیں گی۔ لہٰذا شراب کی سزا اچھی خاصی سخت دی گئی ہے۔ ان دنوں سعودی عرب اور بعض دوسرے اسلامی ملکوں نے ایسے تاجروں اور سماج دشمن عناصر کے لیے سزائے موت تجویز کی ہے اور اس کا نفاذ بھی کیا ہے۔

مقاصد شریعت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام، اسلامی ریاست اور اسلامی حکومت کا مطمح نظر کیا ہے۔ اپنے شہریوں کی کس طرح حفاظت کرتی ہے اور ان کا لحاظ کرتی ہے۔ یہ سارے کام

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوشل ورک، رفاہ عام اور خدمت خلق کے ہیں۔ اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام میں ترجیحات اور اولیات کیا ہیں اور وہ کون سی باتیں ہیں جن کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے ان ترجیحات میں انسان کا تحفظ اولین حیثیت رکھتا ہے۔ لہٰذا ریاست کی اہم اور پہلی ترجیح انسانوں کی حفاظت کرنا ہے۔

موضوع کتاب:

آپ کے ہاتھوں میں جو کتاب ہے اس کا موضوع ہے 'انسان' اس کی بہتری اور بھلائی کے لیے رفاہی کام کیے جائیں جسے سوشیالوجی کی زبان میں Social Work کہا جاتا ہے۔ سوشل ورک کیا ہے؟ اس کا منبع اور ماخذ کیا ہے۔ کب سے اس کی ابتدا ہوئی۔ اس کا دائرہ کار کیا ہے؟ ایک مومن کے نقطۂ نگاہ سے اس کے دنیا و آخرت میں اثرات و ثمرات کیا ہیں؟ اسے سرانجام دینے کے شرائط کیا ہیں؟ ان سوالات کے جوابات نہ صرف اس علم کا مطالعہ کرنے والے استاد اور طالب علم کو معلوم کرنے چاہییں بلکہ رفاہی کام کرنے والے ایک عام فرد کو بھی معلوم ہونے چاہییں تب ہی اس کام کو اچھے طریقے سے کما حقہ ادا کیا جائے گا۔ اس کتاب کا یہی موضوع ہے اور اس کے گرد ہی اس کا دائرہ کار ہے اس علم کا مطالعہ کرنے سے پہلے چند اصولی باتیں دہرانا ضروری ہیں۔

اسلام:

اسلام ایک اصلاحی، فلاحی، اجتماعی، رفاہی اور روحانی دین اور نظام زندگی ہے۔ لہٰذا ان تمام پہلوؤں سے انسان کی رہنمائی کرتا ہے، جن میں اس کے دین اور اور آخرت کی بہتری اور بھلائی ہے۔ جن باتوں، کاموں اور اعمال میں اس کی فوز و فلاح اور کامیابی ہے اسے بتاتا ہے، اس کے کرنے کی ترغیب دیتا ہے اور اسے دلائل و براھین سے مطمئن کرتا ہے۔ انسان کی زندگی کے تمام معاملات چاہے معاشرتی ہوں یا معاشی، سیاسی ہوں یا قانونی، اخلاقی ہوں یا نظریاتی، تمدنی ہوں یا تہذیبی، سماجی ہوں یا انفرادی اور روحانی ہوں یا مادی۔ ان تمام باتوں میں انسان کی رہنمائی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دِيْنًا (المائدہ:۳)

''آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کردیا ہے اور اپنی نعمت تمام کردی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کرلیا ہے''۔

اسلام نے اپنا نظام انسان کو اس کے ہر دور میں، ہر موقعے پر اور ہر ضرورت کے وقت نہایت عمدہ طریقے سے قابل عمل صورت میں دیا ہے اور اسے ان سے عہدہ برآ ہونے اور بھنور سے نکالنے میں رہنمائی کی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ انسان نے بعض اوقات اسے بالکل ہی قبول نہیں کیا اور بعض اوقات اسے نامکمل صورت میں قبول کیا اور بہت سے انسانوں نے اسے شرح صدر اور خوش دلی سے قبول کیا۔

انسان اور اجتماعیت:

بقول ارسطو انسان مدنی الطبع ہے۔ علمائے معاشرت نے ارسطو کے اس جملے کو بطور استدلال اور اساس پیش کیا ہے کہ انسان مدنی الطبع ہے اور وہ جبلی و طبعی طور پر مل جل کر رہنے کو پسند کرتا ہے۔ ابن خلدون نے اسے یوں بیان کیا ہے۔ ''افراد انسانی کا اکٹھے اور مل جل کر رہنے کو پسند کرنا ایک ناگزیر عمل ہے اور یہ حقیقت ہے جسے اہل علم اس طرح بیان کرتے ہیں کہ انسان پیدائشی طور پر مدنیت پسند واقع ہوا ہے''۔ (ابن خلدون مقدمہ فصل فی العمران البشری۔ بحوالہ اسلام کا معاشرتی نظام۔ ڈاکٹر خالد علوی)

مدنی الطبع (باہمی اجتماعیت سے رہنا) اس کی طبعی، فطری اور جسمانی کمزوری بھی ہے اور ضرورت بھی جس کی وجہ سے یہ اپنے والدین اور عزیز و اقارب کے ساتھ رہنے پر مجبور ہے۔ یہ نہ تو ان پرندوں کی طرح ہے جو انڈے سے یا اپنے پیدائشی خول سے باہر نکلتے ہی دانے چگنا شروع کردے اور نہ ہی دیگر جانوروں اور کیڑوں مکوڑوں کی طرح ہے کہ اپنا رزق تلاش شروع کردے۔ یہ اپنے والدین کا محتاج ہے جو ایک عرصہ تک اس کی پرورش کریں اور اسے پال پوس کر بڑا کریں۔ جب یہ بڑا ہوجائے اور اپنے پیروں پر کھڑا ہوجائے تو اس خدمت کا احسان اتارنے اور نعمت کا شکر ادا کرنے کے لیے اپنے محسنوں کی خدمت کرے اور اس طریقے سے اپنے محسنوں (بڑوں) کے کام اور عمل کو جاری رکھے تاکہ نسل کا یہ سلسلہ آگے بڑھتا رہے۔

چونکہ انسان اپنی فطرت میں انس سے ماخوذ ہے جس کے معنی محبت کرنا، دوسرے سے تعلق جوڑنا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور محبت کے روابط کو بڑھانا ہے، یہ انسان کی جبلی و فطری خواہش ہے۔ اس لیے یہ انسانوں میں کچھ لوگوں سے بہت زیادہ محبت کرتا ہے۔ اس محبت میں اس کے ماں باپ اور بھائی بہنیں ہیں۔

جب یہ بڑا ہوتا ہے تو اس کا خفیہ جذبہ جنسی (شہوت) بصورت انس و محبت بیدار ہوتا ہے اور اپنا جوڑا تلاش کرتا ہے۔ یہ انسیت اس کی اندرونی فطرت اور جبلت ہے جو جنسی شہوت سے شروع ہو کر ایک مضبوط اور مستحکم خاندان کی صورت اختیار کر لیتی ہے اور ایک خاندان بن جاتا ہے۔ یہ خاندان ایک دوسرے کا ہمدرد، غمخوار اور دکھ سکھ کا ساتھی بنتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کیفیت کو اس طرح بیان کیا ہے:

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً (الروم: ۲۱)

”اور یہ بھی اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تم ہی میں سے تمہارے لیے بیویاں پیدا کیں تا کہ تمہارے لیے راحت وتسکین کا سامنا ہو اور تمہارے درمیان رحمت وشفقت پیدا ہو“۔

خدمت خلق چونکہ انسان کی فطرت کا تقاضا ہے لہٰذا جب کوئی خدمت خلق کا کام کسی سے سرزد ہوتا ہے تو اسے دلی خوشی ہوتی ہے اور اندرونی اطمینان ہو جاتا ہے اس اطمینان کی بنا پر وہ مزید رفاہی کام کرنے پر تیار ہو جاتا ہے اور پھر کام کرتے ہی چلا جاتا ہے۔

خدمتِ خلق انسان کی خواہش:

ہر انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ لوگ میرے ساتھ نیکی و بھلائی، عزت و احترام کا برتاؤ کریں۔ میرے کام آئیں، میرے دکھ سکھ میں شریک ہوں، میرے ہمدرد و غم خوار بنیں تو اسے چاہیے کہ وہ دوسروں کے ساتھ ایسا رویہ اختیار کرے، ان کے ساتھ احترام سے پیش آئے تو وہ لوگ بھی اس کا احترام کریں گے۔ وہ آج تندرستی و جوانی میں کسی کی خدمت کرے گا تو کل لوگ بڑھاپے اس کی خدمت کریں گے۔ کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے ۔

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد   آں کہ خدمت نہ کرد او محروم شد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور عربی میں مختصر سا پیارا جملہ ہے کَمَا تَدِیْنُ تُدَانُ ''جیسا بدلہ تم دو گے ویسا ہی بدلہ تم کو دیا جائے گا'' مختصر کہاوت ہے ''جیسی کرنی ویسی بھرنی''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس نوجوان نے کسی بوڑھے کی اس کی بڑی عمر میں عزت کی تو اللہ اس کی بڑی عمر میں کوئی شخص متعین کرے گا جو اس کی بڑھاپے میں عزت کرے گا''۔ (الترمذی: باب ماجاء فی اجلال الکبیر)

لہٰذا انسان کو چاہیے کہ اپنی بساط اور اپنی طاقت کے مطابق انسانوں کی خدمت کرے، ان کی ضروریات کو پورا کرے اور کسی نہ کسی نوع کا رفاہی کام کرتا رہے تاکہ جب اسے ضرورت ہو تو اس وقت کوئی فرد اس کی خدمت کرنے والا ہو اور وہ بالکل بے سہارا نہ رہ جائے۔

صوفیاء کرام اور صلحاء امت کا شعار:

مسلمانوں میں جو طبقہ للّٰہیت، تقویٰ، صفائے باطن اور دنیا سے بے تعلقی کی بنا پر سب سے زیادہ نمایاں مقام رکھتا ہے وہ صوفیاء کرام کا ہے۔ یہی طبقہ مسلمانوں کے عوام و خواص میں سب سے زیادہ مقبول اور محبوب ہے۔ لاکھوں لوگ ان کی درگاہوں پر حاضری دیتے ہیں ان سے اخلاق و کردار اور تقویٰ و عبادت کا سبق لیتے ہیں اور شریعت مطہرہ اور طریقت ربانی کے احکام حاصل کرتے ہیں۔

ان صوفیاء کی نمایاں صفات میں سے اہم صفت مخلوقِ خدا کی خدمت کرنا ہی ہے۔ ان کے تذکرے، سوانح حیات اور قصے، کہانیاں پڑھتے ہوئے عجز و عاجزی، بے نفسی وانکساری، معذوروں و مجبوروں کے کام آنا، بھوکوں و پیاسوں کو کھلانا پلانا اور مجموعی طور پر حقوق العباد کا خیال رکھنا اور ان کی پاسداری کرنا پایا جاتا ہے۔

ایسے صوفیاء واتقیاء کی فہرست بہت طویل ہے۔ ماضی کے جس دور میں جس خطے پر نظر ڈالیں گے ایسی کئی ہستیاں پائیں گے۔ حسن بصریؒ ہوں کہ رابعہ بصریؒ، معروف کرخیؒ ہوں کہ جنید بغدادیؒ، ابن تیمیہؒ ہوں یا امام غزالیؒ۔ بایزید بسطامیؒ (۲۶۱ھ)، خواجہ بہاؤالدین نقشبندیؒ (۷۱۸۔۷۹۱ھ)، سید محمد بدایونیؒ (۱۱۱۳ھ)، خواجہ باقی باللہؒ (۹۵۱۔۱۰۱۲ھ) ہوں۔ خود برصغیر کے صوفیاء واولیاء کے تذکروں میں خدمت اور رفاہی کاموں کا ذکر کثرت سے ملتا ہے۔ یہاں صرف مجدد الف ثانی کے مکتوبات کو اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلو سے دیکھتے ہیں تو ان میں یہ پہلو بڑی کثرت سے سامنے آتا ہے۔

مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ کے مکتوبات دفتر اول، دوم اور سوم میں سے ۳۵ مکتوب میں خدمت خلق، رفاہی کاموں اور شفقت علی الخلق کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ان مکتوبوں میں مکتوب الیہ کو کسی کا کام کرنے، کسی کی ضرورت پوری کرنے اور کسی کا دکھ درد دور کرنے کا لکھا گیا ہے۔ صرف ایک خط ملاحظہ کریں۔ ضلع جرک کے ایک حاکم کو لکھتے ہیں:

''آپ نے ملاقات کے وقت از روئے کرم نوازی فرمایا تھا کہ اگر کسی مہم اور کام میں رجوع کی ضرورت پڑے تو ہمیں لکھنا۔ اس بنا پر بندہ ایک تکلیف دیتا ہے کہ شیخ عبداللہ صوفی نیک لوگوں میں سے ہے۔ بعض حاجات کی بنا پر قرض دار ہو چکا ہے امید ہے کہ اسے قرض سے نجات دلانے میں مدد فرمائیں گے''۔ (دفتر اول مکتوب ۶۷)

بعض لوگ حج فرض ادا کرنے کے بعد نفلی حج اور عمرے کرتے ہیں اور ان کے علاقے میں سیکڑوں ہزاروں حاجت مند موجود ہوتے ہیں۔ ایسی روش کے بارے میں امام غزالیؒ لکھتے ہیں: ''وہ حج کے بعد حج کرتے ہیں مگر اپنے ہمسائے کو بھوکا پیاسا چھوڑ دیتے ہیں اس لیے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ آخر زمانے میں ایسے لوگ ہوں گے جو بے سبب بھی حج کرتے ہوں گے چونکہ ان کے پاس مال ہوگا، اس لیے سفر کرنے کو کچھ دشوار نہیں جانتے ہوں گے۔ حج سے جب لوٹیں گے تو محروم و تہی دست آئیں گے۔ وہ خود تو سواری پر جنگل اور بیابان میں پھرتے ہوں گے جبکہ ان کے پڑوسی محتاج ہوں گے۔ مگر ان کی خبر نہیں لیں گے''۔ ابونصر کہتے ہیں ایک شخص حضرت بشر بن الحارث کے پاس آیا اور کہا کہ میرا ارادہ حج کا ہے۔ آپ نے پوچھا کہ حج کے لیے تیرے پاس کیا ہے اس نے کہا دو ہزار درہم آپ نے فرمایا کہ اگر تیرا مقصود رضائے الٰہی ہے تو یہ تجھے گھر بیٹھے بھی مل سکتی ہے۔ جا کر یہ دس درہم دس ایسے آدمیوں کو دے دو جو قرض دار ہوں اور اپنا قرض ادا کر سکیں۔ محتاج کو دے دو کہ وہ اپنی ضرورت پوری کر سکے اور یتیم کی پرورش کرنے والے کو دے دو تا کہ وہ یتیم کو خوش کر سکے۔

(احیاء علوم الدین (اردو) جلد ۳ ص ۶۳۷۔۶۳۸)

مولانا ابوالکلام آزاد نے چند صوفیوں کی خدمت اور شفقت علی الخلق کے حالات ان الفاظ میں تحریر کیے ہیں۔ ''بیانہ شہر سے باہر ایک ویران باغ تھا۔ وہیں مٹی کا جھونپڑا بنالیا اور مقیم ہو گئے۔ اپنے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہاتھوں سے پانی بھرتے، مٹکے سر پر اٹھا کر لے جاتے، پیاسوں کو پلاتے اور نمازیوں کو وضو کراتے۔ بوڑھے آدمیوں کو دیکھتے کہ بھاری بوجھ اٹھائے جارہے ہیں تو ان سے لے کر خود اٹھا لیتے اور دوڑتے ہوئے ساتھ چلے جاتے۔

باشبک روحاں کن آمیزش کہ ماندی چوں زراہ۔ بارغم بردوش دل منزل بہ منزل مے برند

نماز کا وقت آتا تو لکڑ ہاروں اور سقوں کو جمع کرتے اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتے۔ کسی پیشہ ور کو دیکھتے کہ عذر معاش سے نماز میں شریک نہیں ہوتا تو اپنی کمائی اس کو دے دیتے اور منت وزاری کے ساتھ کہتے کہ جماعت میں شریک ہو کر نماز پڑھ لو۔ وہ نماز پڑھ لیتا تو ایسے خوش ہوتے گویا دنیا جہاں کی بادشاہت اس نے دے دی۔ روز بروز یہ حالت بڑھتی گئی، یہاں تک کہ عشق خالق اور خدمت خلق کے سوا اور کسی بات سے واسطہ نہ رہا"۔ (تذکرہ از مولانا ابوالکلام آزاد۔ ص ۶۲)

مولانا آزاد مرحوم مزید ایسے لوگوں کے کارنامے لکھتے ہیں:

"کچھ لوگ صبح ہوتے ہی شہر کی راہ لیتے، بیماروں کی تیمارداری کرتے، کمزوروں اور معذوروں کو روٹی پکا کر دیتے، بیوہ عورتوں کا سودا سلف بازار سے لاتے، دو شخصوں کو آپس میں لڑتا دیکھتے تو منتیں کر کے صلح وصفائی کرا دیتے۔ وہ نہ مانتے تو کہتے کہ ہم کو مار ڈالو مگر آپس میں میل ملاپ کر لو"۔

(حوالہ سابق ص ۶۴)

رفاہی کاموں کی ابتداء:

رفاہی کاموں کی ابتدا تو درحقیقت اُسی دن سے ہوئی ہے جس دن حضرت انسان (آدم علیہ السلام) نے دنیا میں زمین پر پہلا قدم رکھا اور اسے متعدد اشیاء کی ضرورت ہوئی۔ چونکہ ضرورت ایجاد کی ماں ہے، لہٰذا اسے ضروریات زندگی کی تلاش ہوئی۔ اس کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اشیاء کا علم اور اس کے نام بتا دیے تھے۔ لہٰذا اس نے وہ بتائی ہوئی چیزیں تلاش کرنی اور جمع کرنی شروع کر دیں۔

اس عمل میں اسے تعاون اور امداد کی ضرورت ہوئی اور اس نے کسی سے امداد لی اور کسی نے امداد دی تو اس طرح باہمی تعاون کی ابتدا ہوگئی۔ سماجی مسائل کی ابتدا کے بارے میں ایک اقتباس پیش ہے۔

"سماجی مسائل ہر سماج (معاشرے) میں پائے جاتے ہیں۔ اس کے بغیر سماج کا تصور نہیں کیا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاسکتا اور یہ سلسلہ زمانہ دراز سے جاری و ساری ہے۔ ان مسائل کو حل کرنے کے لیے انسان اپنی قوتوں اور صلاحیتوں کے لحاظ سے مسلسل جدوجہد کرتا رہا ہے جو وقت اور حالات کے لحاظ سے بدلتی رہی ہیں۔ اس طرح سماجی خدمات زمانہ قدیم سے ہر سماج کا جز لازم رہی ہیں گو کہ ابتدا میں اس کا محرک مذہبی اور اخلاقی جذبہ تھا"۔ (سماجی بہبود۔ ڈاکٹر محمد خالد)

حقیقت یہی ہے جس کا ڈاکٹر صاحب نے تذکرہ کیا ہے۔ رفاہی و سماجی مسائل کو حل کرنے کے لیے سب سے پہلے اور سب سے زیادہ مذہب نے توجہ دی ہے۔ پھر ان سماجی خدمات کو انفرادی و اجتماعی لحاظ سے دین اسلام نے آ کر کامل کیا۔ اگرچہ تمام انبیاء اور آسمانی کتب نے مختلف پیرایوں سے اس پر توجہ دی ہے۔ کوئی آسمانی مذہب ایسا نہیں ہے جس نے مخلوق پر اخوت و شفقت اور باہمی تعاون و تساہم پر زور نہ دیا ہو۔ اس کتاب کے باب چہارم میں آگے چل کر ان چند انبیاء کا تذکرہ کیا جائے گا جنہوں نے معاشرے کی خدمت کی، ان کے مسائل حل کیے اور لوگوں کو راحت پہنچائی۔

دین اسلام چونکہ انسانیت کا تکمیلی دین ہے اس کے دور میں انسانیت اپنی جوانی کے دور میں داخل ہو رہی تھی لہٰذا دیگر انسانی، معاشرتی اور معاشی علوم کے ساتھ سماجیات کے علم کو بھی کامل کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری مدنی دور میں معاشرتی کام مکمل ہوئے تھے۔ لہٰذا آپ ﷺ نے زکوٰۃ کے محکمے کو باقاعدہ منظم کیا اور اس کے تمام پہلوؤں جیسے وصولی کے اصول و ضوابط بنائے، وصول کرنے والے، ان کے کام کے علاقے اس کا نصاب، اس کی تقسیم کے قاعدے (مصارف) اور مقدار مقرر کی۔ آپ ﷺ کے قائم کردہ محکموں میں سے سب زیادہ منضبط اور مربوط محکمہ زکوٰۃ ہے۔ پھر مال کے متعلق قوانین ہیں جن کی اصولی باتیں تمام کی تمام بیان کر دیں۔

آپ ﷺ نے مدینہ منور میں تشریف لانے کے بعد جو دوسرا اہم کارنامہ سرانجام دیا وہ امن و امان کا قیام، لوگوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کا تحفظ ہے۔ لہٰذا میثاق مدینہ تحریر کر کے آپ نے مدینہ کے تمام باشندوں کو امن کی زندگی عطا کی۔

اسلام جو اسٹیٹ (ریاست) قائم کرتا ہے وہ فلاحی و رفاہی ریاست ہوتی ہے۔ لہٰذا اس ریاست کے بنیادی اصولوں میں شہریوں کی فلاح و اصلاح کے تمام ضروری پہلو رکھے جاتے ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے مدینے شریف میں جس ریاست کی بنیاد رکھی وہ فلاحی ریاست تھی اس کے تمام قواعد و

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضوابط عوام کی فلاح و بہبود کے گرد گھومتے تھے، لوگوں کی ضروریات زندگی کا بندوبست کیا گیا۔ انہیں امن و امان سے زندگی گزارنے کی تمام سہولتیں دی گئیں۔ ان کے جان و مال کی حفاظت سخت قوانین کے ذریعے کی گئی۔ انھیں کاروبار کرنے، آزادی سے آمدورفت کی سہولت دی گئی۔ تمام شہریوں کے لیے حتیٰ کہ ذمیوں (غیر مسلموں) کو بھی وہ تمام مراعات دی گئیں جو مسلموں کے لیے تھیں۔

ان ہی بنیادوں پر خلفاء راشدین (چاروں خلیفوں) کے دور میں قائم ہونے والی حکومتیں بنیں اور آپ ﷺ کے اصولوں کو آگے بڑھایا گیا بلکہ ان اصولوں پر قاعدے و قانون بنائے گئے۔ لہٰذا یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ اسلامی ریاست رفاہی و فلاحی ریاست تھی۔

سماجی بہبود کا تاریخی ارتقاء:

سماجی بہبود کی ابتدا اور تاریخ پر بحث کرتے ہوئے اس فن کے ماہرین اس کی ابتدا انگلستان سے کرتے ہیں اور کہتے ہیں "انگلستان میں قرون وسطیٰ میں غرباء کی امداد مذہبی پیشواؤں کا فرض تھا اور اپاہجوں کی امداد کرنا ایک مذہبی فریضہ سمجھا جاتا تھا۔ چودھویں صدی تک بادشاہ اور پارلیمنٹ نے کلیساؤں کے خیرات کے انتظام میں کوئی دلچسپی نہیں لی"۔ (سماجی بہبود ڈاکٹر محمد خالد ایڈیشن ۳۳۔ ص ۴۷)

نیز سماجیات کے ماہرین اس کی ابتدا چودھویں صدی عیسوی سے سے کرتے ہیں اور مربوط قانون سازی کی سولہویں صدی سے ابتدا تسلیم کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں حکومت انگلستان نے غرباء کی امداد کا پہلا مفید قدم ۱۵۳۱ء میں اٹھایا" (بحوالہ سابق)۔ اس سے پہلے ۱۳۴۹ء مزدوروں کا قانون پھر ۱۶۰۱ء، ۱۶۶۳ء، ۱۶۴۱ء، ۱۷۳۲ء اور ۱۸۳۴ء وغیرہ۔ اس کے بعد خیراتی ادارے بنے پھر کمیشن قائم ہوئے۔

ان کمیشنوں کی رپورٹوں کے نتیجے میں سوشل سروسز کا دائرہ بڑھتا گیا تا آنکہ موجودہ صورت کو آکر پہنچا۔ اس مختصر تاریخ کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ انگلینڈ کا بادشاہ، وزراء اور پارلیمنٹ کے ارکان چودھویں صدی تک رفاہی کاموں سے لاتعلق تھے۔ جبکہ اس سے آٹھ سو سال پہلے مسلمان حکمرانوں اور سربراہوں نے حاجت مندوں کی خدمت کس طرح کی اور بنفس نفیس اپنے ہاتھ سے ان کی خدمت کرنا اپنا فرض سمجھتے ہوئے کرتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین اور مسلمان حکمران بعد کے ادوار میں کس طرح انفرادی و اجتماعی طور پر ضرورت مندوں کی خدمات سرانجام

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیتے رہے۔ یہ تاریخ کا طویل ترین باب ہے۔ جس کے مطالعے کی ضرورت ہے۔ ان تمام کلیات و جزئیات کو منضبط و مرتب کر کے اس علم (سماجیات) کو ان اصولوں اور قاعدوں پر مرتب کیا جائے۔

رفاہی کام (Social Work) کی تعریف:

ہر علم و فن کی تفصیلی کلیات و جزئیات بیان کرنے سے پہلے تعریف (Defination) بیان کرنا ضروری ہے، تا کہ اس کا دائرہ کار، ڈھانچہ اور شکل سامنے آئے۔

۱۔ سماجی بہبود ایک طریقہ کار یا خدمات بہم پہنچانے کا ایک ذریعہ ہے جو فرد کی شخصیت اور اس کے ذاتی مسائل و وسائل کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کی انفرادی و اجتماعی سطح پر مدد کرتا ہے۔

اس کی غرض و غایت: وہ شخص ایک کارآمد شہری بن کر اپنے کنبے، جماعت، ملک و قوم اور انسانیت کی خدمت میں اپنی صلاحیت کو بروئے کار لائے۔ اس تعریف اور مقصد پر تمام ماہرین سماجی بہبود متفق ہیں۔

۲۔ سماجی بہبود سے مراد سماجی خدمات اور اداروں کا وہ منظم نظام ہے جس کا مقصد افراد اور گروہوں کی مدد کرنا ہے، تا کہ وہ ایک بہتر اور صحت مند زندگی گزار سکیں اور ساتھ ہی ان کے ذاتی و سماجی تعلقات ایسے خوشگوار ہو جائیں جو ان کی صلاحیت بڑھانے اور ان کے خاندان اور جماعت کی ترقی کے ضامن ثابت ہو۔ (فرائیڈ لینڈر Fried Lander)

۳۔ سماجی خدمات وہ منظم تدابیر ہیں جن کے ذریعے انسانی زندگی کو بچانا، بہتر بنانا اور ترقی دینا ہے۔ (کیسیڈے Cissidy)

۴۔ سماجی بہبود کا مقصد صرف چند سماجی برائیوں کو دور کرنا ہی نہیں بلکہ وہ تمام حالات پیدا کرنا ہے جو انسان کی ذہنی، جسمانی اور سماجی زندگی کو بہتر بنانے کے لیے ضروری ہیں۔ (اقوام متحدہ کا ادارہ سماجی بہبود)

Social Welfare is a state of complete Physical, mental and social well being and not-merely the amelia ration of specific social evils (United Nations)

ان چاروں تعریفوں کے الفاظ پر غور کریں تو ان میں کچھ باتیں مشترک ہیں جیسے پہلی تعریف میں ''انفرادی اجتماعی'' دوسری تعریف ہے۔ ''سماجی خدمات اور اداروں کا وہ منظم نظام ہے''۔ تیسری میں ہے ''سماجی خدمات وہ منظم تدابیر ہیں''۔ (تعارف سماجی بہبود۔ ڈاکٹر خالد محمود)

ان سب میں منظم، نظم اور طریقہ کار قدر مشترک ہے۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ سماجی خدمات کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے اجتماعیت ضروری ہے۔ انفرادی نیکی، مدد اور تعاون کو سماجی خدمات نہیں کہا جائے گا۔

سماجی خدمات اور رفاہی کاموں کی اسلامی نقطہ نگاہ سے تعریف کیا ہوگی۔ ایک تعریف یہ کی گئی ہے "سماجی خدمات حقداروں کے حقوق اور حاجت مندوں کی ضروریات انفرادی اور اجتماعی سطح پر پوری کرنا"۔

اس تعریف کا تجزیہ یہ ہے کہ اسلام مالداروں اور تونگروں پر ان کے مالوں میں غریبوں کا حق سمجھتا ہے اس طرح حقداروں کے حقوق کو ان پر لازم قرار دیتا ہے۔ تونگر لوگ جو غریبوں کی مدد کرتے ہیں یہ ان کا ان پر احسان نہیں ہے بلکہ ان پر حق ہے۔

دوسرا نقطہ یہ ہے کہ اسلام اپنے پیروکاروں پر کچھ چیزوں کا انفاق ہر حالت میں فرض قرار دیتا ہے۔ اگر اجتماعی نظم (اسلامی حکومت یا کوئی جماعت) ہے تو اس کے ذریعے ان کو دلایا جائے گا لیکن اگر کوئی نظم نہیں ہے تو انفرادی ہی خرچ کیا جائے گا۔

تیسرا نقطہ یہ ہے کہ اسلام زکوٰۃ کا کچھ حصہ، مالِ غنیمت اور فے کا انفاق نظم کے ذریعے کرتا ہے اور انفرادی انفاق کی گنجائش نہیں رکھتا۔

اس تقابل میں دیکھیں گے تو اسلام کی تعریف جامع، مکمل اور وسیع ہے جبکہ دوسری تعریفیں محدود ہیں۔

ان تمام جدید تعریفوں میں تعریف (Defination) اور مقاصد (Objectives) کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا گیا بلکہ خلط ملط کردیا گیا ہے۔ مزید غور کرنے سے کئی اور باتیں مختلف نظر آئیں گی۔

ان لوگوں نے جو مقاصد لکھے ہیں وہ محدود اور تھوڑے ہیں لیکن اسلام نے مقاصد کی بڑی فہرست دی ہے جو آئندہ صفحات میں آپ ملاحظہ کریں گے۔

مقاصد سماجیات:

سماجیات کے علم نے سماجی ورکرز اور سماجی اداروں کے لیے جو مقاصد مقرر کیے ہیں وہ یہ ہیں: اچھا شہری بننا، اپنے کنبے، جماعت، ملک، قوم اور انسانیت کی خدمت میں اپنی صلاحیت کو بروئے کار لانا۔ افراد اور گروہوں کی مدد کرنا، بہتر اور صحت مند زندگی گزارنا، ذاتی اور سماجی تعلقات خوشگوار ہونا، سماجی برائیوں کو دور کرنا، انسان کی ذہنی، جسمانی اور سماجی زندگی کو بہتر بنانا، انسانی زندگی کی حفاظت، صحت عامہ، تعلیم اور مزدوروں کی فلاح، اپنی مدد آپ کے اصول اپنانا، دوسروں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مفاد کے لیے کام کرنا، دوسروں کے مسائل حل کرنے میں مدد دینا، معاشرے میں انصاف کی فراہمی، تمام شہریوں کو یکساں ترقی کے مواقع فراہم کرنا، مختصراً یہ کیا جا سکتا ہے کہ سماجی بہبود کا مقصد ایسے معاشرے کی تشکیل ہے جہاں افراد، گروہ اور جماعتیں مل جل کر رہیں اور خوشگوار زندگی گزاریں۔ ہر شخص امداد باہمی کی اہمیت سے واقف ہو جائے اور دوسروں پر بوجھ بننے کے بجائے ایک کارآمد شہری ثابت ہو۔ (تعارف سماجی بہبود، ص۔۱۰، ڈاکٹر محمد خالد)

یہ وہ مقاصد ہیں جو جدید علم سوشیالوجی اپنے سامنے رکھتا ہے اور اپنے ورکرز کو ان کی انجام دہی کے لیے تیار کرتا ہے۔ پھر وقتاً فوقتاً ان کو تعلیم دیتا اور تربیت کرتا ہے تاکہ اچھے طریقے سے ان کاموں کو سرانجام دیں۔

ان مقاصد کو دوبارہ اور سہ بارہ پڑھنے کے بعد اسلامی نظام کے تمام شعبہ جات کا مطالعہ کیجیے اور غور وفکر اور یکسوئی سے پڑھیے۔ کیا ان میں سے کوئی ایسا نقطہ ہے جس کی اسلام نے مخالفت کی ہو۔ مخالفت تو نہیں کی بلکہ ان کے سرانجام دینے، اپنانے اور اس پر پوری طرح عمل پیرا ہونے پر زور دیا ہے۔ ان میں سے ایک ایک بات کو اپنے نظام کے مختلف شعبہ جات میں بڑی تفصیل سے اس کی جزئیات اور کلیات کے ساتھ بیان کیا ہے۔ صرف ایک بات پر نمونہ کے طور تھوڑا غور کرتے ہیں۔

اچھا شہری: عقائد کے لحاظ سے اچھا شہری وہ ہے جو شرک، بدعت، اوہام پرستی، خرافات، جادو، ٹونے ٹوٹکے سے دور ہو۔ بے ہودہ جاہلی باتوں، رسموں اور رواجوں سے دور ہو، فقہی لحاظ سے اچھا شہری وہ ہے جو نماز کا پابند ہو۔ اس پابندی سے وہ وقت کا پابند، نجاست چاہے ظاہری ہو یا باطنی سے دور، طہارت و پاکیزگی اندرونی اور بیرونی سے مزین ہو۔

اخلاقیات کے لحاظ سے اچھا شہری اور مسلمان وہ ہے جو اخلاق حسنہ، جیسے سچ، دیانت وامانت ایفائے عہد، جود وسخا، شرافت ونیکی میں بڑھا ہوا ہو اور حق گو اور دوسروں کا غم خوار ہو۔ برے اخلاق سے دور ہو، جیسے جھوٹ، دھوکہ دہی، دغا بازی، وعدے خلافی، غیبت، چغلی اور غلط بیانی سے دور ہو۔

اعلیٰ صفات میں خوف خدا رکھنے والا، متقی، صابر وشاکر ہو اور امین ہو۔ الحاصل یہ کہ اسلام نے یہ تمام باتیں بتائیں اور ان پر عمل کرنے کی تاکید کی، عمل کرنے والوں کو دنیا اور آخرت کی بھلائیوں کی خوشخبری دی ہے، لہٰذا دین اسلام انسان کی بہبودی اور بھلائی کا مذہب ہے اور سماجی ورفاہی طریق کار اور نظام ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب اسلام نے احکامات، تعلیمات اور ہدایات کے مطابق ان کو اچھا شہری بنانے کی کوشش کی ہے تو پھر ایک مسلمان غیر اسلامی نظریات و اعمال اور طور طریقوں کی طرف کیوں دیکھے، ان کے نظریات کو کیوں اختیار کرے، ان کی اصطلاحات کو کیوں برتے اور ان کے لائحہ عمل کی طرف کیوں دیکھے۔ یہ بڑی نادانی بلکہ حماقت ہوگی کہ اپنے پاس بعض علوم وفنون مکمل طور پر نظریاتی اور عملی صورت میں موجود ہیں تو کیا ضرورت ہے کہ اپنے گوہر آبدار چھوڑ کر دوسروں کے ٹھیکروں سے محبت کرے، ان کی تعریف و تفہیم کو اختیار کرے اور اپنے مدارس وکلیات اور جامعات میں ان کی کتابیں پڑھائے، ان کی تعریف میں رطب اللسان ہو جائے اور اپنے جواہرات کو ایک طرف ڈال دے۔

کاش، مسلمان اساتذہ، ماہرین تعلیم اور دانشور آگے آئیں اور سوشیالوجی (سماجیات) اور سوشل ورک کا نصاب تیار کریں جس میں اس فن کے پندرہ یا سولہ صدی سے شروع ہونے کے بجائے حقائق و کوائف کی روشنی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں قرآن مجید اور احادیث وسنت مطہرہ سے شروع ہونے کو ثابت کریں تاکہ طلبہ اپنے شعور واحساس اور علم ودانش سے اسلامی تعلیم کو اس فن کی بنیاد قرار دیں اور اپنے ماضی پر فخر کرنے کے ساتھ اپنے ماضی سے وابستہ رہیں۔

یہ کام کہنے کو تو معمولی ہے لیکن اسے متعارف کرانے، مرتب کرنے اور رائج کرنے میں بہت محنت اور جدوجہد کرنی ہوگی۔ دین وایمان، قومی وملّی اور علمی جذبہ سے کام کرنا ہوگا تب جاکر ایک جیتا جاگتا فن سامنے آئے گا۔

اسلامی پہلو سے خدمت خلق:

(دنیا وآخرت میں اثرات وثمرات)

خدمت خلق اور رفاہی کاموں کی اسلام میں کیا اہمیت ہے اور اس کے ذریعے کون سے دینوی و اخروی اثرات وثمرات مرتب ہوتے ہیں۔ دینی پہلو سے جو شخص کام کرتا ہے اسے کیا حاصل ہوتا ہے اس پر مختصر سی گفتگو نکات کی صورت میں پیش کی جارہی ہے۔ تاکہ جو مسلمان یہ کام کرے وہ شرح صدر، اطمینانِ قلب اور دلجمعی سے کرے اور ان اثرات وثمرات کو سامنے رکھ کر کرے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔ رضائے الٰہی کا حصول:

رفاہی کام شرعی مقاصد کے اصولوں اور قاعدوں کے ماتحت کیے جائیں یعنی وہ کام ایسا ہو جو شریعت میں جائز ہو، اس کی نوعیت موجود ہو اور نیکی کا کام ہو، جسے اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہوئے کیا جائے تو یقیناً اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے اور اس پر اجر و ثواب ملتا ہے۔

شریعت میں ایسے درجنوں بلکہ سیکڑوں کام بیان کیے گئے ہیں جن کے کرنے سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتے ہیں اور بندے کو اپنی رضا سے نوازتے ہیں۔ سورۃ الدھر کی آیات ۸ سے ۲۲ تک ان لوگوں کے لیے اللہ کی رضا، اس کی نعمتوں، اور ان آسائشوں کا تذکرہ ہے جو مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ اس میں ان کا مقصد صرف اللہ کی رضا چاہنا ہوتا ہے۔ لہٰذا اللہ ان سے نہ صرف راضی ہوتا ہے بلکہ اس کے صلے میں انھیں بہت سی اخروی دائمی نعمتیں عطا کرتا ہے۔

سورۃ البلد کی آیات ۱۱ سے ۱۵ تک میں خدمت کے تین رفاہی کام بیان ہوئے ہیں یعنی غلام آزاد کرنا، یتیم اور مسکین کو کھانا کھلانا، بیان کرنے کے بعد فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے داہنے طرف بیٹھنے والے ہوں گے (اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے والے)۔

سورۃ الیل کی آیات ۱۷۔۲۰ میں اس شخص کا تذکرہ ہے جو قیامت کے دن آگ سے بچ جائے گا جو پاک ہونے کے لیے اپنا مال خرچ کرتا ہے، کسی کا اس پر احسان نہیں جو اتارے بلکہ اللہ کی رضا چاہتا ہے اور وہ اسے حاصل ہو جائے گی۔

اس مضمون کی درجنوں (احادیث) کتب حدیث میں مذکورہ ہیں جن کا تذکرہ باب سوم میں آ رہا ہے۔

۲۔ رفاہی کاموں کا عبادت ہونا:

بہت سے رفاہی اور خدمت خلق کے کام معروف معنی میں عبادات ہیں یا عبادات کے قائم مقام ہیں۔ جس طرح عبادات تقرب الٰہی کا ذریعہ اور فرض ہیں اس طرح ان کا انجام دینا اور ادائیگی فرض اور عبادت ہے۔ ان کے ادا نہ کرنے سے مسلم بندہ گنہگار اور نافرمان بنتا ہے۔ بالکل اس طرح جو عبادات رفاہی امور میں بھی شامل ہیں ان کے روا نہ کرنے سی بندہ گنہگار ہو جاتا ہے۔

ان میں سرفہرست فریضہ زکوٰۃ ہے جو ایک پہلو سے عبادت ہے تو دوسرے پہلو سے رفاہی کام اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خدمت خلق اور حقوق العباد ہے۔ اس طرح کفارات تمام کے تمام عبادات کے قائم مقام ہیں۔ نیز اسلام میں عبادت کا تصور بہت وسیع ہے۔ مسلمان جو جائز کام اللہ کے بندے کی حیثیت سے اللہ کی رضا کے لیے کرے تو وہ عبادت ہے۔ جیسے ہمارے کرنسی نوٹ کی پشت پر لکھا ہے "حصول رزق حلال عبادت ہے" اور پوسٹل لفافے پر لکھا ہوا ہے درخت لگانا عبادت ہے۔

ایک حدیث میں آپ کا فرمان آیا ہے "بیوہ اور مسکین کی ضروریات کے لیے بھاگ دوڑ کرنے والا ایسے ہے جیسے رات کو عبادت کرنے والا یا دن کو نفلی روزے رکھنے والا اور ایک روایت میں ہے ایسے ہے جسے اللہ کی راہ (جہاد) میں بھاگ دوڑ کرنے والا"۔ (بخاری شریف)

بیوہ کے ضروریات یا مسکین کی حاجت روائی اتنا بڑا نیکی کا کام ہے جیسے مجاہد کا کام بہت بڑی نیکی ہے۔

بعض رفاہی کام عین عبادت ہیں اور بعض قائم مقام عبادت ہیں جیسے زکوٰۃ، عشر، نذر، حج کی عبادت میں مالی احکام کا حصہ، قربانی، صدقہ، فطرہ وغیرہ۔

قائم مقام عبادت میں فدیے، کفارے، جیسے نمازوں روزوں کے فدیے اور کفارے جیسے روزہ توڑنے، حج کے احکام میں کوتاہی و کمی کرنے، قسم توڑنے، بعض قتل کے کفارے وغیرہ۔

۳۔ رفاہی کاموں کا کار انبیاء ہونا:

تمام انبیاء کرام نے انسانوں کی بہتری، بھلائی اور دنیا و آخرت کی سعادت کے کام کیے ہیں۔ ان کے کام چاہے دعوت و تبلیغ سے متعلق ہوں یا لوگوں کی ضروریات کی تکمیل کے سلسلے کے ہوں یا ان کی زندگیاں سدھارنے کے ہوں۔ پھر یہ چاہے انفرادی ہوں یا اجتماعی ہوں۔ چاہے فرد سے تعلق رکھتے ہوں یا معاشرے سے متعلق ہوں۔ یہ تمام کام اللہ کی طرف سے فرمودہ، ہدایت کردہ اور عطا کردہ ہیں اور تمام کے تمام نیکی کے ہیں۔

اس سلسلے میں قرآن مجید میں سب سے زیادہ قصہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم بنی اسرائیل کا مختلف پیرایوں اور طریقوں سے آیا ہے موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں جتنے واقعات، حالات اور معجزات بیان ہوئے ہیں ان میں سے اکثر کا تعلق انسانوں کی اجتماعی زندگی سے ہے۔

لہٰذا جو لوگ انفرادی و اجتماعی بھلائی کے کام کرتے ہیں وہ انبیاء کرام کے کام سرانجام دے رہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں، انبیاء کی سنتوں کے پیروکار ہیں لہٰذا یہ کہنا بالکل بجا اور درست ہے کہ رفاہی کام کارانبیاء ہیں۔

(مزید تفصیل کے لیے دیکھیے باب چہارم انبیاء کرام کے رفاہی کام)

۴۔ جنت حاصل کرنے اور دوزخ سے بچنے کا ذریعہ ہونا:

جس طرح نماز کی ادائیگی جنت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے ایسے ہی مسکینوں اور بھوکوں کو کھانا کھلانا حصول جنت کا ذریعہ ہے۔ (سورہ الدھر ۷۶ آیات ۸۔۲۲)

فرض نماز کو ترک کرنا جہنم میں جانے کا سبب ہے۔ سورہ مدثر میں ارشاد ہے "وہ (جنتی) مجرموں سے پوچھیں گے، تمھیں کیا چیز دوزخ میں لے گئی، وہ کہیں گے "ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے اور مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے اور حق کے خلاف باتیں بنانے والوں کے ساتھ مل کر ہم بھی باتیں بنانے لگتے تھے اور روز جزا کو جھوٹا قرار دیتے تھے، یہاں تک ہمیں اس یقینی چیز سے سابقہ پیش آ گیا"۔ (المدثر ۷۴: ۴۰۔۴۷)

نمازیوں میں سے نہ ہونے کو دوزخ میں جانے کا سبب قرار دے کر یہ بات واضح کردی گئی کہ ایمان لاکر بھی آدمی دوزخ سے نہیں بچ سکتا اگر چہ وہ تارک صلوٰۃ ہو۔

دوسرے نقطے یعنی مسکین کو کھانا کھلانا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی انسان کو بھوک میں مبتلا دیکھنا اور قدرت رکھنے کے باوجود اس کو کھانا نہ کھلانا اسلام کی نظر میں کتنا بڑا گناہ ہے کہ آدمی کے دوزخی ہونے کے اسباب میں خاص طور پر پر اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ (تفہیم القران ص ۹۶)

معمولی نیکی بھی بعض اوقات انسان کے لیے جنت کا راستہ کھول دیتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک آدمی نے رستے پر ایک درخت کی ٹہنی پڑی دیکھی تو کہا بخدا میں اسے مسلمانوں کے سامنے سے ہٹاؤں گا تاکہ انھیں تکلیف نہ پہنچے۔ اس پر وہ جنت میں داخلے کا حقدار ہوگیا یہ سابقہ امتوں میں سے کسی امت کے فرد کا قصہ ہے۔ وہ اس چھوٹے سے فعل کی وجہ سے جو اجتماعی مفاد رکھتا تھا جنت کا حقدار بنا۔ اس سے رفاہی کاموں کے اجر کا اندازہ کیجیے ایک اور واقعہ کا حدیث میں تذکرہ ہے کہ ایک عورت نے ایک بلّی کو باندھ کر چھوڑ دیا۔ چنانچہ وہ بھوکی پیاسی تڑپ کر مر گئی۔ اس کی وجہ سے وہ عورت دوزخ کی حقدار بنی۔ احادیث میں ایسے کئی واقعات کا تذکرہ ملتا ہے جو بظاہر معمولی نظر آتے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں لیکن ان کی وجہ سے کوئی فرد جنت کا مستحق بن جاتا ہے اور بعض اوقات کسی ایک برائی کی وجہ سے دوزخ کا مستحق بن جاتا ہے۔

۵۔حقوق العباد کی ادائیگی:

رفاہی کاموں سے اکثر کاموں کا بلکہ نوے فیصد کاموں کا تعلق حقوق العباد سے ہے اس لیے جو لوگ رفاہی کام کرتے ہیں وہ دراصل حقوق العباد ادا کرتے ہیں۔حقوق العباد کا دائرہ بہت ہی وسیع ہے۔ یہ دائرہ ماں باپ سے شروع ہوکر عزیز و اقارب سے ہوتا ہوا، پڑوسیوں، ساتھیوں، مسکینوں، مسافروں، معذوروں، بیماروں، حاجت مندوں، بیواؤں، طالب علموں، مجاہدوں اور نمازیوں تک پھیلا ہوا ہوتا ہے۔ارشاد ربانی ہے:

وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (الذاریات ۵۱:۱۹) **فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۝ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ** (المعارج ۷۰:۲۴-۲۵) یہ سائل اور محروم کے باشدو کدام باشند (کوئی ہو اور کہاں کا ہو)۔ہر ایک کے حقوق ہیں۔لہٰذا یہ حقوق ادا کرنے، وسیع پیمانے پر دینے اور صدقہ وخیرات کرنے سے ادا ہوں گے۔

۶۔رفاہی کاموں کا صدقہ جاریہ ہونا:

انسان اپنی بساط اور حیثیت کے مطابق صدقہ وخیرات کرتا رہتا ہے تاہم اس میں وہ کام جو دیرپا چلتے ہیں، جن کے اثرات طویل عرصہ تک رہتے ہیں اور ان سے بہت سے لوگ فائدہ حاصل کرتے ہیں ایسے کام کیے جائیں تو یہ صدقہ جاریہ بن جاتے ہیں۔ جیسے کوئی ایسی عمارت بنانا مثلاً کنواں، مسجد، مدرسہ، اسپتال، مسافر خانہ، اسکول اور پل وغیرہ بنوانا، مسافروں کے لیے بس اسٹینڈ، ریلوے اسٹیشن پر انتظار گاہ بنا دینا، یا پانی کا بندوبست کرنا وغیرہ۔

علم پھیلانا جیسے خود تعلیم دینا یا تعلیم دینے اور لینے والوں کا بندوبست کرنا، یا خود اپنی اولاد کی دینی، اخلاقی اور اصلاح وتربیت کرنا، حدیث مبارکہ کے مطابق یہ سب کام صدقہ جاریہ ہیں۔ان کے اثرات انسان کے فوت ہونے کے بعد تک دیرپا چلتے ہیں اور انفاق کرنے والے کو قبر میں پہنچتے رہتے ہیں لہٰذا ایسے رفاہی کام صدقات میں سب کاموں سے زیادہ ترجیحی کام ہیں، اس لیے ان کی طرف توجہ دینی چاہیے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۷۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل کرنے کا وسیلہ ہونا:

جو لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ان پر رحمت نازل ہو، اللہ کی ان پر عنایات ہوں اور ان کی طرف خیر و بھلائی آئے تو انھیں چاہیے کہ لوگوں پر رحم کھائیں، ان کی جائز ضروریات و حاجات پوری کریں، ان سے شفقت و رحمت کا برتاؤ کریں اور ان سے حسن سلوک کریں تو اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

الف۔ اِرْحَمُوا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَآءِ (سنن الترمذی)

''تم زمین والوں پر رحم کرو تو آسمان والا تم پر رحم کرے گا''۔

ب۔ حضرت ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اگر تم میری رحمت چاہتے ہو تو میری مخلوق پر رحم کرو۔ (بحوالہ اربعین منذری حدیث ۳۵)

ج۔ ابو موسیٰ اشعریؓ نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک تم ایک دوسرے پر رحم نہیں کرو گے جنت میں داخل نہیں ہو سکتے۔ ہم نے عرض کیا ہم سب رحم کرنے والے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمھارا اپنے اوپر یا اپنے متعلقین پر رحم کرنا نہیں بلکہ عام رحمت و شفقت کا برتاؤ ہو، عام رحمت کا برتاؤ ہو۔ (مستدرک حاکم بحوالہ اربعین منذری حدیث ۳۲)

انسان اپنی جان پر تو رحیم ہوتا ہی ہے، اس طرح اپنے گھر والوں اور عزیز و اقارب پر بھی رحمت و شفقت کا برتاؤ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے ہیں انسان رحمت کا برتاؤ ہر ایک سے رکھے۔ ہر ایک کے لیے دل نرم و شفیق ہو۔ صحابہ کرامؓ کی قرآن مجید میں جو صفات بیان کی گئیں ہیں ان میں ایک صفت رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (الفتح ۴۸:۲۹) یعنی وہ ایک دوسری پر رحیم و شفیق ہیں۔

۸۔ رفاہی کاموں کا دعوت و تبلیغ کا ذریعہ ہونا:

دعوت و تبلیغ اور دین اسلام کی دعوت پہنچانے کے لیے جن مضبوط ذریعوں اور وسیلوں کی ضرورت ہے ان میں سب سے اچھا اور پائیدار ذریعہ رفاہی کام ہیں۔ الانسان عبدالاحسان انسان احسان کا بندہ ہوتا ہے۔ اس لیے اس کے ساتھ کوئی بھلائی کرے گا تو وہ آپ کا احسان مند ہوگا اور آپ کی بات غور و توجہ سے سنے گا لہٰذا رفاہی کاموں کے ذریعے اصلاح کا کام اچھے انداز سے ہو سکتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۹۔ رفاہی کاموں کا مصیبت ٹالنے کا ذریعہ ہونا:

انسان پر دیدہ اور نادیدہ کئی قسم کی مصیبتیں آتی رہتی ہیں، اپنی کوتاہ اندیشی اور غلطی کی وجہ سے کبھی کسی طرف سے مصیبت آتی ہے تو کبھی کسی اور کی طرف سے مصیبت آتی ہے۔

ان مصیبتوں کو ٹالنے اور دفع کرنے یا ہلکا کرنے اور برداشت کرنے کی قوت حاصل کرنے کا ایک مستحکم ذریعہ صدقہ کرنا ہے **الصدقة تدفع البلاء** "صدقہ وخیرات مصیبت کو ٹالتا ہے" اس لیے جو لوگ رفاہی وفلاحی کاموں میں مصروف رہتے ہیں وہ عام طرح مصائب سے پریشان نہیں ہوتے۔

انسان کو جو بات حوصلہ، جرأت اور قوت پیدا کرتی ہے وہ مذہب ہے اور صرف نام کا مذہب نہیں بلکہ اس پر عمل پیرا ہونا ہے۔ نفسیاتی طور پر بھی انسان کی مصروفیت کے لیے ضروری ہے کہ کسی اچھے کام سے لگا رہے، اپنے آپ کو مصروف رکھے۔

اسلامی سماجیات اور دیگر علوم:

دینی، اخلاقی، ثقافتی اور معاشی عوامل انسان کی زندگی پر براہ راست اثر انداز ہوتے ہیں۔ اور ایک فرد کی شخصیت دینی، سماجی اور ثقافتی ماحول کے زیر اثر تشکیل پاتی ہے اور ان کے حالات و کیفیات کی عکاسی کرتی ہے۔

سماجی بہبود افراد کے مسائل کا مطالعہ کر کے ان کو دور کرنے میں ان کی مدد کرتا ہے لہٰذا ایک سماجی کارکن کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ وہ ان تمام علوم سے استفادہ کرے جو اس کو افراد، گروہوں اور جماعتوں کے مسائل سمجھنے اور سلجھانے میں مدد کر سکتے ہیں۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ سماجی بہبود نے مختلف سماجی علوم سے کافی استفادہ کیا ہے۔ ان میں سے اسلامیات، عمرانیات، نفسیات، سیاسیات، معاشیات، اخلاقیات (عمومی) اور تاریخ قابل ذکر ہیں۔

کسی دور میں اکثر جامعات نے سماجی بہبود کے مضمون کو شعبہ عمرانیات سے منسلک کر دیا تھا اس لیے کچھ لوگ سماجی بہبود کو اطلاقی عمرانیات (Applioed Sociology) کہنے لگتے تھے۔ لیکن اس طرح منسلک کرنا صحیح نہیں ہے کہ سماجی بہبود اور عمرانیات ایک ہیں۔ سماجی علوم کا دائرۂ عمل ان تمام علوم سے مختلف ہے۔ سماجی بہبود افراد کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کا مطالعہ کرتا ہے اور یہی اس کی امتیازی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خصوصیت ہے۔ سماجی بہبود نے عمرانی علوم (سوشل سائنس) کے علاوہ طب اور دوسرے سائنسی علوم سے بہت کچھ لیا ہے بقول فرائڈ لینڈر "سماجی بہبود نے ان تمام علوم کے نچوڑ کو یکجا کر کے ایک نئی شکل دی ہے اور اب اس کی اپنی انفرادی حیثیت ہے"۔ (سماجی بہبود۔ڈاکٹر محمد خالد)

اسلامی نقطۂ نظر سے یہ کہیں کہ اسلامی نظام ایک یونٹ ہے اور سماجی علوم اس یونٹ کا جز اور ایک وحدۃ ہے۔ لہٰذا ان سے ایک طرف پیوستہ ہے تو دوسری طرف عمومی علوم (Social Sciences) اور اطلاقی سائنسز سے وابستہ ہے۔ لہٰذا ان دونوں علوم کا اثر اور تاثر سوشیالوجی پر ہوا ہے اور ہوگا اس لیے ایک سماجی ورکر کو ان علوم سے تعلق رکھنا، ان کا مطالعہ کرنا اور اپنے کام میں ان کو سامنے رکھنا بلکہ ساتھ لے کر چلنا ضروری ہے، لہٰذا فلاحی، سماجی بہبود کا ان علوم سے تعلق بنیادی اور گہرا ہے۔

سماجیات اور علوم اسلامیات:

چونکہ علوم اسلامیات کا دائرہ کافی وسیع اور پھیلا ہوا ہے۔ اس لیے ان میں سے جو بنیادی علوم ہیں اور جن سے براہ راست اسلامی سماجیات کا تعلق ہے وہ مختصراً بیان کیے جا رہے ہیں۔

الف) قرآن مجید

ان آیات کا مطالعہ کرنا جن میں زکوٰۃ کی اہمیت، مدات اور مقاصد بیان ہوئے ہیں۔ غلاموں، مسکینوں، یتیموں، معذوروں، بیواؤں، قیدیوں، مسافروں کے حقوق کے متعلق آیات آئی ہیں ان کا مطالعہ کرنا، قرآن مجید میں اس علم سے تعلق رکھنے والی درجنوں آیات، واقعات اور اعمال کا تذکرہ ہے، لہٰذا غور سے مطالعہ کرنا ضروری ہے۔

ب) علم العقائد (اسلامی نظریہ)

علم العقائد ایک وسیع علم ہے۔ قرآن مجید کا بڑا حصہ اس علم پر مشتمل ہے۔ اس علم کو مختصر طور پر 'اسلامی نظریۂ حیات'، (Islamic Ideology) کہہ سکتے ہیں۔ اس میں کائنات کے حقائق، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، خالقیت، مالکیت، رزاقیت، حاکمیت، محمد رسول اللہ کی رسالت، آخرت، جزا و سزا، موت و حیات کا مقصد اور کائنات کے حقائق بیان ہوئے ہیں۔

اس علم کو اسلامی لٹریچر میں عقائد کے نام سے علیحدہ بیان کیا گیا ہے سماجی کارکن کے کام کی بنیاد ہی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عقائد پر یعنی اس عقیدے پر ہوگی کہ جو کام میں کر رہا ہوں اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوگی آخرت کا ثواب حاصل ہوگا اور میں حقوق العباد کی ذمہ داری پوری کر رہا ہوں۔

ج) سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا علم

رفاہی کاموں کو سمجھنے، ان کی اہمیت جاننے اور اپنے سامنے رکھنے کے لیے سیرت کا مطالعہ ضروری ہے۔ سیرت النبیؐ میں ہر رفاہی کام چاہے انفرادی ہو یا اجتماعی اور چاہے نظری ہو یا عملی ہر نوع کی رہنمائی موجود ہے۔ اس لیے سیرت کا مطالعہ نظریاتی اور عملی لحاظ سے کرنا چاہیے، یہ اتنا بڑا ذخیرہ ہے اور اس قدر پھیلا ہوا ہے کہ اس پر جتنا وقت دیا جائے کم ہے۔

مطالعۂ سیرت کے لیے اگرچہ سماجیات پر کوئی خاص متعین کتاب نہیں ہے تاہم سیرت کے ذخیرے میں رہنمائی موجود ہے پھر سیرت نگاروں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفاہی کاموں کا اپنی کتب میں اچھا خاصا ذخیرہ جمع کیا ہے اور کر رہے ہیں۔ اردو میں سیرت پر نہایت عمدہ کتب میں ''سیرت النبیؐ'' سیّد شبلی نعمانی و سیّد سلیمان ندوی سات حصے، ''رحمۃ للعالمین'' سلیمان منصور پوری، ''الرحیق المختوم'' صفی الرحمٰن مبارک پوری، ''محسن انسانیت'' نعیم صدیقی، ''سیرت سرور عالم'' مولانا مودودی، ''سیرت المصطفیٰ'' مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، ''ضیاء النبیؐ'' پیر کرم شاہؒ نیز کتب حدیث میں رحمته و شفقته علی الخلق کا باب بہت کچھ رہنمائی کرے گا۔ ہماری اس کتاب میں باب سوم کا مطالعہ مفید رہے گا۔

د) سماجیات اور علم احکام اسلامی

اسلامی سوشیالوجی اور علم الاحکام کا گہرا تعلق ہے۔ ایک سماجی کارکن کو علم الاحکام (فقہ) بہت سے مالی، اخلاقی اور معاشرتی مسائل مہیا کرتا ہے۔ جیسے فقہ مالداروں اور مالی حیثیت رکھنے والوں سے انفاق کراتا ہے۔ یہ انفاق کفارات، فدیوں اور جرمانوں کی شکل میں ان سے بہت خرچ کرا دیتا ہے۔ یہ خرچ غرباء، مساکین، تہی دست معذوروں اور مسافروں پر کیا جاتا ہے۔

جب ایک سماجی ورکر کو آمدنی کے یہ ذرائع، ان کی مقدار اور کیفیت معلوم ہوگی تو وہ اپنے امدادی منصوبے اور پروگرام میں ان چیزوں سے فائدہ اٹھائے گا اور لوگوں کی ضروریات پوری کرے گا۔ (اس سلسلے میں مزید دیکھیے باب ششم)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلامی سوشیالوجی اور تاریخ:

سماجیات کے طالب العلم اور کارکن کے لیے درج ذیل پہلوؤں سے تاریخ کا مطالعہ ضروری ہے۔

الف) تاریخ اسلام

اس میں اسلام کی تاریخ سے ان رفاہی خدمات اور کاموں کا مطالعہ کرنا جیسے انبیاء کرام کی زندگیوں میں ان کاموں، ان قوموں اور ان حالات میں ان کا کردار کیا رہا ہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرامؓ اور اس کے بعد کے ادوار میں جو سماجی کام انفرادی و اجتماعی سرانجام دیے گئے ہیں ان کا مطالعہ اس کے لیے رہنمائی کا کام دے گا۔ اس سے اسے روشن اور ہمت افزا مثالیں ملیں گی جس کی روشنی میں اس کے لیے راہ واضح ہوگی۔

ب) عمومی تاریخ کا مطالعہ

اس سے دوسری اقوام وممالک کے سماجی رہنماؤں، کارکنوں اور ان کے کام سے اسے واقفیت ہوگی اور عین الیقین کے طور پر یہ کام کرے گا۔ پھر مطالعے کی اس وسعت سے اس کا ذہن کھلے گا اور ان رہنماؤں اور کارکنوں کے کام سے اس کی ہمت بندھے گی۔

ج) مؤکل کے حالات سے آگاہی

سماجی کارکن کے لیے ضروری ہے کہ جس خطے، طبقے اور قوم میں کام کر رہا ہے ان کی خاص تاریخ کا مطالعہ کرے، ان کا پس منظر دیکھے، ان کے طور طریقے دیکھے ان کی ضروریات کا جائزہ لے کر تعاون کا فیصلہ کرے۔

سماجی بہبود اور نفسیات:

سماجیات اور نفسیات کا باہمی گہرا تعلق ہے۔ علم نفسیات کی ایک شاخ جس کو سماجی نفسیات کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، سماجی کارکن کو انسانی شخصیت پر ماحول کے اثر کو سمجھنے میں بہت مدد دیتی ہے۔

بقول ماہر نفسیات سارجنٹ: ''سماجی نفسیات وہ علم ہے جو انسانی کردار کا مطالعہ کرتا ہے کہ کس انداز سے ایک فرد دوسرے کے کردار کو متاثر کرتا ہے اور خود ان سے متاثر ہوتا ہے''۔

سماجی نفسیات کا تعلق فرد کے انداز فکر، جذبات اور عمل سے ہے۔ تاہم یہ بات سامنے رہے کہ سماجی نفسیات کی دلچسپی افراد ہیں، گروہ نہیں ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارا معاشرہ بہت سے گوناگوں مسائل سے دوچار ہے۔ جن کی وجہ باہمی تنازعات ہیں۔ مثلاً ذات پات کی تفریق، صنعتی بے چینی، جرائم اور بڑھتی ہوئی بے راہ روی وغیرہ۔ ماہر نفسیات کا فرض ہے کہ وہ ان مسائل کے اسباب معلوم کرے۔ نیز سماجی کارکن بھی ان مسئلوں کو اسی وقت حل کر سکتے ہیں جبکہ ان کو صحیح اسباب کا علم ہو۔

سماجی بہبود کا مقصد معاشرے میں انصاف قائم کرنا اور سماجی مسائل کو حل کرنا ہے اس لیے سماجی کارکنوں کے لیے سماجی نفسیات کا مطالعہ لازمی ہو جاتا ہے۔ سماجی نفسیات کارکنوں کو انسانی کردار سے متعلق چند ایسے بنیادی اصول فراہم کرتی ہے جن کی روشنی میں وہ سماجی مسائل کو بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں۔

ان اصولوں میں سب سے پیش پیش وہ انسانی محرکات سے متعلق ہے یعنی افراد کس طرح ایک دوسرے کو متاثر کرتے ہیں؟ کیا فرد کے حیاتیاتی نظام کا لازمی نتیجہ سماجی ردعمل ہے؟

ایک اور سوال سماجیت (Socialization) سے متعلق ہے۔ مثلاً افراد کس طرح سماجی بن جاتے ہیں یا سماجیت میں آموزش تعلیم (Learning) کیا کردار ادا کرتی ہے۔ یہ تمام سوالات ایک سماجی کارکن کو سماجی مظاہر، سماجی تغیر اور سماجی استحکام کی بنیادیں سمجھنے میں مدد دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ سماجی نفسیات بتاتی ہے کہ انسان کا رویہ کیسے بنتا اور بدلتا ہے۔ کارکن کیسے نفسیات کی مدد سے اپنے موکل کے متعصبانہ رویہ کو بدلتا ہے۔ بچوں کے اداروں اور جیلوں میں کام کرنے والے سماجی کارکن نفسیات کی مدد سے ذہنی طور پر معذور بچوں اور مجرموں کا علاج کرتے ہیں۔ اس بحث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ سماجی بہبود اور نفسیات میں گہرا تعلق ہے۔

سماجیات اور معاشیات:

معاشیات کا علم انسان کی بنیادی ضروریات میں سے ہے۔ علم معاشیات کے ذریعے انسان اپنی لامحدود ضروریات کو محدود وسائل سے پورا کرتا ہے۔

علم معاشیات پیدائش دولت، مبادلہ وصرف اور تقسیم دولت سے بحث کرتا ہے اور معاشی مسائل جیسے بے کاری، غربت، اجرت کا تعین، مہنگائی کے اسباب، اجارہ داری کے نقصانات اور ان کو دور کرنے کے اقدامات تجویز کرتا ہے۔ یہ بات ہر شخص جانتا ہے کہ انسان کے معاشی حالات اس کی زندگی میں بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ انسان کو جب تک پیٹ بھر کر کھانا نہ ملے وہ اس وقت تک ترقی اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اخلاقی باتوں پر توجہ نہیں دے سکتا۔ زر اور فلاح کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ اگر ایک شخص کی مالی حالت بہتر ہے تو وہ اپنی ضروریات پوری کر کے خوشگوار زندگی گزار سکتا ہے۔ اس کے برخلاف ایک غریب شخص اپنی ضروریات پوری نہیں کر پاتا جس کی وجہ سے اس کا معیار زندگی پست رہتا ہے۔

اسلام نے معاشیات پر بہت توجہ دی ہے۔ قرآن وحدیث میں معاشی تعلیم بڑی وسعت اور ہمہ پہلو سے بیان ہوئی ہے۔ ایک فرد سے لے کر اجتماعی زندگی اور حکومت کے بیت المال تک کے تمام مسائل سے بحث کی ہے۔ پھر ساجیات اور ساجی ورکرز کے لیے بڑی رہنمائی موجود ہے بلکہ ساجیات کا بڑا حصہ اسلامی نظام معیشت سے تعلق رکھتا ہے۔ لہٰذا اسلامی ساجیات کے طالب العلم اور ورکرز کے لیے اسلامی نظام معیشت اور جدید نظام معیشت دونوں کا مطالعہ کرنا ضروری اور اہم ہے۔ اس لیے اس موضوع کو دو حصوں میں تقسیم کرنا چاہیے۔

الف) معاشیات کی عمومی تعلیم

اس میں جدید نظام معیشت کے چھوٹے بڑے اصول معلوم کرنا، فی کس آمدنی، ضروریات زندگی، آسائشات زندگی اور تعیشات زندگی کی اشیاء کا علم، ان کی ترقی اور پھیلاؤ، غربت ختم کرنے اور کم کرنے کے طریقے، مارکیٹ میں قیمتوں کا اتار چڑھاؤ، اجناس کی خرید وفروخت کے مراکز اور منڈیاں یہ تمام باتیں وہ ہیں جنہیں اپنے سامنے رکھنا ضروری ہے۔

بہتر یہ ہے کہ ساجی ورکر معاشیات پر دو چار درمیانی سطح کی کتابیں پڑھ لے اور اس کے ساتھ معاشی حالات اور مسائل پر نظر رکھے۔

ب) معاشیات کی اسلامی تعلیم

جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے کہ اسلام کا معاشی نظام بڑی وسعت رکھتا ہے۔ اس میں آمد وخرچ، تجارت، بینکنگ اور مارکیٹ کے بہت سے مسائل ہیں۔ اسلامی کتب میں اسے خاص درجہ دیا گیا ہے اور اس پر ابتدائی دور سے تا حال سیکڑوں کتابیں تالیف کی گئی ہیں۔ لہٰذا ایک مسلمان ساجی ورکر کو ان میں سے چند کتب کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے۔

سماجی بہبود اور سیاسیات:

سماجی بہبود اور سیاست کا گہرا تعلق ہے۔ لہٰذا سماجی کارکن کے لیے ضروری ہے کہ وہ حکومت اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

افراد کے باہمی تعلقات سے واقف ہو اور دونوں کو اپنی اپنی ذمہ داریوں کا احساس دلائے، اگر حکومت اور عوام اپنے اپنے فرائض بخوبی انجام دیتے رہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ خوشگوار معاشرہ وجود میں نہ آ سکے۔ اس طرح بہت سے سماجی و معاشی مسائل خود بخود حل ہو جائیں گے۔ کسی ملک کی ترقی کے لیے وہاں سیاسی استحکام کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ اگر عوام سیاسی طور پر بیدار ہیں تو حکومت کوئی غلط قدم نہیں اٹھا سکے گی اور صحیح معنوں میں جمہوریت فروغ پائے گی۔ جمہوریت سماجی بہبود کا پہلا اصول ہے۔ سماجی کارکن کسی بھی صورت میں اپنے مؤکل کے حق خود ارادیت کو غصب نہیں ہونے دیتا اور افراد کی شرکت پر زور دیتا ہے۔ بلکہ حق خود ارادیت دلانے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔

سماج اور مملکت کا ایک دوسرے سے گہرا تعلق ہے۔ یہاں سماج سے مراد انسانی تعلقات کا وہ دائرہ ہے، جس میں مختلف گروہ، جماعتیں اور تنظیمیں پائی جاتی ہیں اور مملکت ان میں سے ایک ہے۔ ہر سماج اپنی ضروریات کے پیش نظر مختلف رسم و رواج اور سماجی ادارے بنالیتا ہے۔ جیسے خاندان، پڑوسی، ذات، قوم اور شادی بیاہ وغیرہ۔ یہ سماجی ادارے افراد کی زندگی میں بہت اہمیت رکھتے ہیں اور فرد کی تمام زندگی ان ہی کے درمیان گزرتی ہے اور یہی فرد کی تربیت کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ یہی ان افراد میں سیاسی شعور پیدا کرتے ہیں اور ان کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس دلاتے ہیں۔

سماجی بہبود کے میدان میں اب بھی سلطنت پیش پیش ہے۔ کسی ملک میں سماجی خدمات کا پیش کیا جانا اس ملک کی سماجی پالیسی کی وضاحت کرتا ہے سماجی بہبود کے نظریے کے مطابق مملکت کا اصل مقصد عوام کی فلاح ہے مملکت عوام کے لیے اور عوام مملکت کے لیے ہیں۔

یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ اسلامی ریاست کا اہم مقصد عوامی فلاح و بہبود ہے اور اسلامی ریاست فلاحی و رفاہی ریاست ہے اس کی تمام تگ و دو عوام کی خدمت کرنا، ان میں امن قائم رکھنا، ان کی تکالیف دور کرنا اور عدل و انصاف کی حکمرانی قائم کرنا ہے۔ دنیا میں قائم شدہ اور قائم ہونے والی حکومتوں اور ریاستوں میں اسلامی ریاست سب سے نمایاں اور بلند نظر آتی ہے اور اگر کسی جگہ حکمرانوں کی بے انصافی یا مالی منفعت نظر آئے تو یہ ان کا ذاتی فعل ہے۔ اسلامی اصولوں اور اسلامی ریاست کا اس سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سماجی بہبود اور تعلیم:

تعلیم اور سماجی بہبود کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ یہ ایک دوسرے کے ساتھ تعاون، ہمت افزائی اور باہمی مدد سے آگے بڑھتے ہیں۔ پھر یہ ایک دوسرے کے مدد و معاون ہوتے ہیں نہ کہ مزاحم اور مخالف۔

فلسفۂ تعلیم، تعلیم گاہوں اور مکتبوں کے لیے مقاصد کا تعین کرتا ہے، اساتذہ ان مقاصد کو ہدف بنا کر نتائج حاصل کرنے کے لیے آگے بڑھتے ہیں اور سماجی کارکن ان کو وسائل مہیا کرتے ہیں۔ ان تینوں کا ایک مشترکہ مقصد یہ ہوتا ہے کہ بچوں کو اس قابل بنایا جائے کہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اسلامی و اخلاقی اقدار پر عمل پیرا ہو کر اپنے خاندان، کمیونٹی اور ملک کے لیے کارآمد شہری ہوں۔

سماجی بہبود کا فلسفہ اور اصول بلاشبہ مقاصد تک پہنچنے میں مدرسین اور معلمین کی رہنمائی کرتا ہے۔ یہ بات سامنے رہے کہ سماجی بہبود کا تعلق مقاصد سے نہیں بلکہ ان مقاصد تک پہنچنے والے ذرائع سے ہوتا ہے جن کے ذریعے آسانی سے مقاصد حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ سماجی ورکرز اپنے تجربات، فیلڈ ورک اور اپنے نظریات سے مدرسین کو باخبر کرتے، انھیں عمل پر ابھارتے اور ان کی ذمہ داری پوری کرنے پر آمادہ کرتے ہیں۔

تعلیم سے بہترین عمل اور مقاصد حاصل کرنے میں پہلے فیز (مرحلے) کے طور پر تین طرح کی کاوشیں ضروری ہیں۔

۱) مقاصد تعلیم

تعلیم کے واضح، صاف اور ملک و معاشرے سے ہم آہنگ مقاصد کا پایا جانا اور ان کا تعین واضح طور پر ہونا چاہیے۔

۲) مخلص کارکن

ان مقاصد کو پھیلانے، اشاعت کرنے والے اور لوگوں کو ان پر آمادہ کرنے والے ورکرز، افراد اور مخلص کارکن جو عام طور پر این جی اوز سے حاصل ہوتے ہیں۔

۳) اساتذہ

ایسے اساتذہ جو ان مقاصد کو ہدف کے طور پر سامنے رکھ کر عمل میں لائیں۔

اس طرح تعلیم کے عمل کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں بھی تین طبقات کی ذمہ داری بڑی اہم ہے۔ یہ طبقات بھی پہلے طبقات کی طرح اہمیت رکھتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔ انتظامیہ: تعلیم کے مقاصد حاصل کرنے میں اہم کردار انتظامیہ کا ہے۔ یہ چاہے گورنمنٹ کی ہو یا پرائیویٹ اداروں کی انتظامیہ ہو۔ جب یہ چست، دیانتدار اور ایماندار ہو جائے تو تعلیم کی گاڑی چل پڑے گی۔

۲۔ والدین: والدین اپنے بچوں کی تعلیم میں دلچسپی لیں اور پہلے وہ مقاصد سے اتفاق کر کے پھر بچوں کو اس لائن میں لگائیں۔

۳۔ طلبہ: خود طلبہ میں علم کے مقاصد و اغراض کا شعور ہو پھر تعلیم حاصل کرنے میں محنت کریں اور آگے بڑھیں۔ یہ کام بھی سماجی بہبود کے ادارے سرانجام دے سکتے ہیں۔

اس لیے سماجی بہبود کے اداروں اور کارکنوں کو سماجیات کے تعلیم سے تعلق کو نہ صرف سمجھنا چاہیے بلکہ اسے منزل مقصود تک پہنچانے کا پورا پورا حق ادا کرنا چاہیے۔

سماجی بہبود اور علم الانسان (Anthropology):

سماجی بہبود نے علمی حیثیت اختیار کرنے میں جن علوم سے استفادہ کیا ہے ان میں علم الانسان خاص حیثیت رکھتا ہے۔ علم الانسان انسانی زندگی کے مختلف ادوار کی چھان بین کرتا ہے۔ ان کی مختلف تہذیبوں، ثقافتوں کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔ پھر انسانی آبادی کے ابتدائی دور کے حالات کو جاننا، انسانوں کا مختلف گروہوں میں تقسیم ہونا، رنگ و روپ کا اختلاف، خانہ بدوشی اور مدنی زندگی کی جداگانہ حیثیتیں، انسانی تہذیب کے مختلف ادوار، یہ سب علم الانسان کے مضامین ہیں۔ اس طرح سماجی بہبود کے لیے طلباء کو علم الانسان انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں اور انسانی آبادی کے مختلف خطوں اور گوناگوں تبدیلیوں کو سمجھنے میں بہت معاون ثابت ہوا ہے۔

مختصراً علم الانسان کی فراہم کردہ معلومات سے انفرادی و اجتماعی زندگی کے اعمال و کردار کو سمجھنے میں بہت مدد ملتی ہے۔ اس لیے اب ان سماجی علوم کا مطالعہ سماجی مسائل حل کرنے کے لیے ناگزیر خیال کیا جاتا ہے۔ لہٰذا یہ مختلف شعبے مدعا کے اعتبار سے ایک دوسرے کے قریب تر ہوتے جا رہے ہیں اور ہر معاشرتی مضمون سے سماجی بہبود کا علم استفادہ کر رہا ہے۔

اس علم کو کیس ہسٹری (case history) بھی کہا جاتا ہے۔ اس میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ مؤکل میں کس قدر تبدیلی آئی ہے۔ مزید اسے کیا ضرورت ہے اور کتنی ضرورت ہے۔ کیس ہسٹری کا عمل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسپتالوں میں تو جاری ہے، البتہ اسے سماجی و رفاہی اداروں میں جاری کرنا ضروری ہے۔ ایسے نہ ہو کہ کچھ لوگ اسے پیشہ بنالیں اور رفاہی اداروں اور کارکنوں کے دروں پر چکر لگاتے رہیں بلکہ اس کی امداد اعانت کو بیچ کر کھا جائیں یا ضائع کر دیں اور پھر آ دھمکیں۔

سماجی اداروں اور کارکنوں کے پاس امداد لینے والے اداروں اور افراد کے پتے، فون نمبر اور تصدیق کنندہ افراد کی معلومات موجود ہونی چاہیں۔ اس طرح امداد ضائع ہونے اور غلط ہاتھوں میں جانے سے بچ جائے گی۔

سماجی بہبود اور جغرافیہ:

علم جغرافیہ میں کائنات اور زمین کی طبعی خصوصیات کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ زمین پر انسانی زندگی کے روز افزوں اثرات اور عوامل کا مطالعہ کیا جاتا ہے، جو انسانی معاشرت کے ارتقائی عمل، سکونت پذیری اور انسانی آبادی میں توسیع اور تبدیلی سے متعلق ہیں۔

قدرتی حالات انسانی سرگرمیوں کو بڑی حد تک متاثر کرتے ہیں۔ اگرچہ انسان اپنے انتخابی و اختیاری عمل میں بڑی حد تک آزاد نظر آتا ہے لیکن ماحول کی سختی اور قدرتی وسائل کی کمی اس کی ترقی و خوشحالی کے لیے مانع ثابت ہوتی ہے جبکہ موزوں قدرتی ماحول معاشی ترقی کو فروغ دینے میں معاون ہوتا ہے۔ انسان کا عمل قدرتی خصوصیات کے مطابق ہوتا ہے اور ان ہی کے حوالے سے اپنی حدود کا تعین اور مختلف سرگرمیاں اختیار کرتا ہے۔ اس لیے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ علم جغرافیہ سطح زمین پر انسانی آبادی کے ارتقاء، پھیلاؤ اور امکانی تقسیم، آبادی اور وسائل کا توازن، مختلف خطوں کی طرز زندگی اور ثقافت کے مطالعے میں سماجی کارکنوں کے لیے بہت معاون ثابت ہوا ہے۔ بالفاظ دیگر کسی خطے کی ترقی کے لیے جغرافیائی ماحول اور قدرتی وسائل کا مطالعہ کیے بغیر کوئی مربوط پروگرام نہیں بنایا جاسکتا۔ اس طرح سماجی کارکنوں کے لیے جغرافیائی مطالعہ ناگزیر ہے۔

سماجی بہبود اور شماریات:

سماجی بہبود میں شماریات کی خاص اہمیت ہے اس لیے کہ سماجی بہبود میں تحقیق کے ذریعے افراد،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گروہوں اور جماعتوں سے متعلق معلومات حاصل کر کے سب سے پہلے ان کا شماریاتی طریقے سے تجزیہ کیا جاتا ہے پھر نتائج اخذ کیے جاتے ہیں اور رپورٹ تیار کی جاتی ہے۔ شماریات کی مدد سے اس بات کی کوشش کی جاتی ہے کہ معلومات مستند اور صحیح ہوں۔ سماجی تحقیق بغیر شماریات کے نامکمل سمجھی جاتی ہے۔ موجودہ سائنسی دور میں شماریات کا استعمال بہت وسیع ہو گیا ہے۔ اس کے پیش نظر سماجی بہبود کے طلباء کے لیے شماریات کا مطالعہ لازمی قرار دیا گیا ہے۔

سماجی پیشے کی چند خصوصیات:

اقوام متحدہ کے ذیلی ادارے برائے ''تربیت اراکین سماجی بہبود'' نے اپنی سروے رپورٹ میں سماجی بہبود کے اخلاقی اور نظریاتی فرائض کی نشاندہی کی ہے۔ جنھیں سماجی بہبود کے پیشے کی بنیاد کہا جا سکتا ہے۔

اس مضمون میں شامل خصوصیات کا ایک تقابلی جائزہ دیا جا رہا ہے اسلام نے آج سے چودہ سو سال پہلے جو باتیں بتائی ہیں ان میں اور ان خصوصیات میں سوائے چند جزوی باتوں کے اصولی طور پر کوئی فرق نہیں ہے۔ البتہ اسلام نے ان خصوصیات میں تین بنیادی خصوصیات کا اضافہ کیا ہے جو شاید ہی کسی اور دین، دھرم، ثقافت اور ادارے میں ہوں۔ اہل علم اور مسلم سماجی بہبود کے ورکرز کے لیے پیش کی جاتی ہیں۔

اقوام متحدہ کا چارٹر	اسلام کا پیش کردہ چارٹر
۱۔ انسانی فلاح کو فروغ دینا اور بلا رنگ و نسل اور بلا مذہبی و سیاسی عقائد و کردار کی تفریق کے انسانی وقار کا تحفظ کرنا۔	۱۔ تمام انسانوں کی فلاح چاہنا، اور بغیر کسی رنگ و نسل، مذہبی و سیاسی عقائد و کردار کے احترام کرنا، انسان کو من حیث الانسان معزز سمجھنا۔
۲۔ فرد، گروہوں اور جماعتوں کے اختلافات کو تسلیم کرنا اور ساتھ ہی ان میں اتحاد، اتفاق پیدا کرنا تا کہ سماج کا مفاد بحیثیت مجموعی فروغ پا سکے۔	۲۔ فرد، گروہوں اور جماعتوں کے اختلاف کو تسلیم کرنا اور ساتھ ہی ان میں رواداری پیدا کرنا تا کہ سماج کا مفاد فروغ پا سکے اور باہمی تعاون کا یہ اصول مد نظر رکھتا ہے تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ لوگوں کو ان کے مسائل حل کرنے میں شریک کرنا اور ان میں اپنی مدد آپ کی بنیاد پر کام کرنے کا جذبہ بیدار کرنا جو ان میں خود اعتمادی پیدا کرنے اور اپنی ذمہ داری پوری کرنے کے لیے ضروری ہے۔	۳۔ لوگوں کو ان کے مسائل حل کرنے میں شریک کرنا اور اپنی مدد آپ پر اور اپنے تئیں کام کرنے کا جذبہ پیدا کیا جانا۔ اسلام مسلمانوں کو خود اعتمادی پیدا کرنے اور احساس ذمہ داری پر ابھارتا ہے۔
۴۔ افراد اور گروہوں اور جماعتوں کو ایسے مواقع دینا جو ان کی ضروریات زندگی پوری کرنے اور ان کا معیار زندگی بلند کرنے اور ان کے معیار کو پورا کرنے کے لیے ضروری ہیں۔	۴۔ اسلام انفرادی واجتماعی اور حکومتی اور تنظیمی طور پر اپنی ریاست میں ہر شخص کو مواقع فراہم کرتا ہے، ان کی ضروریات پوری کرنے اور آگے بڑھانے کی کوشش کرتا ہے جو ان کے معیار زندگی اور بلندی کے لیے ضروری ہے۔
۵۔ سماجی پالیسیوں کو پیشہ وارانہ ذمہ داری کے ساتھ عملی جامہ پہنانے میں مدد دینا تاکہ معاشرے کا ہر فرد اپنے وسائل اور ذاتی صلاحیتوں سے پورا فائدہ اٹھائے۔	۵۔ اسلام نے اس اصول کو تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (المائدہ ۵:۲) ”نیکی اور تقویٰ کے کام میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی کے کام میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو“ کہہ کر اپنے پیروں کاروں کو بنیادی تعلیم دی ہے۔
۶۔ اہم پیشہ وارانہ روابط اور تعلقات کو راز میں رکھنا۔	۶۔ اسلام نے جائز اور اچھے راز کو راز میں رکھنے کی تاکید کی ہے اور دوسرے کے راز کو امانت تک کا درجہ دیا ہے۔
۷۔ سماجی کارکن کا فرض ہے کہ وہ اپنی پیشہ ورانہ ذمہ داری اور تعلقات کو اس طرح استعمال کرے جن سے فرد اور معاشرے (سماج) دونوں کی فلاح کو زیادہ سے زیادہ فروغ حاصل ہو۔	۷۔ اسلام کہتا ہے کہ ایک شخص جو جائز ذمہ داری اٹھائے اور ڈیوٹی قبول کرے، اسے چاہیے کہ اسے خوب سے خوب تر انداز سے ادا کرے اور فلاح انسانیت کو اپنے سامنے رکھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۸۔ سماجی بہبود، سماجی معاونت کا پیشہ ہے جو ایک بے سہارا فرد کی مدد کرتا ہے تا کہ وہ اپنے پیروں پر کھڑا ہو سکے اور باعزت زندگی گزار سکے۔	۸۔ اسلام سماجی بہبود کو سماجی معاونت کا ایک پیشہ ہی نہیں بلکہ عبادت سمجھتا ہے اور دوسرے ضرورت مند کی خدمت کرنے کو حقوق العباد اور حقوق اللہ قرار دیتا ہے اور ان کی مدد کو اجر وثواب کا ذریعہ گردانتا ہے۔
۹۔ سماجی مسائل حل کرنے کا ایک طریق کار ہے جس کی بنیاد سائنٹی فک ہے۔	۹۔ سماجی مسائل حل کرنے کا ایک طریق کار ہے جس کی بنیاد قرآن وسنت ہے البتہ اس کی ادائیگی وعمل سائنٹی فک انداز سے ہوگا۔
۱۰۔ سماجی بہبود کی چند مخصوص تکنیکیں ہیں جن کے ذریعے سماجی کارکن اپنے مؤکلوں کی مدد کرتا ہے تا کہ وہ اپنے گوناگوں مسائل حل کر کے ذاتی وسماجی مطابقت حاصل کر سکیں جو ان کی سماجی کارکردگی کو فروغ دینے کے لیے بیحد ضروری ہیں۔ یہ طریق کار انفرادی سماجی بہبود، گروہی سماجی بہبود، جماعتی تنظیم، فلاحی انصرام اور سماجی تحقیق سے متعلق ہیں۔	۱۰۔ اس نقطے میں صرف پہلے جملے میں تھوڑا سا اختلاف ہے وہ یہ کہ سماجی بہبود کی بہت سی تکنیکیں ہیں اسلام ان کاموں میں بہت زیادہ وسعت رکھتا ہے۔
۱۱۔ سماجی بہبود کا پیشہ ایک واضح فلسفے پر مبنی ہے۔ اس فلسفے کی بنیاد انسانی وقار، انسانی حقوق اور سماجی تحفظ پر قائم ہے۔ (سماجی بہبود۔ ڈاکٹر محمد خالد)	۱۱۔ سماجی بہبود پیشہ کے بجائے عبادت ہے اور ایک واضح ہدایت ورہنمائی (قرآن وسنت) پر مبنی ہے۔ اس فلسفے کی بنیاد ایک طرف اللہ کی خوشنودی، نبی ﷺ کی سنت کی پیروی، حقوق العباد کی ادائیگی اور اجر آخرت ہے لیکن آخری تینوں نقطے (انسانی وقار، انسانی حقوق اور سماجی تحفظ) پر دونوں متفق ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۲۔ عام این جی اوز میں یہ نقطہ ناپید ہے البتہ اسلام کے سماجی کاموں میں یہ نقطۂ اولین کی حیثیت سے موجود ہے۔	۱۲۔ اور مسلمان کا کوئی سماجی کام چاہے چھوٹا ہو یا بڑا اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے سوا ہوتا ہی نہیں اور وہ اللہ اور رسول کے فرمان اور بتائے ہوئے طریقے کے مطابق کام کرنا۔ یہ نقطہ جدید سماجیات میں سرے سے غائب ہے۔
۱۳۔ سماجی کاموں میں دکھاوا اور نمائش اور شہرت کا ہونا۔ جیسے فوٹو، وڈیو، خبریں، بیانات اور نمائش اور پروپیگنڈے کا ہونا اور تقریبات کا انعقاد وغیرہ۔	۱۳۔ اسلام کے سماجی کاموں میں نمائش اور دکھاوا نہ ہونا چاہیے۔ البتہ شہادت اور ثبوت کے لیے اگر ضرورت ہو تو گنجائش ہے ورنہ ریا اور دکھاوا حرام اور منع ہے۔
۱۴۔ مؤکلوں پر احسان جتانا یا ان کو اس کا احساس دلانا اور ان سے دنیاوی مفاد حاصل کرنا۔	۱۴۔ جبکہ اسلام میں احسان جتانا اور مؤکل کو ذہنی و جسمانی تکلیف پہنچانا حرام اور ناجائز ہے اس سے اجر ضائع ہو جاتا ہے۔
۱۵۔ سماجی بہبود کے کام کرنا چاہییں، اس کی آمدنی کسی قسم کی ہو، جائز آمدنی ہو یا ناجائز اور حرام کی ہو یا حلال کی ہو اور اپنی کمائی میں سے ہو یا پرائی کمائی میں سے ہو۔	۱۵۔ اسلام میں سماجی بہبود اور خیرات و نیکی کے کام حلال مال سے کیے جائیں گے۔ حلال کمائی ہو، جائز طریقے سے آئی ہوئی ہو۔ اگر مسلمان کے پاس ناجائز کمائی ہے تو اسے میل سمجھ کر خرچ کرے گا، اپنے اوپر سے مصیبت ٹالے گا اور اپنے سے دور کرے گا۔

نوٹ: آخری چاروں نقطوں میں جدید سماجیات اور اسلام کا بنیادی اختلاف ہے اور اسلام میں ان پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔ البتہ جدید سماجیات میں بعض نقاط ناپید ہیں اور بعض مخالف اسلام ہیں جیسے آخری نقطہ (۱۵) ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب دوم

قرآن مجید اور رفاہی کام

قرآن مجید اور خدمت خلق	۷۹
قرآن مجید اور خدمتِ خلق	۷۹
اللہ کی نعمتوں کا تقاضا	۸۳
۱۔کھانا کھلانا	۸۵
۲۔کھانا کھلانے کی ترغیب	۸۷
۳۔لباس کا بندوبست کرنا	۸۹
۴۔غلاموں اور لونڈیوں کا لحاظ کرنا	۹۰
الف) غلام آزاد کرنا	۹۰
ب) غلاموں اور لونڈیوں کی شادی کرانا	۹۱
ج) غلاموں سے مکاتبت کرنا	۹۱
د) نکاح میں مومن غلام اور لونڈی کو قبول کر لینا	۹۲
ہ) غلاموں کا احترام	۹۲
و) ناجائز کام نہ لینا	۹۳
۵۔یتیموں پر شفقت ورحمت	۹۴
الف) یتیم کے ساتھ عزت و شفقت کا سلوک	۹۵
ب) یتیم کے مال کی اصلاح	۹۵
ج) یتیم کی مالی معاونت	۹۵
د) یتیموں کا مال ان کے حوالہ کرنا	۹۵
ہ) یتیم لڑکیوں سے نکاح	۹۶
و) یتیم کو کھانا کھلانا	۹۶
ز) یتیم سے انصاف کرنا	۹۶
ح) مال غنیمت میں یتامیٰ کا حصہ	۹۶
ط) یتیم دروازے پر آئے تو نرمی کرنا	۹۶
ی) یتیم کا مال کھانا بڑا گناہ ہے	۹۶
ک) یتیم کو تعلیم دینا اور اس کی آزمائش لینا	۹۷
ل) انسان کو اپنے بچوں کے یتیم ہونے کا تصور کرنا	۹۷
۶۔معذوروں کی خدمت	۹۷
الف) عبادات کی معافی	۹۸
ب) عبادات میں تخفیف	۹۹
ج) بعض احکام کو مؤخر کرنا	۹۹
د) بھاری ذمہ داریوں سے مستثنیٰ	۱۰۰
ہ) کھانے کا بندوبست	۱۰۰
(۱) معذور افراد کا احترام	۱۰۱
(۲) کام میں رعایت	۱۰۱
(۳) بھاری ذمہ داری نہ ڈالنا	۱۰۲

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۴) کھانا اور کپڑے دینا	۱۰۲	۱۰۔ مظلوموں کی مدد کرنا	۱۱۰
(۵) ہر قسم کی مدد کرنا	۱۰۲	۱۱۔ مسافروں کے حقوق	۱۱۰
(۶) ان کے لیے کلمہ خیر کہنا		۱۲۔ مقروض پر شفقت	۱۱۴
(۷) معذورین کو ترجیح دینا	۱۰۲	۱۳۔ بیوہ کے حقوق اور اس کے	۱۱۶
۷۔ انسانوں کی عمومی خدمت کرنا	۱۰۳	ساتھ حسنِ سلوک	۱۱۹
الف) ایمان کامل	۱۰۴	۱۴۔ مطلقہ کے حقوق اور اس کے	۱۲۴
ب) مال خرچ کرنا	۱۰۴	ساتھ حسنِ سلوک	۱۱۹
ج) عبادات کی ادائیگی	۱۰۴	۱۵۔ باہمی تعاون کرنا	۱۲۴
د) اخلاق حسنہ اختیار کرنا	۱۰۴	خاتمہ	۱۲۷
۸۔ حاجت مند افراد کی سفارش کرنا	۱۰۷	کتابیات	۱۲۸
۹۔ انبیاء کرام کے نمونے	۱۰۷		

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید اور خدمت خلق

اسلام نے ساڑھے چودہ سو سال پہلے سماجی بہبود کے کاموں کی جس منظم و مربوط طریقے سے بنیاد رکھی، اس کے مقاصد واضح کیے، اس کے لیے قانون سازی کی اور عملاً نافذ کیا وہ کتاب اللہ کی زندہ وجاوید آیات میں موجود ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں جو رفاہی اصلاحی اور عوامی بہبود کی ریاست قائم کی تھی وہ ایک مثالی اور معیاری مملکت تھی۔

اسلام نے جو سماجی بہبود کے مضبوط ادارے قائم کیے اور ان کے بارے میں جو وسیع تعلیم دی اس کا مختصر سا تذکرہ قرآن مجید کی تعلیمات کی روشنی میں پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ تذکرہ بہت ہی اختصار سے قرآنی آیات کی روشنی میں نکات کی صورت میں دیا گیا ہے۔ اگر اس سے سنت نبویؐ اور عمل صحابہؓ اور علماء کی تصریحات وتشریحات اور قانون سازی کو ملایا جائے تو ضخیم کتاب بن جائے۔

قرآن مجید کی روشنی میں اس کام کا اور جدید افکار کی حامل این جی اوز کے کام اور کردار کا موازنہ کریں تو دونوں کاموں میں بعد المشرقین اور رات دن کا فرق نظر آئے گا۔ نیت وارادہ، جذبہ، اثرات و ثمرات اور کام میں نمایاں فرق ہے۔

اللہ ارحم الراحمین نے اپنی کتاب میں خدمت خلق اور سماجی کاموں کی جو اجمالی تفصیل دی ہے، اس کا گہرائی سے مطالعہ کیا جائے تو روزِ اوّل سے اسلامی تعلیمات میں یہ نظام نمایاں اور اپنے میدان میں ہمہ گیر اور ہمہ جہت نظر آتا ہے۔

زیر مطالعہ کتاب میں اس موضوع اور فن پر اس باب میں صرف قرآنی تعلیمات پیش کی جا رہی ہیں۔ اسے غور سے پڑھیں گے تو قرآنی تعلیمات کا اچھا خاصا حصہ اس تعلیم پر مشتمل نظر آئے گا اور یہ تعلیم اتنی واضح دی ہوئی ہے کہ کسی ابہام اور اشکال کی گنجائش نہیں ہے۔

اس کے بعد سنت نبوی کی روشنی میں اسے مطالعہ کے لیے پیش کیا جائے گا۔ جس سے اندازہ ہوگا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ اسلام کس طرح ایک سماجی، اصلاحی اور فطری دین ہے اور اس کی تعلیم میں خدمت خلق اور شفقت کی طرف کتنی وسیع پیانے پر رہنمائی کی گئی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان اُسے پڑھیں، سمجھیں اور اس پر عمل کریں تو کامیابی ہی کامیابی ہے۔

قرآن مجید اور خدمتِ خلق:

قرآن مجید نے اپنے آغازِ نزول سے ہی بنیادی عقائد یعنی توحید، رسالت اور آخرت کو واضح طور پر بیان کرنے کے بعد دو باتوں پر خاص زور دیا ہے۔ ایک یہ کہ انسان کا اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط و مستحکم ہو، وہ صرف اسی کی عبادت کرے اور اس کے سوا کسی کے سامنے اپنا سر نہ جھکائے۔ دوم یہ کہ وہ انسانوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آئے، حق داروں کے حقوق پہچانے اور انھیں ادا کرے، ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کرے، قرابت داروں، ہمسایوں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور حاجتمندوں کی جو ضرورتیں پوری کرسکتا ہے وہ پوری کرے اور باقی کے لیے ان سے اپنی بے بسی بتا کر ہمدردی و دلجوئی کا انداز اختیار کرے یا کسی اور کے پاس ان کو لے جائے اور ان کی حاجت روائی کرائے، بہرحال جو شخص بھی اس کی خدمت کا مستحق ہو اور جس کی خدمت کرنا اس کے بس میں ہو وہ اس کی خدمت سے محروم نہ رہے۔ وہ طاقتور ہے تو کمزوروں پر دست درازی نہ کرے بلکہ ان کو سہارا دے اور ان کی تقویت کا ذریعہ بنے، لوگوں کی جان، مال، عزت و آبرو کی اپنی جان، مال اور عزت وآبرو کی طرح حفاظت کرے، کسی کے ساتھ دھوکا اور فریب کا معاملہ نہ کرے۔ ناپ وتول میں کمی بیشی نہ کرے، بلکہ ہر حال میں عدل وانصاف کرے اور دیانت وامانت پر قائم رہے۔ اس کا وجود معاشرے کے لیے کلفت و آزار کا باعث نہ ہو، بلکہ آسائش وراحت کا سبب بنے اور اس کی ذات سے سب کو نفع پہنچے۔

اس تعلیم کا خلاصہ اور اثر پذیری کی مثال حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کی وہ تقریر ہے جو انھوں نے نجاشی کے دربار میں سن ۵ نبوی میں کی تھی وہ کہتے ہیں:

''اے بادشاہ! ہم جہالت میں مبتلا تھے، بتوں کو پوجتے تھے، نجاست میں آلودہ رہتے تھے، مُردار کھاتے تھے، بے ہودہ بکا کرتے تھے، ہم میں انسانیت اور سچی مہمان داری کا نشان نہ تھا، ہمسایہ کی رعایت نہ تھی، زندگی کا کوئی قاعدہ وقانون نہ تھا۔ ایسی حالت میں اللہ نے ہم میں سے ایک نبی مبعوث

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا، جس کے حسب ونسب، سچائی و دیانت داری، تقویٰ، پاکیزگی سے ہم خوب واقف تھے۔ اس نے ہم کو توحید کی دعوت دی اور سمجھایا کہ اُس اکیلے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ جانیں۔ اُس نے ہمیں پتھروں کی پوجا سے روکا۔ اُس نے فرمایا کہ ہم سچ بولا کریں، وعدہ پورا کیا کریں، گناہوں سے دور رہیں اور برائیوں سے بچیں۔ اس نے حکم دیا کہ ہم نماز پڑھا کریں، صدقہ کیا کریں اور روزے رکھا کریں۔

(سیرت ابن ہشام ج ا ص ۱۱۶)

قرآن مجید کی اصولی تعلیم کی تشریح اور تفصیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول و عمل سے بیان کی ہے۔

قرآن مجید نے حقوق العباد کی ادائیگی اور خدمتِ خلق کے کام کو اس قدر اہمیت دی کہ مکی سورتوں میں مختلف پیرایوں سے بار بار کہیں اختصار کے ساتھ اور کہیں تفصیل سے ان کو بیان کیا۔ اس کا ایک بڑا اچھا اور عمدہ نمونہ اور مجموعہ سورۂ بنی اسرائیل کے تیسرے اور چوتھے رکوع میں ملتا ہے فرمایا گیا:

وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاهُ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِیْمًا ۝ وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا ۝ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِیْ نُفُوْسِكُمْ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِیْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِیْنَ غَفُوْرًا ۝ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَ لَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا ۝ اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ ؕ وَ كَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ۝ وَ اِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّیْسُوْرًا ۝ وَ لَا تَجْعَلْ یَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰی عُنُقِكَ وَ لَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ۝ اِنَّ رَبَّكَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِیْرًۢا بَصِیْرًا ۝ وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْیَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِیَّاكُمْ ؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِیْرًا ۝ وَ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤی اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِیْلًا ۝ وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا یُسْرِفْ فِّی الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ۝ وَ لَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ اِلَّا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ٥ وَ اَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ٥ وَ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ٥ وَ لَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ٥ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ٥ ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ (سورہ بنی اسرائیل ۱۷: ۲۳۔۳۹)

’’اللہ کا فیصلہ ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کرو، وہ بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو خصوصیت سے ان کا خیال رکھو، ان کے سامنے تواضع و انکساری کے ساتھ جھک جاؤ، درشتی و سختی سے پیش نہ آؤ اور ان کے لیے دعائیں کرتے رہو۔ قرابت داروں، مسکینوں اور مسافروں کا حق ادا کرو، بے جا خرچ نہ کرو، ایسا کرنا شیطانی کام ہے، اگر تم اپنی غربت اور افلاس کی وجہ سے ان کی مدد نہ کرسکو تو نرمی سے معذرت کردو، کنجوسی اختیار نہ کرو اور نہ ہی تمام مال خرچ کر ڈالو، اپنی اولاد کو اس خطرے سے نہ مار ڈالو کہ تم ان کو کچھ کھلا نہ سکو گے، اللہ تعالیٰ تمھیں بھی کھلائے گا اور ان کو بھی کھلائے گا۔ قتل اور وہ بھی اپنی اولاد کا قتل بہت بڑا گناہ ہے۔ زنا کے قریب نہ پھٹکو، یہ بے حیائی کا کام اور غلط راستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی جان کو باعزت اور محترم ٹھہرایا ہے۔ اس لیے جب تک حق و انصاف اس کی جان لینے کا تقاضا نہ کریں اس کے خون سے اپنے ہاتھ آلودہ نہ کرو، یتیم کو بے آسرا سمجھ کر اس کا مال نہ کھاؤ، جب وہ جوان ہو جائے تو اس کا مال اس کے حوالے کردو۔ ناپ و تول میں کمی نہ کرو، جس بات کا تمھیں علم نہیں ہے اس کے پیچھے نہ لگو۔ یاد رکھو! کان، آنکھ اور دل و دماغ ہر ایک کے بارے میں اللہ کے ہاں سوال ہوگا۔ تکبیر و غرور کی چال نہ چلو، تم نہ ٹھوکر مار کر زمین کا سینہ چاک کرسکتے ہو اور نہ ہی سر اُٹھا کر پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ سکتے ہو، یہ باتیں تمہارے رب کے نزدیک ناپسندیدہ ہیں، ان امور میں سے ہر ایک کام کا برا پہلو تیرے رب کے نزدیک ناپسندیدہ ہے اور یہ وہ حکمت کی باتیں ہیں جو تیرے رب نے تجھ پر وحی کی ہیں‘‘۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان سولہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی انفرادی و اجتماعی زندگی کے لیے چودہ بنیادی اصول بیان فرمائے ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا۔ (۲) والدین کے ساتھ امکانی حد تک حسنِ سلوک کرنا۔ (۳) رشتہ داروں، مسکینوں اور مسافروں کو ان کا حق دینا۔ (۴) فضول خرچی نہ کرنا۔ (۵) اگر اُن تینوں (رشتہ داروں، مسکینوں اور مسافروں) سے کترانا ہو تو اچھے انداز سے معذرت کرنا۔ (۶) خرچ کرنے میں اعتدال و میانہ روی اختیار کرنا۔ (۷) اپنی اولاد کو افلاس کے ڈر سے قتل نہ کرنا۔ (۸) زنا اور اس کے دواعی (اسباب) سے دور رہنا۔ (۹) کسی انسانی جان کو ناحق قتل نہ کرنا۔ (۱۰) یتیم کے مال کو بدنیتی سے استعمال نہ کرنا۔ (۱۱) عہد و پیماں کی پابندی کرنا۔ (۱۲) ناپ اور تول پورا کرنا۔ (۱۳) جس چیز اور بات کا علم نہ ہو اس کی پیروی نہ کرنا۔ (۱۴) اور زمین پر اکڑ کر نہ چلنا۔

ان اصولوں پر نظر ڈالی جائے تو پہلے اصول کے سوا تمام اصول خدمتِ خلق اور حقوق العباد کی ادائیگی سے متعلق ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید کی دوسری آیات اور احادیث مبارکہ اور فقہاء کی تصریحات سے ان کی تفصیل معلوم ہوتی ہے۔ ان ہی اصولوں کو اسلامی فلاحی اور رفاہی ریاستوں نے اپنایا اور ان کے مطابق قانون سازی ہوئی اور ان ہی سے اکثر کو بذریعہ قانون، اقتدار اور قوت نافذ کیا گیا ہے۔

اللہ کی نعمتوں کا تقاضا:

اس دنیا میں کچھ انسانوں کو ہر طرح کی سہولتیں اور آسانیاں حاصل ہیں اور کچھ دوسرے انسان ان سے محروم ہیں۔ قرآن مجید پہلی قسم کے انسانوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ دوسری قسم کے انسانوں کی خدمت کریں، ان کو بنیادی ضروری آسانیاں بہم پہنچائیں، ان کی زندگی خوشگوار بنانے میں مدد دیں اور اپنی سہولتوں اور نعمتوں میں سے کچھ حصہ ان کو بھی دیں تاکہ یہ لوگ بھی اپنی بنیادی ضرورتیں پوری کریں۔

جس شخص کو اللہ نے دیکھنے کے لیے دو آنکھیں، سننے کے لیے دو کان، بولنے کے لیے زبان، دوڑ دھوپ کرنے اور محنت و مشقت کے لیے مضبوط دست و بازو، سوچنے سمجھنے کے لیے دل و دماغ اور زندگی گزارنے کے لیے سامانِ حیات عطا کیا ہے، اس کا فرض ہے کہ جو شخص معذور ہے، جسے وسائلِ حیات

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میسر نہیں ہیں اور جو زندگی کی تگ و دو میں حصہ لینے کے قابل نہیں ہے۔ اس کو بے سہارا نہ چھوڑے کہ وہ بھیک مانگنے یا خودکشی کرنے پر مجبور ہو جائے، بلکہ وہ اس کے زندہ رہنے کے لیے زندگی کا ساز و سامان اور اس کے سکون و راحت کے اسباب مہیا کرے۔ اس لیے کہ انسان کو جو کچھ ملتا ہے اللہ کی طرف سے ملتا ہے سو اس کا شکر گزار ہونا چاہیے۔ اس کا شکر ادا کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اس کے بندوں کے ساتھ حسنِ سلوک کیا جائے اور جو خدمت کے مستحق ہیں ان کی خدمت کی جائے۔ اللہ کی دی ہوئی ہر نعمت میں اس کے بندوں کا حق ہے، اس حق کو ادا کیے بغیر اس کا کامل شکر ادا نہیں ہو سکتا۔

اللہ کی نعمتوں کو پانے کے بعد اگر کسی شخص کے اندر اس کی مخلوق کی خدمت کا جذبہ نہ ابھرے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا دل ان نعمتوں کے احساس سے ہی خالی ہے۔ قرآن مجید نے اِس بے حسی پر سخت گرفت کی ہے اور اس کے بدلے انجام سے آگاہ کیا ہے: سورہ البلد میں ارشاد فرمایا۔

أَلَمْ نَجْعَل لَّهُ عَيْنَيْنِo وَلِسَاناً وَّشَفَتَيْنِo وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِo فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَo وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُo فَكُّ رَقَبَةٍo أَوْ إِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍo يَتِيماً ذَا مَقْرَبَةٍo أَوْ مِسْكِيناً ذَا مَتْرَبَةٍo ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِo أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِo وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا هُمْ أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِo عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌo (البلد۔ ۹۰:۸۔۲۰)

"کیا ہم نے اس کو دو آنکھیں اور ایک زبان اور دو ہونٹ نہیں دیے اور اس کو (حق و باطل کی) دونوں راہیں نہیں دکھائیں، لیکن اس نے گھاٹی عبور نہیں کی۔ تم جانتے ہو وہ گھاٹی کیا ہے؟ گردن کا چھڑانا (غلام آزاد کرنا) یا فقر و فاقہ کے دن قرابت دار یتیم کو یا بدحال مسکین کو کھانا کھلانا، پھر وہ ان لوگوں میں شامل ہو، جو ایمان لائے، جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی اور (انسانوں کے ساتھ) رحمت و شفقت کے سلوک کرنے کی تاکید کی۔ یہی لوگ ہیں جو (قیامت کے دن اللہ کے) دائیں جانب ہوں گے اور جنہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا وہ بائیں جانب والے ہیں۔ ان پر چاروں طرف سے آگ بند ہوگی"۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر بے شمار احسانات کیے ہیں۔ اِن آیات میں ان میں سے بعض نمایاں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احسانات کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے آنکھ، کان اور دل و دماغ کی بے نظیر قوتیں اس لیے عطا کی ہیں کہ اسے ایک دشوار گزار گھاٹی طے کرنی ہے۔ یہ آنکھ کی نعمت سے بے سہارا اور بے بس، مظلوموں، مقہوروں اور مصیبت زدہ انسانوں کی حالت کیوں نہیں دیکھتا، وہ کان سے ان کی آہ و زاری، نالہ وفریاد اور چیخ پکار کیوں نہیں سنتا، اپنی زبان کھول کر ان سے تسلی کے دو بول کیوں نہیں بولتا، ان کی ضرورتوں اور مظالم و مسائل کو مناسب جگہ پر کیوں نہیں پہنچاتا اور اللہ کے دیے ہوئے دل و دماغ، عقل و حکمت اور دانش و دانائی سے ان کی خدمت کے منصوبے کیوں نہیں بناتا؟

اللہ تعالیٰ نے اِن افراد میں سے تین لوگوں کی مثال دے کر سمجھایا کہ یہ ہیں کرنے کے کام۔ غلاموں کو آزاد کرنا، یتیموں اور مسکینوں کی مدد کرنا، کسی غلام کو آزاد کرنا بہت بڑی عبادت اور ایک انسان کی زندگی بنادینا ہے، اسی طرح بھوکے کو کھانا کھلانا بہت بڑا ثواب ہے اور کسی کو کھانا کھلانا بھی ثواب سے خالی نہیں، مگر بعض کو کھلانا بہت بڑا ثواب بن جاتا ہے۔ (معارف القرآن، جلد ۸۔ص ۷۵۲)

فرمایا کہ یہ کام اتنے آسان نہیں ہیں بلکہ پہاڑ کی ایک گھاٹی عبور کرنے جیسے سخت اور مشقت و محنت والے ہیں لیکن یہ ہیں کرنے جیسے کام۔ پھر اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ یہ کام کرنے والا ان ایمان والوں میں شامل ہو جائے جو عملاً اس گھاٹی کو طے کر رہے ہیں، جن کی زندگیاں اللہ کی راہ میں صبر و استقامت کا ثبوت پیش کر رہی ہیں اور جو اس کی نصیحت و تلقین کر رہے ہیں جن کا رویہ مظلوموں، محکوموں، بھوکوں اور پیاسوں کے ساتھ محبت اور ہمدردی کا ہے اور جو دوسروں کو اس ہمدردی و شفقت کی تلقین و تبلیغ کرتے ہیں، یہ راستہ جنت کا ہے۔ اور پیاسوں کے ساتھ محبت اور ہمدردی کا ہے۔ اس کی مخالفت کرنے والے جہنم کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ وہ اسی میں پہنچیں گے پھر اس کے دروازے اس طرح بند کر دیے جائیں گے کہ اس سے کبھی نہ نکل سکیں گے۔ خدمتِ خلق کے کام کے سلسلے میں بعض قرآنی تعلیمات کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

۱۔ کھانا کھلانا:

نزولِ قرآن کے وقت عام لوگوں کی جو بڑی ضرورتیں اور حاجتیں تھیں ان میں ایک اہم ضرورت کھانے کا حصول تھا۔ اُس دور میں غریبوں، مسکینوں اور یتیموں کی سب سے اولین ضرورت پیٹ بھرنا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور تن اور روح کا رشتہ برقرار رکھنا تھا۔ اسی طرح مسافروں، تاجروں، سیاحوں، طالب علموں اور گھر سے دور لوگوں کی نمایاں ضرورت کھانے کا حصول تھا۔

دینِ اسلام نے اِس ضرورت کو مختلف طریقوں سے پورا کیا۔ قرآن مجید میں طعم اور طعام کے مصدر سے ۴۸ الفاظ آئے ہیں۔ ان میں سے ایک تہائی یعنی ۱۶ الفاظ کھانا کھلانے کی تاکید اور فضیلت کے بارے میں یا کسی دوسرے صاحبِ حیثیت کو کھانا کھلانے کی ترغیب وتحریص دلانے کے بارے میں ہیں۔ (المعجم المفھرس لالفاظ القرآن) چنانچہ بعض صورتوں میں مسکینوں کو کھانا کھلانا لازم کیا گیا ہے۔ بعض احکام میں فرض قرار دیا گیا۔ جیسے صدقاتِ واجبہ مثلاً زکوٰۃ، کفارات، نذریں، حج کے فدیے وغیرہ اور بعض صدقات نافلہ ہیں جو ایک بہت ہی وسیع باب ہے۔ اطعام طعام کی ترغیب دے کر رواج دیا گیا۔ نیز آخرت میں اس کا بہت بڑا اجر وثواب بتایا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ ○ (الحج ۲۲:۲۸)

”خود بھی کھائیں اور تنگ دست محتاج کو بھی دو“۔

اور دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ كَذَٰلِكَ سَخَّرْنَاهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ○ (الحج ۲۲:۳۶)

”اور جب (قربانی کے بعد) ان کی پیٹھیں زمین پر ٹِک جائیں تو ان میں سے خود بھی کھاؤ اور ان کو بھی کھلاؤ جو قناعت کیے بیٹھے ہیں اور ان کو بھی جو اپنی حاجت پیش کریں، ان جانوروں کو ہم نے اس طرح تمہارے لیے مسخر کیا ہے تاکہ تم شکر گزار رہو“۔

مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلانے کا عظیم اجر بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ○ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ○ إِنَّا نَخَافُ مِن رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا ○ فَوَقَاهُمُ اللَّهُ شَرَّ ذَٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقَّاهُمْ نَضْرَةً وَسُرُورًا ○ (سورہ دھر ۷۶:۸۔۱۱)

”اور اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ ہم تمھیں صرف اللہ کی خاطر کھلا رہے ہیں ہم تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ، ہمیں تو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے رب سے اس دن کے عذاب کا خوف لاحق ہے جو سخت مصیبت کا انتہائی طویل دن ہوگا۔ پس اللہ تعالیٰ انھیں اس دن کے شر سے بچالے گا اور انھیں تازگی اور سرور بخشے گا''۔

اس آیت میں بیان کردہ اسیر سے مراد ہر وہ شخص ہے جو قید میں ہو ایسے شخص کو کھانا کھلانا بڑی نیکی کا کام ہے (تفہیم القرآن)۔ قیدی عام ہے مسلم ہو یا کافر، حدیث میں ہے کہ ''بدر'' کے قیدیوں کے متعلق حضور ﷺ نے حکم دیا کہ جس مسلمان کے پاس کوئی قیدی رہے اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے۔ چنانچہ صحابہؓ اس حکم کی تعمیل میں قیدیوں کو اپنے سے بہتر کھانا کھلاتے تھے حالانکہ وہ قیدی مسلمان نہ تھے، مسلمان بھائی کا حق تو اِس سے بھی زیادہ ہے اور اگر لفظ ''اسیر'' میں ذرا توسع کرلیا جائے تب تو یہ آیت غلام اور مدیون کو بھی شامل ہوسکتی ہے کہ وہ بھی ایک طرح سے قید میں ہیں۔ (تفسیرِ عثمانی۔ سورۃ الدھر)

قدیم زمانے میں دستور یہ تھا کہ قیدیوں کو ہتھکڑیاں اور بیڑیاں لگا کر روزانہ باہر نکالا جاتا تھا اور وہ سڑک پر یا محلوں میں بھیک مانگتے پھرتے تھے اور اپنا پیٹ بھرتے تھے۔ بعد میں اسلامی حکومت نے یہ طریقہ بند کردیا۔ (کتاب الخراج۔ امام یوسفؒ بحوالہ تفسیر معارف القرآن۔ ج ۸)

۲۔ کھانا کھلانے کی ترغیب:

قرآن مجید نے جہاں بھوکوں کو کھانا کھلانے کی اہمیت، فضیلت، ضرورت اور اس کا اجر وثواب بیان کیا وہاں ایسے لوگوں کو جو کھلانے کی استطاعت نہیں رکھتے انھیں اِس کارِ خیر میں دوسروں کو ترغیب دے کر، اس کام کے لیے آمادہ کرنے کا عمل بتایا اور اسے مؤمن کی صفات میں شمار کیا، چنانچہ اِس کام کی اہمیت بتانے کے لیے اِس عمل کو ایمان کا تقاضا اور دین واخلاقِ فاضلہ کا جز بتایا اور اسے انجام نہ دینے والے کو آخرت میں سخت عذاب کی وعید سنائی اور دوزخ کا حقدار بتایا۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ۝ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝ (الحاقۃ۶۹:۳۳۔۳۴)

''یہ نہ اللہ بزرگ و برتر پر ایمان لاتا تھا اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا تھا''۔

یعنی خود کسی غریب کو کھانا کھلانا تو درکنار کسی سے یہ کہنا بھی پسند نہ کرتا تھا کہ اللہ کے بھوکے بندوں کو روٹی دے دو (تفہیم القرآن)۔ یعنی جس طرح ایمان لانا انبیاء کی تعلیم کے مطابق ضروری تھا، وہ ایمان نہیں رکھتا تھا اور خود تو کسی کو کیا دیتا، غریب آدمی کو کھلانے کی ترغیب دوسرے لوگوں کو بھی نہیں دیتا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا۔ حاصل یہ کہ اللہ کی عظمت اور مخلوق پر شفقت جو اصل عبادات متعلقہ حقوق اللہ اور حقوق العباد ہیں یہ دونوں کا تارک اور منکر تھا اس لیے عذاب کا مستحق ہوا۔ (معارف القرآن مفتی محمد شفیعؒ ج ۸ص ۵۴۴)

اسی طرح سورۃ الماعون میں فرمایا:

أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ ۝ فَذَٰلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ ۝ وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ۝ (الماعون ۱۰۷:۱۔۳)

''تم نے دیکھا اس شخص کو جو آخرت کی جزا وسزا کو جھٹلاتا ہے وہی تو ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا دینے پر نہیں اُکساتا''۔

ان آیات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دین اور دینداری سے شفقت علی الخلق اور خاص طور پر یتیموں کے ساتھ شفقت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور اگر دین نہ ہو تو سخت دلی اور خود غرضی پیدا ہوجاتی ہے ایسا آدمی کمزوروں اور مسکینوں پر ظلم کرتا ہے، ان سے بے رُخی برتتا ہے اور بے مروت اور سنگ دل بن جاتا ہے۔

انسان کی اخلاقی خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ ہے کہ وہ یتیم کا احترام کرے اس کے جذبات و احساسات کا خیال رکھے اور اس کے ساتھ حسنِ سلوک کا رویہ رکھے، اسی طرح مسکینوں کو کھانا کھلائے اور اگر خود نہیں کھلاسکتا تو دوسروں کو اس کی ترغیب دے۔ ارشادِ ربانی ہے:

كَلَّا بَل لَّا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ ۝ وَلَا تَحَاضُّونَ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ۝ وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا ۝ وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ۝ (الفجر ۸۹:۱۷۔۲۰)

''ہرگز نہیں، بلکہ تم یتیم سے عزت کا سلوک نہیں کرتے اور مسکینوں کو کھانا کھلانے پر ایک دوسرے کو نہیں اُکساتے، اور میراث کا سارا مال سمیٹ کر کھا جاتے ہو، اور مال کی محبت میں بری طرح گرفتار ہو''۔

اِس آیت کریمہ سے اس طرف اشارہ ہے کہ غرباء و مساکین کا حق جیسے اغنیاء اور مالداروں پر ہے کہ وہ ان کو اپنے پاس سے دیں اسی طرح جو لوگ خود دینے کی قدرت نہیں رکھتے ان کو بھی اتنا تو کرنا چاہیے کہ دوسروں کو ہی اس کے لیے ترغیب دیں (معارف القرآن: مفتی محمد شفیعؒ جلد ۸: ص ۷۴۴)۔ یعنی کسی کے یتیم ہوتے ہی ہمسائے اور دور کے رشتہ دار تو درکنار چچا اور ماموں اور بڑے بھائی تک اس سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آنکھیں پھیر لیتے ہیں اور تمہارے معاشرے میں غریبوں کو کھانا کھلانے کا نہ کوئی چلن ہے اور نہ کوئی ذکر وفکر ہے۔

۳۔لباس کا بندوبست کرنا:

ہر دور میں انسان کی دوسری اہم ضرورت لباس رہا ہے۔حضرت آدم علیہ السلام کے قصے میں مختلف پیرایوں سے لباس کا تذکرہ ہے۔لباس انسان کی اخلاقی، معاشرتی اور معاشی ضرورت ہے۔لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں چند اصولی باتیں بتائیں۔ پھر اس کی تفصیل احادیث مبارکہ اور فقہاء کی تصریحات میں بیان ہوئی ہے۔لباس کے بارے میں چند آیات بیان کی جاتی ہیں۔

(الف) نادان اور بے سمجھ افراد کے وارثوں کو چاہیے کہ ان کے مال ان کے حوالہ نہ کریں بلکہ ان میں سے ان کے کھانے اور لباس کا بندوبست کریں۔ارشاد ہے:

وَلاَ تُؤْتُواْ السُّفَهَاء أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللّهُ لَكُمْ قِيَاماً وَارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَاكْسُوهُمْ وَقُولُواْ لَهُمْ قَوْلاً مَّعْرُوفاً○ (النساء ۴:۵)

''اور اپنے وہ مال جنہیں اللہ نے تمہارے لیے قیام زندگی کا ذریعہ بنایا ہے نادان لوگوں کے حوالہ نہ کرو، البتہ انھیں کھانے اور پہنے کے لیے دو اور انھیں نیک ہدایت کرو''۔

(ب)قسم توڑنے کے کفارے میں دس مسکینوں کو لباس پہنانا ایک جز ہے۔ارشاد ہے:

فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ (سورہ المائدہ ۵:۸۹)

''ایسی قسم توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو وہ اوسط درجہ کا کھانا کھلاؤ جو تم اپنے بال بچوں کو کھلاتے ہو یا انھیں کپڑا پہناؤ یا ایک غلام آزاد کرو''۔

کسی عریاں کو لباس پہنا کر اس کا جسم ڈھانپنا اور کسی ضرورت مند کو کپڑا پہنانا بڑی نیکی اور اجر کا باعث ہے۔ ہمارے معاشرے میں کتنے ہی کپڑے بیکار پڑتے رہتے ہیں انھیں حاجت مندوں کو دیا جائے اور ایسے علاقوں میں بھیجا جائے جہاں ستر پوشی کی ضرورت ہے۔تو یہ انسان کی خدمت ہے اور دینے والے کے لیے ثواب کا باعث ہے۔ رفاہی ادارے، رفاہی کام کرنے والے افراد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے محلے، علاقے کے صاحب ثروت لوگوں سے بیکار کپڑے وصول کر کے غریبوں کی بستیوں میں جا کر تقسیم کریں۔

۴۔ غلاموں اور لونڈیوں کا لحاظ کرنا:

قدیم زمانے سے لے کر اس دور تک انسانیت کا ایک گھمبیر مسئلہ انسانوں کی غلامی رہا ہے۔ دنیا کے ہر خطے اور ہر دور میں اس کا وجود پایا گیا ہے، پھر جتنے مصائب و مظالم غلاموں اور لونڈیوں پر روا رکھے گئے جتنی زیادتیاں اور بے انصافیاں ان کے ساتھ ہوئیں اور جتنی حق تلفیاں، پامالیاں ان کی ہوئیں اور ان کو ذلیل و خوار کیا گیا اور جانوروں جیسا سلوک ان سے کیا گیا وہ تاریخ کا ایک بھیانک اور سیاہ باب ہے۔ اس کے بیان کا یہاں موقع نہیں ہے۔

اسلام نے روزِ اوّل سے غلامی کو بتدریج ختم کرنے کی مسلسل کوشش کی اور کافی حد تک ختم بھی کر دیا تاہم جب تک یہ ختم ہوا اس وقت تک اس مظلوم و مقہور طبقے سے جو شفقت برتی، جتنی رعایت اور لحاظ اس کا کیا اور جتنے حقوق و مراعات اسے دیں اور حسنِ سلوک کی تاکید کی وہ اسلام کی خوبیوں کی ایک جیتی جاگتی تصویر ہے۔ یہاں مختصر طور پر قرآن مجید میں غلاموں کے بارے میں آمدہ چند باتیں پیش کی جا رہی ہیں، اس سے ان کے ساتھ رحمت و شفقت کی جھلک دیکھی جا سکتی ہے۔

الف) غلام آزاد کرنا

اللہ تعالیٰ نے غلاموں کو آزادی دلانے کے لیے مسلمانوں کے لیے کئی طریقے تجویز کیے۔ ان میں سے ایک طریقہ کفّارے (کسی گناہ کو مٹانے) کے طور پر غلام آزاد کرنا ہے۔ ارشاد فرمایا:

وَمَن قَتَلَ مُؤْمِناً خَطَئاً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ (النساء ۴:۹۲)

”جس شخص نے کسی مومن (مرد یا عورت) کو خطا سے قتل کر دیا تو ایک مؤمن گردن (مرد و عورت) آزاد کرے“۔

قرآن مجید نے قتل کی تین صورتیں بتایں ایک مقتول اسلامی ریاست کا باشندہ ہو، دوم وہ دارالکفر کا ہو، سوم کسی معاہد ریاست کا شہری ہو۔ ہر حالت میں ایک مؤمن غلام آزاد کرنا ہے۔ اس طرح قسم توڑنے پر غلام آزاد کرنا اور ظہار سے رجوع کرنے پر غلام آزاد کرنا یہ صورتیں کفارے کی تھیں، جو کسی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حد تک لازمی ہیں۔ پھر زکوٰۃ کی مدات میں سے غلاموں کی آزادی کے لیے زکوٰۃ کا مال خرچ کرنا ایک اہم مد قرار دی گئی ہے۔ نیز قرآن مجید نے نفلی خیرات اور صدقات کے طور پر غلام آزاد کرنے کی ترغیب دی ہے اور اسے دنیا و آخرت کی بڑی بھلائی قرار دیا ہے۔ اس کا تذکرہ سورۃ البلد کی آیات میں گزر چکا ہے۔ پھر احادیث مبارکہ سے روزہ توڑنے کا کفارہ غلام آزاد کرنا ہے۔ کفارے کی مزید تفصیلات اس کتاب کے باب ششم میں ملاحظہ کریں۔

ب) غلاموں اور لونڈیوں کی شادی کرانا

اللہ نے ارشاد فرمایا:

وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِن يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (النور ۲۴:۳۲)

''تم میں سے جو لوگ مجرد ہوں اور تمہارے لونڈی و غلام جو صالح ہوں ان کے نکاح کر دو۔ اگر وہ غریب ہوں تو اللہ اپنے فضل سے ان کو غنی کر دے گا، اللہ بڑی وسعت والا اور علیم ہے''۔

اس میں مسلمانوں کو ترغیب دی گئی کہ اپنے غلاموں اور لونڈیوں کی شادی کرائیں اور ان کی فطری ضرورت کو پورا کریں۔ اس سے ان کی معاشرتی، اخلاقی اور روحانی اصلاح ہوگی، ذمہ داری کا احساس بڑھے گا اور اچھے شہری بنیں گے۔ غلاموں اور لونڈیوں کی شادی کرنا اور کرانا ان کی آزادی کی طرف ایک بنیادی قدم ہے۔ ایک لونڈی اگر ایک آزاد مرد سے شادی کرے گی تو اس کی اولاد خود بخود آزاد ہو جائے گی۔ نیز اگر یہ اپنے آقا کی بیوی بنے گی اور اس سے اولاد ہوگی تو یہ خود بخود ام الولد بن جائے گی جو آزادی کے قریب کا ایک درجہ ہے۔

ج) غلاموں سے مکاتبت کرنا

مسلمانوں کو ان کی آزادی کے لیے اس بات پر ترغیب دی کہ وہ اپنی آزادی کے لیے باہمی طے شدہ رقم دیں تو ان سے مکاتبت (آزادی کے لیے لکھ پڑھ کرنا) کرو اور انھیں آزاد کر دو۔ ارشاد فرمایا:

وَالَّذِينَ يَبْتَغُونَ الْكِتَابَ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا وَآتُوهُم مِّن مَّالِ اللَّهِ الَّذِي آتَاكُمْ (النور ۲۴:۳۳)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اور تمہارے محکوموں میں جو مکاتبت کی درخواست کریں ان سے مکاتبت کرلو اگر تمہیں معلوم ہو کہ ان کے اندر بھلائی ہے اور ان کو اس مال میں سے دو جو اللہ نے تمھیں دیا ہے"۔

جب وہ اپنی آزادی کا مطالبہ کریں اور تمھیں کم وبیش تمہاری رقم بھی ادا کریں تو ان سے لکھ پڑھ کر کے ان کی آزادی کا معاہدہ کرلیں۔ نیز مسلمانوں کو ترغیب دی کہ انھیں اللہ کے دیے ہوئے مال میں سے کچھ دے کر ان کو آزادی دلانے میں تعاون کریں اور امداد کا حصہ ڈالیں۔

د) نکاح میں مومن غلام اور لونڈی کو قبول کر لینا

اللہ تعالٰی نے اپنے مؤمن بندوں کو ترغیب دی کہ نکاح کے لیے رشتہ تلاش کرنے اور نکاح کرنے میں نیک اور صالح غلام اور لونڈی کو مشرکہ اور کتابیہ کے مقابلہ میں اختیار کرلیں اور مشرک مرد اور مشرک عورت سے نکاح نہ کریں۔ غلاموں اور لونڈیوں پر اس سے بڑی شفقت اور مہربانی اور کیا ہوسکتی ہے کہ اسے کوئی آزاد گھرانہ اپنا داماد بنا کے اور کوئی شریف گھرانہ لونڈی کو اپنی بہو بنا کر گھر لے آئے۔

سبحان اللّٰہ وبحمدہ سبحان اللّٰہ العظیم.

ہ) غلاموں کا احترام

اسلام نے غلاموں کا احترام کرنے، ان کے نام سے یا اچھے لقب سے پکارنے اور ان کے باپوں کی طرف نسبت کرنے کی تعلیم دی ارشاد باری ہے:

ٱدْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِندَ اللَّهِ فَإِن لَّمْ تَعْلَمُوا آبَاءَهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ وَمَوَالِيكُمْ (الاحزاب ۳۳:۵)

"(منہ بولے بیٹوں کو) ان کے باپوں کی نسبت سے پکارو یہ اللہ کے نزدیک زیادہ منصفانہ بات ہے اور اگر تمھیں معلوم نہ ہو کہ ان کے باپ کون ہیں تو وہ تمہارے دینی بھائی اور رفیق ہیں"۔

یہ آیت اگرچہ لے پالک بیٹوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن اشارۃً غلاموں کے احترام و توقیر کی بات بھی نکلتی ہے۔ پھر مزید تائید نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات سے ہوئی "کوئی آقا اپنے غلام کو عَبْدِیْ (میرا عبد) نہ کہے بلکہ فَتَایَ (میرا جوان) کہے۔" اس طرح غلاموں کو ممانعت کردی کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''وہ اپنے آقاؤں کو رب نہ کہیں''۔ (صحیح بخاری کتاب العتق)

و) ناجائز کام نہ لینا

غلاموں اور لونڈیوں کے بارے میں قرآن مجید کی ایک تعلیم یہ ہے کہ ان سے ناجائز، حرام اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے خلاف کوئی کام نہ لیا جائے، ارشاد باری ہے:

وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّناً لِّتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَن يُكْرِههُّنَّ فَإِنَّ اللَّهَ مِن بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (النور ۲۴: ۳۳)

''اور اپنی لونڈیوں کو اپنے دنیوی فائدوں کی خاطر قحبہ گری پر مجبور نہ کرو جبکہ وہ خود پاکدامن رہنا چاہتی ہوں اور جو کوئی ان کو مجبور کرے تو اِس جبر کے بعد اللہ ان کے لیے غفور و رحیم ہے''۔

یہ وہ اعلیٰ حقوق ہیں جو اسلام نے ان کو دیے اور اسی وجہ سے آپ ﷺ کی دعوت پر سب سے پہلے لبیک کہنے والوں میں غلام اور لونڈیاں تھیں اور ابتدائی دور میں سب سے زیادہ اسلام کے لیے تکلیف سہنے والوں میں غلام اور لونڈیاں ہی تھیں۔ نیز اس کی راہ میں اولین شہیدوں میں شمار ہونے والی یہی ہستیاں تھیں۔ ان میں حضرت زیدؓ بن ثابت اور حضرت سمیہؓ غلام شہداء کے گل سرسبد ہیں۔

اسلام کی آمد کے وقت غلام تین قسم کے تھے۔ ایک جنگی قیدی۔ دوسرے آزاد آدمی جن کو پکڑ پکڑ کر غلام بنایا اور بیچ ڈالا جاتا تھا۔ تیسرے وہ جو نسلوں سے غلام چلے آتے تھے۔ آپ ﷺ کی بعثت کے وقت عرب اور بیرونِ عرب دنیا بھر کا معاشرہ ان تمام اقسام کے غلاموں سے بھرا ہوا تھا اور سارا معاشی و معاشرتی نظام مزدوروں اور نوکروں سے زیادہ ان غلاموں کے سہارے چل رہا تھا۔ اسلام کے سامنے پہلا سوال یہ تھا کہ یہ غلام جو پہلے سے چلے آرہے ہیں ان کا کیا کیا جائے؟ دوسرا سوال یہ تھا کہ آئندہ کے لیے غلامی کے مسئلے کا کیا حل ہے؟ پہلے سوال کے جواب میں اسلام نے یہ نہیں کیا کہ یک لخت قدیم زمانے کے تمام غلاموں سے لوگوں کے حقوقِ ملکیت ساقط کر دے، کیونکہ اِس سے نہ صرف یہ کہ پورا معاشرتی و معاشی نظام مفلوج ہو جاتا بلکہ پورا عرب خانہ جنگی میں مبتلا ہو جاتا اور اسلامی تحریک خانہ جنگی میں گم ہو جاتی، لہٰذا اسلام نے **فك رقبة** کی ایک زبردست اخلاقی تحریک شروع کی اور تلقین و ترغیب اور مذہبی احکام و ملکی قوانین کے ذریعے سے لوگوں کو اس بات پر ابھارا کہ یا تو آخرت کی نجات کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے طوعاً غلاموں کو آزاد کریں یا اپنے قصوروں کے کفارے ادا کرنے کے لیے مذہبی احکام کے تحت انھیں آزاد کریں، یا مالی معاوضہ لے کر ان کو چھوڑ دیں۔ اس تحریک کے نتیجے میں جہاں تک سابق دور کے غلاموں کا تعلق ہے وہ خلفائے راشدین کا زمانہ ختم ہونے سے پہلے ہی تقریباً سب کے سب رہا ہو چکے تھے۔ (اس مسئلے پر مزید روشنی باب ۶ کی بحث میں پیش کی گئی ہے)

اب رہ گیا آئندہ کا مسئلہ اس کے لیے اسلام نے غلامی کی اس شکل کو قطعاً حرام کر دیا اور قانوناً مسدود کر دیا کہ کسی آزاد آدمی کو پکڑ کر غلام بنایا اور بیچا اور خریدا جائے۔ البتہ جنگی قیدیوں کو صرف اس صورت میں غلام بنا کر رکھنے کی اجازت (حکم نہیں بلکہ اجازت) دی جبکہ ان کی حکومت ہمارے جنگی قیدیوں سے ان کا تبادلہ کرنے پر راضی نہ ہو اور وہ خود بھی اپنا فدیہ ادا نہ کریں۔ پھر ان غلاموں کے لیے ایک طرف اس امر کا موقع کھلا رکھا گیا کہ وہ اپنے مالکوں سے مکاتبت کر کے رہائی حاصل کر لیں اور دوسری طرف وہ تمام ہدایات ان کی رہائی کے حق میں بھی موجود ہیں جو قدیم غلاموں کے بارے میں تھیں۔ یہ وہ حل ہے جو اسلام نے غلامی کے مسئلے کا کیا ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۳ ص ۴۰۲)

۵۔ یتیموں پر شفقت و رحمت:

نزولِ قرآن کے وقت جو طبقات ظلم اور مصیبت میں مبتلا تھے اور کسمپرسی کی حالت میں زندگی گزارتے تھے ان میں ایک طبقہ یتیموں کا بھی تھا۔ یتیموں کے ساتھ ظلم اور زیادتیوں کی تفصیل تاریخ و سیرت کی کتب میں ملتی ہے۔ ان کی کوئی توقیر اور احترام نہیں تھا۔ انھیں میراث میں سے حصہ نہیں دیا جاتا، ان کی تعلیم و تربیت کا بندوبست نہیں تھا۔ غرضیکہ ہر لحاظ سے مظلوم و مجبور تھے۔

قرآن مجید نے والدین اور قرابت داروں کے حقوق کی ادائیگی کے بعد جس طبقے کا تذکرہ کیا، وہ یتیم ہیں۔ کتاب اللہ میں یتیم اور یتامیٰ کلمہ ۲۳ مرتبہ ۲۲ آیتوں اور ۱۳ سورتوں میں آیا ہے۔

جس معصوم بچے کے سر سے اس کے باپ کا سایہ اٹھ جائے وہ اس خلوص اور توجہ سے محروم ہو جاتا ہے جو اس کی پرورش، تعلیم و تربیت اور معاشی استحکام کے لیے بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ اس لیے افراد، معاشرے اور حکومت کی ذمہ داری ہے کہ اس کی ضروریات پوری کریں اور اسے باپ سے محروم ہونے کا احساس نہ ہونے دیں۔ اسلامی حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ یتیموں کے حقوق کی حفاظت کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے انتظامی اور قانونی دونوں طرح کی تدابیر اختیار کرے۔ ایسی قانون سازی کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بنیادی اصول ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: فَأَنَا وَلِيُّ مَنْ لَاوَلِيَّ لَهُ (میں اس شخص کا سرپرست ہوں جس کا کوئی سرپرست نہ ہو) یتیم کے بارے میں معاشرے کی غفلت سے یہی نہیں کہ اس کی صحیح نشوونما نہیں ہوگی اور وہ نہ صرف جسمانی لحاظ سے کمزور ہوگا بلکہ اس کی صحیح ذہنی وفکری تربیت بھی نہیں ہو سکے گی۔ ہوسکتا ہے کہ ایسے سنگ دل اور بے رحم معاشرے کے خلاف اس کے اندر بغاوت پرورش پانے لگے اور وہ ایک اچھا شہری بننے کے بجائے پورے معاشرے کے لیے نقصان دہ بن جائے۔

قرآن مجید کی ان ۲۲ آیتوں میں یتیم کی نگہداشت، پرورش، تعلیم وتربیت اور اس کے جان و مال اور عزت وآبرو کی حفاظت کے لیے جو تعلیم دی گئی ہے اس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

الف) یتیم کے ساتھ عزت وشفقت کا سلوک

ان کے ہر معاملے میں دوسرے طبقات سے بڑھ کر حسنِ سلوک کا برتاؤ ہونا چاہیے۔ قرآن مجید نے یتیم پر رحمت اور حسنِ سلوک کا تذکرہ اللہ کی عبادت کے حکم کے بعد والدین اور قریبوں کے بعد تیسرے نمبر پر کیا ہے۔ (البقرہ۲:۸۳۔ النساء۴:۳۶)

ب) یتیم کے مال کی اصلاح

ان کے مال کی اصلاح، بہتری اور حفاظت کا خیال رکھنا چاہیے۔ ان کے رشتہ داروں، سرپرستوں اور ان کے مال کے نگرانوں کو چاہیے کہ ان کے سرمائے کو ضائع نہ ہونے دیں۔

(دیکھیے البقرہ۲:۲۲۰۔ النساء۴:۳۔ الانعام۶:۱۵۲)

ج) یتیم کی مالی معاونت

مومن کو چاہیے کہ جب انفاق کرے، صدقہ وخیرات کرے تو جن افراد وطبقات پر خرچ کرے ان میں یتیموں کو بھی شامل کرے۔ اگر یتیم صدقاتِ واجبہ کا مستحق ہے تو اُسے دے اور اگر ان کا مستحق نہیں ہے تو صدقاتِ نافلہ میں اسے ضرور پیشِ نظر رکھے۔ (البقرہ۲:۱۷۷، ۲۱۵۔ الانفال ۸:۴۱۔ الحشر۵۹:۷)

د) یتیموں کا مال ان کے حوالہ کرنا

جب یتیم بالغ ہوجائے اور سن شعور کو پہنچے اور اپنا مال سنبھالنے کے لائق ہوجائے تو بے کم وکاست

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پورے کا پورا مال اس کے حوالہ کر دینا چاہیے۔ (النساء۴:۲)

ہ) یتیم لڑکیوں سے نکاح

یتیم لڑکیوں سے ان پر شفقت اور رحم کھاتے ہوئے نکاح کرنا اجر وثواب کا باعث ہے لیکن ان کی ملکیت، دولت اور مال کو پیشِ نظر رکھ کر نکاح کرنا اور ولیوں کا لڑکیوں کو اس نیت سے اپنے گھر میں رکھنا اسلام کی نظر میں ناپسندیدہ اور برا فعل ہے۔ (النساء۴:۳،۱۲۷)

و) یتیم کو کھانا کھلانا

قرآن مجید نے جن لوگوں کو فیاضی اور سخاوت سے کھانا کھلانے کی ترغیب دی ہے، ان میں یتیم شامل ہیں۔ لہٰذا یتیم کو کھانا کھلانے کا بڑا اجر وثواب اور بڑی بھلائی ہے۔ (ملاحظہ کریں الدھر۷۶:۸۔ النساء ۴:۸۔ البلد۹۰:۱۵)

ز) یتیم سے انصاف کرنا

مسلمان کو ہر موقع محل پر اور ہر معاملے میں انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا چاہیے۔ تاہم بے سہارا یتیم کے انصاف پر خصوصی توجہ دینی چاہیے اور اس کے سرپرستوں کو اس بات کی خاص تاکید کی ہے وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْیَتٰمٰی بِالْقِسْطِ ؕ (النساء۴:۱۲۷) ''اور یہ کہ یتیموں کے لیے انصاف پر قائم رہو''۔

ح) مالِ غنیمت میں یتامیٰ کا حصہ

مالِ غنیمت جو جہاد کے نتیجے میں مسلمانوں کو حاصل ہوتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے یتموں کا خصوصی حصہ رکھا ہے۔ (ملاحظہ کریں الانفال ۸:۴۱۔ الحشر۵۹:۸)

ط) یتیم دروازے پر آئے تو نرمی کرنا

یتیم کسی کے دروازے پر سائل بن کر آئے یا کسی ضرورت کے لیے حاضر ہو تو اس سے نرمی کے ساتھ گفتگو کرنا، بات چیت میں سختی نہ کرنا اور ڈانٹ ڈپٹ ہرگز نہ کرنا بلکہ کچھ کھلا پلا کر روانہ کرنا۔ خاص طور پر میراث کی تقسیم کے موقع پر حاضر ہو تو اسے کھانا کھلانا چاہیے اور نرمی سے سمجھا بجھا کر روانہ کرنا چاہیے۔ (دیکھیے الضحیٰ ۹۳:۹۔ الماعون ۱۰۷:۲۔ النساء۴:۸۔۱۰)

ی) یتیم کا مال کھانا بڑا گناہ ہے

یتیم کا مال کھا جانا، اس کے اچھے مال کو اپنے خراب مال سے تبدیل کر دینا، اس کے مال کو تلف

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنا، اس کے بالغ ہونے سے پہلے اسے ختم کر دینا وغیرہ بڑا گناہ ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ۝ (النساء ۴:۱۰)

ک) یتیم کو تعلیم دینا اور اس کی آزمائش لینا

یتیم کا ولی اس کی تعلیم و تربیت کرے اور اسے معاملات کی تعلیم دے اس دوران وہ ولی اس کے مال سے بقدر ضرورت و حاجت اپنی محنت کا اجر لے لے، پھر اس کے بالغ ہونے پر اسے آزما کر دیکھے کہ وہ مال سنبھالنے کا اہل ہے تو اس کا مال حوالے کر دے اور اس پر گواہ بنا لے۔ (ملاحظہ کریں النساء ۴:۶)

ل) انسان کو اپنے بچوں کے یتیم ہونے کا تصور کرنا

یتیموں کے ساتھ معاملہ کرتے ہوئے آدمی اپنے دل کو ٹٹولے اور تھوڑا سا تصور کرے کہ میں فوت یا بے بس ہو جاؤں اور میرے بچے اس حالت میں تبدیل ہو جائیں تو ان کا کیا بنے گا اور ان کے بارے میں کیا ہونا چاہیے۔ اس سلسلے میں انسانی نفسیات کو اپیل کرنے والی ایک آیت ملاحظہ کریں۔

وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعَافًا خَافُوا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا (النساء ۴:۹)

”لوگوں کو اس بات کا خیال کر کے ڈرنا چاہیے کہ اگر وہ خود اپنے پیچھے بے بس اولاد چھوڑتے تو مرتے وقت انھیں اپنے بچوں کے حق میں کیا کچھ اندیشے لاحق ہوتے۔ پس چاہیے کہ اللہ کا خوف کریں اور راستی کی باتیں کریں“۔

مسلمان اس آیت کے مفہوم کو سامنے رکھ کر یتیم بچوں کے بارے میں انصاف کی بات کریں، ان کے ساتھ اچھا رویہ رکھیں۔

۶۔ معذوروں کی خدمت:

دنیا کا ایک طبقہ جو ہماری ہمدردیوں اور رعایتوں کا زیادہ مستحق ہے، وہ بیماروں معذوروں اور کمزوروں کا ہے۔ یہ لوگ اپنی کمزوری، معذوری اور بے بسی کی وجہ سے اپنی خبر گیری اور خدمت نہیں کر سکتے۔ سو ایسے انسانوں کی دیکھ بھال، خبر گیری، خدمت اور لحاظ کرنا انسانیت کا فرض ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید کے مطالعے سے معذورین کے طبقے میں بیمار، نابینا، لولے لنگڑے، عمر رسیدہ، کمزور افراد، کمزور بچے اور بے بس عورتیں شامل ہیں۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے احکام وعبادات میں ان کے ساتھ کافی رعایت برتی ہے۔ اس رعایت اور سہولت کا مختصر سا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

الف) عبادات کی معافی

کچھ بنیادی عبادتیں معذورین سے ان کے عذر کی وجہ سے ساقط کر دی گئی ہیں۔ جیسے جہاد جیسا عظیم فریضہ اور بعض دیگر عبادات میں شرکت سے انھیں مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ وَلاَ عَلَى الْمَرْضَى وَلاَ عَلَى الَّذِيْنَ لاَ يَجِدُوْنَ مَا يُنفِقُوْنَ حَرَجٌ إِذَا نَصَحُوا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهِ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِن سَبِيْلٍ وَّاللهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ○ وَلاَ عَلَى الَّذِيْنَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لاَ أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَّأَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَناً أَلاَّ يَجِدُوْا مَا يُنفِقُوْنَ○ (التوبہ۹: ۹۱،۹۲)

’’ضعیف اور بیمار لوگ اور وہ لوگ جو شرکت جہاد کے لیے راہ نہیں پاتے، اگر پیچھے رہ جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ جبکہ وہ خلوص دل کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول کے وفادار ہوں۔ ایسے محسنین پر اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اور اللہ درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ اس طرح ان لوگوں پر بھی اعتراض کا کوئی موقع نہیں ہے جنہوں نے خود آکر آپ ﷺ سے خواہش کی تھی کہ ہمارے لیے سواریاں بہم پہنچائیں اور جب تم نے کہا کہ میں تمہارے لیے سواریوں کا انتظام نہیں کرسکتا تو وہ مجبوراً واپس ہوگئے اور حال یہ تھا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور انھیں اس بات کا بڑا رنج تھا کہ وہ اپنے خرچ پر شریک جہاد ہونے کی مقدرت نہیں رکھتے۔‘‘

اس طرح حج جیسی عبادت کے بارے میں فرمایا ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلاً (آل عمران ۳: ۹۷)

’’لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ جو اس گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے‘‘۔

استطاعت مالی، جسمانی اور سفری ہونا ضروری ہے۔ اگر کسی شخص کو ان میں سے کوئی ایک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استطاعت نہیں ہے تو اس پر حج فرض نہیں ہوگا۔ اس معافی میں نماز جمعہ اور نماز باجماعت وغیرہ شامل ہیں۔

ب) عبادات میں تخفیف

اللہ تعالیٰ نے بعض احکام اور عبادات میں عذر کی وجہ سے تخفیف کر دی ہے۔ جیسے معذوروں کی نماز کے لیے وضو ساقط کر دیا اور اس کی جگہ تیمم کا حکم دے دیا جو بہت ہی ہلکا عمل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّ لٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَ لِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۝ (المائدہ ۵:۶)

”اگر تم بیمار ہو یا سفر کی حالت میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص رفع حاجت کر کے آئے یا تم نے عورتوں کو ہاتھ لگایا ہو اور پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے کام لو، بس اس پر ہاتھ مار کر اپنے منہ اور ہاتھوں پر پھیر لیا کرو۔ اللہ تم پر زندگی کو تنگ نہیں کرنا چاہتا مگر وہ چاہتا ہے کہ تمھیں پاک کرے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دے شاید کہ تم شکر گزار رہو۔“

اس طرح حج کے بعض احکام میں عذر کا لحاظ رکھا گیا اور ان میں تخفیف کر دی گئی:

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ (البقرہ ۲:۱۹۶)

”پس جو شخص تم میں سے بیمار ہے یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہے تو وہ روزوں میں سے فدیہ دے یا صدقہ دے یا قربانی کرے۔“

نیز عذر کی حالت میں روزہ دار کو روزہ چھوڑنے اور توڑنے کی اجازت دی گئی۔

ج) بعض احکام کو مؤخر کرنا

اللہ تعالیٰ نے بعض احکام وقتی طور پر معذورین سے مؤخر کر دیے اور فرمایا کہ جب تندرست ہو جاؤ اور عذر دور ہو جائے تو ادا کریں جیسے روزے کا حکم بیماروں اور مسافروں سے مؤخر کر دیا گیا۔ (البقرہ ۲:۱۸۴۔۱۸۵)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

د) بھاری ذمہ داریوں سے مستثنیٰ

اس نوع کی اور بھی متعدد رعایتیں ہیں۔ بھاری ذمہ داریوں سے مستثنیٰ کو اجر کا حقدار قرار دینا۔ ایسے لوگ جو خدمت دین کے لیے بے تاب ہوں اور کسی حقیقی مجبوری کے سبب سے یا ذرائع نہ پانے کی وجہ سے عملاً خدمت نہ کر سکیں تو ان کے دل کو اتنا ہی صدمہ ہو جتنا کسی دنیا پرست کو روزگار چھوٹ جانے یا کسی بڑے نفع کے موقع سے محروم رہ جانے کا ہوا کرتا ہے۔ ان کا شمار اللہ کے ہاں خدمت انجام دینے والوں ہی میں ہوگا اگرچہ انھوں نے عملاً کوئی خدمت انجام نہ دی ہو، اس لیے کہ وہ چاہے ہاتھ پاؤں سے کام نہ کر سکے ہوں لیکن دل سے تو وہ برسرِ خدمت ہی رہے ہیں۔ یہی بات ہے جو غزوۂ تبوک سے واپسی پر سفر کے دوران نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رفقاء کو خطاب کرتے ہوئے فرمائی تھی:

اِنَّ بِالْمَدِیْنَةِ رِجَالًا مَا سِرْتُمْ سَیْرًا وَلَا قَطَعْتُمْ وَادِیًا اِلَّا كَانُوْا مَعَكُمْ (باب النیة، ریاض الصالحین، الامام النووی)

"مدینے میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ تم نے کوئی وادی طے نہیں کی اور کوئی کوچ نہیں کیا جس میں وہ تمہارے ساتھ نہ رہے ہوں"۔

صحابہؓ نے تعجب سے کہا "کیا مدینے میں رہتے ہوئے؟" فرمایا: "ہاں مدینے ہی میں رہتے ہوئے کیوں کہ مجبوری نے انھیں روک لیا تھا ورنہ وہ خود طاقت رکھنے والے نہ تھے"۔ (تفسیر عثمانی)

اس آیت پر غور کرتے ہوئے اصحاب النبی ﷺ کے عشق الٰہی، صداقت و شوق شہادت اور اخلاص پر غور کیجیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نے صحابہؓ کے دلوں میں عشق الٰہی کا وہ نشہ پیدا کیا تھا جس کی مثال کسی قوم و ملت کی تاریخ میں موجود نہیں۔

مستطیع و مقدور صحابہ کو دیکھو تو جان و مال سب کچھ اللہ کے راستے میں لٹانے کو تیار ہیں اور سخت سے سخت قربانی کے وقت بڑے ولولہ اور اشتیاق سے آگے بڑھتے ہیں۔ جن کو مقدور نہیں کہ وہ اس غم میں رو رو کر جان کھوئے لیتے ہیں کہ ہم میں اتنی استطاعت کیوں نہ ہوئی کہ اس محبوب حقیقی کی راہ میں قربان ہونے کے لیے اپنے آپ کو پیش کر سکتے۔

ہ) کھانے کا بندوبست

معذور اگر فقیر اور حاجت مند ہے تو فقیر اور مسکین کے زمرے میں ہونے کی وجہ سے کھانے کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حقدار ہے۔ لہٰذا اُسے دوسرے حاجت مندوں پر عذر کی بنا پر ترجیح دی جائے گی۔ لیکن فقیر یا مسکین نہیں ہے تو بھی اپنے عذر کی بنا پر کسی قدر کھانے کا مستحق ہے۔ نابینا، اپاہج اور دیگر عذرات کی وجہ سے ان کے لیے اپنے کھانے کا بندوبست کرنا مشکل ہے۔ لہٰذا قرآن مجید نے مسلمانوں کو کھانا کھلانے کی ترغیب دی اور ان کو کھانا کھانے کی اجازت دی ہے۔ ارشاد ہے:

لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَى حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى أَنفُسِكُمْ أَن تَأْكُلُوا مِن بُيُوتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ آبَائِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أُمَّهَاتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ إِخْوَانِكُمْ... اشتاتا (النور ٢٤:٦١)

"کوئی حرج نہیں اگر کوئی اندھا ہے یا لنگڑا یا مریض (کسی کے گھر سے کھالے) اور نہ تمہارے اوپر اس میں کوئی مضائقہ ہے کہ اپنے گھروں سے کھاؤ یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے یا اپنی ماں اور نانی کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے ان گھروں سے جن کی کنجیاں تمہاری سپردگی میں ہوں یا اپنے دوستوں کے گھروں سے اس میں بھی کوئی حرج نہیں کہ تم لوگ مل کر کھاؤ یا الگ الگ"۔

لہٰذا مسلم معاشرے اور اسلامی ریاست میں معذوروں کے کھانے کا بندوبست کرنا ان لوگوں کی ذمہ داری ہے جو اس معاشرے میں رہتے ہیں اور ریاست کی مہیا کردہ سہولیات سے استفادہ کرتے ہیں۔

معذوروں کے حقوق کی ادائیگی میں درج ذیل باتوں پر خاص توجہ دینی چاہیے۔

(۱) معذور افراد کا احترام

عام طور پر لوگ معذوروں کو ان کے عیوب سے پکارتے ہیں، ان کے عیبوں کی بنا پر ان کا نام رکھ لیتے ہیں اور بعض اوقات انھیں چڑاتے ہیں، تنگ کرتے ہیں لیکن اسلامی تعلیمات کی رو سے ان کا احترام کرنا، انھیں ان کے اپنے ناموں سے پکارنا اور برتاؤ میں نرمی کرنا چاہیے۔

(۲) کام میں رعایت

کام کاج میں ان سے تخفیف اور رعایت کا برتاؤ کرنا اور تندرستوں کی نسبت ان سے کم کام لینا چاہیے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۳) بھاری ذمہ داری نہ ڈالنا

معذور لوگوں پر بھاری ذمہ داری عائد نہیں کرنا چاہیے جب ان کا خالق ان کے ساتھ اتنی نرمی اور رعایت کر رہا ہے تو ہمیں ان کی طاقت، اہلیت اور برداشت کا لحاظ کرتے ہوئے ان سے رعایت کرنا چاہیے۔

(۴) کھانا اور کپڑے دینا

ان کی سب سے بڑی ضرورت کھانا اور لباس ہے سو اپنی مالی نیکیوں میں ان کو سامنے رکھنا، ان کے کھانے کا بندوبست کرنا، ان کو لباس پہنانا اور ان کی رہائش کا بندوبست کرنا چاہیے۔

(۵) ہر قسم کی مدد کرنا

اللہ تعالیٰ نے جہاد کے اہم مقاصد میں سے ایک اہم مقصد ان کی نصرت کرنا اور سرپرستی کرنا بتایا ہے سو ان کی مدد کرنا بڑی نیکی اور اجر و ثواب کا باعث ہے۔ ان کی تکالیف رفع کرنا، ان کو ظالم کے ظلم سے بچانا، کسی بندش میں جکڑے ہوئے ہوں تو انھیں آزاد کرانا ایک تندرست، صحت مند اور آزاد انسان پر اخلاقی و انسانی اور دینی فریضہ ہے۔

(۶) ان کے لیے کلمہ خیر کہنا

ہر شخص ان کی ضروریات و حاجات کو پورا نہیں کر سکتا لیکن ان کو کسی صاحب خیر اور حیثیت والے حضرات کے پاس تو لے جا سکتا ہے لہٰذا ان کے لیے کلمہ خیر کہنا ان کے ساتھ دو قدم چلنا جہاں سے ان کی مدد ہو سکے وہاں پر لے جانا، کسی کو ان کی مدد کے لیے آمادہ کرنا اور امداد لے کر دینا بھی بڑی نیکی ہے۔

(۷) معذورین کو ترجیح دینا

زندگی کے معاملات میں برتاؤ اور کام کاج میں جب دو افراد برابر ہوں اور کسی کام کے لیے پیش ہوں تو معذور فرد کو ترجیح دینا اعلیٰ انسانی اخلاق میں سے ہے جیسے ٹکٹ گھر میں لوگ ٹکٹ خرید رہے ہوں، دکان سے سامان لے رہے ہوں، سواری پر سوار ہو رہے ہوں تو اسلامی اور عام انسانی اخلاقی تعلیم یہ ہے کہ معذور کو ترجیح دی جائے اور پہلے اس کا کام کیا جائے، یہ نہ صرف نیکی کا کام ہے بلکہ معاشرے کو حسن اخلاق سے معمور کرنے کے لیے بھی ضروری ہے۔ آج کوئی شخص صحت مند ہے تو کل بیمار اور کمزور ہو سکتا ہے، اس وقت اسے یہ برتاؤ کام آئے گا اور اس طرح یہ معاشرتی ضرورت پوری ہو گی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۷۔ انسانوں کی عمومی خدمت کرنا:

قرآن مجید نے جہاں متعدد طبقات کی خدمت کرنے، ان کے ساتھ شفقت ومحبت کا برتاؤ کرنے پر زور دیا ہے اور تفصیل بیان کی ہے جسے ہم اوپر بیان کر آئے ہیں وہاں پر متعدد حاجت مندوں کے نام لے کر یا ان کی صفات بیان کر کے ان کی خدمت کرنے، ان کے حقوق ادا کرنے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی ہے۔ یہاں پر دو آیتیں نمونے کے طور پر بیان کی جارہی ہیں۔ ان ہی سے ایک طرف ان طبقات کا تذکرہ ہے تو دوسری طرف اسلام کا مزاج و نظام اور اس کی وسعت اور ہمہ گیری سمجھنے میں مدد ملے گی۔

چنانچہ اسلام کی جامعیت اور مختلف گوشوں کو نمایاں کرتے ہوئے فرمایا گیا:

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَ الْكِتٰبِ وَ النَّبِيّٖنَ ۚ وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَ السَّآئِلِيْنَ وَ فِي الرِّقَابِ ۚ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَ الصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ○ (البقرہ ۲:۱۷۷)

”نیکی یہ نہیں ہے کہ تم نے اپنے چہرے مشرق کی طرف کر لیے یا مغرب کی طرف بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ کو اور یوم آخرت اور ملائکہ کو اور اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب اور اس کے پیغمبروں کو دل سے مانے اور اللہ کی محبت میں اپنا دل پسند مال، رشتے داروں اور یتیموں، مسکینوں اور مسافروں پر، مدد کے لیے ہاتھ پھیلانے والوں پر اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے، نماز قائم کرے اور زکوۃ دے۔ اور نیک وہ لوگ ہیں کہ جب عہد کریں تو اسے وفا کریں اور تنگی و مصیبت کے وقت میں اور حق و باطل کی جنگ میں صبر کریں یہ ہیں راستباز لوگ اور یہی لوگ جنتی ہیں“۔

اس آیہ کریمہ کے مضمون پر غور کریں تو چار اہم باتیں سامنے آتی ہیں جو اسلام کی اساس اور بنیاد ہیں اور انسان کی ہدایت و مغفرت کا سبب ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الف) ایمان کامل

اللہ تعالیٰ، روز قیامت، جملہ ملائکہ، آسمانی کتب اور انبیاء کرام پر دل سے ایمان لانا اور ان پر یقین کرنا۔

ب) مال خرچ کرنا

باوجود محبت، رغبت اور حاجت کے اپنا مال زکوٰۃ کے علاوہ قریبوں، یتیموں، غریبوں، مسافروں اور سائلوں کو دینا۔ نیز انسانوں کی گردنیں چھڑانے میں دینا یعنی مسلمان جن کو کفار نے قید کر رکھا ہو ان کی رہائی میں یا مقروض کو قرض خواہ سے چھڑانے میں یا غلام کو آزاد کرانے میں یا مکاتب غلام کو خلاصی دلانے میں خرچ کرنا۔

ج) عبادات کی ادائیگی

نماز کو خوب درستی کے ساتھ ادا کرنا اور چاندی سونے اور جملہ اموال تجارت میں سے زکوٰۃ دینا۔

د) اخلاق حسنہ اختیار کرنا

اخلاق حسنہ میں سے دو ایسے بنیادی اخلاق کا تذکرہ کیا گیا جو تمام اخلاق کی اساس ہیں یعنی عہد پورا کرنا چاہیے۔ چاہے انفرادی ہو یا اجتماعی اور اللہ تعالیٰ سے ہو یا بندوں سے ہو اور صبر واستقلال کی صفت سے مزین ہو۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ ایسے ہی لوگ سچے ہیں اور یہی لوگ متقی اور پرہیزگار ہیں۔ آیۃ کریمہ کی ابتدا میں لیس البر کہہ کر بتایا کہ چند رسوم اور طور طریقوں کو اختیار کر لینا اور عقائد و اعمال کی پروا نہ کرنا نیکی نہیں ہے اور نہ ہی نجات کے لیے کافی ہے۔ (تفسیر عثمانی، تفسیر البقرہ ۲:۱۷۷)

ہمارے موضوع کی نسبت سے مضامین آیۃ کے دوسرے نقطے پر غور کریں تو بندوں کے مالی حقوق کی ادائیگی، ان کی خدمت اور ان پر شفقت کی اہمیت معلوم ہوتی ہے اور اس کام کی عمومیت اور وسعت کا اندازہ ہوتا ہے۔

انسانوں کے ساتھ حسن سلوک اور ان پر شفقت کی اہمیت اور وسعت کا اندازہ کرنے کے لیے ایک اور آیت کا مطالعہ کیجیے:

وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَن كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا ۝ (النساء ۴:۳۶)

''اور تم سب اللہ کی بندگی کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرو۔ قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ اور پڑوسی رشتہ دار سے اجنبی، ہمسایہ سے، پہلو کے ساتھی اور مسافر سے اور لونڈی غلاموں سے جو تمہارے قبضہ میں ہیں احسان کا معاملہ رکھو یقین جانو اللہ کسی ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو اپنے پندار میں مغرور ہو اور اپنی بڑائی پر فخر کرے''۔

آیت میں آمدہ صاحب بالجنب کے لفظی معنی ہیں پہلو کا ساتھی یا ہم پہلو ساتھی۔ لہٰذا اس کے معنی مفہوم اور دائرہ کار میں بڑی وسعت ہے۔ اس کا دائرہ ہم نشین دوست سے لے کر تھوڑی دیر کے لیے معمولی ساتھ والے فرد تک پھیلا ہوا ہے جیسے آپ بازار میں جا رہے ہیں، راستہ چل رہے ہیں، سفر میں ہیں یا بس، ریل، جہاز میں کسی کے برابر بیٹھے ہوئے ہیں، دکان پر سودا خرید رہے ہیں، ٹکٹ کی کھڑکی پر ٹکٹ خرید رہے ہیں، مجلس میں کسی کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں اور دفتر میں کوئی آپ کا ہم نشین ہے۔ فیکٹری میں آپ کے ساتھ کام کر رہا ہے یہ تمام لوگ صاحب بالجنب کے دائرے میں شامل ہیں۔ لہٰذا ان کے ساتھ حسن سلوک کی قرآن مجید نے تعلیم دی ہے۔ اس کا کم از کم درجہ یہ ہے کہ ان کو اپنے قول و فعل سے تکلیف نہ دی جائے، ایسی گفتگو نہ کی جائے جس سے ان کی دل آزاری ہو، کوئی ایسا کام نہ کیا جائے جس سے ان کو تکلیف پہنچے۔ مثلاً سگریٹ پی کر اس کا دھواں ان کی طرف نہ چھوڑیں، پان کھا کر اس کی پیک ان کی طرف نہ پھینکیں، سیٹ پر اپنی جگہ ہی گھیریں اور دھکا دے کر ان سے آگے نہ بڑھیں۔ قرآن مجید کی اس تعلیم پر عمل کیا جائے تو ریل، بس، بازار اور رش والی جگہوں کی بہت سی تکالیف اور جھگڑے دور ہو جائیں۔ (تفہیم القرآن اور معارف القرآن)

قرآن مجید نے مسکینوں، فقیروں، بھوکوں، مسافروں، قیدیوں اور مصیبت کے ماروں کا تذکرہ جس کثرت سے کیا ہے اس کی جھلک ان کے بارے میں آمدہ ان الفاظ کی تعداد سے کیجیے۔

چنانچہ قرآن مجید میں مسکین کا کلمہ ۱۱ مرتبہ اور مساکین کا لفظ ۱۲ مرتبہ آیا ہے۔ یعنی ۲۳ آیتوں اور ۱۸ سورتوں میں مسکینوں کا تذکرہ ہے۔ فقیر کا کلمہ ۵ مرتبہ اور فقراء کا کلمہ ۷ مرتبہ آیا ہے۔ جو ۱۰ سورتوں اور ۱۲ آیتوں میں بیان ہوا ہے۔ ابن السبیل (مسافر) کا ۸ مرتبہ بیان ہوا ہے۔ بائس (بھوکا) ایک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرتبہ، الغارمین (مقروض) کا کلمہ ایک بار اور اسیر (قیدی) کا ۴ مرتبہ آیا ہے۔ اس طرح سائل کا لفظ ۷ مرتبہ وارد ہوا ہے۔ یہ کلمات جس کثرت سے آئے ہیں اور بہت سی آیات میں وارد ہوئے ہیں ان میں یقیناً ان کے حقوق واحکام بیان کیے گئے ہیں اور جو بات کسی فرد کا حق ہے، وہ دوسرے پر فرض ہے۔ لہٰذا ان طبقات اور افراد کے حقوق ادا کرنا اصحاب ثروت ودولت پر فرائض میں سے ہیں۔ جو ان کی ادائیگی کر کے ہی عہدہ برا ہو سکتے ہیں۔

۸۔ حاجت مند افراد کی سفارش کرنا:

قرآن مجید نے حاجت مند، ضرورت مند، بے بس اور مظلوم افراد کی ضرورتیں پوری کرنے، ان سے ظلم دور کرنے اور انھیں آرام پہنچانے کے لیے ان کو مناسب اشخاص کے پاس لے کر جانے، ان کی سفارش کرنے اور تعاون کرنے کو بڑا اجر وثواب کا کام بتایا ہے ارشاد باری ہے۔

مَّن يَشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُن لَّهُ نَصِيبٌ مِّنْهَا وَمَن يَشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَكُن لَّهُ كِفْلٌ مِّنْهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيتًا (النساء ۴:۸۵)

"جو بھلائی کی سفارش کرے گا وہ اس میں حصہ پائے گا اور جو برائی کی سفارش کرے گا وہ اس میں حصہ پائے گا اور اللہ ہر چیز پر نظر رکھنے والا ہے"۔

علماء نے اس آیت کی تفسیر میں ایک حدیث یہ لکھی ہے۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الدال علی الخیر کفاعله (البزار) "آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی نیکی پر کسی کو آمادہ کرے اس کو بھی ایسا ہی ثواب ملتا ہے جیسا اس نیک عمل کرنے والے کو ملتا ہے"۔

اس کی تفسیر میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں۔ اگر کوئی محتاج کی سفارش کر کے دولت مند سے کچھ دلوا دے۔ تو یہ بھی خیرات کے ثواب میں شریک ہوگا۔ (تفسیر عثمانی ص ۱۱۹)

صحیح بخاری میں ایک حدیث ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اشفعوا فلتجوروں ویقضی اللہ علی لسان نبیہ ماشاء "یعنی تم سفارش کیا کرو تمھیں ثواب ملے گا۔ پھر اللہ اپنے نبی کے ذریعے جو فیصلہ فرمائیں اس پر راضی رہو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۹۔ انبیاء کرام کے نمونے

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں چند انبیاء کرام اور بعض علماء کے قصے کثرت سے بیان کیے ہیں۔ ان قصوں میں ان نبیوں کے کام اور کردار کے جو پہلو نمایاں طور پر بیان کیے ہیں ان میں زیادہ تر خدمت خلق اور شفقت علی الخلق کے واقعات واحوال ہیں۔ چند انبیاء کرام کے قصوں میں آپ دیکھیں گے کہ موسیٰ علیہ السلام کی پوری زندگی میں دعوت وتبلیغ کے ساتھ جو کام ان کا نمایاں نظر آ رہا ہے، وہ خدمت خلق کے عظیم کارنامے ہیں کہیں مظلوم لوگوں کو ظالم کی غلامی اور قید سے نکل کر آزادی دلا رہے ہیں، تو کہیں بے بس عورتوں کے ریوڑ کو پانی پلا رہے ہیں، تو کہیں کسی مظلوم فریاد کرنے والے کی فریاد پر پہنچ رہے ہیں، تو کہیں پوری قوم کے لیے کھانے، پینے اور سائے کا بندوبست کرتے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔ اس طرح دیگر انبیاء کا معاملہ ہے۔ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کا علاج معالجہ کر رہے ہیں تو حضرات داوٗدؑ لوگوں کے فیصلے کر رہے ہیں ان کے لیے برتن اور دیگر ضروریات کا آہنی سامان تیار کر رہے ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام مہمانوں کو کھانا کھلا رہے ہیں۔

ابراہیم علیہ السلام کے خدمت خلق کے بڑے کارناموں میں اپنی اولاد کی اخلاقی، روحانی، معاشرتی اور معاشی زندگی کی سہولتوں کا پہلے سے بندوبست کرنا اور ان کے دونوں جہانوں کی بھلائی چاہنا، سب سے بڑا کانامہ ہے اور یہی وہ بنیادی فرق وامتیاز ہے جو ایک مومن کے رفاہی کاموں اور دین سے آزاد فرد کے رفاہی کاموں میں ہے۔

۱۰۔ مظلوموں کی مدد کرنا

اسلام نے اپنے پیروکاروں کو ہدایت کی اور ترغیب دی کہ وہ معاشرے کے مظلوم و مجبور اور بے سہارا لوگوں کو مظالم سے بچانے اور ان میں گھرے ہوئے لوگوں کو نکالنے کی کوشش کریں۔ اس کوشش میں چھوٹے موٹے بنیادی نقصانات ہوں تو بھی اس کی پرواہ نہ کریں اور اپنی طاقت کے مطابق ضرور ان کے کام آئیں ان کی دادرسی کریں اور ظالم کے ظلم سے چھڑائیں۔

اس سلسلے میں قرآنِ مجید نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی سے ایک نمونہ پیش کیا ہے اور مثال دینے کے لیے ایک واقعہ بیان کیا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام جب کہ فرعون کے گھر میں تھے اور شاہی خاندان میں شامل تھے۔ اس واقعے کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان کیا ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلَانِ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ○ (سورۃ القصص ۲۸:۱۵)

"ایک (دن) ایسے وقت شہر میں آئے جب کہ اہل شہر غفلت میں تھے انھوں نے دیکھا کہ دو آدمی لڑ رہے ہیں۔ ایک ان کی قوم کا تھا اور دوسرا ان کی دشمن قوم سے تعلق رکھتا تھا۔ ان کی قوم کے آدمی نے دشمن والے کے خلاف مدد کے لیے ان کو پکارا۔ موسیٰ نے اس کو گھونسا مارا اور اس کا کام تمام کر دیا"۔

اس آیت کی تفسیر اور تعبیر پر غور کریں تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام ایک مظلوم و مجبور کی مدد کو دوڑے اور ظالم کو ایک زوردار تھپڑ امارا جس سے ان کا ارادہ چھڑانے کا تھا لیکن کنپٹی والی چوٹ ایسی لگی کہ اس کا کام تمام ہو گیا۔ آگے آیت ۱۷ میں انھوں نے یہ کہہ کر اپنی پوزیشن واضح کی اور اللہ تعالیٰ کی تعلیم کا ایک اصول واضح کر دیا:

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ○ (القصص ۲۸:۱۷)

"اے میرے رب! یہ احسان جو تو نے مجھ پر کیا ہے اس کے بعد اب میں کبھی مجرموں کا مددگار نہیں بنوں گا"۔

موسیٰ علیہ السلام کے اس عہد کا مطلب یہ ہی نہیں ہے کہ میں کسی مجرم فرد کا مددگار نہیں بنوں گا بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ میری امداد و اعانت کبھی ان لوگوں کے ساتھ نہیں ہوگی جو دنیا میں ظلم و ستم کرتے ہیں۔ ابن جریر اور دوسرے مفسرین نے اس کا مفہوم یہ لیا ہے اور امام ابوحنیفہؒ نے بھی یہی مفہوم لیا ہے۔ (تلخیص تفہیم القرآن ص ۷۰۱)

اسی سورہ میں تھوڑا آگے چل کر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کا ایک اور کردار بیان فرمایا ہے وہ یہ کہ:

"جب وہ مصر سے نکل کر مدین کے کنویں پر پہنچا تو اس نے دیکھا کہ بہت سے لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں اور ان سے الگ ایک طرف دو عورتیں اپنے جانوروں کو روک رہی ہیں۔ موسیٰ نے ان عورتوں سے پوچھا تمھیں کیا پریشانی ہے انھوں نے کہا کہ ہم اپنے جانوروں کو پانی نہیں پلا سکتیں جب تک یہ چرواہے اپنے جانور نہ نکال کر لے جائیں اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارے والد ایک بہت بوڑھے آدمی ہیں۔ یہ سن کر موسیٰ نے ان کے جانوروں کو پانی پلادیا"۔ (القصص ۲۸:۲۴)

اس واقعے میں ان مجبور و کمزور خواتین نے موسیٰ علیہ السلام کو تعاون اور مدد کی کوئی درخواست اور گزارش نہیں کی تھی۔ بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کی بے بسی اور کمزوری کو دیکھ کر خود ان کے پاس گئے! صورت حال معلوم کی اور ان کے کہے بغیر ان کی مدد کی۔ پھر اس مدد پر باوجود ضرورت مند ہونے اور بھوکے ہونے کے ان سے معاوضہ یا کھانا وغیرہ طلب نہیں کیا۔ یہ مثال ہے اس صورت حال کی جب مظلوم مدد کے لیے نہ بلائے۔ تاہم ایک مومن کا کردار یہ ہونا چاہیے کہ وہ خود اس کی مدد کے لیے پہنچے اور کی ضرورت معلوم کر کے مدد کرے۔

ایک اور آیت ملاحظہ کریں۔

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا ○ (النساء ۴:۷۵)

"آخر کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں ان بے بس مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر نہ لڑو جو کمزور پا کر دبا لیے گیے ہیں اور فریاد کر رہے ہیں کہ خدایا ہم کو اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں اور اپنی طرف سے ہمارا کوئی حامی و مددگار پیدا کر دے"۔

قرآن مجید کی ان تینوں آیتوں میں مظلوموں کی تین حالتیں بتا کر ان کی مدد کرنے کا طریقہ بتایا گیا۔ اگر کوئی مظلوم مدد کے لیے پکارے اور اسے مدد کی ضرورت ہو تو اس کی ضرور مدد کرنا چاہیے۔ دوسری صورت میں آدمی خود کسی مجبور و معذور کی مدد ضروری سمجھے تو اس کے بلائے بغیر مدد کو پہنچے یہ پہنچنا بھی مومن کے کردار کا حصہ ہونا چاہیے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ فریاد کرنے والا بے بس اور مجبور ہو اور اس کے دین و ایمان کو خطرہ ہو تو ایسے افراد کی مدد کرنا فرض کفایہ ہے۔ اگر معاشرے میں سے کچھ لوگ ان کی امداد کے لیے پہنچیں تو پورے معاشرے سے ذمہ داری ادا ہو جائے گی۔

ایک بات کی وضاحت ضروری ہے وہ یہ کہ مومن کو کسی صورت میں ظالم کا ساتھ ہرگز نہ دینا چاہیے۔ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے اس طرح فرمایا: "جو شخص کسی ظالم کے ساتھ اس کی مدد کرنے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لیے چلا، وہ اسلام سے نکل گیا"۔ اس پر سلف صالحین نے ظالم بادشاہوں کی ملازمت اور کوئی عہدہ قبول کرنے سے سخت احتراز کیا کہ اس میں ان کے ظلم میں امداد واعانت ہے۔

(معارف القرآن ج سوم ص ۲۰۵ بحوالہ طبرانی)

ان آیات واحادیث سے اسلام کا مزاج، رخ اور طرز عمل سامنے آتا ہے اور جو کام ایک مسلم این جی اوز اور خدا ترس بندوں کو کرنا چاہیے وہ یہ ہے کہ مومن صرف اپنے دفاع، حفاظت اور سہولت و آرام کا نہ سوچے بلکہ دوسروں کی بھی اتنی ہی فکر کرنی چاہیے۔ یہی مفہوم ہے آپ ﷺ کے اس فرمان کا کہ تم میں کوئی شخص بھی اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک اپنے بھائی کے لیے بھی وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ قرآن حکیم کی تعلیم یہ ہے کہ عدل وانصاف میں دوست و دشمن سب برابر ہونے چاہییں۔ تمھارا دشمن کیسا ہی سخت ہو اور اس نے تمھیں کیسی ہی ایذا پہنچائی ہو، اس کے معاملے میں بھی انصاف ہی کرنا تمھارا فرض ہے۔

اسلام کی خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ وہ دشمنوں کے حقوق کی حفاظت کرتا ہے اور ان کے ظلم کا جواب ظلم سے نہیں بلکہ انصاف سے دینا سکھاتا ہے۔

۱۱۔ مسافروں کے حقوق

قرآن مجید نے سفر اور مسافروں کے لیے کئی اصطلاحیں استعمال کی ہیں۔ دو درجن سے زیادہ آیات میں ان کا تذکرہ ہے۔ ان میں سفر، سیر وسیاحت اور ضرب فی الارض سے کئی افعال آئے ہیں۔ پھر مسافر کے لیے ایک اصطلاح ابن السبیل کی ہے یہ کلمہ آٹھ آیات میں وارد ہوا ہے۔ اس سے مسافروں کے حقوق وآداب کا اندازہ ہوتا ہے۔

قدیم دور سے آج تک جو لوگ حاجت مند اور ضرورت مند رہے ہیں ان میں ایک طبقہ مسافروں کا ہے۔ زمانہ قدیم میں یہ لوگ عام طور پر تکلیفوں، مصیبتوں اور آفتوں میں مبتلا رہتے تھے۔ بھوک، پیاس اور دیگر تکلیفوں سے واسطہ پڑتا تھا۔ زیادہ تر یہ لوگ زادِ راہ ختم ہونے اور بعض مرتبہ لوٹ مار اور چوری کی وجہ سے کنگال ہوجاتے تھے۔ اگرچہ آج کے دور میں یہ سلسلہ کم ہوگیا ہے لیکن بعض اوقات اِس سے سابقہ پیش آتا رہتا ہے۔

لہٰذا قرآن مجید نے جہاں معاشرے کے دوسرے کمزور اور آفت زدہ طبقات کا لحاظ رکھا ہے اسی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح مسافروں کا بھی بہت لحاظ کیا ہے۔ ان کے حقوق متعین کیے گئے، ان کی عبادات میں تخفیف کی گئی، انھیں بوقتِ ضرورت لازمی صدقات و خیرات دلائی گئی اور ان سے حسنِ سلوک کی تاکید کی گئی۔

قرآن مجید میں مسافروں سے جو مراعات برتی گئی ہیں ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

مسافر: مسافر کی تعریف (Defenation) یہ کی گئی ہے: جو عاقل بالغ شخص اپنے گھر سے اڑتالیس (۴۸) میل (فقہ حنفی کی زیادہ سے زیادہ حد) دور جانے کی نیت کر کے گھر سے نکلے وہ مسافر ہے۔ لہٰذا اسے سفر کی وہ تمام مراعات حاصل ہوں گی جو اس کے لیے رکھی گئی ہیں۔

الف) عبادات میں تخفیف: اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی عبادات میں مسافر سے رعایت برتتے ہوئے فرض نماز جس میں چار رکعتیں ہیں وہ نصف کر دی (النساء ۴:۱۰۱)۔ روزہ چھوڑنے کی اجازت دے دی، ارشاد باری ہے:

فَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ (البقرہ ۲:۱۸۴)

''اور جو کوئی مریض ہو یا سفر پر ہو تو وہ دوسرے دنوں میں تعداد پوری کرے''۔

اس سے نمازِ جمعہ کی فرضیت ساقط ہو گئی، پانی نہ ہونے کی صورت میں تیمم کا حکم سفر کے صدقے ملا۔ جب اللہ تعالیٰ خود مسافروں سے اتنی نرمی برت رہے ہیں تو انسانوں کو بھی ان سے نرمی برتنی چاہیے۔

ابتدائے اسلام میں قیام اللیل تمام مسلمانوں کے لیے لازم تھا۔ پھر اس میں تخفیف کی گئی۔ اس تخفیف کی ایک وجہ مسلمانوں کا روزی کمانے کے لیے سفر کرنا بتایا گیا۔ ارشاد ہوا:

وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (المزمل ۷۳:۲۰)

''کچھ دوسرے لوگ اللہ کے فضل (رزق) کی تلاش میں سفر کرتے ہوں گے''۔

ب) زکوٰۃ کا مستحق ہونا: زکوٰۃ کے مستحقین کی جو مدات ہیں اور جو لوگ اس کے مستحق ہیں ان میں ایک مسافر ہے۔ وہ خواہ اپنے گھر میں غنی ہو لیکن حالتِ سفر میں اگر وہ مدد کا محتاج ہو جائے تو زکوٰۃ کی مد سے اس کی اتنی مدد کی جائے گی کہ وہ اپنے گھر پہنچ جائے۔

ج) مالِ غنیمت میں حصہ: اللہ تبارک و تعالیٰ نے جہاں مالِ غنیمت کے اہم مدات و مصارف مقرر فرمائے وہاں مسافروں کو بھی مالِ غنیمت سے حصہ دیا، فرمایا:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ (الانفال ۸:۴۱)

''اور تمھیں معلوم ہوا کہ جو کچھ مالِ غنیمت تم نے حاصل کیا ہے اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے''۔

کیوں کہ بعض اوقات مسافر کو امداد کی سخت ضرورت لاحق ہوتی ہے اس لیے حکومت کو چاہیے کہ مالِ غنیمت میں سے ایک حصہ ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے اور ان کے لیے سہولیات مہیا کرنے کے لیے مختص کرے۔ اس کی ایک صورت یہ ہے کہ حکومت اپنے بجٹ میں ان کے لیے مختلف ضرورتیں پوری کرنے کے لیے رقم رکھے۔ اور ان کے لیے سرائیں، مسافر خانے، راستے، سبیلیں، بیت الخلاء وغیرہ بنوائے۔

د) فے کا حق دار: وہ اموال منقولہ جو جنگی کارروائیوں کے دوران دشمن کے لشکروں سے حاصل ہوں مالِ غنیمت ہیں۔ ان کے ماسوا دشمن ملک کی زمینیں، مکانات اور دوسرے اموال منقولہ اور غیر منقولہ جو بغیر لڑائی کے دشمن سے حاصل ہوں، فے کہلاتے ہیں۔ ان اموال میں مسافروں کو حصہ دیا گیا: ارشاد ہے۔

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ... (الحشر ۵۹:۷)

''جو کچھ بھی اللہ بستیوں کے لوگوں سے اپنے رسول کی طرف پلٹا دے وہ اللہ اور رسول اور رشتہ داروں اور یتامیٰ اور مساکین اور مسافروں کے لیے ہے''۔

اس سے اندازہ کیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے مسافروں کا کتنا لحاظ رکھا ہے۔

ہ) مسافر کی خدمت کا حق ہونا: عام مسلمانوں پر مسافروں کی خدمت کرنا۔ ان کی ضروریات پوری کرنا اور ان کے کھانے کا بندوبست کرنا حق ہے۔ ارشاد ہے: وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَ لَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا ۝ (بنی اسرائیل ۱۷:۲۶) ''اور رشتہ دار کو اس کا حق دو اور مسکین و مسافر کو اس کا حق دو اور فضول خرچی نہ کرو''۔ اور سورۂ روم میں ارشاد ہے: فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ ۭ ذٰلِكَ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۡ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْمُفْلِحُوْنَ ٥ (آیت ۳۸) ''پس (اے مومن!) رشتہ دار کو اس کا حق دے اور مسکین و مسافر کو اس کا حق دے یہ طریقہ بہتر ہے ان لوگوں کے لیے جو اللہ کی خوشنودی چاہتے ہوں اور وہی فلاح پانے والے ہیں''۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں یہ نہیں فرمایا کہ رشتہ دار، مسکین اور مسافر کو خیرات دے بلکہ ارشاد یہ ہوا ہے کہ یہ اس کا حق ہے جو تجھے دینا چاہیے اور حق سمجھ کر تو اسے دے، اس کو دیتے ہوئے یہ خیال تیرے دل میں نہ آنے پائے کہ یہ کوئی احسان ہے جو تو کر رہا ہے۔ لہٰذا مسافروں کی خدمت کرنا اور ان کی ضروریات پوری کرنا مسلم معاشرے پر ایک قسم کا حق ہے اور یہی فرق ہے مسلم معاشرے اور غیر مسلم معاشرے کے درمیان کا۔ مسلم معاشرے میں ان کی خدمت ان کا حق سمجھ کر، اللہ کی رضا حاصل کرنے کا ذریعہ محسوس کر کے اور آخرت کی نجات حاصل کرنے کے لیے کی جاتی ہے۔

و) عمومی اِنفاق: قرآن مجید نے نفلی و عمومی انفاق کے جو حق دار بتائے ہیں، اُن میں ایک مسافر بھی ہے۔ مسافر اگرچہ اپنے گھر اور وطن میں غنی اور مال دار ہے لیکن سفر میں ہونے کی وجہ سے ہر قسم کے اِنفاق اور مدد کا مستحق ہے۔ ارشادِ باری ہے: يَسْـأَلُونَـكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلْ مَا أَنفَقْتُم مِّنْ خَيْرٍ فَـلِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِيْنَ وَالْيَتَامَى وَالْمَسَـاكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا تَفْعَلُواْ مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللّهَ بِهِ عَـلِيْمٌ ٥ (البقرۃ ۲:۲۱۵) ''جو لوگ آپ سے پوچھتے ہیں ہم کیا خرچ کریں؟ جواب دو کہ جو مال بھی تم خرچ کرو اپنے والدین پر، رشتہ داروں پر، یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں پر خرچ کرو اور جو بھلائی بھی تم کرو گے، اللہ اس سے باخبر ہوگا''۔ اس سلسلے کی مزید اہمیت سورۂ بقرہ (آیت: ۱۷۷) میں ملاحظہ کیجیے۔

ز) حسنِ سلوک: قرآن مجید نے مسافر کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید کی ہے۔ یہ مسافر چاہے وقتی اور تھوڑی دیر کا ساتھی ہی کیوں نہ ہو۔ بہرحال اس سے حسنِ سلوک کیا جائے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

> ''اور تم سب اللہ کی بندگی کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرو، قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آؤ اور پڑوسی رشتہ دار سے، اجنبی ہمسایہ سے، پہلو کے ساتھی اور مسافر اور ان لونڈی غلاموں سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو تمہارے قبضہ میں ہوں۔ احسان کا معاملہ رکھو یقین جانو کہ اللہ کسی ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو اپنے پندار میں مغرور ہو اور اپنی بڑائی میں فخر کرے"۔ (النساء ۴:۳۶)

مسافر کے حقوق اور اس سے حسنِ سلوک کے بارے میں یہ چند مختصر باتیں ہیں جو قرآنی تعلیمات کی روشنی میں پیش کی گئی ہیں۔ مزید تفصیل آئندہ ابواب میں بیان ہوگی۔

نزولِ قرآن کے وقت مسافروں کا تذکرہ کثرت سے کرنا اور ان کے حقوق کا اتنا خیال رکھنا اور ان کی ہر پہلو سے امداد کرنا، اس کی ایک وجہ بھی یہ تھی کہ اس وقت لوگ ہزاروں کی تعداد میں مختلف مقامات سے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے مصیبتوں کا سامنا کرنے، ابتلاء و آزمائش میں مبتلا ہونے اور اپنے عزیز و اقارب کی طرف سے سختیاں ہونے کی وجہ سے مدینہ منورہ اور اسلامی علاقوں میں سفر کر کے آتے رہتے ہیں۔ لہٰذا دورانِ سفر اور منزل پر ٹھکانہ ملنے تک ان کی امداد کی گئی۔ تاہم یہ احکام، آیات، احادیث اور فقہ میں آج بھی ویسے ہی باقی ہیں اور قیامت تک باقی رہیں گے۔ آج بھی کروڑوں کی تعداد میں جہاں لوگ سفر کرتے ہیں، وہاں لاکھوں کی تعداد میں طالبِ علم ہوتے ہیں جو علم کے لیے سفر کرتے ہیں۔ اس لیے ان پر خرچ کرنے کی بڑی مد آج بھی موجود ہے۔

۱۲۔ مقروض پر شفقت

اسلام نے جن طبقات کے ساتھ ہمدردی، شفقت اور رحم کا زیادہ برتاؤ کیا ہے، اُن میں ایک مقروضوں کا طبقہ ہے۔ تاریخ کی ابتدا سے لے کر آج تک قرض عام طور پر دو مقاصد کے لیے حاصل کیا جاتا ہے۔ ایک ذاتی ضروریات کے لیے جیسے شادی، تعلیم، خوراک و لباس، مکان بنانا، سواری وغیرہ خریدنے کے لیے لیا جاتا ہے۔ دوسرا کاروباری ضروریات و حاجات، جیسے دکان کھولنا، کارخانہ لگانا، جاری کاروبار کو بڑھانا، فیکٹری لگانا یا اس میں کوئی دوسرا شعبہ کھولنا وغیرہ۔

ان قرضوں میں سے پہلے قسم کے مقروض پر اسلام نے زیادہ شفقت کی ہے اور انھیں سہولت دلائی ہیں۔ قرآن مجید میں زکوٰۃ کے مستحقین کی جو فہرست دی گئی ہے، ان میں سے ایک مستحق مقروض بھی ہے۔ اسے "الغارم" کی صفت سے بیان کیا گیا ہے۔ غرام اور غرامہ اس جرمانے کو کہتے ہیں جو انسان پر ناگہانی آپڑے اور وہ تکلیف میں مبتلا ہو جائے۔ الغارمین سے مراد ایسے قرض دار ہیں جو اگر اپنے پورے مال سے قرضہ چکا دیں تو ان کے پاس قدر نصاب سے کم مال بچتا ہو۔ جب اللہ تعالیٰ مقروض کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زکوۃ دلا رہے ہیں تو ہمیں بھی اس سے نرمی برتنی چاہیے اور یہ ہماری ہمدردی کا حق دار ہے۔ نیز عام مسلمانوں کو ترغیب دی کہ وہ ایسے پریشان حال اور ضرورت مند لوگوں کو سہولت سے قرض دیں اور اس قرض کی وصولی میں نرمی برتیں۔ قرض دے کر اس کی ادائیگی میں مہلت دینا اور غریب ہو تو معاف کر دینا ایسا نیک کام ہے جو آخرت میں مغفرت کا سبب ہوگا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَى مَيْسَرَةٍ وَأَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ○ (البقرة۲:۲۸۰)

''اور اگر قرض دار تنگدست ہے تو کشادگی تک مہلت دو اور اگر بالکل معاف کر دو تو تمہارے لیے یہ (صدقہ کر دینا) عملِ خیر ہے، اگر تم سمجھو''۔

اس آیت سے شریعت میں یہ حکم نکالا گیا ہے کہ جو شخص ادائے قرض سے عاجز ہو گیا ہو، اسلامی عدالت اس کے قرض خواہوں کو مجبور کرے گی کہ اسے مہلت دیں اور بعض حالات میں وہ پورا قرض یا قرض کا ایک حصہ معاف بھی کرانے کی مجاز ہوگی۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص کے کاروبار میں گھاٹا پڑ گیا اور اس پر قرضوں کا بار بہت چڑھ گیا۔ معاملہ نبی ﷺ کے پاس آیا۔ آپ ﷺ نے لوگوں سے اپیل کی کہ اپنے اس بھائی کی مدد کرو۔ چنانچہ بہت سے لوگوں نے اس کو مالی امداد دی مگر قرضے پھر بھی صاف نہ ہو سکے۔ تب آپ ﷺ نے اس کے قرض خواہوں سے فرمایا کہ جو کچھ حاضر ہے، پس وہی لے کر اسے چھوڑ دو۔ اس سے زیادہ تمھیں نہیں دلوایا جا سکتا۔

فقہاء نے تصریح کی ہے کہ ایک شخص کے رہنے کا مکان، کھانے کے برتن، پہننے کے کپڑے اور وہ آلات جن سے وہ اپنی روزی کماتا ہو، کسی حالت میں قرق نہیں لیے جا سکتے۔ (تلخیص تفہیم القرآن)

زکوۃ کے مستحقین میں ایک مستحقِ زکوۃ مقروض ہے۔ لہٰذا (مقروض) چاہے کمانے والا ہو یا بے روزگار، خواہ عرفِ عام میں فقیر سمجھا جاتا ہو یا غنی، دونوں صورتوں میں اس کی امداد زکوۃ سے کی جائے گی۔ البتہ کچھ فقہاء کی رائے یہ ہے کہ جس شخص نے بداعمالیوں اور فضول خرچیوں کے لیے قرض لیا ہے اور اپنے آپ کو قرض میں مبتلا کیا ہے تو وہ جب تک تائب نہ ہو جائے، مدد نہیں کی جائے گی۔

مفتی محمد شفیعؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں ''غلام کی گلوخلاصی کے لیے یا قرض دار کو ادائے قرض کے لیے دینا عام فقراء و مساکین کو دینے سے افضل ہے۔ نیز یہ بھی شرط ہے کہ اس قرض دار کے پاس اتنا مال نہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو کہ وہ قرض ادا کر سکے''۔

۱۴۔ بیوہ کے حقوق اور اس کے ساتھ حسنِ سلوک

انسانی معاشرہ میں جن طبقات کو نظر انداز کیا گیا، ان کے ساتھ بے رحمانہ سلوک کیا گیا اور ذلت کے ساتھ انسانی حقوق سے محروم کیا گیا، ان میں ایک طبقہ بیوہ عورتوں کا ہے۔ یہ وہ خواتین ہیں جن کے شوہر فوت ہو چکے ہوں اور وہ بے بسی و بے کسی کی زندگی گزار رہی ہوں۔

اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب اور معاشروں نے ان کی بڑی حق تلفی کی ہے۔ بعض نے ان سے زندہ رہنے کا حق تک چھین لیا، انھیں نکاحِ ثانی سے محروم کیا، انھیں میراث کا حق دار قرار نہیں دیا، انھیں اپنے گھروں سے نکال دیا اور دربدر کی ٹھوکریں کھانے کے لیے چھوڑ دیا۔ یہاں تفصیل بیان کرنے اور حوالے دینے کی گنجائش نہیں ہے۔ بس نہایت اختصار سے چند ایک وہ عنایتیں، شفقتیں اور مہربانیاں جو اسلام نے اِس طبقے کے ساتھ کی ہیں، اُن کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

الف) عدت کا تعین: اللہ تبارک و تعالیٰ نے بیوہ عورتوں کو ان کے مناسب حقوق دیتے ہوئے ان کے لیے ان کے شوہر کی وفات کے بعد عدت مقرر کی ہے۔ یہ عدت دو قسم کی ہے، ایک وہ عورتیں جو اپنے شوہر کی وفات کے وقت حمل سے ہوں۔ ان کی عدت وضع حمل (بچہ جننا) ہے۔ چونکہ یہ عرصہ کم و بیش ہوسکتا ہے، اس لیے اس کا تعین ولادت ہی پر ہے۔ دوسری وہ جو حمل سے نہیں ہیں، اُن کی عدت چار مہینے دس دن ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجاً يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْراً... (البقرۃ ۲:۲۳۴)

''تم میں سے جو لوگ فوت ہو جائیں ان کے پیچھے اگر ان کی بیویاں زندہ ہوں تو وہ اپنے آپ کو چار مہینے دس دن تک روکے رکھیں''۔

حاملہ عورت چاہے بیوہ ہو یا مطلقہ، جب تک وضع حمل نہ کرے، اس وقت تک اس کی ضروریاتِ زندگی کا تمام خرچ شوہر کے مال میں سے ہوگا اور اس کے ورثاء اس کا بندوبست کریں گے۔ فرمایا:

وَإِن كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (الطلاق ۶۵:۶)

''اور اگر وہ حاملہ ہوں تو ان پر اس وقت تک خرچ کرتے رہو جب تک ان کا وضع حمل نہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو جائے''۔

بیوہ کی عدت کے فوائد پر غور کیا جائے تو ایک نمایاں فائدہ استبراءِ رحم (حمل نہ ہونے کا یقین ہونا) ہے اور دوسرا اہم فائدہ اس عورت کا تحفظ اور احترام ہے۔ عدت کے دوران اپنے شوہر کے گھر میں قیام کرے گی۔ مانوس مکان، واقف ماحول اور اپنائیت میں آرام سے بیٹھی رہے گی۔ اس کی عزت، جان اور مال محفوظ رہے گا۔ اگر یہ عدت مقرر نہ ہوتی تو نہ جانے اس کی جان اور عزت و آبرو کا کیا حال ہوتا۔

ب) گھر میں قیام: اگرچہ بیوہ کے لیے خاوند کے گھر میں لازمی قیام عدت کے دوران ہی ہے اور اس کے حقوق معین مدت (چار مہینے دس دن) تک ہیں۔ تاہم خاوند اور میت کے ورثاء کو ترغیب دی گئی ہے کہ اسے ایک سال تک اسی گھر میں رہنے دیں تو احسن اور افضل بات ہوگی۔ ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجاً وَّصِيَّةً لِّأَزْوَاجِهِم مَّتَاعاً إِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ إِخْرَاجٍ... (البقرۃ۲: ۲۴۰)

''تم میں سے جو لوگ وفات پائیں اور پیچھے بیویاں چھوڑ رہے ہوں، ان کو چاہیے کہ اپنی بیویوں کے حق میں وصیت کر جائیں کہ ایک سال تک ان کو نان ونفقہ دیا جائے اور وہ گھر سے نہ نکالی جائیں''۔

ج) نان ونفقہ کا بندوبست: عدت کے دوران میں بیوہ کا نان ونفقہ خاوند کی حیثیت، برادری اور ماحول کے مطابق دیا جائے گا۔ یہ شوہر کے مال ومیراث میں سے نکالا جائے گا۔ یہ بیوہ کا لازمی حق ہے، کسی صورت میں اسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی ساقط کیا جاسکتا ہے۔

د) مہر دلانا: شوہر نے اپنی زندگی میں اس کا مہر ادا نہیں کیا اور فوت ہوگیا تو یہ مہر اس کے ترکے میں سے دوسرے قرضوں کی طرح میراث کی تقسیم سے پہلے ادا کیا جائے گا۔ یہ ادا کرنا فرض ہے۔ یہ بیوہ کے لیے فوری اہم مالی مدد ہے۔ مہر کی ادائیگی کی تاکید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً... (النساء۴:۴)

''اور عورتوں کے مہر خوش دلی کے ساتھ فرض جانتے ہوئے ادا کرو''۔

(ہ) نکاح کی آزادی: بیوہ عورت کو اسلام نے نکاحِ ثانی کے لیے خودمختاری اور آزادی دی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ وہ عدت گزرنے کے بعد جب چاہے اور جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ اس طرح کی آزادی بہت کم معاشروں میں دی گئی ہے۔ عام طور پر جوان بیوہ کو یا تو شوہر کے خاندان والے اپنے قبضے میں کر لیتے ہیں اور اپنے خاندان کے کسی فرد سے وہ چاہے نہ چاہے نکاح کرا دیتے ہیں یا اس کے والدین اسے لے جاتے ہیں اور اپنی مرضی سے اس کا نکاح کرتے ہیں جب کہ اللہ نے اس پر قبضہ کرنے اور شوہر کی میراث میں اسے لینے سے منع فرمایا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ لاَ يَحِلُّ لَكُمْ أَن تَرِثُواْ النِّسَاء كَرْهاً... (النساء۴:۱۹)

''اے مومنو! تمہارے لیے جائز نہیں ہے کہ تم زبردستی بیوہ عورتوں کو میراث بنالو''۔

مسلم معاشرے اور اس کے افراد کو بیوہ اور غیر شادی شدہ لوگوں کا نکاح کرانے اور نکاح کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ ارشاد ہے: ''تم میں سے جو لوگ مجرد ہوں اور تمہارے لونڈی غلاموں میں سے جو صالح ہو، ان کا نکاح کر دو''۔ (النور۲۴:۳۲)

و) بیوہ کا وراثت میں حصہ: ہمارے معاشرے میں شوہر کی وفات کے بعد عام طور پر بیوہ عورت کو یہ تصور دلایا جاتا ہے کہ اب اس کا اِس گھر میں کیا رکھا ہے، اس لیے اس کو چلے جانا چاہیے۔ اگر اس کی اولاد نہیں ہے تو اپنے باپ کے گھر جائے اور اگر اولاد ہے تو اس کے رحم و کرم پر بیٹھی رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے شوہر کی میراث میں سے معقول حصہ دلایا ہے، اگر اولاد ہے تو اسے آٹھواں حصہ دیا ہے اور اگر اولاد نہ ہو تو چوتھا حصہ دلایا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّكُمْ وَلَدٌ فَإِن كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُم مِّن بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ... (النساء۴:۱۲)

''اور وہ تمہارے ترکہ میں سے چوتھائی کی حق دار ہوں گی، اگر تم بے اولاد ہو۔ ورنہ صاحبِ اولاد ہونے کی صورت میں ان کا حصہ آٹھواں ہوگا، بعد اس کے کہ جو وصیت تم نے کی ہو وہ پوری کر دی جائے اور جو قرض تم نے چھوڑا ہے، وہ ادا کر دیا جائے''۔

(ز) بیوہ کا مالی تحفظ: قرآن مجید بیوہ کا مالی تحفظ کرتا ہے۔ اس کے پاس جو مال اسباب ہے یا مہر وغیرہ میں سے اسے حاصل ہوا ہے، اس کا تحفظ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

..وَلاَ تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُواْ بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ... (النساء۴:۱۹)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اور نہ تمہارے لیے یہ بات جائز ہے کہ انھیں تنگ کر کے ان کا وہ مال ہتھیانے کی کوشش کرو جو تم انھیں دے چکے ہو"۔

اگرچہ اس میں صریح بات تو ان شوہروں سے کہی گئی ہے جو اپنی بیویوں کو تنگ کر کے ان سے مہر کا مال یا دوسرا مال متاع جو وہ رکھتی ہیں، ہتھیانے کی کوشش کریں لیکن الفاظ کی عمومیت سے ان بیوہ عورتوں پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے جو شوہر کے وارثوں کے رحم و کرم پر ہوتی ہیں۔ ان سے بھی کہا جا رہا ہے کہ شوہر کے مرنے کے بعد تو یہ بے کس و بے بس ہیں، اس لیے زیادہ رحم و حسنِ سلوک کی مستحق ہو گئی ہیں، نہ یہ کہ شوہر نے اپنی زندگی میں جو مہر اور مال اس کو دیا تھا، تم اُلٹا اس کو ہتھیانے کی ذلیل حرکت کرنے لگو۔

(ح) **بیوہ کا عمومی تحفظ**: بیوہ کے تحفظ اور نگہداشت نیز اس کا گھر بسانے کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد ہوا:

"اور جو تم میں بیوہ اور کنوارے ہیں، ان کا نکاح کراؤ"۔ (النور۲۴:۳۲)

ایک بے سہارا بیوہ کے ساتھ سب سے بڑا حسنِ سلوک یہ ہے کہ اس کے لیے صالح جوڑا تلاش کیا جائے اور اسے حصارِ نکاح میں محفوظ کر دیا جائے کیونکہ ایک عورت کا حقیقی نگران، محافظ اور معاون ایک صالح شوہر ہی ہو سکتا ہے۔

۱۴۔ مطلقہ کے حقوق اور اس کے ساتھ حسنِ سلوک

معاشرے کے کمزور اور مظلوم طبقات میں سے مطلقہ عورتیں بھی ہیں۔ خود طلاق ایک ناپسندیدہ اور خراب فعل ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان طلاق کی شناعت کے لیے کافی ہے۔ "ابغض الحلال عند الله الطلاق" (حلال باتوں میں ناپسندیدہ بات طلاق ہے)۔ لہٰذا عورت کو طلاق کا ملنا مصیبت میں گرفتار ہونا ہے۔ ایک طرف خاوند سے علیحدگی، اگر بچے ہیں تو ان سے جدائی، معاشی مشکلات میں مبتلا ہونا اور معاشرے کے طعنے اور طنز سہنا، مستقبل کے خطرات و خدشات کا ہونا وغیرہ۔

اسلام نے ایسی عورت سے کافی ہمدردی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کے معتدبہ حصے میں طلاق، اس کی نوعیت، اباحت و اجازت، اس کے احکام، مطلقہ عورت کے حقوق اور اس کے ساتھ حسنِ سلوک کا تذکرہ کیا ہے۔ سورۂ بقرہ: سورۂ نساء، سورۂ النور، سورۂ الطلاق، سورۂ التحریم، سورۂ الاحزاب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وغیرہ میں عائلی قوانین اور مطلقہ خواتین کا تذکرہ بڑی تفصیل سے آیا ہے۔

مختصر طور پر یہاں مطلقہ عورت کی چند ایسی مراعات کا تذکرہ کیا جاتا ہے جو قرآن مجید میں وارد ہوئی ہیں:

(الف) عدت: اسلام نے مرد کو بامر ضرورت و بحالتِ مجبوری اپنی بیوی کو طلاق دینے کی اجازت دی ہے۔ البتہ طلاق رجعی دینے کی ترغیب دی ہے اور طلاق بائن، بائن مغلظہ اور بیک وقت تین طلاقیں دینے سے روکا ہے۔ اس کی بڑی وجہ عورت کو تکلیف سے بچانا، آئندہ تعلقات درست کرنے کی راہ کھلی رکھنا اور پھر سے گھر بسانا وغیرہ ہے۔ مطلقہ عورتوں سے اگرچہ ایک حد تک شوہر کا تعلق ختم ہو جاتا ہے لیکن اسلام نے ان کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید کی ہے اور عظیم تر مصلحتوں کی بنا پر ان کے کچھ حقوق رکھے ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام کتنا انسانیت نواز، اخلاق پسند اور عادلانہ نظامِ حیات ہے اور انسانی زندگی کے لیے سایۂ رحمت ہے۔

مطلقہ عورت کے لیے عدت کا تعین کیا گیا ہے۔ ایسی عورت جو اپنے خاوند سے خلوت میں ملی ہو اور خاوند نے اسے طلاق دے دی ہو تو اس کی عدت تین حیض اور حاملہ ہونے کی صورت میں وضعِ حمل ہے۔ یہ عدت دراصل اسے فوری صدمے سے نجات دینے، دربدر ہونے اور بے گھر ہونے سے بچانے کے لیے ہے۔ ارشاد ہے: وَ الْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ (البقرۃ ۲:۲۲۸) ''طلاق دی ہوئی عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں''۔

عدت کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ طلاق رجعی ہونے کی صورت میں خاوند اپنی طلاق سے رجوع کر سکتا ہے اور عدت کے اندر بغیر نکاح کے اسے بیوی کی حیثیت سے واپس لے سکتا ہے۔ لہٰذا علماء نے اسے زیب و زینت کرنے اور بن سنور کر رہنے کی اجازت و ترغیب دی ہے۔ لیکن اگر حاملہ ہے تو پھر بچے کی ولادت تک اسی گھر میں رہے۔

(ب) رہائش کا بندوبست: مطلقہ عورت کے لیے لازم قرار دیا گیا ہے کہ وہ اپنی عدت چاہے کسی نوع کی طلاق کی ہو، اپنے شوہر کے گھر میں گزارے۔ نہ شوہر اسے گھر سے نکالے اور نہ ہی وہ اس گھر سے نکلے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَیْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ... (الطلاق ۶۵:۶)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''(تم اپنی مطلقہ عورتوں کو عدت گزارنے کے لیے) اپنی وسعت کے مطابق مکان دو، جہاں تم رہتے ہو''۔

پھر مرد اور عورت دونوں کو اِس مکان میں عدت گزارنے تک رکھنے اور رہنے کی تاکید کی گئی۔ فرمایا:۔

...وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِن بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ... (الطلاق۶۵:۱)

''اور اللہ سے ڈرو جو تمھارا رب ہے، نہ تو تم ان عورتوں کو گھروں سے نکالو اور نہ وہ خود ہی گھروں سے نکلیں''۔

اللہ تعالیٰ نے دونوں فریقوں کو ہدایت کر کے عدت ختم ہونے تک اسی گھر میں وقت گزارنے اور ٹِکے رہنے کی تاکید کی۔

(ج) نان ونفقہ کا انتظام: مطلقہ جب تک عدت گزارے گی، اس وقت تک نان ونفقہ کا بندوبست اس کے شوہر کے ذمہ ہوگا۔ وہ اپنی حیثیت کے مطابق اس کی ضروریاتِ زندگی کا بندوبست کرے گا۔ ارشاد ہے:

وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ○ (البقرۃ۲:۲۴۱)

''اور جن عورتوں کو طلاق دی گئی ہو، ان کو معروف دستور کے مطابق سامان دیا جائے، یہ متقیوں پر لازم ہے''۔

نان ونفقہ کے بارے میں سورۂ طلاق میں ارشاد ہے۔

..وَإِن كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ... (الطلاق۶۵:۶)

''اور اگر وہ حاملہ ہوں تو ان پر اس وقت تک خرچ کرتے رہو جب تک ان کا وضع حمل نہ ہو جائے''۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت وشفقت ہے کہ مطلقہ کی عدت ختم ہونے تک اس کی ضروریات کا تمام بندوبست کر دیا۔

(د) مطلقہ کو تکلیف نہ دینا: چونکہ مطلقہ ذہنی ومعاشرتی دکھوں میں مبتلا ہوتی ہے۔ ایسی حالت میں اس کے شوہر اور دیگر رشتہ داروں سے کہا گیا ہے کہ اس کو مزید تکلیف دے کر اس کے دکھوں میں اضافہ نہ کریں۔ ارشاد فرمایا:۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

..وَلَا تُضَارُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ... (الطلاق ۶۵:۶)

''اور انھیں تنگ کرنے کے لیے انھیں نہ ستاؤ''۔

ایک مومن، ایک شریف اور باکردار شخص کا یہ رویہ ہرگز نہ ہونا چاہیے کہ جس عورت کے ساتھ ایک عرصہ محبت ومودت کا گزارا ہے، اب اسے طعنے دے کر، اس کے عیب گنا کر اور اسے عار دلا کر تنگ کرے، ستائے اور ذہنی ایذاء پہنچائے۔

(ہ) مطلقہ کا بچہ کو دودھ پلانا: مطلقہ کے گود میں دودھ پینے والا بچہ ہے تو عدت گزرنے کے بعد اسے دودھ پلانے کا معاوضہ دلایا گیا ہے تاکہ اسے اپنے بچے کو دودھ پلانے کے ساتھ ساتھ گزر سفر کا بندوبست بھی ہو جائے۔ پھر بچے کے والد کو ترغیب دی گئی کہ وہ اپنے بچے کو دودھ پلانے کے لیے بچے کی ماں کو دوسری عورت پر ترجیح دے کیونکہ مطلقہ کا اپنے بچے پر دوسری عورتوں سے زیادہ حق ہے۔ ارشادِ باری ہے:۔

..فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ وَأْتَمِرُوا بَيْنَكُم بِمَعْرُوفٍ (الطلاق ۶۵:۶)

''پھر اگر وہ تمہارے لیے (بچے کو) دودھ پلائیں تو ان کی اجرت انھیں دو اور بھلے طریقے سے (اجرت کا معاملہ) باہمی بات چیت سے طے کرلو''۔

علماء کرام نے اس ایک آیت کے حصے سے چھ حکم نکالے ہیں جو یہ ہیں:

۱۔ عورت اپنے دودھ کی مالکہ ہے اس لیے اس کی اجرت لینے کی مجاز ہے۔

۲۔ عورت وضعِ حمل ہوتے ہی اپنے سابق شوہر کے نکاح سے باہر ہو جاتی ہے۔ لٰہذا بچے کو دودھ پلانے پر مجبور نہیں ہوگی۔

۳۔ باپ بھی قانوناً مجبور نہیں ہے کہ بچے کو اس کی ماں ہی دودھ پلائے۔

۴۔ بچے کا نان ونفقہ باپ پر عائد ہوتا ہے۔

۵۔ بچے کو دودھ پلانے کی اولین حق دار ماں ہے۔

۶۔ اگر دوسری عورت کو بھی وہی اجرت دینی پڑے جو بچے کی ماں مانگتی ہے تو ماں کا حق اولیٰ ہے۔

(و) نکاحِ ثانی کی آزادی: مطلقہ عورت کو عدت گزرنے کے بعد دوسرا کاح کرنے کی نہ صرف آزادی اور پورا اختیار دیا بلکہ سابق شوہر اور اس کے رشتہ داروں سے کہا گیا کہ اسے اپنا رفیقِ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حیات منتخب کرنے کے لیے آزاد چھوڑ دیں اور اس کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالیں، اس کے فعل کی ذمہ داری کسی پر نہیں ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ○ (البقرة۲: ۲۳۴)

''پھر جب ان کی عدت پوری ہو جائے تو انھیں پورا اختیار ہے کہ اپنی ذات کے معاملے میں جو فیصلہ چاہیں کریں، تم پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں، اللہ ہر ایک کے اعمال سے پوری طرح باخبر ہے''۔

(ز) مال کا تحفظ: اسلام نے عورت کو مال کمانے، مال رکھنے اور اسے بڑھانے اور استعمال کرنے کا حق اور تحفظ دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:۔

..لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ وَاسْأَلُوا اللَّهَ مِن فَضْلِهِ... (النساء۴: ۳۲)

''جو کچھ مردوں نے کمایا ہے، اس کے مطابق ان کا حصہ ہے اور جو کچھ عورتوں نے کمایا ہے، اس کے مطابق ان کا حصہ۔ ہاں اللہ سے اس کے فضل کی دعا مانگتے رہو''۔

یہ تو عمومی بات تھی جو تمام مسلمانوں کے لیے ہے۔ مطلقہ عورت سے مالی بے انصافی کچھ زیادتی ہی ہوتی ہے۔ شوہر تنگ کرتا ہے اور اس کی مہر کی رقم ہضم کر جاتا ہے۔ بعض لوگ اسے تحفے میں دیے ہوئے کپڑے اور دیگر اشیاء تک رکھ لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس قسم کی حرکتوں سے روکتے ہوئے فرمایا:

..وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَن تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا... (البقرة۲: ۲۲۹)

''اور (مطلقہ عورتوں کو رخصت کرتے ہوئے) تمہارے لیے جائز نہیں ہے کہ جو کچھ تم انھیں دے چکے ہو اس میں سے کچھ لے لو''۔

مطلقہ بیویوں کو جو مہر، زیور، کپڑے اور مال وغیرہ ان کے شوہر دے چکے ہیں، ان کو واپس لینے کا حق نہیں ہے۔ اسلام نے اپنے پیروکاروں کو جن اعلیٰ اخلاقی اصولوں کی تعلیم دی ہے، اس کی رو سے یہ بات ویسے بھی انتہائی مکروہ ہے کہ ایک شخص جو چیز کسی کو ہبہ کر چکا ہو یا تحفے میں دے چکا ہے، اس کو واپس لے۔ حدیث میں اس ذلیل حرکت کو کتے کے اس فعل سے تشبیہ دی گئی ہے جو اپنی ہی قے خود

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاٹ لے۔ مگر ایک شوہر کے لیے تو خاص طور پر یہ بات انتہائی شرم ناک ہے کہ وہ اپنی مطلقہ بیوی کو رخصت کرتے وقت اس سے وہ سب کچھ رکھوا لے جو اس نے خود ہی کسی وقت اسے محبت سے دیا تھا۔ اس کے برعکس اسلام کی ہدایت تو یہ ہے کہ مطلقہ عورتوں کو کچھ اور دے دلا کر شریفانہ سلوک سے رخصت کرو۔ یہ وہ عورتیں ہیں جو تمہارے ساتھ ایک عرصہ تک رفاقت کی زندگی گزار چکی ہیں، تمہاری رفیقہ حیات رہی ہیں اور تم نے ایک دوسرے سے محبت کا اظہار کیا ہے۔

(ح) میراث میں حصہ: مطلقہ عورت کا خاوند اگر رجعی طلاق کی عدت میں فوت ہو جائے تو اسلام نے اسے میراث میں سے حصہ دلایا ہے اور فقہاء نے یہاں تک بیان کیا ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو میراث سے محروم کرنے کی نیت سے مرض الموت میں طلاقِ بائن دیتا ہے اور عدت میں فوت ہو جاتا ہے تو اسے میراث میں سے حصہ ملے گا۔

(ط) مہر دلانا: مہر شوہر پر بیوی کا حق اور فرض ہے۔ لہٰذا اسے یہ لازماً دلایا جائے گا اور معاف کرنے کے علاوہ کسی صورت میں چھوڑا نہیں جائے گا۔ یہ وہ چند حقوق ہیں جو مطلقہ عورت کے بارے میں نہایت اختصار سے بیان کیے گئے ہیں۔ مزید تفصیل بڑی کتابوں میں اور خاص طور پر اس موضوع پر لکھی ہوئی کتابوں میں ملاحظہ کریں۔

۱۵۔ باہمی تعاون کرنا:

اسلام نے معاشرے کو پُر امن رہنے، صلح پسند بننے اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنے کا درس دیا ہے۔ قرآن مجید میں تعاون (ایک دوسرے کی مدد) کرنے کی دعوت نہ صرف مسلمانوں کو دی ہے بلکہ غیر مسلموں کے لیے بھی یہی دعوت دی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ أَن صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَن تَعْتَدُوا وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ٥ (المائدہ۵:۲)

''اور دیکھو، ایک گروہ نے جو تمہارے لیے مسجدِ حرام کا راستہ بند کر دیا ہے تو اس پر تمھارا غصہ تمھیں اتنا نہ مشتعل کرے کہ تم بھی زیادتیاں کرنے لگو۔ نہیں! جو کام نیکی اور خدا ترسی کے ہیں، ان میں سب سے تعاون کرو اور جو گناہ اور زیادتی کے ہیں، ان میں کسی سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعاون نہ کرو۔ اللہ سے ڈرو، اس کی سزا بہت سخت ہے''۔

سورۂ مائدہ کی یہ آیت صلح حدیبیہ کے بعد نازل ہوئی۔ اس کے نزول کا پس منظر یہ ہے کہ ۶ ہجری میں نبی ﷺ اپنے ۱۴۰۰ (چودہ سو) صحابہؓ کے ساتھ عمرے کے لیے مکہ شریف لے گئے۔ لیکن کفارِ مکہ نے آپ کو اس سال عمرہ کرنے نہیں دیا اور ایک صلح نامہ مرتب ہوا جو معاہدہ حدیبیہ کے نام سے مشہور ہوا۔

مسلمانوں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ جن قبائل کے راستے مسلمانوں کے علاقوں سے گزرتے ہیں، ان کو ہم بھی حج سے روک دیں اور زمانۂ حج میں ان کے قافلوں پر چھاپے مارنے شروع کر دیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کر کے ان کو اس ارادے سے روک دیا۔ نہ صرف روکا بلکہ الٹا نیکی اور خدا خوفی کے معاملے میں ان سے تعاون کرنے کا حکم دیا۔ اس سے اسلام کی صلح پسندی اور نیکی، بھلائی اور رفاہی کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنے کی پالیسی واضح کی۔ اس آیتِ کریمہ میں زندگی کا ایک زریں اصول سکھایا جا رہا ہے کہ تمہارے آپس کے تعلقات کی بنیاد اور اقوامِ عالم سے تمہارے تعلقات کی اساس یہ ہونی چاہیے کہ ہر نیکی اور بھلائی کے کام میں انھیں تمہاری اعانت اور تعاون حاصل ہو اور ہر برائی اور گناہ کی تحریک میں تم ان سے الگ رہو (ضیاء القرآن ۱۲، ص ۴۳۹۔۷)۔ البتہ نیکی و خدا ترسی سے مراد تقویٰ اور ترک المنکرات ہے۔ بعض نے بِرّ سے مراد فرائض لیے ہیں اور تقویٰ سے عام نیکیاں اور غیر فرضی کام مراد لیے ہیں۔

تاہم یہ بات واضح کر دی کہ گناہ کے کاموں اور منصوبوں میں ایک دوسرے کا تعاون نہیں کیا جائے گا۔ اگرچہ وہ تعاون کے لیے دعوت دینے والا کتنا ہی عزیز قریب اور دینی لحاظ سے قریبی ہو۔

اس تعاون کے مزاج کی جھلک ہمیں میثاقِ مدینہ میں نظر آتی ہے کہ لوگوں کو امن و سلامتی سے زندہ رہنے اور زندگی گزارنے کے لیے مسلم اور غیر مسلم چاہے یہودی ہوں یا عیسائی اور مشرک ہوں یا صابئی، سب سے آپ نے معاہدہ کیا۔ یہ معاہدہ باہمی تعاون کی ایک واضح شکل و صورت ہے اور ایسے معاہدوں کے لیے صاف ہدایت ہے۔

تعاون و تناصر باہمی کا حکم دے کر اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے اصولی اور بنیادی مسئلہ کے متعلق ایک حکیمانہ فیصلہ دے دیا ہے جو پورے عالم کی روح ہے اور جس پر انسان کی صلاح و فلاح بلکہ خود اس کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زندگی اور بقا موقوف ہے۔ وہ مسئلہ باہمی تعاون وتناصر کا ہے۔ ہر ذی ہوش انسان جانتا ہے کہ اس دنیا کا پورا انتظام انسانوں کے باہمی تعاون وتناصر پر قائم ہے۔ اگر ایک انسان دوسرے انسان کی مدد نہ کرے تو کوئی اکیلا انسان خواہ وہ کتنا ہی عقل مند یا کتنا ہی زور آور یا مال دار ہو، اپنی ضروریاتِ زندگی کو تنہا حاصل نہیں کرسکتا۔ اس لیے اسلام نے انسانوں کو عام طور پر اور مسلمانوں کو خاص طور پر تعلیم دی کہ ایک دوسرے کا تعاون کریں اور ایک دوسرے کی مدد کریں۔ البتہ اسلام نے اس تعاون وتناصر کو محدود اور متعین کردیا۔ لہٰذا حکم دیا کہ نیکی اور بھلائی کے کاموں میں تو ایک دوسرے کا تعاون کرو حتیٰ کہ غیر مسلم اگر کوئی نیکی کام کرتا ہے، وہ کام ایسا ہے جو شریعت کے خلاف نہیں ہے اور جس میں ظلم وزیادتی اور گناہ کا کام نہیں ہے تو اس کے ساتھ بھی تعاون ہونا چاہیے۔

تاہم اگر کوئی مسلمان یا اپنی برادری اور پارٹی کا فرد گناہ وزیادتی کے لیے پکارے اور تعاون مانگے تو مسلمان کو گناہ وظلم کے کام میں ہرگز اس کا تعاون نہیں کرنا چاہیے۔ اس آیتِ کریمہ پر غور کیا جائے کہ اس میں قرآنِ کریم نے یہ عنوان بھی اختیار نہیں کیا کہ مسلمان بھائیوں کے ساتھ تعاون کرو اور غیر کے ساتھ نہ کرو۔ بلکہ مسلمانوں کے ساتھ تعاون کرنے کی جو اصل بنیاد ہے یعنی نیکی اور خدا ترسی، اس کو تعاون کی بنیاد قرار دیا۔

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ مسلمان بھائی بھی اگر حق کے خلاف یا ظلم وجور کی طرف چل رہا ہو تو ناحق اور ظلم پر اس کی مدد نہ کرو۔ بلکہ اس کی کوشش کرو کہ ناحق اور ظلم سے اس کا ہاتھ، ہاتھ روکنا ہی اس کی صحیح امداد ہے تاکہ ظلم وستم سے اس کی دنیا اور آخرت برباد نہ ہو۔

بخاری ومسلم میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا یعنی بھائی کی مدد کرو اگرچہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ صحابہ کرامؓ نے حیرت سے پوچھا یارسول اللہ ﷺ مظلوم بھائی کی امداد تو ہم سمجھ گئے مگر ظالم کی مدد کا کیا مطلب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو ظلم سے روکو، یہی اس کی امداد ہے۔

دینِ اسلام کا مزاج اجتماعی ہے اور اس کے اکثر احکام اجتماعیت لیے ہوئے ہیں۔ تمام بڑی عبادات اجتماعیت لیے ہوئے ہیں۔ لہٰذا انسان کی زندگی بھی اجتماعیت کی متقاضی ہے۔ اس لیے اجتماعیت میں ایک دوسرے سے تعاون ضروری ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو اجتماعیت پسندیدہ تھی۔ اس لیے ہم مسلمانوں کو اسلام کی اجتماعی روح کو برقرار رکھنا چاہیے۔

خاتمہ:

قرآنِ مجید کی روشنی میں غریبوں، مسکینوں، یتیموں، معذوروں، مجبوروں اور مسافروں کے بارے میں یہ واضح ہدایات ہیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں قیامت تک کے لیے ثبت فرمادی ہیں۔

جب ہم اپنے مسلم معاشرے پر قرآن کی اس تعلیم کی روشنی میں نظر ڈالتے ہیں تو رفاہی کام کم نظر آتے ہیں جبکہ غیر مسلموں سے تقابل کیا جاتا ہے تو ان کے کام زیادہ نظر آتے ہیں اور سطحی ذہن رکھنے والے تبصرہ کر دیتے ہیں کہ رفاہی کام تو غیر مسلم کر رہے ہیں حالانکہ مسلمان بھی کافی کام کر رہے ہیں۔ یہ لاکھوں مساجد، ہزاروں مدارس اور اسپتال مسلمانوں کے انفاق سے چل رہے ہیں۔ تاہم اسلام کے وسیع رفاہی کاموں کی روشنی میں اسے ہر سو بڑھانا چاہیے تا کہ اسلام کا رفاہی کام دنیا کے سامنے آئے اور مسلمانوں کے بارے میں منفی تاثر ختم ہو۔ اس کام کو قرآن وسنت کی روشنی میں اور ان کے احکام کے دائرے میں رہ کر کرنا چاہیے۔

اسلام نے رفاہی کاموں میں دو باتوں پر خاص طور پر زور دیا ہے۔ ایک ان کاموں سے رضائے الٰہی کا حصول اور دوسرا حقوق العباد کی ادائیگی۔ جبکہ دوسروں کے ہاں یہ دونوں باتیں کم پائی جاتی ہیں۔ ان کے ہاں شہرت، سیاسی مقاصد، ان کے ملکی اغراض اور اپنی قوم کے لیے منڈیاں تلاش کرنا، اپنے مذہب کو پھیلانا اور اپنے لیے نرم گوشہ پیدا کرنا ہوتا ہے۔

ہم مسلمان کتاب اللہ کی صداقت اور حقانیت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس کی ہدایت اور نورانیت پر یقین رکھتے ہیں۔ اس کے فلاحی ورفاہی نظام پر اطمینان رکھتے ہیں۔ عقیدت واحترام اور اجر وثواب اور فلاحِ دارین کے لیے اس کی تلاوت کرتے ہیں۔ لہٰذا ان باتوں کا تقاضا ہے کہ اسے سمجھ کر پڑھیں، پھر اپنی عملی زندگی میں اسے اختیار کریں۔

آج ہم کمزور طبقات کے بارے میں قرآن مجید کے بیان کردہ ان احکام پر عمل کریں، اپنے ان لوگوں کے حقوق ادا کریں تو ہمارا معاشرہ صحیح معنی میں اسلامی معاشرہ بن جائے۔ دکھیاری انسانیت کے دکھ دور ہو جائیں اور عدل، انصاف، حقوق وفرائض کی ادائیگی اور امن وسکون والا معاشرہ قائم ہو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے۔ایک ایسا معاشرہ وجود میں آئے جس میں کوئی حاجت مند اپنی حاجت برآری کے لیے پریشان نظر نہ آئے۔کوئی ضرورت مند اپنی ضرورت کے لیے کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائے،کوئی یتیم بچہ دھکے کھاتا نہ پھرے۔کوئی بیوہ اور مطلقہ عورت بے سہارا نہ رہے اور دربدر کی ٹھوکریں کھاتی نہ پھرے اور کوئی مسافر اجنبیت محسوس نہ کرے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اپنی رضا کی خاطر رفاہی کام کرنے اور حق داروں کے حقوق پہچاننے اور ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

کتابیات

۱۔ سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۱۶۶ مطبوعہ

۲۔ سورہ بنی اسرائیل ۱۵:۲۳۔۳۸

۳۔ محمد شفیع: مفتی محمد سلام شفیع تفسیر معارف القرآن: ج ۸ ص ۵۲۷

۴۔ مودودی: سید ابوالاعلیٰ مودودی تفہیم القرآن ۶۷۔ص مطبوعہ

۵۔ عثمانی: مولانا شبیر احمد عثمانی تفسیرِ عثمانی ص،مطبوعہ قرآن کمپلیکس مدینہ منورہ

۶۔ مودودی: مولانا سید ابوالاعلیٰ: تفہیم القرآن

۷۔ مفتی محمد شفیع معارف القرآن ج ۸ ص ۵۴۴

۸۔ مفتی محمد شفیع معارف القرآن ج ۸ ص ۴۴۳

۹۔ مودودی: سید ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن ج ۳ ص ۴۰۲

۱۰۔ عثمانی: مولانا شبیر احمد، تفسیر عثمانی

۱۱۔ عثمانی: مولانا شبیر احمد، تفسیر عثمانی

۱۲۔ مودودی: سید ابوالاعلیٰ، تفسیر تفہیم القرآن ج ۲

۱۳۔ عثمانی: مولانا شبیر احمد عثمانی تفسیرِ عثمانی

۱۴۔ مودودی: سید ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن ص ۱

۱۵۔ محمد شفیع: مفتی، معارف القرآن ج ۲

۱۶۔ عثمانی: مولانا شبیر احمد، تفسیرِ عثمانی ص ۱۱۹

۱۷۔ مودودی: تلخیص تفہیم القرآن صدر الدین اصلاحی (مولانا مودودی) مطبوعہ ترجمان القرآن صفحہ ۸۷۶

۱۸۔ جسٹس: ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن۔ مجموعہ قوانین اسلام جلد ۵ صفحہ ۱۷۰۱

۱۹۔ الف: ڈاکٹر استاد وہبہ زحیلی۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ جلد ۸ صفحہ ۳۱۴ مطبوعہ بیروت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب سوم

رفاہی کام احادیث کی روشنی میں

۱ خدمتِ خلق کا وسیع تصور	۱۳۱
۲ رفاہی کاموں میں چھوٹی چھوٹی نیکیوں کی اہمیت	۱۳۵
۳ تمام مخلوق کو فائدہ پہنچانا رضائے الٰہی کا حصول	۱۳۸
۴ مسلمانوں کو خوش کرنا	۱۴۱
۵ ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنا	۱۴۳
۶ باہم تعاون کرنا	۱۴۸
۷ صلح کرانا	۱۵۳
۸ سفارش کرنا	۱۵۷
۹ غلاموں، نوکروں اور خادموں پر شفقت	۱۶۰
۱۰ مشورہ لینا اور مشورہ دینا	۱۶۲
۱۱ کسی کو صنعت و حرفت سکھانا یا تعاون کرنا	۱۶۵
۱۲ بیماروں کی عیادت کرنا	۱۶۵
۱۳ چھوٹوں کے حقوق	۱۶۹
۱۴ کسی کو کام سے لگانا	۱۷۶
۱۵ کھانا کھلانے میں ترغیب و تعاون کرنا	۱۷۶
۱۶ بڑی عمر کے افراد پر شفقت	۱۷۸
۱۷ مقروض سے نرمی برتنا	۱۸۱
۱۸ عزیزوں اور قریبوں سے حسنِ سلوک	۱۸۳
۱۹ معذوروں پر شفقت کرنا	۱۸۶
معذورین کے چند حقوق	۱۸۸
۲۰۔ مسکینوں اور سائلوں کی خبر گیری	۱۸۸
غریب کو خالی ہاتھ نہ لوٹانا	۱۸۹
مسکینوں کی خبر گیری کے بعض کام	۱۹۰
حواشی و حوالہ جات	۱۹۱
۲۱۔ بھوکے کو کھانا کھلانا	۱۹۳
کھانے پینے میں دوسروں کی شرکت	۱۹۴
۲۲۔ پانی پلانا	۱۹۶
۲۳ ضرورت مند کو لباس فراہم کرنا	۱۹۹
۲۴ یتیموں کے حقوق	۲۰۱
۲۵ بچوں پر شفقت کرنا	۲۰۳
۲۶ نکاح کے ضرورت مند اور حاجت مند کو نکاح کرانا	۲۰۵
۲۷ دین و ملت کی خدمت کرنے والوں کے خاندان سے حسنِ سلوک کرنا	۲۰۸
۲۸ قیدیوں سے حسنِ سلوک کرنا	۲۱۱
۲۹ بیوہ اور مطلقہ کے حقوق	۲۱۳
۳۰ عورتوں سے حسنِ سلوک کرنا	۲۱۷
۳۱ تربیت و تعلیم اور اصلاح کا انداز	۲۲۰
۳۲ جاہلوں سے آپ کی نرمی اور اُمت پر رحمت و شفقت	۲۲۳

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۳ صدقہ جاریہ کے کام	۲۲۴	راستہ صاف رکھنا	۲۴۱
۳۴ اُمت کے لیے سہولت چاہنا	۲۲۶	تکلیف دہ چیز کو ہٹانا	۲۴۱
۳۵ مظلوموں اور بے کسوں کی مدد	۲۲۸	راستے پر بیٹھ کر نیکیاں کمانا	۲۴۲
۳۶ مسافروں پر رحمت وشفقت	۲۳۱	امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنا	۲۴۲
۳۷ جانوروں کے حقوق اور ان پر شفقت	۲۳۳	راستے کو کشادہ رکھنا	۲۴۲
۳۸ پرندوں پر رحمت وشفقت	۲۳۶	راستے پر امن رکھنا	۲۴۲
۳۹ درخت اور سبزہ	۲۳۸	راستے پر آرام نہ کرنا	۲۴۳
۴۰۔ راستوں کے حقوق	۲۴۰	حوالہ جات	۲۴۴

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت محمد ﷺ اور رفاہی کام
(احادیث کی روشنی میں)

نبی اکرم ﷺ تمام جہانوں اور جہان والوں کے لیے رحمت بن کر تشریف لائے۔ آپ ﷺ کی رحمت عمیمہ اور وسیعہ سے نہ صرف انسان مستفید اور بہرہ ور ہوئے بلکہ تمام حیوانات، نباتات اور جمادات تک نے رحمت کا حصہ پایا۔

جمادات کے استفادے کا مشاہدہ اس حدیث مبارک سے کیجئے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ راستے کا حق ادا کرو، لوگوں نے پوچھا کہ راستے کے حقوق کون سے ہیں؟ تو آپؐ نے راستے کے حقوق ارشاد فرمائے۔ ان حقوق پر غور کیا جائے تو ایک اسلامی راستے (راہ) کی پاکیزگی، کشادگی، صفائی، سلامتی اور امنیت کا نقشہ سامنے آتا ہے۔ اس سے اندازہ کیجئے کہ آپؐ نے اپنی رحمت کس قدر عام کی اور اس کا پرتو کہاں کہاں پہنچا اور کس قدر پہنچا۔

اس مضمون میں آپؐ کے ان ارشادات کو نمایاں کیا جا رہا ہے جو آپ نے رفاہ عامہ اور خدمت خلق اور شفقت ورحمت علی الخلق کے سلسلے میں بیان فرمائے، اس سے اس موضوع کی ابتدائی جھلک اور منظر سامنے آئے گا۔ بس یہ مشتے نمونہ از خروارے ہے۔

قارئین کرام، علمائے عظام اور دانشورانِ اسلام سے گزارش ہے کہ احقر کی کوتاہیوں اور سہو سے واقف فرمائیں اور مزید اس سلسلے میں رہنمائی کریں تاکہ مزید کچھ پہلو پیش کیے جائیں۔ مجھے امید ہے کہ میری گزارشات قبول ہوں گی۔

ا۔ خدمت خلق کا وسیع تصور:

اسلام نے اپنے پیروکاروں کو نیک اعمال کے لیے ایک وسیع نظام بنا کر دیا ہے۔ جس میں حقوق اللہ، حقوق العباد اور حقوق النفس کے کئی پہلو آجاتے ہیں، تاہم ان کا آخری نقطہ یہ ہے کہ انسان اگر نیکی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ کر سکے تو کم از کم برائی تو نہ کرے اور اپنے اعمال نامے کو برائیوں سے پاک رکھے، یہ بھی اس کے لیے کامیابی ہے، شاعر نے کیا خوب لکھا ہے ۔

قوت نیکی نداری بد مکن

بر وجود خود ستم بے حد مکن

اگر تم نیکی کی طاقت نہیں رکھتے تو برائی تو نہ کرو اور اپنے ناتواں وجود پر ظلم تو نہ کرو۔

اس مضمون کی ایک حدیث مبارک ملاحظہ کریں:

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ، قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَرَأَیْتَ اِنْ لَّمْ یَجِدْ؟ قَالَ یَعْمَلُ بِیَدِهٖ فَیَنْفَعُ نَفْسَهٗ وَ یَتَصَدَّقُ، قَالُوْا أَرَأَیْتَ اِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ قَالَ یُعِیْنُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوْفِ قَالُوْا أَرَأَیْتَ اِنْ لَّمْ یَفْعَلْ؟ قَالَ یَأْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ قَالُوْا أَرَأَیْتَ اِنْ لَّمْ یَفْعَلْ؟ قَالَ یُمْسِكُ عَنِ الشَّرِّ فَاِنَّهَا لَهٗ صَدَقَةٌ(۱)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ہر ایک مسلمان پر صدقہ (نیکی کرنا لازم) ہے، انھوں (صحابہ) نے پوچھا: اے اللہ کے رسولؐ! اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو یہ نہیں پاتا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ اپنے ہاتھ سے کام کرے جس سے اپنی ذات کو نفع پہنچائے اور صدقہ بھی کرے، انھوں نے پھر پوچھا کہ وہ اگر یہ نہ کر سکے تو کیا کرے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کسی مجبور حاجت مند کی مدد کرے، انھوں نے پوچھا کہ وہ اگر یہ بھی نہ کر سکے تو کیا کرے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ نیکی کا حکم دے۔ انھوں نے پوچھا کہ اگر وہ یہ بھی نہ کر سکے تو کیا کرے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ برائی سے رک جائے یہ بھی اس کے لیے صدقہ ہے''۔

ہر شخص کا نیکی و بھلائی کے کام کرنے اور مالی صدقات کرنے کا دل چاہتا ہے، پھر اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے اور رفاہی و سماجی کام کرنے کی خواہش ہوتی ہے، کہ اس کے پاس مادی یا جسمانی وسائل ہوتے تو وہ کوئی خیر کا کام کرتا۔ ایسے لوگوں کے لیے آپ ﷺ نے نیکی کے کام کرنے کے ایسے طریقے بتائے ہیں کہ جن کے کرنے سے ویسا ہی اجر و ثواب ملتا ہے، اور صدقہ کرنے کی خواہش پوری ہو جاتی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث زیر مطالعہ میں نبی اکرم ﷺ نے صدقہ (نیکی) کرنے کی پانچ ایسی صورتیں بیان کی ہیں جو ایک دوسرے کی متبادل ہیں اور دوسرے پہلو سے اپنی جگہ پر بڑی نیکیاں اجر وثواب کا باعث اور خدمت خلق کے کام ہیں۔ لہٰذا انسان ان میں سے جو نیکی بھی کر سکتا ہے وہ کرے، اس حدیث مبارکہ سے اس طرف اشارہ نکلتا ہے کہ کسی ایک نیکی کے کام یا عمل کو اپنے سامنے نہ رکھے بلکہ وہ نہ ہو سکے تو دوسرا اختیار کر لے، اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو تیسرا اپنا لے، اس سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ ان میں سے جو کام کر سکتا ہے وہ ضرور کرے اور اپنے لیے اجر کمائے اور آخرت کا توشہ بنائے۔

صدقے کا کلمہ صدق اور صداقت (سچائی) سے نکلا ہے، جس کے مفہوم میں یہ بات خود بخود شامل ہے کہ ان میں سے جو کام کرے سچائی کے جذبے و نیت اور جائز طریقے سے کرے، اس عمل میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی خواہش اپنی ذمہ داری پوری کرنا اور انسانوں کی خدمت کرنا ہو۔

یہی وہ بنیادی فرق ہے جو عام این جی اوز (خدمت گزار اور اصلاحی تنظیموں) اور مسلم این جی اوز میں نمایاں ہے، ایک مومن جو کام بھی کرے گا اس میں اللہ کی رضا و خوشنودی، اپنی ذمے داری پوری کرنے اور اپنے لیے اجر چاہنے کی نیت سے کرے گا۔ اس فرق کی وجہ سے ایک مسلم کا رفاہی کام دوسرے فریقوں سے اعلیٰ واکمل اور ممتاز ہے اس کے برخلاف دوسرے لوگ مختلف مقاصد، اغراض اور جذبے رکھتے ہیں۔

اس حدیث مبارکہ سے ایک خاص بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ جو بھی نیکی کا کام کرے وہ جائز اور حلال طریقے سے کمائے ہوئے رزق سے کرے۔ اسلام کسی صورت میں ایسی نیکی، صدقہ اور رفاہی کام کرنے کی اجازت نہیں دیتا اور نہ ہی اسے پسند کرتا ہے اور نہ ہی اس پر اجر وثواب دیتا ہے جس میں ناجائز وحرام سے کمائے ہوئے مال سے خرچ کیا جائے یا اس کام میں ناجائز عمل شامل ہو، جیسے کوئی شخص رشوت، سود یا دھوکے سے کمائے ہوئے مال سے صدقہ خیرات کرے یا کسی کا حق غصب کر کے یا کسی ایک سے زیادتی کر کے دوسرے کی خدمت یا رفاہی کام کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

وَ لَا صَدَقَةً مِنْ غُلُوْلٍ۔ (۲)

دھوکے سے حاصل کیے ہوئے مال پر صدقہ قبول نہیں ہوگا۔

غلول (دھوکے) سے ہر وہ مال مراد ہے جو حرام اور ناجائز طریقے سے حاصل کیا ہوا ہو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذکورہ بالا حدیث میں ان یعمل بیدہ کے الفاظ آئے ہیں، اسی طرح کے الفاظ ایک اور حدیث میں ہیں، مقدام بن معدیکرب سے روایت ہے کہ نبیﷺ نے فرمایا:

مَا اَکَلَ اَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَیْرًا مِنْ اَنْ یَّاْکُلَ مِنْ عَمَلِ یَدِہٖ وَ اِنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ دَاوٗدَ عَلَیْہِ السَّلَامُ کَانَ یَاْکُلُ مِنْ عَمَلِ یَدِہٖ (۳)

"کسی شخص نے اپنے ہاتھ سے کمائے ہوئے کھانے سے زیادہ اچھا کھانا نہیں کھایا اور داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے"۔

اور عمل الید کے ظاہری معنیٰ تو ہاتھ کی کمائی یعنی ہاتھ پاؤں چلا کر کمانا ہے، لیکن الفاظ عمومیت کے لیے استعمال ہوئے ہیں۔ اس سے مراد محنت کر کے، منصوبہ بنا کر، جدو جہد کر کے اور جائز طریقے سے کمائی کرنا ہے۔

یہاں پہلی بات یہ بتائی گئی کہ اگر کسی شخص کا دل مالی انفاق کرنے، مال خرچ کرنے اور کسی کی مالی امداد کرنے کو چاہتا ہے تو آپﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص محنت کرے، جائز مال کمائے اور انفاق کرے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی وجہ سے جائز مال نہیں کما سکتا تو اسے چاہیے کہ وہ مصیبت کے مارے ہوئے لوگوں اور مصیبت میں گھرے ہوئے لوگوں کی مدد کرے، ان کا ہاتھ تھامے، انہیں ظلم وزیادتی سے بچائے، ان کی رہنمائی کرے، انصاف ملنے کے مقامات تک ان کو پہنچائے۔ اس کی بہت سی صورتیں ہوسکتی ہیں، اس کا ابتدائی درجہ یہ ہے کہ ایسے لوگوں کی ہمت باندھے، درخواست لکھ کر دے اور جس طرح ہو سکے ان کی مدد کرے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ کوئی شخص یہ دوسرا کام جو خدمت خلق کا اعلیٰ ترین کام ہے، نہیں کر سکتا تو اسے چاہیے کہ امر بالمعروف (نیکی کا حکم کرے) یعنی نیکی کی اشاعت کرے، دعوت وتبلیغ کا کام کرے، جہاں اس کا بس چلے وہاں اپنی طاقت سے نیکی پھیلائے جیسے اس کے اپنے اہل خانہ مثلاً بیوی، بچے اور دیگر زیردست ہیں ان میں نیکی کو فروغ دے۔ امر بالمعروف کرنا اس امت کے ہر فرد کی ذمے داری ہے اس ذمے داری کا لازم ہونا قرآن مجید کی آیات اور متعدد احادیث مبارکہ سے ثابت ہے، اس حدیث سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے لہٰذا ہر مسلمان کو یہ ذمے داری پوری کرنی چاہیے۔

لیکن کوئی شخص یہ کام بھی نہیں سرانجام دے سکتا تو اسے چاہیے کہ برائی سے رک جائے، یہ بھی اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا صدقہ کرنا ہی ہے، کیونکہ اس طرح وہ اپنی ذات پر ظلم تو نہیں کرے گا اور کم از کم برائی کرنے سے تو بچا رہے گا۔

فراغت کا وقت اور فرصت کی عمر جب کہ بڑھاپے کی وجہ سے آدمی فارغ ہو گیا ہو تو ایسی صورت میں انسان اپنے ساتھیوں اور ہم عمروں کے ساتھ بیٹھ کر کسی کے عیب نکالے گا، کسی کی غیبت کرے گا، لوگوں کی برائیاں بیان کرے گا، کسی کو برے لقب سے پکارے گا اور کسی کی بدخواہی کرے گا۔ اس طرح ایک طرف وہ اپنے اوپر ظلم کا مرتکب ہو گا تو دوسری طرف اپنے مسلمان بھائی کی حق تلفی کرے گا۔ اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ برائی سے رک جائے، یہ بھی اس کا صدقہ کرنا ہے۔

اس حدیث مبارک میں جو انفعال و اعمال کی صورتیں اور متبادل صورتیں بیان کی گئیں وہ تمام کی تمام حقوق اللہ اور حقوق العباد سے متعلق ہیں، اس سے اسلام کے مزاج اور نظام کا اندازہ ہوتا ہے کہ یہ دین انفرادیت، رہبانیت، تنہائی پسندی اور گوشہ نشینی کا دین نہیں ہے بلکہ یہ تو معاشرتی اصلاح، اس کی تعمیر و ترقی کا دین ہے، یہ انفرادی اصلاح اور خدمت خلق کا دین ہے۔

۲۔ رفاہی کاموں میں چھوٹی چھوٹی نیکیوں کی اہمیت:

وہ انسان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ دوسرے انسانوں کی خدمت کرے، ان کو سکھ پہنچائے اور ان کی تکالیف دور کرے۔ یہ کیفیت دراصل انسان کی فطرت ہے اور اس کے مطابق یہ خواہش ہے، لیکن عام انسانوں کا نیکی کے بارے میں تصور اور ہے، آپ ﷺ نے اس خواہش اور مؤمن ہونے کی حیثیت سے اس پر عمل کرنے کی تمنا کو سامنے رکھ کر بیان کیا ہے کہ ہر انسان جب صبح کو وہ اٹھتا ہے تو اس پر صدقہ کرنا لازم ہو جاتا ہے، یہ صدقہ ادا کرنے کے کئی طریقے اور کئی راہیں ہیں۔ لہٰذا جو طریقہ اور راستہ اس کے مناسب حال ہو وہ اختیار کرلے، اس طرح وہ بھی نیکی کرنے والوں میں شامل ہو جائے گا اور اجر و ثواب کا مستحق ہو گا، اس سلسلے میں حدیث کا مطالعہ کریں:

۲. عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كُلُّ سَلَامٰی مِنَ النَّاسِ عَلَیْهِ صَدَقَةٌ كُلَّ یَوْمٍ تَطْلُعُ فِیْهِ الشَّمْسُ یَعْدِلُ بَیْنَ الْاِثْنَیْنِ صَدَقَةٌ، وَیُعِیْنُ الرَّجُلَ عَلٰی دَابَّتِهٖ فَیَحْمِلُ عَلَیْهَا اَوْ یَرْفَعُ عَلَیْهَا مَتَاعَهٗ صَدَقَةٌ وَالْكَلِمَةُ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ وَّكُلُّ خَطْوَةٍ يَخْطُوْهَا اِلَى الصَّلٰوةِ صَدَقَةٌ وَ يُمِيْطُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ صَدَقَةٌ (۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر روز جب سورج طلوع ہوتا ہے تو لوگوں کے ہر عضو (جوڑ) پر صدقہ لازم ہو جاتا ہے (اس کی ادائیگی کی بعض صورتیں یہ ہیں) کوئی شخص دو آدمیوں کے درمیان عدل و انصاف کرے یہ صدقہ ہے، کسی آدمی کو اس کی سواری پر بٹھانے میں مدد کرے یا سواری پر اس کا سامان اٹھا کر دے یہ صدقہ ہے، کسی سے پاکیزہ (میٹھی) بات کرے یہ صدقہ ہے، نماز کے لیے جو قدم بھی اٹھا کر جائے یہ صدقہ ہے اور راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹائے یہ صدقہ ہے۔

آپ ﷺ نے جو نیکی کے طریقے بتائے وہ سب اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والے اور انسان کو اجر و ثواب کا مستحق بنانے والے ہیں، اب اسے اپنے بارے میں سوچ کر فیصلہ کرنا چاہیے کہ میں کون سا کام کر سکتا ہوں۔

(الف) دو انسانوں کے درمیان انصاف کرنا

ان کے اختلافات کو ختم کرنا، اور کوئی شخص دوسرے پر زیادتی کر رہا ہو تو اسے روکنا بڑی نیکی ہے، عدل و انصاف کرنا یہ اعلیٰ عمل ہے جس کے سرانجام دینے کی آپ ﷺ کو تاکید کی گئی اور آپ کی طرف سے اعلان کرایا گیا کہ میں عدل قائم کرنے کے لیے آیا ہوں۔ ارشاد باری ہے:

وَ اُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ (۵)

اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں۔

آیہ کریمہ کے اس حصے کا مقصد یہ ہے کہ میں ان ساری گروہ بندیوں سے الگ رہ کر بے لاگ انصاف کرنے کا مامور ہوں، میں جس حق کو تمہارے سامنے پیش کر رہا ہوں اس میں کسی کے لیے بھی کوئی امتیاز نہیں ہے بلکہ سب کے لیے یکساں ہے اور یہ کہ میں دنیا میں عدل قائم کرنے پر مامور ہوں، دو افراد کے درمیان عدل کرنا اور عدل کا نظام قائم کرنا بہت بڑی نیکی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ دنیا میں عدل و انصاف کا نظام قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں وہ بھی نیکی کا کام کر رہے ہیں اور اجر و ثواب کما رہے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ لوگوں کے درمیان صلح کرانا، انصاف کی بات کہنا اور دو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسانوں کو باہم شیر وشکر کرنا بڑی نیکی ہے اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والا کام ہے۔

(ب) کسی کو سواری پر بٹھانا

پرانے زمانے میں اونٹ کو بٹھا کر ایک فرد اسے پکڑے رکھتا تھا تاکہ اٹھنے میں جلدی نہ کرے یا فوراً کھڑا نہ ہو جائے یا کوئی معذور ہے تو اسے سہارا دے کر سواری پر سوار کرنا یا اس کا سامان اونٹ، گھوڑے، گدھے، یا گاڑی پر لدوانا یا اس کی سواری کھڑی ہے تو اسے سامان اٹھا کر پکڑانا۔ آج کے دور میں ریل گاڑی، بس، ٹرک یا دوسری سواری پر کسی کمزور وضعیف اور عمر رسیدہ کو سوار کرنا یا اس کا سامان اٹھا کر اوپر رکھنا نیکی اور صدقہ ہے۔ اسی طرح کسی کو اپنی سواری پر لفٹ دینا اور بٹھانا اس میں داخل ہے، اگرچہ یہ معمولی کام معلوم ہوتا ہے اور دنیاوی کام معلوم ہوتا ہے لیکن نبی اکرم ﷺ نے اسے صدقہ قرار دیا ہے اور تقابل کر کے بتایا کہ جس طرح نماز باجماعت کے لیے مسجد کی طرف جانا نیکی ہے اسی طرح یہ بھی نیکی کا کام ہے، جس طرح مسجد کی طرف قدم اٹھانے سے ثواب ملتا ہے اسی طرح ان کاموں میں بھی اجر وثواب ملتا ہے۔

(ج) پاکیزہ بول

اچھا بول، اور مفید بات اپنے مسلمان بھائی سے یا کسی انسان سے کہنا نیکی ہے، خوش خلقی سے ملنا، میٹھے بول بولنا مومن کے اوصاف میں سے ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: نیکی کے کسی کام کو ہرگز حقیر (کمتر) نہ سمجھو، اگرچہ اپنے بھائی سے کشادہ روئی سے ملو۔ (۶)

امام مسلم رحمہ اللہ نے خوش خلقی اور خوش روئی سے سے ملنے کو مستحب بتایا ہے، آج جدید دور کی تہذیب میں کہا یہ جاتا ہے کہ مرد وعورت جس شخص سے بھی ملیں مسکرا کر ملیں اور بات کریں، جب کہ اسلام نے روزِ اوّل سے ہی خوش روئی، خوش خلقی اور مسکرا کر ملنے کی تاکید کی ہے۔

(د) نماز باجماعت میں شرکت

جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کے لیے مسجد جانا نیکی اور اجر کا کام ہے، نبی اکرم ﷺ نے اس انفرادی عمل کو خدمت خلق، معاشرتی اور سماجی کاموں کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس سے اسلام کے مزاج اور اس کی تعلیمات کی عمومیت معلوم ہوتی ہے، جس میں حقوق اللہ، حقوق العباد اور حقوق النفس کا باہمی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعلق، ان کی وسعت اور عمومیت اور اجر وثواب کا اندازہ ہوتا ہے۔

(ہ) راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا

یہ نیکی اور صدقہ کا کام ہے۔ ہمارے قدیم شارحین اور عوام میں، راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانے کے تصور سے کانٹے دار لکڑی، ٹہنی، یا اینٹ، پتھر ہٹانے کی طرف ذہن جاتا ہے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اس دور میں راستے کی تکلیف دہ چیزوں میں زیادہ کانٹے والی چیزیں ہی ہوتی تھیں، دوسری وجہ یہ ہے کہ ایک دوسری حدیث میں ٹہنی کا لفظ آیا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: فرمایا کہ ایک وقت میں ایک شخص راستے پر جا رہا تھا کہ اس نے کانٹے والی ٹہنی دیکھی تو اس سے کہا: اللہ کی قسم میں مسلمانوں کو تکلیف سے بچانے کے لیے اسے ضرور بضرور ہٹاؤں گا، (اس عمل کی وجہ سے) وہ جنت میں داخل کیا گیا، اور مسلم کی دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اس فعل کو پسند کیا اور اس کی بخشش کر دی۔ (۷)

ان تینوں احادیث کو جو ایک متن میں مذکور ہے اور مسلم کی یہ دو روایتیں ملا کر مطالعہ کریں تو راستے کے حقوق اور آداب معلوم ہوتے ہیں، راستے پر سے ہر ایک گزرتا ہے، مسلم و غیر مسلم، کافر و مشرک، امیر و غریب، گنہگار، پاک دامن، فاسق و فاجر اور مؤمن و محسن وغیرہ۔ تاہم راستہ صاف کرنے اور صاف اور کھلا رکھنے کا اجر اس شخص کو ضرور ملے گا جو یہ رفاہی کام کرتا ہے۔

علماء اور شارحین حدیث نے حدیث کے اس آخری جز (راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا) کی تشریح میں کئی ایسے پہلو بیان کیے ہیں جو اس کے دائرے میں آتے ہیں اور آپ ﷺ کے اس فرمان کی وسعت ظاہر کرتے ہیں۔ اس کی تفصیل حدیث نمبر ۴۰ کی تشریح میں درج ہے۔

حدیث مبارکہ کی پانچوں باتوں پر غور کریں تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دین اسلام انسانوں کے لیے رحمت و شفقت اور ان کی ہر پہلو سے بھلائی و بہتری اور اجتماعی و انفرادی خیر کا نظام ہے۔ ایسا نظام جس میں اس کی چھوٹی بڑی تمام باتوں کا لحاظ رکھا گیا ہے، نیز اس میں حقوق اللہ، حقوق العباد اور حقوق النفس کا حسین امتزاج ہے۔

۳۔ تمام مخلوق کو فائدہ پہنچانا رضائے الٰہی کے حصول کا ذریعہ:

دین اسلام نے انسانوں کے بارے میں جو آفاقی و ابدی نظریہ دیا ہے اس میں پیدائش کے لحاظ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے وحدت انسانیت کا تصور ہے، ارشاد باری ہے:

يَآاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ O (۸) (الحجرات۴۹: ۱۳)

اے انسانو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو، بلاشبہ اللہ کے ہاں تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سے سب سے زیادہ متقی ہے، بے شک اللہ جاننے والا اور خبر دار ہے۔

اسلام نے تمام انسانوں کو بغیر کسی نسلی، وطنی، اور قومی تفریق کے خطاب کیا، چنانچہ قرآن مجید میں عام دعوت وتبلیغ کے خطاب کا انداز یا ایھا الناس (اے انسانو) ہے، اسی طرح محمد ﷺ کو تمام انسانوں کے لیے رسول، رحمۃللعالمین اور کافۃ للناس اور انی رسول الله الیکم جمیعا اور قرآن مجید کو ھدی للناس کہا گیا۔ اس مضمون ومفہوم کی ایک حدیث ملاحظہ کریں:

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْخَلْقُ كُلُّهُمْ عَيَالُ اللّٰهِ، فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَى اللّٰهِ اَنْفَعُهُمْ لِعَيَالِهِ (۹)

حضرت انس نے روایت کی کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تمام مخلوق اللہ کا عیال (کنبہ) ہے، سو ان میں سے اللہ کو سب سے زیادہ پیارا وہ شخص ہے جو اس کے عیال کو زیادہ نفع پہنچانے والا ہے۔

یہ حدیث تمام مخلوق کو اللہ کا کنبہ قرار دیتی ہے، جس طرح ایک کنبہ اور خاندان کے افراد اس میں تمام حقوق کے حق دار ہوتے ہیں، اسی طرح تمام انسان اس دنیا میں اللہ کی ربوبیت وحاکمیت میں ہیں اور تمام مخلوق کا اللہ خالق، مالک، رازق وآقا ہے اور ان کی خبر گیری کرتا ہے، خالق اور احسن الخالقین اللہ کی وہ صفت ہے جسے قرآن مجید میں مختلف صیغوں اور کلمات سے اڑھائی سو مرتبہ بیان کیا گیا ہے، پھر ھل من خالق غیرہ کہہ کر چیلنج کیا گیا کہ دوسرا تمہارا کوئی خالق ہے تو اسے لاؤ، جب وہ خالق ہے تو مالک اور سب کا پالنے والا بھی وہ ہی ہے۔

لہٰذا جو لوگ اللہ کی مخلوق کے ساتھ بھلائی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہوتے ہیں، اس لیے ایک مومن کو خدمت خلق اور شفقت علی الخلق کی جذبے سے تمام انسانوں سے بھلائی کرنی چاہیے، یہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بات آپ ﷺ کے قول وعمل سے پوری طرح واضح ہوتی ہے، بہت سی آیات واحادیث اور آپؐ کی سیرت طیبہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے مسلموں اور غیر مسلموں کے ساتھ نیکی کرنے کی ترغیب دی اور اسے بڑی نیکی قرار دیا۔ آپؐ کا ایک بیمار یہودی لڑکے کی عیادت کرنا، ایک یہودی کے جنازے کی آمد پر کھڑے ہو جانا، پیاسے کتے کو پانی پلانے پر بڑے اجر کی بشارت دینا، ایک بلی کو بھوکی پیاسی باندھنے پر عذاب کی خبر دینا، اور دیگر جانوروں کا لحاظ کرنے کی ترغیب دی ہے، اس حدیث مبارک میں یہ دلیل ہے کہ تمام مخلوق اللہ کا عیال ہے اور کسی کے عیال کے ساتھ بھلائی کی جائے تو وہ نہ صرف خوش ہوتا ہے بلکہ اس کا اجر بھی دیتا ہے، اس حدیث کا یہی خلاصہ اور حاصل ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں:

قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ خَلْقًا خَلَقَهُمْ لِحَوَائِجِ النَّاسِ، یَفْزَعُ اِلَیْهِمُ النَّاسِ فِیْ حَوَائِجِهِمْ، اُولٰٓئِكَ الْاٰمِنُوْنَ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ تَعَالٰی (۱۰)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی کچھ مخلوق (بندے) ایسی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے پیدا کیا ہے، لوگ اپنی ضرورتوں کے وقت ان کے پاس گھبرا کر آتے ہیں (اور یہ ان کی ضرورتیں پوری کرتے ہیں) یہ لوگ (قیامت کے دن) اللہ کے عذاب سے محفوظ رہیں گے۔

ایک دوسری حدیث اس طرح ہے: کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف المزنی اپنے والد سے اور وہ اپنے والد (عمرو بن عوف) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جنہیں اللہ نے لوگوں کی حاجتیں پوری کرنے کے لیے پیدا کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم کھائی کہ انہیں دوزخ کی آگ کا عذاب نہیں دیں گے، پس جب قیامت کا دن ہوگا تو ان کے لیے نور کے ممبر رکھے جائیں گے جن پر بیٹھ کر وہ اللہ تعالیٰ سے گفتگو کریں گے جب کہ دوسرے لوگ حساب میں مبتلا ہوں گے''۔ (۱۱)

قرآن شریف واحادیث مبارکہ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ خدمت خلق کے جائز اور اچھے کاموں سے ایسا ہی ثواب ملتا ہے جیسا دوسری عبادتوں سے ملتا ہے اور دوزخ سے ایسے ہی نجات حاصل ہوتی ہے جیسے دوسری نیکیاں کر کے ہوتی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام کی مجموعی تعلیم اور رسول اللہ ﷺ کی سنت اور سیرت اور آپ کے ارشادات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ایک مسلمان کو اپنی اصلاح کے لیے جہاں ذاتی نیکیاں، عبادتیں اور ریاضتیں کرنی چاہییں وہاں اپنے ابنائے جنس (انسانوں) کی دینی و دنیائی بھلائی، بہتری اور خدمت کے لیے بھی کام کرنا چاہیے، جس طرح معروف عبادات سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے اسی طرح اس کی رضا کی نیت سے اللہ کے بندوں سے بھلائی کرنے سے بھی ہوتی ہے۔ جس طرح عبادات واطاعت سے مومن جنت کا حق دار بنتا ہے اسی طرح اللہ کی مخلوق سے بھلائی کرنے سے بھی وہ جنت کا حق دار ہوتا ہے۔

۴۔ مسلمانوں کو خوش کرنا:

مؤمن صرف اپنی ذات کے گرد نہیں گھومتا بلکہ اپنے دوسرے بھائیوں کے دکھ درد میں بھی شریک ہو کر ان کے دکھ درد کا مداوا کرتا ہے، جو بات انہیں دکھ پہنچا رہی ہے، اسے دور کرتا ہے، اس کا حل تلاش کرتا ہے، اس سے نجات کی راہیں نکالتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ایسے انسان سے خوش ہوتے ہیں جو اپنے مسلمان بھائی کا غم ہلکا کرتا ہے، اس کے دکھ بانٹتا ہے۔ بڑی نیکیوں میں سے ایک نیکی یہ بیان فرمائی کہ وہ بندہ بہت اچھا ہے جو کسی انسان کو خوش کرتا ہے، خاص طور پر ایسا انسان جو رنج وغم میں مبتلا ہو، کسی حادثے کا شکار ہو گیا ہو اور کسی صدمے کی وجہ سے نڈھال ہو رہا ہو، ایسے انسان کے پاس جانا، اس کا غم ہلکا کرنا اور اسے خوش کرنا نیکی کا کام ہے، اس مفہوم کی متعدد روایتیں ہیں:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَیُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ؟ قَالَ اَنْ تُدْخِلَ عَلٰی اَخِیْكَ الْمُسْلِمِ سُرُوْرًا اَوْ تَقْضِیَ عَنْهُ دَیْنًا اَوْ تُطْعِمَهٗ خُبْزًا(۱۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ ایک شخص نے سوال کیا یا رسولؐ اللہ کون سا عمل سب سے زیادہ فضیلت والا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے مسلمان بھائی کو خوش کرو یا اس کا قرض ادا کر دو یا اسے کھانا کھلاؤ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کام اور باتیں مغفرت لازم کرنے والی ہیں ان میں سے ایک اپنے مسلمان بھائی کو خوش کرنا ہے یعنی اس کی بھوک دور کرنا اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی پریشانی (تکلیف) دور کرنا ہے۔(۱۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کسی مسلمان کی دنیا کی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف دور کی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف دور کر دے گا، اور جس شخص نے تنگ دست پر آسانی کی تو اسی قدر دنیا و آخرت میں اس پر آسانی کی جائے گی اور اللہ تعالیٰ بندے کی مدد کرتا ہے جب تک وہ اپنے مسلمان بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے۔(۱۴)

اس مضمون کی ایک حدیث اس طرح آئی ہے، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت کے ابدال جنت میں اپنے عملوں کی وجہ سے داخل نہیں ہوں گے لیکن وہ اللہ کی رحمت سے، اپنے نفسوں کی سخاوت سے، سینوں کی سلامتی سے، اور تمام مسلمانوں پر رحمت کی وجہ سے جنت میں جائیں گے۔(۱۵)

ان تمام روایتوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مومن صرف انفرادی نیکیوں میں نہ لگا رہے بلکہ اپنی انفرادی نیکیوں، عبادتوں، اور وظائف کے ساتھ اپنے دوسرے بھائیوں کی خیر خبر معلوم کرے، ان کے پاس جائے، ان کے دکھ درد دور کرے اور انہیں تسلی دے، کچھ وقت ان کے ساتھ گزارے۔ یہ آپ ﷺ کا یہ اسوۂ حسنہ ہے، آپؐ زیادہ وقت خاص طور پر دن کا زیادہ وقت اجتماعی معاملات میں صرف کرتے، ان کے اجتماعی و انفرادی مسائل معلوم کرتے، اور پھر انہیں حل فرماتے۔ آپ ﷺ کا مشہور ارشاد ہے: مومن سراپا الفت و محبت ہے اور اس شخص میں سرے سے کوئی بھلائی نہیں جو نہ تو دوسروں سے محبت کرے اور نہ ہی دوسرے اس سے محبت کریں۔(۱۶)

ایک اور روایت ہے: جو مسلمان بندہ لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہتا ہے اور ان کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں کو برداشت کرتا ہے وہ اس شخص سے کہیں بہتر ہے جو لوگوں سے الگ تھلگ رہتا ہے اور ان کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں سے دل برداشتہ ہوتا ہے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کی ایک سو سے زائد مجلسوں میں بیٹھا ہوں، ان مجلسوں میں صحابہ کرامؓ اشعار بھی پڑھا کرتے تھے اور زمانۂ جاہلیت کے قصے کہانیاں بھی سناتے۔ نبی ﷺ خاموشی سے یہ سب سنتے رہتے تھے، بلکہ کبھی کبھار خود بھی ان کے ساتھ شریک ہو جایا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جارہا تھا، آپؐ نجران کی بنی ہوئی موٹے کناروں والی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ راستے میں ایک بدو ملا، جس نے آپ ﷺ کی چادر کو پکڑ کر زور سے کھینچا، جس کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کی گردن پر نشان پڑ گیا۔ اس نے کہا: اے محمد! مجھے بیت المال سے کچھ دلایئے، اتنے زور سے چادر کھینچنے کو آپؐ نے برا نہیں منایا، بلکہ آپؐ مسکرائے اور بیت المال سے کچھ دینے کا حکم صادر فرمایا۔ (۱۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مدینے کا درمیانی یا آخری دور ہے، جب بیت المال قائم ہوا تھا اور اس میں مال جمع ہونے لگا تھا۔ آپ ﷺ اس وقت اسلامی ریاست کے حکمران اور سربراہ تھے۔ ایسے موقع پر ایک بدو کے قریب آنے میں کوئی روک ٹوک نہیں معلوم ہوتی، پھر اتنی عظیم شخصیت ہونے کے باوجود آپؐ غصہ نہیں کرتے، بدو کو ڈانٹ ڈپٹ نہیں کرتے، بلکہ الٹا مسکرا دیتے ہیں اور اسے بیت المال سے مال دلواتے ہیں۔ یہ ہے اسلام کا اجتماعی، سماجی اور سیاسی معاشرہ جس پر اس کی بنیاد رکھی گئی، جو صدیوں تک جاری و ساری رہا اور غیر مسلم اسے دیکھ کر اسلام کی طرف جوق در جوق چلے آتے تھے۔

آج مسلمانوں کو انفرادی و اجتماعی طور پر ایسے معاشرے کی طرف لوٹنا ہے جو اپنے اندر مذکورہ بالا صفات رکھتا ہو اور ایک مثالی اور معیاری معاشرہ ہو۔ جب ایسا معاشرہ قائم ہوگا تب ہی لوگ اسلام کی طرف پلٹیں گے اور اسلام کا حقیقی غلبہ ہوگا۔

۵۔ ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنا:

دین اسلام کی خصوصیات اور امتیازات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے پیروکاروں کی ایسی تربیت کرتا ہے کہ ان کا ظاہر و باطن، داخل اور خارج اور زبان و دل ایک ہو، اس میں دوئی اور دو رنگی نہ ہو، جو بات دل میں سوچے وہ ہی زبان پر آئے، اگر کسی شخص کا دل اور زبان ایک نہیں ہے تو اسلام اس کو نفاق اور منافقت کہتا ہے اور اسے دھوکے (خدع) کا نام دیتا ہے:

عَنْ اَبِیْ رَقِیَّۃَ تَمِیْمِ بْنِ اَوْسِ الدَّارِیْ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ، قُلْنَا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لِمَنْ؟ قَالَ لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهٖ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَ لِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَ عَامَّتِهِمْ (۱۸)

حضرت تمیم بن اوس الداری رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا دین سراپا خیر خواہی ہے، صحابہؓ کہتے ہیں کہ ہم نے پوچھا: کس کے لیے خیر خواہی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے لیے، اللہ کی کتاب (قرآن مجید) کے لیے، مسلمانوں کے سربراہوں اوران کے عام لوگوں کے لیے خیر خواہی کرنا۔

متن میں لفظ النصیحہ آیا ہے جس کا مادہ نصح ہے، یہ کلمہ قرآن مجید میں مختلف شکلوں میں تیرہ مرتبہ آیا ہے، اور احادیث میں بہت سے مقامات پر آیا ہے، عربی زبان میں یہ کلمہ اپنے معنی میں بڑی وسعت رکھتا ہے، ابن دقیق العید (۷۰۲ھ) کہتے ہیں: ''کلام عرب میں ایسا کوئی کلمہ نہیں ہے جو اس کلمے کے معنی واضح کر سکے، اور اپنے اندر سمو سکے''۔

مدینہ منورہ میں اسلام قبول کرنے کے بارے میں بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے بیان کیا کہ ہم جب آپ ﷺ کی خدمت میں اسلام قبول کرنے آئے تو آپ نے بیعت کرتے وقت عہد لیا:

عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَاشْتَرَطَ عَلَيَّ وَالنُّصْحُ لِكُلِّ مُسْلِمٍ (۱۹)

حضرت جریر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے ہر مسلم کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔

نبی اکرم ﷺ نے اپنے امتیوں سے بیعت لی (عہد و پیان لیا) کہ ہر مسلم کے ساتھ خیر خواہی کی جائے، پھر مختصر جملوں میں یہ خیر خواہی جن کے ساتھ کی جائے ان کے نام لے کر وضاحت کی، اسی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ نام گنوائے ہیں کہ ان کے ساتھ خیر خواہی کا رویہ اختیار کیا جائے، ظاہر ہے کہ ان سے خیر خواہی کا تقاضا اور انداز علیحدہ علیحدہ ہوگا، اس کا مختصر سا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

حدیث شریف میں دین کے بارے میں ایک جامع تصور دیا گیا ہے، اور دین کا دائرہ کار بتایا گیا ہے۔ دین کے بارے میں ایک عام تصور یہ ہے کہ دین کا تعلق صرف اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ہے یعنی چند عقائد، ذکر و فکر، چند مقررہ عبادات اور اخلاقیات سے اپنے رب کو راضی کیا جائے اور زندگی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے دوسرے معاملات اور خاص طور پر اجتماعی معاملات سے دین کا تعلق نہیں ہے۔ حالانکہ اس سلسلے میں یہ حدیث واضح رہنمائی کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ دین کا دائرہ بہت وسیع ہے، جس میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کے بہت سے پہلو شامل ہیں۔ مختصر یہ پہلو اس طرح سے ہیں۔

(۱) **النصیحة للہ** (اللہ کے ساتھ خلوص و خیر خواہی) کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر اخلاص و سچائی سے ایمان لائے اور نفاق کو قریب نہ پھٹکنے دے۔ اللہ کی ذات و صفات، اختیارات، احکامات اور حقوق و آداب میں کسی کو ساجھی اور شریک نہ ٹھہرائے۔ اس کی اطاعت میں لگا رہے، اس کی نافرمانی سے بچتا رہے اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرے۔ اللہ تعالیٰ سے اخلاص و خیر خواہی اختیار کرنے میں انسان دراصل اپنے آپ سے ہی خیر خواہی کرتا ہے اور اپنی ہی دنیا اور آخرت سنوارتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ (۲۰) (حم السجدہ ۴۱:۴۶)

جو شخص نیک عمل کرتا ہے وہ اپنی ذات کے لیے ہی کرتا ہے۔

(۲) **النصیحة لکتابه** (اس کی کتاب سے اخلاص) کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید پر اخلاص سے ایمان لانا کہ یہ اللہ کا کلام ہے، اس کی طرف سے نازل ہوا ہے، اس کی تعظیم کرنا، اس کی تعلیم حاصل کرنا، اس کی عمدگی سے تلاوت کرنا، اس کے معانی و مطالب کو سمجھنا، اس کی تعلیم میں تفکر و تدبر کرنا، اس کے تمام احکام پر عمل کرنا اور جن پر عمل نہ ہو سکے ان کو روبہ عمل لانے کے لیے جدوجہد کرنا، اس کے دیے ہوئے اجتماعی نظام کو قائم کرنا، اس کی تعلیمات میں شبہات پیدا کیے جاتے ہیں ان سے اپنے آپ کو بچانا اور اس کا دفاع کرنا، اس کی تعلیم عام کرنا، لوگوں کو اس کی تعلیم کی طرف دعوت دینا اور یہ یقین رکھنا کہ اس میں جو کچھ ہے وہ حق ہے اور میری دنیا و آخرت کی بھلائی و فلاح اور میری نجات اس پر عمل پیرا ہونے میں ہے۔

(۳) **النصیحة لرسوله** (اس کے رسول ﷺ کے ساتھ اخلاص) کے معنی ہیں کہ محمد ﷺ کو اللہ کا آخری رسولؐ ماننا، آپ ﷺ کے حقوق و آداب پہنچاننا اور انہیں ادا کرنا، آپؐ سے محبت رکھنا، آپؐ جو شریعت لے کر آئے ہیں اس کی تصدیق کرنا، آپؐ کی سنتوں کو معلوم کرنا اور ان پر عمل کرنا، آپ ﷺ کے اصحاب سے محبت کرنا، آپؐ پر درود وسلام بھیجنا، آپ ﷺ کی سنتوں میں کمی بیشی کرنے والوں سے دور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہنا، اور جو اسلامی نظام آپؐ لے کر آئے ہیں اسے قائم کرنا، اور آپؐ کی تمام سنتوں پر عمل کرنا۔

(۴) **النصیحة لائمة المسلمین** (مسلمانوں کے رہنماؤں کی خیر خواہی) کے مطلب پر گفتگو کرنے سے پہلے لفظ ائمہ جو کہ امام کی جمع ہے کا مفہوم سمجھنا چاہیے۔ عربی زبان میں امام، قائد، رہنما اور حاکم کو کہتے ہیں، لفظ ائمہ میں ہر قسم کے رہنما شامل ہیں جیسے وقت کا حاکم، دینی رہنما، دینی جماعتوں کے پیشوا اور قائدین اور نماز کے امام وغیرہ۔

ان سے خیر خواہی کا مطلب یہ ہے نیکی، بھلائی اور حق و انصاف کے کاموں میں ان کا اخلاص سے ساتھ دینا، ان کی ذمے داریوں کی ادائیگی میں ان کا ہاتھ بٹانا، تابعداری کرنا، انہیں حق بات کہنا اور ان کی کوتاہیوں سے انہیں آگاہ کرنا۔

(۵) **النصیحة لعامتهم** (عام مسلمانوں سے خیر خواہی کرنا) اس بارے میں علامہ ابن دقیق العید ان کے اخلاقی، معاشرتی، معاشی اور قانونی حقوق ادا کرنے کے بارے میں لکھتے ہیں: دنیا و آخرت کی بھلائی والے کاموں میں ان کی رہنمائی اور مدد کرنا، ان کی لازمی ضروریات پوری کرنا، ان کے عیوب کی ستر پوشی کرنا، ان سے مصیبتیں ٹالنا، ان کی بھلائی کے لیے سوچنا، نرمی، اخلاص اور دردمندی سے نیکی کا حکم دینا، برائیوں سے روکنا، ان پر رحم و شفقت کرنا، بڑوں کی عزت کرنا، چھوٹوں پر شفقت کرنا، ان سے دھوکہ اور حسد نہ کرنا، جو بات اپنے لیے پسند ہو ان کے لیے بھی پسند کرنا، ان کی عزتوں اور مالوں کی حفاظت کرنا، بیماروں کی عیادت کرنا، ظالم کو ظلم سے روکنا، مظلوم کی دادرسی کے لیے جدوجہد کرنا، کوئی فوت ہو جائے تو اس کے جنازے میں شریک ہونا اور اس کے پسماندگان کو تسلی دینا۔

یہ ہے دین کی خیر خواہی ہونے کا مختصر اور جامع نقشہ جو اس حدیث شریف میں ہمارے سامنے آتا ہے، دراصل دین کا تعلق انسان کی پوری زندگی سے ہے، جس میں پوری انفرادی اور اجتماعی زندگی شامل ہے، اس کی بنیاد پر قائم ہونے والے اسلامی معاشرے میں ہر طرف خیر خواہی اور ایک دوسرے کی بھلائی کا جذبہ کارفرما نظر آتا ہے، ایسا معاشرہ رحمت و شفقت، امن و سلامتی، حقوق و فرائض اور محبت و اخلاص والا ہوتا ہے، جس میں ہر انسان عزت و احترام سے پیار و محبت کے ساتھ اور بے خوفی سے امن و سکون کی زندگی گزارتا ہے۔ اس کے علاوہ خیر خواہی کرنے کا دائرہ مسلمانوں سے بڑھ کر غیر مسلموں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تک وسیع ہوتا ہے، جو ہماری خیر خواہی کے مستحق ہیں۔

آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے واضح ہوتا ہے کہ آپؐ نے جس طرح مسلموں اور مومنوں سے خیر خواہی کی ہے ایسی ہی غیر مسلموں سے کی ہے، ان کی خیر خواہی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی، غیر مسلموں کی خیر خواہی کے لیے ان کے پاس گئے، انہیں دین کی دعوت دی، ان کے دین و دنیا کی بہتری کے لیے سوچا، ان کے اسلام قبول کرنے اور اسلام میں اہم کردار ادا کرنے کے لیے دعائیں کیں، ان کی مہمان نوازی کی، ان کی عیادت کی اور ان کو عطیات دیے۔ لہٰذا ہمیں بھی ان سے خیر خواہی کرنی چاہیے اور خدمت کرنی چاہیے، اس خیر خواہی کی درج ذیل صورتیں پیش کی جارہی ہیں۔

۱۔ غیر مسلموں سے سب سے بڑی خیر خواہی یہ ہے کہ انہیں اسلام کی دعوت دینی چاہیے اور انہیں اس رحمت بھرے دین سے بہرہ ور کیا جائے، اس دین کی جو رحمتیں اور برکتیں ہیں ان میں سے ان کا حصہ دیا جائے، انہیں شرک و بدعات اور رسموں و رواجوں کے جال سے آزاد کرا کے اچھا شہری بنایا جائے۔

۲۔ غیر مسلموں کو اللہ کی بہت بڑی نعمت یعنی جنت کا حق دار بنانے کی جدوجہد کی جائے، انہیں اسلام کے دائرے میں رہ کر اچھے اعمال کی ترغیب دی جائے، ان کے لیے اسلام پر عمل کرنا آسان بنایا جائے۔ اس طرح اللہ کی بڑی سزا یعنی دوزخ سے بچانے کی فکر کی جائے، یہ نبی اکرم ﷺ کا طریقہ اور مومن کی ذمہ داری ہے۔

۳۔ ان کو دنیاوی خرابیوں، برائیوں، فساد، بدامنی، منشیات، بیماریوں اور بھوک و غربت سے نکالا جائے، یہ ان کی بہت بڑی خیر خواہی ہے، ان کو نسلی، لسانی اور رنگ و نسل کی عصبیتوں سے نکالا جائے اور اسلام کے مساوات، برابری اور اخوت کے نظام میں ان کو شامل کیا جائے۔

۴۔ غیر مسلموں کو اسلامی نظام اور اسلام کی دینی نعمتوں میں سے حصہ دیا جائے۔

۵۔ جو مسلمان اس طرح انسانوں کے ساتھ خیر خواہی کرے گا اور اس کے اس عمل کی وجہ سے لوگ اس کردار کو اپنائیں گے تو یہ ایسے مصلح کے لیے آخرت کے اجر و ثواب کا باعث ہوگا اور اللہ تعالیٰ راضی ہوں گے اور اپنی دنیاوی اور اُخروی نعمتوں سے نوازیں گے۔

ایسا معاشرہ اس وقت قائم ہوسکتا ہے جب ہر ایک مسلمان اپنے فرائض و ذمے داریوں کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احساس سے اسلام کے تمام احکام پر اخلاص، سچائی، ایمان داری اور خیر خواہی کے جذبے سے خود عمل کرے اور دوسرے بھائیوں کو بھی ان باتوں کی تلقین و تبلیغ کرے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ایسا معاشرہ ہمیں نصیب کرے۔ آمین

۶۔ باہم تعاون کرنا:

اسلام جس قسم کا پاکیزہ معاشرہ بنانا چاہتا ہے اس کی بنیاد باہمی تعاون و توافق، اتحاد و یک جہتی اور نیکی و بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد پر ہے۔ چاہے افراد کی اجتماعیت ہو یا حکومت کا نظم و نسق ہو یا غیر سرکاری ادارے، انجمنیں، تنظیمیں اور جماعتیں ہوں، ان کا نیکی اور بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنا اسلام کا رہنما اصول ہے، اسی موضوع کا قرآن مجید کی بعض آیات اور چند احادیث کی روشنی میں مطالعہ کیا جاتا ہے:

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَنْ نَفَّسَ عَنْ اَخِيْهِ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا، نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَ مَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِی الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ فِیْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِیْ عَوْنِ اَخِيْهِ(۲۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے بھائی کی کسی دنیا کی تکالیف میں سے کوئی تکلیف دور کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف اس سے دور کر دے گا اور جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی عیب پوشی کرے گا تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی عیب پوشی کرے گا، اور اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی مدد کرتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں مشغول ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا حدیث میں لفظ عون (ع و ن) آیا ہے جس کے معنیٰ ہیں مدد، نصرۃ اور کسی کام میں مدد کرنا، مدد دینا۔ قرآن مجید میں یہ کلمہ تیرہ مرتبہ آیا ہے۔ ان میں سے زیادہ تر کلمات باب استفعال یعنی استعانت سے آئے ہیں جس کے معنیٰ ہیں مدد چاہنا، مدد طلب کرنا (المعجم المفهرس لالفاظ القرآن)۔ البتہ احادیث میں یہ کلمہ درجنوں مرتبہ آیا ہے، عون سے تعاون کا کلمہ بنا ہے، جس کے معنی ہیں ایک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے کی مدد کرنا، ایک دوسرے کے دست و بازو بننا، اس کلمے کے معانی میں بڑی وسعت ہے۔ ایک فرد کی مدد سے لے کر گروہوں، جماعتوں، تنظیموں کا ایک دوسرے کے لیے مددگار بننا، بلکہ اور وسعت دی جائے تو حکومتوں کا ایک دوسرے سے تعاون کرنا۔ پھر اس مدد کا دائرہ بھی وسیع ہے، جیسے اخلاقی، مالی، قانونی اور مادی وغیرہ۔ اس مدد اور تعاون کو کسی ایک نوع میں محدود کرنا مناسب نہیں ہے۔ اسلام کے اس اصول کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا:

وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ○ (۲۲)

جو کام نیکی اور خدا ترسی کے ہیں ان میں سب سے تعاون کرو اور جو کام گناہ اور زیادتی کے ہیں ان میں کسی سے تعاون نہ کرو، اللہ سے ڈرو بلاشبہ اس کی سزا بہت سخت ہے۔

یہ حکم اس وقت دیا گیا جب مسلمانوں اور مشرکین عرب کے درمیان جنگ برپا تھی، مکے پر مشرکین قابض تھے اور عرب کے ہر حصے سے مشرک قبیلوں کے لوگ حج اور زیارت کے لیے کعبۃ اللہ کی طرف جاتے تھے اور بہت سے قبیلوں کے راستے مسلمانوں کی زد میں تھے۔ اس وقت حکم دیا گیا کہ یہ لوگ مشرک ہی سہی، تمہارے اور ان کے درمیان جنگ ہی سہی مگر جب یہ اللہ کے گھر کی طرف جاتے ہیں تو انہیں نہ چھیڑو، کیونکہ ان کے بگڑے ہوئے مذہب میں خدا پرستی کا جتنا حصہ باقی ہے وہ بجائے خود احترام کا مستحق ہے، نہ کہ بے احترامی کا۔

اس آیت میں آمدہ الفاظ کی عمومیت اور اس کا سیاق و سباق بتاتا ہے کہ نیکی اور بھلائی کے کاموں میں ہر شخص کے ساتھ تعاون کیا جائے گا، چاہے وہ مسلم ہو یا غیر مسلم اور اپنے مذہب و مسلک کا پیروکار ہے یا کسی دوسرے کا۔ یہ اسلام کی بے مثال آفاقیت اور وسعت نظری اور رواداری ہے۔ اے کاش ہم مسلمان اسے اپنائیں تو بہت سے اختلافات کم ہو جائیں اور نفرتیں مٹ جائیں اور دوریاں ختم ہو جائیں، پھر نیکی پھلے پھولے، بڑھے اور پروان چڑھے۔

ایک روایت میں آتا ہے:

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ مَشٰى فِيْ عَوْنِ اَخِيْهِ وَ مَنْفِعَتِهٖ فَلَهٗ ثَوَابُ الْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (۲۳)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی (مسلم) کی مدد اور فائدہ کے لیے چلا تو اسے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں جیسا ثواب ملے گا۔

مومن کو دوسرے انسانوں اور مسلمانوں کی مدد کے لیے ضرور کچھ نہ کچھ کرنا چاہیے، یہی اسلام کی روح ہے اور دوسرے کے کام آنا عبادت اور اجر و ثواب کا ذریعہ ہے اور معاشرے کو اسلامی معاشرے میں ڈھالنے کا وسیلہ ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے مومنوں کے اس رویے کو عبادت کرنے اور اجر و ثواب حاصل کرنے کا ذریعہ بتایا ہے۔ اس بات کو آگے بڑھائیں تو یہ حدیث بھی رہنمائی کرتی ہے:

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ کَالْبُنْیَانِ یَشُدُّ بَعْضُہٗ بَعْضًا (۲۴)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک مومن دوسرے مومن کے لیے ایسے ہے جیسے دیوار کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو مضبوط کرتا ہے۔

جس طرح دیوار کی اینٹیں ایک دوسری سے جڑ کر ایک مضبوط دیوار بن جاتی ہیں اور اسے گرنے، بکھرنے اور خستہ ہونے سے بچاتی ہیں، ایسے ہی مومنین باہم مل کر تعاون کر کے ایک طاقت بن جاتے ہیں اور انہیں بدی کی طاقتیں، دشمن قوتیں اور مخالف ہلا نہیں سکتے۔ ایک دوسری حدیث میں مومنوں کے باہمی تعلقات، روابط اور تعاون کو آپ ﷺ نے اس طرح واضح کیا ہے:

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَثَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ فِیْ تَوَادِّھِمْ وَ تَرَاحُمِھِمْ وَ تَعَاطُفِھِمْ کَمَثَلِ الْجَسَدِ اِذَا اشْتَکٰی مِنْہُ عُضْوٌ تَدَاعٰی لَہٗ سَائِرُ الْجَسَدِ فِی السَّھَرِ وَ الْحُمّٰی (۲۵)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومنوں کی مثال باہم محبت کرنے ایک دوسرے پر رحم کھانے اور مہربانی کرنے میں ایک جسم کی طرح ہے، جب اس کے کسی ایک عضو میں تکلیف ہوتی ہے تو پورا جسم جاگ کر اور بخار میں مبتلا ہو کر اس کا ساتھ دیتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث مبارکہ میں ملاحظہ کیجیے کہ مسلمانوں کے باہمی تعلقات کو کتنا گہرا، کتنا قریبی اور کتنا مضبوط اورانہیں کس قدر ایک دوسرے کے لیے دکھ درد میں شریک بتایا گیا ہے:

- ایک مومن کو دوسرے مومن بلکہ دوسرے انسان کی تکلیف کو محسوس کرنا چاہیے۔
- اس کی تکلیف میں خود بخود شریک ہونا چاہیے اور اپنی تکلیف سمجھنا چاہیے۔
- دوسرے کی جتنی اور جس قدر مدد کرسکتا ہے وہ کرنا چاہیے اور اسے کم نہیں سمجھنا چاہیے۔

شیخ سعدی نے اس منظر کو اپنے ابیات میں اس طرح سمویا ہے:

بنی آدم اعضاءِ یک دیگر اند
کہ در آفرینش ز یک جوہر اند
چوں عضو بدرد آورد روزگار
دگر عضوہا را نماند قرار
تو از محنت دیگراں بے غمی
نشاید کہ نامت نہند آدمی

آدم کی اولاد (انسان) ایک دوسرے کے عضو ہیں کیونکہ پیدائش میں ایک اصل (آدم) سے ہیں، جب ایک عضو میں تکلیف ہوتی ہے تو دوسرے اعضا بے چین ہو جاتے ہیں، اے انسان! جب تو دوسروں کی تکلیف سے بے فکر ہے تو تیرا نام آدمی نہیں رکھنا چاہیے یعنی پھر تو آدمی نہیں ہے بلکہ جانور ہے۔(''گلستان'' شیخ سعدیؒ)

اسلامی اور اخلاقی تعلیمات کے مطابق وہ شخص بڑے اجر وثواب والا ہے جو انسانوں کے دکھ سکھ میں ساتھ دیتا ہے اور ان کی خوشی وغمی اور تکلیفوں میں کام آتا ہے، ان کی خدمت کرتا ہے اور ان کے خراب رویے پر صبر کرکے ان کی خدمت سے ہاتھ نہیں کھینچتا اور نہ ہی تنگ ہوتا ہے۔ درحقیقت یہی عظیم انسان ہے اور انبیائے کرامؑ کی یہی صفت ہے۔

آیت مذکورہ کے دوسرے حصے میں فرمایا: وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ اور جو کام گناہ اور زیادتی کے ہیں، ان میں تعاون نہ کرو۔ اس سے یہ رہنمائی ملی کہ جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی، برائی اور ظلم وزیادتی کے کام ہیں ان میں کسی سے تعاون نہیں کیا جائے اور نہ ساتھ دیا جائے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گا۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

مَنْ مَشٰی مَعَ ظَالِمٍ لِیُعِینَهٗ وَ هُوَ یَعْلَمُ اَنَّهٗ ظَالِمٌ فَقَدْ خَرَجَ عِنَ الْاِسْلَامِ (۲۶)

جو شخص کسی ظالم کی مدد کرنے کے لیے اس کے ساتھ چلا جب کہ وہ جانتا ہے کہ (جس کا یہ ساتھ دے رہا ہے) وہ ظالم ہے تو وہ اسلام سے نکل گیا۔

ہمارے معاشرے میں عام طور پر رجحان پایا جاتا ہے کہ اپنی برادری، اپنے گروہ، اپنی نسل، زبان، اور اپنے علاقے اور ہم مسلک کی طرف سے کوئی بھلائی کا کام ہو رہا ہے تو اس میں اعانت اور مدد کی جائے جب کہ اگر کسی رفاہی و نیکی کا کام کرنے والے میں یہ باتیں نہ پائی جائیں تو اس کی مدد نہیں کی جاتی بلکہ اس سے کنارہ کشی اختیار کی جاتی ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ اور آپ ﷺ کے ان مندرجہ بالا ارشادات کو دیکھا جائے تو عام اصول یہ سامنے آتا ہے کہ ہر نیکی کے کام میں مدد کی جائے، اگرچہ اس کام کے کرنے والا کسے باشد اور وہ مدد کے لیے کہے یا نہ کہے لیکن اگر ضرورت ہو تو آگے بڑھ کر دست تعاون بڑھایا جائے، اور اگر کوئی برائی کا کام کر رہا ہے پھر وہ چاہے اپنا ہی کیوں نہ ہو اور وہ تعاون کے لیے پکارے تو اس کی مدد نہیں کی جائے گی۔ اجتماعی زندگی میں مومن کا کردار اور رویہ ایسا ہی ہونا چاہیے۔

اسلام نے خدمت کرنے کے کئی درجے، متعدد راہیں اور مختلف صورتیں بتائی ہیں، لیکن ان سب میں یہ بات ملحوظ رہنی چاہیے کہ کام کرنے میں اللہ کی رضا مطلوب ہو، اخلاص ہو اور ریا ہرگز نہ ہو، نیز اعتدال اور میانہ روی کو بھی پیش نظر رکھا جائے۔ یہ بات اسلامی احکام کے مطابق نہیں کہ اس کے گھر کے افراد تو ضرورت مند ہوں اور وہ دوسروں کی مدد کرتا پھرے، یا قرض لے کر اور اپنے مستقبل کو داؤ پر لگا کر کسی کی مدد کرے اور پھر خود پریشان حالی میں مبتلا ہو جائے اور ضرورت مند بن جائے اور اپنی ضرورت کے لیے دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلاتا پھرے۔ اسی طرح ضرورت مند کے کام کی نوعیت کو شرعی، اخلاقی اور معاشرتی نقطہ نظر سے دیکھنا بھی ضروری ہے کہ وہ کام جائز، اچھا اور فی نفسہ نیکی کا ہے۔ شریعت سے بے خبر بعض جاہل دوسروں کی مدد کرنے کے جوش میں اس کام کے جائز و ناجائز، صحیح و غلط ہونے پر غور و فکر نہیں کرتے بس مدد کرنے پر کمر بستہ ہو جاتے ہیں اور ساتھ دیتے ہیں۔ یہ رویہ اور عمل صحیح نہیں ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہر حال مومن کو دوسرے انسانوں اور مسلمانوں کی مدد کے لیے کچھ نہ کچھ روزانہ ضرور کرنا چاہیے تاکہ اس کے لیے صدقہ بن جائے، یہی اسلام کی روح، عبادت، اجر وثواب کا سبب اور معاشرے کو اسلامی معاشرہ بنانے کا ذریعہ ہے۔

۷۔ صلح کرانا:

اسلام کی بنیادی تعلیمات میں سے ایک اہم تعلیم یہ ہے کہ دو بھائیوں، دو فریقوں، دو خاندانوں اور انسانوں کے درمیان کسی بات پر اختلاف پیدا ہو جائے جو تنازع (جھگڑے) کی صورت اختیار کر لے تو دوسرے مسلمانوں کو آگے بڑھ کر ان جھگڑنے والوں میں صلح صفائی کرا دینی چاہیے۔

یہ صلح جہاں معاشرے کے دو افراد اور دو خاندانوں کے درمیان کرانی چاہیے وہاں مسلمانوں کے گروہوں، دو فریقوں، دو مملکتوں اور ملکوں کے درمیان جھگڑے اور جنگ وجدال کی صورت میں بھی صلح کرانا ضروری ہے، بلکہ اجتماعی صلح کا اصول قرآن مجید میں واضح طور پر موجود ہے، پھر احادیث مبارکہ اور آپ ﷺ کی سنت مطہرہ سے دو قبیلوں، دو گروہوں اور خاندانوں اور افراد کے درمیان صلح کرانے کے متعدد واقعات ملتے ہیں، اس طرح آپ ﷺ اور خلفائے راشدین اور بعد کے ادوار میں صلح و اصلاح کا عمل کثرت سے ملتا ہے، صلح حدیبیہ جیسی صلح اور فتح مبین کا واقعہ اور چھوٹے چھوٹے درجنوں واقعات موجود ہیں، مسلمانوں کے درمیان صلح کرانے کا واضح حکم سورۃ الحجرات میں موجود ہے۔ اس سلسلے میں رسولِ کریم ﷺ کے ارشاد پر توجہ فرمایئے:

عَنْ اَبِی الْعَبَّاسِ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِیْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَلَغَهٗ اَنَّ بَنِیْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ كَانَ بَیْنَهُمْ شَیْءٌ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یُصْلِحُ بَیْنَهُمْ فِی النَّاسِ فَحُبِسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ حَانَتِ الصَّلٰوةُ فَجَاءَ بِلَالٌ اِلٰی اَبِیْ بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَ یَا اَبَا بَكْرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَدْ حُبِسَ وَ حَانَتِ الصَّلٰوةُ فَهَلْ لَكَ اَنْ تَؤُمَّ النَّاسَ؟ قَالَ نَعَمْ اِنْ شِئْتَ، فَاَقَامَ بِلَالٌ الصَّلٰوةَ وَ تَقَدَّمَ اَبُوْ بَكْرٍ فَكَبَّرَ وَ كَبَّرَ النَّاسُ (۴۷)

حضرت ابو العباس سعد بن الساعدی رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کو اطلاع

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملی کہ قبیلہ عمرو بن عوف میں فساد ہوگیا ہے اس پر رسول ﷺ کچھ لوگوں کو ساتھ لے کر ان کی صلح کرانے کے لیے روانہ ہوئے۔ پس رسول اللہ اس کی وجہ سے وہاں رک گئے اور اس دوران میں نماز کا وقت آ گیا، چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے کہا: اے ابو بکرؓ! رسول اللہ ﷺ روک دیے گئے ہیں جب کہ نماز کا وقت آ گیا ہے، کیا آپ لوگوں کی امامت کرائیں گے؟ انھوں نے جواب دیا کہ اگر آپ چاہتے ہیں تو میں تیار ہوں۔ چنانچہ بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہی اور ابو بکر رضی اللہ عنہ امامت کے لیے آگے بڑھے اور انھوں نے تکبیر (تحریمہ) کہی اور لوگوں نے بھی تکبیر کہی۔

صلح عربی زبان کا لفظ ہے جو فساد کی ضد ہے، لفظی معنی میل ملاپ اور آشتی کے ہیں، اس سے لفظ اصلاح نکلا ہے، صلح کو انسانی اور اسلامی معاشرے میں بہت اہمیت حاصل ہے، یہ کلمہ قرآن مجید میں اس مادے ص ل ح سے ۱۲۹ بار آیا ہے، اور اکثر اصلاح کرنے، باہمی ملاپ کرانے اور رنجشیں دور کرنے کے معانی میں ہے (المعجم المفهرس لالفاظ القرآن، عبدالباقی فواد)۔ اسی طرح یہ کلمہ احادیث میں کثرت سے استعمال ہوا ہے، سورۃ الحجرات میں ارشاد ربانی ہے جس سے واضح طور پر صلح و صفائی کرانے کا حکم معلوم ہوتا ہے:

وَإِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدٰهُمَا عَلَى الْأُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتّٰى تَفِيْٓءَ إِلٰٓى أَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَإِنْ فَآءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا ۖ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۝ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝ (۳۸) (الحجرات ۴۹: ۹۔۱۰)

اور اگر اہل ایمان میں سے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کراؤ، پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم پر لوٹ آئے، پھر اگر وہ پلٹ آئے تو ان کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کرا دیں، اور انصاف کرو کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے، مومن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں لہٰذا اپنے بھائیوں کے درمیان تعلقات کو درست کرو اور اللہ سے ڈرو، امید ہے کہ تم پر رحم کیا جائے گا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَ لَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَیْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَ تَتَّقُوْا وَ تُصْلِحُوْا بَیْنَ النَّاسِ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ○ (البقرة ٢: ٢٢٤)

اور اللہ کے نام کو ایسی قسمیں کھانے کے لیے استعمال نہ کرو جن سے مقصود نیکی اور تقویٰ اور اللہ کے بندوں کی بھلائی (اصلاح کے کاموں) سے باز رہنا ہو، اللہ تمہاری ساری باتیں سن رہا ہے اور وہ سب کچھ جانتا ہے۔

امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب صحیح البخاری میں صلح و مصالحت کے لیے ایک حصہ یعنی کتاب الصلح علیحدہ رکھا ہے۔ اس میں چودہ ابواب اور اکیس حدیثیں بیان کی ہیں۔ ان احادیث مبارکہ میں آپ ﷺ کی لوگوں کے درمیان صلح کرانے، قباوالوں کے درمیان صلح کرانے، ظلم پر صلح کر کے اتحاد کرنے کی مذمت اور صلح حدیبیہ مشرکوں (غیر مسلموں) سے صلح، حضرت حسن کی صلح کرانے کی پیش گوئی، مقروضوں، تقسیم میراث، قرض کی ادائیگی پر صلح وغیرہ کا تذکرہ موجود ہے۔

کسی معاشرے کا امن و سلامتی سے ہم آہنگ ہو کر رہنا اس کی اہم بنیادوں میں سے ہے، لہٰذا اسلام نے اسے اسلامی اصولوں پر برقرار رہنے کے لیے صلح و مصالحت کرانے کا حکم دیا ہے، صلح کرانا نہ صرف ایک معاشرتی پہلو رکھتا ہے بلکہ ایک مسلمان کی ذمہ داری، اللہ کی رضا کا وسیلہ، اس کے لیے آخرت کے اجر و ثواب کا ذریعہ اور اس کی عزت افزائی کا باعث بھی ہے، اسلام نے صلح جیسا عظیم فریضہ انجام دینے کے لیے مصلحین (صلح کرانے والوں) کو کچھ رعایتیں بھی دی ہیں، ان رعایتوں میں ایک رعایت یہ ہے کہ انہیں مقصد براری کے لیے کسی قدر غلط بیانی کرنے کی اجازت دی ہے، چنانچہ امام بخاری نے ایک باب باندھا ہے لیس الکذاب الذی یصلح بین الناس وہ شخص جھوٹا نہیں جو لوگوں کے درمیان صلح کراتا ہے:

عَنْ اُمِّ کُلْثُوْمٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ لَیْسَ الْكَذَّابُ الَّذِیْ یُصْلِحُ بَیْنَ النَّاسِ فَیَنْمِیْ خَیْرًا وَّ یَقُوْلُ خَیْرًا (٣٠)

ام کلثوم رضی اللہ عنہا بتاتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے، وہ شخص جھوٹا نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان صلح کراتا ہے، پس اچھی بات پہنچاتا ہے یا اچھی بات کہتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام مسلم نے اس حدیث میں اس طرح اضافہ روایت کیا ہے کہ ام کلثوم رضی اللہ عنہ کہتی ہیں جو لوگ باتیں کرتے ہیں ان میں سے میں نے آپ کو تین باتوں کے علاوہ کسی بات میں رخصت دیتے ہوئے نہیں سنا یعنی جنگ، لوگوں کے درمیان مصالحت کرانے اور شوہر کا اپنی بیوی سے اور بیوی کا اپنے شوہر سے بات کرنا (ان میں جھوٹ موٹ کہنے کی اجازت دیتے تھے)۔ ابن بابویہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مصالحت میں غلط بات کہنے کو پسند کرتے ہیں اور فساد پھیلانے میں سچ بات کہنے کو ناپسند کرتے ہیں۔ (۳۱)

شیخ سعدی شیرازی رحمہ اللہ نے کہا ہے:

دروغ مصلحت آمیز بہ ز راستی فتنہ انگیز

جو جھوٹ مصالحت کے لیے بولا جائے وہ اس صداقت سے بہتر ہے جو فتنہ وفساد پیدا کرے۔

اگرچہ لوگوں کے درمیان صلح و مصالحت کرانے کی سعادت اور فضیلت ہر مسلمان اپنی بساط کے مطابق حاصل کرسکتا ہے تاہم ہمارے معاشرے کے کچھ لوگ ایسے ہیں جو یہ کام سرانجام دیتے ہیں اور لوگوں کو باہم ملاتے اور شیر وشکر کرتے ہیں۔ ان میں علماء ومشائخ صاحبان قومی سردار، جرگے کے ممبران، پنچ (پنچائیت کے ممبران) عدالتیں، پولیس افسران، اداروں کے بڑے اور صاحبِ حیثیت لوگ وغیرہ، یہ لوگ اگر اپنے کام میں درج ذیل باتوں کا لحاظ رکھیں تو ان کا یہ عمل اجر وثواب کا باعث اور ان کے لیے دعاؤں کا ذریعہ اور نیک نامی کا سبب بن جائے گا۔

۱۔ یہ لوگ اپنے کام میں اخلاص سے اصلاح بین المسلمین اور اصلاح بین الناس کی نیت رکھیں، اللہ تعالیٰ سے اجر وثواب کی امید رکھیں اور کوئی دنیاوی غرض ولالچ نہ رکھیں۔

۲۔ فساد ٹالنے، دو فریقوں کو ملانے اور معاشرے میں امن قائم کرنے کے لیے پوری کوشش کریں۔

۳۔ اپنے فیصلوں میں عدل وانصاف کریں جس کا جتنا حق ہو وہ دلائیں اور کسی سے زیادتی نہ کریں اور طاقت ور اور کمزور کو ایک نظر سے دیکھیں۔

۴۔ فریقین کی باتیں غور سے سنیں، گواہوں کا بیان لیں، دونوں فریقوں کی باتوں پر غور کر کے اللہ تعالیٰ کو حاضر وناظر جان کر فیصلہ مرتب کریں۔

۵۔ اگر یہ باتیں ملحوظ رکھی جائیں تو فیصلے نہ صرف صحیح ہوں گے بلکہ منصفین (فیصلہ کرنے والوں) کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے اجر وثواب کا باعث، اللہ تعالیٰ کی رضا کا ذریعہ اور نبیﷺ کی سنت پر عمل ہوگا، اور ایسے منصفین کے لیے قیامت کے دن موتیوں کے ممبر رکھے جائیں گے، جن پر وہ بیٹھیں گے۔

۸۔ سفارش کرنا:

اسلام نے جس طرح حاجت مند، مظلوم و مجبور اور مصیبت کے مارے ہووں کی مدد کرنے کی ترغیب دی ہے اسی طرح اگر کوئی شخص اپنے طور پر کسی کی مدد نہیں کرسکتا تو اسے ترغیب دی اور توجہ دلائی کہ وہ اپنے ضرورت مند بھائی کو لےکر کسی ایسے شخص کے پاس جائے جو اس کی مدد کرسکتا ہے، اس کے ساتھ چلنے، دو بول بولنے، اس کی بات صاحب حیثیت تک پہنچانے کو نیکی شمار کیا اور اس کے لیے اجر و ثواب کا ذریعہ بتایا ہے، چنانچہ آپﷺ نے فرمایا:

اَلدَّالُ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهِ (۳۲)

نیکی کے کام میں رہنمائی کرنے والا نیکی کرنے والے کی طرح ہے یعنی اجر وثواب میں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهُ نَصِيْبٌ مِّنْهَا وَ مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهُ كِفْلٌ مِّنْهَا وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا۝ (۳۳)(النساء۴:۸۵)

جو بھلائی کی سفارش کرے گا وہ اس میں سے حصہ پائے گا اور جو برائی کی سفارش کرے گا وہ اس میں سے حصہ پائے گا اور اللہ ہر چیز پر نظر رکھنے والا ہے۔

عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا جَاءَهُ السَّائِلُ اَوْ طُلِبَتْ اِلَيْهِ حَاجَةٌ قَالَ اشْفَعُوْا تُوْجَرُوْا وَ يَقْضِي اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهِ مَا شَاءَ (۳۴)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہﷺ کے پاس جب کوئی سائل آتا یا آپ سے کوئی ضرورت مانگی جاتی تو آپﷺ فرماتے: سفارش کروتا کہ تمہیں اجر ملے اور اللہ اپنے نبی کی زبان سے جو چاہتا ہے فیصلہ کرتا ہے۔

آپﷺ نے مذکورہ بالا حدیث میں ارشاد فرمایا کہ تم لوگ کسی کی سفارش کروتا کہ تم اجر وثواب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصل کرو۔ مظلوم شخص کے ساتھ چلنے میں اسے قدم قدم پر اجر ملے گا، نبی ﷺ کا اسوۂ حسنہ بھی یہی بتاتا ہے کہ آپ کسی سائل کا سوال خود پورا نہیں کر سکتے تو اسے کسی اور کے پاس بھیج دیتے تھے۔ اس طرح ضرورت مند کے لیے بھاگ دوڑ کرنے والا گویا خود اس کی مدد میں شریک ہوتا ہے، اس کے برخلاف کسی غلط اور ناجائز کام کی سفارش کرنے والا خود اسی گناہ میں شریک ہے، اس لیے سفارش کرنے والوں کو سب سے پہلے اس کام کی نوعیت اور کیفیت دیکھنی چاہیے، اگر وہ کام جائز ہے تو سفارش کرنی چاہیے۔

چونکہ کسی مجبور کی سفارش کرنا نیکی اور بھلائی کا کام ہے اس لیے اس کام میں نیت اللہ کی رضا، آخرت کا اجر اور انسان کی خدمت ہونی چاہیے، اس کام میں دنیوی نفع کی طمع رکھنا یا نفع حاصل کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ اگر وہ حاجت مند کوئی ہدیہ اور تحفہ دے تو وہ بھی قبول نہیں کرنا چاہیے۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کسی کی سفارش کی اس پر اس نے سفارش کرنے والے کو کوئی ہدیہ دیا اور اس نے اسے قبول کرلیا تو اس نے سود کی بڑی قسموں میں سے ایک قسم کو اختیار کیا۔(۳۵)

اس ارشاد سے اندازہ کیجیے کہ سفارش کے عمل کو کس طرح پاکیزہ اور بے لوث رکھنا چاہیے اور اس میں کسی ذاتی اور گروہی مفاد کو سامنے نہیں رکھنا چاہیے۔ خلاف شریعت اور بے جا سفارش کرنا کتنا بڑا اور غلط کام ہے اس کا اندازہ ایک واقعے سے کیجیے:

نبی ﷺ کے مدنی دور میں فاطمہ نامی ایک مخزومی عورت سے چوری کا فعل سرزد ہوگیا اور اس جرم پر اسے ہاتھ کاٹنے کی سزا ملی، اس پر بنی مخزوم قبیلے کے معزز لوگ نبی ﷺ کے پاس اس کی سزا معاف کرنے یا اس میں تخفیف کرنے کی سفارش لے کر آئے، لیکن آپ کے سامنے سفارش کرنے کی جرأت نہ کر سکے، آخر کار اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما جو آپ ﷺ کے خاص خادم اور پیارے تھے انہیں اس کام کے لیے آمادہ کر کے لے آئے، چنانچہ حضرت اسامہ نے آپ سے اس کی سزا کے بارے میں سفارش کی، نبی ﷺ اس کی سفارش کی بات سن کر بہت غصے ہوئے اور اسے ڈانٹتے ہوئے فرمایا: تم لوگ اللہ کی حدود (قانون) میں سفارش کرتے ہو، اس پر اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے عرض کی یا رسول اللہ! میرے لیے استغفار فرمائیں اور مجھے معاف فرمائیں، پھر آپ ﷺ نے تقریر کی اور اللہ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا:

سابقہ قومیں اس لیے ہلاک ہوئیں کہ ان میں جب کوئی شریف آدمی ایسا کام کرتا تو اسے چھوڑ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیتے اور کمزور چوری کا کوئی جرم کرتا تو وہ اس پر حد (قانون) جاری کر دیتے تھے۔ اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کے بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔

پھر آپ ﷺ نے اس مخزومی عورت کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا اور ہاتھ کاٹا گیا، اس کے بعد اس نے نہایت اچھے طریقے سے اللہ سے توبہ کی اور اپنی اصلاح کر لی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ اپنی کسی ضرورت کے لیے میری پاس آتی اور میں اس کی ضرورت اللہ کے رسول ﷺ تک پہنچاتی تھی۔ (۳۶)

۱۔ اسلام میں ضرورت مند کی جائز سفارش کرنا، اس کے ساتھ چلنا اور اس کی جہاں ضرورت پوری ہو، وہاں لے جانا، اجر و ثواب اور اللہ کی رضا کا باعث اور خدمت خلق کا کام ہے۔

۲۔ جائز سفارش جائز حد تک قبول کر لینی چاہیے، یہ سنت رسول ہے۔

۳۔ شریعت کی رو سے ناجائز اور غلط سفارش ہرگز قبول نہیں کرنی چاہیے ایسا کرنے سے دوسرے لوگوں کا حق مارا جائے گا ان پر زیادتی ہوگی اور اس گناہ میں سفارش کرنے والا اور قبول کرنے والا دونوں شریک ہوں گے۔

۴۔ حقوق العباد میں سفارش سوچ سمجھ کر کرنی چاہیے، ایسا نہ ہو کہ ایک کی بہتری میں دوسرے کا حق مارا جائے اور نیکی و ثواب کے بجائے الٹا گناہ لازم آئے۔

۵۔ ناجائز اور غلط سفارش معاشرے کے لیے نقصان دہ ہے، اس سے انصاف کا خاتمہ ہوتا ہے، اہل افراد کا حق مارا جاتا ہے اور نااہل لوگ آگے آتے ہیں۔

۶۔ کسی نااہل اور خیانت کار کی سفارش کرنے، اس کے بارے میں سفارش قبول کرنے اور اسے کوئی ذمہ داری حوالے کرنے کے بعد وہ جو غلط، ناجائز اور گناہ کے کام کرے گا اس میں سفارش کرنے والے کو وبال اٹھانا ہوگا اور وہ بھی گنہگار ہوگا۔

۷۔ سفارش کرنے پر سفارش کرانے والے شخص سے ہدیہ تحفہ وغیرہ لینے سے اس کا اجر ضائع ہو جائے گا اور اس کی روحانی و اخلاقی خوبیاں ختم ہو جائیں گی۔

۸۔ سفارش کا دائرہ چھوٹے کاموں سے لے کر بڑے کاموں تک وسیع ہوتا ہے۔

۹۔ بے سہارا، غریب، نادار اور سادہ لوگوں کی سفارش کرنا بڑا نیکی کا کام ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۰۔ اخلاص سے سفارش کرنے والے کو اجر ملے گا، چاہے اس کی سفارش قبول ہو یا نہ ہو۔

۹۔ غلاموں، نوکروں اور خادموں پر شفقت:

نبی امی رحمت عالم ﷺ نے جہاں معاشرے کے کمزور طبقات کا خیال رکھا اور ان کے دکھ درد کو دور کیا وہاں اس کمزور ترین اور بے اثر طبقے یعنی غلاموں اور خادموں کی دادرسی بھی کی، ان کو ان کے حقوق دلائے اور ان کو انسانیت کا اعلیٰ مقام دلایا اور معاشرے کو مساوات کی نعمت سے سرفراز کیا۔ یہاں آپ ﷺ کے دو تین ارشادات اور ان کی تشریح پیش کی جا رہی ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِلْمَمْلُوْكِ طَعَامُهُ وَكِسْوَتُهُ وَ لَا یُكَلَّفُ مِنَ الْعَمَلِ اِلَّا مَا یُطِیْقُ (۳۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: غلام کا حق یہ ہے کہ اسے کھانا اور کپڑا دیا جائے اور اس پر کام کا صرف اتنا ہی بوجھ ڈالا جائے جس کو وہ سہار سکتا ہو۔

متن میں بیان کردہ حدیث کا حکم صراحتاً تو غلام اور لونڈی کا ہے لیکن دوسری نصوص سے حکم عام معلوم ہوتا ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ ایک مسلمان آقا کا ایسا ہی معاملہ اس مستقل نوکر کے ساتھ ہونا چاہیے جس کا شب و روز اس کے ساتھ بسر ہوتا ہے، خادموں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے سلسلے میں ابو قلابہ کی یہ روایت پیش نظر رہے، ابو قلابہ کہتے ہیں کہ حضرت سلمانؓ کے پاس ان کے گورنری کے زمانے میں ایک دن گیا، میں نے دیکھا کہ آپ اپنے ہاتھ سے آٹا گوندھ رہے ہیں، انھوں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نے اپنے خادم کو ایک کام سے باہر بھیج دیا ہے اور ہمیں یہ بات ناپسند ہے کہ اس کے اوپر دونوں کاموں کا بوجھ ڈالیں۔

مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لونڈی اور غلام تمہارے بھائی ہیں، انہیں اللہ نے تمہارے ماتحت کیا ہے، پس جس بھائی کو اللہ نے تم میں سے جس کے قبضہ میں دے رکھا ہو تو اس کو چاہیے اسے وہی کھلائے جو خود کھاتا ہے، اور اسے وہ کپڑا پہنائے جو وہ خود پہنتا ہے اور اس پر کام کا اتنا بوجھ نہ ڈالے جو اس کی طاقت سے باہر ہو اور اگر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ اسے کرنہ پارہاہوتو اس کام میں اس کی مدد کرے۔(۳۸)

آپ ﷺ کے گھر کے خادم جو کھانا پکاتے اور کھانا کھلانے کی خدمت سرانجام دیتے تھے، ان کا کتنا خیال رکھا۔ ہے اس ارشاد نبوی میں غور کیجئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جب تم میں سے کسی کا خادم کھانا پکائے، پھر اسے اس کے پاس لائے اور جبکہ کہ اس کھانا پکانے میں گرمی اور دھوئیں کی مصیبت برداشت کی ہے۔ تو مالک کو چاہیے کہ اسے ساتھ بٹھا کر کھلائے اور اگر کھانا تھوڑا ہو تو ایک لقمہ یا دو لقمے اس میں سے اس کے ہاتھ میں رکھ دے۔(۳۹)

اس حدیث کے مندرجات پر غور کیجئے کہ کتنی اعلیٰ تعلیم ہے جو غلاموں، خادموں اور گھروں میں کام کرنے والوں کے بارے میں دی گئی ہے، ان کے کام کی قدر کرنے کی تعلیم ہے، ان کی عزت و احترام کی ترغیب ہے اور ان کی دل جوئی کی تحریض ہے۔

خادموں سے حسن سلوک کے بارے میں ایک اور حدیث مبارکہ ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اپنے غلاموں اور خادموں پر اپنے اختیار کو غلط استعمال کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا، لوگوں نے پوچھا: اللہ کے رسول! کیا آپ نے ہم کو نہیں بتایا ہے کہ اس امت میں دوسری امتوں کے مقابلے میں غلام اور یتیم زیادہ ہوں گے، آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں میں نے تمہیں یہ بات بتائی ہے پس تم لوگ اپنی اولاد کی طرح ان کی خاطر کرو اور ان کو وہ کھانا کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو۔(۴۰)

خادموں، نوکروں اور ملازموں کی جتنی عزت اور دل جوئی کی جائے گی، ان کے ساتھ جتنا مشفقانہ برتاؤ کیا جائے گا، اتنے ہی وہ وفادار و اطاعت شعار اور فرمانبردار ہوں گے، خدمت و امانت، کارگزاری میں سچائی سے کام کریں گے اور خیر خواہی کریں گے۔

آپ ﷺ نے اپنے خادموں کے ساتھ کیسا اچھا عمدہ برتاؤ برتا تھا، چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں آپ کی خدمت میں دس سال تک رہا، لیکن کبھی آپ ﷺ نے مجھے یہ نہیں فرمایا کہ یہ کام کیوں کیا یا یہ کام کیوں نہیں کیا۔(۴۱)

خادموں کے ساتھ حسن سلوک سے زندگی خوشگوار گزرتی ہے، آدمی اپنے گھر کی طرف سے مطمئن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہتا ہے، آرام وسکون سے رہتا ہے، اجر وثواب کا مستحق ہوتا ہے اور معاشرے کے ہر طبقے میں ہر دلعزیز ہوتا ہے۔ ایسے شخص کو بوقت ضرورت خدمت کے لیے اچھے خادم آسانی سے مل جاتے ہیں، اس کے پاس سے چھوڑ کر جانے والے اسے اچھے نام سے یاد کرتے ہیں اور ان کے لیے دعائیں کرتے ہیں۔

۱۰۔ مشورہ لینا اور مشورہ دینا:

انسان اپنی فطرت، طبیعت اور ہمہ پہلو علم نہ رکھنے کی وجہ سے بہت سی باتوں میں قدم قدم پر اچھے مشورے اور رہنمائی کا محتاج ہوتا ہے، انسان نہ تو عقل کل ہے اور نہ ہی ہمہ دان ہے، اس لیے اسے چاہیے کہ اہم باتوں اور کاموں میں مشورہ کرے اور مشیر (مشورہ دینے والے) سے مشورہ لے کر اس پر عمل کرنے کی کوشش کرے۔

قرآن وحدیث میں مشورہ کی ضرورت، اہمیت، اس کے قاعدے اور فائدے بیان ہوئے ہیں، ایک حدیث ملاحظہ کریں:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا كَانَتْ اُمَرَاؤُكُمْ خِيَارَكُمْ وَ اَغْنِيَاؤُكُمْ سُمَحَائَكُمْ وَ اَمْرُكُمْ شُوْرٰى بَيْنَكُمْ فَظَهْرُ الْاَرْضِ خَيْرٌ لَّكُمْ مِنْ بَطْنِهَا وَ اِذَا كَانَتْ اُمَرَاؤُكُمْ شِرَارَكُمْ وَ اَغْنِيَاؤُكُمْ بُخَلَائَكُمْ وَ اَمْرُكُمْ اِلٰى نِسَائِكُمْ فَبَطْنُ الْاَرْضِ خَيْرٌ لَّكُمْ مِنْ ظَهْرِهَا (۴۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تمہارے امیر (رہنما) بہترین لوگ ہوں، تمہارے مال دار سخی ہوں، اور تمہارے معاملات باہم مشورے سے طے ہوتے ہوں تو زمین کی پیٹھ اس کے پیٹ سے بہتر ہے۔ (زندہ رہنا اچھا ہے) اور اگر تمہارے حاکم برے لوگ ہوں، تمہارے مال دار لوگ بخیل ہوں اور معاملات عورتوں کے حوالے ہو جائیں تو زمین کا پیٹ اس کی پیٹھ سے بہتر ہے (ایسی حالت میں دنیا سے چلے جانا بہتر ہے)۔

مشورے کی اہمیت کا اندازہ اس سے کیجئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے سے پہلے مشورہ کیا حالانکہ یہ حکم خداوندی تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشورہ جہاں انفرادی و ذاتی معاملات میں ضروری ہے، ایسے ہی اجتماعی، قومی معاملات میں بھی ضروری ہے اور اہمیت رکھتا ہے، جس طرح انفرادی معاملات میں مشورے سے بہتری کی راہیں کھلتی ہیں اسی طرح اجتماعی معاملات میں مشاورت سے خیر و برکت آتی ہے۔

نبی اکرم ﷺ پر وحی کا نزول ہوتا تھا اور آپ اولوالعزم نبی تھے لیکن پھر بھی آپؐ مشاورت کرتے تھے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ جب شوریٰ کا حکم آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اور اس کا رسولؐ اگرچہ مشورہ کرنے سے بے نیاز ہیں، مگر مشورے کا یہ حکم اس لیے ہے کہ یہ امت کے لیے رحمت کا باعث ہو۔

امت کا جو فرد رائے اور مشورہ طلب کرے گا، اچھی رہنمائی سے محروم نہیں رہے گا اور جو مشورہ ترک کرے گا وہ کبھی بھی مشکلات سے نہیں نکلے گا۔

تعلیم، ہنر، صنعت، حرفت، تجارت، زراعت، سیر و سفر، کاروبار، ملازمت، شادی بیاہ اور مرض و صحت میں انسان کو مشورہ لینے کی ضرورت پیش آتی ہے۔

نبی ﷺ نے بہت سے انفرادی اور اجتماعی معاملات میں مشورے کیے اور مشورے لیے، یہ مشورے احادیث اور سیرت کی کتابوں میں بیان ہوئے ہیں، جیسے غزوۂ بدر کے موقع پر قافلے کو گرفتار کرنے یا جنگ کرنے، غزوۂ احد کے موقع پر، غزوۂ خندق کے موقع پر مشورے کیے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے معاملے میں مشورہ کیا، صلح حدیبیہ کے موقع پر تو آپ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مشورہ لیا اور وہ بہت مفید رہا۔

چونکہ یہاں رفاہی، فلاحی اور اصلاحی معاملات پر مشورہ کرنے کی ضرورت اور اہمیت واضح کرنا ہے اس لیے علم و فضل اور دانش رکھنے والوں، اپنے فنون میں ماہر لوگوں کو متوجہ کرتا ہے کہ وہ اپنی صلاحیتوں کی زکوٰۃ نکالیں اور نوجوانوں، ناتجربہ کاروں اور نوآموز لوگوں کی رہنمائی کریں، اگر ہر شہر یا جماعتوں اور تنظیموں کے دفاتر میں اور این جی اوز کے دفاتر میں ماہرین کے کچھ لوگ یا مشاورتی کمیٹی پابندی سے بیٹھے اور لوگوں کو مشورے دے تو ان کی اچھی رہنمائی ہوگی۔

مشورہ دینے کا آخرت میں بڑا اجر و ثواب ہے اور دنیا میں دعائیں لینے کا بڑا ذریعہ ہے، آپ کے مشورے سے کوئی اچھی تعلیم حاصل کر لیتا ہے، کوئی اپنا گھر بنا لیتا ہے، کوئی روزگار سے لگ جاتا ہے تو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتنا آپ کا احسان منداور دعا گو ہوگا۔ مشورہ کرنے اور صحیح مشورہ دینے کے بارے میں مزید احادیث پیش کی جارہی ہیں:

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ مَنْ دَلَّ عَلٰی خَیْرٍ فَلَهٗ نِصْفُ اَجْرِ فَاعِلِهٖ (۴۳)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی کی خیر و بھلائی کی طرف رہنمائی کی تو اس پر اس کو عمل کرنے والے کا آدھا ثواب ملے گا۔

اجتماعی معاملات میں مشورہ کرنا

حکمرانوں، حاکموں اور ذمہ دار حضرات کو اجتماعی معاملات میں مشورہ کرنا چاہیے۔

انفرادی معاملات میں مشورہ کرنا بھی بہتری، بھلائی اور خیر کا باعث ہے۔

عام طور پر استخارہ (خیر و بھلائی چاہنا) بھی ایک قسم کا مشورہ ہی ہے۔

مشورہ ہمیشہ اہل علم، اس میدان کے جاننے والے اور دیانت دار اور نیک آدمی سے لینا چاہیے، جب یہ شخص مشورہ طلب کرے تو کوشش کر کے اسے صحیح مشورہ دینا لازمی ہے۔

مشورہ دینے والا امین ہوتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: المستشار موتمن، (۴۴) جس سے مشورے لیا جائے وہ اس بات اور مشورہ کا امانت دار ہے۔ لالچی، ڈرپوک، جاہلوں، بے ضمیر لوگوں اور بداخلاق اور جھوٹے لوگوں سے مشورہ نہ کرے، نیز مخالف سے بھی مشورہ نہ لیا جائے۔

کسی کو غلط مشورہ دینا اور غلط راہ دکھانا گناہ کا کام ہے، غلط مشورہ خیانت ہوگا، جانتے بوجھتے غلط مشورہ دینا بڑی خیانت اور بد دیانتی ہے اور گناہ کا کام ہے۔ اس سلسلے کی ایک حدیث ملاحظہ کریں:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ اُفْتِیَ بِغَیْرِ عِلْمٍ کَانَ اِثْمُهٗ عَلٰی مَنْ اَفْتَاهُ وَ مَنْ اَشَارَ عَلٰی اَخِیْهِ بِاَمْرٍ یَعْلَمُ اَنَّ الرُّشْدَ فِیْ غَیْرِهٖ فَقَدْ خَانَهٗ (۴۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو کسی نے بغیر علم کے فتویٰ دیا (اور اس نے عمل کیا) تو گناہ اس شخص کے سر ہوگا جس نے فتویٰ دیا ہے اور جس شخص نے اپنے بھائی کو یہ جانتے ہوئے غلط بات کا مشورہ دیا جب کہ اس کا فائدہ دوسری بات میں ہے تو اس نے اس کے ساتھ خیانت کی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۱۔ کسی کو صنعت و حرفت سکھانا یا تعاون کرنا:

آپ کے گرد و نواح اور حلقۂ اثر میں یا آپ کے علم میں کوئی ایسا شخص ہے جو کسی قسم کا ہنر سیکھ کر روزگار حاصل کرنا چاہتا ہے یا کوئی شخص کوئی ہنر جانتا ہے لیکن اس میں پختہ نہیں ہے اور پوری طرح کام نہیں کرسکتا تو ایسے شخص کو ہنر سکھانا یا ہنر میں قابل بنانا، اس کی رہنمائی کرنا اور کام سلیقے سے کرنے کے لائق بنانا نیکی کا کام اور صدقہ جاریہ ہے، اس سلسلے میں یہ حدیث رہنمائی کرتی ہے:

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سَئَلْتُ النَّبِیَّ ﷺ اَیُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ؟ قَالَ الْاِیْمَانَ بِاللّٰہِ وَ جِھَادٌ فِیْ سَبِیْلِہٖ، قُلْتُ: فَاَیُّ الرِّقَابِ اَفْضَلُ؟ قَالَ اَغْلَاھَا ثَمَنًا وَ اَنْفُسُھَا عِنْدَ اَھْلِہٖ قَالَ: فَاِنْ لَّمْ اَفْعَلْ؟ قَالَ تُعِیْنُ ضَائِعًا وَ تَصْنَعُ لِاَخْرَقَ، قَالَ فَاِنْ لَّمْ اَفْعَلْ؟ قَالَ تَدَعُ النَّاسَ مِنَ الشَّرِّ فَاِنَّھَا صَدَقَۃٌ، تَصَدَّقُ بِھَا عَلٰی نَفْسِكَ (۴۶)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ سب سے برتر اور افضل عمل کون سا ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: اللہ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا۔ میں نے دریافت کیا کہ کس قسم کا غلام آزاد کرنا زیادہ فضیلت کا کام ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ جس کی قیمت زیادہ ہو اور جو اس کے مالک کے نزدیک زیادہ اہمیت والا ہو۔ میں نے عرض کیا کہ اگر میں استطاعت نہ ہونے کی وجہ سے ایسا نہ کرسکوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس شخص کی مدد کر جو (غربت کی وجہ سے) ضائع ہو رہا ہو، یا جو شخص اپنا کام نہ کرسکے۔ میں نے عرض کیا اگر یہ بھی نہ کرسکوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: لوگوں کو اپنے شر سے بچاؤ یہ بھی ایک صدقہ ہے جو تو اپنے وجود پر کر رہا ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کا یہ امت پر احسان و فضل ہے کہ انھوں نے آپ ﷺ سے مختلف قسم کے عملی زندگی سے تعلق رکھنے والے سوالات کرکے امت کے لیے عمل کی کئی راہیں نکال دیں۔ اب جو شخص جو کام کرسکتا ہے اسے کرے اور اجر پائے۔

اس حدیث میں پہلے ایمان باللہ، جہاد فی سبیل اللہ اور غلاموں کو آزاد کرنے کی فضیلت بیان ہوئی ہے، اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا تعین ضائعا او تصنع لاخرق، اس کی تھوڑی سی تشریح کی جاتی ہے، تعین ضائعا کا مطلب ہے کہ جو شخص غربت میں مبتلا ہو اور جس کی بیوی بچوں کی گزر بسر کی کوئی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صورت نہ ہو اس کی مدد کرو، اور اسے ضائع ہونے سے بچاؤ، ایسی مزید خستہ حالی اور بدحالی میں مبتلا ہونے سے تحفظ دو، حدیث کے متن کی عبارت پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ نبی اکرم ﷺ نے ایمان اور جہاد کو برابر بیان کیا پھر ان کے بعد غلامی کو ختم کرنے اور اس کے چوتھے نمبر پر ہنر کی تعلیم دینا بیان کیا ہے۔

اس حدیث میں اس فرد کی مدد کی مقدار یا اس کی شکل متعین نہیں کی گئی ہے، اسے اس شخص کے حالات وضروریات اور مدد کرنے والے کی حیثیت پر چھوڑ دیا گیا ہے، احتیاج وضرورت جس نوعیت کی ہے اس نوعیت کی مدد آدمی کو اپنی حیثیت کے مطابق کرنی چاہیے۔

ایک روایت میں ''ضائعا'' کی جگہ ''صانعا'' کا لفظ آیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ تم کسی ایسے شخص کی مدد کرو جس کے ہاتھ میں کوئی صنعت یا پیشہ ہے، اس کی مدد، روپیہ، پیسہ، فنی تعاون، اوزاروں اور مشینوں کی فراہمی اور پیداوار کے لیے بازار اور مارکیٹ میں لانے کی صورت پیدا کر کے کی جا سکتی ہے، حرفت وہنر والے کا ذکر خصوصیت سے اس لیے کیا گیا ہے کہ اس کی مشکلات کا عام طور پر احساس نہیں ہوتا اور اس کی مدد کی طرف ذہن نہیں جاتا۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا او تصنع لاخرق ۔اخرق سے بے ہنر مراد ہے یا ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جو کوئی کام اچھی طرح نہ کر سکے، بعض اردو داں حضرات اس کا ترجمہ پھوہڑ کرتے ہیں، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اخرق کی تشریح اس طرح کی ہے، الذی لیس بصانع ولا یحسن العمل (۴۷) یعنی وہ شخص جو کاریگر نہیں ہے اور کام اچھے انداز میں نہیں کر سکتا۔ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں وہ شخص ہے جسے اپنے کام کی ضروریات کی خبر نہیں ہے اور نہ ہی اس کے پاس کوئی ہنر ہے، جس سے وہ اپنا رزق کما سکے۔

اگر معاشرے میں اس کا احساس عام ہو جائے اور اس طرح کے ادارے کام کرنے لگیں جہاں صنعت وحرفت کی تعلیم دی جائے، بے ہنر کو ہنر مند بنایا جائے اور ان کے لیے روزگار کے مواقع فراہم کیے جائیں تو یہ خدمت خلق کی بہت عمدہ شکل ہو سکتی ہے اور اس سے کمزور ونادار طبقات کے معاشی مسائل بڑی حد تک حل ہو سکتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۲۔ بیماروں کی عیادت کرنا:

معاشرے کا رحمت وشفقت اور دل جوئی کے لائق طبقہ بیماروں کا ہے، جو شخص بیماری میں مبتلا ہوتا ہے وہ عام معمولات زندگی ادا کرنے سے رک جاتا ہے، عام طور پر آمدنی بند ہو جاتی ہے، اخراجات بڑھ جاتے ہیں، تکلیفیں اور مصیبتیں دوگنا ہو جاتی ہیں، لہٰذا نبی ﷺ نے بیماروں کی عیادت، خبر گیری اور ہمدردی کی نہ صرف ترغیب دی بلکہ ان کا حق بھی بتایا، اور اسے ادا کرنے کا اجر وثواب بیان فرمایا ہے۔

عیادت کا مقصد مزاج پرسی نہیں بلکہ ان کی دیکھ بھال، خدمت، غم خواری، تیمارداری، طبیب، ڈاکٹر کے پاس لے جانا، دوادارو کا بندوبست کرنا، ضروریات زندگی مہیا کرنا اور دلجوئی کر کے ہمت بڑھانا، یہ سب شامل ہیں۔ عیادت کا لفظ عود سے لیا گیا ہے، جس کے لغوی معنی لوٹنے کے ہیں یعنی مریض کی ضروریات کے لیے لوٹ کر جانا اور چکر لگانا بھی عیادت میں شامل ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَا ابْنَ آدَمَ مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِيْ! قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ اَعُوْدُكَ وَ اَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ ؟ قَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ عَبْدِيْ فُلَانًا مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ؟ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْ عُدْتَهُ لَوَجَدْتَنِيْ عِنْدَهُ (۴۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا: اے آدم کے بیٹے! میں بیمار ہوا تو تو نے میری عیادت نہیں کی، وہ کہے گا: اے میرے پروردگار تو تو سارے جہان کا پروردگار تھا میں تیری عیادت کیسے کرتا؟ فرمائے گا: کیا تجھے خبر نہ ہوئی کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا مگر تو نے اس کی عیادت نہیں کی، اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔

www.KitaboSunnat.com

یہ حدیث قدسی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مریض کی عیادت سے جہاں اس کا حق ادا ہوتا ہے، وہاں انسان اپنے فرض سے عہدہ برا ہوتا ہے، اللہ کی رضا و خوشنودی اور اجر وثواب بھی پاتا ہے، لہٰذا ایک مومن کو عیادت اس نیت اور ارادے سے کرنا چاہیے۔

ایک دوسری حدیث میں مریض کی عیادت کا حکم دیتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بھوکے کو کھانا کھلاؤ، بیمار کی عیادت کرو، اور قیدی کی رہائی کا انتظام کرو۔ (۴۹)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عیادت ہر بیمار کی کرنی چاہیے، چاہے مسلم ہو یا غیر مسلم، دوست ہو یا اجنبی، اپنا ہو یا پرایا، اور نیک ہو یا بد، بہر حال ان کی عیادت کرنا نہ صرف سنت رسول ہے بلکہ نیکی و بھلائی اور اللہ کی رضا کا باعث ہے بشرطیکہ نیت سنت کی ادائیگی و رضائے الٰہی کی ہو۔

غیر مسلم کی عیادت کرنے کی شریعت نے اجازت دی ہے اگر موقع ملے تو دعوت دین بھی دی جا سکتی ہے کیونکہ اس وقت انسان دنیا کی نسبت دین کی طرف زیادہ مائل ہوتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک یہودی لڑکا نبی ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا، ایک بار وہ بیمار ہوا تو آپ ﷺ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے، آپؐ اس کے سرہانے بیٹھے، تو اسے اسلام کی دعوت دی، اس پر لڑکا باپ کی طرف دیکھنے لگا، جو وہیں اس کے پاس موجود تھا، باپ نے لڑکے سے کہا: بیٹے، ابو القاسم (محمد ﷺ) کی بات مان لو، چنانچہ وہ لڑکا مسلمان ہو گیا، نبی ﷺ اس کے ہاں سے یہ کہتے ہوئے باہر آئے، شکر ہے اس اللہ کا جس نے اس لڑکے کو دوزخ کی آگ سے بچایا۔(۵۰)

عیادت کرنے اور مریض کی خدمت میں لگے رہنے کے اجر اور فضیلت کے بارے میں نبی ﷺ نے فرمایا:

مَنْ عَادَ مَرِيضًا لَمْ يَزَلْ فِي خُرْفَةِ الْجَنَّةِ قِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ وَ مَا خُرْفَةُ الْجَنَّةِ؟ قَالَ جَنَاهَا (۵۱)

کوئی مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے جب تک لوٹتا نہیں وہ مسلسل جنت کے پھلوں میں ہوتا ہے۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ خرفۃ الجنۃ سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا ان کے پھلوں کا چننا ہے۔

بیمار پرسی کے آداب میں سے یہ ہے کہ مریض کے آرام کا خیال رکھا جائے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ مریض کے پاس بیٹھنا، عیادت کرنے کے سلسلے میں شور و شغف کم کرنا اور کم بیٹھنا سنت ہے۔ یہ ہدایت عام بیماروں کے لیے ہے، لیکن اگر کسی کا بے تکلف دوست بیمار ہو جائے اور عیادت کرنے والے کو اندازہ ہو کہ اس کے بیٹھنے سے اسے راحت ہو گی تو وہ بیٹھ سکتا ہے۔

عیادت کے وقت مریض کو تسلی دینا، ہمت بڑھانا اور صحت کی دعا کرنا چاہیے، مرض کی شدت کی حالت میں مریض عام طور پر مایوس ہو جاتا ہے اور اس کی دلی قوت اور دل پاور کم ہو جاتی ہے، لہٰذا اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ہمت افزائی کرنی چاہیے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ نبیﷺ ایک اعرابی (دیہاتی) کی عیادت کے لیے اس کے پاس تشریف لے گئے۔ آپؐ نے فرمایا: پرواہ نہ کر، ان شاء اللہ مرض سے پاک ہو جاؤ گے، یعنی مرض جلد جائے گا اور گناہوں اور دیگر خرابیوں سے تم پاک ہو جاؤ گے۔

اسی طرح آپﷺ نے بعض مریضوں کو جھاڑ پھونک (دم کرنے) کی دعائیں بھی بتائیں، اس سے ایک طرف شفا ہوگی تو دوسرے پہلو سے مریض کا نفسیاتی علاج بھی ہوگا اور وہ جلد تندرست ہو جائے گا۔

الحاصل عیادت مریض حقوق العباد کی ادائیگی، اجر وثواب کا باعث، سنت رسولﷺ کی پیروی، اللہ کی رضا اور خدمت خلق کا عمل ہے اور مسلمانوں کے باہمی تعلقات بڑھانے کا سبب اور دعوت وتبلیغ کا ذریعہ ہے۔

۱۴۔ چھوٹوں کے حقوق:

اسلام اپنے معاشرے میں بڑوں اور چھوٹوں کے درمیان تعلقات اور روابط کو خوش گوار رکھنے اور ایک دوسرے کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانے کے لیے انہیں ایک دوسرے سے قریب رکھنا اور باہمی شیر وشکر کرنا چاہتا ہے، ان کے تعلقات میں اسلام نے جتنا توازن، اعتدال اور انصاف قائم رکھا ہے، کسی دوسرے مذہب، تمدن وتہذیب نے نہیں رکھا۔ اسی طرح ان کے درمیان حقوق وفرائض کا ایک نظام دیا ہے جو قرآن وحدیث اور سیرت النبیﷺ اور سیرت صحابہؓ سے واضح ہوتا ہے، اس سلسلے کی ایک بنیادی حدیث ملاحظہ کریں:

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِﷺ لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَ لَمْ يَعْرِفْ شَرَفَ كَبِيْرِنَا (۵۲)

حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے، اپنے دادا سے روایت کی کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: ہم میں سے وہ شخص نہیں ہے جس نے ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کیا اور ہمارے بڑوں کا شرف (مرتبہ ومقام) نہیں پہچانا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کی حدیث کا پہلا جز یعنی چھوٹوں پر رحم کرنا، ان کے بڑوں کے لیے کئی ایک پہلو رکھتا ہے جسے بڑے بزرگ اپنے سامنے رکھیں اور اپنی ذمہ داریاں نبھائیں تو بڑوں چھوٹوں کے درمیان جو خلیج حائل ہو رہی ہے، مغربی تہذیب وثقافت کی یلغار ہو رہی ہے اور بڑوں کو چھوٹوں سے اور چھوٹوں کو بڑوں سے جو شکایات ہو رہی ہیں وہ دور ہو جائیں، ان کے درمیان تعلقات خوش گوار بن جائیں اور مغربی تہذیب کی یلغار رک جائے۔ آج جو شکایات بڑوں کو چھوٹوں سے ہیں یا چھوٹوں کو بڑوں سے ہیں ان کو جنریشن گیپ کہہ کر چھوڑ دیا جاتا ہے اور اس کا علاج تلاش نہیں کیا جاتا اور اگر کوئی صاحب علم ودانش اس کا حل بتا دے تو اس پر عمل نہیں کیا جاتا جس کی وجہ سے پرنالہ وہیں پر ہی گرتا رہتا ہے اور دونوں کے درمیان دوری بڑھتی جاتی ہے۔

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس حدیث مبارکہ پر غور کیا جائے تو کسی قدر جنریشن گیپ کا مداوا ہوسکتا ہے اور ہمارے گھروں کا ماحول، محلے اور ملک کا ماحول خوش گوار بن سکتا ہے۔ بڑوں کے حقوق کا تذکرہ بارہا کیا گیا، اب چھوٹوں کے حقوق اور بڑوں کے فرائض یا ذمہ داریاں بیان کی جاتی ہیں:

(الف) آج کے حقائق کو ملحوظ رکھنا

بڑوں کو آج کے زمینی حقائق اور حالات کو اپنے سامنے رکھنا چاہیے، آج کا دور پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کا دور ہے، دنیا ایک گلوبل ویلج بن چکی ہے، برسوں کے فاصلوں پر موجود معلومات لمحوں میں ایک دوسرے تک پہنچ رہی ہیں، مختلف علاقوں کی تہذیب وثقافت، لباس، وضع قطع اور گفتگو کا انداز واطوار لوگوں کو متاثر کر رہا ہے، خاص طور پر نوجوان اس سے بہت اثر لے رہے ہیں۔ یہ اثرات ہمہ جہت اور ہر نوع کے ہیں، لڑکے لڑکیاں ہر قسم کی آزادی چاہتے ہیں۔ پرانے طریقے متروک ہو رہے ہیں، ان سب باتوں اور زمینی حقائق کو پیش نظر رکھ کر بڑوں کو اپنے رویے، انداز فکر اور طور طریقے پر نظر ثانی کرنا چاہیے اور اپنے اندر تبدیلی کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ یہ گویا ذہنی، فکری اور نظری تیاری ہے، جو فوراً شروع کر دی جائے۔

(ب) تحمل وبردباری

بزرگوں کو اپنے اندر تحمل وبردباری کی صفت کو مزید بڑھانا چاہیے، چھوٹے اگر ماحول کی وجہ سے قدیم طریقے کے خلاف کوئی حرکت کرتے ہیں تو اسے تحمل وبرداشت سے برداشت کرنا چاہیے، صبر وتحمل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عملی زندگی میں نہایت ضروری ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ ایمان کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا الصبر والسماعة یعنی صبر و وسعت ظرفی۔ شیخ سعدی کہتے ہیں:

چوں پُر خاش بینی تحمل بیار

کہ سہلی ببندد درِ کارزار

جب جھگڑے کی کیفیت دیکھیں تو تحمل و برداشت کی صفت اختیار کریں کیونکہ نرمی لڑائی کا دروازہ بند کر دیتی ہے۔

(ج) محبت و شفقت کا برتاؤ

بزرگوں کو اپنے چھوٹوں سے محبت و شفقت کا برتاؤ کرنا چاہیے۔ زبان کی مٹھاس اور دل کی محبت انسان کے دل کو موہ لیتی ہے اور اسے قریب کر دیتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے کئی واقعات ایسے ملتے ہیں کہ آپؐ کی شفقت کے برتاؤ اور محبت بھری گفتگو اور حکمت بھرے رویے سے دور دراز سے آنے والے ہمیشہ کے لیے آپؐ کے غلام بن گئے۔

(د) عفو و درگزر

اگر کسی نوجوان سے ناشائستہ حرکت سرزد ہو جائے یا آپ کی بات نہ مانے یا آپ کے توقعات کی مطابق رویہ اختیار نہ کرے تو بھی آپ کا رویہ عفو و درگزر کا ہونا چاہیے۔ اس سے آپ کی عزت بڑھے گی، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مازاد الله بعفو الا عزا ''معافی سے اللہ تعالیٰ معاف کرنے والوں کی عزت بڑھا دیتا ہے''۔ ایسے رویے سے مخاطب نوجوان میں مثبت جذبات پروان چڑھتے ہیں۔

(ہ) شیریں زبانی

دو فریقوں، دو طبقات، بزرگوں اور نوجوان کے تعلقات میں زبان کا بڑا اہم کردار ہے ایک شاعر نے کہا ہے:

بشیریں زبانی و لطف و خوشی

توانی کہ پیلے بموئے کشی

میٹھی زبان اور نرمی و خوشی سے ہاتھی کو ایک بال سے باندھ کر لے جا سکتے ہو۔

ہمارے بزرگ اور معمر حضرات اپنے چھوٹوں سے گفتگو کا انداز اور لہجہ سخت، کرخت اور نامناسب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختیار کرتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے چھوٹے ان کے قریب نہیں آتے بلکہ دور بھاگتے ہیں۔

(و) افہام وتفہیم کا انداز

نوجوانوں سے گفتگو کرتے ہوئے معاملہ طے کرتے ہوئے اور کام لینے کے وقت گفتگو میں افہام وتفہیم (سمجھانے) کا طریقہ اختیار کیا جائے، کوئی بات حکمیہ انداز میں سختی سے اور آمرانہ طریقے میں بالکل نہ کہی جائے، اس سے معاملہ بننے کی بجائے بگڑے گا، سلجھنے کی بجائے الجھے گا، فاصلے کم ہونے کی بجائے بڑھیں گے اور نرمی کی بجائے سختی پیدا ہوگی۔

بڑی عمر والے بزرگ یہ زعم رکھتے ہیں کہ ہم ان سے عمر میں بڑے ہیں۔ ہمارا تجربہ زیادہ ہے اور ہماری سوچ گہری ہے اس لیے ہماری بات حتمی ہے، اس لیے فوراً آمرانہ اور حاکمانہ انداز میں کہہ دیتے ہیں کہ ایسے کرو، ایسے نہ کرو، دوسرا خیال والد یا سرپرست حضرات کے ذہن میں یہ ہوتا ہے کہ ہم نے ان کی پرورش کی ہے، پالا پوسا، پڑھایا اور بڑا کیا ہے، یہ خیال غلط نہیں ہے بلکہ بدیہی حقیقت ہے لیکن آج کے دور میں نوجوانوں کی اکثریت یہ احساس نہیں رکھتی، اردگرد کے ماحول نے انہیں ان حقائق سے کافی دور کر دیا ہے۔ لہٰذا بات طے کرنے میں افہام وتفہیم کا انداز اختیار کرنا ہوگا، مخاطب کی بات سننی، سمجھنی ہوگی اور اس کی اس بات کو شروع میں رد کیے بغیر مخاطب کے اس نقطے سے شروع کرنی ہوگی جس میں اس نے اثبات کا پہلو پیش کیا ہے، اس سے آگے بڑھتے ہوئے اپنی بات پیش کرنی چاہیے۔

(ز) بزرگوں کا اپنی اولاد سے معاملہ

اپنی اولاد سے معاملہ کرتے ہوئے اپنی سابقہ غربت، اپنی ابتدائی زندگی، سادگی اور عسرت کو بیان کر کے، اسے معیار بنا کر معاملہ کیا جائے تو مسئلہ حل ہونے کی بجائے الجھ جائے گا اور بننے کے بجائے بگڑ جائے گا، اس لیے آج کے تقاضے، اولاد کے ماحول، پیشے، آمدنی اور مالی حالات کے مطابق حل کرنا ہوگا، اس نقطے پر گہرائی سے غور کیا جائے تو بہت سے وہ مسائل جو والدین، اولاد اور ساس بہو کے درمیان ہوتے ہیں حل ہو جائیں گے۔

(ح) ماحول کو خوشگوار رکھنا

چھوٹوں اور بڑوں کے درمیان کے ماحول کو خوشگوار، باہم وسیع تعلق اور ہنسی مذاق کا رکھنا بھی ایک ایسا بہترین عمل ہے جس سے باہمی تعلقات اچھے رہ سکتے ہیں، بلکہ پروان چڑھ سکتے ہیں، پرانے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زمانے کا وہ دور کہ والد، دادا، تایا، چچا گھر میں آتے تو سارے لوگ سہم جاتے تھے، گفتگو بند کر دیتے تھے، بلکہ اپنے اپنے کمروں میں چلے جاتے تھے، اور گھٹن کا ماحول بن جاتا تھا، نہ کوئی زور سے بولتا اور نہ ہی ہنستا بلکہ سب لوگ سہمے ہوئے بیٹھے رہتے تھے۔ یہ طریق کار نہ شریعت کے مطابق ہے اور نہ ہی علم انتھروپالوجی کے موافق اور نہ آج کے حالات کے مناسب ہے، بلکہ یہ طریقہ جاگیردارانہ نظام کی ایک کڑی اور بقایا ہے، اسے بہر حال ختم ہونا چاہیے، بلکہ چھوٹوں اور بڑوں، استاد اور شاگرد، حاکم و محکوم اور آقا و نوکر کے درمیان خوشگوار ماحول ہونا چاہیے، ہلکے پھلکے مزاح، خوش طبعی اور خوشگواری کا ہونا چاہیے۔

(ط) بڑوں کا دین کی طرف رجوع

بڑھاپا انسانی زندگی کی ایک منزل ہے جو عام طور پر انسان کو گزارنا ہوتی ہے، جس میں ملنے جلنے والے کم ہو جاتے ہیں، لوگوں سے رابطے ٹوٹ جاتے ہیں اور لوگوں سے میل جول بہت ہی کم رہ جاتا ہے، ایسی صورت میں دین سے وہ مضبوط وابستگی اس منزل کو آسان بنا دیتی ہے، اس کا سب سے اچھا طریقہ مسجد میں جا کر نماز پڑھنا ہے، اس کے طفیل انسان بہت سے لوگوں سے ملتا ہے، سلام و کلام کرتا ہے، خیر خیریت پوچھتا اور بتاتا ہے، اس طرح پانچ وقت گھر سے نکلنے کی وجہ سے جسمانی اور روحانی صحت اچھی رہتی ہے، نیز گھر والوں کو بھی فرصت مل جاتی ہے اور بچے اور چھوٹے دین کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔

(ی) چھوٹوں کو اعتماد میں لینا

عام زندگی کے گھریلو معاملات وغیرہ میں چھوٹوں کو اعتماد میں لینا، ان سے مشورہ کرنا، ان کی بات سننا، خاص طور پر ان کی تعلیم، تربیت، شادی بیاہ میں ان کی رائے لینا ضروری ہے، اس سے چھوٹوں اور بڑوں میں تعلقات خوشگوار رہتے ہیں، ان میں اعتماد پیدا ہوتا ہے اور عزت و احترام بڑھ جاتا ہے۔

۱۴۔ روزگار فراہم کرنا:

رفاہی کاموں میں ایک اہم کام بے روزگاروں کو کام پر لگانا، انہیں روزگار فراہم کرنا، بے ہنروں کو ہنر سکھانا، انھیں اپنے پیروں پر کھڑا کرنا ہے اور معاشرے کے کارآمد فرد بنانا ہے۔

آج کتنے ہی ایسے نوجوان ہیں جو محنت و مشقت تو کر سکتے ہیں لیکن محض سرمایہ نہ ہونے کی وجہ سے کوئی ذریعہ معاش اختیار نہیں کر سکتے اور غربت و تنگدستی کی زندگی گزارتے ہیں، اگر ان کی یہ رکاوٹ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دور کر دی جائے تو وہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکتے ہیں، اور انہیں معاشی استقلال نصیب ہو سکتا ہے اس سلسلے کی ایک حدیث ملاحظہ کریں:

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: اَنَّ رَجُلًا مِنَ الْاَنْصَارِ اَتَى النَّبِيَّ ﷺ يَسْأَلُهُ فَقَالَ: اَمَا فِي بَيْتِكَ شَيْءٌ؟ قَالَ: بَلٰى حِلْسٌ نَلْبَسُ بَعْضَهُ وَ نَبْسُطُ بَعْضَهُ، وَقَعْبٌ نَشْرَبُ فِيهِ مِنَ الْمَآءِ، قَالَ: اِئْتِنِي بِهِمَا، قَالَ: فَاَتَاهُ بِهِمَا، فَاَخَذَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِيَدِهٖ، وَ قَالَ: مَنْ يَشْتَرِيْ هٰذَيْنِ؟ قَالَ رَجُلٌ: اَنَا اٰخُذُهُمَا بِدِرْهَمٍ، قَالَ: مَنْ يَزِيْدُ عَلٰى دِرْهَمٍ، مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا، قَالَ رَجُلٌ: اَنَا اٰخُذُهُمَا بِدِرْهَمَيْنِ، فَاَعْطَاهُمَا اِيَّاهُ وَ اَخَذَ الدِّرْهَمَيْنِ فَاَعْطَاهُمَا الْاَنْصَارِيَّ وَ قَالَ: اِشْتَرِ بِاَحَدِهِمَا طَعَامًا فَانْبِذْهُ اِلٰى اَهْلِكَ وَ اشْتَرِ بِالْاٰخَرِ قَدُوْمًا فَأْتِنِيْ بِهٖ، فَاَتَاهُ بِهٖ فَشَدَّ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عُوْدًا بِيَدِهٖ ثُمَّ قَالَ لَهٗ اِذْهَبْ فَاحْتَطِبْ وَ بِعْ وَلَا اَرَيَنَّكَ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا، فَذَهَبَ الرَّجُلُ يَحْتَطِبُ وَ يَبِيْعُ فَجَاءَ وَ قَدْ اَصَابَ عَشْرَةَ دَرَاهِمَ فَاشْتَرٰى بِبَعْضِهَا ثَوْبًا وَ بِبَعْضِهَا طَعَامًا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ: هٰذَا خَيْرٌ لَكَ مِنْ اَنْ تَجِيْءَ الْمَسْأَلَةُ نُكْتَةً فِيْ وَجْهِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِنَّ الْمَسْأَلَةَ لَا تَصْلُحُ اِلَّا لِثَلَاثَةٍ، لِذِيْ فَقْرٍ مُدْقِعٍ اَوْ لِذِيْ غُرْمٍ مُفْظِعٍ اَوْ لِذِيْ دَمٍ مُوْجِعٍ (۵۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری آپ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے آپ ﷺ سے اپنی ضرورت کے لیے کچھ مانگا۔ اس پر آپؐ نے اس سے پوچھا کہ تمہارے گھر میں کوئی چیز ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں، میرے پاس ایک (بالوں سے بنی ہوئی) دری ہے جس کا کچھ حصہ ہم اوڑھ لیتے ہیں، اور کچھ حصہ بچھا لیتے ہیں، اور ایک پیالہ ہے جس سے پانی پیتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: وہ دونوں میرے پاس لاؤ، چنانچہ وہ ان کو لے آیا، آپؐ نے دونوں چیزوں کو اٹھا کر فرمایا: یہ کون خریدے گا؟ آپ ﷺ کی مجلس میں سے ایک آدمی نے کہا کہ یہ دونوں چیزیں میں ایک درہم میں خریدوں گا؟ پھر آپ نے فرمایا: ایک درہم سے زیادہ کون دے گا؟ یہ بات آپ ﷺ نے دو یا تین مرتبہ دہرائی۔ اس پر ایک دوسرے شخص نے کہا: یہ دونوں چیزیں میں دو درہم میں خریدوں گا، اس پر آپ ﷺ نے یہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دونوں چیزیں اس کے حوالے کر دیں، اور دو درہم انصاری کو دے کر فرمایا: جاؤ ایک درہم سے اناج لے کر اپنے گھر والوں کو دے دو، اور دوسرے درہم سے ایک کلہاڑا خرید کر میرے پاس لے آؤ، پھر آپ ﷺ نے اس میں اپنے مبارک ہاتھ سے دستہ ڈالا اور اس سے کہا: جنگل میں جاؤ اور لکڑیاں کاٹ کر فروخت کرو، اور پندرہ دن سے پہلے میں تجھے ہرگز نہ دیکھوں، (پندرہ دن سے پہلے واپس نہ آنا) وہ شخص جنگل میں گیا، جہاں وہ لکڑیاں کاٹ کر بیچتا رہا، پھر وہ دس درہم کما کر لایا، اس نے کچھ درہموں سے کپڑا خریدا اور کچھ سے اناج خریدا، رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: یہ تمہارے لیے اس دستِ سوال دراز کرنے سے بہتر ہے، جس سوال کی وجہ سے قیامت کے دن تمہارے چہرے پہ داغ ہو۔ سوال تو صرف تین آدمیوں کے لیے جائز ہے، ۱۔ سخت فاقے کی حالت میں مبتلا شخص کے لیے، ۲۔ بھاری قرض تلے دبے ہوئے، ۳۔ اور گراں خون بہا اور جرمانہ ادا کرنے والے شخص کے لیے۔

مذکورہ بالا روایت موضوع کے اس سلسلے میں واضح رہنمائی کرتی ہے، حدیث کے الفاظ پر گہرا غور کریں تو معاشی مشکلات حل کرنے کی کئی باتیں سامنے آتی ہیں، یہ باتیں اس وقت بتائی جا رہی ہیں جب عام انسان ان باتوں سے کوسوں دور تھے، انہیں نکات کی صورت میں بیان کیا جاتا ہے:

۱۔ نبی ﷺ نے اس انصاری کی صحت اور کمانے کی قدرت رکھنے کی وجہ سے زکوٰۃ دینا مناسب نہیں سمجھا، نیز اس کے پیشہ ور بھکاری بننے کا خطرہ بھی ہو سکتا تھا۔

۲۔ نبی ﷺ نے حکومت کے ذمہ داروں اور زکوٰۃ تقسیم کرنے والوں کے لیے ایک نمونہ اور مثال قائم کی ہے کہ وہ لوگوں کے لیے روزگار کے مواقع پیدا کریں اور روزگار سے لگائیں، چھوٹے چھوٹے ایسے روزگار کے کام ہوں جن سے ان کا گزر بسر ہو سکے۔

۳۔ آپ ﷺ نے سائل کی وقتی ضرورت پورا کرنے کا نہیں سوچا بلکہ مستقل طور پر اسے اپنے پیروں پر کھڑا کرنے کا سوچا۔

۴۔ آپ ﷺ نے اسے وعظ و تلقین اور نصیحت نہیں فرمائی بلکہ اسے کام پر لگایا۔

۵۔ اسے توجہ دلائی کہ اس کے پاس جو قوت ہے اسے کام میں لا کر اپنی ضرورت پوری کرے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۶۔ اسے عملی تعلیم سے بتایا کہ رزق حلال چاہے پیٹھ پر لکڑیاں ڈھو کر، اور بیچ کر حاصل ہو تو اس کے چہرے کی آبرو بچانے کے لیے یہ بہتر ہے۔

۷۔ اسے ایسا کام بتایا جو اس کے بس میں تھا اور اس کے حالات و کیفیات کے مطابق تھا۔

۸۔ اسے روزی کمانے کا سامان اپنے ہاتھ سے کر کے دیا اور رہنمائی کی کہ پندرہ دن تک کام کرے اور جلدی واپس نہ آئے اور اس کے لیے سوچنے کی مدت مقرر کردی کہ یہ کام وہ کرسکتا ہے یا نہیں۔

۹۔ مادی اور ظاہری بندوبست کرنے کے بعد وعظ و نصیحت کی اور مانگنے کی حد بتائی۔

۱۰۔ اے کاش! ہم بھی اس نبوی طریقے کی پیروی کریں اور مانگنے کے خلاف مہم سے پہلے مسئلہ کا حل تلاش کریں۔

۱۵۔ کھانا کھلانے میں ترغیب و تعاون:

کسی بھوکے کو کھانا کھلانے میں جو لوگ دوسروں کو ترغیب دیتے ہیں اور اس کار خیر میں تعاون کرتے ہیں چاہے وہ کسی قسم کا تعاون کریں، وہ اجر و ثواب میں شریک ہوں گے جیسے، بیوی، خادم، نوکر اور سماجی کارکن وغیرہ۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَطْعَمَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ لَهَا فَلَهَا أَجْرُهَا وَلَهُ مِثْلُهُ وَ لِلْخَازِنِ مِثْلُ ذَالِكَ لَهُ بِمَا اكْتَسَبَ وَلَهَا بِمَا أَنْفَقَتْ (۵۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں۔

نبی ﷺ نے فرمایا: جب عورت اپنے شوہر کے گھر سے نقصان پہنچائے بغیر کھانا کھلاتی ہے تو اسے اس کا اجر ملے گا، اس کے برابر شوہر کو اجر ملے گا اور خازن کو بھی اتنا اجر ملے گا۔ اس کے شوہر کے لیے اس کی کمائی کی وجہ سے اور اس عورت کو اس کے انفاق کرنے کی وجہ سے۔

خازن (گماشتہ اور اسٹور کا نگران) کے سلسلے میں ایک اور حدیث اس مفہوم کی آئی ہے، حضرت ابوموسیٰ اشعری رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:

اَلْخَازِنُ الْمُسْلِمُ الَّذِي يُنْفِذُ وَرُبَّمَا قَالَ يُعْطِي مَا أُمِرَ بِهِ كَامِلًا مُوَفَّرًا طَيِّبَةً

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نَفْسُهُ فَيَدْفَعُهُ اِلَى الرَّجُلِ الَّذِیْ اُمِرَبِهٖ اَحَدُ الْمُتَصَدِّقِیْنَ (۵۵)

جو مسلمان خازن اس حکم کو نافذ کرتا ہے جو اسے دیا گیا بعض اوقات آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ جس چیز کے دینے کا حکم دیا گیا ہے وہ پورا پورا اور خوش دلی سے دیتا ہے اور جس شخص کے حوالے کرنے کے لیے اسے کہا گیا ہے، اسی کے حوالے کرتا ہے تو وہ بھی صدقہ کرنے والوں سے ایک ہے۔

اسلام کسی نیکی میں ہاتھ بٹانے والوں اور کسی قسم کا تعاون کرنے والوں کو اس اجر میں شریک کر لیتا ہے، آدمی کی بیوی ہو یا خادم یا اس کا گماشتہ اور کارکن ہو اس کی اجازت ہی سے اس کا مال خرچ کر سکتے ہیں، اجازت کے بغیر انھیں اس کے مال میں تصرف کرنے کا حق نہیں ہو گا لیکن اجازت صراحت کے ساتھ بھی ہو سکتی ہے اور عرف و روایات اور رواج کے تحت بھی۔ اگر یہ بھی متعارف ہو کہ ایک خاص حد کے اندر غریبوں کی مدد کرنے یا انھیں کھلانے پلانے میں شوہر کو کوئی اعتراض نہیں ہو گا تو بیوی اس حد تک عمل کر سکتی ہے، اگر اعتراض کا اندیشہ ہو تو اسے احتیاط برتنا چاہیے۔

یہ تو ایک قانونی بات ہے ورنہ آدمی کو اتنا فراخ دل ہونا چاہیے کہ بیوی یا وہ خادم جس پر اسے اعتماد ہو، اگر اس کے مال میں سے کسی مسکین کی مدد کرے تو وہ فرحت اور خوشی محسوس کرے کہ ایک خیر کے کام میں انھوں نے میری مدد کی اور اس سے وہ خود بھی اجر و ثواب کا مستحق ہو گا۔

کھانا کھلانے میں ترغیب و تعاون کے سلسلے میں کئی ایک صورتیں ہو سکتی ہیں:

۱۔ مالداروں، دولتمندوں اور مالی حیثیت رکھنے والوں کو اس طرف متوجہ کرنا، بھوکوں کو کھانا دینے کی ترغیب دینا۔

۲۔ جب بازار میں کھانے پینے کی اشیاء کی کمی ہو یا نایاب ہو جائیں یا تاجر لوگ ذخیرہ اندوزی کریں تو ایسی صورت میں اشیاء بازار میں لانا، لوگوں کو فروخت کرنا بھی اس کار خیر میں داخل ہے، ایسے تاجروں اور سوداگروں کے لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا اسوہ ایک مثال ہے، انھوں نے اپنے سامان کا قافلہ تاجروں کے ہاتھوں نہیں بیچا بلکہ عوام کو سستے داموں فروخت کر دیا۔

۳۔ کھانے پینے، کی اشیاء پر رعایت دے کر سستے داموں فروخت کرنا، اس سے عوام کی ضرورت پوری ہونے کے ساتھ وہ بھیک مانگنے کے عادی نہیں ہوں گے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۔ بھوکے افراد کو صاحب حیثیت لوگوں سے کھانے پینے کی اشیاء لے کر پہنچانا۔

۵۔ مخیر اور مالدار لوگوں سے کچا اناج یا خوردنی اشیاء لے کر اور پکا کر کھلانا اس کار خیر میں شامل ہے۔

۶۔ خوردنی اشیا کی دوکانیں کھولنا، کھانے پینے کی اشیاء بازار میں کم ہو جائیں یا بلیک میں فروخت ہوں تو ایسی حالت میں فیئر پرائس شاپ کھول کر عوام کو خوردنی اشیاء مہیا کرنا بھی اس کار خیر کا حصہ ہے، اور اس پر اجر و ثواب ہوگا۔

۱۶۔ بڑی عمر کے افراد پر شفقت:

اسلام میں جو لوگ عزت و احترام اور شفقت و رحمت اور تعاون و امداد کے زیادہ مستحق ہیں ان میں بڑی عمر کے افراد، بزرگ مرد و خواتین اور کمزور لوگ ہیں، دین اسلام نے ان سے نرمی برتنے، ان کی عزت کرنے، زندگی کے معاملات اور کارزارِ حیات میں ان سے حسن سلوک کی واضح تعلیم دی۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشادات بیان فرمائے ہیں۔ اسلامی آداب، تہذیب و ثقافت کے مطابق مسلم معاشرت میں جو شخص عمر میں بڑا ہوتا جاتا ہے اس کی عزت بڑھتی جاتی ہے، اس کے حقوق میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ مرتبے کے لحاظ سے گھر اور خاندان کا بڑا ہو جاتا ہے۔ اس کی کئی حیثیتیں ہو جاتی ہیں اور وہ ابا کی بجائے بڑا ابا، دادا، نانا، تایا، پھوپھا اور خالو بن جاتا ہے اور خاتون بڑی ماں، دادی، نانی، پھوپھی اور خالہ بن جاتی ہے۔

اس کے برخلاف دوسری تہذیبوں اور ثقافتوں میں ایک فرد کی جوں جوں عمر بڑھتی ہے وہ معاملات سے بے تعلق کر دیا جاتا ہے اور آخرکار اولڈ ہاؤسز (Old Houses) کے حوالے کر دیا جاتا ہے، نبی امی ﷺ نے عمر رسیدہ اور کمزور لوگوں کی قدر و منزلت کے بارے میں ارشاد فرمایا:

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اِبْغُوْنِی الضُّعَفَاءَ فَاِنَّمَا تُنْصَرُوْنَ وَ تُرْزَقُوْنَ بِضُعَفَاءِ (۵۶)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اپنے کمزوروں کے ذریعے طلب کرو، کیونکہ تمہاری مدد اور تمہارا رزق تمہارے کمزوروں کے ذریعے آتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث کے الفاظ پر غور کیجئے جس میں بتایا گیا اللہ کی مدد اور رزق کی فراوانی کمزور، عمر رسیدہ افراد کے ذریعے ہوتی ہے، اس طرح مدد خداوندی بھی ان ہی لوگوں کے ذریعے آتی ہے، لہٰذا کمزوروں اور بوڑھوں کو اپنے لیے مصیبت نہ سمجھنا چاہیے بلکہ باعث رحمت و نصرت سمجھنا چاہیے۔ اس سلسلے کی ایک اور حدیث ملاحظہ کیجئے:

عَنْ اَبِی مُوْسٰی الْاَشْعَرِیْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ مِنْ اِجْلَالِ اللّٰهِ تَعَالٰی اِکْرَامُ ذِی الشَّیْبَةِ الْمُسْلِمِ وَ حَامِلِ الْقُرْآنِ غَیْرِ الْغَالِیْ فِیْهِ وَ الْجَافِیْ عَنْهُ وَ اِکْرَامُ ذِی السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ (۵۷)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی تعظیم میں سے سفید ریش (سفید بالوں والے) مسلمان، کتاب اللہ کے حامل (پڑھنے، سمجھنے والے) جو اس میں غلو (زیادتی) نہیں کرتے اور اس سے دور نہیں ہوتے اور عادل حکمران کی عزت کرنا ہے۔

سفید بالوں والے بزرگ، بڑی عمر کے افراد چاہے مرد ہوں یا عورت کی عزت و احترام کرنا گویا اللہ کی تعظیم کرنا ہے۔

عمر رسیدہ افراد و اشخاص کی سہولت اور آرام کا خیال رکھنے کی ہدایات شریعت مطہرہ نے دی ہیں ان کا دائرہ کس قدر وسیع ہے، اس کا اندازہ اس حدیث مبارکہ سے کیجئے:

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ لِلنَّاسِ فَلْیُخَفِّفْ فَاِنَّ فِیْهِمُ الضَّعِیْفَ وَ السَّقِیْمَ وَ الْکَبِیْرَ وَ اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ لِنَفْسِهٖ فَلْیُطَوِّلْ مَا شَاءَ (۵۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے (امامت کرے) تو اسے چاہیے کہ نماز ہلکی کرے، اس لیے کہ ان میں کمزور، بیمار اور بڑی عمر کے لوگ ہوتے ہیں، اور جب اپنی انفرادی نماز ادا کرے تو جتنی چاہے طویل (لمبی) کرے۔

امام الدیلمی ایک قول نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ بڑی عمر والوں کے بارے میں بھلائی کرنے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی وصیت لو اور دوسروں کو وصیت کرو، نیز جوانوں پر شفقت اور رحمت کرو۔

احادیث مبارکہ اور سنت مطہرہ سے بڑی عمر والوں کے بارے میں چند باتیں نکات کی صورت میں درج کی جارہی ہیں:

- عمر رسیدہ، بوڑھے بزرگوں کی بڑھاپے کی وجہ سے عزت کرنی چاہیے اور یہ خیال کرنا چاہیے کہ ان کی عمر بڑی ہونے کی وجہ سے انھوں نے نیکیاں زیادہ کی ہیں اور ہم سے اچھے ہیں۔
- سفید بالوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول کرتا ہے، اس لیے ان سے دعائیں لینا اور دعا کرانا۔
- انسان کے باپ اور ماں کے ساتھیوں، ہم عمروں اور رشتہ داروں کی عزت کرنا، ان کے پاس جا کر بیٹھنا، ان کی خیر و عافیت معلوم کرنا اور والدین کے بارے میں اچھی باتیں سننا۔
- آج بوڑھوں کی عزت کی جائے گی، ان کی خدمت کی جائے گی تو کل جب ہم بوڑھے ہوں گے تو لوگ ہماری بھی عزت کریں گے، جیسی کرنی ویسی بھرنی کا محاورہ صادق آئے گا۔
- بڑی عمر والوں اور معذوروں کو اپنے سے آگے رکھنا، سواری پر سوار ہوتے وقت، سواری سے اترتے وقت، سہارا دینا، اسی طرح اگر کوئی بڑی عمر کا شخص سواری میں کھڑا ہے تو اسے اپنی سیٹ دینا یا جگہ بنا کر بٹھانا۔
- بڑی عمر والوں کے علم و ہنر اور تجربے سے فائدہ اٹھانا، ان سے مشورہ لینا، معاملات میں رائے لینا، باعث برکت وسعادت ہے۔
- چونکہ بوڑھا اپنی کمزوری، ناتوانی اور ضعف کی وجہ سے ذہنی اور جسمانی لحاظ سے بچے کی طرح ہوتا ہے، قرآن مجید نے بھی اس طرح فرمایا ہے اس لیے ان کی ناگوار اور تکلیف دہ باتوں کو برداشت کرنا چاہیے۔
- ان کے احترام میں یہ بھی ہے کہ ان سے مذاق نہ کیا جائے، طعنہ نہ دیا جائے اور ان سے نرم گفتگو کی جائے۔
- بڑی عمر والوں، کمزوروں اور ناتوانوں کے چھوٹی عمر والوں اور جوانوں پر معاشرتی، اخلاقی اور دینی کئی حقوق ہیں، انہیں ادا کرنا ضروری ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اجتماعی و معاشرتی معاملات میں ان سے نرمی کی جائے اور کام ہلکا کیا جائے۔

۱۷۔ مقروض سے نرمی برتنا:

مقروض (قرض دار) عام طور پر اپنی ضروریات و حاجات کے لیے قرض لیتا ہے، پھر مقررہ وقت پر بعض اوقات ادا نہیں کر پاتا بلکہ بعض لوگ تو قرض میں ڈوب کر دیوالیہ ہو جاتے ہیں، عام دنیاوی معاشرے مقروض کی خستہ حالی کی کوئی پرواہ نہیں کرتے، اور قرض کی ادائیگی کا تقاضا اور سود کی ایک مدت پوری ہونے پر سود مرکب (سود در سود) شروع کر دیتے ہیں، اس طرح ان کی رقم دوگنی تگنی بلکہ اس سے زیادہ ہوتی رہتی ہے، اور آخر کار مقروض کے پاس جو کچھ ہوتا ہے وہ سب لے کر اس کو کنگال کر دیتے ہیں۔ احادیث میں مقروض کی اس مجبوری کا خیال کرنے کی بھی تاکید فرمائی گئی ہے۔

عَنْ اَبِی اُمَامَةَ اَسْعَدِ بْنِ زُرَارَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ سَرَّهُ اَنْ یُّظِلَّهُ اللّٰهُ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهُ فَلْیُیَسِّرْ عَلٰی مُعْسِرٍ اَوْ لِیَضَعْ عَنْهُ (۵۹)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو اس بات سے خوشی ہوتی ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے اس دن اپنے سایہ میں جگہ دے جس دن اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا تو اسے چاہیے کہ تنگدست (مقروض) پر آسانی کرے یا اس سے قرض ساقط کرے۔

اسلام مقروضوں سے بہت ہی ہمدردی اور نرمی برتتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا:

"تمہارا قرض دار تنگ دست ہو تو ہاتھ کھلنے تک (کشادگی تک) اسے مہلت دو، اور جو صدقہ کرے تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے، اگر تم سمجھو"۔ (۶۰)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے دو اہم باتیں ارشاد فرمائی ہیں، ایک تو تنگ دست اور کنگال مقروض کو کشادگی ہونے تک مہلت دینا، قرض نہ بڑھانا، اور اس کی تنگ دستی دور ہونے تک صبر کرنا اور دوسری بات یہ کہ مقروض کی حالت خراب ہے تو اس کا قرض معاف کر دینا ان دونوں باتوں پر حدیث ملاحظہ کریں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا، پس وہ اپنے کارندے کو جسے وہ قرضے کی وصولی کے لیے بھیجتا، ہدایت دیتا کہ اگر تو کسی تنگدست قرضدار کے پاس پہنچے تو اسے معاف کر دینا، شاید کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ درگزر کا معاملہ کرے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ شخص جب اللہ تعالیٰ سے ملا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ درگزر کا معاملہ کیا۔(۶۱)

مقروض کو مہلت دینے اور نرمی برتنے کا کتنا ثواب ہے اس کا اندازہ اس حدیث سے کیجئے، حضرت بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے سنا:

جس شخص نے تنگدست مقروض کو مہلت دی اس کے لیے ہر دن کے بدلے اس قرض کے برابر ایک صدقہ ہے"۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر میں نے آپ ﷺ کو فرماتے سنا: "جس شخص نے تنگدست (مقروض) کو مہلت دی تو اس کے ہر دن کے بدلے اس (قرض) سے دگنا صدقہ ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے آپؐ سے ایک دن کے بدلے ایک صدقہ کا سنا تھا، پھر میں نے آپؐ سے ایک دن کے بدلے دوگنے صدقہ کا سنا ہے، اس پر آپؐ نے فرمایا اس (مہلت دینے والے) کے لیے ایک دن میں ایک صدقہ ہے جب تک قرض کی ادائیگی کی مقررتاریخ نہ آئے اور جب یہ تاریخ آ جائے اور وہ اسے مہلت دے دے تو روزانہ دوگنا صدقہ کرنے کا اجر حاصل ہوگا۔(۶۲)

سورۃ بقرہ کی آیت کریمہ سے یہ حکم اخذ کیا گیا ہے کہ جو شخص ادائے قرض سے عاجز ہو گیا ہو، اسلامی عدالت اس کے قرض خواہوں کو مجبور کرے گی کہ اسے مہلت دیں، اور بعض حالات میں وہ پورا قرض یا قرض کا ایک حصہ معاف بھی کرانے کی مجاز ہوگی، پھر فقہاء نے تصریح کی ہے کسی کے رہنے کے مکان، کھانے کے برتن، پہننے کے کپڑے اور وہ آلات جن سے وہ اپنی روزی کماتا ہے، کسی حالت میں قرق نہیں کیے جاسکتے۔

اسلام نے جہاں قرض خواہ (قرض دینے والے) کو قرضدار سے نرمی کرنے، مجبوری کی حالت میں مہلت دینے اور معاملے کو اچھے انداز سے طے کرنے کی ترغیب دی ہے، وہاں پر قرض دار کو بھی قرض کی ادائیگی میں چستی اختیار کرنے، بروقت ادا کرنے اور اچھا مال دینے کی تاکید کی ہے۔

حضرت ابورافع کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک نوعمر اونٹ کسی سے قرض پر لیا، پھر آپ کے پاس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زکوٰۃ کے کچھ اونٹ آئے تو آپ نے مجھے حکم دیا کہ اس آدمی کا نوعمر اونٹ ادا کردوں، میں نے عرض کیا ان اونٹوں میں صرف ایک اونٹ ہے جو بہت عمدہ ہے اور سات سال کا ہے، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

وہی اسے دے دو، اس لیے کہ بہترین انسان وہ ہے جو بہترین طریقہ پر قرض ادا کرتا ہو۔(۶۳)

آپ ﷺ نے مسلمانوں کو اپنے بھائی کے قرض کی ادائیگی میں تعاون کرنے اور اس کا قرض ادا کرنے کی ترغیب دی، اور کسی مسلمان کی طرف سے اس قرض ادا کرنے یا اپنے ذمہ لینے والے کو بڑے اجر وثواب کی بشارت دی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کی خدمت میں نماز پڑھانے کے لیے ایک جنازہ لایا گیا تو آپؐ نے پوچھا: اس مرنے والے پر کوئی قرض تو نہیں ہے؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں، اس پر قرض ہے۔ آپؐ نے پوچھا کہ اس نے کچھ مال چھوڑا ہے کہ جس سے قرض ادا کیا جاسکے؟ لوگوں نے کہا: نہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ اس کی نماز جنازہ پڑھ لو (میں نہیں پڑھوں گا) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ صورت حال دیکھ کر کہا: یارسول اللہ میں اس کا قرض ادا کرنے کی ذمہ داری لیتا ہوں، تب آپ ﷺ آگے بڑھے اور نماز پڑھائی اور فرمایا (جیسا کہ ایک روایت میں ہے) اے علیؓ اللہ تعالیٰ تجھے آگ سے بچائے اور اس طرح تیری جان بخشی ہو جیسے کہ تو نے اپنے اس مسلمان بھائی کے قرض کی ذمہ داری لے کر اس کی جان چھڑائی، جو مسلمان شخص اپنے مسلمان بھائی کی طرف سے قرض ادا کرے تو قیامت کے دن اللہ اس کو رہائی بخشے گا۔(۶۴)

۱۸۔عزیزوں، قریبوں سے حسنِ سلوک:

نبی رحمت ﷺ نے اپنی رحمت کا پرتو اور شفقت کا سایہ جن لوگوں پر ڈالا، ان میں انسان کے عزیز و اقارب بھی ہیں، چنانچہ آپؐ نے اپنے ماننے والوں کو ہدایات دیں، اُن میں انسان کے اپنے رشتہ داروں کے بارے میں اچھی خاصی تفصیل ملتی ہے، ان میں مشتے نمونہ خروارے کے طور پر چند احادیث پیش کی جاتی ہیں۔

عَنْ انس رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّبْسَطَ لَهٗ رِزْقُهٗ وَ یُنْسَأَلَهٗ فِیْ اَثَرِہٖ فَلْیَصِلْ رَحِمَهٗ (۶۵)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اس کی روزی میں وسعت اور اس کی عمر میں برکت ہو جائے تو اسے چاہیے کہ صلہ رحمی کرے۔

اس مذکورہ حدیث کا ایک پہلو یہ ہے کہ ان نیک اعمال کا اثر اللہ تعالیٰ نے یہ رکھا ہے کہ اس سے مال و دولت میں فراخی اور عمر میں اضافہ ہوتا ہے کیونکہ صلہ رحمی کی دو ہی صورتیں ہیں، ایک یہ کہ ضرورت مند رشتہ داروں کی مالی مدد کی جائے، پہلی کا نتیجہ اللہ کی طرف سے مالی وسعت اور کشادگی ہے، دوسری کا نتیجہ عمر میں برکت اور اضافے کی صورت میں ملتا ہے۔

اس حدیث کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ انسان کے خانگی معاملات اور خاندانی جھگڑے بہت کچھ اس کے اضمحلال، ذہنی بوجھ اور دلی پریشانی کا سبب ہوتے ہیں، لیکن جو لوگ اپنے خاندان والوں کے ساتھ نیکی کے برتاؤ، صلہ رحمی اور خوش خلقی سے پیش آتے ہیں ان کی زندگی میں خانگی مسرت، انشراح، اطمینان اور دلجمعی رہتی ہے، جس کی وجہ سے ان کی دولت اور عمر دونوں میں برکت ہوتی ہے۔

ترمذی شریف میں یہ حدیث ان لفظوں میں ہے "صلہ رحمی سے قرابت والوں میں محبت، مال میں کثرت اور عمر میں برکت ہوتی ہے"۔

رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی اور خدمت ہر حال میں کرنی چاہیے نہ کہ بدلے اور عوض و تبادلے کے طور پر کہ وہ کوئی تحفہ ہدیہ دیں تو ہم دیں، وہ کوئی نیکی کریں تو ہم اس کے جواب میں کریں، بلکہ اگر وہ کوئی برائی کریں اور تعلقات میں کوتاہی کریں تو بھی ایک مومن کو ان کے حقوق کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک آدمی نے کہا: یا رسول اللہ میرے کچھ رشتے دار ہیں میں جن کے حقوق ادا کرتا ہوں اور وہ میرے حقوق ادا نہیں کرتے، میں ان کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں، میں ان کے ساتھ حلم اور بردباری سے پیش آتا ہوں اور وہ میرے ساتھ جہالت (اکھڑپن) برتتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو ایسا ہے جیسا کہ تو نے بیان کیا تو گویا ان کے چہروں پر تو سیاہی پھیر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے مقابلے میں ہمیشہ تیرا مددگار رہے گا، جب تک تو اس حالت میں قائم رہے گا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص جو بدلے میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رشتہ داری کا لحاظ کرتا ہے، وہ مکمل درجے کی صلہ رحمی کرنے والا نہیں ہے، کمال درجے کی صلہ رحمی یہ ہے کہ جب دوسرے رشتے دار اس کے ساتھ بے تعلقی برتیں تو یہ ان کے ساتھ اپنا تعلق جوڑے اور ان کا حق دے۔ (۶۶)

مطلب یہ ہے کہ رشتے داروں کے حسن سلوک کے جواب میں اچھا سلوک کرنا یہ کمال درجے کا حسن سلوک نہیں ہے، سب سے بڑا صلہ رحمی کرنے والا حقیقتاً وہ شخص ہے کہ رشتے دار تو اس کو کاٹ رہے ہوں اور وہ ان سے جڑنے کی کوشش کرتا ہو، وہ اس کا کوئی حق ادا نہ کریں لیکن یہ ان کے سارے حقوق ادا کرنے کے لیے تیار ہو، یہ ایک ایسی بات ہے جو کمال درجے کے اخلاق کے بغیر ممکن نہیں۔

بعض لوگ اپنے عزیز و اقارب حاجت مندوں کو چھوڑ کر اپنے صدقات و عطیات دوسرے لوگوں کو دور دراز کے علاقوں میں بھیجتے ہیں جب کہ وہ لوگ محتاج اور ضرورت مند ہوتے ہیں، اس سلسلے میں نبی ﷺ فرماتے ہیں: اس ذات کی قسم! جس نے مجھے حق دے کر بھیجا ہے، اللہ تعالیٰ ایسے شخص سے صدقہ قبول نہیں کرتا جب کہ اس کے پاس اس صدقے و خیرات کے محتاج عزیز موجود ہیں اور وہ اپنے مال غیروں میں خرچ کرتا ہے، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نہیں دیکھے گا۔ (۶۷)

عزیزوں و اقارب کے بارے میں آپ ﷺ کی تعلیمات اور فقہاء کی تشریحات سے جو باتیں معلوم ہوتی ہیں ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

- وہ عزیز و قریب جن کو میراث میں حصہ نہیں ملتا اور ضرورت مند ہیں اور ان کی کفالت کی ذمہ داری ہے تو ایسے لوگوں کے لیے اپنے مال میں سے ایک تہائی تک وصیت کرنا۔
- ان کی کفالت کرنے والا ان کا وارث نہ ہو تو ان کی کفالت کرنا، اور گھر آئیں تو کھانا کھلانا۔
- صدقہ و خیرات اور اگر حق دار ہیں تو زکوۃ و صدقات واجبہ سے دینا۔
- خیر خیرات اور عطیات میں ان کو دوسرے حاجت مندوں پر ترجیح دینا۔
- ان کی عزت و احترام کرنا۔
- وہ دعوت دیں اور کسی تقریب میں بلائیں تو شریک ہونا۔
- ان کے دکھ سکھ میں شریک ہونا اور ان سے ملاقات کے لیے جانا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- والدین کے قریبی رشتے داروں سے وقتاً فوقتاً ملنا اور ان کے خیریت معلوم کرنا اور ان کی مناسب ضروریات پوری کرنا۔

۹۔ معذوروں پر شفقت کرنا:

معاشرے کا ایک کمزور اور قابل رحم طبقہ معذوروں کا ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی بڑی عمر یا کسی جسمانی کمزوری یا کسی بیماری کی بنا پر اپنی زندگی کے کام مناسب طریقے سے سرانجام دینے سے معذور ہو گئے ہیں، تندرست لوگوں کی طرح کام کاج نہیں کر سکتے اور اپنی ضروریات کی تکمیل نہیں کر سکتے، چنانچہ اسلام نے ان کے ساتھ نرمی اور آسانی برتتے ہوئے اپنے احکام کی ادائیگی میں کافی تخفیف کی ہے اور ان پر وہ ذمہ داریاں نہیں ڈالیں جو عام لوگوں پر عائد ہوتی ہیں:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: اِذَا صَلّٰی اَحَدُكُمُ النَّاسَ فَلْیُخَفِّفْ فَاِنَّ فِیْهِمُ الضَّعِیْفَ وَ السَّقِیْمَ وَ الْكَبِیْرَ وَ اِذَا صَلّٰی اَحَدُكُمْ لِنَفْسِهٖ فَلْیُطَوِّلْ مَا شَاءَ (۶۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ نبی ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھاتا ہو (امامت کرائے) تو نماز ہلکی پڑھائے اس لیے کہ تمہارے پیچھے کمزور بھی ہوں گے، بیمار اور بوڑھے لوگ بھی، (البتہ) جب تم میں سے کوئی انفرادی نماز پڑھے تو جتنی لمبی پڑھنی چاہے پڑھے۔

ایک اور حدیث میں بڑی عمر والے بزرگوں کی عزت و توقیر کرنے اور ان کا احترام کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

مَا اَكْرَمَ شَابٌّ شَیْخًا لِسِنِّهٖ اِلَّا قَیَّضَ اللّٰهُ لَهٗ مَنْ یُكْرِمُهٗ عِنْدَ سِنِّهٖ (۶۹)

جس نوجوان نے کسی بوڑھے کی اس کی بڑی عمر کی وجہ سے عزت کی تو اللہ تعالیٰ اس کے بڑھاپے کی وقت کسی ایسے شخص کو مقرر کر دے گا جو اس کی عزت کرے گا۔

معذوروں اور کمزوروں سے اللہ تبارک و تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے عبادات، جہاد، ازدواجی معاملات اور معاشرت کی بہت سی باتوں میں رعایت برتی ہے، بعض اوقات ان کے عذر اور بے بسی کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وجہ سے بعض عبادتیں، فرائض، واجبات اور سنن تک ان سے ساقط کر دیے اور بعض عبادات میں تخفیف ونرمی کر دی ہے ان باتوں کی تفاصیل قرآن مجید، احادیث مبارکہ اور کتب فقہ میں موجود ہے، جہاں ان رعایتوں کی تفاصیل دیکھی جاسکتی ہیں مثلاً وضو، نماز، روزہ، حج اور جہاد وغیرہ کے معاملات میں ان کو دی گئی رعایات۔

چنانچہ معقول عذر کی بنا پر وضو کی بجائے تیمم کرنے کی اجازت دی گئی، کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکنے پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کی سہولت دی گئی ہے، رمضان المبارک میں معذور کے لیے روزہ رکھنے کی بجائے رمضان کے علاوہ اور دنوں میں قضا کرنے کی اجازت دی ہے۔ شریعت نے مسلمان پر حج فرض ہی اس وقت کیا جب وہ جسمانی، ذہنی اور مالی استطاعت رکھتا ہو اور معذور کو حج بدل کرانے کی اجازت دی، آپ ﷺ نے جہاد میں معذورین کو گھر میں رہنے کی اجازت دینے کے ساتھ ان کی نیت، جذبے اور شوق کی بنا پر اجر سے بھی نوازا۔

اسلامی معاشرے پر لازم ہے کہ وہ معذوروں، محتاجوں اور کمزوروں کی دیکھ بھال اور کفالت کرے، ان کے کھانے کا اہتمام کرے، ان کے علاج کا انتظام اور ضرورت مندوں کی رہائش کا بندوبست کرے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کمزور بہنوں اور بیٹیوں کی خدمت کرنے والے اور نابینا کے لیے بھاگ دوڑ کرنے والے کے لیے بہت بڑے اجر کی خوشخبری ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

نَصْرُكَ الرَّجُلَ الرَّدِیَٔ الْبَصَرَ لَكَ صَدَقَةٌ (۷۰)

کسی نابینا کی مدد کرنا تمہارے لیے صدقہ (باعث اجر) ہے۔

معاشرے میں معذورین کی موجودگی ایک فطری اور طبعی عمل ہے، لہٰذا یہ ہر معاشرے میں اور ہر جگہ پائیں جائیں گے اور ان کے مسائل ومشکلات اور ضروریات بھی ہوں گی، اس لیے شریعت نے نہ صرف اپنے احکام میں ان سے نرمی کی ہے اور بعض احکام کو بالکل ساقط کیا ہے، بلکہ معاشرے کے افراد کو ترغیب دی ہے کہ وہ بھی ان سے رعایت برتیں، ان کی ذمہ داریوں میں تخفیف کریں، ان کے حقوق کا خیال رکھیں، ان کی خدمت کریں اور ان پر رحمت اور شفقت کی نظر رکھیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بوڑھے مسلمان کی تعظیم وتکریم کے بارے میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے روایت کی ہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی تعظیم میں سے ہے سفید ریش مسلم کی عزت کرنا، اللہ کی کتاب کا علم رکھنے اور اس میں غلو نہ کرنے اور اس سے دوری اختیار نہ کرنے والے کی تعظیم کرنا اور عادل حاکم کی عزت کرنا۔(۷۱)

امام دیلمی نے روایت بیان کی ہے کہ بوڑھوں کے بارے میں بھلائی کرنے اور جوانوں پر شفقت کرنے کی وصیت قبول کرو۔

معذورین کے چند حقوق

- جب معاشرے میں متعدد طبقات اعانت کے مستحق ہوں تو معذورین کو ترجیح دینا۔
- جہاں اجتماعی کاموں اور معاملات میں معذور بھی موجود ہوں تو ان کو آگے کرنا اور پہلے ان کی طرف توجہ دینا۔
- کسی کے پاس کوئی معذور کام کرتا ہو یا ملازم ہو تو اس پر تندرستوں کی نسبت کام میں تخفیف کرنا اسلام کی روح کے مطابق ہے۔
- معذورین کو دعا کے لیے کہنا اور ان سے دعا کرانا۔

۲۰۔ مسکینوں اور سائلوں کی خبر گیری:

معاشرے کے ضرورت مند افراد و طبقات میں سے حاجت مند، مسکین اور سائل ہیں، مسکین کا کلمہ مسکنت سے نکلا ہے جس کے معنی ذلت وخواری اور بے بسی کے ہیں، انسان جب مالی تنگی، معاشی بدحالی اور قرض جیسی مصیبت میں مبتلا ہو جائے تو ذلت وخواری میں گرفتار ہو کر دست سوال دراز کرتا ہے اور لوگوں سے امداد چاہتا ہے، اسلام نے ایسی حالت میں اپنے پیروکاروں کو اس کی دست گیری کرنے، سہارا دینے اور امداد کرنے کی تاکید وترغیب دی ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلسَّاعِيْ عَلَى الْأَرْمِلَةِ وَ الْمِسْكِيْنِ كَالْمُجَاهِدِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَوْ كَالْقَائِمِ اللَّيْلَ أَوِ الصَّائِمِ النَّهَارِ (۷۳)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیوہ اور مسکین کے لیے بھاگ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوڑ کرنے والا اس شخص کی طرح (نیکی میں) ہے جو رات بھر (اللہ کے حضور) کھڑا رہتا ہے (سست نہیں ہوتا) اور اس روزے دار کی طرح ہے جو روزے رکھے جاتا ہے اور چھوڑتا نہیں۔

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے مسکینوں، غریبوں اور حاجتمندوں کے بہت سے حقوق مالداروں اور حیثیت والوں پر مقرر کیے ہیں حتی کہ زکوۃ جیسے فرض میں سب سے پہلے ان کا حق اور حصہ رکھا ہے۔

سائل اور مسکین کی پہچان کیا ہے؟ کیا ہر مانگنے والا اور ظاہری شکل وصورت مسکینوں کی سی رکھنے والا مسکین ہے، اور سب ایک جیسے ہیں یا ان میں فرق ہے، اس پر ایک حدیث ملاحظہ کریں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "مسکین وہ نہیں جو لوگوں کے دروازوں کا چکر لگاتا ہے ایک لقمہ یا دو لقمے لے کر لوٹتا ہے، بلکہ حقیقی مسکین وہ ہے جو اتنا (ضرورت کا) مال نہیں رکھتا کہ اپنی ضرورت پوری کرے، اور لوگ اس کی ضرورت کو سمجھ نہیں پاتے کہ اسے صدقہ دیں اور نہ ہی وہ لوگوں کے سامنے کھڑا ہو کر ہاتھ پھیلاتا ہے"۔

اس حدیث مبارکہ میں امت کے افراد کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ تمہیں زیادہ ایسے غریبوں کی فکر ہونی چاہیے جو غربت کے مارے ہوئے تو ہیں لیکن شرافت، غیرت اور عزت نفس کی وجہ سے اپنا حال لوگوں پر ظاہر نہیں ہونے دیتے، اور مسکینوں کا چہرہ بنائے نہیں پھرتے اور نہ ہی وہ دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہیں، لہٰذا ایسے لوگوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر ان کی اعانت کرنا بڑی نیکی ہے کیونکہ امداد کے حقیقی مستحق یہی لوگ ہیں۔

سائل (سوال کرنے والا) کے معنی تو مانگنے والے کے ہیں، لیکن عرف عام کے مطابق صرف بھیک مانگنے والا معنی لینا صحیح نہیں ہے بلکہ اس سے ہر وہ ضرورت مند مراد ہو سکتا ہے جو آپ سے کسی قسم کی مدد کا طلب گار ہو۔ قرآن مجید میں فرمایا:

وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝ (۱۰) (الضحیٰ: ۹۳: ۱۰) سوال کرنے والے کو ڈانٹو مت۔

لفظ سائل اپنی معنی اور مفہوم میں بہت وسعت رکھتا ہے۔

یعنی ہر ضرورت مند جو آپ سے کسی کام میں مدد کا طلب گار ہو چاہے کام مالی ہو یا علمی اور ظاہری ہو یا معنوی ہو، یہاں تک کہ لولا لنگڑا فرد آپ سے مدد چاہے اور سہارا چاہے تو اس کے سوال کو بھی پورا کرنا چاہیے اور اگر پورا نہیں کیا جا سکتا تو اسے اچھے طریقے سے ٹال دینا اور لوٹا دینا چاہیے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غریب کو خالی ہاتھ نہ لوٹانا

غریب و مسکین جب آپ کے پاس سائل بن کر آئے تو اسے خالی نہ لوٹانا چاہیے بلکہ کچھ نہ کچھ اسے دے دینا چاہیے، اگرچہ وہ کتنی ہی معمولی چیز کیوں نہ ہو، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ رُدُّوا السَّائِلَ وَ لَوْ بِظِلْفٍ مُحْرَقٍ (۷۴)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سائل کو کچھ نہ کچھ دے کر واپس کرو اگرچہ جلا ہوا کھر ہی کیوں نہ ہو۔

مسکینوں اور غریبوں کو خوش کرنے کا کتنا بڑا مرتبہ اور اجر ہے اس کا اندازہ اس فرمان نبوی ﷺ سے کریں، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: جس شخص نے میری امت میں سے کسی ایک آدمی کی حاجت پوری کی کہ وہ اس شخص کو خوش کرنا چاہتا ہے تو اس نے مجھے خوش کیا اور جس نے مجھے خوش کیا تو اللہ کو خوش کیا اور وہ اسے جنت میں داخل کرے گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت اس طرح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا مانگی: ''یا اللہ مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ اور مسکینی کی حالت میں موت دے اور مسکینی کی حالت میں (روز محشر) اٹھا، یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ اس کی کیا وجہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا: اس لیے کہ مسکین لوگ مالداروں سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے، اے عائشہؓ! مسکینوں کو کچھ دیے بغیر واپس نہ کرنا، اگرچہ آدھی کھجور ہی کیوں نہ ہو، اے عائشہ مسکینوں سے محبت کر اور ان کو قریب رکھ کیونکہ قیامت کے روز (ان کی وجہ سے) اللہ تجھے قریب رکھے گا''۔ (۷۵)

اسلامی ثقافت و روایات کی ایک نمایاں خوبی یہ رہی ہے کہ مسلمان سائلوں اور حاجت مندوں کو عام طور پر خالی ہاتھ نہیں لوٹاتا بلکہ کچھ نہ کچھ دے کر لوٹاتا ہے اور اگر کچھ دینے کو نہیں ہے تو بھی اس سے نرمی سے معافی مانگ کر لوٹاتا ہے۔

مسکینوں اور غریبوں سے ہمدردی کرنے اور ان کی ضرورت پوری کرنے کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں، اپنی حالت اور بساط اور سائل کی حالت دیکھتے ہوئے کوئی طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے:

مسکینوں کی خبر گیری کے بعض کام

- اپنے پاس سے کچھ نہ کچھ دینا، جیسے مالی امداد، کپڑے، کھانا یا اور کوئی چیز دے کر اسے خوش کرنا۔
- انہیں کسی صاحب حیثیت کے پاس لے جانا اور اس کی سفارش کرنا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- کسی کو روزگار سے لگانا یا روزگار کی جگہ اسے لے جانا۔
- اچھا اور مناسب حال قابل عمل مشورہ دینا۔
- محکمہ زکوۃ، عشر یا بیت المال کے دفتر میں اس کا نام درج کرانا اور اس کے لیے وظیفے کا لینا۔
- ضروریات زندگی جیسے بجلی، پانی، گیس یا ایندھن کی فراہمی میں مدد کرنا، ان اشیاء کے بلوں کی ادائیگی کرنا اور غلط بل درست کرانا۔
- ان کے بچوں کی تعلیم کا بندوبست کرنا، تعلیم گاہ میں داخل کرانا، فیس ادا کرنا، تعلیمی ضروریات لے کر دینا۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ بخاری: ج۵، ص۲۲۳۱ رقم:۵۶۷۶۔ مسلم: ج۲، ص۶۹۹، رقم:۱۰۰۸

۲۔ مسلم: ج۱، ص۲۰۲، رقم ۲۲۳

۳۔ بخاری: ج۲، ص۷۳۰، رقم ۱۹۶۶ء

۴۔ بخاری: ج۳، ص۱۰۹۰، رقم ۲۸۲۷

۵۔ الشوریٰ:۱۵

۶۔ مسلم، باب استحباب طلاقۃ الوجہ

۷۔ مسلم، فضل ازالۃ الاذی عن الطریق، رقم:۲۶۶۹ تا ۲۶۶۷

۸۔ الحجرات:۱۳

۹۔ ہیثمی/مجمع الزوائد: ج۸، ص۱۹۱

۱۰۔ المعجم الکبیر: ج۱۲، ص۳۵۷

۱۱۔ بحوالہ سابق

۱۲۔ شعب الایمان: ج۶، ص۱۲۳، رقم ۷۶۷۸

۱۳۔ رواہ حارث بن ابی اسامہ

۱۴۔ مسلم: ج۴، ص۲۰۷۴، رقم ۲۶۹۹

۱۵۔ المنذری/اربعون حدیثاً فی اصطناع المعروف

۱۶۔ حاکم/المستدرک: ج۱، ص۷۳، رقم ۵۹

۱۷۔ ابوداؤد: ج۴، ص۲۶۳، رقم ۴۷۷۵

۱۸۔ بخاری: ج۱، ص۳۰، رقم ۵۶

۱۹۔ بخاری: ج۲، ص۹۶۸، رقم ۲۵۱۵

۲۰۔ حم السجدہ:۳۶

۲۱۔ مسلم: ج۴، ص۲۰۷۴، رقم ۲۶۹۹

۲۲۔ المائدہ:۲

۲۳۔ ابوبکر خرائطی/مکارم الاخلاق

۲۴۔ مسلم: ج۴، ص۱۹۹۹، رقم ۲۵۸۵

۲۵۔ بخاری: ج۵، ص۲۳۱۸، رقم ۵۶۶۵

۲۶۔ تفسیر ابن کثیر، ج۲، ص۶

۲۷۔ بخاری/کتاب الصلح: رقم ۲۶۹۰

۲۸۔ الحجرات:۹،۱۰

۲۹۔ البقرہ:۲۲۵

۳۰۔ صحیح البخاری کتاب الصلح/رقم ۹۲۲۶

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۱۔ منہاج الصالحین، ص ۳۱۹ — ۳۲۔ ترمذی: ج ۵، ص ۴۱، رقم ۲۶۷۰

۳۳۔ النساء: ۸۵ — ۳۴۔ بخاری، کتاب الزکاۃ، رقم: ۱۴۳۳

۳۵۔ ابوداؤد — ۳۶۔ مسلم: ج ۲، ص ۱۲۱۵، رقم ۱۶۸۸

۳۷۔ مسلم: ج ۳، ص ۱۳۸۲، رقم ۲۱۹۲ — ۳۸۔ بخاری/کتاب الایمان، باب المعاصی من امر الجاہلیۃ

۳۹۔ مسلم: ج ۳، ص ۱۳۸۲، رقم ۲۱۹۳ — ۴۰۔ ابن ماجہ

۴۱۔ صحیح البخاری، باب الادب و حسن الخلق الخ، — ۴۲۔ ترمذی، باب الخلق

۴۳۔ مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل اعانت الغازی — ۴۴۔ ابوداؤد: ج ۴، ص ۳۲۳، رقم ۵۱۱۸

۴۵۔ ابوداؤد، کتاب العلم، باب التوقی فی الفتیا

۴۶۔ بخاری، کتاب العتق، باب ای الرقاب افضل۔ مسلم، کتاب الایمان

۴۷۔ فتح الباری، ج ۵، ص ۹ — ۴۸۔ مسلم: ج ۳، ص ۱۱۹۰، رقم ۱۵۲۹

۴۹۔ بخاری: ج ۵، ص ۲۰۵۵، رقم ۵۰۵۸ — ۵۰۔ بخاری، کتاب الجنائز

۵۱۔ بخاری، کتاب الجنائز — ۵۲۔ ترمذی: ج ۴، ص ۳۲۲، رقم ۱۹۳۰

۵۳۔ ابوداؤد: ج ۲، ص ۱۲۰، رقم ۱۶۴۱

۵۴۔ بخاری، کتاب الزکوۃ، باب اجر المرأۃ۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، اجر الخازن

۵۵۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب اجر الخازن — ۵۶۔ بیہقی/السنن الکبری: ج ۶، ص ۲۳۱، رقم ۱۲۶۸۴

۵۷۔ ابوداؤد: ج ۴، ص ۲۷۱، رقم ۴۸۴۳ — ۵۸۔ مسلم: ج ۱، ص ۲۳۱، رقم ۳۶۷

۵۹۔ المعجم الکبیر: ج ۱، ص ۳۰۴ — ۶۰۔ البقرہ: ۲۷۹

۶۱۔ متفق علیہ — ۶۲۔ تفسیر ابن کثیر، ج ۱، ص ۳۳۵

۶۳۔ مسلم: ج ۲، ص ۳۳، ص ۱۱۰۰ — ۶۴۔ الدار قطنی: ج ۲، ص ۳۶

۶۵۔ بخاری کتاب الادب باب من بسط لہ فی الرزق — ۶۶۔ بخاری کتاب الادب، باب صلۃ الرحم

۶۷۔ الطبرانی — ۶۸۔ مسلم: ج ۱، ص ۲۳۱، رقم ۳۶۷

۶۹۔ الترمذی: ج ۴، ص ۳۷۲، رقم ۲۰۳۲ — ۷۰۔ ترمذی: ج ۴، ص ۳۲۹، رقم ۱۹۵۶

۷۱۔ ابوداؤد — ۷۲۔ بخاری، کتاب النفقات

۷۳۔ الضحیٰ: ۱۰ — ۷۴۔ سنن نسائی، کتاب الادب، باب رد السائل

۷۵۔ ترمذی: ج ۴، ص ۵۷۷، رقم ۲۳۵۲

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۱۔ بھوکے کو کھانا کھلانا:

ہر انسان کی بنیادی اور طبعی ضرورتوں میں سے ایک لازمی ضرورت خوراک ہے۔ یہ وہ ضرورت ہے جس سے انسان کو کسی صورت اور حالت میں بھی چھٹکارا نہیں ملتا۔ اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ضرورت کی تکمیل کے لیے اپنے ماننے والوں کو تاکید کی اس کا اجر و ثواب بتایا اور اس کے مختلف پہلو بیان کیے۔ ان کا مختصر سا بیان کیا جاتا ہے۔

عَنْ عَبْدُاللهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلًا سَئَلَ النَّبِيَّ ﷺ اَيُّ الْاِسْلَامُ خَيْرٌ؟ فَقَالَ تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَ تَقْرَءُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ يَعْرِفْ (۱)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کون سا اسلام اچھا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم کھانا کھلاؤ، اور سلام کرو ہر اس شخص کو جسے تم پہچانتے ہو یا نہیں پہچانتے۔

حضرت عبداللہ بن سلام کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا، جوں ہی آپؐ کے چہرۂ مبارک پر میری نظر پڑی میں سمجھ گیا کہ یہ کسی جھوٹے انسان کا چہرہ نہیں ہوسکتا۔ پہلی بات جو آپ ﷺ نے اس وقت فرمائی وہ یہ تھی:

يٰاَيُّهَا النَّاسُ اَفْشُوا السَّلَامَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَ صِلُوْا بِالْاَرْحَامِ وَصَلُّوْا بِالَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ، تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِالسَّلَامِ (۲)

اے لوگو! سلام کو رواج دے کر اسے پھیلاؤ، (بھوکوں کو) کھانا کھلاؤ، رشتہ داروں سے جڑو، رات میں جب لوگ سو رہے ہوں تو تم نماز پڑھو اور سلامتی کے ساتھ بہشت میں داخل ہو جاؤ۔

رات کی نماز سے مراد تہجد کی نماز ہے، جو کردار سازی اور اصلاحی کام کرنے والوں کے لیے بہت بڑی ضرورت ہے۔ تہجد نبی ﷺ کے لیے تو لازمی تھی، البتہ امت کے لیے سنت غیر مؤکدہ ہے۔

بھوکوں کو کھانا کھلانا بہ ظاہر ایک چھوٹی سی خدمت ہے لیکن کسی معاشرے میں اس کی اہمیت کا احساس ہو جائے تو کوئی بھی شخص بھوک و پیاس برداشت کرنے پر مجبور نہیں ہوگا اور معاشرہ فقر و فاقے سے نکل آئے گا۔ کھانے کی ضرورت کا اندازہ پاکستانی قوم نے ۱۸/اکتوبر ۲۰۰۵ء کے زلزلے کے موقع

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر کیا۔ آفت زدہ لوگوں نے کھانے پینے کی اشیاء بھیجنے کی درخواستیں کیں، تا کہ جان و روح کا رشتہ برقرار رہے، دوسری درخواست خیمے اور کمبل مہیا کرنے کی تھی۔ گویا انسانی بنیادی ضرورت روٹی کپڑا اور مکان ہی ہے، ان تین ضرورتوں کو جدید دنیا نے بھی تسلیم کیا ہے اور قدیم دور میں بھی یہی بنیادی ضرورتیں تھیں۔

کھانے پینے میں دوسروں کی شرکت

آپؐ نے بھوکے فرد کو اپنے کھانے میں شریک کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا

دو افراد کا کھانا تین کے لیے کافی ہے اور تین کا چار کے لیے کافی ہے۔ (۳)

اس طرح مل کر کھانے سے چاہے کھانے والوں کا پیٹ نہ بھرے تو بھی قوت لا یموت حاصل ہو سکتی ہے، یعنی سب زندہ رہ سکتے ہیں۔

انبیائے کرامؑ میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مہمان نوازی اور مہمانوں کو اچھے سے اچھا کھانا کھلانے کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں تفصیل سے کیا ہے۔ پھر روایات میں آیا ہے کہ جب تک ان کے دستر خوان پر کوئی مہمان یا ضرورت مند کھانے والا نہیں ہوتا تو کھانا نہیں کھاتے تھے بلکہ اپنے خادموں کو راستے پر کھڑا کرتے جو لوگوں کو بلا کر لاتے اور حضرت خلیل اللہ ان کو شریک کرتے تھے۔ (۴)

انبیائے کرامؑ نے اپنے امت کے لیے کھانے اور پانی کا بندوبست کیا، جیسے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیل علیہم السلام نے زمزم کا کنواں کھود کر اس سے مسلسل پانی نکال کر اسے آباد رکھا۔

آج دنیا میں سیکڑوں لنگر خانے، مہمان خانے اور بھوکوں کو کھانا کھلانے کے مراکز نبوی تعلیم کا کرشمہ ہیں۔ بعض اوقات کھانا کھلانے میں انسان کو یہ خیال آتا ہے کہ یہ کھانا کم ہو جائے گا لیکن اس خیال کو دور کر کے کھانے میں دوسرے کو شریک کر لینا چاہیے، کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دو کا کھانا تین کے لیے کافی ہے۔

کھانا کھلانے میں دوسرا خیال نفس اور شیطان کی طرف سے یہ ہوتا ہے کہ یہ سادہ کھانا دوسروں کو کیسے پیش کریں۔ یہ خیال بھی غلط ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو کھانا ہوتا وہ مہمان کو پیش کرتے اور خود اس میں شریک ہو جاتے، اور کبھی یہ عار محسوس نہیں کیا کہ یہ کھانا سادہ ہے اور مہمان کو پیش کرنے کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قابل نہیں ہے یا یہ کم ہے۔ اصل بات اخلاص سے پیش کرنے اور شریک کرنے کی ہے۔

کھانا کھلانے اور کھانے سے تواضع کرنے کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی گوشت خرید کرے (اور پکائے) تو پکانے میں شوربہ زیادہ کر دے، پھر کسی کو گوشت نہ حاصل ہو تو شوربا تو پائے گا اور وہ گوشت کا ہی حصہ ہے۔ (۵)

اس حدیث میں آپ ﷺ نے ایک طرف قناعت کی تعلیم دی تو دوسری طرف کھانا کھلانے کی ترغیب دی۔ اسلام نے ویسے بھی دکھلاوے، ریا اور نام نمود سے پرہیز کرنے کا سبق دیا ہے۔ اسلام کی خصوصیات میں سے سادگی، اخلاص اللہ کی رضا کا حصول اور اللہ کے بندوں کی خدمت کا داعیہ رہا ہے، پھر ان باتوں میں شرک اور دوسرے جذبات خیالات سے پرہیز کرنے کی بھی تعلیم دی گئی ہے۔

ان روایات سے یہ نکات حاصل ہوتے ہیں:

۱۔ مومن کو کھانے کھلانے کے سلسلے میں وسیع الظرف، کشادہ دل اور سخی ہونا چاہیے۔ اپنا کھانا سادہ رکھ کر دوسروں کو شریک کرنا، تھوڑے خرچ سے زیادہ لوگوں کو کھانا کھلانا مومن کی شان ہے اور صفات النبی ﷺ اور صفات صحابہ وصلحاء ہے۔

۲۔ کھانا پکانے میں سادگی کا اہتمام کرنا چاہیے اور لوگوں کی باتوں کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔ جیسا کہ اوپر حدیث بیان ہوئی ہے کہ سالن میں شوربا زیادہ کرنا چاہیے تاکہ زیادہ لوگ فائدہ حاصل کریں۔

۳۔ شادی کی دعوت، خیرات کا کھانا اگر بچ جائے تو اسے ضائع نہیں کرنا چاہیے، جیل خانوں، اسپتال یا غریبوں کی بستیوں میں لے جا کر تقسیم کرنا چاہیے۔ جیسے کراچی کے بعض ادارے کرتے ہیں۔

۴۔ مولوی نذیر حسین (دیوبند سہارنپور کے عالم) کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ پھلوں کے چھلکے اپنے گھر کے باہر نہیں ڈالتے تھے بلکہ جانوروں کی گزرگاہ پر ڈالتے تھے تاکہ ایک طرف تو پڑوسی بچے دیکھ کر للچائیں نہیں، دوسری طرف وہ چھلکے ضائع نہ ہوں بلکہ جانور کھائیں۔ اسی طرح دسترخوان کے بچے ہوئے بڑے بڑے ٹکڑے بلیوں کو دیتے، چھوٹے ٹکڑے دیوار پر ڈالتے تاکہ پرندے کھائیں اور باریک ذرات چونٹیوں اور مکوڑوں کے بلوں پر ڈالتے تھے۔

۵۔ کھانے پینے کی اشیاء پر رعایت دے کر سستے داموں فروخت کرنا، اس سے ایک طرف عوام کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضرورت پوری ہوگی اور وہ بھیک مانگنے کے بھی عادی نہیں ہوں گے۔

۶۔ بعض اصحاب خیر ہوٹلوں سے غرباء کو کھانا کھلاتے ہیں، یہ بھی اچھا طریقہ ہے۔

۷۔ چھوٹی بڑی آفات کے مواقع پر جیسے آگ لگنا، کسی کے گھر میت ہونا، سیلاب و برسات ہونا متاثرین کو کھانا دینا بھی شعار اسلام ہے۔

۲۲۔ پانی پلانا:

پانی انسان کی بنیادی اساسی اور لازمی ضروریات میں سے ہے۔کوئی انسان پانی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔اس لیے یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ پانی ہی زندگی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں پانی کا تذکرہ لفظ ماء کے ساتھ ۶۳ مرتبہ کیا ہے (المعجم المفهرس لالفاظ القرآن. عبدالباقی فواد) ۔انسان پر اللہ تعالیٰ کی لاکھوں نعمتوں میں سے پانی سب سے بڑی نعمت ہے۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس لازمی اور ضروری نعمت کو بڑی کثرت سے پیدا کیا۔کرۂ زمین پر تین چوتھائی پانی اور ایک چوتھائی حصہ خشکی ہے۔پھر اس کو عام کیا ہے کہ ہر جگہ ہر خطے اور ہر علاقے میں پایا جاتا ہے۔گو کہیں تھوڑا لیکن بہ قدر ضرورت اور کہیں بہت زیادہ۔شریعت مطہرہ نے پانی بیچنے اور ضرورت مندوں سے روکنے کو ناپسند کیا ہے۔آپ ﷺ کے ارشاد کے مطابق آگ پانی اور ہوا کسی کی ملکیت نہیں ہیں۔

پانی کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات ملاحظہ کریں۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَیُّمَا مُؤْمِنٌ اَطْعَمَ مُؤْمِنًا عَلٰی جُوْعٍ اَطْعَمَہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّۃِ، وَاَیُّمَا مُؤْمِنٍ سَقٰی مُؤْمِنًا عَلٰی ظَمَاءٍ سَقَاہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مِنَ الرَّحِیْقِ الْمَخْتُوْمِ وَاَیُّمَا مُؤْمِنٍ کَسَا مُؤْمِنًا عَلٰی عُرْیٍ کَسَاہُ اللّٰہُ مِنْ خُضْرِ الْجَنَّۃِ (۲)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مومن نے کسی مومن کو بھوک کی حالت میں کھانا کھلایا تو قیامت کے دن اللہ جنت کے پھلوں میں سے اسے کھلائیں گے۔اور جس مومن نے کسی پیاسے مومن کو (مشروب)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پلایا تو اللہ اسے قیامت کے دن سر بند پاکیزہ شراب پلائیں گے۔ اور جس مومن نے کسی ننگے بدن مؤمن کو کپڑا پہنایا تو اللہ تعالیٰ اسے جنت کا سبز لباس پہنائیں گے۔

اس روایت میں آپ ﷺ نے ان نکات کی طرف توجہ دلائی ہے۔

۱۔ آپ ﷺ نے پانی پلانے، کھانا کھلانے اور کپڑا پہنانے کا اجر وثواب یکساں اور برابر بیان کیا ہے۔

۲۔ انسان کی بنیادی ضرورت کی تکمیل کے لیے لوگوں کو ترغیب دلائی اور بڑے اجر کا وعدہ کیا، ایسا اجر جو سیکڑوں گنا بلکہ ہزاروں گنا زیادہ ہے۔

۳۔ حدیث کے الفاظ پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ حقیقی ضرورت مند اور حاجت مند کو کھلانے پلانے کا یہ ثواب ہے۔ ہمارے ہاں جیسے ضرورت بے ضرورت ہر ایک کو کھلاتے پلاتے ہیں، یہ مناسب نہیں۔

ایک اور حدیث ملاحظہ کریں۔ حضرت حسنؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ سعد بن عبادہؓ کی والدہ فوت ہوگئی تو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میری والدہ فوت ہوگئی ہے، کیا میں ان کی طرف سے کوئی صدقہ (خیرات) کروں، آپ ﷺ نے فرمایا:

نَعَمْ، قَالَ فَأَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ سَقْيُ الْمَاءِ فَتِلْكَ سِقَايَةُ سَعْدٍ بِالْمَدِينَةِ(۷)

ہاں صدقہ کرو، انھوں نے پھر پوچھا، کون سا صدقہ زیادہ افضل ہے، آپ ﷺ نے فرمایا پانی پلانا، پس مدینہ میں یہ سعد کی سبیل ہے۔

ضرورت مند سے پانی روکنے اور نہ دینے کی مذمت اور اس کے فائدوں سے محروم رکھنے کی وعید آپ ﷺ سے اس طرح منقول ہے۔ حضرت ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ثَلَاثَةٌ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ، رَجُلٌ كَانَ لَهُ فَضْلُ مَاءٍ بِالطَّرِيقِ فَمَنَعَهُ مِنِ ابْنِ السَّبِيلِ (۸)

"تین شخص ہیں جن کی طرف اللہ قیامت کے دن نہیں دیکھے گا، اور نہ انہیں پاک کریں گے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ ایک وہ آدمی جو راستے پر رہتا ہو، اس کے پاس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ضرورت سے) زیادہ پانی موجود ہو، اور وہ مسافر کو اس کے استعمال سے روک دے"۔

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ضرورت سے زیادہ پانی استعمال کرنے اور کنواں کھودنے سے منع نہیں کیا جائے گا۔ (۹)

قرآن مجید، احادیث مبارکہ اور فقہاء و علماء کی تشریحات سے پانی پلانے، عام کرنے، ضرورت مندوں تک پہنچانے اور زرعی پانی کے بارے میں بہت سے احکام معلوم ہوتے ہیں:

۱۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حاجیوں کو پانی پلانے کا کام بنو ہاشم کے حوالے کیا تھا، بلکہ اس پر ان کی ذمہ داری لگائی تھی۔ (۱۰)

۲۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ آتے ہی جن باتوں کا سب سے پہلے بندوبست کیا ان میں پینے کے پانی کا بندوبست تھا اور ابتدائی اوقاف میں پانی پلانے کا وقف پہلے قائم کیا، جیسے حضرت عثمانؓ کا بئر رومہ خرید کر وقف کرنا۔ پانی کا بندوبست دوسرے انبیاء کی سیرت میں بھی موجود ہے۔

۳۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے کچھ معجزات وہ ہیں جن میں پانی کی کثرت واقع ہوئی ہے۔

۴۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو پانی پلانے کی بڑی فضیلت بیان کی ہے۔

۵۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنگوں میں پانی کا بندوبست کرتے تھے، جیسے غزوۂ بدر میں سب سے پہلے پانی کا بندوبست کیا۔

۶۔ آپ ﷺ نے ایصال ثواب کے لیے پانی پلانے، پانی کی سبیل لگانے اور ضرورت مند کو پانی دینے کو سب سے زیادہ پسند کیا ہے۔ بزرگوں اور علماء نے بھی اس طریقے پر عمل کیا ہے۔

۷۔ ہرے درختوں، پودوں اور فصلوں کو پانی دینے کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور جو لوگ ان مقاصد کے لیے پانی نہیں دیتے بلکہ روکتے ہیں، ان کو آپ نے ناپسند کیا ہے، بلکہ وعید بیان کی ہے۔

۸۔ کسی انسان، جانور اور حیوان کو پیاسا رکھ کر مارنے کو بہت ہی برا کہا ہے۔

۹۔ مجاہدوں، نمازیوں اور جہاد میں شریک لوگوں کو پانی پلانا بڑے اجر و ثواب کا سبب ہے، صحابہ و تابعین اس کا بہت خیال رکھتے تھے۔

۱۰۔ مساجد و مدارس میں پانی کا بندوبست کرنا بڑے اجر کا کام ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۳۔ضرورت مند کو لباس فراہم کرنا:

انسان کی بنیادی ضرورتوں، حاجتوں اور لازمی احتیاجات میں غذا کے بعد لباس کی ضرورت ہے۔ اسلام نے لباس کی اہمیت کا نہ صرف احساس کیا بلکہ انسانوں کو ان کی ضروریات مہیا کرنے کی فضیلت بیان کی۔اوپر نمبر۲۲ میں روایت بیان ہو چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس مومن نے کسی مومن کو ننگے بدن ہونے پر لباس پہنایا، اللہ تعالیٰ اسے (قیامت کے دن) جنت کا سبز لباس پہنائیں گے۔(۱۱)

لباس اور انسان کا روز اول سے ساتھ رہا ہے اور نہ صرف رہتی دنیا تک رہے گا۔آدم اور حوا علیہما السلام کو جب جنت سے نکالا گیا تو سب سے پہلے لباس کی ضرورت ہوئی۔ارشاد باری ہے:

فَدَلّٰهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ (۱۲) (الاعراف ۷:۲۲)

دھوکا دے کر وہ ان دونوں کو رفتہ رفتہ اپنے ڈھب پر لے آیا، آخر کار جب انھوں نے اس درخت کا مزا چکھا تو ان کے ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گئے اور وہ اپنے جسموں کو جنت کے پتوں سے ڈھانکنے لگے۔

اس آیت کریمہ پر غور کریں تو انسان کی فطری، معاشرتی، معاشی اور تہذیبی ضروریات میں اہم ضرورت لباس ہے۔ اسلام نے انسان کی اس ضرورت کو پورا کرنے کے کئی طریقے اور پہلو نکالے ہیں، ان میں ایک انسانوں کو نفلی خیرات کے طور پر لباس پہنانا اور دوسرے طریقہ کفارات اور جرمانوں وغیرہ کا یہ رکھا کہ کفارے میں ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یا ساٹھ مسکینوں کو لباس پہنائے، کفارات عام طور پر واجب ہوتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ لباس پہنانے اور پوشاک عطا کرنے میں بھی بہت زیادہ سخی تھے۔کسی قسم کے سوال کو لوٹاتے نہیں تھے۔پوشاک عطا کرنے کے بارے میں ایک روایت ہے۔حضرت سعید بن سہل ؓ کہتے ہیں کہ ایک عورت ایک بردہ (چادر) لے کر آئی۔سہل نے پوچھا کہ تم جانتے ہو کہ بردہ کیا ہے؟ پھر انھوں نے کہا کہ اس کے کناروں پر جھالر بنی ہوئی تھی۔اس عورت نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! یہ چادر میں نے اپنے ہاتھ سے بُنی ہے تا کہ آپ کو پہناؤں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی ضرورت سمجھتے ہوئے لے لی۔پھر رسول اللہ ﷺ ہماری طرف (گھر سے) آئے اور یہ چادر پہنی ہوئی تھی۔ایک آدمی نے اسے چھوا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور کہا یا رسول اللہﷺ! یہ مجھے پہنا دیجئے آپؐ نے فرمایا اچھا۔ پھر مجلس میں جتنا اللہ نے چاہا بیٹھے رہے پھر گھر تشریف لے گئے، وہاں اس چادر کو اتار کر لپیٹا اور اس آدمی کے پاس بھیج دیا۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ تو نے اچھا نہیں کیا۔ تو نے وہ چادر آپﷺ سے مانگ لی جب کہ تجھے معلوم ہے کہ آپﷺ کسی سائل کو خالی نہیں لوٹاتے۔ اِس پر اُس شخص نے کہا اللہ کی قسم میں نے وہ اس لیے لی ہے کہ میری وفات کے دن وہ میرا کفن بنے۔ (۱۳)

اس نوع کا ایک اور واقعہ حضرت ابن عمرؓ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کپڑے والے کے پاس آئے اور اس سے چار درہم میں ایک قمیص خریدی۔ آپ وہ پہن کر گھر سے باہر تشریف لائے تو انصار میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہﷺ مجھے یہ قمیص پہنا دیجئے، اللہ تعالیٰ آپ کو جنت کے لباس میں سے پہنائے۔ آپؐ پھر دکاندار کی طرف آئے اور اس سے چار درہم میں دوسری قمیص خریدی۔ آپﷺ کے پاس دو درہم بچے۔ یہ درہم آپؐ نے ایک ضرورت مند لونڈی کو دے دیے۔ پھر اس لونڈی کو ان کے مالکوں سے مل کر ان کی مرضی سے آزاد کرالیا۔ پھر آپﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان دس درہموں میں اتنی برکت دی کہ اپنے نبی کو قمیص پہنائی، انصار کو ایک قمیص پہنائی اور ان سے ایک گردن (غلامی سے) آزاد کرائی۔ میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں جس نے اپنی قدرت سے ہمیں یہ مواقع نصیب کیے۔ (۱۴)

اس حدیث میں انفاق، سخاوت کرنے، ضرورت مند کو کپڑے پہنانے اور غریب کی مدد کرنے کے کئی ایک سبق واضح ہیں۔

۱۔ عام طور پر لوگ دو تین مرتبہ کپڑے پہن کر پھر بیچ دیتے ہیں یا بے کار پھینک دیتے ہیں، لیکن یہی کپڑے غریبوں میں تقسیم کیے جائیں تو کتنے ہی لوگوں کی ستر پوشی ہو جائے۔

۲۔ پاک و ہند کے دیہاتوں میں ایسے لاکھوں لوگ موجود ہیں جن کے پاس ایک دو جوڑوں کے علاوہ کوئی کپڑا نہیں ہے اور نہ ہی نیا خریدنے کی سکت رکھتے ہیں۔ اگر صاحب ثروت لوگ اپنے اترے ہوئے کپڑے دھلوا کر استری کروا کر ان لوگوں کو پہنچائیں تو ایک طرف اجر و ثواب ملے گا، اور دوسری طرف ان لوگوں کے دلوں میں مال داروں کے لیے محبت اور نرمی کے جذبات پروان چڑھیں گے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ ہم مغرب کے خوش حال لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ لوگ اپنے پرانے کپڑے غریب ممالک میں بھیج دیتے ہیں، اس طرح یہ لوگ بھی اچھا لباس پہن لیتے ہیں اور اپنی ضروریات پوری کرتے ہیں۔

۲۴۔ یتیموں پر شفقت:

معاشرے کے جو کمزور اور بے بس طبقات ہیں ان میں سے ایک یتیموں کا طبقہ ہے۔ وہ بچے جن کے سر سے والد کا سایہ اٹھ جاتا ہے وہ یتیم کہلاتے ہیں، عام طور پر معاشرہ انہیں کمزور اور بے سہارا سمجھ کر ان پر زیادتی کرتا ہے، اور زیادتی کرنے والوں میں اکثر ان کے عزیز و اقارب بلکہ قریبی رشتے دار ہوتے ہیں، جیسے بھائی، چچا، ماموں، چچا زاد بھائی وغیرہ۔ جن کی نظریں مالی و مادی مفادات پر ہوتی ہیں۔ یتیموں کی آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے دنیا میں عام طور پر اور عرب میں خاص طور پر بڑی حق تلفی ہوتی تھی۔ عرب یہ نظریہ رکھتے تھے کہ یتیم چوں کہ لڑائی میں لڑ نہیں سکتے اور ساتھ نہیں دے سکتے اس لیے ان کی میراث ہڑپ کرنے اور انہیں میراث سے محروم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لہٰذا یہ بے سہارا اور بے بس بچے دردر کی ٹھوکریں کھاتے پھرتے تھے۔ نبی رحمت و شفقت ﷺ نے جوان کو مقام دیا اس کا اندازہ اس حدیث مبارک سے کیجیے۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ اَنَا وَ كَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا وَاَشَارَ بِالسَّبَابَةِ وَالْوُسْطٰى وَفَرَّجَ بَيْنَهُمَا (۱۵)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے روایت کی نبی ﷺ نے فرمایا: میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح جائیں گے، اور آپ ﷺ نے اپنی شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کے ساتھ اشارہ کیا اور ان دونوں کے درمیان فاصلہ دیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کمزور طبقے پر شفقت و رحمت کا ایسا جامع درس دیا اور عملاً ان کے حقوق دلائے اور ان پر شفقت کا ہاتھ رکھا کہ تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

ایک اور روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص کو عذاب نہیں دے گا جو شخص یتیم پر رحم کرتا ہے، اس سے گفتگو میں نرمی کرتا ہے، اس کی یتیمی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور کمزوری پر رحم کھاتا ہے اور اللہ نے جو فضل (مال اور حیثیت مرتبہ) اسے دیا ہے اس کی بنا پر وہ اپنے پڑوس سے کوئی زیادتی نہیں کرتا۔ اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے اللہ تعالیٰ اس شخص سے صدقہ قبول نہیں کرتا جس کے قریب وعزیز اس کی صلہ رحمی کے محتاج ہیں اور وہ اسے غیر میں خرچ کرتا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف (رحمت سے) نہیں دیکھے گا۔ (۱۶)

یتیم بچوں کی دیکھ بھال اور دل جوئی کے بارے میں ایک حدیث ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مسکین عورت اپنی دو بچیوں کو اٹھائے ہوئے میرے پاس آئی۔ میں نے ان کو تین کھجوریں کھانے کے لیے دیں۔ اس عورت نے ان میں ہر ایک کو ایک ایک کھجور دی اور ایک کھجور اس نے اپنے منہ کی طرف کھانے کے لیے بڑھائی، تو ان لڑکیوں نے وہ اس سے مانگی، اس عورت نے وہ کھجور دو ٹکڑے کر کے انہیں دے دی، مجھے اس کی یہ بات بڑی عجیب لگی میں نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ نے اس کے لیے جنت واجب (لازم) کر دی یا آپ نے فرمایا اللہ نے اسے دوزخ سے آزاد کر دیا۔ (۱۷)

اسلام نے یتیم بچوں اور بچیوں کو معاشرے کا فعال اور محترم حصہ بنانے کے لیے جو تفصیلی ہدایات دی ہیں وہ کسی اور تہذیب اور مذہب میں نظر نہیں آتیں۔ اس کا ایک مقصد ہے کہ وہ معاشرے کا کارآمد حصہ بن کر اس کی تعمیر و ترقی کا کام اچھے طریقے سے سرانجام دیں۔

آپ ﷺ نے یتیموں پر شفقت و رحمت کا جو درس دیا ہے اسی میں ان کی ہر طرح خدمت کرنا ان سے پیار کرنا، ان کے متروکہ مال و اسباب کی حفاظت کرنا، ان کی تعلیم و تربیت کا بندوبست کرنا، ان کی عقل و شعور کامل ہونے پر ان کا مال و اسباب ان کے حوالے کرنا، یتیم بچوں کی شادی کی فکر کرنا اور شادی کرانا، ان کو تکلیف و رنج نہ دینا۔ حکومت وقت کا ان کے مال و اسباب اور جائداد کی حفاظت کے لیے جج اور نگران مقرر کرنا اور ان کی شادی کا بندوبست کرنا، یہ سب امور شامل ہیں۔

یتیم کے مال و اسباب کے سلسلے میں امام بیہقی نے ایک روایت بیان کی ہے کہ جس شخص کے زیر نگرانی یتیم کا مال ہو تو اسے چاہیے اسے تجارت میں بڑھنے کے لیے لگائے، اسے ایسے ہی نہ رہنے دے کہ صدقہ اور خیرات اسے ختم کر دے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے یتیم کی دیکھ بھال اس کے حقوق کی ادائیگی کے لیے تین اہم پہلوؤں سے بندوبست کیا ہے۔

۱۔ اس کے قریبی عزیز رشتہ دار اور خاندان کے لوگوں کو ذمہ دار ٹھہرایا۔

۲۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ عام مسلمانوں کو اس کے حقوق کا خیال رکھنے کی تاکید کی۔

۳۔ تیسرا پہلو یہ ہے کہ اسلامی حکومت کو ان کے معاملات کا ذمہ دار قرار دیا اور اس کے بارے میں تاکیدی احکام دیئے۔

۲۵۔ بچوں پر شفقت:

نبی رحمت وشفقتؐ اور رؤف ورحیمؐ نے پھول جیسے معصوم بچوں کے حقوق اور ان سے برتاؤ کے آداب اپنے قول وعمل سے کھول کھول کر بیان فرمائے ہیں، اور صحابہ کرامؓ سے بھی آپؐ کے اسوۂ حسنہ و سنت مطہرہ اور احادیث مبارکہ کو یاد رکھا اور آنے والی نسلوں تک پہنچایا اور ان پر عمل کر کے دکھایا۔ بچوں پر شفقت کے بہت سے واقعات ہیں جنہیں اگر پوری طرح بیان کیا جائے تو یہ محدود اوراق تنگ ہو جائیں گے۔ لہٰذا چند واقعات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے بیان کیا:

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ تَلَقَّى بِصِبْيَانِ اَهْلِ بَيْتِهٖ قَالَ وَاِنَّهٗ قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ سُبِقَ بِيْ اِلَيْهِ فَحَمَلَنِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ثُمَّ جِيْءَ بِاَحَدِ ابْنَيْ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَاَرْدَفَهٗ خَلْفَهٗ، قَالَ فَاَدْخَلْنَا الْمَدِيْنَةَ ثَلَاثَةً عَلٰى دَابَّةٍ، وَفِيْ رِوَايَتِ ابْنِ اِسْحَاقَ الْفَزَارِيْ عَنْ عَاصِمٍ عِنْدَ اَبِيْ دَاوٗدَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ اسْتُقْبِلَ بِنَا فَاَيُّنَا اسْتُقْبِلَ اَوَّلًا جَعَلَهٗ اَمَامَهٗ فَاسْتُقْبِلَ بِيْ فَحَمَلَنِيْ اَمَامَهٗ ثُمَّ اسْتُقْبِلَ بِحَسَنٍ اَوْ حُسَيْنٍ فَجَعَلَهٗ خَلْفَهٗ فَدَخَلْنَا الْمَدِيْنَةَ وَاَنَا كَذَالِكَ (۱۸)

رسول اللہ ﷺ جیسے ہی سفر سے آتے تھے تو (سب سے پہلے) اپنے خاندان کے بچوں سے ملتے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ ایک مرتبہ سفر سے تشریف لائے تو سب سے پہلے مجھے ان کی طرف بڑھایا گیا، تو مجھے سواری پر اپنے آگے بٹھالیا، پھر حضرت فاطمہؓ کے بیٹوں میں سے ایک کو آگے بڑھایا تو انہیں اپنے پیچھے بٹھالیا۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم تینوں ایک سواری

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جو بچہ آپ کا پہلے استقبال (سامنا) کرتا اسے اپنے آگے بٹھالیتے، چنانچہ میں (عبداللہ) پہلے سامنے آیا تو مجھے آگے بٹھایا پھر حسن یا حسین سامنے آئے تو انہیں اپنے پیچھے بٹھایا۔ پس ہم مدینے میں اسی حالت میں داخل ہوئے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بچوں پر شفقت کے واقعات میں زیادہ تر آپؐ کی اولاد جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور بیٹیاں یا آپ کی اولاد کی اولاد یعنی حضرت زینبؓ اور حضرت فاطمہؓ کی اولاد، حضرت جعفرؓ کے بیٹے، حضرت زیدؓ کے بیٹے اسامہ، حضرت عباسؓ کے بیٹے، حضرت عمرؓ کے بیٹے اور حضرت زینبؓ کی بیٹی امامہ کے تذکرے کثرت سے ملتے ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو بچوں سے کتنی محبت تھی اور خود بچوں کو آپؐ سے کتنی بے تکلفی اور محبت تھی۔ ان ناموں کے علاوہ انصار کے بچوں اور مہاجروں کی اولاد اور دیگر بچوں کے تذکرے بھی احادیث میں آئے ہیں۔ نیز غزوات و سرایا اور جہاد کے مواقع پر مشرکین، یہود و نصاری کی چھوٹی اولاد کا بیان بھی موجود ہے۔ ان روایات میں بچوں سے شفقت اور ان سے پیار و محبت کرنے اور ان کی پرورش اور اخلاقی تربیت دینے اور انہیں زندگی کے عملی میدان میں آگے بڑھانے کے تذکرے بھی ملتے ہیں۔

بچوں سے شفقت، ان کی تربیت، تعلیم اور ان سے برتاؤ کے بارے میں چند احادیث ملاحظہ کریں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا:

خَدَمْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ سِنِيْنَ فَمَا قَالَ لِيْ اُفٍّ وَلَا لِمَا صَنَعْتَ؟ وَلَا اَلَّا صَنَعْتَ (۱۹)

میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی، اس دوران مجھے نہ تو اف کہا اور نہ یہ کہا کہ یہ کام کیوں کیا اور نہ یہ کہا کہ یہ کام کیوں نہیں کیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کئی سال رہا۔ آپ ﷺ نے نہ تو مجھے کوئی گالی دی اور نہ کبھی مارا اور نہ ہی ڈانٹا ڈپٹا اور نہ چہرے میں ناراضی ظاہر کی، جب مجھے کسی کام کا حکم دیا اور میں نے اس میں سستی کی تو میری اس پر گرفت نہیں کی، اگر آپ ﷺ کے گھر والوں میں سے کوئی مجھے ڈانٹتا تو فرماتے اسے چھوڑو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیوں کہ اگر تقدیر میں لکھا ہوتا تو یہ ہو جاتا۔(۲۰)

ان روایات سے یہ نکات سامنے آتے ہیں:

۱۔ بچوں کی تعلیم و تربیت میں بچوں کے مزاج و رجحان اور ان کی نفسیاتی اصولوں کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔

۲۔ آپ ﷺ کو بچوں سے بہت پیار و شفقت تھی اور بچوں کو بھی آپؐ کی رحیمانہ طبیعت کی وجہ سے محبت تھی۔ آپؐ دنیا کے جرنلوں، سرداروں اور بادشاہوں کی طرح نہیں تھے کہ آپؐ کے سامنے ہٹو بچو کی آوازیں لگائی جاتیں، اور کسی کو سامنے نہ آنے دیا جاتا۔

۳۔ آپؐ بچوں سے بھی اصولی تعلیم اور مساوات کا لحاظ رکھتے تھے، جو پہلے آیا اسے اپنے آگے بٹھایا اور جو بعد میں آیا اسے اپنے پیچھے بٹھا دیا تا کہ بچوں میں فرق و امتیاز کا خیال نہ آئے، اور مساوات کا سبق ملے۔

۴۔ آپؐ کا معمول یہی تھا کہ مدینے میں داخل ہوتے وقت بچوں کو سلام کرتے اور بعض کو اپنی سواری پر بٹھا لیتے۔

۵۔ اسی شفقت و رحمت کی وجہ سے بعض اوقات بچے مدینے سے باہر نکل کر آپ ﷺ کا استقبال کرنے کے لیے منتظر رہتے تھے۔

۶۔ بچوں کو ہر وقت اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر مارنا صحیح نہیں ہے، عام طور پر مارنے سے اصلاح نہیں ہوتی بلکہ بچوں میں نفرت پیدا ہو جاتی ہے جو نقصان دہ ہے۔

۷۔ بچوں کی خوبیوں کی تعریف کرنا، ہمت بڑھانا اور شاباش دینا چاہیے۔

۸۔ بچوں کو نماز باجماعت کے لیے مسجد میں لے جانا چاہیے۔

۹۔ بچوں کے سامنے جھوٹ بولنا، گالی دینا، غلط ہے اس سے بچنا چاہیے۔

۱۰۔ اساتذہ، والدین اور رشتہ داروں کو چاہیے کہ بچوں کے ساتھ مساوات کا برتاؤ کریں۔

۱۱۔ کھانے پینے کی اشیاء تقسیم کرنی ہوں یا دینی ہوں تو پہلے بچوں کو دی جائیں۔

۲۶۔ نکاح کی ضرورت اور حاجت مند کا نکاح کرانا:

اسلام جو پاکیزہ معاشرہ قائم کرنا چاہتا ہے اس کی بنیاد فرد کی اصلاح و تربیت اور تعلیم و تدریس پر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھنے کے بعد افراد سے بننے والی سوسائٹی میں سب سے زیادہ توجہ خاندان کی تنظیم وتربیت پر دیتا ہے، جتنے افراد اچھے ہوں گے اور ان سے تشکیل پانے والا خاندان بہتر ہوگا تو اتنا ہی وہ معاشرہ اچھا اور پاکیزہ ہوگا، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

عَنْ عَبْدُ اللّٰہِ قَالَ کُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ شَبَابًا لَا نَجِدُ شَيْئًا فَقَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ (۲۱)

عبداللہ نے کہا کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ جوان تھے۔ کوئی چیز نہیں پاتے تھے (کنوارے تھے) تو ہم سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نوجوانو! تم میں سے جو نکاح کی قوت رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ نکاح کرے اس لیے کہ یہ نگاہوں کو پست اور شرم گاہوں کو محفوظ رکھنے کا بہترین ذریعہ ہے، اور جو اس کا طاقت نہیں رکھتا تو روزہ رکھنا چاہیے کیوں کہ یہ اس کی شہوت کم کردے گا۔

معاشرے کی تعمیر میں سب سے پہلا کردار نکاح وشادی کا ہے۔ اس لیے قرآن وحدیث میں شادی کرنے پر زور دیا گیا ہے، شادی میں آسانی پیدا کی گئی، رشتہ تلاش کرنے، رشتہ طے کرنے میں وسعت دی گئی، جاہلیت کی رسم ورواج کو ختم کیا گیا، لڑکے لڑکی کی رضا کے حق کو تسلیم کیا گیا۔

معاشرے کو پاکیزہ بنانے اور رشتے جوڑنے، شادی کرانے والے افراد کی قدر کی گئی ہے۔ جو لوگ نکاح کرنے میں معاون ومدد بنتے ہیں، ان کی ہمت افزائی کرتے ہوئے انہیں حکم دیا گیا کہ اپنے بیواؤں اور غیر شادی شدہ لوگوں کے نکاح کراؤ۔ ارشاد باری تعالی ہے:

وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَآئِكُمْ إِنْ يَكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○ (۲۲) (النور۲۴:۳۲)

اور تم میں جو بے نکاح ہوں تم ان کا نکاح کردیا کرو اور (اس طرح) تمہارے غلام اور لونڈیوں میں جو اس کے لائق ہو اور اس کا بھی اگر وہ لوگ فقیر ہوں گے تو اللہ (اگر چاہے گا) ان کو اپنے فضل سے غنی کردے گا اور اللہ وسعت والا خوب جاننے والا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ بتاتی ہے کہ آپؐ نے کتنے ہی مردوں اور عورتوں کنواریوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور بیواؤں کے نکاح کرائے۔ آپؐ نے اپنے ارشادات سے نکاح کرنے کی ترغیب دی، اور اس کے مختلف پہلو بیان فرمائے اور اس کی اہمیت واضح کی۔

نکاح انسان کی فطری، اخلاقی، معاشرتی، قانونی اور روحانی ضرورت ہے، یہ انسان کے لیے ڈھال ہے، یہ اس کی نسل کو آگے بڑھانے کا ذریعہ ہے اور اس کی طبیعت کو معتدل کرنے کا سبب ہے۔ اس لیے مومن کو اگر کوئی شدید مجبوری نہ ہو تو نکاح کرنے میں جلدی کرنی چاہیے۔ معاشرے کے سرکردہ، خاندان کے بڑوں اور سماجی ورکروں اور خود حکومت کو چاہیے کہ نکاح کو آسان بنائے اور برائی اور فحاشی کو مشکل اور ناقابل عمل بنائے۔ ہر مسلمان کو نکاح کرنا چاہیے اور دوسرے بے سہارا، غریب اور حاجت مند لوگوں کے لیے اس کا بندوبست کرنا چاہیے۔ حدیث میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ اَرَادَ اَنْ یَلْقَی اللهَ طَاهِرًا مُطَهِّرًا فَلْيَتَزَوَّجِ الْحَرَائِرَ (۲۳)

جو شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ اللہ سے پاکیزہ حالت میں ملے اسے چاہیے کہ آزاد عورتوں سے نکاح کرے۔

نکاح کرنے، اور نکاح کرانے میں عام طور پر ایک شخص یہ دیکھتا ہے کہ گھر بسانے کا بندوبست کہاں سے ہوگا اور کھانے کا بندوبست کیسے ہوگا اور اسی قسم کے دوسرے خدشات لاحق ہوتے ہیں۔ اسے اللہ تعالیٰ نے یہ فرما کر رفع کیا:

اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (النور۲۴:۳۲)

اگر وہ لوگ مفلس ہوں گے تو اللہ تعالیٰ (چاہے گا) تو ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔

حافظ ابن کثیر نے اس آیت کی تفسیر میں عبداللہ بن مسعود کا یہ قول نقل کیا ہے:

اِلْتَمِسُوا الْغِنٰی فِی النِّكَاحِ (۲۵) نکاح میں تونگری تلاش کرو۔

حضرت ابوہریرہؓ نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح کی ہدایت کی روایت کی ہے، فرمایا:

ثَلَاثَةٌ حَقٌّ عَلَی اللهِ عَوْنُهُمُ الْمُكَاتِبُ الَّذِیْ یُرِیْدُ الْاَدَاءَ وَالنَّاكِحُ الَّذِیْ یُرِیْدُ الْعِفَافَ وَالْمُجَاهِدُ فِیْ سَبِیْلِ اللهِ (۲۶)

تین آدمی ہیں جن کی اعانت اللہ کے ذمے ہے۔ ایک وہ غلام جو اپنی قیمت ادا کرنا چاہتا ہو، وہ نکاح کرنے والا شخص جو پاک بازی چاہتا ہو، اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن وحدیث کے مطالعے سے نکاح کے بارے میں چند باتیں سامنے آتی ہیں:

۱۔ نکاح انسان کی فطری ضرورت ہے، اللہ اور اس کے رسول نے اسے نہ صرف باقی رکھا بلکہ اسے مہذب، پاکیزہ اور مکمل بنا کر آسان اور سہل کر دیا۔

۲۔ نکاح سنت انبیاء اور صلحاء ہے، اور معاشرے کی تعمیر میں مضبوط عامل ہے۔

۳۔ اسلامی معاشرے کی بنیاد اور اساس ہے اور اسے مسلم معاشرے کے لیے لازم قرار دیا گیا ہے۔

۴۔ نکاح میں دیگر باتوں کے ساتھ دین کو ترجیح دینا چاہیے۔

۵۔ مفلسی کے ڈر سے نکاح چھوڑ دینا ناپسندیدہ ہے۔

۶۔ اللہ پر توکل کر کے نکاح کرنے سے اللہ تعالیٰ سہولتیں پیدا کر دیتا ہے۔

۷۔ بڑے بزرگوں، برادری کے افراد، جماعتوں اور دینی رہنماؤں اور این جی اوز کی ذمہ داری ہے کہ نکاح کو فروغ دیں اور برائی اور فحاشی کو روکیں۔ نیز بے نکاح رہنے کے رجحان کو ختم کریں۔

۸۔ اپنے خاندان اور قبیلے سے باہر نکاح کرنے میں موروثی بیماریاں ختم ہوتی ہیں اور برادری و معاشرتی تعلقات میں وسعت ہوتی ہے۔ اس لیے نکاح کو قبیلے اور خاندان کے دائرے سے نکالنا چاہیے۔

۲۷۔ دین وملت کی خدمت کرنے والوں کے خاندان سے حسن سلوک:

اسلامی معاشرے میں جو افراد شفقت و خدمت کے حاجت مند ہیں اور جن کی خدمت کرنا بڑے اجر وثواب کا عمل ہے، وہ شہیدوں، مجاہدوں اور غازیوں کے اہل خانہ ہیں۔ چوں کہ مجاہد و غازی اجتماعی خدمت سرانجام دے رہے ہوتے ہیں، امت مسلمہ کا اجتماعی فریضہ ادا کرنے اور اسلام اور اسلامی حکومت کے دفاع میں مصروف ہوتے ہیں۔ لہٰذا امت کے تمام افراد اور حکومت اسلامی کی ذمہ داری ہے کہ ان کے پس ماندگان کی کفالت کا بندوبست کریں، ان کی دیکھ بھال کریں، ان کی ضروریات پوری کریں اور ان کی عزت و مال کی نگہبانی کریں۔ تاہم اگر کوئی حکومت ان کی کفالت نہیں کرتی، ان کی ضروریات کو پورا نہیں کرتی، تو امت کے افراد، تنظیموں اور جماعتوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان کی کفالت کریں۔ اس سلسلے کی ایک حدیث ملاحظہ کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مَنْ جَهَّرَ غَازِيًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَدْ غَزَا، وَمَنْ خَلَفَ غَازِيًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِخَيْرٍ فَقَدْ غَزَا (۲۷)

جس شخص نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کو تیار کیا تو اس نے جہاد کیا (ثواب میں شریک ہوا) اور جس شخص نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کے گھر والوں سے کوئی بھلائی کی تو اس نے جہاد کیا (ثواب میں شریک ہوا)۔

مجاہد و غازی کو تیار کرنے سے مراد ذہنی و جسمانی تیاری، مالی تعاون، تربیت اور رہنمائی وغیرہ ہر قسم کی تیاری ہے، اس طرح اس کے خاندان والوں سے ہر نوع کی نیکی کرنا مراد ہے۔ آپ ﷺ نے اس عمل کی کوئی صورت متعین نہ کر کے اس کام کو وسعت دی ہے۔ اب ہر مسلمان کا اپنا کام ہے کہ اپنی طاقت اور وسعت کے مطابق جو کام کر سکتا ہے سو کرے، اس طرح ہر شخص اس اجر و ثواب میں شریک ہو سکتا ہے۔ ان مختلف نوع کی خدمات میں سے ایک کی مثال اس حدیث سے دی جا سکتی ہے۔

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُنْ يَدْخُلُ بَيْتًا فِي الْمَدِيْنَةِ غَيْرَ بَيْتِ اُمِّ سُلَيْمٍ اِلَّا اَزْوَاجِهٖ فَقِيْلَ لَهٗ فَقَالَ اِنِّيْ اَرْحَمُهَا قُتِلَ اَخُوْهَا مَعِيْ (۲۸)

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں کے سوا کسی اور کے گھر میں نہیں جاتے تھے، مگر ام سلیم کے گھر تشریف لے جاتے تھے، آپ ﷺ سے اس کا سبب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اس (عورت) پر رحم آتا ہے کہ اس کا بھائی میرے ساتھ (غزوے) میں شہید ہو گیا تھا۔

شہیدوں کے گھر والوں کی دل جوئی، ہمدردی اور غم خواری کا ایک طریقہ یہ ہے بھی ہے کہ معاشرے کے بزرگ اور صالح افراد ان کے گھر جا کر ان کی خیر و خیریت معلوم کریں، اور انہیں تسلی دیں، شہدا کے پس ماندگان کی خدمت میں سے ایک اہم خدمت یہ ہے کہ ان کے بچوں کو تعلیم و تربیت دی جائے اور انہیں کسی کام سے لگایا جائے، اگر کوئی شخص یہ کام خود نہیں کر سکتا تو دوسروں کو ترغیب دلا سکتا ہے۔ ان کے لیے اصحاب خیر سے تعاون حاصل کر سکتا ہے۔

غازی اور شہید سے تعاون کرنے والا براہ راست اجر و ثواب میں شریک ہو جاتا ہے، اور اجر کا مستحق بنتا ہے، حضرت ابو احمد عقبہ بن عامر جہنی سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ بِالسَّهْمِ الْوَاحِدِ ثَلَاثَةَ نَفَرِ الْجَنَّةَ، صَانِعَهُ يَحْتَسِبُ فِيْ صَنْعَتِهِ الْخَيْرِ وَالرَّامِيَ بِهِ وَمُنْبِلَهُ، اِرْمُوْا وَارْكَبُوْا وَاَنْ تَرْمُوْا اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ تَرْكَبُوْا وَمَنْ تَرَكَ الرَّمْيَ بَعْدَ مَا عَلِمَهُ رَغْبَةً عَنْهُ فَاِنَّهَا نِعْمَةٌ تَرَكَهَا اَوْ قَالَ كَفَرَهَا

(۲۹)

اللہ ایک تیر سے تین آدمیوں کو جنت میں جگہ دیتا ہے، ایک اس کا بنانے والا، جو اس کے بنانے میں خیر و بھلائی کی نیت کرتا ہے، دوسرا وہ جو پھینکتا ہے اور تیسرا وہ جو اس کا پھل درست کرتا ہے، تیر اندازی اختیار کرو اور سواری کرو، تمہارے سواری کرنے سے تیر اندازی مجھے زیادہ پسند ہے، جس شخص نے تیر اندازی سیکھنے کے بعد اس سے بے توجہی برت کر چھوڑ دی تو اس نے نعمت چھوڑی یا نعمت کی ناشکری کی۔

اس سے معلوم ہوا کہ غازیوں، مجاہدوں اور شہیدوں سے ہر قسم کا تعاون کرنے والے افراد بھی اجر وثواب میں شریک ہیں۔ اسی طرح ان کے اہل وعیال اور ان کے والدین کی خدمت کرنے والے بھی ان کے کام میں بالواسطہ معاون ہیں، اور شریک ہیں۔ شہداء اور غازی جہاد کا وہ عظیم قومی و ملی فریضہ سر انجام دیتے ہیں، جو ہر لحاظ سے ضروری ہے اور اجتماعی کام ہے، اس لیے اس میں حصہ لینا اجتماعی کام میں حصہ لینا ہے، چوں کہ یہ لوگ مظلوموں سے ظلم کو دفع کرنے اور شر اور شیطانی قوتوں کا قلع قمع کرنے، عدل و انصاف کا نظام قائم کرنے اور حق کا بول بالا کرنے کا کام کرتے ہیں، جو شفقت علی الخلق اور خدمت خلق کا عظیم عمل ہے، لہٰذا قوم کے افراد پر ان کا حق بنتا ہے کہ وہ ان کے اہل وعیال کی دیکھ بھال کریں، ان کی کفالت کریں، اور ان کی بنیادی ضروریات کو پورا کریں۔

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اسلحہ ایجاد کرنے اور بنانے والے، اسے خوب سے خوب تر بنانے اور اس سے مسلم امۃ کو مادی قوت فراہم کرنے کی کوشش کرنے والے بھی مجاہد ہیں، اور جہاد میں شریک ہیں۔ علمائے کرام نے فی سبیل اللہ کا دائرہ وسیع کرتے ہوئے دینی علوم حاصل کرنے اور اس کی راہ میں نکلنے والوں کو بھی ثانوی حیثیت سے مجاہدین میں شامل کیا ہے۔ لہٰذا ان کے خاندانوں کی ہمت افزائی کرنے، ان کی بنیادی ضروریات پورا کرنے والے بھی اس اجر وثواب میں شامل ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۸۔ قیدیوں سے حسن سلوک:

معاشرے کے بے بس طبقات میں سے ایک طبقہ قیدیوں کا ہے۔ اگر چہ یہ سارا طبقہ کوئی اچھا نہیں ہوتا لیکن سب لوگ برے اور عادی مجرم بھی نہیں ہوتے۔ قید میں بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو ناکردہ گناہ میں گرفتار ہوتے ہیں، اور بعض امیر لوگوں کی دشمنی، شرارتوں اور سازشوں کی بنیاد پر جیل میں ڈال دیئے جاتے ہیں، اور برسہابرس قید و بند میں پڑے دکھ بھگتے رہتے ہیں۔

عام لوگ اور جیل کے نگراں تمام قیدیوں کو مجرم سمجھتے ہیں اور مجرموں کا سا برتاؤ کرتے ہیں۔ نبی رحمت ﷺ نے ان کے حقوق کا خیال رکھا اور ان کی خبر گیری کرنے کے لیے ہدایات دیں۔ ان میں بعض ارشادات پیش کیے جاتے ہیں۔

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عُوْدُوا الْمَرِیْضَ اَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَ فُکُّوا الْعَانِیَ (۳۰)

ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیمار کی عیادت کرو، بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور قیدی کی رہائی کا انتظام کرو۔

وَقَالَ اَبُوْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّ یَتِیْمًا وَّ اَسِیْرًا، فَقَالَ الْمِسْکِیْنُ الْفَقِیْرُ، وَالْیَتِیْمِ وَ الَّذِیْ لَا اَبَ لَہٗ وَالْاَسِیْرُ الْمَمْلُوْکُ وَالْمَسْجُوْنُ (۳۱)

ابوسعید خدریؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سورہ دہر کی آیت نمبر ۸ تلاوت کی (اور اللہ کی محبت میں مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں) پھر اس کی تفسیر میں فرمایا مسکین سے مراد فقیر اور یتیم سے مراد وہ بچہ ہے جس کا والد حیات نہ ہو اور اسیر سے مراد غلام اور قیدی ہیں۔

انسان کی بے بسی و بے کسی، لاچاری اور مجبوری کے جو مقامات ہیں ان میں سے ایک جیل اور قید خانہ ہے۔ جیل میں انسان کا دل نرم ہو جاتا ہے، اپنی ذاتی زندگی اور گزشتہ زندگی کے حالات و کیفیات پر خوب غور کرتا ہے اور بعض اوقات قیدی توبہ اور استغفار زیادہ کرتا ہے، اس وقت جو شخص اس کے ساتھ بھلائی کرے گا وہ اسے اچھی طرح یاد رہے گی۔

اسلام نے قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی نہ صرف تاکید کی بلکہ عملاً مثالی سلوک کر کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دکھایا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے قیدیوں کے ساتھ نہایت عمدہ سلوک کیا، انہیں فدیہ لے کر رہا کر دیا، جو قیدی فدیہ نہ دے سکتے تھے یا نہ دینا چاہتے تھے ان سے ہلکا پھلکا اور باعزت کام لیا کہ مسلمانوں کے بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں تو انہیں رہا کر دیا جائے گا، اور اس دوران ان کی رہائش، کھانے پینے کا معقول اور اچھا بندوبست کیا۔ بدر کے قیدیوں پر ایک واقعہ ملاحظہ کریں۔ یزید بن اصم بیان کرتے ہیں کہ بدر کے قیدیوں میں حضرت عباسؓ، رسول اللہ ﷺ کے چچا بھی شامل تھے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ رات کو جاگتے رہے، اس پر آپؐ کے صحابہ میں سے کسی نے کہا یا نبی اللہ! آپؐ کی نیند کیوں اُڑ گئی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا عباس کے کراہنے کی وجہ سے، اس پر ایک شخص کھڑا ہوا اور جا کر عباس کی بندشیں ڈھیلی کر دیں، آپ ﷺ نے پوچھا کیا بات ہے کہ عباس کا کراہنا نہیں سن رہا ہوں، اس پر لوگوں میں سے ایک نے کہا کہ میں نے اس کی بندش کچھ ڈھیلی کر دی ہے، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ اور تمام بدر کے قیدیوں کے ساتھ اس طرح کا سلوک کرو۔ (۳۲)

اس حدیث سے چند نکات کی وضاحت ہوتی ہے۔

۱۔ صحابہ کرامؓ کا ذوق سلیم اور ان کے مساوات کا اندازہ اور برتاؤ بھی سامنے آتا ہے، کہ انھوں نے تمام قیدیوں کے ساتھ یکساں برتاؤ کیا، یہ خیال نہیں کیا کہ حضرت عباسؓ کے معزز چچا ہیں اس لیے ان کو رعایت دیں اور نہ باندھیں۔

۲۔ آپ ﷺ کی رحمت وشفقت اور اپنے رشتہ داروں سے تعلق معلوم ہوتا ہے کہ چچا کے کراہنے سے نیند نہیں آتی اور بے چینی محسوس کرتے ہیں۔

۳۔ آپ ﷺ کا اعلیٰ مساویانہ برتاؤ اور سلوک دیکھئے کہ فرماتے ہیں کہ تمام قیدیوں کی بندشیں ڈھیلی کر دیں اور سب کے ساتھ یکساں سلوک کریں۔ کیا دنیا اس قسم کا برتاؤ انبیاء کے سوا کسی اور شخص کا بھی پیش کر سکتی ہے اور دنیا میں اگر کوئی مثال ملتی بھی ہے تو آپ ﷺ کے خادموں اور امتی افراد کی مل سکتی ہے۔

۴۔ آپ ﷺ کے اس عمل سے جہاں اور شفقت ورحمت کی باتیں معلوم ہوتی ہیں، وہاں قیدیوں کے حقوق کا لحاظ کرنے اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا بھی معلوم ہوتا ہے، صحابہ کرامؓ کے اسوے سے اس قسم کے کئی دوسرے واقعات بھی سامنے آتے ہیں، جو سیرت میں مذکور ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۔ جنگی قیدیوں کے سلسلے میں آج کل جنیوا کنونشن کا بار بار حوالہ دیا جاتا ہے اور قیدیوں کے حقوق کا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے اور اس دور کی اصلاحات وعنایات میں اسے شمار کیا جاتا ہے، حالانکہ میرے آقا اور آپ ﷺ کے ساتھیوں نے قیدیوں کے حقوق اور ان سے حسن سلوک کے لاتعداد نمونے چھوڑے ہیں انھیں ایک جگہ جمع کیا جائے تو جنیوا کنونشن اور حقوق انسانی کے چارٹ سے بہتر دستاویز بن سکتی ہے۔ افسوس کہ مسلمان بجائے مثبت اور اعلیٰ نمونے پیش کرنے کے بعض ایسے واقعات کے دفاع میں معذرتیں پیش کرنے میں لگے ہوئے ہیں جن کے واقع ہونے کا خاص پس منظر تھا۔

۶۔ قیدیوں کی غذا، لباس اور علاج حکومت کے ذمے ہے۔ انہیں ضرورت کے مطابق کھانا دے، لباس پہنچائے اور ان کی صحت وسلامتی کا خیال رکھے اور بیمار ہوں تو علاج کرائے۔

۷۔ اگر ان سے کوئی کام لیا جائے تو ان کی حیثیت علم اور مرتبے کے مطابق لیا جائے اور ان کی قوت برداشت کے مطابق لیا جائے۔

۸۔ انہیں ضروریات زندگی اور عبادات کی سہولت دے، ان کے مذہب کے مطابق ان کو عبادت کرنے دے، قیدیوں میں مسلم اور غیر مسلم ہر قسم کے ہو سکتے ہیں، لہٰذا سب سے عدل وانصاف اور حسن سلوک کا معاملہ کیا جائے۔

۲۹۔ بیوہ اور مطلقہ سے ہمدردی:

عام انسانی معاشروں میں اور خاص طور پر برصغیر کے معاشرے میں جن کمزور طبقات کو نظر انداز کیا گیا جن کے ساتھ بے رحمانہ سلوک کیا گیا، جنہیں گھٹیا نظر سے دیکھا گیا اور ذلت کا سلوک کیا گیا، ان میں ایک طبقہ بیواؤں اور مطلقہ عورتوں کا ہے۔ جدید صنعتی اور نقل مکانی کے اس دور میں ان کی بے کسی اور بڑھ جاتی ہے اور اس کے نتیجے میں یہ طبقہ زیادہ امداد وتعاون اور سرپرستی کا مستحق بن جاتا ہے۔ دین اسلام جو ایک فطری، عملی اور روزمرہ کا دین ہے لہٰذا اس نے ان دونوں طبقوں (مطلقہ اور بیواؤں) کی سرپرستی اور ان کی دادرسانی کی ہے، اسلام نے ان کو جو مراعات دی ہیں ان کا احادیث کی روشنی میں مختصر سا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

عَنْ اُمِّ حَبِیْبَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ قَالَتْ اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ یَقُوْلُ لَا یَحِلُّ لِامْرَاۃٍ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ اَنْ تَحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ عَشْرًا (۳۳)

حضرت ام حبیبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے سنا: کسی عورت کے لیے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہے، کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منانا جائز نہیں، سوائے اپنے شوہر کے کہ اس پر چار مہینے اور دس دن سوگ منائے۔

۱۔ مطلقہ اور بیوہ کی عدت

اللہ اور اس کے رسول نے ان دونوں قسم کی عورتوں کی عدت کی مدت مقرر کی ہے۔ نیز عدت کی ناگزیر ضرورت مدنظر رکھ کر اسے معتدل مناسب اور محدود کردیا ہے، یعنی یہ خواتین اتنا عرصہ گزاریں کہ جس سے پہلا غم ہلکا ہو جائے اور وہ دوبارہ عملی زندگی گزارنے کے لائق ہو جائیں۔

۲۔ رہائش کا حق

جس گھر میں عورت کا شوہر فوت ہوا ہے یا اسے طلاق ملی ہے، اس جگہ عدت گزارنا اس کا حق ہے۔ شوہر کے فوت ہونے کی صورت میں رشتے داروں پر لازم ہے کہ بیوہ یا مطلقہ کی رہائش کا بندوبست کریں۔ اس بارے میں یہ حدیث رہنمائی فراہم کرتی ہے۔

حضرت فریعہؓ بنت مالک بن سنان، یہ ابوسعید خدریؓ کی بہن ہے، کہتی ہیں کہ میں رسول اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی کہ وہ بنی عذرہ کے پاس لوٹ جائے، کیوں کہ اس کا شوہر قتل کردیا گیا ہے، یہ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے اپنے گھر والوں (والدین) کے پاس جانے کا پوچھا کیوں کہ شوہر نے تو مکان چھوڑا اور نہ ہی نان نفقہ کا بندوست چھوڑا ہے، وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ہاں چلی جاؤ، چنانچہ میں وہاں سے نکل کر حجرہ یا مسجد میں ہی تھی کہ آپ ﷺ نے مجھے بلانے کا حکم دیا اور دوبارہ حاضر ہوئی، آپؐ نے فرمایا تو نے جو بات کہی وہ کس طرح کہی، میں نے اپنے شوہر کا قصہ دوبارہ بتایا، آپؐ نے فرمایا عدت پوری ہونے تک اپنے گھر میں ٹھہری رہو، وہ کہتی ہیں کہ میں نے چار ماہ دس دن عدت کے پورے کیے۔ (۳۴)

اس حدیث سے خاتون کا عدت اپنے خاوند کے گھر میں گزارنا ثابت ہوتا ہے، تاہم مجبوری کی وجہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے اپنے والدین کے پاس یا کسی دارالامان میں عدت گزار سکتی ہے۔

۳۔ نان ونفقہ

اسلام نے بیوہ اور مطلقہ کا عدت کے دوران نان ونفقہ اور بنیادی ضروریات شوہر اور اس کے رشتے داروں کے ذمے کی ہیں، تاکہ وہ اطمینان اور سکون سے اپنے شوہر کے گھر میں عدت کے دوران قیام کرسکیں۔

۴۔ مہر دلانا

اسلام نے عورتوں کو جو بنیادی مالی حقوق دیئے ہیں ان میں اہم حق ان کو مہر دلانا ہے۔ اگر شوہر نے بروقت مہر ادا نہیں کیا تو اس کے ذمے یہ قرض لازم ہے۔ اس لیے لازماً اسے دینا چاہیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر لازم ہونے کے بارے میں فرمایا کہ جس شخص نے عورت سے ایک مقرر مہر پر شادی کی اس ارادے سے کہ وہ اسے ادا نہیں کرے گا وہ زانی ہے، اور جس نے قرض لیا اور اس نیت سے کہ وہ اسے ادا نہیں کرے گا وہ چور ہے۔ (۳۵)

۵۔ مطلقہ اور بیوہ سے حسن سلوک کی تاکید

قرآن وحدیث نے واضح ہدایات دی ہیں کہ مطلقہ اور بیوہ سے اچھا سلوک کیا جائے، اور انہیں تنگ کرنے، دکھ دینے اور خراب رویہ اختیار کرنے سے روکا ہے، اس سے طعن وتشنیع کا رویہ نہ برتا جائے اور ان کا مال یا سامان ہتھیانے کی کوشش نہ کی جائے، یہ رویہ شرافت، اخلاق حسنہ اور مروت کے خلاف ہے۔

۶۔ نکاح ثانی کی آزادی

اسلام نے مطلقہ اور بیوہ کو نکاح ثانی کی پوری طرح آزادی دی ہے۔ عدت گزرنے کے بعد اب یہ عورت پوری طرح آزاد ہے، نہ تو اس کے والدین کا اس پر حق ہے اور نہ ہی شوہر یا اس کے رشتہ داروں کا اس پر حق ہے۔ یہ اسلام کا وہ احسان ہے جو چودہ سو سال پہلے اس نے کیا، جب کہ اس وقت کی دنیا میں اس قسم کی آزادی نہیں تھی۔

۷۔ بیوہ اور مطلقہ کا وراثت میں حصہ

قرآن وحدیث کے مطابق بیوی کو ہر حالت میں اور مطلقہ رجعیہ کے شوہر کے عدت کے دوران

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فوت ہو جانے کی صورت میں اس کی میراث میں سے لازماً حصہ ملے گا، البتہ مطلقہ بائنہ کو عام حالت میں حصہ نہیں ملے گا۔ تاہم اگر شوہر مرض الموت میں طلاق بائن دے دے اور عدت کے دوران فوت ہو جائے تو اسے بھی حصہ ملے گا۔ (۳۶)

۸۔ بچے کو دودھ پلانا

مطلقہ اور بیوہ کی گود میں اگر دودھ پینے والا بچہ ہے تو اسے دودھ پلانا اس کے والد یا وارثوں کے ذمے ہے، لہٰذا وہ دودھ پلانے پر مجبور نہیں کی جائیں گی، تاہم اگر اس کا باپ بچے کو دودھ پلانا چاہتا ہے تو والد کو چاہیے کہ اسی سے دودھ پلائے۔

۹۔ بیوہ اور مطلقہ کا مالی تحفظ

اسلامی معاشرے اور اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے کہ ان کے مال واسباب اور دھن و دولت کی حفاظت کرے، لوگوں کے دست برد سے بچائے اور پورا تحفظ دے۔

۱۰۔ بیوہ اور مطلقہ کو عمومی تحفظ

اسلام نے بیوہ اور مطلقہ کو عمومی تحفظ اور دوسری عورتوں کی نسبت زیادہ حقوق دیے ہیں۔ اس دور میں عورتوں کے حقوق کی نگہداشت اور ان کے حصول کی جدوجہد کرنے والوں میں مختلف این جی اوز بھی میدان میں ہیں، اس سے پہلے معاشرہ اور برادری سسٹم بھی تھا، لہٰذا ان دونوں کی ذمہ داری ہے کہ آگے بڑھ کر ان کے جائز اور شرعی حقوق دلائیں۔ ان حقوق کو اختصار سے بیان کیا جاتا ہے۔

۱۔ بیوہ اور مطلقہ کی شرعی عدت گزارنے کی جائز اور ضروری سہولتیں دلائیں۔

۲۔ عدت کے دوران ان کی رہائش کا خاوند کے گھر میں بندوبست کرائیں۔

۳۔ نان نفقہ شرعی اصولوں کے مطابق عورت کو دلائیں۔

۴۔ مہر جو کہ عورت کا حق اور خاوند یا اس خاندان پر قرض ہے، وہ دلائیں۔

۵۔ جہیز کا سامان جو عورت اپنے ماں باپ کے گھر سے لے کر آئی وہ عورت کا حق اور اس کی ملکیت ہے وہ دلائیں، اس طرح زیورات اور دیگر سامان اگر اس کی ملکیت ہو تو وہ اسے واپس دلائیں۔

۶۔ بیوہ اور مطلقہ کو شوہر فوت ہونے کی صورت میں وراثت کا حصہ دلائیں۔

۷۔ مطلقہ اور بیوہ کے مال واسباب کا تحفظ دلائیں اور ان کی حفاظت کریں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۸۔ ایسی عورتوں کے لیے جن کو شوہر کے گھر میں یا والدین نزدیک نہ ہونے کی وجہ سے کوئی ٹھکانہ نہ مل سکے تو دارالامان اور بیوہ گھر قائم کریں جہاں ایک طرف وہ امن سے رہ سکیں اور کوئی ہنر وغیرہ سیکھ کر تعلیم حاصل کریں اپنے پیروں پر کھڑی ہوسکیں، اور نئے سرے سے زندگی گزاریں۔

۹۔ یہ تمام حقوق اور مراعات شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے دلائے جائیں۔

۳۰۔ عورتوں کے حقوق اور ان سے حسن سلوک:

تاریخ پر نظر رکھنے والے دانش ور اقوام عالم کے رسوم و رواج کا مطالعہ کرنے والے اور گرد و پیش کے حالات کا جائزہ لینے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ تاریخ میں عورتوں کا کیا مقام و مرتبہ رہا ہے، اور اسلام کے سوا دوسری تہذیبیں و مذاہب کیا حیثیت دیتے رہے ہیں اور اس سے کیسا برتاو کرتے رہے ہیں، چاہے یہ کسی دور میں رہتی ہوں ان کے ساتھ انصاف نہیں کیا گیا، حتی کہ دور جدید میں بھی انصاف و مساوات کے نام پر اس سے بے انتہا زیادتی کی گئی ہے، حسن سلوک کے نام پر بدسلوکی کی گئی اور حقوق دینے کے طمع میں اس کے حقوق چھینے گئے ہیں۔ نبی اکرمؐ نے اس طبقۂ نسواں کے جو حقوق بیان کیے ہیں، اُن کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع میں اپنی امت کو ابدی ہدایت دیتے ہوئے فرمایا:

اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ خَيْرًا فَاِنَّهُنَّ عِنْدَكُمْ عَوَانٌ، لَا يَمْلِكْنَ لِاَنْفُسِهِنَّ شَيْئًا وَّ اِنَّكُمْ اَخَذْتُمُوْهُ بِاَمَانَةِ اللهِ وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوْجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللهِ، فَاتَّقُوا اللهَ فِي النِّسَآءِ اِسْتَوْصُوْا بِهِنَّ خَيْرًا، اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ، اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ (۳۷)

عورتوں کے بارے میں بھلائی کی وصیت قبول کرو، کیوں کہ وہ تمہارے پاس پابند ہیں، وہ اپنی ذات کے لیے کسی چیز کی مالک نہیں ہے، اور تم نے انہیں اللہ کی امانت سے لیا ہے ان کی ذات تمہارے لیے اللہ کے حکم سے حلال ہوئی ہے، پس عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو اور ان کے بارے میں بھلائی کی وصیت قبول کرو، لوگو سنو! میں نے اپنی بات تمہیں پہنچادی، یا اللہ تو گواہ رہنا۔

اسلام وہ واحد دین ہے جس نے عورت کو ظلم و زیادتی، بے انصافی و بے اعتدالی ذلت و نکبت اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محرومی و عاجزی سے نکال کر عزت و شرف اور احترام و اکرام کا مقام دیا، عورت کے حقوق و فرائض اور مالی و مادی مراعات کا تذکرہ قرآن و سنت اور اسوۂ رسول اور اسوۂ صحابہؓ میں تفصیل سے موجود ہے۔ پھر فقہائے اسلام نے انھیں فقہی مسائل کے نام سے بیان کیا ہے یہاں آپ ﷺ کے ان ارشادات کا مختصر مطالعہ کریں گے، جو خواتین کے ساتھ رحمت و شفقت اور رافت کے سلسلے میں بیان ہوئے ہیں۔

حجۃ الوداع مشہور آخری خطبے میں آپ ﷺ نے عورتوں کے ساتھ بھلائی کرنے کا کتنی اہمیت سے تاکیدی حکم دیا ہے۔ اس حکم کو وصیت کے طور پر بیان کیا۔ عام طور پر وصیت کی بڑی اہمیت ہوتی ہے وصیت کرنے والا اخلاص سے وصیت کرتا ہے، جب کہ اسے لینے والا بھی اسی جذبے سے لیتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے حقوق و فرائض اور ذمہ داریاں تفصیل سے بتائیں اور ان کی سہولت اور آسانی کے لیے بعض احکام سے انہیں مستثنیٰ کیا گیا، یہ استثنا ان کی کم عقلی اور کمتری کی وجہ سے نہیں بلکہ ان سے شرعی ذمہ داریوں کا بوجھ کم کرنے کے لیے، ان کے بجائے بعض گھریلو اور اندرون خانہ کی ذمہ داریاں عائد کی گئیں، تاکہ وہ آسانی سے اپنے فرائض ادا کرسکیں۔

وہ ذمہ داریاں جو ان سے کم کی گئی ہیں ان میں امامت کبریٰ (مملکت کی صدارت)، امامت صغریٰ، (مسجد کی امامت) اکیلے حج پر جانا، جہاد، پنج وقتہ نماز باجماعت، نمازِ جمعہ، نماز عیدین، بعض گواہیاں، بعض کلیدی عہدے، میراث میں کمی، ہر ماہ کچھ نمازیں (حیض و نفاس کی وجہ) معاف ہونا، اکیلی گواہی دینے نہ جانا، اذان دینے کی ذمہ داریوں سے بری کرنا ہے۔ یہ تخفیف ان کی سہولت کے لیے کی گئی ہے، نہ کہ دیگر اسباب کی بنا پر کی گئی۔

اسلام نے ان خصوصی حیثیتوں کے علاوہ اس کی مطلق اور عمومی حیثیت کو بھی بلند کیا، اسے معاشرے میں عزت و وقار اور احترام کا مرتبہ دیا، اس کے معاشرتی رتبے کو بلند کیا اور حقوق میں مساوات کا اعلان کیا۔ ان حقوق و مراتب کا مختصر تذکرہ درج ذیل نکات کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے۔

ا۔ معاشرتی حقوق میں انصاف

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ(۳۸) (البقرہ۲:۲۲۸)

عورتوں کے لیے بھی معروف طریقے سے ویسے ہی حقوق ہیں جیسے مردوں کے حقوق ان پر ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے لیے وہ تمام معاشرتی و عائلی حقوق موجود ہیں جیسے کہ آج کے اعتدال پسند معاشرے میں اسے حاصل ہیں۔

۲۔ میراث کا حق

میراث میں جتنی حیثیتوں سے مرد کو حصے ملتے ہیں جیسے بیٹا، باپ، شوہر اور بھائی ہونے کی وجہ سے ورثے میں حصہ ملتا ہے ایسے ہی عورت کو بیٹی، ماں، بیوی اور بہن ہونے کی حیثیت سے وراثت میں سے حصہ ملتا ہے۔

۳۔ ملکیت کا حق

عورت کو ملکیت رکھنے، کاروبار کرنے، خرید و فروخت کرنے کے تمام اختیارات حاصل ہیں۔

۴۔ آزادی رائے

بالغ عورت کو نکاح میں اپنی رائے دینے، اپنے شوہر سے خلع لینے، ملازمت کرنے، تعلیم حاصل کرنے اور دیگر معاشرتی و تمدنی حقوق حاصل ہیں۔

۵۔ قانونی حقوق میں مساوات

مہذب معاشروں میں عورتوں کو جو قانونی حقوق حاصل ہیں، اسلام نے وہ تمام حقوق دیئے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کے لیے جو مجموعہ قوانین تیار کرایا تھا اس میں عورت کی قانونی مساوات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: إِنَّ الرَّجُلَ يُقْتَلُ بِالْمَرْأَةِ (۳۹)

مرد کو عورت کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔

۶۔ سیاسی حقوق

عورتوں کو بنیادی سیاسی حقوق بھی دیئے گئے ہیں، جیسے ووٹ کی آزادی، مشاورت کی آزادی، حکومت کے غیر کلیدی عہدے لینے کی آزادی، جج اور قاضی، وکیل بننے کی آزادی، اسی طرح دوسری ملازمتیں ہیں۔ عورت کسی کو پناہ اور امان دے سکتی ہے، محدثین کرام نے اپنی کتابوں میں امان المرأۃ (عورت کے پناہ اور امان دینے) کے ابواب رکھے ہیں، آپ ﷺ کا ایک قول ملاحظہ کریں:

إِنَّ الْمَرْأَةَ لَتَأْخُذَ لِلْقَوْمِ يَعْنِي تُجِيرُ عَلَى الْمُسْلِمِينَ (۴۰)

بلاشبہ عورت مسلمانوں کے فائدے کے لیے دشمن کو پناہ دے سکتی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان عورت کا کتنا مرتبہ اور مقام بڑھاتا ہے۔

حُبِّبَ اِلَیَّ مِنَ الدُّنْیَا ثَلاَثٌ اَلنِّسَآءُ، اَلطِّیْبُ، وَ جُعِلَتْ قُرَّةُ عَیْنِیْ فِیْ الصَّلٰوۃِ (۴۱)

دنیا میں مجھے عورتیں اور خوشبو پیاری ہیں اور نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

۳۱۔تربیت و تعلیم اور اصلاح:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیروکاروں کی تعلیم و تربیت اور اصلاح و اتفاق (پختگی) کے جو طریقے متعین فرمائے اور ان کے ذریعے لوگوں کی تربیت و تہذیب کی وہ نہ صرف مثالی طریقے ہیں بلکہ آج کی جدید تحقیق کے عین مطابق ہیں اور شفقت و رحمت بھرے انداز اور علم نفسیات کو ایک نئی جہت عطا کرتے ہیں۔ ایک مثالی واقعہ ملاحظہ کریں اور اس پر مختلف پہلوؤں سے غور کریں۔

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ اِنَّ فَتًی شَابًّا اَتَی النَّبِیَّ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِئْذَنْ لِیْ بِالزِّنَا، فَاَقْبَلَ الْقَوْمُ عَلَیْهِ فَزَجَرُوْهُ وَقَالُوْا مَهْ مَهْ، فَقَالَ اُدْنُهْ فَدَنَا مِنْهُ قَرِیْبًا، قَالَ فَجَلَسَ قَالَ اَتُحِبُّهٗ لِاُمِّكَ؟ قَالَ لَا وَاللّٰہِ جَعَلَنِیَ اللّٰہُ فِدَاكَ قَالَ وَلَا النَّاسُ یُحِبُّوْنَهٗ لِاُمَّهَاتِهِمْ. قَالَ اَتُحِبُّهٗ لِاِبْنَتِكَ؟ قَالَ لَا وَاللّٰہِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ جَعَلَنِیَ اللّٰہُ فِدَاكَ قَالَ وَلَا النَّاسُ یُحِبُّوْنَهٗ لِبَنَاتِهِمْ، قَالَ اَتُحِبُّهٗ لِاُخْتِكَ؟ قَالَ لَا وَاللّٰہِ جَعَلَنِیَ اللّٰہُ فِدَاكَ قَالَ وَلَا النَّاسُ یُحِبُّوْنَهٗ لِاَخَوَاتِهِمْ. قَالَ اَفَتُحِبُّهٗ لِعَمَّتِكَ؟ قَالَ لَا وَاللّٰہِ جَعَلَنِیْ فِدَاكَ، قَالَ وَلَا النَّاسُ یُحِبُّوْنَهٗ لِعَمَّاتِهِمْ، قَالَ اَتُحِبُّهٗ لِخَالَتِكَ قَالَ لَا وَاللّٰہِ جَعَلَنِیْ فِدَاكَ، قَالَ وَلَا النَّاسُ یُحِبُّوْنَهٗ لِخَالَاتِهِمْ. قَالَ فَوَضَعَ یَدَهٗ عَلَیْهِ وَقَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ ذَنْبَهٗ وَ طَهِّرْ قَلْبَهٗ وَ حَصِّنْ فَرْجَهٗ، فَلَمْ یَکُنْ بَعْدَ ذٰلِكَ الْفَتٰی یَلْتَفِتُ اِلٰی شَیْءٍ (۴۲)

ابی امامہؓ کہتے ہیں کہ ایک نوجوان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ(ﷺ) مجھے زنا کرنے کی اجازت دے دیں، اس پر لوگوں نے اس طرف رخ کیا، اسے ڈانٹا اور کہا رک جا، رک جا، تو آپ ﷺ نے اسے فرمایا میرے قریب آؤ۔ تو وہ آپؐ کے قریب آ گیا۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ سکون سے بیٹھ گیا، آپؐ نے فرمایا کیا تو اسے (زنا کو)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنی ماں کے لیے پسند کرے گا؟ اس نے جواب دیا اللہ کی قسم نہیں، مجھے اللہ تعالیٰ آپؐ پر قربان کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا دوسرے لوگ بھی اپنی ماؤں کے لیے اسے پسند نہیں کرتے، فرمایا کیا تو اسے اپنی بیٹی کے لیے پسند کرے گا؟ اس نے کہا اللہ کی قسم نہیں کروں گا، یا رسول اللہ ﷺ اللہ کرے میں آپؐ پر قربان ہو جاؤں، آپؐ نے فرمایا دوسرے لوگ بھی اپنی بیٹیوں کے لیے یہ کام نہیں چاہتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر پوچھا کیا تو اسے اپنی بہن کے لیے چاہے گا، اس نے کہا اللہ کی قسم میں نہیں چاہوں گا، اللہ مجھے آپؐ پر قربان کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا لوگ بھی اپنی بہنوں کے لیے اسے پسند نہیں کرتے۔ آپ ﷺ کیا تو اسے اپنی پھوپھی کے لیے پسند کرے گا؟ اس نے جواب دیا اللہ کی قسم اسے پسند نہیں کروں گا، اللہ تعالیٰ مجھے آپؐ پر قربان کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا لوگ بھی اسے اپنی پھوپھیوں کے لیے پسند نہیں کرتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تو اپنی خالہ کے لیے اسے پسند کرے گا، اس نے جواب دیا اللہ کی قسم اسے پسند نہیں کروں گا، آپ ﷺ نے فرمایا لوگ بھی اپنی خالاؤں کیلئے پسند نہیں کریں گے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنا (شفقت کا) ہاتھ اس پر رکھا، اور فرمایا اللہ اس کے گناہ بخش دے اس کے دل کو پاک کر دے، اور اس کی شرم گاہ کو محفوظ کر دے، اس کے بعد یہ جوان کسی (بری) بات کی طرف توجہ نہیں کرتا تھا۔

اس حدیث کا ایک ایک لفظ اور ایک ایک جملہ غور کا تقاضا کرتا ہے، جتنا غور کریں گے اتنے ہی تربیت کے پہلو سامنے آئیں گے۔

تعلیم و تربیت کرنے کے طریقے اور انداز کے بارے میں ایک اور حدیث کا ترجمہ ملاحظہ کریں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک دیہاتی مسجد میں داخل ہوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، اس دیہاتی نے کہا یا اللہ میری مغفرت فرما اور محمد ﷺ کی بھی مغفرت کر، اور ہم دونوں کے ساتھ کسی ایک کی بھی مغفرت نہ کر، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے اور فرمایا تو نے وسعت رکھنے والے کو محدود کر دیا، پھر اس نے پیٹھ پھیری اور چل دیا یہاں تک کے مسجد کے کنارے پر پہنچا تو ٹانگیں پھیلا کر پیشاب کرنے لگا، یہ دیہاتی دین کی سمجھ حاصل کرنے کے بعد کہتا ہے، کہ میری

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرف وہ شخص کھڑا ہوا جس پر میرے ماں باپ قربان ہوں، نہ تو آپ ﷺ مجھے جھڑکا اور نہ گالی دی، اس کے بعد فرمایا کہ یہ مسجد ایسی جگہ ہے جہاں پیشاب نہیں کیا جاتا، یہ تو اللہ کے ذکر اور نماز کے لیے بنائی گئی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک پانی کا ڈول لانے کا حکم دیا جس کو اس کے پیشاب پر بہا دیا گیا۔ اس طرح حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ اس دوران کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک دیہاتی آیا جو مسجد میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے لگا، اس پر صحابہؓ نے کہا رک جا، رک جا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے پیشاب سے نہ روکو اسے چھوڑ دو، یہاں تک کہ وہ پیشاب سے فارغ ہو گیا، پھر رسول اللہ ﷺ نے اسے بلا کر فرمایا یہ مسجدیں پیشاب اور گندگی کے لیے نہیں ہیں، یہ تو اللہ تبارک وتعالیٰ کے ذکر، نماز اور قرآن کی قرأت کے لیے ہیں یا اس طرح کی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔ راوی کہتا ہے کہ آپ ﷺ نے لوگوں میں سے کسی کو حکم دیا جو پانی کا ایک گھڑا لے کر آیا اور کو اس جگہ پر بہا دیا گیا۔

ایک اور روایت پڑھیے کہ حضرت انسؓ نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دس سال خدمت کی لیکن آپ ﷺ نے مجھے اف تک نہیں کہا اور یہ کہ یہ کام کیوں کیا اور ے کام کیوں نہیں کیا۔ (۴۳)

ان احادیث مبارکہ کو سامنے رکھ کر دعوت وتبلیغ اور اصلاح کے لیے لائحہ عمل بنانا چاہیے۔

۱۔ یہ حدیث دعوت وتبلیغ میں حکمت استعمال کرنے کا ایک بہترین نمونہ ہے۔

۲۔ صحابہ کرامؓ کی دینی غیرت اور اسلامی جذبہ اور نبی ﷺ کے احترام کی یہ احادیث عکاسی کرتی ہیں۔

۳۔ آپ ﷺ کا اعلیٰ صبر وتحمل اور برداشت اس سے ظاہر ہوتا ہے۔

۴۔ اس میں نفسیات کا ایک پہلو بھی سامنے آتا ہے کہ آپؐ تھوڑی دیر اس نوجوان کو بٹھاتے ہیں، تاکہ وہ خود اپنے قصور پر غور کرے، اور اس کی طبیعت نارمل (معتدل) ہو جائے۔

۵۔ آپ ﷺ زنا کی برائی خود اس کے جذبات واحساس سے ذہن نشین کراتے ہیں، اور اس کی زبان سے اس کی برائی اور شناعت بیان کراتے ہیں، یہ دعوت کی حکمت کا خاص نکتہ ہے۔

۶۔ اس کے لیے بخشش، عفت اور پاک دامنی کی دعا فرماتے ہیں، دعوت وتبلیغ میں دعا ایک بہت بڑا کارآمد ذریعہ اور وسیلہ ہے۔

۷۔ صحابہ کا غصہ اور جوش دینی غیرت وحمیت اور اس نوجوان کے مسلم ہو کر ایسی بات کرنے کی وجہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے تھا، لہٰذا آپ ﷺ نے صحابہ کو ڈانٹا ڈپٹا نہیں بلکہ کوئی ایسی بات بھی نہیں کی۔

۸۔ ہمیں اپنے معاشرے کے افراد کو بھی ایسا ہی سمجھنا چاہیے، جیسے ہم اپنے گھر اور عزیز و اقارب کے افراد کو محترم سمجھتے ہیں، اور ان کے لیے وہی جذبات رکھنے چاہییں جو اپنوں کے لیے رکھتے ہیں۔

۹۔ آج بھی ہمارے دلوں میں برائیوں کا خیال آئے یا ارادہ ہو تو کسی اللہ والے نیک صالح کے پاس جا کر اپنی خرابی بیان کرنی چاہیے اور اس کا جو علاج وہ بزرگ تجویز کریں تسلیم کرنا چاہیے۔

۳۲۔ جاہلوں سے آپ ؐ کی نرمی اور امت پر رحمت وشفقت:

کسی فرد کا کسی مسئلے، کسی بات اور قاعدے سے بے خبر اور انجان ہونا ایک طرح کا عذر ہے اور اس پر گرفت نہ ہونے کا سبب ہے، لہٰذا ایسے لوگوں سے آپ ﷺ کا برتاؤ خصوصی نوعیت کا تھا، ایسے کئی مواقع آئے کہ جاہل اور بے خبر لوگوں نے نامناسب اور ناشائستہ حرکتیں کیں لیکن آپ ﷺ نے ان سے نہ صرف درگزر فرمایا، بلکہ انہیں پیار و محبت سے تعلیم دی کہ وہ اسے ساری عمر یاد کرتے رہتے تھے اور آپ ﷺ کی شفقت و رحمت کا تذکرہ کرتے نہ تھکتے تھے، ایک واقعہ ملاحظہ کیجئے۔

عَنْ مُعَاوِيَةَ بِنْ الْحَكَمِ السُّلَمِيْ بَيْنَا اَنَا اُصَلِّيْ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ اِذَا عَطَسَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَقُلْتُ يَرْحَمُكَ اللهُ فَرَمَانِي الْقَوْمُ بِاَبْصَارِهِمْ فَقُلْتُ وَاثُكْلَ اُمِّيَاهُ مَاشَانُكُمْ تَنْظُرُوْنَ اِلَيَّ فَجَعَلُوْا يَضْرِبُوْنَ بِاَيْدِيْهِمْ عَلٰى اَفْخَاذِهِمْ فَلَمَّا رَاَيْتُهُمْ يُصَمِّتُوْنَنِيْ لٰكِنِّيْ سَكَتُّ، فَلَمَّا صَلّٰى رَسُوْلُ اللهِ فَبِاَبِيْ هُوَ وَاُمِّيْ، مَارَاَيْتُ مُعَلِّمًا قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ اَحْسَنَ تَعْلِيْمًا مِنْهُ فَوَاللهِ مَا قَهَرَنِيْ وَلَا ضَرَبَنِيْ وَلَا شَتَمَنِيْ، قَالَ ان هٰذِهِ الصَّلٰوةَ لَا يُصْلِحُ فِيْهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ اِنَّمَا هُوَ التَّسْبِيْحُ وَالتَّكْبِيْرُ وَ قِرَاءَةُ الْقُرْاٰنِ اَوْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ (۴۴)

معاویہؓ بن حکم سلمی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ لوگوں میں سے ایک آدمی کو چھینک آئی تو میں نے یرحمک اللہ کہا تو لوگ مجھے اپنی نظروں سے گھورنے لگے، تو میں نے کہا تمہارا بھلا ہو کیا ہو گیا، کیا بات ہے کہ تم مجھے اس طرح گھور کر دیکھتے ہو، تو انھوں نے اپنی رانوں پر ہاتھ مارنے شروع کر دیے تو مجھے ایسے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لگا کہ وہ مجھے خاموش کرا رہے ہیں، تو میں خاموش ہو گیا، جب رسول اللہ ﷺ نے نماز پوری کی، میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں میں نے آپؐ سے زیادہ اچھی تعلیم دینے والا معلم نہ پہلے دیکھا اور نہ ہی بعد میں دیکھا، اللہ کی قسم نہ تو آپ نے مجھ پر ناراضی ظاہر کی، نہ ہی مجھے مارا اور نہ گالی دی آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس نماز میں لوگوں کی باتوں میں سے کسی بات کی گنجائش نہیں ہے یہ تو تسبیح، تکبیر اور قرآن کی قرأت ہے یا اس قسم کے الفاظ فرمائے۔

۱۔ اس حدیث سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو اپنی امت کا کس قدر خیال تھا اور دین کے ہر چھوٹے بڑے عمل میں اس کے افراد کا کتنا خیال اور لحاظ کرتے تھے۔

۲۔ ہمارے علما، دعوت کا کام کرنے والوں اور دینی رہنماؤں کو اپنے پیروکاروں اور مسلمانوں کے لیے دین میں آسانی اور سہولت کی باتیں بتانی چاہیے اور دین کو مشکل اور ناقابل عمل بنا کر پیش نہیں کرنا چاہیے۔

۳۳۔ باقی رہنے والی نیکیاں:

عام طور پر مذہب کے پیروکار انسان صدقہ و خیرات اپنے طور پر اپنے مذہب اور دھرم کے مطابق کرتے رہتے ہیں، بعض صدقہ و خیرات زیادہ کرتے ہیں اور بعض کم کرتے ہیں۔

اسلام نے اپنے پیروکاروں کو صدقہ و خیرات اور نیکی کے کام زیادہ سے زیادہ کرنے کی ترغیب دی ہے، ہر نوع کے بھلائی کے کام اور نیکیاں بتائی ہیں۔ یہ نیکیاں اور بھلائیاں لاتعداد اور قسمیں ہیں۔

تاہم اسلام نے نیکی اور بھلائی کے ان کاموں کے کرنے کی ترغیب دی ہے، جو طویل عرصے تک چلنے والی ہیں، ان کے اثرات آگے سے آگے پھیلنے والے ہیں، اس سلسلے کی ایک حدیث جو ان کا اصولی طور پر اضافہ کرتی ہے دی جا رہی ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ اِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِیَةٍ اَوْ عِلْمٍ یُنْتَفَعُ بِهٖ اَوْ وَلَدٌ صَالِحٌ یَدْعُوْلَهٗ (۴۵)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب انسان فوت ہوتا ہے تو سوائے تین اعمال کے اس کے اعمال کا سلسلہ ختم ہوجاتا ہے، صدقہ جاریہ (جاری رہنے والی نیکی) یا علم جس سے نفع حاصل ہوتا ہے، یا نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہے۔

اسلام میں جن نیکیوں اور صدقات کو پسند کیا گیا ہے، وہ نیکیاں ہیں جن کے اثرات لمبے عرصے چلیں، اس سے ان نیکیوں کے کرنے والوں کو قبر میں ثواب ملتا رہے گا، اور بڑھتا جائے گا۔ ہمارے معاشروں میں عام طور پر فوت ہونے والے کے پیچھے کھانے کی خیرات کرتے ہیں، جس میں امیر و غریب سب کھاتے ہیں، بعض ایسے صاحب حیثیت اور صاحب مال و دولت ہوتے ہیں جو صدقہ و خیرات لینے اور کھانے کے اہل نہیں ہوتے وہ بھی کھانے میں شریک ہوتے ہیں اور بعض معاشروں میں ایسے لوگوں کو سب سے پہلے اور اچھی جگہ بٹھا کر اور قسمیں قسمیں طعام کھلاتے ہیں جب کہ غربا و مساکین اور مستحق لوگ آخر میں ہوتے ہیں بلکہ عام فقراء کو تو آخر میں بچا کھچا کھانا دیتے ہیں۔

بعض صدقہ جاریہ کے کام ذیل میں دیئے جارہے ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام کے دور اور بعد کے ادوار میں ہوئے ہیں۔

۱۔ مدینہ منورہ میں میٹھے پانی کی تنگی تھی، خاص طور پر جب مسلمان آئے تو میٹھا پانی یہودیوں کے ہاتھ میں تھا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو میٹھے پانی کے کنویں خرید کر وقف کرنے کی ترغیب دی تو حضرت عثمانؓ نے بئر رومہ خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔

۲۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام نے کثرت سے مساجد تعمیر کرائیں۔ یہ جب تک آباد رہیں گی ان میں نماز پڑھنے، قرآن مجید کی تلاوت کرنے، اور دینی علم پڑھنے اور پڑھانے کی وجہ سے مسجد بنانے والوں کو اجر پہنچتا رہے گا۔

۳۔ حضرت عمر فاروقؓ اور بعد کے صلحاء نے مسافر خانے تعمیر کرائے، تاکہ یہ جب تک قائم رہیں تعمیر کرنے والوں کو ثواب ملتا رہے۔

۴۔ بلاد اسلامیہ میں بڑی کثرت سے مدارس، تعلیم گاہیں اور تدریسی عمارتیں قائم ہوئیں، ان کے بعد بھی قائم رہیں۔ بعض صلحاء نے جب تک قرآن مجید اور دوسری دینی کتب ہاتھ سے لکھی جاتی تھیں خود لکھ کر اور جب طباعتی پریس کا زمانہ آیا تو چھپوا کر عام کیں۔ اس کا ثواب ان کو ملتا رہے گا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۔ اس طرح کئی صدقہ جاریہ کے کام کیے گئے جیسے پل بنوانا، راستے بنوانا، سایہ دار اور پھل دار درخت لگوانا۔

۶۔ اس نوع میں دعوت و تبلیغ بھی ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا:

فَوَ اللّٰہِ لَاَنْ یَهْدِیَ اللّٰہُ بِكَ رَجُلًا وَاحِدًا خَیْرٌ لَّكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ (۴۶)

اللہ کی قسم اگر تمہارے ذریعے اللہ تعالیٰ ایک آدمی کو ہدایت دے دے تو یہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے۔ اس سے اندازہ کریں کہ ایسا کام جس کے اثرات آگے بڑھیں اور پھیلیں وہ صدقہ جاریہ ہے اور اس کا ثواب جاری رہے گا۔

۷۔ طالب علموں کی مالی، اخلاقی اور قانونی مدد کرنا، خاص طور پر ان علوم میں جو ملک و دولت کے لیے مفید ہیں۔

۳۴۔ امت کے لیے سہولت چاہنا:

نبی اکرم ﷺ قیامت تک تمام مخلوقات، حجر و شجر کے لیے رحمت بن کر آئے، آپؐ کی اس عمومی رحمت کا فیض ہر ذی روح اور غیر ذی روح نباتات، جمادات و موجودات کو پہنچا ہے، اور کوئی اس سے محروم نہیں رہا۔ انسانوں میں سے جن سعید لوگوں نے آپؐ کی نبوت و رسالت کو تسلیم کیا اور ایمان لائے انہیں آپ ﷺ کی خصوصی رحمت نصیب ہوئی اور آپؐ نے ان پر شفقت کرتے ہوئے ان کے لیے دین کے احکام میں عمل کرنے کے لیے آسانی فرمادی، ایسی آسانی جس میں ہر شخص اپنی بساط کے مطابق عمل کر سکے اور تنگی اور حرج محسوس نہ کرے۔ اس سہولت کی چند باتیں نمونے کے طور پر دی جارہی ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهَا قَالَتْ، خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عِنْدِیْ وَهُوَ قَرِیْرُ الْعَیْنِ طَیِّبُ النَّفْسِ ثُمَّ رَجَعَ اِلَیَّ وَهُوَ حَزِیْنٌ فَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ خَرَجْتَ مِنْ عِنْدِیْ وَ اَنْتَ طَیِّبُ النَّفْسِ وَ رَجَعْتَ وَ اَنْتَ حَزِیْنٌ؟ فَقَالَ اِنِّیْ دَخَلْتُ الْكَعْبَةَ وَوَدِدْتُ اَنِّیْ لَمْ اَكُنْ فَعَلْتُ اِنِّیْ اَخَافُ اَنْ اَكُوْنَ اَتْعَبْتُ اُمَّتِیْ مِنْ بَعْدِیْ (۴۷)

حضرت عائشہؓ صدیقہ رضی اللہ عنہما روایت کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس حالت میں نکلے کہ آنکھوں کی ٹھنڈک لیے ہوئے اور خوش دل تھے، پھر جب میرے پاس لوٹے تو غمگین تھے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ(ﷺ) آپ جب میرے پاس سے تشریف لے گئے تھے تو خوش تھے اور جب لوٹے تو آپؐ غمگین تھے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ میں کعبۃ اللہ میں داخل ہوا، لیکن میں چاہتا ہوں کہ میں ایسے نہ کرتا کیوں کہ مجھے ڈر ہے کہ میں نے اپنے بعد آنے والی امت کو تکلیف میں ڈالا ہے۔

اسی مضمون کی دو روایتیں اور آئی ہیں۔ سعید بن ابی بردہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا کہ نبی ﷺ نے میرے والد اور معاذ بن جبلؓ کو یمن کی طرف (حاکم بنا کر) بھیجا تو فرمایا:

يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا، وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا وَ تَطَاوَعَا (۴۸)

تم دونوں آسانی کرنا اور تنگی نہ کرنا اور بشارت و خوش خبری دینا اور نفرت نہ دلانا اور دونوں ایک دوسرے کی اطاعت کرنا۔

اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ وَلَنْ يُّشَادَّ الدِّيْنَ (اَحَدٌ) اِلَّا غَلَبَهُ، فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا، وَابْشِرُوْا وَاسْتَعِيْنُوْا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَیْءٌ مِنَ الدُّلْجَةِ (۴۹)

دین آسان ہے اور جو کوئی دین میں شدت اختیار کرے گا تو اس پر غالب آجائے گا، پس مضبوط رہو، ایک دوسرے کے قریب ہو، خوش خبری دو اور مدد حاصل کرو صبح کے وقت سفر کرنے سے اور شام کو کچھ اندھیرا چھانے تک۔

ان احادیث پر غور کرنے سے یہ نکات سامنے آتے ہیں:

۱۔ اسلام میں غلو نہیں ہے، قرآن مجید میں بھی غلو سے روکا گیا ہے۔

۲۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب دو باتیں یا دو طریقے کام کے پیش کیے جاتے تو آپ آسان طریقہ اختیار کرتے، پہلی حدیث مبارک میں اسی سہولت کا تذکرہ ہے۔

۳۔ دعوت و تبلیغ کے لیے مبلغین اور داعی حضرات کو بھیجتے ہوئے واضح ہدایت کرتے کہ آسانی کرنا، سہولت پیدا کرنا اور مشکلات پیدا نہ کرنا۔

۴۔ کمزوروں، ضعیفوں اور ابتلا میں ڈگمگانے والوں کے لیے آسان راستہ نکالنا چاہیے۔ نبی صلی اللہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علیہ وسلم کی سیرت اور سیرت صحابہ سے ایسی مثالیں ملتی ہیں۔

۵۔ اسلام پر عمل کرنے والوں اور اس کے قریب آنے والوں کے لیے دین کی باتوں کو پرکشش، دلچسپ اور پسندیدہ بنا کر پیش کرنا چاہیے اور مشکل بنا کر پیش نہیں کرنا چاہیے۔

۶۔ افہام وتفہیم میں ایسا دلچسپ طریقہ اور انداز اختیار کیا جائے کہ سننے والوں کے دل میں اتر جائے۔

۷۔ کسی مسئلے، بات اور عمل میں صحیح تاویل سے دو پہلو نکلتے ہوں تو آسان پہلو اختیار کرنا چاہیے۔

۳۵۔ مظلوموں اور بے کسوں کی مدد:

انسانی تاریخ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت کا دور ظلم وستم اور بربریت کا دور تھا کمزوروں پر زور جبر اور ظلم وستم عام تھا۔ نبوت سے پہلے آپ ﷺ کی جو باتیں معلوم ہوتی ہیں ان میں سے نمایاں اور اہم بات یہ ہے کہ آپؐ لوگوں پر ظلم ہوتا دیکھ کر کڑھتے رہتے اور اس کے سدباب کے لیے سوچتے رہتے۔ پھر اس کے روکنے کے لیے جو کوششیں ہوتی ان میں شریک ہوتے۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی حلف الفضول میں آپؐ کا شرکت کرنا ہے، نیز اس کا اندازہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی اس روایت سے ہوتا ہے جو انھوں نے پہلی وحی کے نازل ہونے کے وقت کہی تھی:

اللہ کی قسم اللہ آپؐ کو کوئی تکلیف پہنچنے نہیں دے گا، کیوں کہ آپؐ رشتہ داروں کی صلہ رحمی کرتے ہیں، سچی بات کہتے ہیں، بے سہارا لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، ناداروں کے خود کام کر دیتے ہیں، مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق کی راہ میں پہنچنے والی تکلیفوں پر مدد کرتے ہیں۔ (۵۰)

مظلوموں کی مدد کرنے کے بارے میں ایک حدیث ملاحظہ کریں:

عَنْ بَرَاءَ بْنِ عَازِبٍ قَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بِسَبْعٍ وَ نَهَانَا بِسَبْعٍ، فَذَكَرَ عِيَادَةَ الْمَرِيْضِ، وَ اِتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَ تَشْمِيْتِ الْعَاطِسِ وَ رَدَّ السَّلَامِ وَ نَصْرَ الْمَظْلُوْمِ وَاِجَابَةَ الدَّاعِيْ وَ اِبْرَارَ الْمُقْسِمِ (۵۱)

حضرت براء بن عازب کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سات باتیں اختیار

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے کا حکم دیا اور سات کاموں سے روکا، پھر انھوں نے بیمار کی عیادت کرنے، جنازے میں شرکت کرنے، چھینکنے والے کا جواب دینے، سلام لوٹانے، مظلوم کی مدد کرنے، دعوت دینے والی کی دعوت قبول کرنے اور قسم کھانے والے کو قسم سے بری کرانے کا بیان کیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت کے بعد تو مسلسل کوشش کی کہ لوگوں سے جور و جبر ختم ہو اور کسی پر ظلم نہ ہونے پائے، عدل و انصاف کا معاشرہ قائم ہو اور لوگ امن و سکون اور سلامتی و عافیت سے زندگی گزاریں، چنانچہ آپ ﷺ نے مظلوموں اور ظلم و ستم میں پسے ہوئے لوگوں سے تعاون کرنے اور مجبوروں اور بے بسوں کی فریادرسی کرنے کے لیے ہدایات دیں۔

حضرت براء بن عازب کی روایت میں بیان کردہ تمام باتیں ایسی ہیں جو معاشرتی اور اجتماعی زندگی سے تعلق رکھتی ہیں اور ان پر مسلمان کسی حد تک عمل بھی کرتے ہیں، البتہ دو کام ایسے ہیں کہ ان کی طرف بہت کم توجہ کی جاتی ہے، ایک مظلوم کی مدد کرنا اور دوسرے کسی شخص کی ضروری ذمہ داری کی ادائیگی میں مدد کرنا، جب کہ اسلام نے ظلم اور مصیبت میں مبتلا شخص کی مدد کرنے، اس سے ہمدردی کرنے اور اسے ظلم سے چھٹکارا دلانے پر بہت زور دیا ہے بلکہ ظالم و مظلوم دونوں سے خیر خواہی کرنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا، قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ هٰذَا نَنْصُرُهٗ مَظْلُوْمًا فَكَيْفَ نَنْصُرُهٗ ظَالِمًا؟ قَالَ تَاْخُذُ فَوْقَ يَدَيْهِ (۵۴)

تو اپنے بھائی کی مدد کر چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ ایک شخص نے کہا اللہ کے رسول (ﷺ) مظلوم ہونے کی صورت میں تو اس کی مدد کروں گا، لیکن اس کے ظالم ہونے کی صورت میں کس طرح مدد کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اسے ظلم کرنے سے روک دو یہی اس کی مدد ہے۔

اس ارشاد پر غور کیجیے کہ آپ ﷺ نے کس طرح ظالم و مظلوم دونوں سے خیر خواہی کرنے، اور ان کو برائی سے بچانے کی ترکیب بتائی اور دونوں کے لیے خیر خواہی کا جذبہ ابھارا۔

ابوداؤد کی ایک روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، تو وہ نہ اس پر ظلم کرے اور نہ اس کو اس کے دشمن کے حوالے کرے، جو کوئی اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے میں رہے گا، تو اللہ اس کی ضرورت پوری کرے گا، اور جو کوئی کسی مسلمان کی تنگی دور کرے گا تو اللہ اس کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدلے قیامت میں اس کی تنگی دور فرمائے گا اور جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا پردہ رکھے گا۔ (۵۳)

مسلمان کی ایک ذمہ داری یہ ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کی عزت و آبرو کی کا غائبانہ اور پس پشت حفاظت کرے اور اسے نقصان و بربادی سے بچائے۔ آپ ﷺ کا ایک اہم ارشاد ہے:

اَلْمُؤْمِنُ مِرَاٰةُ الْمُؤمِنِ وَالْمُؤْمِنِ یَکُفُّ عَنْهُ ضَیْعَتَهٗ وَ یَحُوْطُهٗ مِنْ وَرَائِهٖ (۵۴)

مومن مومن کا آئینہ ہے، اور مومن مومن کا بھائی ہے، وہ اس کو بربادی سے بچاتا ہے اور پیٹھ پیچھے اس کی حفاظت کرتا ہے۔

قرآن مجید کی سورۂ قصص (۵۵) میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک مظلوم اسرائیلی کی مدد کرنے کا تذکرہ ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں مفتی محمد شفیع نے لکھا ہے:

اس ارشاد سے دو مسئلے ثابت ہوئے۔ اول یہ کہ مظلوم اگرچہ کافر یا فاسق ہی ہو اس کی امداد کرنا چاہیے، دوسرا مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ کسی مجرم ظالم کی مدد کرنا جائز نہیں۔ (۵۶)

مومن مومن کا آئینہ ہے۔ یہ حدیث جوامع الکلم کی قسم سے ہے۔ یعنی الفاظ تھوڑے مفہوم زیادہ۔ اس کی تشریح میں آئینہ دیکھنے والے اور آئینے کا تصور کیجیے تو کئی باتیں ذہن میں آئیں گی۔

۱۔ آدمی جب آئینے میں اپنا چہرا دیکھتا ہے اور وہ کوئی عیب بتاتا ہے تو آئینہ دیکھنے والا اسے توڑتا نہیں بلکہ اپنا عیب دور کرتا ہے۔

۲۔ آئینے کو اپنے چہرے کے سامنے رکھتا ہے تب شکل نظر آتی ہے، اسی طرح اپنے بھائی کی بات سننے کے لیے اسے اپنے برابر کا سمجھے۔

۳۔ آئینہ اتنا ہی عیب بتائے گا جتنا ہوگا، کبھی بھی گھٹا بڑھا کر نہیں بتائے گا۔

۴۔ جب آئینے کی طرف انسان رجوع کرے گا تب اس کی شکل بتائے گا۔

۵۔ پھر آئینہ جب سامنے سے ہٹ جائے گا تو پھر عیب کسی اور سے بیان نہیں کرے گا، یعنی غیبت اور عیب جوئی نہیں ہونی چاہیے۔

اس حوالے سے اسلامی تعلیمات کی چند باتیں نکات کی صورت میں درج ذیل ہیں:

۱۔ اگر قوت ہو تو برائی اور ظلم کو ہاتھ سے روکنا چاہیے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ برائی اور ظلم کو زبان سے برا کہنا چاہیے۔

۳۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو کم از کم اپنے دل میں اسے برا سمجھنا چاہیے۔

۴۔ مظلوم کی مدد کے کیے طریقے ہیں، جیسے ان کو مجاز اتھارٹی کے پاس لے جانا، اس کی فریاد حکام بالا تک پہنچانا، صحیح مشورہ دینا۔

۵۔ اسے ظلم سے بچنے کا مشورہ دینا، اس کی رہنمائی کرنا۔

۶۔ جماعتوں، تنظیموں اور طاقت ور گروہوں کو ظلم سے روکنے کے لیے ترغیب دینا۔

۷۔ مظلوم سے کم از کم زبانی ہمدردی کرنا۔

۸۔ مظلوم کی مالی، قانونی واخلاقی امداد کرنا جس سے وہ ظلم سے بچ سکے۔

۹۔ آج کل کے دور میں اسے میڈیا تک لے جانا۔

۳۶۔مسافروں کے حقوق:

گھر سے کٹے ہوئے اور اس سے دور افتادہ لوگوں میں ایک طبقہ مسافروں کا ہے، اگلے وقت میں سفر کئی ہفتوں، مہینوں، بلکہ سالوں کا ہوتا تھا، بعض اوقات ایک مسافر سفر میں لٹ جاتا تھا یا اس کا زادراہ اور سفر خرچ ختم ہونے سے خالی ہاتھ رہ جاتا تھا اس سے ملتی جلتی کئی حالتیں بھی ہو سکتی ہیں اور ہو جاتی ہیں جسے بیمار ہونا، کسی کو رقم ادھار دینا اور بروقت واپس نہ ملنا۔ اسلام نے ان کے ساتھ ہمدردی اور تعاون کی تلقین کی ہے۔ ایک صورت یہ ہے کہ اسے مال زکوٰۃ میں سے حصہ دلایا تاکہ وہ اپنی ضرورتیں پوری کرنے کے ساتھ کچھ ساتھ لے کر جائے۔ اسے باقاعدہ زکوٰۃ کا حق دار اور مستحق قرار دیا گیا، اگرچہ وہ اپنے گھر اور وطن میں مال دار کیوں نہ ہو اور خود صاحب نصاب ہی کیوں نہ ہو، پھر نفلی صدقات میں بھی ان کا حصہ رکھا ہے۔ ارشاد ربانی ہے آپ لوگ پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ جواب دو کہ جو مال بھی تم خرچ کرو اپنے والدین پر، رشتہ داروں پر، یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں پر خرچ کرو اور جو بھلائی بھی تم کرو گے اللہ اس سے باخبر ہوگا۔ (۵۷)

دوسری صورت یہ ہے کہ اس کے مسلمان بھائی اس کے لیے سہولتیں مہیا کریں اسے کھانا کھلائیں، اس کی رہائش کا بندوبست کریں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافروں کے لیے زمین کا ایک قطعہ مختص

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کردیا تھا تاکہ ان کی ضروریات پوری ہوں۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ اَخِیْ جُوَیْرِیَۃَ بِنْتِ الْحَارِثِ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عِنْدَ مَوْتِہٖ دِیْنَارًا وَّلَا دِرْھَمًا وَّ عَبْدًا وَّ اَمَۃً وَّلَا شَیْءٍ اِلَّا بَغْلَتَ الْبَیْضَاءَ الَّتِیْ یَرْکَبُھَا وَ سَلَاحَہٗ وَ اَرْضًا جَعَلَھَا لِابْنِ السَّبِیْلِ صَدَقَۃً (۵۸)

حضرت عمرو بن حارث جو حضرت جویریہ بنت حارث ام المومنینؓ کے بھائی ہیں کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت کوئی دینار، درہم، غلام لونڈی اور کوئی چیز نہیں چھوڑی تھی، بس ایک سفید خچر جس پر آپؐ سوار ہوتے تھے اور اپنے ہتھیار اور زمین کا ایک قطعہ جسے آپ نے مسافروں کی بھلائی کے لیے صدقے کے طور پر مختص کردیا تھا۔

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسافروں کے لیے مستقل بندوبست کرنا چاہتے تھے۔

آج کی جدید تہذیب نے ہم سے بہت سی اسلامی اقدار چھین لی ہیں اور بہت سی اسلامی اقدار سے بے گانہ کردیا ہے، ورنہ آج سے سو سال پہلے تک یہ تمام سہولتیں حاصل تھیں، البتہ ان کے نام و نشان تو تاحال موجود ہیں جو آگے چل کر ناپید ہو جائیں گے۔ راقم الحروف نے مدینہ منورہ میں ۱۹۷۳ء تک بعض سرائیں دیکھی ہیں، جن میں حجاج کرام، عمرے والوں، زائرین اور مسافروں کے لیے تمام بندوبست تھا، ایسے ہی مکہ مکرمہ میں سرائیں اور مسافر خانے تھے۔ لیکن آج وہ ناپید ہوگئے ہیں۔ احادیث مبارکہ اور آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے جو مسافروں کے حقوق معلوم ہوتے ہیں، ان میں سے چند درج ذیل ہیں، تاہم یہ سہولتیں اسی وقت مہیا کی جاسکتی ہیں جب پوری طرح معلوم ہو جائے کہ یہ شخص واقعی مدد کا مستحق ہے۔

۱۔ رفاہی ادارے اپنے بجٹ میں مسافروں کا فنڈ رکھیں اور ضرورت مند مسافر کی مدد کریں۔

۲۔ مسافر خانہ، سرائے یا مسجد کے پاس ایک کمرہ مسافروں کے لیے مہیا کیا جائے، جو صرف مسافروں کے استعمال میں آئے۔

۳۔ مسافر کو جو اپنے وطن، ٹھکانے اور گھر جانا چاہے تو اسے کرایہ اور سفر خرچ دیا جائے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۔ اسے مفت کھانا مہیا کیا جائے۔ یہ کھانا صدقات واجبہ سے مہیا کیا جا سکتا ہے۔

۵۔ مسافر بیمار ہو جائے تو اس کا علاج کرایا جائے اور دوائیاں لے کر دی جائیں۔

۶۔ اسلامی حکومت کو چاہیے کہ محکمہ زکاۃ میں مسافروں کی ایک مد موجود ہو جس سے ان کی مدد کی جائے۔ جب کوئی حادثہ یا آفت ہنگامی ہو تو مسافروں کی مدد کی جائے، اس طرح وہ ہر ایک کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائے۔

۳۷۔ جانوروں کے حقوق اور ان پر شفقت:

اللہ کی مخلوق پر اسلام کی شفقت ورحمت کا دائرہ تمام مخلوقات تک پھیلا ہوا ہے، اس میں بے زبان جانور اور دیگر حیوانات شامل ہیں۔ اس نے ان کے ساتھ شفقت و رحمت کا سلوک کرنے، ان کے حقوق ادا کرنے اور ان کی خدمت کرنے کی ترغیب دی ہے، انہیں بے جا ایذا دینے، ان سے ان کی بساط سے بڑھ کر کام لینے اور انہیں چارے پانی سے محروم کرنے کی ممانعت کی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ اور آپ کے فرمودات مبارکہ سے ان کے جو حقوق و آداب معلوم ہوتے ہیں، ان کا مختصر سا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

عَنْ سُهَيْلِ بْنِ الْحَنْظَلِيَّةِ قَالَ مَرَّ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِبَعِيْرٍ قَدْ لَحِقَ ظَهْرُهُ بِبَطْنِهِ فَقَالَ اتَّقُوا اللهَ فِيْ هٰذِهِ الْبَهَائِمِ الْمُعْجَمَةِ فَارْكَبُوْهَا صَالِحَةً وَ اتْرُكُوْهَا صَالِحَةً(۵۹)

سہیل بن حنظلیہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک اونٹ کے پاس سے ہوا جس کی پیٹھ اس کے پیٹ سے (بھوک کی وجہ سے) لگ گئی تھی۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، ان پر اچھی حالت میں سوار ہو، اور اچھی حالت میں ان کو چھوڑ دو۔

جب انسان ان سے اپنے ضرورت کے کام لیتا ہے تو انہیں اچھی طرح کھلائے، پلائے ان کی بساط اور طاقت کے مطابق کام لے اور ان کے آرام اور راحت کا خیال کرے، اتنا کام نہ لے کہ وہ ادھ مرا ہو جائے اور مزید کام نہ کر سکے، ان کے چارے، پانی اور آرام کا خیال نہ رکھنا اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا سبب ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس دنیا کی رونق، انسان کی زیب و زینت اور اس کی بے شمار ضروریات و حاجات کی تکمیل میں جن چیزوں کا کردار رہا ہے ان میں اہم حصہ جانوروں کا ہے، خاص طور پر ان جانوروں کا جن کا انسان گوشت، پوست اور دودھ استعمال کرتا ہے، اور انہیں اپنی سواری اور بار برداری میں استعمال کرتا ہے، اگرچہ مشینی ایجادات نے کسی قدر بار برداری کے لیے جانوروں کا استعمال کم کر دیا ہے، تاہم ان کی ضرورت رہتی دنیا تک باقی رہے گی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں جانوروں کے چند حقوق کا مختصر سا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

۱۔ سفر و حضر میں جانوروں کی آسائش اور آرام کا خیال رکھنا چاہیے، جہاں ان کے لیے گھاس چارہ اور پانی اور ان کی حفاظت کا بندوبست ہو وہاں ٹھہر کر ان کو چرانا چگانا چاہیے، اور جہاں خشک سالی ہو وہاں سے تیزی سے گزرنا چاہیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب تم لوگ سرسبزی و شادابی کے زمانے (دور علاقے) میں سفر کرو تو اونٹوں کو زمین کی سرسبزی سے فائدہ پہنچاؤ اور جب قحط کے زمانے میں سفر کرو تو ان کو تیزی سے چلاؤ۔ (۶۰)

۲۔ جو جانور جس کام کے لیے پیدا کیا گیا ہے اس سے وہی کام لینا چاہیے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو ایک مثال کے ذریعے سمجھایا ہے کہ ایک شخص بیل پر سوار ہو کر جا رہا تھا کہ بیل نے اس کی طرف منہ موڑ کر کہا کہ میں اس کے لیے پیدا نہیں کیا گیا ہوں۔ (۶۱)

جانور کو اس کی تخلیق کے برخلاف استعمال کرنے کی ممانعت کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

اپنے جانوروں کی پیٹھ کو منبر نہ بناؤ، اللہ تعالیٰ نے انھیں تمہارا فرماں بردار صرف اس لیے بنایا ہے کہ وہ تمہیں ایسے مقامات پر پہنچا دیں جہاں تم بڑی مشقت سے پہنچ سکتے تھے۔ تمہارے لیے اللہ نے زمین کو پیدا کیا، سو اپنی ضرورتیں اس پر پوری کرو۔ (۶۲)

۳۔ جانوروں کے منہ پر چوٹ مارنے، پیٹنے اور منہ پر داغ دینے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا اور ایسا کرنے والے شخص کو ملعون قرار دیا۔ (۶۳)

۴۔ جانوروں کو آپس میں لڑانے کی ممانعت کی گئی ہے، جانوروں کو آپس میں لڑانے سے وہ زخمی ہوتے ہیں، تکلیف اٹھاتے ہیں بلکہ بعض مارے جاتے ہیں، پھر یہ کام شغل، تماشے اور تفریح کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے ہوتو اور برا ہے۔

برصغیر کے بعض علاقوں میں جانوروں اور پرندوں کو آپس میں لڑانے، کتوں اور ریچھوں کو لڑانے کا رواج ہے، جو شرعی، اخلاقی اور قانونی لحاظ سے برا فعل ہے، پھر لوگ اس پر جوا کھیلتے ہیں اور شرطیں رکھتے ہیں جو صریح حرام اور گناہ ہے۔ البتہ سواری کو چست اور چاق و چوبند رکھنے کے لیے دوسرے جانوروں کے آپس میں مقابلے رکھے جائیں جس میں نیت جہاد، نیکی اور بھلائی کی ہے تو جائز ہے لیکن لڑانے اور دوڑ کے مقابلے کا فرق واضح ہونا چاہیے۔

۵۔ جانوروں کا شکار کرنا۔ حلال جانوروں کا شکار کرنا، ذبح کرنا، شکار کی نیت سے پکڑنا اور کھانا جائز ہے، لیکن شکار برائے شکار کرنا، مار کر چھوڑ دینا، ذبح نہ کرنا اور گوشت استعمال نہ کرنا منع ہے، اس لیے حلال جانور بوقت ضرورت اور بقدر ضرورت شکار کرنا چاہیے۔

جو درندے نقصان نہیں پہنچاتے اور ان کا گوشت بھی نہیں کھایا جاتا، ان کا مارنا، شکار کرنا اور ان کو ستانا نہیں چاہیے، البتہ کسی ضرورت کے تحت ان کا شکار کیا جائے تو اجازت ہے یا کسی نقصان کو روکنے کے لیے کیا جائے تو جائز ہے۔

۶۔ جو چھوٹے جانور کوئی نقصان نہیں پہنچاتے یا انسانوں کو ان سے کسی قسم کا فائدہ پہنچتا ہے ان کا مارنا بھی جائز نہیں ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے خاص طور پر نام لے کر چیونٹی، شہد کی مکھی، ہدہد، اور صرد (بلبل) کو مارنے سے منع فرمایا۔ (۶۴)

۷۔ جو جانور مارے جائیں یا ذبح کیے جائیں، ان کے مارنے یا ذبح کرنے میں بھی ہر طرح نرمی اختیار کی جائے، آپ ﷺ نے فرمایا:

> اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان کرنا لازم کیا ہے، اس لیے جب تم کسی جانور کو مارو تو اچھے طریقے سے مارو اور جب ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو، ذبح کرنے والا چھری تیز کرے اور اپنے ذبیحے کو آرام پہنچائے۔ (۶۵)

فقہائے اسلام نے جانوروں کے حقوق کے بارے میں جو تفصیلی قانون سازی کی ہے، اس کی تفصیل فقہ کی بڑی کتابوں میں مذکور ہے، اس کے مطالعے سے اسلام کی وسعت نگاہی، آفاقیت، اور ہر دور کی ضروریات کے متعلق رہنمائی ملتی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۸۔ پرندوں کے حقوق اور ان پر شفقت ورحمت:

اس دنیا کی رنگینی، دلکشی، سرسبزی و دلربائی جن باتوں اشیا اور مخلوق کی وجہ سے ہے ان میں سے پرندے بھی ہیں، پرندوں کو اللہ تعالیٰ نے گونا گوں اور رنگ برنگی شکلوں اور دل پسند، اور دل لبھانے والی صورتوں میں پیدا کیا ہے، پھر ان کو اڑنے، گھومنے پھرنے، لمبے راستے طے کرنے اور ایک ملک سے دوسرے ملک کا سفر کرنے کی طاقت بخشی اور پیاری پیاری بولیوں سے نوازا یہ اللہ کی قدرت کاملہ کا مظہر ہے، باری تعالیٰ نے اپنی کتاب میں متعدد آیات میں پرندوں کا تذکرہ کیا ہے اور سورۂ ملک میں تو اسے اپنی قدرت کاملہ اور دنیا کی تمام اشیاء پر گرفت کی نشانی بتایا ہے، ارشاد ربانی ہے:

اَوَلَمۡ یَرَوۡا اِلَی الطَّیۡرِ فَوۡقَہُمۡ صٰٓفّٰتٍ وَّیَقۡبِضۡنَ ؕۘ مَا یُمۡسِکُہُنَّ اِلَّا الرَّحۡمٰنُ ؕ اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیۡءٍۭ بَصِیۡرٌ ۝ (۱۹) (الملک ۶۷:۱۹)

کیا یہ لوگ اپنے اوپر اڑنے والے پرندوں کو پر پھیلاتے اور سکیڑتے نہیں دیکھتے؟ رحمان کے سوا کوئی نہیں جو انہیں تھامے ہوئے ہو، وہی ہر چیز کا نگہبان ہے۔

ہزاروں قسم کے مختلف نوع وجنس کے پرندے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے بھی رحمت ہیں۔ پرندوں پر رحمت اور شفقت کے سلسلے کی ایک حدیث ملاحظہ کریں:

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم آپؐ کے ساتھ تھے کہ ایک شخص سامنے آیا جس نے چادر اوڑھی ہوئی تھی اور اس کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی، جس پر اس نے چادر لپیٹ رکھی تھی۔ اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں نے جب آپ کو دیکھا تو آپ کی طرف رخ کیا پھر میں درختوں کے ایک جھنڈ کے پاس سے گزرا تو اس میں پرندے کے بچوں کی آوازیں سنیں تو میں نے ان کو پکڑ کر اپنی چادر میں رکھ لیا، اتنے میں ان کی ماں آگئی اور میرے سر پر چکر لگانے لگی، میں نے ان بچوں سے کپڑا اٹھایا تو وہ ان پر گر پڑی اور ان کے ساتھ بیٹھ گئی۔ پھر میں نے اس کو اپنی چادر میں لپیٹ لیا، اب یہ رہے میرے ساتھ، آپ ﷺ نے فرمایا ان کو اپنے سے دور کر دو، تو میں نے ان کو اپنے سے دور کیا لیکن ان کی ماں نے ان کو نہیں چھوڑا، اس پر رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا کہ کیا تم لوگ بچوں کی ماں (چڑیا) کا اپنے بچوں پر رحم کھانے پر تعجب کر رہے ہو، انھوں نے کہا جی ہاں یا رسول اللہ ﷺ۔ آپ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہ نسبت بچوں کی اس کی ماں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے جو وہ اپنے بچوں پر شفقت کر رہی ہے، زیادہ رحیم ہے، ان کو لے جاؤ اور وہاں ان کو چھوڑ دو جہاں سے تم نے ان کو لیا ہے، اور ان کی ماں کو بھی ساتھ رکھو، چنانچہ وہ شخص ان کو لے کر لوٹا، اور ان کو وہاں پر چھوڑا جہاں سے ان کو لیا تھا۔ (٦٧)

نبی اکرم ﷺ کی سیرت اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں پرندوں کے کچھ حقوق سامنے آتے ہیں۔

۱۔ کسی ذی روح (چرند اور پرند) کو باندھ کر نشانہ نہ بنایا جائے، ایک بار ایک لڑکا اس طرح مرغی کو باندھ کر تیر کا نشانہ بنا رہا تھا، حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے مرغی کو کھول دیا اور مرغی کے ساتھ اس لڑکے کو لے کر اس کے خاندان میں آئے اور کہا کہ اس لڑکے کو اس سے منع کرو۔ کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح سے جانور کو یا کسی اور جاندار کو نشانہ بنانے کی ممانعت فرمائی ہے۔ اسی طرح کچھ اور لوگ مرغی کو باندھ کر نشانہ بنا رہے تھے۔ دوسری روایت میں حضرت عبداللہ بن عمر کا گزار ہوا تو وہ لوگ بھاگ گئے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ ایسا کس نے کیا ہے۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ان کو ملعون قرار دیا ہے۔ (٦٨)

۲۔ ناحق اور بلا ضرورت کسی پرندے کو قتل کرنے کو گناہ قرار دیا گیا، ایک حدیث میں ہے کہ اگر کسی نے کنجشک یا اس سے بھی کسی چھوٹے جانور کو اس کے حق کے بغیر ذبح کیا تو اللہ اس کے متعلق اس سے باز پرس کرے گا، صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ (ﷺ) اس کا حق کیا ہے؟ فرمایا یہ کہ اسے ذبح کرے اور کھائے یہ نہیں کہ اس کا سر کاٹ کر پھینک دے۔ (٦٩)

سنن نسائی میں ہے کہ جو چڑیا کو بلا ضرورت مارے گا وہ قیامت کے دن اللہ کے ہاں فریاد کرے گی کہ فلاں نے مجھے بلا ضرورت مارا اس کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ (٧٠)

۳۔ کنکر، پتھر یا غلیل چلانے کی بھی ممانعت کی گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے نہ شکار ہو سکتا ہے نہ دشمن شکست کھا سکتا ہے البتہ اس سے دانت ٹوٹ سکتا ہے اور آنکھ پھوٹ سکتی ہے۔ (٧١)

۴۔ پرندوں، مرغوں کو باہم لڑانے سے منع کیا گیا، اس سے وہ زخمی ہو کر تکلیف پاتے ہیں۔ (٧٢)

۵۔ جس زمانے میں پرندے انڈے اور بچے دیتے ہیں اس زمانے میں ان کا شکار نہیں کرنا چاہیے۔

۶۔ ان کو ان کے گھونسلوں سے نکالنا اور بے گھر کرنا منع ہے۔

۷۔ پرندوں کے پر کاٹنا اور ان کو معذور بنا دینا جائز نہیں ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۸۔ ان کو ان کی ضرورت کے مطابق غذا دینا اچھی بات ہے۔

۳۹۔ درخت اور سبزے کی اہمیت:

انسان کا درختوں، پھولوں، پھلوں اور سبزہ زاروں سے چولی دامن کا ساتھ ہے۔ حضرت انسان نے جب بہشت میں سے نکل کر دنیا کی زندگی کا سفر شروع کیا اور آدم و حوا علیہما السلام نے دنیائی زندگی کی ابتدا کی تو ان کے اردگرد درختوں کے جھنڈ، پھلوں، پھولوں سے لدے ہوئے سرسبز شجر اور بڑے بڑے پتوں والے گھنے جنگلات تھے۔ ان سے جب جنت کا خوبصورت لباس چھینا گیا تو انھوں نے ان درختوں کے لمبے لمبے پتے اپنے جسم پر لپیٹے اور اپنے ستر چھپائے۔ ارشاد باری ہے:

آخر کار ان دونوں (میاں بیوی) نے اس درخت کا پھل کھالیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فوراً ہی ان کے ستر ایک دوسرے کے آگے کھل گئے اور لگے اپنے آپ کو جنت کے پتوں سے ڈھانکنے۔ (۷۴)

اللہ تعالیٰ نے اپنی مبارک کتاب میں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات مبارکہ میں درختوں، پودوں، لہلہاتی فصلوں، ہرے بھرے باغات، رنگ برنگے مہکتے پھلوں اور پھلوں کا تذکرہ متعدد انداز سے کئی مرتبہ نعمتوں اور تمثیلی پیرایوں میں کیا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں شجرہ (درخت) اور شجر کا کلمہ چھبیس مرتبہ آیا ہے، اور جنت اور جنات (باغات) کا ذکر تقریباً ڈیڑھ سو مرتبہ ہوا ہے۔ درختوں اور پھلوں کے پس منظر میں کھجور اور انار کے درختوں، امرود، زیتون، انگور، بیر اور کیلوں اور دوسرے درختوں، پودوں اور پھلوں کا تذکرہ موجود ہے (المعجم المفہرس لالفاظ القرآن الکریم)۔

درختوں کے بارے میں آئندہ چند احادیث ملاحظہ کریں۔

عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَامِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا اِلَّا كَانَ مَا اُكِلَ مِنْهُ لَهُ صَدَقَةٌ وَمَا سُرِقَ مِنْهُ صَدَقَةٌ وَمَا اَكَلَ السَّبُعُ فَهُوَ لَهُ صَدَقَةٌ وَمَا اَكَلَتِ الطَّيْرُ فَهُوَ لَهُ صَدَقَةٌ وَلَا يَرْزَؤُهُ اَحَدٌ اِلَّا كَانَ لَهُ صَدَقَةٌ (۷۵)

کوئی مسلمان جب کوئی پودا اگاتا ہے تو جو کچھ اس کے پھل سے خود کھالیتا ہے وہ اس کے لیے صدقہ ہوتا ہے اور اگر اس سے کوئی چوری کرلیتا ہے وہ اس کے لیے صدقہ ہوتا ہے اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو کچھ اس سے درندے کھا لیتے ہیں وہ بھی اس کے لیے صدقہ ہوتا ہے، اور جو کچھ اس سے پرندے کھا لیتے ہیں وہ اس کے لیے صدقہ ہوتا ہے اور اگر کوئی اسے نقصان پہنچاتا ہے وہ بھی اس لیے صدقہ ہوتا ہے۔

دین اسلام نے درختوں، باغوں، سبزہ زاروں اور کھیتوں کے بڑھانے، نئے درخت لگانے، باغات لگانے، گھاس اور سبزے کو ترقی دینے کی بات کی ہے، اور درخت لگانے، گھاس اور سبزے کو بڑھانے کا اجر و ثواب اور اس کام کے عبادت ہونے کی حقیقت اور فضیلت بیان کی ہے۔ ابوایوبؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرمﷺ نے فرمایا ہے جو آدمی پودا لگاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے پودا لگانے پر اتنا ثواب لکھتا ہے کہ جتنی صلاحیت اس پودے کے اندر میوہ دینے کی ہو۔ اتنی مقدار میں گویا کہ اس شخص نے راہ خدا میں صدقہ کیا۔ (۷۶)

درخت لگانے، ان کی دیکھ بھال کرنے کے بارے میں احکامات کی تلخیص ان نکات میں کی جاسکتی ہے:

۱۔ پھل دار، سایہ دار درخت لگانے یا دیگر فائدوں والے درخت لگانے سے انسان کو بہت سی دعائیں ملتی ہیں، حضرت ابودرداءؓ اخروٹ کا درخت لگا رہے تھے تو ایک شخص نے کہا آپ تو اب بوڑھے ہوگئے ہیں اور اس کا پھل تو نا معلوم کتنے سال بعد کھانے جیسا ہوگا، انھوں نے کہا جب دوسرے اس کا پھل کھائیں گے تو کیا مجھے اس کا اجر نہیں ملے گا۔ (۷۷)

۲۔ اللہ تعالیٰ نے درختوں، پودوں کا جو اہم فائدہ قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے وہ ہے ان کا پھل، فروٹ، غذائی ضروریات اور دوائی ضروریات کا کثیر تعداد میں پیدا کرنا، یہ ایسا فائدہ اور پہلو ہے کہ دنیا تا حال اس کا بدل تلاش یا پیدا نہ کر سکی۔ خالق کائنات نے جتنے اور جس قسم کے پھل پیدا کیے ہیں وہ اس کی عظیم نعمتوں میں سے ہیں۔ یہ پھل انسان کی غذا، علاج، قوت، لذت و فرحت اور شفا کا باعث ہیں، آج اگر پھل ختم ہو جائیں تو دنیا کی آدھی نعمتیں اور رونقیں ختم ہو جائیں۔ لہٰذا درخت لگانے میں ان باتوں اور فائدوں کو ملحوظ رکھ کر درخت لگانے چاہییں۔

۳۔ درخت زمینوں کا تحفظ کرتے ہیں، انہیں خراب ہونے سے بچاتے ہیں، نیز ضائع ہونے اور کٹاؤ سے محفوظ رکھتے ہیں، اور اسے تھور اور سیم سے بچاتے ہیں، یہ زمین کو سیلاب کی تباہ کاریوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے بچاتے ہیں۔

۴۔ علامہ سرخسیؒ نے لکھا ہے کہ ہمارے اکثر مشائخ اس بات پر متفق ہیں کہ شجرکاری اور کاشت کاری حلال تجارت سے افضل ہے، اس لیے کہ اس کا فائدہ بہت عام ہے، نبی اکرمﷺ نے فرمایا کہ لوگوں میں افضل ترین انسان وہ ہے جو دوسرے لوگوں کے لیے مفید اور فائدہ رساں ہو، لہٰذا ایسا پیشہ اختیار کرنا جن کا نفع بہت عام اور وسیع ہو۔ لہٰذا بہ نسبت دوسرے پیشوں کے کاشت کاری افضل ہے کہ اس کا فائدہ ہر شخص بلکہ چرند اور پرند کو پہنچتا ہے۔

۵۔ حسین ابن علیؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرمﷺ نے فرمایا:

کھجور اور دوسرے درخت بونے والے کے موجودہ اہل وعیال کے لیے بھی باعث برکت ہے اور بعد میں آنے والی نسل کے لیے بھی ہے بشرطیکہ وہ شکر الٰہی کرتے رہیں۔ (۷۸)

۴۰۔ راستوں کے حقوق:

انسان کی وہ بنیادی ضروریات جن سے دن رات اسے واسطہ رہتا ہے ان میں سے راستے اور سڑکیں بھی ہیں۔ راستوں کے بارے میں قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں بڑی کثرت سے تذکرہ آیا ہے، اور ان کی ضرورت، ان کے کام اور نام، ان سے مقاصد واغراض انہیں کھلا رکھنے تکلیف وہ چیز سے صاف رکھنے، ان پر بیٹھنے والوں، گزرنے والوں کے لیے آداب اور ذمہ داریاں بیان کی گئیں ہیں۔ نیز انہیں صاف اور کھلا رکھنے پر اجر وثواب کی خوشخبری دی گئی ہے۔ اور ان کے حق ادا نہ کرنے پر گناہ کا بیان ہے۔

ایک حدیث میں آپﷺ نے راستے کے بعض حقوق بیان فرمائے ہیں۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الخُدْرِیِّ اَنَّ النَّبِیَّﷺ قَالَ اِیَّاکُمْ وَالْجُلُوْسَ بالطُّرُقَاتِ، فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَالَنَا مِنْ مَجَالِسِنَا بُدٌّ نَتَحَدَّثُ فِیْھَا، فَقَالَ فَاِذَا اَبَیْتُمُ الْمَجْلِسَ فَاَعْطُوْا الطَّرِیْقَ حَقَّہٗ، قَالُوْا مَا حَقُّ الطَّرِیْقِ یا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ غَضُّ الْبَصَرِ وَ کَفُّ الْاَذٰی وَرَدُّ السَّلَامِ وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّھْیُ عَنِ الْمُنْکَرِ (۷۹)

حضرت ابوسعید خدریؓ نے روایت کی، نبی اکرمﷺ نے فرمایا: راستوں پر بیٹھنے سے بچو، اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر صحابہ میں سے بعض نے عرض کیا ہمارے لیے ان پر بیٹھنے کے سوائے کوئی چارہ نہیں ہے کیوں کہ ہم ان پر بیٹھ کر گفتگو کرتے ہیں اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم گفتگو کرنا ہی چاہتے ہو تو راستے کا حق ادا کرو۔ انھوں نے پوچھا یا رسول اللہ راستے کے حقوق کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ نگاہیں پست کرنا، تکلیف رسانی سے رک جانا، سلام کا جواب دینا، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔

اور ایک روایت میں حضرت معاذؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوے میں گئے (پڑاؤ کے وقت) لوگوں نے قیام گاہوں کی جگہوں کو تنگ کر دیا اور راستہ بند کر دیا۔ آپ ﷺ نے ایک آدمی بھیج کر اعلان کر دیا کہ جو شخص قیام گاہوں میں تنگی پیدا کرے یا راستہ بند کرے گا تو اس کو جہاد کا ثواب نہیں ملے گا۔ (۸۰)

اسلام نے انسانوں پر تمام مخلوقات کے حقوق مقرر کیے ہیں۔ بعض حقوق کو بڑی تفصیل و تشریح سے بیان کیا ہے۔ ان میں حقوق العباد، حقوق اللہ اور حقوق النفس سرفہرست ہیں، پھر تمام حیوانات، نباتات اور جمادات کے درجہ بدرجہ حقوق کا تذکرہ موجود ہے۔ مذکورہ بالا حدیث میں راستوں کے حقوق بیان کیے گئے ہیں، اس بارے میں آپ کے متعدد دوسرے فرمودات وارشادات ہیں۔ انھیں جمع کرنے سے راستوں کے اداب وحقوق کا ایک مفصل باب سامنے آتا ہے۔

ایک حدیث میں آپ نے اماطۃ الاذی عن الطریق کا حکم دیا ہے یعنی راستے سے تکلف دہ چیز کو ہٹانا اور اس حدیث میں کف الاذی کا کلمہ ارشاد فرمایا ہے۔ ابو داؤد کی روایت میں بھولے بھٹکے کو راستہ بتانا اور مظلوموم کی مدد کرنا شامل ہے۔ غور کیا جائے تو اسلام کا تصور طریق (راستہ) اس طرح سامنے آتا ہے۔

راستہ صاف رکھنا

اسلام انسانوں کی گزرگاہوں کو کشادہ، صاف، آرام دہ، پرامن اور سلامتی والا بنانا ہے۔ راستے پر پیشاب و رفع حاجت کرنا اور گندگی ڈالنا گناہ ہے۔

تکلیف دہ چیز کو ہٹانا

راستے پر سے تکلیف دینے والی چیزوں کو ہٹانا بڑی نیکی ہے۔ جس کی وجہ سے بعض اوقات بندہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنت کا حقدار ہو جاتا ہے۔ تکلیف چاہے انسانوں کو پہنچے، چاہے حیوانوں یا کسی اور چیز کو پہنچے اسے ہٹانا چاہیے۔

راستے پر بیٹھ کر نیکیاں کمانا

مسلمان راستے پر کسی جائز مقصد کے لیے بیٹھا ہو تو وہ بہت سی نیکیاں کما سکتا ہے، جیسے لوگوں کو پانی پلانا، یا کھانا کھلانا، اپنی نظریں ناجائز باتوں کو دیکھنے سے بچانا، سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دینا، مظلوم کی مدد کرنا، اس کی منزل کا صحیح پتہ دینا وغیرہ۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنا

ایک بڑی نیکی اور اعلیٰ صفت یہ ہے کہ وہاں بیٹھے بیٹھے بھی امر بالمعروف کرے، لوگوں کو نیکی، بھلائی اور فرائض کی یاد دھانی کرائے، ان کو اسلام کی باتیں بتائے، احساس دلائے اور عمل کرنے پر ابھارے۔ نیز دوسروں کو برائی سے روکے، ٹوکے اور اس کی شناعت کا احساس دلائے اور بچانے کی کوشش کرے۔

راستے کو کشادہ رکھنا

اس کی کئی شکلیں سامنے آتی ہیں۔

۱۔ راستہ بند نہ کرے اس پر کوئی رکاوٹ نہ ڈالے، عام راستے پر دروازہ یا بیریئر نہ لگائے۔

۲۔ اینٹیں، پتھر کے ٹکڑے، بجری اور ریتی اور کچرا وغیرہ راستے پر نہ ڈالے۔ پیشاب اور پائخانہ رستے پر کرنا منع ہے۔

۳۔ بے جا یا راستے کے درمیان یا کناروں پر گاڑی کھڑی کر کے راستہ بند نہ کرے، ٹھیلہ راستے کے درمیان کھڑا نہ کریں۔

۴۔ خوشی اور غمی کے لیے راستے کے درمیان شامیانے لگا کر پروگرام منعقد نہ کرے۔

۵۔ شدید ضرورت کے سوائے نماز جنازہ نہ پڑھے کیوں کہ اس سے بھی راستہ بند ہو جاتا ہے، اور ثواب کے بجائے گناہ ہوتا ہے، اسی طرح دوسرے کئی پروگرام ہیں وہ راستے پر منعقد نہ کیے جائیں جیسے شادی، جلسے، قوالی کی محفلیں، میلاد کا پروگرام۔

۶۔ راستے پر کسی قسم کا کھیل نہ کھیلا جائے۔ آتش بازی نہ کی جائے، پٹاخے نہ چھوڑے جائیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۷۔ کسی قسم کی تجاوزات نہ کی جائیں۔ جب تک تجاوزات قائم رہیں گی اور لوگوں کو تکلیف ہوگی تو تجاوزات کرنے والے کو گناہ ملے گا۔

۸۔ راستے پر کھلی نالیاں نہ بنانا، دیوار نہ بنانا اور کسی صورت میں عوامی راستہ بند نہ کرنا۔

۹۔ اسپتال، تعلیم گاہ اور مساجد کا راستہ روکنا نہیں چاہیے۔

۱۰۔ شادی بیاہ اور قوالی اور جلسہ بلاضرورت راستے پر منعقد نہیں کرنا چاہیے۔

راستے پر امن رکھنا

راستے پر لوٹ مار کرنا، ڈاکہ ڈالنا عام ڈاکوں اور چوریوں سے زیادہ برا ہے، اس میں ایک طرف خود اس برے فعل کا گناہ ہے اور راستے کی حق تلفی، اس کا مزید گناہ ہے۔

جنازہ قبرستان لے جانے کے لیے بھی میت اور اس کے ساتھ والے لوگ ایک طرف چلیں اور ایک طرف عام ٹریفک کے لیے چھوڑ دیں۔ قوانین چاہے معمولی ہوں یا بڑے ان کی پابندی کرنا ضروری ہے۔ خاص طور پر ایسے قوانین جن کی خلاف ورزی کرنے سے اپنی یا دوسرے کی جان خطرہ میں پڑے ناجائز ہے۔

راستے پر آرام نہ کرنا

آرام راستے سے ہٹ کر کیا جائے، حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔

بستی بسانے، محلہ آباد کرنے اور رہائشی مکان بناتے وقت چھوٹی گلیوں کو کم از کم سات ہاتھ (دس فٹ) کشادہ رکھنا چاہیے۔(۸۱)

راستہ نہ صرف تمام لوگوں (مسلم و غیر مسلم) کے درمیان مشترک ہے، بلکہ اس پر جانوروں کا بھی حق ہے۔ اس لیے ان کو روکنا، تنگ کرنا اور گزرنے نہ دینا نامناسب ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حوالہ جات

۱۔ صحیح البخاری۔کتاب الایمان، باب اطعام الطعام من الاسلام

۲۔ جامع ترمذی۔ابواب صفة القیامة، باب حدیث افشوا السلام

۳۔ مشکوٰۃ: کتاب الزکوٰۃ۔باب فضل الصدقه
۴۔ تفسیر قرطبی

۵۔ ترمذی، ابواب الاطعمۃ: رقم ۱۸۳۲
۶۔ جامع الترمذی۔ابواب صفة القیامة....

۷۔ سنن نسائی: کتاب الوصایا، ذکر الاختلاف

۸۔ صحیح بخاری: کتاب المساقات، باب من منع ابن سبیل من الماء

۹۔ ابن ماجہ: ابواب الرھون، النھی عن الماء و فضل الماء

۱۰۔ مسند احمد بن حنبل: ج ۶، ص ۴۰۱
۱۱۔ ملاحظہ کیجیے حوالہ نمبر ۶

۱۲۔ الاعراف: ۳۲
۱۳۔ لجامع الصحیح للبخاری: کتاب اللباس: رقم ۵۸۱۰

۱۴۔ المعجم الکبیر: ج ۱۲، ص ۳۳۱
۱۵۔ رواہ البخاری۔الترمذی باب ماجاء فی رحمۃ الیتیم

۱۶۔ الطبرانی بحوالہ منہاج الصالحین ۶۸۲
۱۷۔ بحوالہ سابقہ
۱۸۔ سنن ابی داؤد

۱۹۔ صحیح البخاری: کتاب الاداب، باب حسن الخلق و السماحة وما یکرہ من البخل، فتح الباری: ۱۰، ص ۴۵۵

۲۰۔ ابی نعیم/ دلائل النبوۃ: ص ۱۴۱
۲۱۔ بخاری۔کتاب النکاح۔باب ۳

۲۲۔ النور: ۳۲
۲۳۔ ابن ماجہ: ابواب النکاح: ج ۱، ص ۱۳۵

۲۴۔ النور: ۳۲
۲۵۔ ابن کثیر: ج ۳، ص ۲۸۶

۲۶۔ سنن نسائی کتاب النکاح: ج ۲، ص ۶۹

۲۷۔ بخاری۔کتاب الجهاد، باب فضل من جهز غازیا، رقم: ۲۸۴۳

۲۸۔ بخاری الکتاب بحوالہ سابق: رقم ۲۸۴۴
۲۹۔ ابوداؤد: کتاب الجہاد، رقم ۲۵۱۳

۳۰۔ البخاری
۳۱۔ تفسیر القرطبی: ج ۱۹، ص ۱۲۹

۳۲۔ الطبقات الکبری: ج ۴، ص ۱۳
۳۳۔ البخاری، کتاب الطلاق، باب ۴۶، رقم ۵۳۴۴

۳۴۔ ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور الترمذی
۳۵۔ کنزل العمال: ج ۱۶، ص ۳۲۳

۳۶۔ مجموعہ قوانین اسلام/ جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن: ج ۵، ص ۱۷۰۱

۳۷۔ منہاج الصالحین/ عز الدین بلیق: ۸۸۳
۳۸۔ البقرہ: ۲۸۸

۳۹۔ السنن الکبریٰ: ج ۸، ص ۳۵۸

۴۰۔ الترمذی مع شرح ابن: ج ۶، ص ۸۷۔ مزید تفصیل ملاحظہ کریں ابوداؤد کتاب الدیات ج ۴، ص ۳۳۵، کتاب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الجہاد، ص ۳۸۰، بخاری کتاب الجہاد، باب امان النساء، ج ۲، ص ۱۳۹

۴۱۔ سنن نسائی

۴۲۔ مسند احمد: ج ۵، ص ۲۵۶، ۲۵۷

۴۳۔ صحیح بخاری کتاب الادب، باب حسن الخلق والنساء

۴۴۔ صحیح مسلم۔ المساجد ومواضع الصلوٰۃ

۴۵۔ رواہ مسلم

۴۶۔ متفق علیہ

۴۷۔ مسند احمد: ج ۶، ص ۱۳۷

۴۸۔ صحیح البخاری کتاب الاحکام: رقم ۷۱۷۲

۴۹۔ صحیح البخاری کتاب الایمان، رقم ۱۳۹

۵۰۔ بخاری ومسلم باب نزول الوحی

۵۱۔ البخاری

۵۲۔ صحیح بخاری/ کتاب المظالم، باب اعن اخاك ظالماً او مظلوماً

۵۳۔ سنن ابی داؤد/ کتاب الادب: ج ۲، ص ۱۹۰

۵۴۔ مشکوٰۃ المصابیح

۵۵۔ القصص: ۱۴

۵۶۔ معارف القرآن/ اعتقاد پبلشنگ، دہلی۔ ۱۹۹۳ء: ج ۶، ص ۶۲۵

۵۷۔ روم: ۳۸

۵۸۔ البخاری

۵۹۔ رواہ ابوداؤد

۶۰۔ رواہ مسلم

۶۱۔ بخاری شریف، ابواب الحرث والمزارعة

۶۲۔ ابوداؤد

۶۳۔ ابوداؤد: کتاب الجهاد، باب وسم الدابة

۶۴۔ مشکوٰۃ، کتاب الصیدو الذبائح

۶۵۔ مسلم: کتاب الصید والذبائح

۶۶۔ الملک: ۱۹

۶۷۔ ابوداؤد/ الجہاد: ج ۳، ص ۱۲۵، رقم ۲۶۷۵۔ الاداب: ج ۵، ص ۳۱۹۔ المعجم الکبیر: ج ۱۰، ص ۲۱۸، رقم ۱۰۳۷۵

۶۸۔ بخاری کتاب الذبائح والصید باب مایکرہ من المثلة والمصبورة والجنة

۶۹۔ مشکوٰۃ الصید والذبائح

۷۰۔ نسائی کتاب الضحایا: ص ۶۷۹

۷۱۔ بخاری کتاب الانبیاء: ص ۴۹۵

۷۲۔ ابوداؤد۔ کتاب الجہاد

۷۴۔ طٰہٰ: ۱۳۰۔۱۳۱

۷۵۔ کنزل العمال: ج ۳، ص ۸۹۲

۷۶۔ حوالہ سابقہ

۷۷۔ التراتیب الاداریہ: عبدالحی کتانی

۷۸۔ کنز العمال: ج ۱۲، ص ۳۷۰

۷۹۔ سنن ابوداؤد: ۴۸۱۵، ۴۸۱۶۔ صحیح البخاری/ کتاب الاستدلال: رقم ۶۲۲۹

۸۰۔ ابوداؤد/ الجہاد: ص ۸۸

۸۱۔ ابن ماجہ کتاب الاحکام

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب چہارم

انبیاء کرامؑ اور رفاہی کام

اسلامی وفلاحی ریاست کا قیام	۲۴۹	نبی اور وقف	۲۶۸
خاندانِ رسالت اور خدمتِ خلق	۲۵۱	حضرت سلمان فارسیؓ کے لیے باغ لگانا	۲۶۹
چاہِ زم زم کو کھودنا	۲۵۳	غزوۂ خندق	۲۷۰
نذر پوری کرنا	۲۵۳	آپ کا معجزۂ طعام	۲۷۲
نبی اکرم کے قبل النبوۃ رفاہی کارنامے	۲۵۴	بھوکے کو کھانا کھلانے کا بندوبست	۲۷۳
		حاجت مندوں کی خدمت	۲۷۴
قوم کو خونریزی سے بچانا	۲۵۵	اپنی ضرورت پر دوسروں کو ترجیح دینا	۲۷۶
حِلف الفضول میں شرکت	۲۵۶	ضرورت مند کی مدد کرنا	۲۷۶
قبلِ نبوت کارناموں پر جامع تبصرہ	۲۵۷	امورِ خانہ میں شرکت	۲۷۷
بعثت کے بعد کے رفاہی کارنامے	۲۵۸	اجتماعی کاموں میں شرکت	۲۷۷
آپ کی بعثت کے مقاصد	۲۵۸	مریضوں کی عیادت	۲۷۸
آپ کی مخلوق سے خیرخواہی ومحبت	۲۵۹	معاشرتی باتوں کا لحاظ	۲۷۹
بے غرض خدمت	۲۶۰	مہمانوں کی خدمت	۲۸۱
رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم	۲۶۰	آپ کی عمومی جودوسخا	۲۸۲
مظلوم کو حق دلانا	۲۶۱	قیدیوں سے حسنِ سلوک	۲۸۴
ہجرت کے بعد رفاہی کام	۲۶۲	صحابہ کی مالی ضرورتوں کا خیال رکھنا	۲۸۷
مسجدِ قبا کی تعمیر	۲۶۲	حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام	۲۸۷
مسجدِ نبوی کی تعمیر	۲۶۳	مسیح علیہ السلام کا خاندان وحضرت مریم	۲۸۹
مؤاخات	۲۶۴	حضرت عیسیٰؑ کی بعثت	۲۹۱
میثاقِ مدینہ	۲۶۶	معجزات کا پس منظر	۲۹۲
مدینہ منورہ میں مردم شماری	۲۶۷	حضرت عیسیٰ کے معجزات	۲۹۲
میثاقِ مدینہ کی طرز پر چھوٹے معاہدے	۲۶۷	۱۔ بغیر باپ کے پیدا ہونا	۲۹۲
صُفّہ اور اصحابِ صفہ کی خدمت	۲۶۸	۲۔ گہوارے میں کلام کرنا	۲۹۲

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ والدہ کا دفاع کرنا	۲۹۳
۴۔ مٹی سے پرندہ بنا کر اڑانا	۲۹۴
۵۔ لاعلاج بیماروں کو تندرست کرنا	۲۹۴
۶۔ مُردوں کو زندہ کرنا	۲۹۵
۷۔ دستر خوان کا نزول	۲۹۵
۸۔ گھروں میں ذخیرہ شدہ اشیاء کی خبر دینا	۲۹۶
۹۔ بے جا جکڑ بندیوں سے نجات دلانا	۲۹۶
حضرت عیسیٰؑ کی انسانوں سے محبت اور ان کی خدمت	۲۹۷
حضرت ابراہیم علیہ السلام	۲۹۹
خلیل اللہ کا مشن	۳۰۰
۱۔ اصلاحی مرکز کا قیام	۳۰۲
۲۔ امن کا قیام	۳۰۳
۳۔ کھانے کا انتظام	۳۰۴
۴۔ پانی کا بندوبست	۳۰۵
۵۔ تعلیم و تربیت کا بندوبست	۳۰۷
۶۔ فطری باتوں کی تربیت	۳۰۹
۷۔ میزبانی اور آدابِ میزبانی	۳۱۰
خلیل اللہ کی حیاتِ طیبہ پر ایک نظر	۳۱۱
حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خدمتِ خلق	۳۱۲
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ اور قرآن	۳۱۲
۱۔ مظلوم کی فریاد رسی	۳۱۴
۲۔ کمزور اور بے سہارا طبقات کی دست گیری	۳۱۴
۳۔ ایک مظلوم و غلام قوم کو ظالم سے نجات دلانا	۳۱۷
۴۔ انسانوں کی بڑی تعداد کو ڈوبنے سے بچانا	۳۱۹
۵۔ پینے کا پانی مہیا کرنا	۳۲۰
۶۔ کھانے کا مناسب بندوبست	۳۲۱
۷۔ رہائش اور سائبان کا بندوبست کرنا	۳۲۱
۸۔ ضروریاتِ زندگی اور سہولیات کا بندوبست کرنا	۳۲۱
۹۔ مجرموں کو پکڑنا اور سزا دینا	۳۲۲
۱۰۔ حملہ آور ظالم عمالقہ سے جہاد کرنا	۳۲۳
معجزات کا ایک پہلو	۳۲۳
طالب علمی میں خدمت کی تعلیم	۳۲۴
حضرت داؤد علیہ السلام	۳۲۵
ظالموں سے جہاد	۳۲۵
حق و باطل کی کشمکش میں داؤدؑ کا کردار	۳۲۶
ان پر اللہ کے انعامات اور خلافت	۳۲۷
پرندوں کی بولیوں کی تعلیم	۳۲۷
لوہے کا استعمال	۳۲۸
زرہ سازی کا فن	۳۲۸
جنگی لباس تیار کرنا	۳۲۹
فصاحت و بلاغت	۳۲۹
صاحبِ کتاب ہونا	۳۲۹
زہد و تقویٰ	۳۲۹
خوش گلو ہونا	۳۳۰
عدل و انصاف	۳۳۰
حضرت داؤد علیہ السلام کے کارناموں پر ایک نظر	۳۳۱

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت محمد ﷺ اور رفاہی کام

جب ہم رفاہی کاموں کا جامع تصور اور وسیع دائرہ سامنے رکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور رفاہی کاموں کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں اور دوسری مخلوقات کی جس قدر خدمت کی، اُن کی بھلائی کے لیے جتنی محنت و مشقت کی اور ان کے لیے تکلیفیں جھیلیں، اور جتنی ہمدردی وغم خواری کی ہے، شاید ہی دنیا کے کسی مصلح، مرّبی اور خیر خواہ و بہی خواہ نے کی ہوگی۔ انسانوں کی بھلائی کی جتنی باتیں ہیں اور ان کی بہتری وخیر خواہی کے جتنے کام ہیں وہ سب آپ ﷺ نے ان کے سامنے رکھے، پھر ذہن نشین کرائے اور خود اُن پر عمل کر کے دکھایا۔ پھر اُن کے نقصانات کی جتنی باتیں ہیں اور جتنے برے اخلاق و کردار ہیں، اُن سے انھیں خبردار کیا اور اُنھیں برے انجام سے بچانے کی پوری پوری کوشش کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اگر خدمتِ خلق کے رواجی اور چھوٹے چھوٹے کام نہ بھی کرتے تو بھی آپ ﷺ کا یہ کارنامہ ایسا عظیم ہے کہ ان تمام کاموں پر بھاری ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝ (ابراھیم ۱۴:۱)

"الف لام را، (اے محمد) یہ ایک کتاب ہے جس کو ہم نے تمہاری طرف نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کو (اُن کے رب کی توفیق سے) تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لاؤ، اُس اللہ کے راستے پر جو زبردست اور اپنی ذات میں آپ محمود ہے"۔

الظلمات سے مراد انسانی زندگی سے تعلق رکھنے والی کئی قسم کی تاریکیاں ہیں جیسے کفر و شرک، جہالت و نادانی، بدعات وخرافات، معاشرتی رسوم و رواجات، معاشی ظلم وزیادتیاں، اخلاقی برائیاں و خرابیاں، غلط اوہام و تصورات، طبقاتی نظام کے نقصانات اور جاہلیت کی باتیں وغیرہ۔ ان سب تاریکیوں سے نکالنے کی اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اور قرآن جیسی عظیم کتاب کے ذریعے آپ ﷺ نے یہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کارنامہ سرانجام دیا۔ اس آیت کی تفسیر میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں ''اور مقصد بھی اس قدر اعلیٰ و ارفع ہے کہ جس سے بلند تر کوئی مقصد ہو نہیں ہوسکتا۔ وہ یہ کہ اللہ کے حکم و توفیق سے تمام دنیا کے لوگوں کو خواہ عرب ہوں یا عجم، کالے ہوں یا گورے، مزدور ہوں یا سرمایہ دار، بادشاہ ہوں یا رعایا، سب کو جہالت و اوہام کی گھٹا ٹوپ اندھیروں سے نکال کر معرفت و بصیرت اور ایمان و ایقان کی روشنی میں کھڑا کرنے کی کوشش کی جائے''۔ (تفسیر عثمانی ص ۳۲۸)

انسان شرک و توہمات کی وجہ سے در در کی ٹھوکریں کھاتا پھرتا تھا، ہر چیز سے ڈرتا تھا۔ ہر حجر و شجر کے سامنے سجدہ ریز ہوتا تھا، اپنی مرادیں مانگتا تھا اور چڑھاوے چڑھاتا اور قربانیاں کرتا تھا، اسے ان تمام موہومات و مذعومات سے نکال کر آپ ﷺ نے ایک اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے سامنے جھکایا، اور ان سب باطل معبودوں سے نجات دلائی، پھر اُسے نیکی و بدی، حرام و حلال اور جائز و ناجائز کا شعور دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کی جان، مال، عزت و آبرو کو تحفظ عطا کیا اور امن و سکون سے رہنا سکھایا اور تمام انسانوں کو تعلیم دے کر اخوت و بھائی چارے پر مبنی معاشرے کی تشکیل فرمائی۔

آپ ﷺ نے حقوق و فرائض کا جامع اور کامل ترین نظام عطا کیا۔ ایسا نظام جس میں ہر شخص کے فرائض و حقوق متعین کیے، اُن کی حدیں واضح کیں اور ان کا عملی نمونہ اپنی حیاتِ طیبہ اور اپنے صحابہؓ کی زندگیوں میں عملاً برپا کیا۔

آج امتِ مسلمہ میں خدمتِ خلق اور رفاہِ عامہ کا جتنا کام ہو رہا ہے یہ سارا کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جامع تعلیمات کا پَرتو ہے۔ آپؐ کے ان تمام کاموں کو دنیا اجزا کی شکل میں اپنے اپنے طور پر انجام دے رہی ہے۔ کوئی لوگوں کو شرک و توہمات سے نجات دلا رہا ہے، کوئی فرسودہ رسوم و رواجات سے ان کی گلوخلاصی کرا رہا ہے، کوئی پیاسوں کو پانی پلا رہا ہے، کوئی بھوکوں کو کھانا کھلا رہا ہے۔ کوئی قیدیوں کو قید سے نجات دلا رہا ہے۔ کوئی بیماروں کی خدمت کر رہا ہے، اور کوئی معذوروں اور بے سہارا لوگوں کا سہارا بن رہا ہے۔ ان تمام کاموں کو آپ ﷺ نے اپنے قول و فعل اور عمل سے سرانجام دیا۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ، یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلامی وفلاحی ریاست کا قیام:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدمتِ خلق اور رفاہِ عامہ کے کام کو صرف وعظ و تبلیغ اور ترغیب و تحریص تک محدود نہیں رکھا اور نہ صرف چند انفرادی کارنامے سرانجام دینے پر اکتفا فرمایا، بلکہ اس مقصد کے لیے ایک اسلامی و فلاحی ریاست قائم کر کے دکھائی۔ ایسی ریاست جس میں تمام انسانی ضروریات کا بندوبست ہو، جس سے انسان امن و آشتی اور آزادی و حریت سے اپنی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے دوڑ دھوپ کر سکے، کاروبار و تجارت کر سکے اور اپنی جان، عزت و آبرو اور اپنے مال و اسباب کا حکومت کی طرف سے تحفظ پائے۔

آج کل کی مہذب و ترقی یافتہ دنیا میں فلاحی ریاست کا جو اعلیٰ سے اعلیٰ تصور ہے وہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال پہلے اُس دور کے بگڑے ہوئے معاشرے میں اسلامی ریاست کی صورت میں قائم کر کے دکھایا۔ مزید برآں اس کام کو خلفائے راشدینؓ نے چار چاند لگائے، جو تاریخِ عالم کا ایک سنہری باب ہے۔

یہ چند اُصولی باتیں تھیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاحی و رفاہی کاموں کے لیے سرانجام دیں۔ اب مختصراً بطورِ تمثیل چند انفرادی کام جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وقتاً فوقتاً قبلِ نبوّت، بعدِ نبوّت مکی اور مدنی ادوار میں سرانجام دیے، اُن کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

خاندانِ رسالت اور خدمتِ خلق:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمتِ خلق کے چند کارنامے بیان کرنے سے پہلے ایک نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد کے چند رفاہی کاموں پر ڈالتے ہیں۔ آپ ﷺ کے جدِّ امجد سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے من جملہ دیگر دعوتی کارناموں، رفاہی کاموں اور قربانیوں کے اُن کا ایک کارنامہ مہمان نواز ہونا ہے۔

آپ ﷺ کے قریبی آبا و اجداد کی جو خدمات تاریخ، سیرت اور احادیث کی کتب میں بیان ہوئی ہیں، اُن میں حجاجِ کرام کی خدمت خاص طور پر نمایاں ہیں۔ ان خدمات میں سے بڑے چار کام یہ ہیں:

ا۔ الرِّفادہ: حجاجِ کرام جب حج کے لیے آتے اور اُن میں سے جو لوگ اپنے کھانے کا بندوبست

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں کر سکتے تو اُن کے کھانے کا انتظام قریش کی طرف سے کیا جاتا اور اُن کے واپس ہونے تک اُن کو کھانا ملتا رہتا تھا۔

۲۔ **السقایہ:** مکہ مکرمہ میں پانی کی عام طور پر تنگی رہی ہے۔ زم زم کا پانی کعبۃ اللہ اور اُس کے ارد گرد کے لوگوں کے لیے تھا۔ چنانچہ قریش نے تقسیم کار کر کے تمام حاجیوں کو حرم، منیٰ اور عرفات میں پانی پہنچانے اور پلانے کا کام اپنے ذمے لیا ہوا تھا۔ زم زم کے کنویں پر بھی یہ لوگ موجود رہتے اور پانی کھینچ کر لوگوں کو سیراب کرتے تھے۔

۳۔ **الحجابہ:** کعبۃ اللہ کی دیکھ بھال، اس میں آنے والے تحائف و ہدایا کی وصولی اور اُس کی کلید برادری کی خدمت ان کے ذمے تھی۔ نیز اس کی مرمت و تعمیر بھی ان کے ذمے تھی۔

۴۔ **دارالندوہ اور اللواء:** بڑے اہم معاملات کے لیے قریش کی زیر نگرانی دارالندوہ یعنی مشورے اور فیصلے کرنے کی جگہ ان کے پاس تھی۔ نیز کسی لڑائی وغیرہ کے موقع پر جھنڈا (لواء) ان کے پاس ہوتا تھا۔

آپ ﷺ کے پردادا ہاشم بڑی معروف شخصیت گزری ہے۔ ان کا اصلی نام عمرو تھا۔ پھر اُن کے ایک کارنامے کی وجہ سے ہاشم مشہور ہو گیا۔ ان کے دو کارنامے جو کہ خالصتاً خدمتِ خلق اور رفاہی کام ہیں، نہایت مشہور ہیں۔ ہاشم بن عبد مناف نے سب سے پہلے قریش میں یہ دستور جاری کیا کہ سال میں دو مرتبہ تجارت کے لیے قافلے روانہ ہوا کریں گے۔ موسم گرما میں قافلہ شام کی طرف جاتا، جولق و دق بیابانوں کو طے کرتا ہوا شام، غزہ، فلسطین اور انقرہ (انگوزہ) جا پہنچتا جو اس وقت قیصرِ روم کے زیرِ تسلط تھا۔ قیصرِ روم سے ہاشم نے قافلے کے اُن کے ملک میں آنے اور کاروبار کرنے کی اجازت لی ہوئی تھی۔ موسمِ سرما میں شمال کی طرف سردی اور برف باری ہوتی تھی اور یمن کی طرف گرمی ہوتی تھی۔ لہٰذا موسمِ سرما میں عربوں کے قافلے ریگستانوں کو طے کرتے ہوئے یمن جاتے، اور سمندری راستے سے آئی ہوئی اشیاء خرید کر اور کاروبار کر کے واپس لوٹتے۔ یہاں شاہِ حبشہ کی حکومت تھی، جناب ہاشم نے ان سے پروانۂ تجارت لیا ہوا تھا۔ اسی بات کو شاعر نے اس طرح بیان کیا ہے:

سُفَرَيْنِ سَنَّهَا لَهُ وَ لِقَوْمِهِ
سَفَرَ الشِّتَاءِ وَرِحْلَةَ الْأَصْيَافِ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہاشم نے اپنی قوم کے لیے دو سفروں کا طریقہ جاری کیا ایک سفر سردیوں کا اور ایک سفر گرمیوں کا۔

قرآن مجید نے اسی عمل کو قریش کے لیے نعمت ورحمت گناتے ہوئے اس طرح بیان کیا:

لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ۙ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ ۚ فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَیْتِ ۙ الَّذِیْۤ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ O

(سورۃ القریش ۱۰۶، ۴، تفسیر معالم التنزیل، طبقات ابن سعد ج ا ص ۳۰)

''چونکہ قریش مانوس ہوگئے یعنی جاڑے اور گرمی کے سفروں سے مانوس۔ لہٰذا ان کو چاہیے کہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں جس نے انھیں بھوک سے بچا کر کھانے کو دیا اور خوف سے بچا کر امن عطا کیا''۔

ہاشم کا دوسرا کارنامہ جس کی وجہ سے اُن کا نام ہاشم مشہور ہوا یہ ہے کہ ایک مرتبہ مکے میں قحط پڑا اور لوگ بھوک سے نڈھال اور لاغر ہوگئے۔ اسی حالت میں انھوں نے اپنے اونٹ ذبح کیے، ان کا گوشت پکوایا اور شوربے میں روٹیاں چور کر اہلِ مکہ کو کھلائیں اور یہ عمل حج کے دنوں میں بھی جاری رہتا۔ اس لیے ان کو ہاشم (روٹیاں چورنے والا) کہنے لگے۔ اسی طرح اُن کا دستر خوان بہت وسیع تھا جو مسافروں، غریبوں اور اجنبیوں کے لیے ہروقت کھلا رہتا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سگے دادا عبدالمطلب (المولود ۴۹۷ء) ہیں۔ یہ جود وسخا میں ہاشم سے بھی بڑھ کر تھے۔ اُن کی مہمان نوازی انسانوں سے گزر کر چرند و پرند تک پہنچ گئی تھی اس کی وجہ سے عرب کے لوگ ان کو فیاضی اور مُطْعِم طیر السماء (آسمان کے پرندوں کو کھانا کھلانے والا) کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ ان کے دو بڑے رفاہی کارناموں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

چاہِ زم زم کو کھودنا

آپ نے چاہِ زم زم کو اچھی طرح کھود کر کشادہ کیا، اور پھر اس کے اردگرد بڑے حوض بنوائے، جن میں پانی بھر کر حاجیوں اور مسافروں کو پلاتے تھے۔

نذر پوری کرنا

عبدالمطلب نے نذر مانی تھی کہ میرے دس بیٹے ہوجائیں تو ایک بیٹے کو اللہ کے نام پر قربان کر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوں گا۔ جب دس بیٹے ہوگئے تو نذر پوری کرنے کے لیے قرعہ ڈالا تو سب سے پیارے بیٹے عبداللہ (والد نبی ﷺ) کا نام نکلا۔ اب ان کو لے کر ذبح کرنے کے لیے حرم کی طرف چلے۔ اس پر جناب عبداللہ کی بہنیں چلانے لگیں اور آخر کار یہ طے ہوا کہ عبداللہ ایک طرف اور دس اونٹ دوسری طرف کر کے قرعہ ڈالا جائے۔ اس پر قرعہ اندازی کی گئی تو عبداللہ کا قرعہ نکلا، اس پر عبدالمطلب دس، دس اونٹ بڑھا کر قرعہ ڈالتے گئے مگر قرعہ عبداللہ کے نام ہی نکلتا تھا، آخر جب سو اونٹ ہوئے تو قرعہ اونٹوں کے نام نکلا۔ پھر انھوں نے سو اونٹ صفا اور مروہ کے درمیان ذبح کیے، اس عمل کی وجہ سے آپ ﷺ کو ابن الذبیحین کہا جاتا ہے۔ (ایک حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی اور ایک جناب عبداللہ کی قربانی) اس میں خدمتِ خلق کا پہلو یہ ہے کہ لوگوں نے پیٹ بھر کر گوشت کھایا اور اپنی غذائی ضرورت پوری کی۔

جناب عبدالمطلب اخلاق کی تعلیم بھی دیتے رہتے تھے، جیسے لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے سے روکنا، شراب اور زنا سے دور رہنے کی تلقین وغیرہ۔ (شرح المواهب اللدنیہ زرقانی ج ۱ ص ۷۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آبا و اجداد کے رفاہی اور خدمتِ خلق کے کاموں کے یہ چند تذکرے ہیں جو مختصراً بیان کیے گئے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کے قبل النبوۃ رفاہی کارنامے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبل نبوت خدمتِ خلق اور رفاہِ عامہ کے متعدد کارنامے سرانجام دیے ہیں، لیکن سیرت و تاریخ میں اس دور کی بہت ہی کم باتیں مذکور ہیں۔ چنانچہ اس دور کے بارے میں حضرت خدیجہؓ کا ایک اہم اور جامع تبصرہ ایسا موجود ہے کہ جس سے اس دور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاموں کا اندازہ ہوتا ہے، اسے ہم آگے بیان کریں گے۔

کعبۃ اللہ کی تعمیر میں حصہ لینا۔ کعبۃ اللہ کی دیواریں گردشِ زمانہ اور سیلاب اور بارشوں سے زبوں ہوگئیں تو قریش نے اسے دوبارہ تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا۔ تعمیر کے لیے پتھر حرم کے شمالی جانب جبلِ کعبہ سے ڈھو کر لاتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پتھر ڈھونے والوں کے ساتھ پتھر کندھے پر اٹھا کر لاتے تھے۔ اس طرح آپ ﷺ نے تعمیرِ کعبہ میں حصہ لیا۔ کعبۃ اللہ مسلمانوں کو تفرقے اور علیحدگی سے بچا کر ایک مرکز پر جمع کرنے کا کارنامہ سرانجام دیتا ہے۔ (زرقانی ج ۱ ص ۲۰۳)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ کے خاندان بلکہ مکہ مکرمہ کے تمام باشندوں کا بڑا ذریعۂ معاش تجارت تھا جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے، کہ یہ لوگ قافلوں کی صورت میں شمال و جنوب کا تجارتی سفر کرتے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے قبلِ نبوت شمال کی طرف متعدد تجارتی سفر کیے۔ ان سفروں میں آپؐ کی امانت و دیانت نمایاں ہو کر لوگوں کے سامنے آئی۔ پھر روزمرہ کی عام زندگی میں آپؐ کی عفت و پاک دامنی، نیکی و نیک نامی، شرافت و نجابت، شرم و حیا، طہارت و پاکیزگی، اخلاق و کردار اور حق جوئی و حق گوئی ہر ایک کے سامنے تھی۔ لہٰذا آپ ﷺ صادق اور امین کے لقب سے مشہور ہوگئے۔ نبوت سے پہلے آپؐ کی صداقت و امانت پر ایک واقعہ پیش کیا جاتا ہے۔ یہ واقعہ انسانوں کے ساتھ حسن خلق و حسنِ معاملہ کا نمونہ ہے۔

عبداللہ بن ابی الحمساءؓ سے روایت ہے کہ میں نے بعثت سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک کاروباری معاملہ کیا، میرے ذمے اس کی کچھ ادائیگی باقی تھی، میں نے عرض کیا کہ میں ابھی لے کر آتا ہوں، اتفاق سے گھر جانے کے بعد اپنا وعدہ بھول گیا تین روز کے بعد یاد آیا کہ میں آپؐ سے واپسی کا وعدہ کرکے آیا تھا، یاد آتے ہی فوراً وعدہ گاہ پر پہنچا تو آپ کو منتظر پایا۔ آپ ﷺ نے صرف اتنا فرمایا کہ تم نے مجھے زحمت دی، میں تین روز سے تمھارا انتظار کر رہا ہوں۔ (ابوداؤد ج ۲ ص ۳۲۷)

عبداللہ بن سائب کہتے ہیں کہ میں زمانۂ جاہلیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شریکِ تجارت تھا۔ جب مدینہ منورہ حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ کو پہچانتے ہو؟ میں نے کہا کیوں نہیں، آپؐ تو میرے شریکِ تجارت تھے اور کیا ہی اچھے شریک، نہ کسی بات کو ٹالتے اور نہ ہی کسی بات پر جھگڑتے تھے۔ (ابن حجر الاصابہ ترجمہ عبداللہ بن سائب)

قوم کو خونریزی سے بچانا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک ۳۵ سال کے لگ بھگ تھی کہ اس دوران قریش نے کعبۃ اللہ کی تعمیرِ نو کا فیصلہ کیا۔ کعبۃ اللہ کی عمارت بنانے میں تو سب شامل تھے، مگر جب حجرِ اسود نصب کرنے کا وقت آیا تو ان میں سخت اختلاف ہوگیا، کیونکہ ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ یہ کام اس کے ہاتھوں سرانجام پائے، چار دن تک برابر یہی جھگڑا چلتا رہا اور قریب تھا کہ تلواریں کھینچ لی جائیں اور خونریزی شروع ہوجائے۔ آخر ابوامیہ بن مغیرہ نے جو قریش میں سب سے بڑی عمر کا تھا، یہ رائے دی کہ کسی کو حکم بنا کر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے فیصلے پر عمل کریں چنانچہ اس رائے کو مانا گیا اور طے ہوا کہ اب جو شخص حرم میں سب سے پہلے آئے گا وہی سب کا حکم سمجھا جائے گا۔ یہ بات طے ہوئی تھی کہ آنحضرت ﷺ تشریف لے آئے، آپؐ کو دیکھتے ہی سب نے کہا کہ هٰذا الامین رضیناہ 'امین آ گیا، ہم اس کے فیصلے پر رضامند ہیں"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دانائی اور معاملہ فہمی سے ایسی تدبیر کی کہ سب خوش ہوگئے۔ آپ ﷺ نے ایک چادر بچھائی اور اس پر حجرِ اسود اپنے ہاتھ سے رکھا پھر ہر ایک قبیلے کے سردار کو کہا کہ سب سردار چادر کو پکڑ کر اٹھائیں، اس طرح اس پتھر کو وہاں تک لے گئے جہاں اسے نصب کرنا تھا، آپ ﷺ نے پھر اسے اٹھا کر اس کی اپنی جگہ یعنی کعبۃ اللہ کے کونے اور طواف کی جگہ پر لگا دیا۔ (زرقانی ج ا ص ۲۰۳)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مختصر اور بہترین تدبیر سے ایک خوف ناک جنگ کا انسداد کر دیا، ورنہ اس وقت کے اہلِ عرب میں ریوڑ کے پانی پلانے، گھوڑوں کے دوڑانے، اشعار کہنے اور ایک قوم کو دوسری قوم سے اچھا بتانے جیسی ذرا ذرا سی باتوں پر ایسی جنگ ہوتی تھی کہ بیسیوں برس ختم ہونے کو نہ آتی تھی۔ (الرحیق المختوم صفی الرحمٰن مبارک پوری)

حِلف الفضول میں شرکت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک جب بیس سال کے لگ بھگ تھی تو ایک اہم معاہدے کی تجدید ہوئی، اس معاہدے کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ عرب ممالک کی عام بدامنی، راستوں کے خطرناک ہونے، مسافروں کے لٹنے اور غریبوں پر زبردستوں کے ظلم نے چند باشعور اور دردمند لوگوں کو مجبور کیا کہ وہ اس کا تدارک کریں، چنانچہ ایسا جذبہ رکھنے والے کچھ لوگ جمع ہوئے ان میں چند لوگ فضل بن فضالہ، فضل بن وداعہ اور فضل بن حارث نام کے تھے، انھوں نے ایک معاہدہ مرتب کیا، جو اُن کے نام پر حلف الفضول کے نام سے مشہور ہوا۔ (الروض الانف، للسہیلی)

حرب فجار جو واقعۂ فیل کے بعد بڑا واقعہ ہے، جس میں بہت خونریزی ہوئی تھی، اس کے نتیجے میں حجاز میں بڑی بدامنی ہوگئی تھی۔ چنانچہ زبیر بن المطلب کی تحریک پر اور بقول سلیمان منصور پوری آپ ﷺ کی تحریک پر بنو ہاشم اور بنو تمیم دونوں عبداللہ بن جدعان کے گھر جمع ہوئے اور حلف الفضول کی تجدید کی، اس معاہدے میں چار اہم شقیں تھیں اور ہر ممبر اس کا اقرار کرتا تھا۔ (ا) ہم ملک سے بدامنی دور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کریں گے۔ (۲) مسافروں کی حفاظت کیا کریں گے۔ (۳) غریبوں کی امداد کرتے رہا کریں گے۔ (۴) اور ہم زبردست کو زیردست پر ظلم کرنے سے روکیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس معاہدے میں شریک تھے اس کے نتیجے میں پھر کسی قدر امن قائم ہو گیا۔ آپ ﷺ اس معاہدے کا ذکر کر کے فرماتے تھے کہ اس معاہدے کے مقابلے میں مجھے سرخ اونٹ بھی دیے جاتے تو ہرگز پسند نہ کرتا اور اگر زمانہ اسلام میں بھی اس قسم کے معاہدے کی طرف بلایا جاؤں تو اس کی شرکت کو ضرور قبول کروں گا۔ (الروض الانف)

قبلِ نبوت کارناموں پر جامع تبصرہ:

نبوت سے قبل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ خلق کے اہم کارنامے تفصیل سے تو نہیں ملتے، البتہ ایک روایت جو امام بخاری اور مسلمؒ اور بعض دیگر محدثین نے حضرت خدیجہؓ کی زبانی بیان کی ہے، وہ روایت آپؐ کی حیاتِ مبارکہ کے اس پہلو سے پردہ اٹھاتی ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ نزولِ وحی سے پہلے آپ ﷺ کس قسم کے کارنامے سرانجام دیتے تھے۔ حضرت خدیجہؓ نے فرمایا:

كَلَّا، وَاللهِ لَا يُخْزِيْكَ اللهُ أَبَدًا، إِنَّكَ تَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ، وَتُكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ. (صحیح البخاری بدء الوحی)

”ہرگز نہیں، آپؐ اطمینان رکھیں۔ اللہ کی قسم، اللہ تعالیٰ آپؐ کو کبھی گزند نہیں پہنچنے دے گا، آپؐ تو صلۂ رحمی (اور رشتہ داروں کے حقوق ادا) کرتے ہیں، بے سہارا لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، ناداروں کو کما کر دیتے ہیں، مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق کی راہ میں آنے والی باتوں میں مدد کرتے ہیں“۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ جیسی زیرک، دانا، جہان دیدہ اور تجربہ کار خاتون نے یہ باتیں نہ تو بے بنیاد کہی ہیں اور نہ ہی جھوٹ موٹ کہی ہیں، بلکہ یہ ان کے چشم دیدہ اور آزمودہ واقعات وصفات ہیں جو آپؐ میں موجود تھیں۔ اس سے اندازہ کیجیے کہ آپ ﷺ اس دور میں خدمتِ خلق کا یہ عظیم کام کس وسعت سے سرانجام دیتے تھے۔ کیا آج کے دور کا بڑے سے بڑا انسان اس قسم کے ہمہ جہت کام بنفسِ نفیس خود سرانجام دیتا ہے یا دے سکتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعثت کے بعد کے رفاہی کارنامے:

آپ ﷺ کی بعثت کے مقاصد

دنیا کے بہترین مصلحین کے جو کارنامے گنوائے جاتے ہیں، اُن میں سرِ فہرست انسانوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنا، انھیں گندی اور خراب عادات واطوار سے نکالنا اور اخلاقِ حسنہ کا پیکر اور اچھا شہری بنانا ہے۔

قرآنِ مجید نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے جو چار اہم مقاصد بیان کیے ہیں ان میں یہ کارنامے شامل ہیں۔ ان مقاصد کے حصول و تکمیل کے لیے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے آج سے تقریباً چار ہزار سال قبل اللہ تعالیٰ سے آپ کو مانگا تھا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ○ (البقرة ۲:۱۲۹)

''اے رب، اِن لوگوں میں تُو انھی کی قوم سے ایک رسول اٹھائیو، جو اِنھیں تیری آیات سنائے، اِن کو کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور اِن کی زندگیاں سنوار دے، تو بڑا ہی مقتدر اور حکیم ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کو شرفِ قبولیت بخشا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت اس کا اعلان فرمایا اور آپ ﷺ کی بعثت کو بلاواسطہ عربوں پر اور بالواسطہ تمام انسانوں پر ایک عظیم احسان قرار دیا اور اس کی قدر شناسی کی تاکید کی۔ اور آپؐ کی نبوت و رسالت اور آپ ﷺ کی بعثت کے مقاصد کے قیامت تک باقی رہنے کا اعلان کیا۔ فرمایا

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ ○ (الجمعة ۶۲:۲)

''وہی ہے جس نے امیوں کے اندر ایک رسول خود انھی میں سے اٹھایا جو انھیں اس کی آیات سناتا ہے ان کی زندگی سنوارتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے''۔

ان آیتوں میں چار مقاصد نمایاں طور پر بیان کیے گئے ہیں۔ تلاوتِ آیات، تعلیمِ کتاب، تعلیم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکمت اور تزکیہ۔ ان مقاصد کا تفصیلی بیان اور شرح تفسیروں میں مذکور ہے البتہ تزکیے کے بارے میں ایک مختصر سا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ اس کا مادہ ز ک ی ہے اسی سے کلمۂ زکوٰۃ نکلا ہے، اور اسی سے تزکیہ بنا ہے اس کے لفظی معنی میں کسی چیز کو خرابی، گندگی اور نقص سے صاف کرنا، پھر اس میں خوبیاں اور اچھائیاں بھرنا (المفردات والجمعہ اصفہانی)۔ اس معنی کا لحاظ کرتے ہوئے اس کا مفہوم ہے اخلاق و عادات، معاشرت و معیشت، رسوم و رواجات اور تمدن و سیاست کی جو خرابیاں ہیں انھیں ان میں سے نکالنا، انھیں پاک کرنا پھر ان میں ان باتوں کی اچھائیاں اور خوبیاں بھرنا اور انھیں سنوارنا، جلا دینا، پروان چڑھانا اور اُن کی تکمیل کرنا۔

یہ وہ عظیم مقاصد اور اہم مشن ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے لیے لے کر آئے، پھر اس کی تکمیل کے لیے آپ ﷺ نے دن رات کام کیا اور آخر کار کامیاب ہوئے۔ ہزاروں، لاکھوں لوگوں کی زندگیاں آپ ﷺ نے خود سنواریں اور ان کو کامل ترین انسان، معاشرے کا بہترین فرد اور دوسرے انسانوں کا رہنما و رہبر کیا۔ بعد میں اس کام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکاروں اور عقیدت مندوں نے آگے بڑھایا۔ اس طرح ان چاروں مقاصد کی دنیا میں تکمیل ہوئی۔ (تفہیم القرآن ج ۱ص ۵۰)

آپ ﷺ کی مخلوق سے خیر خواہی و محبت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں کے خیر خواہ اور بہی خواہ تھے، اُن کی بھلائی و بہتری کے لیے فکر کرنے والے، اُن پر رحم کھانے والے اور شفقت کرنے والے تھے، جو کام اور جو بات انسانوں کی دنیا و آخرت کے لیے نقصان دہ اور ضرر رساں ہے اس سے آپؐ کو سخت تکلیف پہنچتی تھی، اللہ تعالیٰ نے اس کیفیت کو اس طرح بیان کیا ہے:

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۝ (التوبۃ۹:۱۲۸)

”دیکھو تم لوگوں کے پاس ایک رسول آیا ہے جو خود تم ہی میں سے ہے، تمھارا نقصان میں پڑنا اس پر شاق گزرتا ہے، تمہاری فلاح کا وہ حریص ہے، ایمان لانے والوں کے لیے وہ شفیق اور رحیم ہے“۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر وقت اپنی اُمّت کا خیال رہتا تھا، اس کی دنیوی اور اُخروی فلاح کے لیے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فکرمند رہتے تھے۔ اُن کی ہر قسم کی خرابیوں سے آپ کو تکلیف ہوتی تھی اور ان پر کڑھتے رہتے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنی تعلیم و تربیت، اپنے اُسوۂ حسنہ، اپنے ارشادات و فرمودات اور اپنے اوامر و نواہی سے کوشش کی کہ آپؐ کی امت تمام اخلاقی خرابیوں اور عیوب سے پاک رہے اور اخلاقی خوبیوں سے مزین ہو۔

بے غرض خدمت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی اور انسانوں کی جتنی بھی خدمت کی، اصلاح و تبلیغ کا کام کیا، اُن کی تعلیم و تربیت کی اور اُن کی روحانی و اخلاقی تربیت کی، اس سے آپ ﷺ کی کوئی دنیاوی غرض وابستہ نہیں تھی۔ آپؐ نے کسی سے کبھی کوئی معاوضہ طلب نہیں کیا، کسی پر کوئی احسان نہیں جتایا، کسی کو کوئی ذہنی تکلیف نہیں دی اور اس کی تشہیر نہیں کی، یہ تمام کام محض اللہ کی رضا جوئی اور اپنے فرائض کی ادائیگی کے لیے تھا۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَمَا تَسْئَلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ (یوسف ۱۲:۱۰۴)

"حالانکہ تم اس خدمت پر ان سے کوئی اجر بھی نہیں مانگتے ہو یہ تو نصیحت ہے جو دنیا والوں کے لیے عام ہے"۔

یہی وہ اہم فرق ہے جو رفاہی کام آخرت سے کٹ کر، اس کا تصور و عقیدہ درمیان سے نکال کر کیے جاتے ہیں ان میں وہ خیر و برکت اور پذیرائی نہیں ہوتی، اور نہ ہی اس کام کا آخرت میں کوئی ثمرہ سامنے آئے گا۔ بس چند دن کی واہ واہ ہو جاتی ہے۔ ایسے کام کو دوام و تسلسل نصیب نہیں ہوتا، اسلام کا یہی اصول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں نیک عمل اس وقت قبول ہوگا جب اس کے ساتھ ایمان و ایقان کی دولت ہو اور بے غرضی اور اخلاص کے ساتھ ہو۔

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پوری دنیا کی تمام مخلوقات کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ رحمت کا فیضان ہر دور اور ہر زمان و مکان کے لیے عام ہے۔ آپؐ کی رحمت سے بالواسطہ اور بلاواسطہ ہر ذی نفس کو کسی نہ کسی طرح حصہ ملا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ (الانبیاء ۲۱:۱۰۷)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ہم نے آپ کو جہانوں کے لیے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی تمام مخلوقات کے لیے بالعموم اور انسانوں کے لیے بالخصوص رحمت بن کر آئے ہیں۔ آپؐ تمام مظلوم و مقہور انسانوں، غلاموں، خادموں، نوکروں، مزدوروں، عورتوں، بچوں، بوڑھوں، کمزوروں اور بیماروں کے لیے رحمت بن کر آئے اور انھیں ظلم و زیادتی، مصیبت ونکبت سے نجات دلائی۔ ان کے معاشرتی، معاشی، سماجی وسیاسی حقوق بحال کیے۔ دنیا سے ہر قسم کی عصبیت وقومیت ختم کر کے اسلام میں داخل ہونے والوں کو ایک امت اور بھائی بھائی بنایا، عورتوں کو ہر قسم کے استحصال سے، چاہے وہ مالی ہو یا اخلاقی، یا معاشرتی ہو یا سیاسی سے نجات دلائی، اب اگر کوئی خود ہی اس رحمت سے منہ موڑے تو یہ اُس کی اپنی بدقسمتی ہے۔ آپ ﷺ کی رحمت تو عام ہے اور عام رہے گی۔

مظلوم کو حق دلانا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعوتِ عام کی ابتدا کی اور کھلم کھلا لوگوں کو اسلام کی طرف بلانے لگے۔ اور آپ ﷺ دعوتِ دین کے کام کے ساتھ مظلوموں کی دادرسی اور حق رسانی کا فریضہ بھی سرانجام دیتے رہے۔ اس سلسلے کے دو واقعات پیش کیے جاتے ہیں۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ ایک دفعہ اراش قبیلے کا ایک شخص فروخت کے لیے کچھ اونٹ لے کر مکے آیا، ابوجہل نے اس کے اُونٹ خرید لیے اور جب اُس نے قیمت طلب کی تو ٹال مٹول کرنے لگا۔ اراشی نے تنگ آ کر ایک روز حرمِ کعبہ میں قریش کے سرداروں کو جا پکڑا اور مجمعِ عام میں فریاد شروع کر دی۔ دوسری طرف حرم کے ایک گوشے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے، قریشی سرداروں نے اس شخص سے کہا کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے، دیکھو وہ صاحب جو اُس کونے میں بیٹھے ہیں، اُن سے جا کر کہو وہ تم کو تمھارا حق دلا دیں گے۔ چنانچہ اراشی نبی ﷺ کی طرف چلا اور قریش کے سرداروں نے کہا کہ آج لطف آئے گا۔ اراشی نے جا کر آپ ﷺ سے اپنی شکایت بیان کی۔ آپؐ اسی وقت اُٹھ کھڑے ہوئے اور اسے ساتھ لے کر ابوجہل کے مکان کی طرف روانہ ہو گئے۔ سرداروں نے ایک آدمی پیچھے لگا دیا کہ جو کچھ گزرے اس کی خبر لا کر دے۔ نبی ﷺ سیدھے ابوجہل کے دروازے پر پہنچے اور کنڈی کھٹکھٹائی۔ اُس نے پوچھا کون؟ آپ نے جواب دیا محمد، وہ حیران ہو کر باہر نکل آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے کہا ''اس شخص کا حق ادا کرو'' وہ سیدھا اندر گیا اور اُس کے اونٹوں کی قیمت لا کر اُس کے ہاتھ میں دے دی۔ قریش کا مخبر یہ حال دیکھ کر حرم کی طرف دوڑا اور سرداروں کو سارا ماجرا سنا دیا اور کہنے لگا کہ واللہ! آج وہ عجیب معاملہ دیکھا ہے جو کبھی نہیں دیکھا تھا، حکم بن ہشام (ابوجہل) جب نکلا تو محمد ﷺ کو دیکھتے ہی اُس کا رنگ فق ہو گیا، اور جب آپؐ نے اُس سے کہا کہ اس کا حق ادا کرو تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ جیسے اُس کے جسم میں جان نہیں ہے۔ (سیرت ابن ہشام ج ۲: ۱۳۳)

ایک اور واقعہ ہے۔ ابوجہل ایک یتیم کا سرپرست تھا، وہ بچہ ایک دن اُس کے پاس اس حالت میں آیا کہ اُس کے بدن پر کپڑے تک نہ تھے اور اس نے التجا کی کہ اُس کے باپ کے چھوڑے ہوئے مال میں سے کچھ دے دے۔ مگر اس ظالم نے اُس کی طرف توجہ تک نہیں کی اور وہ مایوس ہو کر پلٹ گیا، قریش کے سرداروں نے ازراہِ شرارت اس سے کہا کہ محمد ﷺ کے پاس جا کر شکایت کرو، وہ ابوجہل سے سفارش کر کے تجھے تیرا مال دلا دیں گے، بچہ بے چارہ ناواقف تھا کہ ابوجہل کا حضور ﷺ سے کیا تعلق ہے، اور یہ بدبخت کس غرض سے اسے مشورہ دے رہے ہیں۔ وہ سیدھا حضورؐ کے پاس پہنچا اور آپؐ سے اپنا حال بیان کیا۔ آپ ﷺ اُسی وقت کھڑے ہوئے اور اسے ساتھ لے کر اپنے بدترین دشمن ابوجہل کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ کو دیکھ کر اُس نے آپ کا استقبال کیا اور جب آپؐ نے فرمایا کہ اس بچے کا حق دے دو، تو وہ فوراً مان گیا اور اُس کا مال لا کر دے دیا۔ قریش کے سردار کسی مزیدار جھڑپ کی امید کر رہے تھے، مگر جب انھوں نے یہ معاملہ دیکھا تو حیران ہو کر ابوجہل کو طعنہ دیا کہ تم بھی اپنا دین چھوڑ گئے ہو؟ اس نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں نے اپنا دین نہیں چھوڑا، مگر مجھے ایسا محسوس ہوا کہ محمد ﷺ کے دائیں بائیں ایک، ایک نیزہ، ہے جو میرے اندر گھس جائے گا اگر میں نے ذرا بھی اُن کی مرضی کے خلاف حرکت کی۔ (سیرت سرورِ عالمؐ۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی، ج ۱، ۵۰۸)

ہجرت کے بعد رفاہی کام:

مسجد قبا کی تعمیر

نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ کی نواحی بستی قبا میں ۱۲ ربیع الاول ۱۳ نبوی کو پہنچے، یہاں آپ ﷺ نے چند روز قیام کیا اور ایک مسجد کی بنیاد رکھی جسے مسجد قبا یا مسجدِ تقویٰ کہا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاتا ہے۔ نبی ﷺ نے اس مسجد کی بنیاد رکھنے اور تعمیر میں بنفسِ نفیس حصہ لیا۔ سب سے پہلے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے ایک پتھر لاکر قبلہ رُخ رکھا، آپؐ کے بعد ابوبکرؓ نے اور ابوبکرؓ کے بعد عمرؓ نے ایک ایک پتھر رکھا، اُس کے بعد دیگر حضرات صحابہؓ نے پتھر لا کر رکھنا شروع کیے اور تعمیر کا سلسلہ جاری ہوگیا۔ صحابۂ کرامؓ کے ساتھ آپ ﷺ بھی بھاری پتھر اُٹھا کر لاتے اور بسا اوقات پتھر تھامنے کی غرض سے شکمِ مبارک سے لگا لیتے۔ صحابۂ کرامؓ عرض کرتے یارسول اللہ آپؐ رہنے دیں، ہم اُٹھالیں گے تو آپؐ قبول نہ فرماتے۔ (سیرت المصطفیٰ۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی)

مسجدِ نبوی کی تعمیر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب قُبا کی بستی سے مدینہ منورہ کے مرکزی مقام میں تشریف لائے اور آپ ﷺ کی اُونٹنی اللہ کے حکم سے موجودہ مسجدِ نبوی کی جگہ بیٹھ گئی تو آپؐ نے اس جگہ قیام کا فیصلہ کیا۔ یہاں کھجوروں کا کھلیان اور مشرکین کی چند قبریں تھیں۔ یہ جگہ سہل اور سُہیل نامی دو یتیم لڑکوں کی تھی۔ یہ لڑکے حضرت اسعد بن زُرارہؓ کی کفالت میں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بلاکر یہ زمین فروخت کرنے کا فرمایا۔ ان لڑکوں نے عرض کی کہ ہم اس کی قیمت اللہ تعالیٰ سے ہی لیں گے اور آپؐ کی خدمت میں بطورِ ہبہ بلا قیمت پیش کرتے ہیں، لیکن آپ ﷺ نے ہدیہ قبول کرنے سے انکار کردیا اور اس کی قیمت دے کر مسجد کی تعمیر شروع کرائی۔ یہ قیمت حضرت ابوبکرؓ نے ادا کی تھی۔ (بخاری ب دعاء النبی)

مسجد بنانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بذاتِ خود صحابۂ کرامؓ کے ساتھ شریک رہتے تھے۔ آپؐ کچی اینٹیں اُٹھا اُٹھا کر لا رہے تھے اور یہ شعر پڑھتے جارہے تھے

اَللّٰهُمَّ لَا خَيْرَ اِلَّا خَيْرَ الْاٰخِرَةِ
فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةِ
هٰذَا الْحِمَالُ لَاحِمَالَ خَيْبَرِ
هٰذَا اَبَرُّ رَبَّنَا وَاَطْهَرُ

"یا اللہ آخرت کی خیر کے سوا کوئی خیر نہیں، پس انصار اور مہاجرین کو بخش، یہ بوجھ اُٹھانا (آخرت کے لیے ہے) یہ خیبر کا بوجھ اُٹھانا نہیں ہے، اے ہمارے رب یہ بوجھ اُٹھانا بہت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑی نیکی کا کام ہے اور بہت پاکیزہ عمل ہے"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم مرتبہ اور مقام دیکھیے کہ سرورِ دو جہاںؐ اور نبی الاولین والآخرینؐ ہوتے ہوئے تمام صحابہ کے ساتھ اینٹیں اٹھا رہے ہیں، تعمیر کے کام میں ہاتھ بٹا رہے ہیں اور اصحابِ کرامؓ کو آخرت کا دائمی اجر و ثواب یاد دلا رہے ہیں اور مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کے لیے اجتماعی مرکز بنا رہے ہیں۔ (بخاری کتاب المناقب)

مؤاخات

نبی اکرم ﷺ کے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد آپ ﷺ نے سب سے پہلے مسجد قبا اور مسجدِ نبوی کی بنیاد رکھی اور ابتدائی تعمیرات کیں۔ اس کے بعد سب سے اہم مسئلہ سیکڑوں ہزاروں مہاجروں کی آمد کا تھا۔ یہ لوگ اکثر خالی ہاتھ، بے سروسامانی کے عالم میں صرف اپنا جسم و جان سلامت لے کر آئے تھے۔ اکثر کے گھر بار، بال بچے اور بیویاں بھی اپنے علاقوں اور بستیوں میں رہ گئی تھیں یا کفار نے چھین لی تھیں۔

دوسری طرف اسلامی حکومت ابھی مستحکم نہیں ہوئی تھی اور بیت المال کا باقاعدہ سلسلہ شروع نہیں ہوا تھا، لہٰذا حکومت کی مالی حالت اچھی نہیں تھی۔ ایسے حالات میں اتنے بے سروسامان لوگوں کا مدینہ کی چھوٹی سی بستی میں آ جانا مسلمانوں اور حکومت کے لیے گھمبیر مسئلہ تھا۔

آپؐ نے اسے مؤاخات کے ذریعے حل کیا۔ مؤاخات کا کلمہ اَخ (بھائی) سے نکلا ہے۔ مؤاخات کے معنی ایک دوسرے کو باہمی بھائی بنانا۔

لہٰذا آپؐ نے سب سے پہلے مہاجرین پر توجہ فرمائی، کیونکہ ان کی رہائش، خورد و نوش اور ان کی ضروریاتِ زندگی اور خودداری کی حفاظت کے لیے کسی مستقل انتظام کی ضرورت تھی۔ اسی لیے آپ ﷺ نے انصار کو حضرت انس بن مالکؓ کے گھر جمع کیا (اس وقت مہاجرین کی تعداد ۴۵ تھی) اور فرمایا: ہر شخص ایک مہاجر خاندان کو لے لے، دونوں مل کر کام کریں اور کمائی مل کر کھائیں۔ انصار نے ایثار کیا۔ قرآن مجید (سورۃ الحشر ۹:۹) میں ان کی تعریف یونہی نہیں فرمائی گئی۔ انھوں نے کہا: یارسول اللہ! ہماری آدھی زمینیں مہاجرین کو مستقل طور پر دے دیجیے، لیکن خوددار مہاجرین نے یہ قبول نہ کیا اور کہا: غیر مزروعہ زمینیں انھیں تقاوی پر دے دیں اور پیداوار کا ایک بڑا حصہ بطور اجرت لے لیا کریں (البخاری

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۲۳)۔ انھوں نے ایک مہاجر کو ایک انصاری کے بھائی بنائے جانے (مؤاخات) کے فرمانِ نبوی کو انتہائی خوشدلی سے قبول کیا اور اس طرح سیکڑوں بے روزگاروں کا مسئلہ ایک دن میں حل ہو گیا۔ اس مؤاخات میں کافی عرصے تک باہمی وراثت بھی چلتی رہی۔ پھر اس کو وحی (سورۃ الانفال ۸:۲۶) سے منسوخ کر دیا گیا۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے الصحیح البخاری کتاب مناقب الانصار)

کشادہ دلی، خودداری اور عمدہ ایثار کی ایک مثال حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی ہے کہ اپنے بھائی کو اپنے گھر لا کر کہا:

''یہ میری جائیداد ہے، میں اس کا نصف تمھیں دیتا ہوں۔ یہ میری دو بیویاں ہیں، ان میں سے جسے تم چاہو چُن لو، میں طلاق دیتا ہوں، عدت کے بعد نکاح کر لینا''۔

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے جواب دیا: ''اللہ تمھیں تمہارے مال و عیال میں برکت دے۔ مجھے ان کی ضرورت نہیں۔ مجھے تو صرف بازار کا راستہ دکھا دو''۔ انھوں نے بازار میں کام شروع کیا اور چند ہی دن میں اللہ تعالیٰ نے ان کو خوشحالی عطا فرما دی۔ (البخاری الجامع الصحیح)

جنگِ بدر سے پہلے تو مؤاخاتی بھائیوں نے ان کے انصار بھائیوں کے ترکہ میں سے بھی حصہ ملتا رہا۔ اس سے ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ انصاری حضرات اسلامی رنگ میں رنگ گئے۔ بعض انصار نے اپنے باغوں میں ایک ایک درخت آنحضرت ﷺ کے لیے مختص کر دیا اور موسم میں اس کا پھل آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کرنے لگے۔ (مسلم کتاب الجہاد)

اس طرح ایک پر بار نہ پڑا (ان درختوں کو آپ ﷺ نے بنو قریظہ اور بنو نضیر کے جلا وطن ہونے کے بعد ان کے مالکان کو واپس کر دیا)۔

آنحضرت ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ جب کھانا کھاتے تو آٹھ دس حاضرین کو بھی اس میں شریک فرما لیتے۔

آپ ﷺ نے کچھ بکریاں اور اونٹنیاں خریدیں، جن کا دودھ کنبے میں خرچ ہونے لگا۔

مؤاخات کے ذریعہ آپ ﷺ نے نوزائیدہ اسلامی حکومت میں آمدہ مہاجرین کا معاشی، معاشرتی اور سیاسی مسئلہ حل کر دیا۔ یہ دنیا میں پہلی واحد مثال ہے جو آپ نے مؤاخات سے قائم کی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میثاقِ مدینہ

میثاق کا کلمہ 'وثق'، سے نکلا ہے جس کے معنی مضبوط باندھنے اور مضبوط کرنے کے ہیں۔ میثاق ایسے معاہدے کو کہا جاتا ہے جو دو گروہوں، دو حکومتوں یا زیادہ کے درمیان کیا جائے۔ بعض نے اسے سیاسی معاہدوں میں سے شمار کیا ہے۔ چنانچہ میثاقِ مدینہ، مدینے کے مختلف النسل قوموں، گروہوں اور مذہب کے پیروکاروں کے درمیان ہوا تھا۔

یہ دنیا کا پہلا معاہدہ اور دستور تھا جس کو لوگوں کے درمیان رواداری، برابری، ایک دوسرے کی سلامتی اور امن و عافیت کے لیے کیا گیا۔ یہ تحریری طور پر بڑی تفصیل سے لکھا گیا تھا۔ اسلام میں اس معاہدے کی بڑی اہمیت ہے۔ اس کی دفعات تین درجن سے زیادہ تھیں۔ ان میں تفصیل سے مدینے کے دفاع، قوموں کے حقوق و فرائض اور ذمہ داریوں کے بارے میں بتایا۔

مہاجرین و انصار کی مؤاخات کے بعد شہر کی بقیہ آبادی کی تنظیم پر توجہ دی گئی۔ حضرت انسؓ بن مالک راوی ہیں کہ ان کے والد کے مکان میں سارے مسلم و غیر مسلم قبائل کے نمائندوں کا اجتماع ہوا اور آنحضرتﷺ کی تجویز پر سب متفق ہو گئے کہ بیرونی حملوں کے دفاع اور اندرونی جھگڑوں کے تصفیے وغیرہ کے لیے شہر میں ایک تنظیم عمل میں لائی جائے اور ایک شخص کو بطور حاکمِ اعلیٰ متعین کیا جائے۔

حقوق و فرائض تحریری طور پر مرتب کیے گئے۔ یہ دستاویز جو کسی مملکت کے لیے تحریری طور پر مدون کیے ہوئے دستور کی دنیا میں پہلی مثال ہے اور اجتماعی معاہدہ سے متعلق ہے، ہم تک ابنِ ہشام اور ابو عبید وغیرہ کی روایت سے کاملاً پہنچی ہے (تفصیل کے لیے دیکھیے ابنِ ہشام: السیرۃ النبویہ ۲/۱۴۱۔۱۴۳، محمد حمید اللہ)

The first written constitution in the World

یہ دستاویز آنحضرتﷺ کی تلوار کی میان میں ہمیشہ بندھی رہتی تھی۔ اس میثاقِ باہمی کی رو سے آنحضرتﷺ کو، جو مسلمانوں کے تو آقا اور سردار تھے ہی، اب غیر مسلموں نے بھی اس حیثیت سے آپؐ کو تسلیم کر لیا۔

درحقیقت یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیاسی فتح تھی جو آگے چل کر مدینہ منورہ میں عظیم سیاسی اور عسکری نتائج پر منتج ہوئی۔

اس کے علاوہ میثاقِ مدینہ کی دفعات رواداری، مذہبی آزادی اور حسنِ تعا۔۔ مبنی تھیں، اس لیے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہودیوں اور دیگر غیر مسلموں کے پاس بے اعتباری کی کوئی وجہ نہ تھی۔ اس معاہدے کی دفعات سے اندازہ کیجیے کہ اسلام کس طرح لوگوں کے امن و عافیت اور سلامتی کا بندوبست کرتا ہے۔

مدینہ منورہ میں مردم شماری

الصحیح للبخاری (کتاب ۵۶ باب ۱۸۱ حدیث ۱ [۲۶۳:۲]) وغیرہ نے روایت کی ہے کہ ایک دن آنحضرت ﷺ نے حکم دیا میرے سارے کلمہ گو (مَنْ یَّلْفَظُ بِالْاِسْلَامِ) کے نام لکھو۔ اس طرح پندرہ سو نام درج ہوئے۔ چونکہ مؤاخات میں ۱۸۶ مکی خاندانوں کو اتنے ہی مدنی خاندانوں میں ضم کیا گیا تھا اور ہر خاندان میں بیوی بچوں کا اوسط چار ہی رکھا جائے تو پندرہ سو تعداد ہو جاتی ہے۔ اس لیے یہ گمان ہوتا ہے کہ یہ مردم شماری بھی انہی ابتدائی تنظیمات کے زمانے، یعنی تقریباً پہلی ہجری میں ہوئی۔

میثاقِ مدینہ کی طرز پر چھوٹے معاہدے

مسلمانوں کا قریشِ مکہ کے سوا کسی اور سے کوئی جھگڑا نہ تھا۔ اس لیے بیرونی دشمن سے نپٹنے کے لیے اندرونی تنظیم اور استحکام لازمی تھا جو میثاقِ مدینہ کی تکمیل سے ہو گیا تھا۔ اس کے لیے ایک طرف تبلیغِ دین کا سلسلہ جاری ہوا تو دوسری طرف وقتاً فوقتاً نئے احکام نازل ہو کر اسلامی قانون و شریعت بتدریج مکمل کرتے گئے۔ چنانچہ اذان، تحویل قبلہ، روزہ، حج، زکوٰۃ، قانونِ صلح و جنگ، غیر جانبداری، نیز قانون تعزیرات (حدود و ممانعت) اور عام اخلاق و احسان کے احکام اسی دوران نازل ہوئے اور شریعتِ اسلامیہ کا حصہ بنے۔

اب آنحضرت ﷺ کو بیرونی تعلقات میں قریش کی دھمکی اور جارحانہ اقدامات کا مقابلہ کرنا تھا۔ جب شہری مملکت مدینہ کے قیام سے کسی قدر اندرونی استحکام و اطمینان حاصل ہو گیا تو آنحضرت ﷺ نے مدینہ منورہ کے اطراف پر توجہ دی اور وہاں کے قبیلوں کو فوجی طور سے حلیف بنانا شروع کیا، چنانچہ بنو جھینہ اور بنو ضمرہ وغیرہ کے ساتھ ایسے معاہدے ہونے کا پتا چلتا ہے۔

بنو جھینہ مدینہ منورہ کے شمال مغرب میں اور بنو ضمرہ جنوب مغرب میں آباد تھے اور یہ وہ علاقہ ہے جہاں سے قریش کے تجارتی کارواں عراق، شام اور مصر جانے کے لیے گزرا کرتے تھے۔ اس لیے ان سے فوری طور پر معاہدے کیے گئے۔ اس لیے بیرونی تعلقات مضبوط کیے گئے۔ (بخاری کتاب المغازی)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صُفّہ اور اصحابِ صفّہ کی خدمت

مسجدِ نبوی کی بنیاد رکھنے کے ساتھ ہی صُفّہ کی ابتدا ہوگئی، صُفہ چبوترے کو کہتے ہیں جو مسجد نبوی سے متصل شمالی جانب تھا۔ ایسے نئے آنے والے مہاجرین اور طالبِ علم جو دین کی تعلیم حاصل کرنا چاہتے تھے یا مجاہدین جو جہاد کے لیے نکلنے کے انتظار میں رہتے تھے، یہاں آ کر مقیم ہوتے۔ یہ لوگ نہایت غریب، بے سہارا اور بے گھر ہوتے تھے۔ ان کی تعداد میں کمی وبیشی ہوتی رہتی تھی۔ کبھی تو بیس، پچیس اور پچاس ہوتے کبھی سیکڑوں تک ہو جاتے تھے۔ یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں بیٹھ کر دین کی تعلیم وتربیت لیتے اور اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے اور بیچتے یا دوسری مزدوری ملتی تو وہ بھی کر لیتے، بعض اوقات مزدوری نہ ہونے اور کھانے کا بندوبست نہ ہونے کی وجہ سے بھوکے رہتے تھے۔ کوئی صاحبِ خیر کھانا کھلا دیتا تو کھا لیتے ورنہ پانی پر گزارا کرتے تھے۔

ان لوگوں کی پرورش اور ضرریات بقدرِ استطاعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے۔ کبھی ان کو دودھ پیش کرتے، کبھی کھانا دیتے۔ کھانے کی برکت کے سلسلے میں آپ ﷺ کے جو معجزات سیرت کی کتابوں میں بیان ہوئے ہیں، ان میں سے کچھ کا تعلق اصحابِ صفہ سے ہے۔ بہرحال آپ ﷺ کی خدمتِ خلق اور شفقت علی الخلق کی ایک اہم مثال اصحابِ صفہ کی خدمت و پرورش اور ان کی تعلیم وتربیت ہے۔

یہ صفہ واصحابِ صفہ کا طریقہ اور سنت ہے جو دینی مدرسوں اور یتیم خانوں کی شکل میں آج تک موجود ہے اور تا قیامت موجود رہے گا۔

نبی ﷺ اور وقف

عرب میں اللہ کی راہ میں وقف کرنے کا طریقہ رائج نہیں تھا اور نہ ہی عرب اس سے متعارف تھے۔ ملکیت وقف کرنے کی ابتدا آپ ﷺ نے کی، اور مسجدِ نبوی کی زمین آپ نے دو نوجوانوں سہل اور سہیل سے خرید کر مسجد کے لیے وقف کردی۔ عرب میں یہ پہلا وقف ہے۔

مدینہ منورہ میں پینے کے پانی کی قلت تھی۔ پھر جو کنویں تھے ان میں سے اکثر یہودیوں کے تھے۔ ان میں سے قریبی کنواں (بیئر) رومہ تھا۔ یہ کنواں حضرت عثمان غنیؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے سے چار ہزار دینار میں اس کے یہودی مالک سے خریدا اور آپ ﷺ کے فرمانے سے انھوں نے للہ وقف کردیا۔ یہ دوسرا وقف ہے جو مدینہ منورہ میں قائم ہوا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب آیت لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ O نازل ہوئی تو ابوطلحہ انصاریؓ نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اپنا پیارا مال خرچ کرو، میرا پیارا مال یہ باغ ہے۔ یہ اللہ کے لیے صدقہ ہے۔ آپؐ جہاں چاہیں اسے صرف کریں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ نفع بخش مال ہے۔ اس لیے اسے اپنے رشتہ داروں میں صرف کریں۔ انھوں نے کہا کہ یارسول اللہ اسے انھیں دے دیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوطلحہ کے رشتہ داروں، چچا اور بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔

(حوالہ سابق حدیث ۴۱۱۱۔۴۱۰۲)

نبی ﷺ کی حیات طیبہ میں ایک وقت آیا کہ مسجدِ نبوی ﷺ لوگوں کے لیے بہت تنگ ہوگئی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کا کوئی بندہ ہے جو فلاں گھرانے کی زمین کا قطعہ خرید کر مسجد میں شامل کر دے، تو اس کے عوض اللہ تعالیٰ جنت میں اس سے بہتر اس کو عطا فرمائے گا۔ تو حضرت عثمانؓ نے اسے اپنی ذاتی رقم سے خرید کر مسجد میں شامل کر دیا، یہ تیسرا وقف ہے جو آپ ﷺ کی ترغیب سے کیا گیا۔ (صحیح بخاری)

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہؓ سے بعض باغات وقف شخصی اور وقف اجتماعی کرائے۔ یہ سلسلہ آگے چل کر مسلم امہ میں بہت بڑے خیر کا سبب اور رفاہی کاموں کی بنیاد بنا۔

حضرت سلمان فارسیؓ کے لیے باغ لگانا

حضرت سلمان فارسیؓ (م۔۳۵ھ) نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان پر اپنے یہودی آقا سے اپنی آزادی کے لیے مکاتبت (غلامی سے آزادی کا تحریری معاہدہ) کا معاملہ کیا۔ اس میں دو بڑی شرطیں تھیں۔ ایک تین سو کھجوروں کے درخت لگانا اور دوسری چالیس اوقیہ سونا دینا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ اپنے بھائی کے لیے کھجوروں کے درخت لگانے میں مدد کرو۔ چنانچہ ہر ایک نے اپنی بساط کے مطابق اُن کی مدد کی۔ کسی نے دس، کسی نے پندرہ، کسی نے بیس اور کسی نے تیس پودے مہیا کیے۔

حضرت سلمانؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مجھے حکم فرمایا کہ تم درختوں کے لیے گڑھے کھودلو لیکن پودے لگانے سے پہلے مجھے اطلاع کرنا۔ یہ پودے میں اپنے ہاتھ سے لگاؤں گا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں گڑھے کھودنے میں لگ گیا اور دوسرے اصحابؓ نے بھی میرے کام میں ہاتھ بٹایا، آخر ہم نے تین سو گڑھے کھود لیے۔ جن اصحابِ کرامؓ نے کھجوروں کے پودے دینے کے لیے کہا تھا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ بھی لے آئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود باغ میں تشریف لائے اور اپنے ہاتھ سے پودے لگائے۔ وہ قسم کھا کر کہتے ہیں کہ کھجور کا ایک بھی پودا مرجھایا نہیں۔ اس طرح یہودی کی یہ ایک شرط پوری ہوگئی۔ پھر دوسری شرط یعنی چالیس اوقیہ سونے کی بھی آپ ﷺ کے توسط سے پوری ہوگئی۔ اس طرح حضرت سلمانؓ یہودی کی غلامی کے طوق سے آزاد ہوکر ایک آزاد شہری کی حیثیت سے مسلم معاشرے میں شامل ہوگئے۔ (مجموع فتاوی ابن تیمیہؒ)

غزوۂ خندق

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحابِ کرام مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے یثرب آئے تو یہاں بھی کفار نے چین سے بیٹھنے نہیں دیا اور دعوت و تبلیغ کا کام کرنے اور اسلام کو عملاً نافذ کرنے میں رکاوٹیں ڈالیں۔ اسی بنیاد پر غزوۂ بدر اور غزوۂ اُحد اور دیگر درجنوں غزوات وسرایا برپا ہوئے۔

شوال ۵ ہجری میں کفار و مشرکین کی دس ہزار کے قریب تعداد نے مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی تیاری شروع کی۔ چونکہ یہ لوگ مختلف قبیلوں، خطوں اور گروہوں سے تھے اس لیے انھیں احزاب (واحد حزب) یعنی کئی گروہ کہا گیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین و انصار سے مدینے کے دفاع کے لیے مشورہ کیا تو حضرت سلمان فارسیؓ نے عرض کیا کہ اہلِ فارس کا یہ طریقہ رہا ہے کہ جب دشمن کے محاصرے میں آنے کا اندیشہ ہو تو ایک خندق کھود لیتے ہیں، تاکہ دشمن پار کر کے آنہ سکے۔ خندق کا کلمہ فارسی زبان کے لفظ کَندہ سے ماخوذ ہے جس کے معنٰی ہیں کھودنا، جو عربی میں آکر خندق ہوگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ مشورہ پسند آیا اور خندق کھودنے کا حکم دیا۔ چونکہ مسلمانوں کے پاس زیادہ نوکر چاکر اور غلام تو تھے نہیں جن سے کام لیتے۔ لہٰذا مہاجرین اور انصار سب ہی خندق کھودنے کے کام میں مشغول ہوگئے۔ خود سرورِ عالم ﷺ بھی بنفسِ نفیس کھودنے میں شریک تھے۔ یہ سردی کا زمانہ تھا، کھانے پینے کا خاص انتظام نہ تھا۔ تھوڑے سے جو چربی میں پکا کر سامنے رکھ دیے جاتے تھے، سو وہی کھا لیتے تھے جس کا حلق سے اترنا مشکل ہوتا تھا۔

خندق کھودنے کا کام تقسیم کیا گیا تھا اور دس افراد کو چالیس ہاتھ خندق کھودنے کے لیے دی گئی تھی۔ حضرت سلمان فارسیؓ جن کی تجویز پر یہ کام ہو رہا تھا وہ طاقت ور اور مضبوط آدمی تھے۔ ان کے بارے میں انصار کہنے لگے کہ ہمارے ساتھ مل کر کھودیں اور مہاجرین کہنے لگے کہ ہمارے ساتھ مل کر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھودیں اور ہر فریق کہتا تھا کہ سلمان ہم میں سے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سلمان ہمارے اہل میں سے ہے۔ خندق کھودتے وقت ایک ایسی سخت جگہ آئی اور ایسے پتھر آئے کہ کسی سے بھی وہاں کھدائی نہ ہوسکی۔ آنحضرت ﷺ سے عرض کیا گیا، تو آپؐ نے فرمایا میں اندر اترتا ہوں۔ چنانچہ آپؐ نے اتر کر جو کدال ماری تو وہ سخت حصہ ریت کا ڈھیر بن کر رہ گیا۔ اس وقت آپ ﷺ کے شکم مبارک پر پتھر بندھا ہوا تھا اور تین روز سے کسی نے کچھ بھی نہ کھایا تھا۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ ان پتھروں کو توڑنے کے لیے کدال ماری اور ہر مرتبہ ان سے چنگاریاں اڑیں۔ آپ ﷺ نے تینوں مرتبہ تین علاقوں یعنی شام، فارس اور یمن کے فتح ہونے اور امت کے قبضے میں آنے کی پیشین گوئی کی، جو سچی ثابت ہوئی۔

اس موقع پر نبی ﷺ نے یہ شعر پڑھا اور صحابۂ کرام نے ساتھ دیا:

اَللّٰهُمَّ اِنَّ الْعَيْشَ عَيْشُ الْاٰخِرَةِ

فَاغْفِرِ الْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةِ

"یا اللہ! زندگی تو بس آخرت کی ہی زندگی ہے، سو تو انصار اور مہاجرین کو بخش دے"۔

خندق کھودتے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مذکورہ شعر کے علاوہ دوسرے اشعار پڑھنا بھی مروی ہے۔ حضرت براء بن عازبؓ کہتے ہیں کہ غزوۂ احزاب کے موقع پر میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ خندق کھود رہے ہیں اور شکم انور مٹی سے اٹا ہوا ہے، آپ عبداللہ بن رواحہؓ کے یہ اشعار پڑھ رہے ہیں

اَللّٰهُمَّ لَوْلَا اَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا

وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا

"یا اللہ، اگر تو ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پاتے اور نہ صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے"۔

فَاَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا

وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَاقَيْنَا

"ہم پر سکینہ (قلبی سکون واطمینان) نازل فرما، اگر دشمن سے مڈبھیڑ ہوجائے تو ثابت قدم رکھ"۔

اِنَّ الْاُولٰى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا

اَرَادُوْا فِتْنَةً اَبَيْنَا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"ان لوگوں نے ہم پر ظلم کیا ہے۔ جب یہ لوگ فتنے میں ڈالنے کا ارادہ کریں گے تو ہم انکار کردیں گے"۔

آخری لفظ کو سب مل کر بار بار کہتے تھے یعنی اَبَیْنا اَبَیْنا۔ (نسیم الریاض ج ۳)

یہ تمام عمل اسلامی ریاست کے تحفظ، مسلمانوں کی جانی اور مالی حفاظت وصیانت کے لیے تھا، اس پہلو سے یہ عظیم رفاہی کام ہے۔

آپ ﷺ کا معجزۂ طعام

جس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خندق کھود رہے تھے۔ اس وقت بھوک کا یہ عالم تھا کہ تین دن سے آپ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں نے کچھ کھایا نہ تھا، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ وہاں موجود تھے، ان سے بھوک کی یہ حالت دیکھ کر رہا نہ گیا۔ سو آنحضرت ﷺ سے اجازت لے کر اپنے گھر گئے۔ بیوی سے کہا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت بھوک کی حالت میں دیکھا ہے۔ تمہارے پاس کچھ کھانے کے لیے ہے؟ یہ سن کر بیوی نے ایک تھیلی نکالی جس میں ایک صاع (ساڑھے تین کلو) جَو تھے۔ اور گھر میں ایک چھوٹا بکرا تھا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میری بیوی نے جو پیسے اور میں نے وہ بکرا ذبح کیا اور بوٹیاں کر کے تین پتھروں کا چولہا بنا کر ہانڈی میں چڑھا دیا، جب بوٹیاں گلنے کے قریب ہوگئیں اور آٹا گوندھے جانے کے بعد پکنے جیسا ہوگیا تو میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے نکلا۔ بیوی نے کہا کہیں ایسا مت کرنا کہ نبی ﷺ کے علاوہ آپ کے (سب یا اکثر) ساتھیوں کو لے آؤ اور کھانا کم پڑنے کی وجہ سے میری رسوائی کراؤ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ آئے اور چپکے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کان میں کہا کہ ہم نے کھانے کا انتظام کیا ہے۔ آپ ﷺ چند صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ تشریف لے چلیے، لیکن آپ ؐ نے تمام اہل خندق کو پکار کر کہا کہ "آجاؤ! جابر رضی اللہ عنہ نے دعوتِ عام کی ہے" اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ "جب تک میں نہ آؤں، چولھے سے دیگچی نہ اتاری جائے اور روٹی نہ پکے" آنحضرت ﷺ تمام لوگوں کو لے کر روانہ ہوئے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے گھر آئے تو بیوی نے ناراضی ظاہر کی۔ انھوں نے کہا کہ میں کیا کروں، تم نے جو کہا تھا میں نے اس کی تعمیل کر دی۔ آپ ﷺ آئے تو بی بی نے آپ ؐ کے سامنے آٹا پیش کیا۔ آپ ؐ نے اس میں اپنا لعاب دہن مل دیا اور برکت کی دعا دی۔ اس طرح دیگچی میں بھی لعاب دہن ڈالا اور دعائے برکت کی۔ اس کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روٹی پکانے اور سالن نکالنے کا حکم دیا۔ کم وبیش ایک ہزار آدمی تھے، سب کھا کر واپس چلے گئے۔ لیکن آٹے اور گوشت میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ (صحیح مسلم۔ کتاب الاشربہ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نوع کے درجنوں معجزات سیرت کی کتابوں میں مذکور ہیں، جن سے کھانے، دودھ، پانی اور دیگر غذائی اشیاء میں برکت اور کثرت معلوم ہوتی ہے۔ دو چار افراد کا کھانا سیکڑوں افراد کے لیے کافی ہوتا ہے۔ ان کی غذائی ضروریات پوری ہوتی ہیں اور بعض اوقات یہ خوراک بچ جاتی ہے جسے بعد میں ایک عرصے تک استعمال کیا جاتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے زیادہ تر معجزات ایسی اشیاء کے بارے میں ہیں جن سے سیکڑوں، ہزاروں لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اس لیے علماء نے معجزات کے دو بڑے پہلو بیان کیے ہیں۔ ایک ان کے ذریعے حجت قائم کرنا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت، صداقت، دینِ اسلام کی حقانیت اور صداقت کو ثابت کرنا اور دوسرا پہلو منفعت اور لوگوں کی بھلائی و بہتری اور ضروریات کی تکمیل کرنا۔

احمد شہاب الدین خفاجی نے بھی قاضی عیاض کے جملے ومن معجزاته صلى الله عليه و آله وسلم تكثير الطعام ببركة ودعائه کی وضاحت میں یہ لکھ کر معجزات میں حاجت کی تکمیل کے لطیف پہلو کی طرف اشارہ کیا ہے۔ النافعين عند الحاجة۔ (نسیم الریاض)

اس بنا پر معجزات زیادہ تر ان باتوں، اشیاء اور کاموں میں ظاہر ہوئے ہیں جن سے ایک طرف حجت و برہان قائم ہوئی ہے تو دوسری طرف لوگوں کو مالی، مادی اور جسمانی فائدے پہنچے ہیں۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام کے تمام معجزات ایسے ہیں کہ جن سے لوگوں کی ضروریات پوری ہوئی ہیں۔ کہیں لوگ ڈوبنے سے بچائے گئے تو کہیں پانی کی ضرورت پوری ہوئی، تو کہیں کھانے کی اشیاء ملیں تو کہیں اُن کے دشمنان پر رعب طاری ہوا اور موسیٰ علیہ السلام کے لائے ہوئے دین کی حقانیت ثابت ہوئی اور دشمن پر رعب طاری ہونے سے اس کی بنی اسرائیل پر گرفت ڈھیلی ہوئی اور وہ اس کے چنگل سے نکل گئے۔

اس لیے معجزات کو ان کے منفعت کے پہلو کی وجہ سے رفاہی کاموں میں اور شفقت و رحمت علی الخلق کے کاموں میں جزوی طور پر شمار کرنا بالکل شریعت کی روح کے مطابق ہے۔

بھوکے کو کھانا کھلانے کا بندوبست

مدینہ منورہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بھوکا شخص آیا اور کھانا طلب کیا، آپ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صلی اللہ علیہ وسلم اُس کی حالت دیکھ کر پریشان ہوئے اور اپنے گھر تشریف لے گئے۔ گھر والوں نے بتایا کہ اس وقت سوائے پانی کے کوئی کھانے پینے کی چیز گھر میں نہیں ہے۔ آپ ﷺ واپس تشریف لائے اور صحابہؓ سے فرمایا کہ جو صاحب اس شخص کو اپنا مہمان بنائے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے گا۔ اس پر ابوطلحہؓ نے عرض کی کہ میں انھیں اپنا مہمان بناتا ہوں پھر وہ اسے اپنے گھر لے گئے اور جا کر اپنی زوجہ محترمہ سے صورت حال بتا کر پوچھا کہ گھر میں کھانے کے لیے کیا کچھ ہے؟ انھوں نے کہا کہ صرف بچوں کا کھانا موجود ہے۔ ابوطلحہؓ نے تجویز دی کہ بچوں کو بہلا کر سلادو اور کھانا سامنے رکھ کر چراغ گل کردو۔ ہم مہمان کے ساتھ بیٹھ کر کھانے کی سی صورت بنالیں گے لیکن کھائیں گے نہیں اور مہمان پیٹ بھر کر کھالے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، انھوں نے اور بچوں نے بھوک میں رات گزاری لیکن بھوکے مسافر اور زیادہ ضرورت مند نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ صبح کے وقت ابوطلحہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے اس حسن سلوک سے بہت خوش ہوئے۔ (صحیح مسلم)

حاجت مندوں کی خدمت

آپ ﷺ نے جس طرح ان حاجت مندوں پر رحمت و شفقت اور ان کی ضروریات پوری کیں۔ حضرت جریرؓ نے روایت کی کہ ایک دن صبح کے وقت ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ مضر قبیلے کے کچھ لوگ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ لوگ ننگے پیر، ننگے بدن اور پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور گلے میں تلواریں لٹکائے ہوئے تھے۔ ان کے بھوک و افلاس کی یہ حالت دیکھ کر آپؐ کا چہرۂ مبارک دکھ سے متغیر ہوگیا۔ آپ ﷺ اپنے گھر میں گئے پھر جلد ہی واپس باہر تشریف لے آئے، اور حضرت بلال کو اذان دینے کا حکم دیا، چنانچہ انھوں نے اذان دی، پھر اقامت کہی اور آپ ﷺ نے نماز پڑھائی اور لوگوں سے خطاب کیا۔ آپؐ نے فرمایا:

> لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں دنیا میں پھیلا دیے۔ اس اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حق مانگتے ہو اور رشتہ و قرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے پرہیز کرو اور یقین جانو کہ اللہ تم پر نگرانی کر رہا ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ حشر کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط (الحشر ۵۹:۱۸)

''اللہ سے ڈرو اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اس نے کل کے لیے کیا سامان کیا ہے، اللہ سے ڈرتے رہو''۔

پھر فرمایا:

''ہر شخص اپنے دینار و درہم سے، اپنے کپڑوں سے، گندم کے صاع (ایک پیمانہ) اور کھجور کی مقدار سے صدقہ کرے یہاں تک کہ کھجور کا ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو''۔

اس کے بعد انصار کا ایک شخص رقم کی ایک تھیلی لے کر آیا جس سے اس کے ہاتھ تھک رہے تھے بلکہ تھک ہی گئے تھے، پھر سامان لانے والوں کا تانتا بندھ گیا اور میں نے کھانے کی اشیا اور کپڑوں کے دو بڑے ڈھیر دیکھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ مبارک خوشی و سرور سے سونے کی طرح چمکتا ہوا دیکھا۔

اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس شخص نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ نکالا اور اس کے لیے اس کا اجر ہے اور ان لوگوں کا بھی اجر ہے جو اس کے بعد اس پر عمل کریں گے اور ان پر عمل کرنے والوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی اور جس شخص نے اسلام میں کوئی برا طریقہ رائج کیا تو اس پر اس کا گناہ ہوگا اور ان لوگوں کا بھی گناہ ہوگا جو اس کے بعد اس پر عمل کریں گے اور ان کے گناہوں میں سے کچھ بھی کمی نہیں کی جائے گی''۔ (صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ)

طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ یہ لوگ عبدالقیس کے وفد کے تھے اور اُونی کملیاں پہنے ہوئے تھے اور ان پر تکلیف کے اثرات تھے۔ ان لوگوں کی تکلیف دہ حالت کی وجہ سے آپؐ کو بھی تکلیف ہوئی اور اپنے گھر میں گئے پھر باہر آئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کرنے کا حکم دیا اور لوگوں کو اس پر ابھارتے ہوئے فرمایا: ''آدمی اپنی گندم کی مقدار میں سے صدقہ کرے''۔

اس حدیث مبارکہ سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اگر حاجت مند اور مصیبت کے مارے ہوئے کو دیکھے تو اس کی حاجت پوری کرنے کی فکر کرنی چاہیے، اس کے فریاد کرنے کا انتظار نہیں کرنا چاہیے۔ دوسرے یہ کہ حاجت مندوں کی اعانت کے لیے اپیل کرنا اور انفاق کی ترغیب دینا سنتِ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول ﷺ ہے۔ سوم یہ کہ انسان جو نیکی یا بدی علانیہ کرتا ہے وہ اثر کے لحاظ سے اس نیکی یا بدی سے زیادہ مؤثر اور دور رس نتائج کی حامل ہوتی ہے جو خفیہ طور پر کرتا ہے۔ نیکی کی ترغیب کے لیے نفلی خیرات اور دیگر نیکیاں علانیہ کرنا جائز بلکہ افضل ہے۔ اور ہر شخص کو عمل کا بدلہ ملے گا اور اس کی وجہ سے کسی دوسرے کا عمل کم و بیش نہیں ہوگا۔ چہارم یہ کہ اس واقعے میں حکمرانوں کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل ایک بہترین مثال ہے کہ وہ اپنے علاقے اور اپنی رعیت کی پریشانی کو کس طرح محسوس کریں اور کتنے بے چین ہو جائیں۔

اپنی ضرورت پر دوسروں کو ترجیح دینا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ضرورت و حاجت پر دوسروں کی ضرورت کو ہمیشہ ترجیح دیتے تھے۔ بعض اوقات آپ زیادہ ضرورت مند ہوتے ہوئے بھی دوسرے کے سوال کو پورا کر دیتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک صحابیہؓ نے اپنے ہاتھ سے چادر بُن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی۔ آپ نے ضرورت مند ہونے کی بنیاد پر اس سے یہ تحفہ قبول کر لیا۔ ایک غریب صحابیؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ چادر مجھے عنایت کر دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسی وقت اتار کر اس کے حوالے کر دی۔ وہاں موجود صحابۂ کرام نے اُسے ملامت کرتے ہوئے کہا کہ تمھیں خبر تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی ضرورت تھی۔ آپ کسی کا سوال رد نہیں کرتے۔ پھر تم نے چادر کیوں مانگی۔ اس نے کہا کہ ”مجھے اس کی خبر تھی، لیکن میں نے یہ چادر برکت کے لیے لی ہے تاکہ یہ میرا کفن بنے“۔ راوی نے بیان کیا کہ جب یہ شخص فوت ہوا تو اس کے کفن میں یہ چادر شامل تھی۔ (صحیح بخاری، باب حسن الخلق والسخاء)

ضرورت مند کی مدد کرنا

نبی ﷺ ہر حاجت مند اور ضرورت مند کی بات سنتے تھے، اس کی ضرورت پوری کرتے تھے، اگر خود پوری کرنے کی حالت میں نہیں ہوتے تو کسی اور کی طرف رہنمائی کرتے تھے۔ حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی ﷺ کے پاس آئی اور کہا کہ مجھے آپ سے ایک ضروری کام ہے، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینے کے جس راستے پر چاہو جا کر بیٹھ جاؤ، میں آ کر تسلی سے تمہاری بات سنوں گا“

یہ عورت ذہنی طور پر صحت مند نہیں تھی۔ پھر بھی آپ ﷺ نے اس کی دل شکنی نہیں کی اور اسے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملاقات وگفتگو کا وقت اس کی سہولت کے مطابق دے دیا۔ اس حدیث کی روشنی میں ہمارے قائدین، رہنما اور افسران اور بڑے لوگ اپنے طرزِ عمل کا جائزہ لیں اور اپنے سے ملنے والوں کی ضرورتوں اور مجبوریوں کو ملحوظ رکھیں، تاکہ حضورﷺ کے اس اسوۂ حسنہ پر عمل ہو سکے، اور لوگوں کی ضرورتیں پوری ہوں۔

امور خانہ میں شرکت

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر کے چھوٹے بڑے کام سرانجام دینے میں اپنے گھر والوں کا ہاتھ بٹاتے، ان کی مدد کرتے اور چھوٹے چھوٹے کام تک خود سرانجام دے لیتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا گیا کہ رسول اللہﷺ اپنے گھر میں کیا کرتے تھے؟ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آدمیوں میں سے ایک آدمی تھے۔ اپنے کپڑے جھاڑ لیتے، خود ہی بکری کا دودھ نکال لیا کرتے اور اپنے کام خود ہی کر لیتے تھے۔ اسی طرح دوسری روایات میں ہے کہ اپنا کپڑا سی لیا کرتے، اپنے جوتے کا خود ہی پیوند لگالیا کرتے اور اپنے کپڑے کو پیوند لگالیا کرتے تھے۔ یعنی اپنے گھر کا کام کرنے میں کچھ گرانی یا تکبر مانع نہیں ہوتا تھا اور جو کام لوگ اپنے گھروں میں کرتے ہیں وہ حضورﷺ بھی کرلیا کرتے تھے اور کوئی عار نہیں سمجھتے تھے۔ گھر کے چھوٹے موٹے کام کرنے کا مقصد اپنے گھر والوں کا کام کاج میں ہاتھ بٹانا، ان کی دل جوئی کرنا، ان کی مدد کرنا اور امت کے لیے ایک اسوۂ حسنہ پیش کرنا تھا۔ (شمائل ترمذی)

اجتماعی کاموں میں شرکت

اجتماعی کاموں میں بھی آپؐ دوسروں کے کام میں مدد کرتے اور حصہ لیتے تھے۔ ایسا نہیں ہوتا کہ اپنے آپؐ کو بالا سمجھ کر بیٹھ جائیں اور ان کے ساتھ شریک نہ ہوں۔ ایک مرتبہ کسی سفر میں چند صحابہؓ نے ایک بکری ذبح کرنے کا ارادہ کیا اور اس کام کو باہم تقسیم کرلیا۔ ایک نے اپنے ذمے اس کا ذبح کرنا لیا، دوسرے نے اس کی کھال نکالنا، اور کسی نے اس کا پکانا اپنے ذمے لیا، حضورِ اکرمﷺ نے فرمایا کہ پکانے کے لیے لکڑی اکٹھی کرنا میرے ذمے ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ حضورﷺ یہ کام ہم خود کرلیں گے۔ حضورﷺ نے فرمایا یہ تو میں بھی سمجھتا ہوں کہ تم لوگ بخوشی کرلوگے، لیکن مجھے یہ بات پسند نہیں کہ مجمع میں، میں ممتاز بنوں اور اللہ جل جلالہٗ بھی اس کو پسند نہیں فرماتے۔ (شمائل ترمذی باب ماجاء فی تواضع رسول اللہ)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مریضوں کی عیادت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مریضوں کی عیادت کرنے، ان کی غذا و علاج کی ضروریات پوری کرنے اور دیکھ بھال کرنے کو ان کا حق، اجر و ثواب کا باعث اور اخلاقیات کا جزو بتایا۔ اس بارے میں متعدد احادیث آئی ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنے قول کے ساتھ عملی طور پر ان کی خدمت کی اور علاج و معالجے کا بندوبست کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مشرکوں، یہودیوں اور منافقوں کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور اسی لیے علما نے غیر مسلموں کی عیادت کو جائز و مستحب قرار دیا ہے۔

حضرت سعدؓ بن معاذ جب جنگِ اُحد میں زخمی ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا خیمہ مسجد میں نصب کرایا تاکہ بار بار ان کی عیادت اور دیکھ بھال کی جا سکے۔ (زرقانی، ج ۴)

معاشرتی باتوں کا لحاظ

دنیاوی زندگی کے اجتماعی معاشرے میں ہر انسان اور ہر خاندان پر اچھے اور برے دن آتے رہتے ہیں، منگنی، شادی، بیاہ، بچے کی پیدائش، موت و فوت، مالی نقصانات، لڑائی جھگڑے وغیرہ۔ ایسی معاشرتی تقریبات اور مواقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں شرکت فرماتے۔ خوشی کے موقع پر مبارکباد دیتے اور غم کے موقع پر غم میں شریک ہوتے اور دکھ اور غم بانٹتے اور ان لوگوں کا غم ہلکا کرتے، اس سلسلے کی درجنوں روایات اور واقعات ہیں جو سیرت کی کتب میں موجود ہیں۔

حضرت عائشہؓ بنتِ سعدؓ بیان کرتی ہیں کہ میرے والد نے اپنا قصہ سنایا کہ میں ایک بار مکے میں سخت بیمار ہوا، نبی اکرم ﷺ میری عیادت کے لیے تشریف لائے تو میں نے پوچھا کہ میں کافی مال چھوڑ رہا ہوں اور میری صرف ایک بچی ہے، کیا میں اپنے مال میں سے دو تہائی کی وصیت کر جاؤں، اور ایک تہائی بچی کے لیے چھوڑ جاؤں؟'' فرمایا! نہیں۔ تو میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ پھر ایک تہائی کی وصیت کر جاؤں؟ فرمایا۔ ہاں ایک تہائی کی وصیت کر جاؤ، اور ایک تہائی بہت ہے۔ (ابوداؤد کتاب الجنائز)

حضرت سعدؓ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نصیحت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ایک مومن کو اپنے مال میں سے کچھ حصہ رشتے داروں، مستحقین اور حاجت مندوں کے لیے رکھنا چاہیے۔

حضرت زید بن ارقمؓ کہتے ہیں کہ ایک بار میری آنکھیں دکھنے لگیں تو نبی ﷺ میری عیادت کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے تشریف لائے اور کہنے لگے زید! تمہاری آنکھوں میں یہ تکلیف ہے تو تم کیا کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ صبر سے برداشت کرتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم نے آنکھوں کی اس تکلیف میں صبر و برداشت سے کام لیا تو تمھیں اس کے صلے میں جنت نصیب ہوگی''۔ (بخاری، الادب المفرد)

حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (ایک بوڑھی خاتون) ام السائب کی عیادت کو آئے، ام السائب بخار کی شدت سے کانپ رہی تھیں۔ پوچھا کیا حال ہے؟ خاتون نے کہا اللہ اس بخار کو سمجھے اس نے گھیر رکھا ہے۔ یہ سن کر نبی ﷺ نے فرمایا: بخار کو برا بھلا نہ کہو، مومن کے گناہوں کو اس طرح صاف کر دیتا ہے جیسے آگ کی بھٹی لوہے کو صاف کر دیتی ہے''۔ (بحوالہ سابق)

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ ایک یہودی لڑکا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا۔ ایک بار وہ بیمار ہوا تو آپ ﷺ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ آپؐ اس کے سرہانے بیٹھے تو اسلام کی دعوت دی۔ لڑکا اپنے باپ کی طرف دیکھنے لگا جو پاس ہی موجود تھا (کہ باپ کا کیا خیال ہے؟) باپ نے لڑکے سے کہا کہ ابوالقاسم ﷺ کی بات مان لو، چنانچہ لڑکا مسلمان ہوگیا، اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہتے ہوئے باہر آئے کہ شکر ہے اللہ کا جس نے اس لڑکے کو جہنم سے بچالیا۔ (صحیح بخاری، کتاب المرضی)

اس آخری واقعے سے اندازہ کیجیے کہ دعوت وتبلیغ کا کام ہر موقع اور ہر وقت کیا جانا چاہیے۔ مرض میں چونکہ انسان کا دل نرم ہوتا ہے اس لیے حق کو آسانی سے قبول کر لیتا ہے۔ پھر دکھ کے وقت کی ہمدردی اور اعانت انسان کو یاد رہتی ہے۔ ان ہی باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے عیسائیوں نے اسپتالوں کے ذریعے مشنری کام کو وسیع پیمانے پر کیا ہے اور کر رہے ہیں۔

مہمانوں کی خدمت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہمان نوازی اور میزبانی کی فضیلت، اہمیت اور اس کا اجر وثواب بڑی تفصیل سے بیان فرمایا۔ پھر آپ نے بذاتِ خود مہمانوں کی خاطر تواضع کی، ان کی خدمت کی اور اُن کے کھانے، پینے اور رہنے کا بندوبست کیا۔ آپ کے ہاں ہر مذہب، ہر علاقے اور حیثیت کے لوگ آ کر مہمان بنتے اور آپ ﷺ ان کی مہمانی و میزبانی کرتے۔ آپ ﷺ کے مہمانوں میں مومن، کافر، مشرک، عیسائی، یہودی اور منافقین وغیرہ ہوتے تھے۔ آپؐ اور آپؐ کے ساتھی ان کی خدمت کرتے، ان کے ٹھہرنے کا بندوبست کرتے، ان کے کھانے کا انتظام کرتے۔ یہ رواداری اور خدمت اس دور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں تھی جبکہ دنیا اس وقت تک مختلف عصبیتوں، نفرتوں، تفرقوں اور قومیتوں میں بٹی ہوئی تھی۔

ایک مرتبہ نجران کے نصاریٰ کا بڑا وفد آپ ؐ کی خدمت میں آیا، آپ ﷺ نے انھیں مسجد میں ٹھہرایا۔ جب مغرب کا وقت ہوا تو انھوں نے اپنی عبادت کرنے کی ضرورت بیان کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے یہ بندوبست کیا کہ مسجد کے ایک طرف وہ عبادت کریں اور دوسری طرف مسلمان نماز مغرب ادا کریں۔ کیا اس وقت کی دنیا میں ایسی مثال پیش کی جا سکتی ہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مہمان کو اپنے دستر خوان پر کھانا کھلاتے تو بار بار فرماتے کہ اور کھائیے اور کھائیے۔ جب مہمان خوب آسودہ ہو جاتا اور انکار کرتا تب آپ ﷺ اصرار سے باز آتے۔ ذیل میں ہم دو روایتیں بیان کر رہے ہیں جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہمان نوازی کی کیفیت معلوم ہوتی ہے۔ (رحمۃ للعالمین۔ ج ۱، ص ۱۹۷)

حضرت جابر بن عبداللہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے گھر میں بیٹھا ہوا تھا کہ میرے پاس سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گزرے اور مجھے اشارے سے بلایا، چنانچہ میں جب قریب ہوا تو میرا ہاتھ پکڑا اور ہم چلنے لگے پھر ہم آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات ؓ میں سے ایک زوجۂ محترمہ کے حجرے کے پاس آئے، میں دروازے پر رکا اور آپ ﷺ اندر چلے گئے پھر مجھے اندر آنے کی اجازت دی تو میں اس پردے والے گھر میں داخل ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجۂ محترمہ سے پوچھا کہ تمہارے پاس کھانا ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ جی ہاں! پھر روٹی کی تین ٹکیاں پیش کیں۔ آپ ﷺ نے وہ دستر خوان پر رکھیں پھر آپ ؐ نے ان میں سے ایک ٹکیہ اٹھا کر اپنے سامنے رکھی اور دوسری اٹھا کر میرے سامنے رکھی پھر تیسری کو اٹھا کر دو ٹکڑے کیے، آدھا ٹکڑا اپنے سامنے رکھا اور آدھا ٹکڑا میرے سامنے رکھا پھر آپ ﷺ نے گھر والوں سے پوچھا کوئی سالن ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ سرکے کے سوا اور کچھ نہیں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا اسے لے آؤ اور وہ تو بہت اچھا سالن ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ اور حضرت جابرؓ اس میں روٹی ڈبو کر کھانے لگے۔ (بحوالہ سابق)

حضرت ابوہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کافر مہمان بنا اس کی مہمان نوازی کے لیے آپ ﷺ نے ایک بکری کا دودھ نکال کر لانے کا حکم دیا جب دودھ آیا تو وہ کافر سارا پی گیا، پھر دوسری بکری کا دودھ نکال کر لایا گیا تو وہ بھی پی گیا، اس طرح سات بکریوں کا دودھ نکال کر لایا گیا تو وہ پی گیا۔ پھر صبح وہ مسلمان ہو گیا۔ اس کے ناشتے کے لیے ایک بکری کا دودھ نکال

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرلایا گیا تو وہ پی گیا پھر جب دوسری بکری کا دودھ نکال کر لایا گیا تو وہ نہیں پی سکا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن ایک آنت میں پیتا ہے اور کافر سات آنتوں میں پیتا ہے"۔ (زرقانی)

آپ ﷺ کی عمومی جود وسخا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجسم جود وسخا کے تھے، کسی سائل کو خالی ہاتھ نہیں لوٹاتے تھے، اور اگر گھر میں کوئی چیز دینے کے لیے نہیں ہوتی تھی تو دوسروں سے لے کر دیتے تھے۔ پھر اگر سائل کو جواب دینا ہوتا تو نہایت نرمی اور شفقت کے ساتھ جواب دیتے۔

اس سلسلے میں حضرت حسینؓ سے ایک طویل روایت ہے جس کا ایک حصہ پیش کیا جاتا ہے:

قَالَ فَسَأَلْتُهُ عَنْ مَجْلِسِهٖ فَقَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يَقُوْمُ وَلَا يَجْلِسُ إِلَّا عَلٰى ذِكْرٍ وَّ إِذَا انْتَهٰى إِلٰى قَوْمٍ جَلَسَ حَيْثُ يَنْتَهِيْ بِهِ الْمَجْلِسُ وَيَأْمُرُ بِذٰلِكَ. وَيُعْطِيْ كُلَّ جُلَسَائِهٖ بِنَصِيْبِهٖ وَلَا يَحْسَبُ جَلِيْسُهٗ أَنَّ أَحَدًا أَكْرَمُ عَلَيْهِ مِنْهُ مَنْ جَالَسَهٗ أَوْ فَاوَضَهٗ فِيْ حَاجَةٍ صَابَرَهٗ حَتّٰى يَكُوْنَ هُوَ الْمُنْصَرِفُ وَمَنْ سَأَلَهٗ حَاجَةً لَمْ يَرُدَّهٗ إِلَّا بِهَا أَوْ بِمَيْسُوْرٍ مِنَ الْقَوْلِ (صحیح مسلم)

"حضرت حسینؓ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد حضرت علیؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کے حالات دریافت کیے تو انھوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ کی نشست و برخاست سب اللہ کے ذکر کے ساتھ ہوتی تھی، اور جب کسی جگہ تشریف لے جاتے تو جہاں جگہ ملتی وہیں بیٹھ جاتے اور اسی کا لوگوں کو بھی حکم دیتے۔ آپ ﷺ حاضرینِ مجلس میں سے ہر ایک کا حق ادا فرماتے اور آپ کے پاس ہر بیٹھنے والا یہ سمجھتا تھا کہ حضور ﷺ سب سے زیادہ اکرام میرا فرما رہے ہیں۔ جو آپ کے پاس بیٹھتا یا کسی معاملے میں آپ کی طرف رجوع کرتا تو حضور ﷺ اس کی طرف متوجہ رہتے یہاں تک کہ وہ خود اُٹھنے کی ابتدا کرے۔ جو آپ ﷺ سے کوئی چیز مانگتا تو آپ اس کو دیتے یا (اگر نہ ہوتی) تو نرمی سے جواب دیتے"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمومی طریقہ رہا ہے کہ اپنی ضرورت پر دوسروں کی ضرورت کو ترجیح دیتے اور ایثار کرتے ہوئے ان کی ضرورت پوری کرتے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قیدیوں سے حسنِ سلوک

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں خطۂ عرب اور خاص طور پر حجاز میں قید خانوں کا رواج نہیں تھا اور نہ ہی ایسے حالات تھے کہ کسی کو طویل عرصہ قید کیا جاتا۔ اسلام میں باقاعدہ قید خانے کی ابتدا حضرت عمرؓ نے کی۔ انھوں نے صفوان بن امیہ کا گھر چار ہزار درہم میں خرید کر اسے قید خانہ بنایا۔ اس میں مختلف قیدی بند کیے جاتے تھے۔ پھر حضرت علیؓ نے قید خانہ بنوایا۔ اور اس کا نام نافع رکھا، لیکن یہ کوئی مضبوط قلعہ نہیں تھا۔ اس لیے بعض قیدی اس سے بھاگ جاتے تھے۔ بعد میں اسے دوبارہ تعمیر کرایا جو مضبوط تھا، جس سے قیدیوں کے فرار کی صورت نہیں تھی۔

تاہم جو لوگ وقتی طور پر گرفتار ہو کر آتے انھیں روکے رکھنے کے لیے عارضی طور پر یا تو مسجد کے ستونوں سے باندھ دیا جاتا یا مختلف صحابۂ کرامؓ کے حوالے کر دیا جاتا جو ان کی نگرانی اور دیکھ بھال کے ساتھ ان کے خورد و نوش اور دیگر ضروریات کا بندوبست کرتے۔ جاہلی نظام میں جنگی قیدی فاتح کے رحم و کرم پر ہوتے تھے، ان پر ظلم توڑے جاتے تھے، ان سے بدسلوکی کی جاتی اور ان کو غلامی میں ڈال دیا جاتا۔ اور ان کے کھانے کے لیے ان سے بھیک منگوائی جاتی، آج کے مہذب دور میں بھی جنگی قیدیوں کے ساتھ جو وحشیانہ سلوک روا رکھا جاتا ہے وہ گوانتاناموبے اور پل چرخی افغانستان اور اس کے قید خانوں سے واضح ہوتا ہے۔

نبی ﷺ نے جنگی قیدیوں کو نیا مرتبہ دیا، چنانچہ بدر کے قیدی جو تاریخِ مدینہ میں پہلی مرتبہ زیادہ تعداد میں قید ہوئے تھے، ان کے بارے میں ہدایت کی گئی کہ قیدیوں کو نہایت آرام سے رکھا جائے۔ بعض صحابہؓ نے اس کی تعمیل میں خود کھجوریں کھا کر اپنے ذمے آئے ہوئے قیدیوں کو پیٹ بھر کر اچھا کھانا کھلایا۔ ایک بدری قیدی ابو عُزیر (مُصعب بن عُمیر کے بھائی) کا بیان ہے کہ جن انصاریوں کے ہاں مجھے رکھا گیا تھا، وہ خود کھجوروں پر گزر کرتے اور مجھے اچھا کھانا لا کر دیتے۔ اس سلوک کی وجہ سے میں سخت شرمسار ہوتا۔ جن اسیروں کے پاس لباس کم تھا، ان کو کپڑے دیے گئے۔ حضرت عباسؓ کے بدن پر لمبے قد کی وجہ سے کوئی کرتہ پورا نہ اترتا تھا، لہٰذا ان کے لیے عبداللہ بن ابیؓ نے کرتہ بھجوایا۔ ان قیدیوں میں سہیل بن عمرو بھی تھا جو اپنا پورا زورِ بیان اور فصاحت حضور ﷺ کے خلاف تقریریں کرنے میں صرف کرتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے مشورہ دیا کہ اس کے سامنے کے دانت اُکھڑوا دیے جائیں، تاکہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جوشِ خطابت نہ دکھا سکے، کوئی اور ہوتا تو اپنے بے بس قیدی کے ساتھ بدترین سلوک کرنے میں تامل نہ کرتا، لیکن رحمتِ عالم ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں اس کے کسی حصہ بدن کو بگاڑ دوں (مُثلہ کروں) تو میرے نبی ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ سزا کے طور پر میرے اس حصے کو بگاڑ دے گا۔

(سیرت النبی۔شبلی نعمانی)

ثمامہ بن آثال نامی نجد کے سردار کو گرفتار کر کے مدینہ منورہ لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مسجد کے ایک ستون سے بندھوا دیا۔ یہ تین دن تک اس سے بندھے رہے۔ آپ بذاتِ خود اس کی دیکھ بھال کرتے اور اس کی خیریت پوچھتے اور گفتگو کرتے۔ وہ کہتا کہ حضور مجھے آزاد کر دیں گے تو مجھ پر احسان کریں گے اور اگر قتل کریں گے تو ایک مجرم کو قتل کریں گے۔ آخر تیسرے روز آپ ﷺ نے اسے آزاد کرنے کا حکم دے دیا، وہ آزاد ہوتے ہی مدینے کے قریب ایک تالاب پر گیا، نہا دھو کر پاک صاف ہو کر آپؐ کی خدمت میں آیا اور کلمہ پڑھ کر حلقۂ اسلام میں داخل ہو گیا۔ اپنے وطن واپس جا کر قریش سے کہلا بھیجا کہ اب یمن کی طرف تمھارا تجارتی قافلہ نہیں آ سکتا، اس لیے کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں اور اسلام اور مسلمانوں کا دفاع کروں گا اور تمہاری کوئی حمایت نہیں کروں گا۔ یہ سب کچھ آپ ﷺ کے اسیروں کے ساتھ حسنِ سلوک، رواداری، تحمل مزاجی اور عفو و درگزر کرنے کی وجہ سے ہوا۔ (سبل الھدی والرشاد)

اسیرانِ جنگ کے ساتھ حسن سلوک اور مساوات کے سلسلے کا وہ عظیم واقعہ بھی تاریخ اسلام کا شہ پارہ اور مسلمانوں کے لیے اسوۂ حسنہ ہے جب بدر کے قیدی گرفتار کر کے لائے گئے تو ان کے ہاتھ ان کی پیٹھ پر سخت کس کر باندھے ہوئے تھے۔ جس کی وجہ سے ان کو تکلیف ہو رہی تھی۔ پہلی رات کو انھیں مسجدِ نبوی کے صحن یا اس کے قریب رکھا گیا تھا۔ چنانچہ حضرت عباسؓ تکلیف کی وجہ سے کراہ رہے تھے جب ان کی آواز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کانوں میں پڑی تو کراہنے کی وجہ دریافت کی۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ رسیوں کی سخت بندش کی وجہ سے ایسے ہو رہا ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے حکم دیا کہ چچا عباس کے ساتھ تمام دوسرے قیدیوں کی بھی رسیاں ڈھیلی اور نرم کر دی جائیں۔ سبحان اللہ و بحمدہ۔ (زرقانی)

یہ ہے رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیدیوں پر شفقت اور عنایت، پھر مساوات کہ اپنے چچا اور تمام اسیروں کے ساتھ یکساں برتاؤ و رویہ برتا جا رہا ہے۔

بدر میں کفار جس ارادے سے آئے تھے اور مسلمانوں کے خلاف جو سخت جذبات و خیالات رکھتے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے اور مسلمانوں کا قلع قمع کرنے کا عزم رکھتے تھے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ان کے عزائم و جرائم کی وجہ سے وہ قتل کے لائق تھے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی اجازت تھی۔ حضرت عمرؓ کی رائے بھی یہی تھی، لیکن آپ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کی رائے پر عمل کرتے ہوئے ان قیدیوں سے فدیہ لے کر آزاد کر دیا۔ جن کے پاس مالی فدیہ نہیں تھا، ان سے مسلمانوں کے دس، دس بچوں کو پڑھانے کے عوض رہا کر دیا۔

جن مقامات پر انسان کا دل نرم ہوتا ہے اور اسے غور و فکر کا موقع ملتا ہے ان میں سے ایک مقام جیل ہے۔ لہٰذا قیدیوں کے ساتھ خلوص سے جو حسنِ سلوک ہوگا وہ ضرور اپنا رنگ لائے گا۔ آج قیدیوں میں سے سب سے زیادہ اسلام قبول کرنے والے امریکی جیلوں کے نیگرو اور کالے لوگ ہیں۔ کیا ہم مسلمان آپ ﷺ کے امتی اور شیدائی دوسرے ملکوں، مقامات اور جیلوں میں بھی اسی شفقت و رحمت کے ساتھ دعوت و تبلیغ کا کام کرنے پر غور کریں گے؟ آپ ﷺ نے قیدیوں کی عزت و احترام اور ان کے حقوق کے بارے میں جو ہدایات دی ہیں وہ آج کے جنیوا چارٹر سے کئی گنا اعلیٰ و ارفع ہیں۔ اے کاش کہ مسلم ممالک اور مسلمان امت اس کا مظاہرہ کرے۔

صحابہ کی مالی ضرورتوں کا خیال رکھنا

انسان اور مال کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ مال انسان کی بنیادی ضرورت ہے، انسان کی بقا کا ذریعہ ہے اور اس کی زندگی کی زینت ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا ○ (النساء۴:۵)

''اور تم بے وقوفوں کو ان کے مال حوالے نہ کرو جن کو اللہ نے تمہارے قیام کا ذریعہ بنایا''۔

مال مسلمان کے دین کی ڈھال ہے اور اس کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔ بعض وقت فقر و فاقہ مسلمان کے لیے دین کے زوال کا سبب بن جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كَادَ الْفَقْرُ اَنْ يَّكُوْنَ كُفْرًا (کنز العمال۔ علی متقی ھندی)

''تنگ دستی و فاقہ انسان کو کفر میں پہنچا دیتا ہے''۔

لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحابِ کرامؓ کی مالی ضرورتوں کا خیال رکھتے ہوئے ان کی مالی ضرورتوں کو پورا کرنے کا بندوبست کیا اور انھیں کام سے لگایا۔ اس قسم کی درجنوں روایتیں آتی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بہت سے سائل، حاجت مند اور مالی پریشانیوں میں مبتلا مسلمان آئے اور آپ ﷺ نے مختلف طریقوں اور ذریعوں سے ان کا بندوبست کیا۔

آپ فرماتے ہیں:

اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَّ خَازِنٌ وَاللّٰہُ یُعْطِیْ (صحیح مسلم۔ کتاب الزکاۃ)

''میں تو صرف بانٹنے والا اور خازن (سنبھالنے والا) ہوں اور اللہ دیتا ہے''۔

ہجرتِ مدینہ کے سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہزاروں مہاجرین کی ضروریاتِ زندگی کا بندوبست جس طریقے سے مؤاخات کے ذریعے کیا، یہ تاریخِ اسلامی کا روشن باب ہے۔

اپنے اصحابِ کرام کی مالی ضرورتیں نہایت عمدہ طریقے سے پوری کرنے کے سلسلے کے متعدد واقعات میں سے صرف چند ایک واقعات پیش کیے جاتے ہیں۔

ایک دفعہ ایک شخص خدمتِ اقدس میں آیا اور دیکھا کہ دور تک آپ کی بکریوں کا ریوڑ پھیلا ہوا ہے۔ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بکریاں دینے کی درخواست کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کی سب دے دیں۔ اس شخص نے اپنے قبیلے میں جا کر کہا کہ لوگو اسلام قبول کرلو۔ محمد (ﷺ) ایسے فیاض ہیں کہ مفلس ہوجانے کی پرواہ نہیں کرتے''۔ (صحیح مسلم)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فیاضی اور دوسروں کی ضرورت کا خیال کرنے کا یہ حال تھا کہ جو شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا، اگر آپ کے پاس کچھ سرمایہ موجود ہوتا تو اس کو کچھ نہ کچھ ضرور عطا کرتے ورنہ وعدہ فرماتے۔ اس معمول کی بنا پر لوگ اتنے دلیر ہوگئے تھے کہ ایک مرتبہ عین اقامتِ نماز کے وقت ایک بدو آیا، آپ ﷺ کا دامن پکڑ کر کہا میری ایک معمولی سی حاجت باقی رہ گئی ہے، ڈر ہے کہ میں اسے بھول نہ جاؤں، سو اُس کو پورا کر دیجیے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ تشریف لے گئے اور اس کی حاجت برآری کر کے آئے تو نماز پڑھی۔ (صحیح البخاری)

ایک دفعہ آپ ﷺ صحابہؓ کے مجمع میں تشریف فرما تھے، ایک بدو آیا اور آپ کی چادر کا گوشہ پکڑ کر زور سے کھینچ کر بولا محمد (ﷺ) یہ مال نہ تیرا ہے اور نہ تیرے باپ کا ہے۔ ایک اونٹ کا بار (سامان) دے دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے اونٹ کو جو اور کھجوروں سے لدوا دیا۔ (نسائی، کتاب القسامۃ)

بعض اوقات ایسا ہوتا کہ ایک شخص سے ایک چیز خریدتے، قیمت چکا دینے کے بعد پھر وہ چیز اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو بطورِ عطیہ کے عنایت فرماتے، چنانچہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ سے اونٹ خریدا اور پھر اسی وقت عبداللہ بن عمرؓ کو دے دیا۔ حضرت جابرؓ کے ساتھ بھی اسی قسم کا ایک واقعہ بخاری شریف میں مذکور ہے۔

حضرت جابرؓ بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک غزوے میں مَیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، میرے اونٹ کے تھکنے کی وجہ سے وہ پیچھے رہ گیا، اس دوران نبی ﷺ میرے پاس آئے اور فرمایا: کیا جابر ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! آپ ﷺ نے پوچھا کیا بات ہے؟ میں نے کہا کہ میرا اونٹ تھکنے کی وجہ سے آہستہ ہوگیا اور میں پیچھے رہ گیا ہوں، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نوک دار چھڑی لے کر اپنی سواری سے اترے اور اونٹ کو اس کا کچوکا دیا پھر فرمایا: سوار ہو جاؤ، میں اس پر سوار ہوگیا تو وہ اتنا تیز چلنے لگا کہ مجھے اس کے رسول اللہ ﷺ سے آگے نکلنے کے ڈر کی وجہ سے اس کی باگ کھینچنی پڑی۔

آپ صلی اللہ علیہ سلم نے اس موقع پر پوچھا کیا تو نے شادی کی ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! فرمایا۔ کنواری سے یا بیوہ سے؟ میں نے کہا کہ بیوہ سے کی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کنواری لڑکی سے کیوں نہیں کی جس سے تم دونوں میں ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگی ہوتی؟ میں نے عرض کیا کہ میری بہنیں ہیں۔ لہٰذا میں نے چاہا کہ میں ایسی عورت سے شادی کروں جو ان کو اکٹھا رکھے، ان کے بال سنوارے اور ان کو کنگھی کرے اور ان کی دیکھ بھال کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، سنو اب تم منزل پر پہنچنے والے ہو، جب پہنچ جاؤ تو ہوشیاری سے کام لو، پھر فرمایا: کیا اپنا اونٹ بیچو گے؟ میں نے کہا جی ہاں! چنانچہ آپ نے اسے ایک اوقیہ میں خرید لیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے پہلے مدینہ تشریف لے گئے اور میں صبح کو پہنچا اور مسجد کی طرف گیا تو آپ ﷺ کو مسجد کے دروازے پر پایا، آپ نے پوچھا کہ اب آئے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا۔ اپنا اونٹ چھوڑ دو اور مسجد میں جا کر دو رکعت نماز ادا کرو۔ سو میں نے مسجد میں جا کر نماز پڑھی

آپ ﷺ نے بلالؓ کو ایک اوقیہ (چاندی) تول کر دینے کا حکم دیا۔ انھوں نے میری ادائیگی کے لیے ترازو میں جھکتا ہوا وزن کر کے مجھے دیا۔ میں پیٹھ پھیر کر چلا گیا تو آپ ﷺ نے کسی سے فرمایا کہ جابر کو میرے پاس بلا کر لاؤ۔ میں نے دل میں کہا کہ آپ مجھے اونٹ لوٹا دیں گے، جبکہ مجھے اس سے زیادہ کوئی چیز ناپسند نہیں تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اپنا اونٹ لے جاؤ اور اس کی قیمت بھی تمہاری ہے۔ (البخاری)

اس واقعے سے اندازہ کیجیے کہ کس طرح نبی ﷺ نے اپنے ایک ساتھی کی دل جوئی کی اور اس کی مالی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضرورتیں پوری کیں۔ آپ ﷺ نے جابرؓ کی نئی شادی، بہنوں کی ذمہ داری اور پرورش اور سواری کی خستہ حالت دیکھ کر ان کی مالی ضرورتوں کا اندازہ لگایا اور ایسے طریقے سے اعانت کی کہ ان کی عزتِ نفس کو ٹھیس نہیں پہنچی اور نہ ہی انھیں مالی اعانت لینے کا احساس ہوا۔

اس قسم کے بہت سے واقعات سیرتِ طیبہ میں ملتے ہیں جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے اصحاب کی دل جوئی، ہمدردی اور مالی معاونت کا پتا چلتا ہے۔

حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام

قرآن مجید میں نبی ﷺ کے کام کی مماثلت کی نسبت سے جن پاک ہستیوں کے واقعات کا تذکرہ کیا گیا ہے ان میں حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ زیادہ نمایاں ہیں۔ حضرت عیسیٰ بن مریمؑ بروایت محمد بن اسحٰق صاحب مغازی (متوفی ۱۵۶ھ) پندرھویں پشت میں جا کر حضرت سلیمان علیہ السلام سے جا ملتے ہیں (قصص القرآن حفظ الرحمٰن سیوہاروی ج ۴، ص ۱۷) (۲) دائرہ معارف اسلامیہ جامعہ پنجاب کے مطابق اٹھارھویں پشت میں حضرت سلیمان علیہ السلام سے ان کا سلسلہ نسب ملتا ہے۔

قرآن مجید کی تیرہ سورتوں میں ان کا تذکرہ ان کے مختلف ناموں سے آیا ہے۔ چنانچہ عیسیٰ ۲۶ مرتبہ، مسیح ۱۱ مرتبہ، عبداللہ ۲ مرتبہ، ابن مریم ۲۳ مرتبہ، وجیھا، کلمۃ اللہ، روح اللہ اور کلمتہ ایک ایک مرتبہ آیا ہے۔ (المعجم المفهرس لألفاظ القرآن)

مسیح علیہ السلام کا خاندان وحضرت مریم:

حضرت عیسیٰؑ کی والدہ مریم کے والد کا نام عمران اور والدہ کا نام حنہ بنت فاقود تھا۔ یہ دونوں بہت ہی نیک، عبادت گزار اور صالح ہستیاں تھیں۔ ان کی کوئی اولاد نہیں تھی لہٰذا اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتے رہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ انھیں اولاد کی نعمت سے نوازے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی اور حنہ حاملہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئیں۔ خوشی و مسرت میں منت مانی کہ جو بچہ پیدا ہوگا اسے ہیکل (مسجد اقصیٰ) کی خدمت کے لیے وقف کر دیں گی۔ بشر بن اسحٰق کی روایت ہے کہ حنہ حاملہ تھیں کہ ان کے شوہر کا انتقال ہو گیا۔ جب حنہ کی مدت حمل پوری ہوئی اور ولادت کا وقت آن پہنچا اور ان کے بطن سے لڑکی پیدا ہوئی تو انھیں اولاد کی خوشی تو ہوئی لیکن یہ افسوس ہوا کہ میں جو نذر (منت) مانی تھی وہ پوری نہیں ہو سکے گی۔ اس لیے کہ لڑکی کس طرح مقدس ہیکل کی خدمت کر سکے گی؟ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے افسوس کو یہ کہہ کر بدل دیا کہ ہم نے تیری لڑکی کو قبول کر لیا اور اس کی وجہ سے تمھارا خاندان معزز و مبارک قرار پایا۔ حنہ نے لڑکی کا نام مریم رکھا۔ سریانی میں اس کے معنی خادم کے ہیں۔ چونکہ یہ ہیکل کی خدمت کے لیے وقف کر دی گئی تھی اس لیے اس نام کو موزوں سمجھا گیا۔ حضرت مریم کی ولادت یروشلم میں ہوئی۔

پھر ان کے بطن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی جو ایک معجزہ اور غیر معمولی واقعہ ہے۔ قرآن مجید میں اس طرح بیان ہوا ہے۔

اور اے نبیﷺ! اس کتاب میں مریم کا حال بیان کرو جب کہ وہ اپنے لوگوں سے الگ ہو کر شرقی جانب گوشہ نشین ہو گئی تھی اور پردہ ڈال کر ان سے چھپ بیٹھی تھی۔ اس حالت میں ہم نے اس کے پاس اپنی روح کو (یعنی فرشتے) کو بھیجا اور وہ اس کے سامنے ایک پورے انسان کی شکل میں نمودار ہو گیا۔ مریم یکا یک بول اٹھی کہ "اگر تو خدا ترس آدمی ہے تو میں تجھ سے خدائے رحمان کی پناہ مانگتی ہوں" اس نے کہا" میں تو تیرے رب کا فرستادہ ہوں اور اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ تجھے ایک پاکیزہ لڑکا دوں۔ "مریم نے کہا" میرے ہاں کیسے لڑکا ہوگا جب کہ مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں ہے اور میں کوئی بدکار عورت نہیں ہوں" "فرشتے نے کہا" ایسا ہی ہوگا۔ تیرا رب فرماتا ہے کہ ایسا کرنا میرے لیے بہت آسان ہے اور ہم یہ اس لیے کریں گے کہ اس لڑکے کو لوگوں کے لیے ایک نشانی بنائیں اور اپنی طرف سے ایک رحمت اور یہ کام ہو کر رہنا ہے۔

مریم کو اس بچے کا حمل ٹھہر گیا اور وہ اس حمل کو لیے ہوئے ایک دور کے مقام پر چلی گئی۔ پھر زچگی کی تکلیف نے اسے ایک کھجور کے درخت کے نیچے چھپا دیا۔ وہ کہنے لگی۔ "کاش میں اس سے پہلے ہی مر جاتی اور میرا نام ونشان نہ رہتا" فرشتے نے پائنتی سے اس کو پکار کر کہا غم نہ کر تیرے رب نے تیرے نیچے ایک چشمہ رواں کر دیا ہے اور تو ذرا اس درخت کے تنے کو ہلا تیرے اوپر تازہ کھجوریں ٹپک پڑیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گییں پس تو کھا اور پی اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر۔ پھر اگر کوئی آدمی تجھے نظر آئے تو اس سے کہہ دے کہ میں نے رحمان کے لیے روزے کی نذر مانی ہے، اس لیے آج میں کسی سے نہ بولوں گی۔'' (مریم:۱۶تا۲۶)

حضرت مریم عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے وقت جس جگہ گئی تھیں اسے کوہ ساعیر کہا جاتا ہے اور بیت اللحم کے نام سے مشہور ہے۔ یہ مسجد اقصیٰ (ہیکل سلیمانی سے) قدرے دور ہے۔ حضرت مریم سے دنیا کا وہ عظیم معجزہ رونما ہوا اور حضرت محمد ﷺ کی ولادت سے ۵۷۵ سال پہلے حضرت عیسیٰ بیت اللحم میں پیدا ہوئے۔ ولادت کے آٹھویں روز شریعت موسوی کے مطابق ان کا ختنہ کر دیا گیا۔ پھر کچھ وقت حضرت مریم نے انھیں یروشلم میں رکھا۔ پھر جس طرح بعض انبیاء کے بارے میں روایات آئی ہیں کہ انھیں پیدائش کے بعد بادشاہ وقت کی طرف سے بعض کاہنوں اور نجومیوں کی پیش گوئیوں کی وجہ سے جان کا خطرہ لاحق ہوا ہے اسی طرح حضرت عیسیٰؑ بھی ایسے ہی خطرے سے دوچار ہوئے تو ان کی والدہ اپنے عزیزوں کے ہاں مصر لے گئیں اور ایک روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ نے روزگار کے لیے بڑھئی کا پیشہ اختیار کیا تھا۔ آپ کے بچپن کے حالات تفصیل سے نہیں ملتے۔ چونکہ آپ کی ولادت و پرورش بنی اسرائیل کے گھرانے میں ہوئی تھی اس لیے موسوی شریعت کے مطابق عبادت کے طریقے سیکھے اور سبت کی مجالس میں پابندی سے شرکت کرتے تھے۔

حضرت عیسیٰؑ کی بعثت:

آپ نے انتیس سال کی عمر میں اپنے رشتہ دار حضرت یحییٰ بن زکریا سے ۱۸ رمضان المبارک کی رات کو بپتسمہ لیا اور واپسی پر جوڈیا کے ریگستانوں میں صحرانوردی اختیار کی۔ چلہ کشی کے بعد عید فسح کے موقع پر ہیکل سلیمانی پہنچ گئے۔ اس وقت ہیکل سخت ابتر حالت میں تھا۔ اس کا صحن مویشیوں سے بھرا ہوا تھا۔ شور بہت زیادہ تھا۔ ہر طرف کاروباری افراد سودا سلف لینے دینے میں مصروف تھے۔ سود خور یہودیوں نے خانہ خدا کو بازار میں تبدیل کر رکھا تھا۔ آپ سے برداشت نہ ہوا سو جانوروں کو صحن سے نکلوایا اور کاروباری لین دین کرنے والوں کی میزیں الٹ دیں اور چیخ کر فرمایا ''خدا کے گھر کو بازار نہ بناؤ۔ کاہنوں کو آپ پر بہت غصہ آیا لیکن آپ کی سادہ تعلیمات سے متاثر جو جم غفیر آپ کے ہمراہ تھا اس کے خوف سے خاموش رہے۔ عید کے تہوار سے فارغ ہو کر آپ یروشلم واپس آ گئے اور اپنے خیالات کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تبلیغ شروع کر دی۔ علماء نے آپ کا مذاق اڑایا، طرح طرح کے اعتراضات کیے اور آپ کو غصہ دلاتے رہے لیکن آپ صبر وتحمل سے اپنا کام کرتے رہے۔

دوران تبلیغ آپ جھیل طبریہ کے کنارے کپرنوم نامی گاؤں میں تشریف لے گئے اور اس کی اکثریت آپ کی معتقد ہو گئی۔ آپ نے کپر نوم کی پہاڑی پر ایک بڑے مجمع کو خطاب کیا جس میں اپنی تعلیمات کا خلاصہ بیان کیا۔ یہ خطبہ ''سرمن آف دی ماؤنٹ'' یعنی پہاڑی والا وعظ کے نام سے مشہور ہے اور عیسائیوں کے ہاں اس کی وہی اہمیت ہے جو بدھ مت میں تقریر بنارس کی اور مسلمانوں میں خطبہ حجۃ الوداع کی ہے۔

اس کے بعد حضرت مسیح نے بارہ افراد کا انتخاب کیا جو ملک میں گھوم پھر کر لوگوں کو مسیح کی آمد کی خوشخبری دیتے اور ان کی تعلیمات سے آگاہ کرتے۔ پھر حضرت مسیح خود بھی گھوم پھر کر سیر و سیاحت کر کے تبلیغ کرتے اور لوگوں کو معجزات دکھاتے اور حق کی طرف ہدایت کرتے تھے۔

دوسری عید فسح (یہ تہوار ایک ہفتہ تک جاری رہتا تھا) کے موقع پر جب آپ یروشلم تشریف لائے تو یہودی عوام وخواص نے جس قدر آپ کی پذیرائی کی، علماء اس سے محروم رہے۔ اس طرح ان میں حسد پیدا ہوا۔ لہٰذا ان کی مخالفت کرنے لگے اور ان کے خلاف سازشیں شروع کر دیں اور آپ کو یروشلم سے چلے جانے کو کہا۔ آخر کار یہ یہودی اپنی سازش میں کامیاب ہوئے اور رومی حکومت سے ان کی موت کا پروانہ حاصل کر لیا۔ آپ کی نبوت کا دور نہایت ہی مختصر ہے جو ڈھائی سے تین سال پر مشتمل ہے۔

حضرت عیسیٰ اپنی طبیعت میں حلیم الطبع، بردبار، وسیع القلب، روادار، خندہ رو، خوش خلق اور غریب ومصیبت زدہ لوگوں کے بہی خواہ، ہمدرد اور مرنجاں مرنج شخصیت تھے۔ جب وہ کسی مصیبت زدہ کو دیکھتے تو ان کا دل بھر آتا اور اس کے مداوا کے لیے سب کچھ کر گزرتے۔

سب سے محبت کا درس دیتے، نفرت کے آگے سینہ سپر ہو جاتے اور گنہگاروں کو اپنے سینے سے لگا لیتے۔ ایک سفر میں آپ نے سامریوں سے پانی لے کر پی لیا، حالانکہ سامریوں کو سب یہودی کافر کہتے تھے لیکن آپ فرماتے تھے جن کو سب نے دھتکار دیا ہو میں انھیں گلے لگاؤں گا۔ اسی طرح ان کے خیال میں سبت کا دن چھٹی کا نہیں مخلوق خدا کی خدمت کا دن تھا۔ ان کا بڑھتا ہوا اثر ونفوذ یہودی علماء کی نظر میں کھٹکتا تھا اور اسے وہ اپنا امتیاز واقتدار ختم ہوتا دیکھ رہے تھے۔ حضرت عیسیٰ کو جو معجزات

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیے گئے ان میں سے بڑے حصے کا تعلق بھی مصیبت زدہ لوگوں سے ہمدردی و غمخواری کرنے، ان کی مصیبتیں دور کرنے اور ان کی تکلیفوں کو کم کرنے سے ہے۔ وہ اپنے قول و عمل سے ان کی مدد کرتے اور ان کو مصیبتوں و تکلیفوں سے نکالتے۔ قرآن مجید نے ان کے دس بڑے معجزات بیان کیے ہیں۔ ان کا مختصر سا تذکرہ کرنے سے پہلے ان کا پس منظر جان لینا ضروری ہے۔

معجزات کا پس منظر:

انبیاء کرامؑ کے معجزات زمان و مکان اور زمینی حالات و کیفیات کے مطابق ظاہر ہوتے رہے ہیں۔ چنانچہ جس دور میں جس قسم کے علوم و فنون کا چرچا ہوتا اور لوگوں میں ان کی شہرت و دھوم ہوتی اسی کے مطابق یہ انبیاء کے ہاتھوں پر واقع ہوتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں طب و حکمت اور علم طبیعات کا بڑا چرچا تھا اور ماہر اطباء و حکماء کی بڑی دھاک تھی۔ علاج کے فن نے بڑی ترقی کی تھی۔ طبیب حضرات معرکۃ الآراء علاج معالجہ کرتے تھے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو ایسے معجزے دیے جو طب سے تعلق رکھتے تھے تاکہ لوگ اطباء اور حکماء کے فن اور سچے دین کی حقیقت اور مادیت و روحانیت کا فرق دیکھ لیں، نبوت کے جھوٹے مدعیوں اور سچے نبیوں میں امتیاز کریں اور اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے رسول کی شان کو واضح طور پر پہچانیں۔ یہاں پر تفسیر ابن کثیر کا حوالہ مفید رہے گا۔

بہت سے علماء نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء میں سے ہر نبی کو وہ معجزات دیے جو اس زمانہ کے لوگوں کے مناسب حال تھے۔ چونکہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جادو کا زور تھا اور جادوگری کی قدر تھی۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے انھیں وہ معجزات دیے جن کی وجہ سے لوگوں کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اور جادوگر ششدر و حیران رہ گئے۔ جب انھوں نے دیکھا کہ یہ اعجاز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو وہ اسلام کے گرویدہ ہو کر رہ گئے۔ حضرت موسیٰ کی اطاعت قبول کر لی اور نیک بندوں میں شامل ہو گئے۔

عیسیٰ علیہ السلام اطباء اور طبیعات کا علم رکھنے والوں کے دور میں مبعوث ہوئے چنانچہ وہ ایسی نشانیاں لے کر آئے جو کوئی اور نہیں لاسکتا سوائے اس کے کہ اس کی تائید اور پشت پناہی اللہ تعالیٰ کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرف سے ہو۔ بھلا ایک طبیب جمادات میں کیسے جان ڈال سکتا ہے یا اندھے اور کوڑھی کو ٹھیک کر سکتا ہے اور جو قبر میں ابدالاباد تک چلا گیا ہے اسے کیسے زندہ کر سکتا ہے۔

اسی طرح حضرت محمد ﷺ فصحاء و بلغاء اور شعراء و ادباء کے زمانے میں مبعوث ہوئے۔ آپؐ وہ کتاب لے کر آئے کہ اس کے مقابلے کے لیے جن و انس سب جمع ہو جائیں تو اس جیسا یا اس کی دس سورتوں جیسا یا ایک سورت جیسا کلام بھی پیش نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اللہ کا کلام اور عربوں کا کلام یکساں نہیں ہو سکتا۔

حضرت عیسیٰ کے معجزات:

ا۔ بغیر باپ کے پیدا ہونا

انسانی پیدائش کے تین بڑے عجائبات و اعجازات میں سے ایک عجوبہ حضرت عیسیٰ کی ولادت ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام بغیر ماں اور باپ کے پیدا ہوئے۔ حضرت حوا علیہا السلام بغیر ماں کے پیدا ہوئیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ ارشاد باری ہے۔:

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُوا۟ رَبَّكُمُ ٱلَّذِى خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَٰحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَآءً... (النساء ۴:۱)

”لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد و عورت دنیا میں پھیلا دیئے“۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن باپ کے پیدا ہوئے۔ ارشاد باری ہے۔:

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ ٱللَّهِ كَمَثَلِ ءَادَمَ ۖ خَلَقَهُۥ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ ۝

(آل عمران ۳:۵۹)

”اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدم کی سی ہے کہ اللہ نے اسے مٹی سے پیدا کیا اور حکم دیا کہ ہو جا اور وہ ہو گیا“۔

۲۔ گہوارے میں کلام کرنا

عیسیٰ علیہ السلام ابھی چند دن کے ہوئے تھے کہ گفتگو کرنے لگے اور نہایت فصیح و بلیغ زبان میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گفتگو کی جس سے لوگ حیران و ششدر رہ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَمِنَ الصَّالِحِينَ ○ (آل عمران ۳:۴۶)

''لوگوں سے گہوارے میں بھی کلام کرے گا اور بڑی عمر کو پہنچ کر بھی''۔

یہ تو پیش گوئی تھی جوان کے حق میں کی گئی۔ پھر عیسیٰؑ نے اس کے مطابق عملاً کلام کیا۔ ارشاد ہے:

إِذْ أَيَّدتُّكَ بِرُوحِ الْقُدُسِ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا... (المائدہ:۱۱۰)

''میں نے روح پاک سے تیری مدد کی تو گہوارے میں بھی لوگوں سے بات کرتا تھا اور بڑی عمر کو پہنچ کر بھی''۔

۳۔ والدہ کا دفاع کرنا

یہ معجزہ اپنے اعجازی اور تحیراتی پہلوؤں کے ساتھ یہ اہم پہلو بھی اپنے اندر رکھتا ہے کہ ایک کمزور، بے بس، ذہنی وجسمانی تکلیف میں مبتلا اور مجسّم شرم وحیا عصمت وعفت خاتون لوگوں کے طعن وتشنیع، بدگمانیوں اور حقارتوں اور سرگوشیوں میں گھری ہوئی ہے اس کی اس تکلیف اور دکھ میں ننھا سا بچہ معاون ومحافظ اور وکیل ومتکلم بن کر کھڑا ہوتا ہے اور اسے اس گھمبیر صورت حال سے نکال لاتا ہے اور اس کی برأت بیان کرتا ہے۔ اس طرح حضرت عیسیٰ پیدا ہوتے ہی خدمت خلق اور شفقت علی الخلق کا ایسا عظیم کارنامہ سرانجام دیتے ہیں جو بڑی سے بڑی شخصیت بھی سرانجام نہیں دے سکتی۔ ان کے اس کلام سے ایک عورت اپنا سر اونچا کر لیتی ہے اور معاشرے کے طعنوں اور بے حیا باتوں سے محفوظ ہو جاتی ہے۔ حضرت مسیح کی رفاہی زندگی کا سفر اس طرح شروع ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے معجزے کے طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سابقہ کتب کا علم عطا فرمایا تھا۔ ارشاد خداوندی ہے: وَإِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ وَالْإِنجِيلَ۔۔۔ (المائدہ:۱۱۰)

''میں نے تجھ کو کتاب اور حکمت اور توراۃ وانجیل کی تعلیم دی''۔

چنانچہ بغیر استاد کے وہ تورات نہ صرف پڑھ لیتے تھے بلکہ اس کی تشریح بھی خوب کرتے تھے۔ بائبل میں ہے کہ وہ جب بارہ برس کی عمر میں بیت المقدس پہنچے تو یہودی علماء کے سامنے ایسے حکیمانہ دلائل و براہین بیان فرمائیں کہ تمام علماء عاجز ومبہوت رہ گئے اور سامعین اش اش کر اٹھے۔ (تفسیر عثمانی مطبوعہ قرآن کمپلیکس مدینہ منورہ)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۔ مٹی سے پرندہ بنا کر اڑانا

وہ گلی مٹی سے پرندہ کی شکل تا کر اس میں پھونک مارتے تو وہ زندہ پرندہ بن کر اڑنے لگتا تھا۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَرَسُولًا اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اَنِّیْ قَدْ جِئْتُکُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ اَنِّیْٓ اَخْلُقُ لَکُمْ مِّنَ الطِّیْنِ کَهَیْئَةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَکُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ... (آل عمران۳:۴۹)

''میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس نشانی لے کر آیا ہوں۔ میں تمہارے سامنے مٹی سے پرندہ کی صورت کا ایک مجسمہ بناتا ہوں اور اس میں پھونک مارتا ہوں، وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے''۔

یہاں پر اس معجزے کا دعویٰ ہے اور سورۃ مائدہ میں اسے عملی شکل میں ظاہر کرنے یعنی پرندہ بنا کر اس میں روح پھونک کر اور اسے اڑانے کا بیان ہے۔ یہ ایک عظیم معجزہ ہے جو حضرت عیسیٰؑ کے ہاتھ پر ظاہر ہوا۔

۵۔ لاعلاج بیماروں کو تندرست کرنا

اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر ایسے مریضوں کو شفا عطا فرمائی جن کا علاج طبیبوں اور ویدوں کے پاس نہیں تھا۔ قران مجید نے فرمایا: وَاُبْرِئُ الْاَکْمَهَ وَالْاَبْرَصَ ...۔ (آل عمران۳:۴۹)

''اور میں اللہ کے حکم سے مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرتا ہوں''۔

پھر انھوں نے عملاً اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا کیا۔ ارشاد باری ہے:

وتبرئ الاکمه و الأبرص باذنی (المائدہ۵:۱۱۰)

''تم مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو میرے حکم سے اچھا کرتے تھے''۔

بائبل میں بیان کیا گیا ہے کہ ''پھر یسوع وہاں سے چل کر گلیل کے جھیل کے نزدیک آیا اور پہاڑ پر چڑھ کر وہیں بیٹھ گیا اور ایک بھیڑ لنگڑوں، اندھوں، گونگوں، ٹنڈوں اور بہت سے بیماروں کی اپنے ساتھ لے کر اس کے پاس آئی اور ان کو اس کے پاؤں میں ڈال دیا اور اس نے انھیں اچھا کر دیا۔ چنانچہ جب لوگوں نے دیکھا کہ گونگے بولتے، ٹنڈے تندرست ہوتے اور لنگڑے چلتے پھرتے اور اندھے دیکھتے ہیں تو تعجب کیا اور اسرائیل کے خدا کی تمجید کی۔ (متی۔۱۵ آیت ۲۹ تا ۳۱)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۶۔مُردوں کوزندہ کرنا

حضرت عیسیٰؑ کا بہت بڑا معجزہ جسے دنیا یاد رکھے ہوئے ہے وہ ہے مردوں کو زندہ کرنا۔قرآن مجید نے فرمایا:

وَاُحْيِي الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ... (آل عمران ۳:۴۹)

''اور اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کرتا ہوں''۔

اور فرمایا:

وَ اِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ... (المائدہ:۱۱۰)

''اور جب تو مردوں کے میرے حکم سے نکالتا تھا''۔

بائبل کی روایت ہے کہ عبادت خانے کے سردار کی بارہ سالہ بیٹی فوت ہوگئی۔لوگوں نے آکر سردار کو خبر دی۔اس وقت سردار آپ کے پاس بیٹھا تھا۔حضرت عیسیٰؑ نے کہا خوف نہ کر اور اعتقاد رکھ۔ پھر آپ اس لڑکی کے کمرے میں آئے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا:

''تلیتا قمی'' یعنی لڑکی میں تجھ سے کہتا ہوں اٹھ۔وہ لڑکی فی الفور اٹھ کر چلنے لگی۔اس پر لوگ بہت حیران ہوئے۔(مرقس باب ۵:۲۵)

۷۔دسترخوان کا نزول

عیسیٰؑ کے حواریوں اور متبعین نے آپ سے عرض کیا کہ ہمارے لیے غیب سے کھانے کا دسترخوان نازل کرائیں تاکہ ہم کھائیں، آپ پر ایمان پختہ کریں اور ہمارے لیے اس کا نزول عید بن جائے۔اس کیفیت کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمایا:

حواریوں کے سلسلے میں۔یہ واقعہ بھی یاد رہے کہ جب حواریوں نے کہا ''اے عیسیٰ بن مریم! کیا آپ کا رب ہم پر آسمان سے کھانے کا ایک دسترخوان اتار سکتا ہے تو عیسیٰ نے کہا'' اللہ سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔انھوں نے کہا ہم بس یہ چاہتے ہیں کہ اس خوان سے کھانا کھائیں اور ہمارے دل مطمئن ہوں اور ہمیں معلوم ہو جائے کہ آپ نے جو کچھ ہم سے کہا ہے وہ سچ ہے اور ہم اس پر گواہ ہوں۔اس پر عیسیٰ ابن مریم نے دعا کی'' خدایا ہمارے رب ہم پر آسمان سے ایک خوان نازل کر جو ہمارے لیے اور ہمارے اگلوں پچھلوں کے لیے خوشی کا موقع قرار پائے اور تیری طرف سے ایک نشانی ہو، ہم کو رزق

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دے اور تو بہترین رزاق ہے۔ (المائدہ:۱۱۲۔۱۱۴)

نزول مائدہ (کھانے کا دسترخوان) کے فوائد اور اثرات وثمرات کے کئی ایسے پہلو ہیں جو اپنی جگہ پر معجزانہ اہمیت رکھتے ہیں اور ان آیات میں بیان ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک پہلو کھانے پینے کی ضروریات کا پورا ہونا، بھوک مٹانا اور خوش ہونا ہے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کے نازل ہونے کی دعا میں بھی اس پہلو کو مدنظر رکھا اور عرض کیا کہ ہمارے اگلے پچھلوں کے لیے خوشی کا موقع (عید) قرار پائے، تو ہمیں رزق دے اور تو بہترین رزاق ہے۔

اکثر مفسرین کی رائے ہے کہ دسترخوان نازل ہوا تھا اور کئی دن تک نازل ہوتا رہا اور لوگ کھاتے رہے۔ آخر لوگوں کی ناشکری، ذخیرہ اندوزی اور بے قدری کی وجہ سے بند ہو گیا۔

۸۔ گھروں میں ذخیرہ شدہ اشیاء کی خبر دینا

عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں سے ایک معجزہ یہ تھا کہ وہ لوگوں کو ان کے کھانے پینے کی اشیاء اور ان کے ذخیرہ کی اطلاع دے دیتے تھے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَاُنَبِّئُكُم بِمَا تَأْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوتِكُمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِن كُنتُم مُّؤْمِنِيْنَ ٥ (آل عمران:۴۹)

’’میں تمھیں بتاتا ہوں کہ تم کیا کھاتے ہو اور اپنے گھروں میں کیا ذخیرہ کر کے رکھتے ہو۔ اس میں تمہارے لیے کافی نشانی ہے اگر تم ایمان لانے والے ہو‘‘۔

انسان کی بنیادی اور لازمی ضرورت غذا ہے۔ وہ اس کے حصول کی جدوجہد کرتا رہتا ہے اور اسے اس کی ہر حالت میں اور ہر روز دو تین مرتبہ یاد آتی ہے۔ لہٰذا عیسیٰ علیہ السلام نے اسی بات کی خبر دی اور توجہ دلائی جس کی طرف ان کا دھیان رہتا ہے نیز ہر شخص کو اس سے واسطہ پیش آتا ہے۔

۹۔ بے جا جکڑ بندیوں سے نجات دلانا

عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے پہلے موسوی شریعت رائج تھی۔ یہودی علماء واحبار اور رھبان نے اس میں جو افراط تفریط پیدا کر دی تھی وہ اسے ختم کرتے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَلِاُحِلَّ لَكُم بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُم بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ٥ (آل عمران:۵۰)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور میں اس ہدایت وتعلیم کی تصدیق کرنے والا بن کر آیا ہوں جو تورات میں سے اس وقت میرے زمانہ میں موجود ہے اور اس لیے آیا ہوں کہ تمہارے لیے بعض چیزوں کو حلال کردوں جو تم پر حرام کردی گئیں ہیں۔ دیکھو میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس نشانی لے کر آیا ہوں لہٰذا اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو''۔

وَّ قَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَ لٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًاۢ o بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا o (النساء۴:۱۵۷۔۱۵۸)

اور (ان یہودیوں نے) کہا کہ ہم نے مسیح عیسیٰؑ ابن مریم رسول اللہ کو قتل کر دیا ہے حالانکہ فی الواقع انھوں نے نہ اس کو قتل کیا، نہ صلیب پر چڑھایا بلکہ معاملہ ان کے لیے مشتبہ کر دیا گیا اور جن لوگوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا وہ بھی دراصل شک میں مبتلا ہیں۔ ان کے پاس اس معاملے میں کوئی علم نہیں ہے، محض گمان ہی کی پیروی ہے۔ انھوں نے مسیح کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اس کو اپنی طرف اٹھالیا۔ اللہ زبردست طاقت رکھنے والا اور حکیم ہے۔ یہ دنیا کو انوکھا اور عجیب معجزہ ہے جو ان کو اللہ کی طرف سے ملا ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کی انسانوں سے محبت اور ان کی خدمت:

ایک یہودی عالم نے حضرت مسیحؑ سے پوچھا کہ احکام دین میں اولین حکم کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا:

''خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دل، اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل سے محبت رکھ۔ بڑا اور پہلا حکم یہی ہے۔ اور دوسرا اس کی مانند یہ ہے کہ اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبت رکھ۔ ان ہی دو حکموں پر توراۃ اور انبیاء کے صحیفوں کا دارومدار ہے''۔

(۲۔ بائبل متی باب۲۲:۳۷۔۴۰)

دوسری جگہ بیان کیا گیا ہے:

''اور دیکھو ایک شخص نے پاس آکر اس سے کہا۔ اے استاد میں کون سی نیکی کروں تاکہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں؟ اس نے اس سے کہا کہ تو مجھ سے نیکی کی بات کیوں پوچھتا ہے؟ نیک تو ایک ہی ہے،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن اگر تو زندگی میں داخل ہونا چاہتا ہے تو حکموں پر عمل کر۔ اس نے اس سے کہا کون سے حکموں پر؟ یسوع نے کہا کہ خون نہ کر، زنا نہ کر، جھوٹی گواہی نہ دے۔ اپنے باپ اور ماں کی عزت کر اور اپنے پڑوسی سے اپنے مانند محبت رکھ۔ اس جوان نے اس سے کہا، میں نے ان سب پر عمل کیا۔ اب مجھ میں کس بات کی کمی ہے؟ یسوع نے اس سے کہا، اگر تو کامل ہونا چاہتا ہے تو جا اپنا مال اسباب بیچ کر غریبوں کو دے دے۔ تجھے آسمان پر خزانہ ملے گا اور آ کر میرے پیچھے ہو لے، مگر وہ جوان یہ بات سن کر غمگین ہو کر چلا گیا کیونکہ وہ بڑا مالدار تھا"۔ (۲۔ متی ۱۹:۱۶ تا ۲۲)

شفقت علی الخلق کی فضیلت میں ایک حدیث قدسی نبیﷺ نے بیان فرمائی ہے۔ اس سے ملتی جلتی ایک روایت انجیل میں بھی ہے ملاحظہ کریں۔

"اس وقت بادشاہ اپنے دائیں طرف والوں سے کہے گا، آؤ میرے باپ کے مبارک لوگو، جو بادشاہی بنائے عالم سے تمہارے لیے تیار کی گئی ہے اسے میراث میں لو کیونکہ میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا کھلایا، میں پیاسا تھا تم نے مجھے پانی پلایا، میں پردیسی تھا تم نے مجھے اپنے گھر میں اتارا، میں ننگا تھا تم نے مجھے کپڑا پہنایا، میں بیمار تھا تم نے میری خبر لی، قید میں تھا تم میرے پاس آئے، تب راستباز اس جواب میں اس سے کہیں گے اے خداوند ہم نے کب تجھے بھوکا دیکھ کر کھانا کھلایا یا پیاسا دیکھ کر پانی پلایا؟ ہم نے کب تجھے پردیسی دیکھ کر گھر میں اتارا؟ یا ننگا دیکھ کر کپڑا پہنایا؟ ہم تجھے کب بیمار یا قید میں دیکھ کر تیرے پاس آئے؟ بادشاہ جواب میں ان سے کہے گا، میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تم نے میرے ان سب سے چھوٹے بھائیوں میں سے کسی کے ساتھ یہ سلوک کیا تو میرے ہی ساتھ کیا۔

پھر وہ بائیں طرف والوں سے کہے گا، اے ملعونو! میرے سامنے اس ہمیشہ کی آگ میں چلے جاؤ جو ابلیس اور اس کے حواریوں کے لیے تیار کی گئی ہے، کیونکہ میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا نہ کھلایا، پیاسا تھا تم نے مجھے پانی نہیں پلایا، پردیسی تھا تم نے مجھے گھر میں نہ اتارا، ننگا تھا تم نے مجھے کپڑا نہ پہنایا، بیمار اور قید میں تھا تم نے میری خبر نہ لی، تب وہ جواب میں کہیں گے اے خداوند! ہم نے کب تجھے بھوکا یا پیاسا یا پردیسی یا ننگا یا بیمار یا قید میں دیکھ کر تیری خدمت نہ کی۔ اس وقت وہ ان سے جواب میں کہے گا میں تم سے سچ کہتا ہوں، جب سے تم نے ان سب سے چھوٹوں میں سے کسی کے ساتھ یہ سلوک نہ کیا تو میرے ساتھ نہ کی اور یہ ہمیشہ کی سزا پائیں گے مگر راستباز ہمیشہ کی زندگی۔" (متی ۲۵:۳۵ تا ۴۶)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے خدمت خلق وشفقت علی الخلق کی یہ اعلیٰ تعلیم ہے جس کی وجہ سے آج عیسائی رفاہی اور خدمت خلق کے کام سب سے زیادہ اور بڑے پیمانے پر سرانجام دے رہے ہیں۔ اسپتال قائم کرتے ہیں اور پھر ان میں لگن اور تندہی سے ڈیوٹیاں سرانجام دیتے ہیں۔ اسی طرح بہت سے رفاہ عامہ کے کام کر کے ان کے ذریعے سے اپنے مذہب کی اشاعت کرتے ہیں، لوگوں کو اپنا گرویدہ بناتے ہیں اور اپنا سیاسی، سماجی اور ثقافتی اثر چھوڑتے ہیں۔ مسلمانوں کے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ ایسی ہی تعلیم ہمارے آقا محمد ﷺ نے بھی دی ہے، خدمت خلق کے ایسے ہی فضائل و درجات آپ نے بھی بیان کیے ہیں اور دنیا و آخرت کا اجر بتایا ہے پھر ہم مسلمان ان پر عمل کر کے اپنی دنیا و اخرت کیوں نہیں بناتے اور کامیابی حاصل کیوں نہیں کرتے؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام

قرآن مجید میں جن رسولوں کا کثرت سے تذکرہ ہوا ہے، ان میں سے ایک حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ یہ اولوالعزم نبی، رسول، ابوالانبیاء، خلیل اللہ اور امام الناس ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اپنے خلیل (دوست) برگزیدہ اور پیارے نبی کا ذکر، امۃ، حنیف اور مسلم کے ناموں سے متعدد مرتبہ کیا ہے۔ آپ ہمارے رسولِ مقبول حضرت محمد ﷺ کے جدِ امجد ہیں۔ گویا مسلمان نہ صرف اُمتِ محمدیہ سے تعلق رکھتے ہیں بلکہ اُمتِ ابراہیمی سے بھی متعلق ہیں۔ اسی لیے مسلمان حضورِ اکرم ﷺ کے ساتھ ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد پر بھی درود بھیجتے ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ کا نام بروایت تورات اللہ تعالیٰ نے خود رکھا ہے۔ اکثر مفسروں اور نحویوں کے نزدیک زیادہ تر انبیاء کے ناموں کی طرح ابراہیم بھی عجمی لفظ شمار کیا ہے اور بغیر تنوین کے پڑھا جاتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کے آبائی وطن اور زمانے کے بارے میں بائبل، تاریخی روایات اور جدید تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ۲۱۰۰ ق م میں عراق کے شہر اُر (عر) میں پیدا ہوئے، جہاں کے معاشرے میں اس وقت شرک، بت پرستی اور توہم پرستی عام تھی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دنیا کے دوسرے خطوں کی طرح وہاں بھی طبقاتی نظام رائج تھا اور آبادی تین طبقوں پر مشتمل تھی۔ یہ طبقات ایسے ہی تھے جیسے ہندوؤں میں موجود ہیں۔ فوجی خدمات سرانجام دینے والوں اور مذہبی افراد کا تعلق اونچے طبقے سے تھا جنہیں عمیلو کہا جاتا تھا۔ دوسرا طبقہ تاجروں، صنعت کاروں اور زمینداروں کا تھا جسے مشکینو کہا جاتا تھا اور تیسرا طبقہ غلاموں اور خادموں کا تھا جسے آردو کہا جاتا تھا۔

حضرت ابراہیمؑ نے عمیلو کے اونچے طبقے میں آنکھ کھولی تو پوری قوم کو شرک و بت پرستی میں غرق پایا۔ حضرت ابراہیمؑ کے دور میں شرک محض ایک مذہبی عقیدہ اور بت پرستانہ عبادت کا مجموعہ ہی نہ تھا۔ بلکہ درحقیقت اس قوم کی پوری معاشی، تمدنی، سیاسی اور معاشرتی زندگی کا نظام اسی عقیدے کے محور پر رواں دواں تھا۔ اس کے مقابلے میں حضرت ابراہیمؑ توحید کی جو دعوت لے کر اٹھے، اس کا اثر صرف بتوں کی پرستش ہی پر نہ پڑتا تھا بلکہ شاہی خاندان کی مقبولیت اور حاکمیت، پجاریوں اور اونچے طبقے کی معاشی، معاشرتی اور سیاسی حیثیت اور پورے ملک کی اجتماعی زندگی اس کی زد میں آتی تھی۔ ان کی دعوت کو قبول کرنے کے معنی یہ تھے کہ نیچے سے اوپر تک ساری سوسائٹی کی عمارت منہدم کر دی جائے اور اسے ازسرِنو توحید الوہیت کی بنیاد پر تعمیر کیا جائے۔ اسی لیے ابراہیمؑ کی آواز بلند ہوتے ہی عوام و خواص سب بیک وقت اس کو دبانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔

خلیل اللہ کا مشن:

خلیل اللہ مادی لحاظ سے خوشحال، نسبی لحاظ سے اعلیٰ وارفع اور مرتبے و مقام کے لحاظ سے بہت اونچے گھرانے میں پیدا ہوئے اور اپنے اردگرد دنیا کی تمام نعمتیں، راحتیں اور سہولتیں میسر پائیں۔ یہ کہنا قطعاً مبالغہ نہ ہوگا کہ دنیا میں جتنی چیزیں ایسی ہیں جن سے انسان کو رغبت ہوتی ہے اور ان کو حاصل کرنے کی خواہش و تمنا کرتا ہے، وہ تمام خلیل اللہ کو میسر تھیں، لیکن حق منکشف ہونے سے لے کر مرتے دم تک ان کی پوری زندگی سراسر تسلیم و رضا اور قربانی سے عبارت رہی ہے۔ انھوں نے حاصل شدہ تمام نعمتوں اور راحتوں کو حق کی خاطر قربان کر دیا۔ یہی نہیں بلکہ اس دنیا میں جتنے خطرات سے انسان کو واسطہ پیش آنا ممکن ہے اور جن سے آدمی ڈرتا اور گھبراتا ہے، ان میں سے کوئی خطرہ ایسا نہیں تھا جسے انھوں نے حق کی راہ میں نہ جھیلا ہو اور اس کے مقابلے میں ثابت قدمی اور استقلال نہ دکھایا ہو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابراہیم علیہ السلام کی ان عظیم قربانیوں کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے انھیں دنیا کا امام، پیشوا اور رہنما بنایا۔ ارشادِ باری ہے:

وَ اِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ ؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ۝ (البقرۃ۲: ۱۲۴)

''یاد کرو کہ جب ابراہیم کو اس کے رب نے چند باتوں میں آزمایا اور وہ ان سب میں پورا اتر گیا، تو اللہ نے کہا میں تجھ کو سب لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔ ابراہیم نے عرض کیا اور کیا میری اولاد سے بھی یہی وعدہ ہے؟ اللہ نے جواب میں فرمایا: میرا وعدہ ظالموں سے متعلق نہیں ہے''۔

آج دنیا کی تقریباً دو تہائی آبادی حضرت ابراہیمؑ کو اپنا پیشوا اور رہنما مانتی ہے، ان کے رسول ہونے پر ایمان رکھتی ہے، ان سے اپنا روحانی تعلق جوڑتی ہے اور انھیں محبت و عقیدت اور عظمت و عزت سے دیکھتی ہے۔ ایک لحاظ سے یہ قرآن کا اعجازِ علمی ہے کہ قرآن مجید نے اس وقت ان کے امام ہونے کا بتلایا جب دنیا اس حقیقت کو فراموش کر چکی تھی۔

حضرت ابراہیمؑ نے نبی، رسول، امت کی ہدایت کے ذمہ دار اور امام الناس ہونے کی بنیاد پر کارہائے نبوت کے وہ سب کام احسن طریقے سے سرانجام دیے جو تمام انبیائے کرام کرتے رہے ہیں۔ انھوں نے توحید کا علم بلند کیا اور اس کا حق ادا کر دیا۔ لوگوں کو بت پرستی، شرک، توہمات اور خرافات سے نکال کر اللہ کے بندے بنایا اور وطن پرستی، نسلی تفاخر، عصبی منافرت سے نجات دلائی، انسانوں کو انسانوں کی غلامی، بادشاہوں کی چاکری اور طبقہ واریت کی ذلت سے نکال کر آزاد انسان بنایا۔ بتوں اور رسم و رواج کی ولدل سے نکال کر اللہ کا فرمانبردار، مسلم اور مومن بنایا، ان کی تعلیم و تربیت کا بندوبست کیا، دنیا میں توحید کے مراکز بنائے، ان کو مستقل آباد کرنے کے لیے سعی و جدوجہد، دعائیں اور تدبیریں کیں اور آخرکار اپنے مقصد میں کامیاب و کامران ہو گئے۔ فسبحان اللہ وبحمدہ و سبحان اللہ العلی العظیم۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ کو خدمتِ خلق کے پہلو سے دیکھا جائے اور شفقت علی الخلق کے نقطۂ نظر سے جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ آپ نے ان اُمور کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہایت بہترین انداز سے اور عمدہ طریقے سے سرانجام دیا۔ ان کا کام موجودہ دور کے خدمتِ خلق اور رفاہی کاموں سے بے شمار حیثیتوں سے افضل ہے۔ اس سے پہلے چند بنیادی باتیں پیش کی جاتی ہیں:

الف) انبیائے کرام اور ان کے پیروکار شفقت علی الخلق کے جو رفاہی کام کرتے ہیں، اس سلسلے میں ان کی نیت اور مقصد محض اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے اور آخرت کے لیے اجر حاصل کرنا ہوتا ہے۔

ب) بندوں کی خدمت یہ سمجھ کر کرتے ہیں کہ ان لوگوں کا ہم پر حق ہے جو ہم ادا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر ان کی خدمت لازم کی ہے۔ اسے ہم ادا نہیں کریں گے تو قیامت کے دن ہم سے باز پرس اور ہماری گرفت ہوگی۔

ج) یہ حضرات خدمتِ خلق کے کاموں کا کوئی اجر، معاوضہ اور بدلہ اس دنیا میں نہیں چاہتے اور نہ اس سلسلے میں کوئی احسان جتلاتے ہیں۔

د) تمام انسانیت کی یکساں خدمت کرتے ہیں۔ انسانوں کے درمیان مذہب، رنگ و نسل، ذات پات اور علاقے، خطے اور لسانیت و وطنیت کی بنیاد پر کوئی فرق نہیں کرتے۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے کام میں یہ سب خصوصیات بدرجۂ اتم موجود ہیں۔ ذیل میں خدمتِ خلق کے ضمن میں ان کے چند کاموں کا مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے:

۱۔ اصلاحی مرکز کا قیام

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ وحدہٗ کی عبادت کے لیے توحید کا مرکز مکہ کی وادی میں اس وقت قائم کیا جب یہاں پر نہ انسان آباد تھے، نہ سبزہ، گھاس اور پانی کا ہی نام و نشان تھا۔ ایک لق ودق اور چٹیل وادی میں محض کالے اور خشک پہاڑ تھے۔ اس مرکز کے قیام کے لیے انھوں نے اپنی بیوی اور ننھے بیٹے کو یہاں رہنے کے لیے چھوڑا۔

یہ مرکز جہاں توحیدِ باری تعالیٰ اور دین کی اشاعت و اقامت کے لیے تھا، وہاں یہ ایک امت کا مرکز، مستقل گہوارا اور بنیاد بھی تھا تاکہ امت مسلمہ خانہ بدوشوں کی صورت میں دربدر ماری نہ پھرتی رہے۔ الحمدللہ ان کا بسایا ہوا مرکز قیامت تک اسی طرح ترقی کرتا رہے گا۔

(مزید ملاحظہ کریں سورۃ ابراہیم آیت ۳۵ تا ۳۷)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔امن کا قیام

انسان کی بنیادی ضرورتوں میں اس کی جان و مال اور عزت و آبرو کی سلامتی نہایت اہمیت کی حامل ہے۔سیدنا ابراہیمؑ نے اپنی اولاد اور اپنے پیروکاروں کے لیے اس بنیادی ضرورت کا نہایت عمدہ بندوبست کیا۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ۝

”ابراہیم نے کہا (دعا کرتے ہوئے عرض کیا) پروردگار! اس شہر (مکہ) کو امن کا شہر بنا اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچا“۔(ابراہیم۱۴:۳۵)

خلیل اللہ کی یہ دعا قرآن مجید میں کئی مقامات پر بیان ہوئی ہے۔اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دعا قبول فرمائی اور شہرِ مکہ کو قیامت تک کی لیے حرم (محترم و مامون) قرار دے کر جائے امن بنا دیا۔ارشاد ہے:

وَ اِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَ اَمْنًا ؕ وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ

(البقرة۲:۱۲۵)

”اور یہ کہ ہم نے اس گھر (کعبے) کو لوگوں کے لیے مرکز اور امن کی جگہ قرار دیا اور لوگوں کو حکم دیا کہ ابراہیم جہاں عبادت کے لیے کھڑا ہوتا ہے، اس جگہ کو مستقل جائے نماز بنا لو“۔

نبی کریمﷺ کا ارشاد ہے:

عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ لَا يَحِلُّ لِاَحَدِكُمْ اَنْ يَّحْمِلَ بِمَكَّةَ السَّلَاحَ (رواه مسلم)

”حضرت جابرؓ نے کہا کہ میں نے نبیﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم میں سے کسی شخص کے لیے مکہ میں (لڑنے کے لیے) ہتھیار اٹھانا جائز نہیں“۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے خود اس شہر کی البلد الامین (امن والا شہر) کہہ کر قسم کھائی ہے۔(سورۃ التین)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا ثبوت یہ ہے کہ ہزاروں سال سے حرم کے باشندے، امن و سلامتی سے رہتے آرہے ہیں جبکہ صدیوں تک یہ حالت ہی رہی کہ ان کے اردگرد کے لوگ اچک لیے جاتے تھے، باہمی جھگڑے اور فساد ہوتے رہے ہیں، لوٹ مار چوری، ڈاکہ زنی اور خونریزی کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وارداتیں ہوا کرتی تھیں لیکن حرم میں ہمیشہ امن وسکون برقرار رہا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کیفیت کو سورہ قریش میں امنهم من خوف کہہ کر بیان کیا ہے اور دوسری جگہ حرم کے امن اور اردگرد کے علاقے کی حالتِ زار اس طرح بیان کی:

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّ يُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَ بِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ۝ (العنکبوت۲۹:۶۷)

’’کیا یہ دیکھتے نہیں ہیں کہ ہم نے ایک پُرامن حرم بنا دیا ہے حالانکہ ان کے گردوپیش لوگ اچک لیے جاتے ہیں؟ کیا پھر بھی یہ لوگ باطل کو مانتے ہیں اور اللہ کی نعمت کا کفران (ناشکری) کرتے ہیں‘‘۔

دینِ اسلام وشریعتِ مطہرہ کے نفاذ کی غرض وغایت اور بڑا مقصد یہی ہے کہ لوگ امن وسلامتی سے رہیں، انھیں کسی کی زیادتی، کسی کے ظلم وستم اور جور وجبر کا ڈر نہ رہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کم از کم اپنے قائم کیے ہوئے مرکز میں یہ بندوبست نہایت بہترین انداز میں کر دیا۔

۳۔ کھانے کا انتظام

حضرت ابراہیمؑ نے جب اپنی اولاد کو مکہ کی ویران اور بے آب وگیاہ وادی میں بسایا تو ان کی غذائی ضروریات کے بندوبست کے لیے اپنے پروردگار سے دعا کی:

رَبَّنَا اِنِّيْ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ۝ (ابراھیم۱۴:۳۷)

’’پروردگار! میں نے ایک بے آب وگیاہ آبادی میں اپنی اولاد کے ایک حصے کو تیرے محترم گھر کے پاس لا بسایا ہے۔ پروردگار یہ میں نے اس لیے کیا ہے کہ یہ لوگ یہاں نماز قائم کریں، لہٰذا تو لوگوں کے دلوں کو ان کا مشتاق بنا اور انھیں کھانے کو پھل دے، شاید کہ یہ شکرگزار بنیں‘‘۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّ ارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْاٰخِرِ ؕ قَالَ وَ مَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ○ (البقرۃ۲:۱۲۶)

''اور یہ کہ ابراہیم نے دعا کی، اے میرے رب! اس شہر کو امن کا شہر بنا دے اور اس کے باشندوں میں سے جو اللہ اور آخرت کو مانیں، انھیں ہر قسم کے پھلوں کا رزق دے۔ جواب میں ان کے رب نے فرمایا، اور جو نہ مانے گا، دنیا کی چند روزہ زندگی کا سامان تو میں اسے بھی دوں گا مگر آخرکار اسے عذابِ جہنم کی طرف گھسیٹوں گا اور وہ بدترین ٹھکانا ہے''۔

خلیل اللہ نے اپنے پیروکاروں کے لیے نہ صرف خوراک کے لیے غذا مانگی بلکہ پھلوں کی بھی خواہش کی، تاکہ ان کی امت کے لوگ خوب کھائیں، صحت بنائیں، اللہ کا شکر ادا کریں، نماز قائم کریں اور اللہ کے فرمانبردار بندے بن کر رہیں۔ پھر ان کے لیے لوگوں کا میلان و محبت اور الفت و مؤدت بھی طلب کی تاکہ لوگ دل سے کھنچ کر ان کی طرف آئیں۔

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کی یہ سب دعائیں قبول فرمائیں چنانچہ آج تک لاکھوں انسان ہر سال مشرق و مغرب اور شمال و جنوب سے کھنچ کھنچ کر وہاں جاتے ہیں۔ اعلیٰ قسم کے پھلوں اور میووں کی وہ افراط ہے جو شاید دنیا کے کسی مقام پر نہ ہو۔ ہر موسم کا پھل ہر وقت بکثرت موجود ہے حالانکہ خود مکہ میں کوئی بھی پھلدار درخت موجود نہیں۔

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ نے اس نعمت کا ذکر یوں بیان فرمایا ہے:

اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰۤى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ (القصص۲۸:۵۷)

''کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ ہم نے ایک پُرامن حرم کو ان کے لیے جائے قیام بنا دیا جس کی طرف ہر قسم کے ثمرات کھنچے چلے آتے ہیں، ہماری طرف سے رزق کے طور پر؟ مگر ان میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں''۔

اور سورہ قریش میں فرمایا: وَ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ''اور بھوک سے بچا کر کھانے کو دیا''۔

۴۔ پانی کا بندوبست

وادی مکہ میں شیریں پانی نایاب تھا، یہاں زیرِ زمین پانی شور زدہ اور کڑوا ہے۔ جس وقت حضرت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابراہیمؑ نے اپنے شیر خوار بیٹے اسماعیل اوران کی والدہ ہاجرہ کو وہاں پر چھوڑا اس وقت پانی کا بالکل نام و نشان نہ تھا۔ یہ قصہ بخاری شریف کی روایت کے مطابق حفظ الرحمٰن سیوھاروی مؤلف قصص القرآن کے قلم سے پیش کیا جاتا ہے:

ابراہیمؑ، ہاجرہ اوراس کے شیر خوار بچے اسماعیل کو لے کر چلے اور جہاں آج کعبہ ہے، اس جگہ ایک بڑے درخت کے نیچے زمزم کے موجودہ مقام سے بالائی حصہ پر ان کو چھوڑ گئے۔ وہ جگہ ویران اور غیر آباد تھی اور پانی کا بھی نام ونشان نہ تھا۔ اس لیے ابراہیمؑ نے ایک مشکیزہ پانی اور ایک تھیلی کھجور بھی ان کے پاس چھوڑی اور پھر منہ پھیر کر روانہ ہو گئے۔ ہاجرہ ان کے پیچھے پیچھے یہ کہتی ہوئی چلیں، اے ابراہیم تم ہم کو ایسی وادی میں کہاں چھوڑ کر چل دیے، جہاں نہ آدمی ہے نہ آدم زاد اور نہ کوئی مونس و غمخوار۔ ہاجرہ برابر یہ کہتی جاتی تھی مگر ابراہیمؑ خاموش چلے جارہے تھے۔ آخر ہاجرہ نے دریافت کیا، کیا تیرے خدا نے تجھ کو یہ حکم دیا ہے، تب حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا: ''ہاں! یہ خدا کے حکم سے ہے۔ ہاجرہ نے جب یہ سنا تو کہنے لگیں، اگر یہ خدا کا حکم ہے تو بلاشبہ وہ ہم کو ضائع اور برباد نہیں کرے گا اور پھر واپس لوٹ آئیں، ابراہیم چلتے چلتے جب ایک ٹیلہ پر ایسی جگہ پہنچے کہ ان کے اہل و عیال نگاہ سے اوجھل ہو گئے تو اس جانب جہاں کعبہ ہے رخ کیا اور ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگی:

رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَھْوِیْٓ اِلَیْھِمْ وَارْزُقْھُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّھُمْ یَشْکُرُوْنَ ؁ (ابراھیم ۱۴: ۳۷)

''اے ہم سب کے پروردگار! (تو دیکھ رہا ہے کہ) ایک ایسے میدان میں جہاں کھیتی کا نام و نشان نہیں، میں نے اپنی بعض اولاد تیرے محترم گھر کے پاس لا کر بسائی ہے کہ نماز قائم رکھیں، (تاکہ یہ محترم گھر عبادت گزاران توحید سے خالی نہ رہے) پس تو (اپنے فضل و کرم سے) ایسا کر کہ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل ہو جائیں اور ان کے لیے زمین کی پیداوار سے سامانِ رزق مہیا کر دے تا کہ تیرے شکر گزار رہوں''۔

ہاجرہ چند روز تک مشکیزہ سے پانی اور خورجی سے کھجوریں کھاتی اور اسماعیل کو دودھ پلاتی رہیں لیکن وہ وقت بھی آ گیا کہ پانی رہا نہ کھجوریں، تب وہ پریشان ہوئیں۔ چونکہ وہ بھوکی پیاسی تھیں، اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے دودھ بھی نہ اترتا تھا اور بچہ بھی بھوکا پیاسا رہا، جب حالت دگرگوں ہونے لگی اور بچہ بیتاب ہونے لگا تو ہاجرہ، اسماعیل کو چھوڑ کر دور جا بیٹھیں تاکہ اس حالتِ زار میں اس کو اپنی آنکھ سے نہ دیکھیں، کچھ سوچ کر قریب کی پہاڑی صفا پر چڑھیں کہ شاید کوئی اللہ کا بندہ نظر آجائے یا پانی نظر آجائے مگر کچھ نظر نہ آیا، پھر بچے کی محبت میں دوڑ کر وادی میں آگئیں، اس کے بعد دوسری جانب کی پہاڑی مروہ پر چڑھ گئیں اور وہاں بھی جب کچھ نظر نہ آیا تو پھر تیزی سے لوٹ کر وادی میں بچے کے پاس آگئیں اور اس طرح سات مرتبہ کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے اس مقام پر پہنچ کر فرمایا کہ یہی وہ ''سعی بین الصفا والمروہ'' ہے جو حج میں لوگ کرتے ہیں، آخر میں جب وہ مروہ پر تھیں تو کانوں میں ایک آواز آئی، چونکیں اور دل میں کہنے لگیں کہ کوئی پکارتا ہے، کان لگایا تو پھر آواز آئی، ہاجرہ کہنے لگیں اگر تم مدد کرسکتے ہو تو سامنے آؤ، تمہاری آواز سن لی گئی، دیکھا تو خدا کا فرشتہ (جبرائیل) ہے، فرشتے نے اپنا پر اسماعیل کے قدموں کے پاس مار کر مٹی ہٹادی پھر اسماعیل نے پیر (یا ایڑی) اس جگہ مارا جہاں زمزم ہے، اس جگہ سے پانی اُبلنے لگا۔ ہاجرہ نے یہ دیکھا تو پانی کے چاروں طرف باڑھ بنانے لگیں مگر پانی برابر اُبلتا رہا۔ اس جگہ پہنچ کر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ امِ اسماعیلؑ پر رحم کرے، اگر وہ زمزم کو اس طرح نہ روکتیں اور اس کے چار جانب باڑھ نہ لگاتیں تو آج وہ زبردست چشمہ ہوتا۔ (قصص القرآن۔ حفظ الرحمٰن سیوھاروی)

۵۔ تعلیم و تربیت کا بندوبست

اول: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد، پیروکاروں اور عقیدت مندوں کے لیے جہاں زندگی کی مادی ضروریات کا بندوبست کیا اور اللہ تعالیٰ سے مانگ کر تمام ضروری چیزیں مہیا کیں، وہاں ان کی اہم روحانی و جسمانی ضرورت یعنی تعلیم و تربیت کا انتظام بھی نہایت بہترین طریقے سے کیا۔ اس سلسلے میں ایک تو خود ان کو تعلیم دی، تربیت کی اور بہت سی برائیوں سے انھیں پاک کیا۔ ان کی یہ تعلیم قرآن مجید میں سورہ النجم ۵۳ کی آیات ۳۵ سے ۵۴ تک پھیلی ہوئی ہے۔ ان آیات میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت ابراہیمؑ کی تعلیمات کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے جس میں انسان کی حقیقت، اس کا انجام، جزاوسزا کے سلسلے میں اللہ کا قانون، اللہ تعالیٰ کو توحید وقدرت اور کائنات پر اس کی حکمرانی کا بیان واضح انداز میں ذکر کیے گئے ہیں۔

دوم: انھوں نے اپنی اولاد اور اپنے پیروکاروں کی مستقل تعلیم و تربیت کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ان میں ایک رسول اٹھانے کی گزارش کی۔ اس ضمن میں آپ کے پیشِ نظر چار مقاصد تھے۔ سورہ بقرہ کی آیت ۱۲۹ میں ارشادِ باری ہے:

رَبَّنَا وَ ابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

''اے رب ان لوگوں میں خود انہی کی قوم سے ایک ایسا رسول اٹھائیو جو انھیں تیری آیتیں سنائے، ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور ان کی زندگیاں سنوارے۔ تو بڑا مقتدر اور حکیم ہے''۔

یہ آیت تھوڑی سی لفظی تبدیلی اور تقدیم و تاخیر سے قرآن پاک میں چار مرتبہ آئی ہے جن میں تعلیم و تربیت کے سلسلے میں بنیادی اہمیت رکھنے والے چار بنیادی امور بیان کیے گئے ہیں، ان کا مختصر سا تذکرہ کیا جاتا ہے:

الف) تلاوتِ آیات: اس عمل میں اس بات کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ مسلم معاشرے میں اللہ تعالیٰ کی آیات کی زندگی کے مختلف مواقع پر تلاوت ہوتی رہے تا کہ اجر و ثواب کے ساتھ روح کو بالیدگی اور پاکیزگی حاصل ہو اور تلاوت کرنے والے اور سننے والے برائیوں سے بچ کر رہیں۔

ب) تعلیم کتاب: اس سے مراد ہے کہ کتاب اللہ کی اس طرح تعلیم دی جائے کہ اس کو پڑھنا آئے، اس کے معانی و مطالب سمجھ میں آئیں اور اس پر عمل کرنے کا طریقہ معلوم ہو اور فی الواقع اس پر عمل ہو سکے۔

ج) تعلیم حکمت: اس تعلیم کا دائرہ بہت وسیع ہے کہ ایک طرف قرآن مجید کی تشریح و تعبیر اور توضیح سامنے آئے، دوسری طرف نبی کریم ﷺ کی سنت کی تعلیم ہو اور اس کے ساتھ زندگی کے تمام معاملات کی تعلیم شامل ہو اور انسان کامل بننے کے لیے جن باتوں کی ضرورت ہوتی ہے، وہ ساری باتیں آجائیں۔

د) تزکیہ: اس سے مراد زندگی سنوارنا ہے یعنی خیالات، اخلاق، معاشرت، تمدن، سیاست، اقتصادیات غرض ہر چیز کو سنوارنا شامل ہے۔ تزکیے کے کلمے کے معنی اور اس کے دائرے میں بہت وسعت ہے۔ اس سے ایک مراد یہ بھی ہے کہ جس کا تزکیہ کیا جائے اس میں سے تمام غلط، خراب اور غیر اسلامی باتیں نکالی جائیں پھر اس میں وہ باتیں بٹھائی جائیں جو اوپر بیان ہوئی ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مختصراً یہ کہ وہ بنیادی تعلیم جس کا بندوبست خلیل اللہؑ نے آج سے چار ہزار سال پہلے کیا تھا انتہائی جامع، کامل اور انسانی زندگی کی بنیادی ضروریات پورا کرنے والی ہے۔ آج ہمارے معاشرے کو بھی ایسے نظام کی شدید ضرورت ہے جس میں صحیح تلفظ، دل نشین لہجے اور تجوید سے قرآن پڑھنا سکھایا جائے۔ اس کے معنی ومفہوم سمجھائے جائیں، اس کے مطابق تعلیم لینے والوں کی تربیت کی جائے۔ انھیں مومن کی سی زندگی گزارنے کی تعلیم دی جائے، ان کو تہذیب وثقافت اور تمدن سکھایا جائے اور اخلاقی صفات سے مزین ومتصف کیا جائے۔

۶۔ فطری باتوں کی تربیت

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انسانوں کی تربیت وتعلیم، فطرت سلیمہ کے مطابق دی اور ان کو مہذب ومتمدن انسان بنانے میں بنیادی رہنمائی اور کردار ادا کیا۔ حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خلیل اللہ کو جہاں اور احکام دے کر ان کی آزمائش کی، وہاں دس فطری باتوں پر عمل کرنے کی ترغیب دی۔ چنانچہ عائشہؓ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''دس باتیں فطرت (انسانی فطرت اور طبیعت) کے مطابق ہیں۔ مونچھیں تراشنا، داڑھی بڑھانا، مسواک کرنا، ناک میں پانی ڈال کر صاف کرنا، ناخن کاٹنا، انگلیوں کے جوڑ دھونا، بغلوں کے بال صاف کرنا، زیرِ ناف کے بال صاف کرنا، استنجا کرنا اور کلی کرنا''۔ دوسری روایت میں ختنہ کرانا بھی آیا ہے۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہے کہ انھوں نے انسانوں کی معاشرتی، تمدنی و تہذیبی تربیت کرکے، بنا سنوار کر مہذب اور کامل انسان بنایا۔ مذکورہ بالا حدیث پر انسان عمل کرے تو وہ کتنا خوبصورت، وضع دار، باسلیقہ اور صاف ستھرا انسان بن جائے گا۔ خدمتِ خلق اور شفقت علی الخلق کا یہ بہترین کارنامہ ہے۔ ہزاروں لاکھوں انسان مل کر ایسی کوئی خدمت سرانجام دیں تب جا کر ان کے کام کا کچھ اثر ظاہر ہوگا اور لوگوں کی اصلاح وترقی ہوگی۔ لیکن ابراہیمؑ نے تن تنہا اتنا بڑا کارنامہ انجام دیا اور رہتی دنیا تک اپنی سنت چھوڑی۔ حضرت سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ ابراہیمؑ وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے ان باتوں پر پوری طرح خود عمل کیا اور دوسروں کو عمل کرنا سکھایا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○ (النحل ۱۶:۱۲۰)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"واقعہ یہ ہے کہ ابراہیم اپنی ذات میں ایک پوری امت تھا، اللہ کا مطیع فرمان اور وہ کبھی بھی مشرک نہ تھا"۔

حضرت ابراہیمؑ کا دنیا پر یہ بہت بڑا احسان اور انعام ہے۔ یہ کام انھوں نے تمام انسانوں کی رہنمائی و بھلائی اور بہتری کے لیے سرانجام دیا۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا آج تک انھیں اپنا امام اور رہنما مانتی ہے۔

۷۔میزبانی اور آدابِ میزبانی

حضرت ابراہیمؑ کی زندگی کے جو معاشرتی اور اخلاقی پہلو قرآن مجید نے پیش کیے ہیں، ان میں سے ایک ان کی مہمان نوازی ہے۔ قرآن مجید نے ان کی میزبانی اور مہمان نوازی کو تین مقامات پر تین سورتوں میں بیان کیا ہے۔ سورۂ ہود ۱۱:۶۹۔۷۱، سورہ الحجر ۱۵:۵۱۔۵۳، سورہ الذاریات ۵۱:۲۴۔۲۹ میں آپ کی میزبانی کے مختلف پہلو بیان کیے گئے ہیں۔ ان آیات کو ملا کر مطالعہ کیا جائے تو جہاں مہمان نوازی کی اہمیت معلوم ہوتی ہے، وہاں میزبانی کے بعض اہم آداب بھی سامنے آتے ہیں۔

سیدنا ابراہیمؑ کی مہمان نوازی کے بارے میں قرطبی نے سعید بن مسیب سے ایک روایت بیان کی ہے:

"حضرت ابراہیمؑ وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے مہمان کی (عمدہ طریقے سے) مہمانی کی ہے۔ روایت ہے کہ وہ مہمان کے بغیر کھانا نہیں کھاتے تھے۔ بعض اوقات وہ راستے پر جا کر بیٹھ جاتے اور مہمان تلاش کر کے گھر لاتے اور اس کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے"۔ تفسیر قرطبی میں ایک یہ روایت بیان ہوئی ہے کہ ابراہیمؑ اکیلے کھانا نہیں کھاتے تھے۔ جب کھانا سامنے آتا اور کوئی کھانے والا نہ ہوتا تو اپنے خادموں کو کہتے کہ باہر جا کر کسی کھانے والے کو تلاش کر کے لاؤ جو ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھائے۔ ایک مرتبہ ایک آدمی ان کے کھانے میں شرکت کے لیے آیا۔ وہ جب کھانے پر بیٹھا تو آپ نے اس سے کہا کہ پہلے اللہ کا نام لو، پھر کھاؤ۔ اس نے کہا میں نہیں جانتا کہ اللہ کون ہے؟ اس پر آپ نے فرمایا: پھر میرے دسترخوان سے چلے جاؤ"۔ جب وہ چلا گیا تو جبرائیل آپ کے پاس آئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس (اللہ) نے اسے باوجود اس کے کفر کرنے کے اتنی طویل عمر تک رزق دیا ہے اور تم نے ایک لقمہ پر بخل برتا۔ چنانچہ ابراہیمؑ جلدی سے اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے باہر نکلے اور اسے آواز دی کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واپس آجاؤ۔ اس نے کہا کہ جب تک آپ مجھے بلانے کا سبب نہیں بتائیں گے، میں نہیں آؤں گا۔ اس پر ابراہیمؑ نے اس کو ساری بات بتائی تو اس نے کہا یہ رب بڑا کریم ہے، میں اس پر ایمان لایا۔ پھر واپس لوٹا اور اللہ کا نام لے کر مومن بن کر کھانا کھایا۔ نص قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مہمان کے لیے بہترین کھانا تیار کراتے، اسے پیش کرتے اور ساتھ بیٹھ کر تناول فرماتے تھے۔

خلیل اللہ کی حیاتِ طیبہ پر ایک نظر:

حضرت ابراہیمؑ کے قصے کے مختلف اجزاء سے ان کی جو تصویر سامنے آتی ہے، وہ یہ ہے کہ وہ عظیم موحد، توحید کے رہنما و علمبردار، شرک و بدعات اور خرافات سے بیزار، عبادت اور اِطاعتِ الٰہی سے سرشار، جہاد فی سبیل اللہ میں یکتائے روزگار، اللہ پر توکل کرنے، حق کی راہ میں آنے والے خطرات کی پروا نہ کرنے، اللہ کی راہ میں ہر قسم کی جانی، مالی اور خاندانی اور وطنی قربانی دینے والے، دعوت و تبلیغ اور اصلاح کے لیے انتہائی کوشش کرنے والے، لوگوں کی تربیت و تعلیم کے لیے منصوبہ ساز اور خود اس پر عمل پیرا ہونے والے، مجسم تقویٰ اور تن، من، دھن سے اللہ کی راہ میں دن رات مصروفِ عمل نظر آتے ہیں۔
یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں کہیں نبی ﷺ کو اپنے لیے نمونہ بنانے کا حکم دیا، وہاں سیدنا ابراہیمؑ کی ذات کو اسوۂ حسنہ بنانے کا ارشاد بھی فرمایا: ''تم لوگوں کے لیے ابراہیمؑ اور اس کے ساتھیوں میں ایک اچھا نمونہ ہے کہ انھوں نے اپنی قوم سے صاف کہہ دیا کہ ہم تم سے اور تمہارے ان معبودوں سے جن کو تم اللہ کو چھوڑ کر پوجتے ہو، قطعی بیزار ہیں۔ ہم نے تم سے کفر کیا اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لیے عداوت ہوگئی اور بیر پڑ گیا، جب تک تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ۔ مگر ابراہیم کا اپنے باپ سے یہ کہنا (اس سے مستثنیٰ ہے) کہ میں آپ کے لیے مغفرت کی درخواست ضرور کروں گا اور اللہ سے آپ کے لیے کچھ حاصل کر لینا میرے بس میں نہیں ہے''۔ (الممتحنہ ۶۰:۴) اور اسی سورہ میں آگے فرمایا: ''انھی لوگوں کے طرزِ عمل میں تمہارے لیے اور ہر اس شخص کے لیے اچھا نمونہ ہے جو اللہ اور روزِ آخر کا اُمیدوار ہو۔ اس سے کوئی منحرف ہو تو اللہ بے نیاز اور اپنی ذات میں آپ محمود ہے''۔ (آیت ۶)
لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اپنی زندگی دین کی پیروی، اِشاعت اور دعوت و تبلیغ اور رفاہی اُمور اور شفقت علی الخلق کے کاموں میں بھی ان کو اپنے لیے نمونہ بنائیں اور ایک مومن کی سی زندگی گزاریں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خدمتِ خلق

تمام انبیائے کرام کا مشترکہ دعوتی پہلو، کارنامہ اور اہم کردار یہ رہا ہے کہ وہ دنیا میں انسانوں اور انسانیت کے سب سے زیادہ بہی خواہ، ہمدرد و خیر خواہ اور محبت و الفت کرنے والے رہے ہیں۔ انھوں نے انسانوں کی بھلائی اور بہتری کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر کے اپنی تمام قوتیں اور صلاحیتیں اس میں صرف کر دیں گھر بار سب کچھ انسانوں کی نجات و فلاح کے لیے قربان کر دیا۔ یہ تمام کام انھوں نے اللہ کی اطاعت کرتے ہوئے، اس کی رضا چاہتے ہوئے اور اپنا فریضۂ نبوت ادا کرتے ہوئے سر انجام دیا۔

انبیائے کرام نے انسانوں کو رسوم و رواج کی جکڑ بندیوں سے نجات دلائی، شرک و بدعت سے پاک کیا، ظالموں اور استحصالیوں سے آزاد کر دیا۔ غربت و افلاس سے نکالا، عورتوں اور بچوں کو ان کے حقوق دلائے، کمزور طبقات کو نکبت و ذلت سے نکال کر مساوات و اخوت کے درجے پر فائز کیا۔ ان کی زندگیوں کو پاکیزہ اور اعلیٰ قوانین کا پابند بنایا۔ اخلاقی خرابیوں سے نکال کر اخلاقی خوبیوں سے مزین کیا۔ حسد و کینہ، بغض و نفرت، عصبیت و عداوت جیسے اخلاقی عیوب سے پاک کیا۔ توحید و وحدت الٰہ کا درس دے کر ان کو صحیح انسانی مقام مرتبہ اور اعلیٰ درجہ عطا کیا۔ لہٰذا انسانوں کے سب سے بڑے مہربان اور خادم تو انبیاء ہی ہیں۔ ان سے زیادہ کوئی انسان ان پر شفقت و رحمت والا نہیں ہو سکتا۔ یہ کردار تمام انبیائے کرام میں یکساں پایا جاتا ہے۔ قرآن مجید نے اسے ہر نبی کا کردار قرار دیا ہے۔ تاہم کلام اللہ میں ہر نبی کے چند امتیازی اوصاف بھی بیان کیے گئے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ اور قرآن:

قصص القرآن کے اس سلسلے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ کہیں اجمال سے کہیں تفصیل سے سب سے زیادہ بیان ہوا ہے۔ حتیٰ کہ قرآن مجید کی چار بڑی سورتیں ایسی ہیں جن کا اکثر حصہ حضرت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موسیٰ علیہ السلام کے قصے پر مشتمل ہے جیسے سورۃ طٰہٰ کے نو رکوعوں میں سے پانچ رکوع یعنی ۱۳۵ آیات میں سے ۹۰ آیات اور سورہ قصص ۹ رکوعوں میں سے ۵ رکوع یعنی ۸۸ میں سے ۵۰ آیات پر یہ قصہ پھیلا ہوا ہے۔اسی طرح سورۃ بقرہ کے چوتھے رکوع سے لے کر چودھویں رکوع تک۔سورۃ اعراف ۱۳ رکوع کی ۱۳ آیت سے لے کر ۲۱ رکوع کی ۱۷۱ آیت تک تقریباً ۸ رکوع میں ان کا قصہ بیان ہوا ہے۔نیز سورۃ یونس، سورۃ شعراء اور سورۃ المومن میں یہ قصہ کافی تفصیل سے آیا ہے اور موسیٰ علیہ السلام، ان کے دور کی قوم میں بنی اسرائیل، فرعون اور اس کے حواریوں کے حالات کو بیان کیا گیا ہے۔(المعجم المفھرس لالفاظ فی القرآن عبدالباقی فواد) ۔آپ کے علم میں رہے کہ وہ فرعون جو موسیٰ علیہ السلام کا مقابل تھا اور جو غرق ہوا یہ منفتاح بن رعمسیس ثانی ہے۔اس کا دورِ حکومت ۱۲۹۲ ق م سے ۱۲۲۵ ق م ہے۔یہ فراعنہ کے انیسویں خاندان کا بادشاہ ہے۔(اسلامی انسائیکلوپیڈیا آف پنجاب یونیورسٹی، لاہور)

تقریباً چھ سو آیات ایسی ہیں جس میں عبارۃ النص اور دلالۃ النص سے حضرت موسیٰ علیہ السلام، اس وقت کی قوم بنی اسرائیل اور ان سے تعلق والے حالات، کیفیات، شخصیات اور واقعات کا تذکرہ ہے۔چھ سو آیات کو ایک جگہ جمع کیا جائے تو قرآن مجید کا تقریباً دسواں حصہ بنتا ہے(المعجم المفھرس لالفاظ القرآن) ۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اسمِ گرامی ۱۳۶ مرتبہ ۳۷ سورتوں میں آیا ہے بعض مرتبہ پورے رکوع میں ان کا قصہ بیان ہوا ہے لیکن ان کا نام نہیں لیا گیا۔(بحوالہ سابق)

موسیٰ علیہ السلام ایک اولوا العزم نبی و رسول پیدائش و نشو ونما کے لحاظ سے معجزاتی شخصیت، متقی نوجوان، مثالی عابد و زاہد، بے باک داعی، حق گو مبلغ و مقرر، عظیم مصلح، مظلوم قوم کا نجات دہندہ اور قومی ہیرو، نڈر مجاہد و قائد، علم کا شیدائی شاگرد، بے داغ سیرت و کردار کا مالک، جادو شکن عامل، قانون ساز، خادمِ خلق اور رفاہی مصلح و رہنما ہیں۔موسیٰ کلیم اللہ کا ہر ایک کردار ایسا ہے کہ اس پر آیات و احادیث اور تاریخ کی روشنی میں کچھ لکھا جائے تو ایک ایک مضمون درجنوں صفحات پر مشتمل ہوگا۔

قرآن مجید نے اگرچہ ان کی زندگی کے تمام پہلوؤں پر گفتگو کی ہے اور مختلف پیرایوں سے ان کو بیان کیا ہے اور ان کی ذاتی زندگی کا تذکرہ کیا جیسے زہد و عبادت کے بارے میں لیکن چھ سو کے قریب آیات میں ان کی زندگی کے جس کردار کو نمایاں کیا گیا ہے، وہ ان کی شفقت و رحمت علی الخلق اور رفاہی اور خدمتِ خلق کے کام ہیں۔ان کے قصے پر آمدہ آیات و رکوعات کا بڑا حصہ اس کردار کو نمایاں کرتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جوان ہونے سے لے کر وفات تک زندگی کے ہر مرحلے اور منزل پر وہ افراد و اقوام کی بھلائی و بہتری کے کاموں میں ہر وقت مصروف نظر آتے ہیں۔ قرآن مجید کا یہ کردار بار بار سامعین کو ذہن نشین کراتا ہے۔ چنانچہ ان کارناموں کو عام فہم اور سادے طریقے سے قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے:

ا۔ مظلوم کی فریاد رسی

موسیٰ علیہ السلام سنِ شعور اور جوانی کو پہنچتے ہیں اور بازار میں گھومتے ہوئے جارہے ہیں تو ایک قبطی اور بنی اسرائیلی کو لڑتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ بنی اسرائیلی مظلوم اور قبطی ظالم تھا۔ مظلوم نے ظالم کے خلاف دھائی دی تو فوراً مظلوم کی حمایت اور ظالم کی سرکوبی کے لیے پہنچتے ہیں اور اپنی قوتِ بازو سے اسے ظالم کے ظلم سے نجات دلاتے ہیں۔ پھر یہی مظلوم شخص دوسرے روز کسی دوسرے سے جھگڑ رہا ہوتا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو گزرتے ہوئے دیکھا تو پھر فریاد کرتا ہے اور آپ اسے جھگڑے سے بچنے کی نصیحت کرتے ہوئے نجات دلاتے ہیں۔ قرآن مجید نے اس واقع کو آٹھ آیات میں بیان کیا ہے۔ (سورۃ القصص ۲۸:۱۴ تا ۲۱)

قرآنِ کریم نے اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام کی زبانی انبیائے کرام اور ان کے پیروکاروں کا ایک اہم اصول بیان کیا ہے:

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنۡعَمۡتَ عَلَیَّ فَلَنۡ اَکُوۡنَ ظَهِیۡرًا لِّلۡمُجۡرِمِیۡنَ۝ (القصص ۲۸:۱۷)

''(موسیٰ علیہ السلام نے عہد کیا کہ) اے میرے پروردگار! یہ احسان جو تو نے مجھ پر کیا ہے، اس کے بعد اب میں کبھی مجرموں کا مددگار نہیں بنوں گا''۔

مجرموں کی پشت پناہی کرنا ایک مومن کا شیوہ ہرگز نہیں ہے۔ یہ ہے وہ حاصل کردار جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبانی فرما دیا۔ یہی اس رکوع کا یا ان آیات کا خلاصہ ہے۔ یعنی مظلوموں کی عملی مدد کرنا اور مجرموں کی پشت پناہی نہ کرنا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کرداروں کی روشنی میں لوگوں کا جائزہ لیا جائے تو معاملہ صفر یا برعکس نظر آتا ہے۔ مظلوموں اور کمزوروں کی دست گیری و دادرسی سے پہلوتہی اور مجرموں اور ظالموں کی کاسہ لیسی اور پشت پناہی۔ یاللعجب

۲۔ کمزور اور بے سہارا طبقات کی دست گیری

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مصر اور فرعونیوں سے جان بچا کر نکلے تو مشرق کی طرف رخ کر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مدین کا قصد کیا اور چلتے ہوئے مدین کے کنویں پر ایسی حالت میں پہنچے کہ کئی دن ورات کے مسلسل سفر سے ان کے کپڑے میلے ہوکر جھاڑیوں میں اٹکنے کی وجہ سے پھٹ گئے تھے، پاؤں میں آبلے پڑ چکے تھے اور تھکے ماندے آ کر کنویں کے پاس درخت کے نیچے بے بسی کی حالت میں بیٹھے۔

یہاں انھوں نے دولڑکیاں دیکھیں جو اپنے ریوڑ کو کنویں کے پانی سے روک رہی تھیں اور اپنی ادا اور وضع قطع سے شریف، بے بس، بے سہارا اور پریشان معلوم ہورہی تھیں۔

قرآن مجید نے اس واقعے کو پورے ایک رکوع کی ۷ آیات میں اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے اور ارشاد ہے:

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَاءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ٥ وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ٥ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ٥ فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ قَالَ لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ٥ قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ٥ قَالَ اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰٓى اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ٥ قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ٥ (القصص۲۸:۲۲-۲۸)

قرآن اس واقعہ کی منظر کشی کچھ اس طرح کرتا ہے کہ کنویں پر جانوروں کو پانی پلانے والوں کی ایک بھیڑ لگی ہوئی ہے۔ ایسی حالت میں دولڑکیاں اپنے جانوروں کو دور روکے ہوئے قابلِ رحم حالت میں بے بسی سے دور کھڑی ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی مسافری، تھکاوٹ اور بے بسی کی حالت کے باوجود جا کر ان سے پوچھتے ہیں بیبیو! تمھارا کیا معاملہ ہے؟ وہ اپنی بے بسی اور شرافت کی داستان بیان کرتی ہیں، اس پر وہ جا کر ان کے ریوڑ کو پانی پلاتے ہیں اور واپس آ کر درخت کے نیچے بیٹھ کر اللہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعالیٰ سے اپنی حاجت مانگتے ہیں۔ ادھر دونوں لڑکیاں اپنے ریوڑ کو لے کر گھر جاتی ہیں۔ اپنے ابا سے مسافر کی امداد و احسان کا تذکرہ کرتی ہیں۔ وہ ان کو بلاتے ہیں، خاطر تواضع کرتے ہیں، اپنی ایک بیٹی کا نکاح ان کے ساتھ کم از کم آٹھ سال اور دو سال زیادہ کر کے دس سال تک خدمت کرنے کے معاہدہ پر طے کرتے ہیں، دونوں اس پر اللہ تعالیٰ کو وکیل اور گواہ بناتے ہیں۔ بظاہر یہ قصہ سادہ سا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے قیامت تک اربوں کھربوں انسانوں کے پڑھنے، سمجھنے اور عمل کرنے کے لیے ایک کردار کے طور پر ثابت کر دیا ہے۔

راقم الحروف نے اس قصے میں چند تفاسیر کا مطالعہ کیا جیسے تفسیر روح البیان، تفسیر کشاف، تفسیر ابنِ کثیر، تفسیر جواہر القرآن (شیخ علی طنطاوی)، روح المعانی، کمالین حاشیہ جلالین، جامع البیان حاشیہ جلالین، مجموعۃ التفاسیر، معارف القرآن (مفتی محمد شفیعؒ)، تفسیر حقانی (مولانا عبدالحق حقانیؒ)، بیان القرآن، تفسیر مظہری (قاضی ثناء اللہ)، تفسیر تفہیم القرآن، تدبر قرآن اور تفسیر جواہر القرآن (مولانا غلام اللہ خانؒ)۔ (بحوالہ تفاسیر بالا سورہ القصص ۲۸:۲۲ تا ۲۸)

ان تمام مفسرین کے متفقہ نکات یہ ہیں: موسیٰ علیہ السلام نے یہ خدمت اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے، کمزور لڑکیوں پر رحمت و شفقت کرنے اور اپنے دل کے رقیق ہونے اور نبی کی ذمہ داری پوری کرنے اور مجبور و مظلوم قوم کی دادرسی اور مدد کرنے کی بنا پر سرانجام دی۔

اس قصہ پر غور وخوض کرنے سے مندرجہ ذیل نکات نکلتے ہیں:

الف) موسیٰ علیہ السلام نے حاجت مند کی طرف سے درخواست کے بغیر جا کر ان کی حالت اور ضرورت معلوم کی۔

ب) بغیر کہے مدد کرنے کے لیے پہنچ گئے اور ان کی ضرورت پوری کی۔

ج) ضرورت مند کے بارے میں نہ یہ سوچا اور نہ ہی یہ معلوم کیا کہ وہ کس مذہب، جماعت، گروہ، قوم ونسل اور طبقے سے تعلق رکھتا ہے۔ بس یہ دیکھا کہ وہ ضرورت مند انسان ہیں یا یہ کہ بے زبان جانوروں کا ریوڑ پیاسا ہے۔

د) مدد کے لیے کام کرنے میں عار یا شرم محسوس نہیں کی اور شہزادہ ہونے اور اعلیٰ خاندان سے ہونے کے باوجود پانی نکالا اور بکریوں کو پلایا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہ) حاجت مند کی خدمت کرنے پر نہ کسی معاوضے کی امید رکھی اور نہ ہی طلب کیا بلکہ حسبۃ للہ کام کیا۔

و) اپنی ضرورت اور حاجت اللہ کے حضور پیش کی اور اس کی برآوری کی نہایت دردمندی سے التجا کی، عرض کیا: رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ ''اے پروردگار جو کچھ مجھے بھلائی میں سے عنایت کرے گا، میں اس کا حاجت مند ہوں''۔ (حوالہ سابق)

ز) حاجت مند ہونے کی بنا پر اور امید ولالچ نہ رکھتے ہوئے جب کچھ معاوضہ دینے کی پیش کش ہوئی تو اسے مجبوری کی حالت میں قبول کر لیا۔

ح) شادی ہونے کے بعد دس سال تک اپنے سسر اور گھر والوں کی بکریاں چرا کر خدمت کرتے رہے جو محنت اور خدمت کی اور وعدہ وفائی کی نہایت ہی اعلیٰ مثال ہے۔

۳۔ ایک مظلوم وغلام قوم کو ظالم سے نجات دلانا

اب موسیٰ علیہ السلام دنیا کا وہ عظیم کارنامہ سرانجام دیتے ہیں جس کی مثال دنیا میں شاید ہی مل سکے۔ بنی اسرائیل اس دور میں دنیا کی مظلوم ومقہور قوم تھی جسے ایک ظالم بادشاہ فرعون نے غلام بنا لیا تھا۔ غلامی بھی ایسی کہ ان کے لڑکوں کو قتل کیا جاتا تھا، عورتوں کو خدمت کے لیے زندہ رکھا جاتا تھا۔ سارا دن بہت سخت محنت کرائی جاتی تھی، ان سے گھروں کا سارا کام لیا جاتا تھا، اہرامِ مصر جیسی بڑی اونچی اور وسیع وعریض تعمیرات کرائی جاتی تھیں۔ تعمیرات، گھروں میں خدمت، کھیتوں کی سنبھال، جانوروں کی دیکھ بھال اور صفائی کا کام لیا جاتا تھا۔ سارا دن ظالم قبطی ہاتھوں میں کوڑے لیے ہوئے انھیں جانوروں کی طرح پیٹتے تھے۔ دنیا میں شاید ہی ایسی غلامی کسی قوم نے دیکھی اور جھیلی ہو جیسی بنی اسرائیل نے مصر میں جھیلی تھی۔ قرآن مجید میں اس کیفیت کو اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

وَ اِذْ نَجَّیْنٰکُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَکُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ○ (البقرہ۲:۴۹)

''یاد کرو وہ وقت جب ہم نے تم کو فرعونیوں کی غلامی سے نجات بخشی، انھوں نے تمھیں سخت عذاب میں مبتلا کر رکھا تھا''۔

قرآن مجید نے مختلف مقامات پر اس کی تفصیل سے منظر کشی کی ہے اور آثارِ قدیمہ اور روایاتِ مرویہ میں اس کی تفصیل بیان ہوئی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

تِلْکَ نِعْمَۃٌ تَمُنُّھَا عَلَیَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ (سورۃ الشعراء۲۶:۲۲)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"رہا تیرا احسان جو تو نے مجھ پر جتایا ہے تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنالیا تھا"۔

موسیٰ علیہ السلام دنیا کے وہ عظیم مصلح، نجات دہندہ اور انسانی حقوق کے علم بردار ہیں جنھوں نے ایک بڑی قوم کو ایک ظالم سے اللہ تعالیٰ کی تائید و توفیق اور اپنی جرأت و رحمت اور شجاعت کے ذریعے نجات دلائی۔ آج کی انسانی حقوق کی علم بردار تنظیموں اور افراد کا وزن ایک پلڑے میں رکھیں اور کلیم اللہ اکیلے کا وزن دوسرے میں رکھیں تو کلیم اللہ کا پلڑا یقیناً جھک جائے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خدمتِ خلق کے دوسرے درجنوں کارنامے نہ ہوں تب بھی یہ کارنامہ اتنا عظیم ہے کہ دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے۔

وہ اور ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام فرعون کے دربار میں جا کر ظالم سے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرتے ہیں اور کہتے ہیں:

قَدْ جِئْتُكُم بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَأَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ (الاعراف۷:۱۰۵)

"میں تم لوگوں کے پاس تمہارے رب کی طرف سے صریح دلیل ماموریت (تقرری) لے کر آیا ہوں لہٰذا تو بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دے"۔

فَأَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْ إِسْرَآئِيْلَ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ (طٰہٰ۲۰:۴۷)

"بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے کے لیے چھوڑ دے اور ان کو تکلیف نہ دے"۔

أَنْ أَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ (الشعراء۲۶:۱۷)

"تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے دے"۔

اس سے آگے بڑھ کر کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کو میرے حوالے کر اور ٹال مٹول نہ کر۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

أَنْ أَدُّوْا إِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ إِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ أَمِيْنٌ (الدخان۴۴:۱۸)

اللہ کے بندوں کو میرے حوالے کرو، میں تمہارے لیے ایک امانت دار رسول ہوں"۔

آخر کار موسیٰ علیہ السلام نے لاکھوں انسانوں کی ایک مظلوم و مقہور قوم کو ظالم کے چنگل سے آزاد کرایا اور ان کو اپنے ساتھ لے کر آزاد دنیا کی طرف روانہ ہوئے۔ بعض مفسرین کی رائے کے مطابق

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھ لاکھ تعداد تھی۔ (تفہیم القرآن)

۴۔انسانوں کی بڑی تعداد کوڈوبنے سے بچانا

حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو اور بقول مولانا مودودیؒ بنی اسرائیل کے ساتھ بعض دوسرے مظلوم انسانوں کوفرعونوں کے چنگل سے آزاد کرا کے مشرق کی طرف لے چلے (تفسیر تفہیم القرآن)۔فرعون کو جب ان کے بھاگنے کی اطلاع ہوئی تو اپنے لاؤ لشکر کو جمع کر کے ان کے پیچھے لگا دیا۔چنانچہ انھیں بحرِ احمر موجودہ نہرِ سویز اور اسماعیلیہ کے پاس کوئی مقام ہوگا جہاں ان کو جالیا۔جب بنی اسرائیل نے ان کو آتے دیکھا تو سابقہ مظالم کے پس منظر میں بہت زیادہ گھبرائے اور آہ وزاری کرنے لگے۔قرآن مجید نے اس واقعہ کی کیفیت کو متعدد مقامات پر منظر کشی کی ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاَتْبَعُوْهُم مُّشْرِقِيْنَ ٥ فَلَمَّا تَرَاءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ٥ قَالَ كَلَّا اِنَّ مَعِىَ رَبِّىْ سَيَهْدِيْنِ ٥ فَاَوْحَيْنَا اِلٰى مُوْسٰى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ (الشعراء۲۶:۶۰ تا ۶۳)

”صبح ہوتے ہی یہ لوگ ان کے تعاقب میں چل پڑے۔جب دونوں گروہوں کا آمنا سامنا ہوا تو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی چیخ اٹھے،ہم تو پکڑے گئے۔موسیٰؑ نے کہا ہرگز نہیں۔میرے ساتھ میرا رب ہے،وہ ضرور میری رہنمائی کرے گا۔ہم نے موسیٰ علیہ السلام کووحی کے ذریعہ سے حکم دیا کہ اپنا عصا سمندر پر مار،یکا یک سمندر پھٹ گیا اور اس کا ہر ٹکڑا ایک عظیم الشان پہاڑ کی طرح ہوگیا“۔

بلاشبہ سمندر کو پھاڑ کر اس میں خشک راستے اللہ تعالیٰ نے بنائے لیکن یہ عمل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے،ان کے توسط سے اور ان کے ذریعہ ہوا اور انھوں نے ایک قوم کوفرعون کے چنگل میں دوبارہ گرفتار ہونے یا غرق ہونے سے بچالیا۔خدمتِ خلق کا یہ کتنا عظیم کارنامہ اور کردار ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے بنی اسرائیل کے سامنے اس نعمت اور احسان کو متعدد مرتبہ بیان کیا ہے۔

شیخ سعدیؒ نے کسی ڈوبتے ہوئے کو بچانے اور ایک صوفی عبادت گزار اور ایک خادمِ خلق عالم کے کردار کو اپنے اشعار میں اس طرح بیان کیا ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاحب دلے بمدرسہ آمد ز خانقاہ | بشکست عہد صحبتِ اہل طریق را
بگفتم میان آں وایں چہ فرق بود | تا اختیار کردی ازاں این فریق را
گفت او گلیم خویش بیرون برد ز موج | واین جہد مے کند کہ بگیرد غریق را

ایک صاحب دل صوفی تصوف کے عہد و پیان کو توڑ کر اور خانقاہ چھوڑ کر مدرسہ میں تعلیم کے لیے چلا آیا۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ صوفی اور عالم کے درمیان کیا فرق ہے کہ تو نے اسے چھوڑ کر اسے اختیار کر لیا۔ اس پر وہ گویا ہوئے کہ وہ سیلاب اور طغیانی کے وقت اپنی گدڑی اٹھا کر اپنے آپ کو موجوں سے بچاتا ہے جبکہ یہ عالم ڈوبنے والوں کو بچانے کے لیے انتہائی کوشش کرتا ہے۔

(گلستان شیخ سعدی شیرازی)

الغرض ظالم کی گرفت اور جنگ و جدل سے بچانا، اس طرح سیلاب، طوفان، آگ اور دیگر آفات سے بچانا انبیائے کرام کا شیوہ اور ان کی سنت ہے۔

۵۔ پینے کا پانی مہیا کرنا

بنی اسرائیل نے جوں ہی فرعون کے خطرے سے نجات حاصل کی اور دشتِ فاران اور جزیرہ نمائے سینا کی طرف رخ کیا تو پینے کے پانی کی ضرورت ہوئی اور انھوں نے پیاس کی شدت کی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام سے پینے کا پانی مانگا۔ کلیم اللہ نے بلاتوقف اللہ تعالیٰ سے سوال کر کے پانی کا معقول اور وافر مقدار میں بندوبست کر دیا۔ قرآن مجید نے اس واقعے کو کئی مقامات پر مختلف پیرایوں سے بیان کیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗٓ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ (الاعراف۷:۱۶۰)

''اور جب موسیٰ علیہ السلام سے ان کی قوم نے پانی مانگا تو ہم نے ان کو اشارہ کیا کہ فلاں چٹان پر اپنی لاٹھی مارو، اس چٹان سے یکا یک بارہ چشمے پھوٹ نکلے اور ہر گروہ نے اپنے پانی لینے کی جگہ متعین کر لی''۔

بنی اسرائیل کے اس وقت بارہ قبائل تھے، ان کی تعداد دیگر لوگوں کے ملائے بغیر ۶ لاکھ کے قریب تھی (تفسیر تفہیم القرآن)۔ سو موسیٰ علیہ السلام نے لاکھوں انسانوں کے پانی کا بندوبست کیا اور وہ پیاس کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وجہ سے ہلاک ہونے سے بچ گئے۔

پیاسے کو پانی پلانے کی فضیلت، درجہ اور ثواب کا بیان احادیث میں بڑی تفصیل اور کثرت سے آیا ہے۔ یہاں تک کہ پیاسے کتے کو پانی پلانے کا اجر جنت بتایا گیا ہے (صحیح بخاری)۔ اس سے اندازہ کیجیے کہ یہ کام کتنے بڑے اجر و ثواب کا ہے۔

۶۔ کھانے کا مناسب بندوبست

زندگی کا رشتہ برقرار رکھنے کے لیے انسانی ضروریات میں پانی اور کھانا ہے۔ خالی بیابانِ سینا میں بنی اسرائیل کا اناج ختم ہو گیا اور ان کو بھوک نے ستایا تو موسیٰ علیہ السلام سے کھانا مانگا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے لمبے عرصے کے لیے دو بہترین غذائی چیزیں عنایت کیں۔ ایک مَنّ اور دوسری سَلوٰی۔ مَنّ شیریں غذا تھی جو ترنجبین کے مشابہ تھی۔ رات کو اوس کے ساتھ برستی اور ان کے گرد اس کے ڈھیر لگ جاتے اور صبح کو ہر شخص اپنی ضرورت کے مطابق اٹھا لیتا تھا۔ سلوٰی ایک پرندہ تھا جو بٹیر جیسا تھا۔ شام کو ان کے گرد ہزاروں کی تعداد میں یہ جمع ہو جاتے اور اندھیرا ہونے کے بعد یہ لوگ پکڑ لیتے اور کباب بنا کر کھاتے تھے۔ ایک مدت تک سلسلہ جاری رہا (تفسیر تفہیم القرآن)۔ انسان کی فطری اور جسمانی تقاضے کے مطابق نمکین اور میٹھا طعام اور غذائیت سے بھرپور غذا کا بندوبست کر دیا گیا۔

۷۔ رہائش اور سائبان کا بندوبست کرنا

بنی اسرائیل جب وادیٔ سینا میں داخل ہوئے تو سایہ کرنے کے خیمے اور چھوٹے موٹے سائبان پھٹ چکے تھے اور دھوپ اور گرمی میں جلنے لگے۔ موسیٰ علیہ السلام سے اس کی شکایت کی چنانچہ انھوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کر کے سائے کا بندوبست کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس نعمت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ (البقرۃ ۲:۵۷) ''ہم نے تم پر ابر کا سایہ کر دیا''۔

اس طرح لوگ آفتاب کی تپش سے محفوظ رہ کر زندگی گزارتے رہے۔

۸۔ ضروریاتِ زندگی اور سہولیات کا بندوبست کرنا

جب یہ لوگ ایک عرصے تک وادیٔ سینا اور تیہ میں گشت کرتے رہے۔ آخر کار جب ان سے غلامی کا اثر کم ہوا اور آزادو تیاد دیکھی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ انھیں شہر اور بستیوں میں لے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چلیں، جہاں کھانے پینے کی مختلف اشیاء ملیں۔ منہ کا ذائقہ بدلیں اور دیگر سہولیات سے فائدہ اٹھائیں۔

چنانچہ موسیٰ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ارضِ فلسطین میں داخل ہونے کا حکم دیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰی طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ یُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَ قِثَّآىِٕهَا وَ فُوْمِهَا وَ عَدَسِهَا وَ بَصَلِهَا ؕ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ ؕ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ؕ (البقرۃ ۲:۶۱)

''یاد کرو جب تم نے کہا تھا اے موسیٰ! ہم ایک ہی طرح کے کھانے پر صبر نہیں کر سکتے۔ اپنے رب سے دعا کرو کہ ہمارے لیے زمین کی پیداوار ساگ، ترکاری، کھیرا، لکڑی، گیہوں، پیاز، دال وغیرہ پیدا کرے۔ تو موسیٰ نے کہا کیا ایک بہتر چیز کے بجائے تم ادنیٰ درجے کی چیزیں لینا چاہتے ہو، اچھا کسی شہری آبادی میں جا کر رہو جو کچھ تم مانگتے ہو، وہ وہاں مل جائے گا''۔

چنانچہ شہر میں بسنے، شہری زندگی اختیار کرنے، شہری سہولتیں حاصل کرنے اور مختلف قسم کی سبزیاں اور پھل فروٹ کھانے کا بندوبست کر دیا گیا۔ تاریخ میں بہت کم ایسے مصلحین ملیں گے جنھوں نے اتنے بڑے پیمانے پر ایک قوم کی ضرورتیں پوری کی ہوں۔

۹۔ مجرموں کو پکڑنا اور سزا دینا

بنی اسرائیل میں ایک قتل ہو گیا تھا، قاتل اور مقتول ایک ہی خاندان کے تھے، سو قاتلوں نے اپنے چچا کو قتل کر کے اس کا قتل دوسرے لوگوں کے سر تھوپ دیا۔ یہ لوگ قاتل کا سراغ نہیں لگا سکے اور ایک دوسرے کو مطعون کرنے لگے۔ آخر کار موسیٰ علیہ السلام سے قاتل کا پتا لگانے کی گذارش کی۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے قاتل کو عیاں کر کے اسے سزا دی۔ ان میں گئو پرستی کی بو باقی تھی، سو اس سے ان کو نکالا، سوالات کی کثرت کی عادت کی برائی ختم کی اور آخرت کا تصور ابھارا۔ آج کل کے دور میں قاتلوں کو پکڑنا صرف پولیس کا کام سمجھا جاتا ہے اور دیندار اور شریف لوگ ان کاموں کو خالص دنیاداری سمجھ کر ایسی جدوجہد کرنے سے دور رہتے ہیں لیکن اللہ کا نبی نہ صرف قاتل پکڑ کر سزا دیتا ہے بلکہ اس سے دعوت واصلاح کا کام بھی لیتا ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے سورۃ بقرہ آیات ۶۷ تا ۷۴۔ (البقرۃ ۲:۶۷ تا ۷۴)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۰۔حملہ آور ظالم عمالقہ سے جہاد کرنا

بنی اسرائیل کو فلسطین کے ایک شہر میں داخلے کا حکم ملا تو ان کا سابقہ ایک بہادر، قد آور اور ظالم قوم عمالقہ سے پڑا۔ یہ ایک جنگجو اور بڑی ظالم قوم تھی جو ان کے فلسطین کے اس اہم شہر میں داخل ہونے میں رکاوٹ بنی ہوئی تھی۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں کو ہمت بندھوائی، ان پر جو اللہ کے انعامات تھے، وہ یاد دلائے۔ مثلاً ان میں انبیاء اور بادشاہوں کا ہونا اور دنیا کی بڑی نعمتیں ملنا وغیرہ اور اس سرزمین میں جو بھلائیاں اور خوبیاں تھیں، ان کو بیان کیا اور جہاد پر ابھارا لیکن یہ لوگ بزدل ہو کر اور ہمت ہار کر نہ صرف بیٹھ گئے بلکہ اللہ کے نبی موسیٰ علیہ السلام کو ذہنی تکلیف پہنچائی اور یہاں تک کہہ دیا:

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ○ (المائدۃ۵:۲۴)

”انھوں نے پھر یہی کہا کہ اے موسیٰ! ہم تو وہاں کبھی نہیں جائیں گے جب تک وہ وہاں موجود ہیں۔ بس تم اور تمھارا رب، دونوں جاؤ اور لڑو، ہم یہاں بیٹھے ہیں“۔

اس جواب پر موسیٰ علیہ السلام دل برداشتہ ہو گئے اور ان لوگوں سے علیحدہ ہونے کی اللہ تعالیٰ سے گذارش کی لیکن اللہ تعالیٰ نے حسی اور ظاہری جدائی کی دعا قبول نہیں کی البتہ معنوی جدائی کر دی گئی۔ یعنی فرعون کے دور کے یہ لوگ اپنی عمر بھر سرگردان و حیران دشتِ فاران میں پھرتے رہے۔ البتہ موسیٰؑ اور ہارونؑ دعوت و تبلیغ اصلاح وارشاد کے کام میں مصروف رہے تاہم ان کی اتنی نالائقیوں کے باوجود انہی کے ساتھ رہے اور ان میں وقت گزارا اور انہی میں وفات پائی۔

یہاں پر خالق و مخلوق، عبد و معبود، الٰہ و عابد کا فرق واضح ہوتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام انسان ہونے کی بنا پر وقتی طور پر جذباتی ہو کر ان سے جدائی اختیار کرنے کا خیال ظاہر کرتے ہیں لیکن خالق کی طرف سے اپنے مقام پر قائم رہنے کا حکم ہوتا ہے۔ سبحان اللہ العلی العظیم۔ (ملاحظہ کیجیے المائدۃ۵:۲۰ تا ۲۶)

معجزات کا ایک پہلو:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں ایک حصہ معجزات کا نظر آتا ہے۔ عصا، ید بیضاء اور تسع آیات وغیرہ کا قرآن مجید بار بار تذکرہ کرتا ہے۔ لیکن معجزات بھی اللہ کا کلمہ بلند کرنے، دینِ حق

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہنچانے، توحید کا علم بلند کرنے اور اپنی نبوت کی حقانیت ثابت کرنے، ایک ظالم کو ظلم سے روکنے، ایک مظلوم قوم کو ظلم سے نجات دلانے، اعتماد اور قوت سے حق کا اظہار کرنے، باطل کو دباتے اور باطل کے حواریوں کی ہمتیں توڑنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ ان معجزات کے ذریعے وہ کوئی ذاتی منفعت حاصل نہیں کرتے اور نہ ہی ان کو اپنی ذات کے لیے استعمال کرتے ہیں بلکہ یہ اجتماعی مفاد کے لیے ہی استعمال ہوتے ہیں۔

طالب علمی میں خدمت کی تعلیم:

موسیٰ علیہ السلام کی حیاتِ مبارکہ میں ایک پہلوان کی طالب علمی اور علم کی تکمیل کا قرآن مجید نے بیان کیا ہے۔ یہ سورۃ مریم آیت ۶۰ تا ۸۲ (دو رکوع) پر مشتمل ہے۔ یہ قصہ اچھا خاصہ تفصیل سے بیان ہوا ہے۔ اس قصے میں بھی ان کے استاد کا جو کردار دکھایا گیا ہے، وہ خدمتِ خلق اور شفقت علی الخلق کا ہی ہے۔ کہیں مسکینوں کی کشتی کو کسی ظالم بادشاہ سے بچاتے ہیں، تو کہیں کسی یتیم کی دیوار کی چنائی کرتے ہیں تو کہیں ماں باپ کو دوزخ کی آگ سے نجات دیتے ہیں۔ ان کے استاد کے کردار کو نمایاں کرنے کا مقصد خدمتِ خلق اور شفقت علی الخلق کے کاموں کی طرف متوجہ کرنا اور ان کی تربیت دینا ہے۔

بیسویں صدی کے اختتام میں دو ایسے شخصوں کا غلغلہ اور تذکرہ رہا ہے جنھوں نے انسانیت کی بڑی خدمت کی ہے۔ ایک جنوبی افریقہ کے نیلسن منڈیلا ہیں۔ انھوں نے بلاشبہ ایک ملک اور قوم کو آزاد کرانے کا بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ دوسری آنجہانی مدر ٹریسا ہے جس نے ایک لمبا عرصہ غریب اور مصیبت زدہ لوگوں کے ساتھ رہ کر ان کی خدمت کی اور آخر دم تک ان میں رہی۔ دنیا ان کے کام اور نام کی معترف ہے۔ لیکن موسیٰ علیہ السلام کے ہمہ جہت کاموں کو دیکھا جائے تو اس دور کی صعوبتوں اور مشکلات کو سامنے رکھا جائے تو وہ ان دونوں سے ہزارہا درجہ بہت اونچی اور عظیم شخصیت نظر آتے ہیں۔ انہی وجوہ سے ہمیشہ کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے تذکرے کو اپنی آفاقی و ابدی کتاب میں ثبت کردیا ہے کہ کروڑوں واربوں انسان ان کو پڑھتے رہیں اور ان کے کرداروں کو اپناتے رہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت داؤد علیہ السلام

اللہ تعالیٰ کے جو اولوالعزم پیغمبر انسانوں کی رہنمائی اور ہدایت کے لیے مبعوث ہوئے اور جن کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کثرت سے اور تفصیل سے بیان فرمایا، اُن میں ایک حضرت داؤد علیہ السلام ہیں۔ ان کے اولین مخاطب اور قریبی لوگ بنی اسرائیل تھے۔ لہٰذا انھوں نے ان کی ہدایت و رہنمائی کا کام خاص طور پر کیا اور دیگر لوگوں کی رہنمائی عمومی حیثیت سے کی۔

قرآن مجید میں ان کے نام سے تذکرہ ۱۶ مقامات پر ۹ سورتوں میں آیا ہے۔ ان کا سلسلہ نسب گیارہویں پشت میں جا کر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملتا ہے۔ (قصص القرآن حفظ الرحمٰن سیوہاروی)

حضرت داؤد علیہ السلام کا صحیح قصہ زیادہ تر قرآن مجید سے ہی معلوم ہوتا ہے اور ان کی زندگی کے کچھ پہلو حدیث شریف سے عیاں ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ تورات، انجیل اور زبور سے بعض باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ اسرائیلیات ہیں جن میں بعض باتیں ایک نبی تو کجا عام انسان کو بھی زیب نہیں دیتیں۔ لیکن ہمارے بعض مفسروں اور اصحاب تاریخ نے بغیر سوچے سمجھے، برے اور بغیر مذہبی، اخلاقی اقدار سے تقابل کیے بیان کر دیتے ہیں جس سے نہ صرف اس نبی معصوم کی ذات پر حرف آتا ہے بلکہ اسلامی تعلیمات مشکوک ہو جاتی ہیں۔

ظالموں سے جہاد:

حضرت داؤد علیہ السلام کی شخصیت اس طرح سامنے آتی ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک لشکر طالوت کی قیادت میں جالوت نامی ایک کافر حکمران کے خلاف برسرِ پیکار تھا۔ اس میں ایک نوجوان بھی شامل تھا جو دراصل باپ کی طرف سے اپنے بھائیوں کی خبر گیری کے لیے آیا تھا۔ مگر جب اس نے جالوت کے مقابلے میں اسرائیلیوں کی کمزوری دیکھی تو طالوت کی اجازت سے اس کے مقابلے میں اتر آیا اور جالوت کو قتل کر ڈالا۔ (البقرۃ۲: ۲۴۷۔۲۵۱)

یہ جری اور باہمت نوجوان داؤد علیہ السلام تھے۔ بنی اسرائیل میں اس سے پہلے نبوت کا خاندان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الگ تھا اور سلطنت وحکمرانی کا خاندان الگ تھا۔لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں باتیں (حکومت ونبوت) داؤد علیہ السلام میں جمع کر دیں۔(البقرہ۲:۲۵۱)

قرآنِ حکیم نے طالوت و جالوت کی جنگ اور داؤد علیہ السلام کے اس کردار (جالوت کی شکست و قتل) پر تبصرہ ان الفاظ میں فرمایا ہے:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ۝ (البقرہ۲:۲۵۱)

''اگر اس طرح اللہ انسانوں کے ایک گروہ کو دوسرے گروہ کے ذریعے سے ہٹاتا نہ رہتا تو زمین کا نظام بگڑ جاتا۔لیکن دنیا کے لوگوں پر اللہ کا بڑا فضل ہے'' (کہ وہ اس طرح دفعِ فساد کا انتظام کرتا رہتا ہے)۔

حق و باطل کی کشمکش میں داؤدؑ کا کردار

سورۃ بقرہ کے رکوع ۳۲ اور ۳۳ پر ایک نظر ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ایک طرف ایک ظالم بادشاہ (جالوت) اور اس کا لشکر ہے اور دوسری طرف چند نیک اور صالح لوگ ہیں۔ان کی آپس میں لڑائی ہوتی ہے اور ظالم شکست کھا جاتا ہے۔اس شکست دینے میں حضرت داؤدؑ کا اہم کردار ہے۔پھر اللہ تعالیٰ انھیں حکومت اور نبوت سے نوازتے ہیں اور ساتھ ہی جہاد اور حق کی راہ میں قتال کا فلسفہ بھی بتاتے ہیں کہ ظلم وعدل،حق و باطل کی دو قوتوں کے درمیان اقتدار کی جنگ جاری رہے گی اور اس جنگ کے فائدوں میں سے ایک فائدہ زمین کو فساد سے بچانا،لوگوں کو ظلم سے نجات دینا اور ان کو امن سے رہنے کا موقع مہیا کرنا ہے۔

جہاد کا یہ کام اللہ کے نیک بندے یعنی انبیاء،صلحاء،اولیاء،علماء اور مجاہدین کریں گے کیونکہ ان کی یہ ذمہ داری ہے،ان کا فریضہ ہے اور اجتماعی اصلاح ان کا مشن ہے۔

مولانا شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

''اس سے معلوم ہو گیا کہ جہاد کا حکم ہمیشہ سے چلا آ رہا ہے اور اس میں اللہ کی بڑی رحمت و احسان ہے۔نادان کہتے ہیں کہ لڑائی نبی کا کام نہیں ہے''۔(تفسیر عثمانی مطبوعہ قرآن کمپلیکس مدینہ منورہ ص ۵۲)

حضرت داؤد علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے جو خاص فضل اور انعام کیا تھا،قرآن مجید نے اس کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خصوصی اہمیت سے ذکر کیا ہے۔ ارشاد ہے:

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا (سبا ۱۰:۳۴)

''ہم نے داؤد کو اپنے ہاں سے بڑا فضل عطا کیا تھا''۔

قرآن کریم نے اس فضل، ان انعامات کی تفصیل بیان کی ہے۔

ان پر اللہ کے انعامات اور خلافت

اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں اور پرندوں کو ان کا مطیع اور ساتھی بنا دیا تھا جو صبح و شام ان کے ساتھ زبور پڑھنے اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنے کے وقت ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرتے تھے۔

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَیْدِ اِنَّهٗ اَوَّابٌ ○ اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ یُسَبِّحْنَ بِالْعَشِیِّ وَالْاِشْرَاقِ ○ وَالطَّیْرَ مَحْشُوْرَةً كُلٌّ لَّهٗ اَوَّابٌ ○ (سورۃ صٓ ۳۸: ۱۷، ۱۹)

''اور ان کے سامنے ہمارے بندے داؤد کا قصہ بیان کرو، جو بڑی قوتوں کا مالک تھا۔ ہر معاملے میں اللہ کی طرف رجوع کرنے والا تھا، ہم نے پہاڑوں کو اس کے ساتھ مسخر کر رکھا تھا کہ صبح و شام وہ اس کے ساتھ تسبیح کرتے تھے، پرندے سمٹ آتے، سب کے سب اس کی تسبیح کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے''۔

داؤدؑ بڑی قوتوں کے مالک تھے۔ ان قوتوں سے بہت سی قوتیں ہو سکتی ہیں مثلاً جسمانی طاقت جس کا مظاہرہ انھوں نے جالوت سے جنگ کے موقع پر کیا تھا۔ فوجی اور سیاسی قوت جس سے انھوں نے گردوپیش کی مشرک قوموں کو شکست دے کر ایک مضبوط اسلامی ریاست قائم کر لی تھی۔ اخلاقی قوت جس کی بدولت انھوں نے بادشاہی میں فقیری کی۔ وہ ہمیشہ اللہ سے ڈرتے اور اس کی حدود کی پابندی کرتے اور عبادت کی طاقت جس کا حال یہ تھا کہ حکومت و فرماں روائی اور جہاد فی سبیل اللہ کی مصروفیتوں کے باوجود، صحیحین کی روایت کے مطابق، وہ ہمیشہ ایک دن بیچ میں چھوڑ کر روزہ رکھتے اور روزانہ ایک تہائی رات نماز میں گزارتے تھے۔ امام بخاری نے روایت کی ہے کہ جب حضرت داؤد کا ذکر آتا تو آپؐ فرماتے کان اعبد البشر ''وہ سب سے زیادہ عبادت گزار انسان تھے''۔ (تلخیص تفہیم القرآن ص ۷۔۸)

پرندوں کی بولیوں کی تعلیم

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ اور ان کے بیٹے حضرت سلیمانؑ کو پرندوں کی بولیوں (منطق الطیر)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی تعلیم اور فہم عطا کیا تھا:

وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ وَاُوْتِیْنَا مِنْ كُلِّ شَیْءٍ اِنَّ ھٰذَا لَھُوَ الْفَضْلُ الْمُبِیْنُ○ (سورہ النمل ۲۷:۱۶)

"اور داؤد کا وارث سلیمان ہوا اور اس نے کہا، لوگو! ہمیں پرندوں کی بولیاں سکھائی گئی ہیں اور ہمیں ہر طرح کی چیزیں دی گئی ہیں۔ بے شک یہ اللہ کا نمایاں فضل ہے"۔

حضرت داؤدؑ نبوت اور خلافت کے ۹۶۵ ق م میں جانشین رہے اور ۸۰ سال فرمانروا رہے۔ ان کی مملکت موجودہ فلسطین و شرق اردن پر مشتمل تھی اور شام کا حصہ بھی اس میں شامل تھا۔

لوہے کا استعمال

اللہ تعالیٰ نے لوہے کو ان کے لیے موم کی طرح نرم کر دیا تھا اور وہ اسے جس طرح چاہتے موڑ لیتے تھے۔

وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِیْدَ○ (سبا ۳۴:۱۰)

"اور ہم نے لوہے کو ان کے لیے نرم کر دیا"۔

اللہ تعالیٰ نے داؤدؑ کو لوہے کے استعمال پر قوت عطا کی تھی اور خاص طور پر جنگی اغراض کے لیے زرہ سازی کا طریقہ سکھایا تھا۔ موجودہ دور کی تاریخی و اثری تحقیقات بتاتی ہیں کہ دنیا میں لوہے کے استعمال کا دور (Iron age) ۱۴۰۰ ق م۔ ۷۰۰ ق م کے درمیان شروع ہوا اور یہی داؤدؑ کا زمانہ ہے۔ قدرتی بات ہے کہ حضرت داؤدؑ نے سب سے پہلے اور سب سے بڑھ کر اس جدید دریافت کو جنگی اغراض کے لیے استعمال کیا ہوگا کیونکہ تھوڑی مدت پہلے آس پاس کی کئی دشمن قوموں نے اس لوہے کے ہتھیاروں سے ان کی قوم پر عرصہ حیات تنگ کر دیا تھا۔

زرہ سازی کا فن

اللہ تعالیٰ نے انھیں زرہ سازی کا فن عطا کیا تھا جس سے وہ اپنی روزی اپنے ہاتھ سے کماتے تھے، چنانچہ حدیث نبوی میں وارد ہوا ہے "انسان کا بہترین رزق وہ ہے جو وہ اپنے ہاتھ سے کما کر کھائے اور اللہ کے نبی داؤدؑ اپنے ہاتھ کی محنت سے اپنی روزی کماتے تھے"۔ ارشاد باری ہے:

اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِی السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ○

"اس ہدایت کے ساتھ کہ زرہیں بنا اور ان کے حلقے ٹھیک انداز پر رکھ۔ (اے آل داؤد!)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیک عمل کرو، جو کچھ تم کرتے ہو اس کو میں دیکھ رہا ہوں"۔ (سبا ۳۴:۱۱)

جنگی لباس تیار کرنا

جنگی لباس کی تیاری کا کام ان سے شروع ہوا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے انسانیت پر ایک نعمت واحسان کے طور پر یہ ذکر فرمایا ہے:

وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُم مِّنْ بَأْسِكُمْ فَهَلْ أَنْتُمْ شَاكِرُونَ٥

"اور ہم نے اس کو تمہارے فائدے کے لیے زرہ بنانے کی صنعت سکھا دی تھی تاکہ تم کو ایک دوسرے کی مار سے بچائے، پھر کیا تم شکر گزار ہو؟" (الانبیاء ۲۱:۸۰)

فصاحت وبلاغت

خدا نے انھیں حکمت اور فصل الخطاب یعنی منصب نبوت اور خطابت کی فصاحت اور صحیح فیصلے کی قوت بخشی تھی۔

وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَآتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ٥ (ص ۳۸:۲۰)

"ہم نے اس کی سلطنت مظبوط کر دی تھی، اس کو حکمت عطا کی تھی اور فیصلہ کن بات کہنے کی صلاحیت بخشی تھی"۔

سلطنت کی مضبوطی اور قوت کی بات گزشتہ پیرا ایک میں آ چکی ہے، حکمت سے مراد نبوت ہے اور فصل الخطاب سے ان کی خطابت وفصاحت اور ان کی شیریں و پیاری آواز ہے۔ وہ بڑے بڑے معاملات وتنازعات اپنی گفتگو اور شیریں بیانی سے طے کر دیتے تھے۔

صاحب کتاب ہونا

قرآن کریم نے جن کتب سماویہ کا ذکر کیا ہے، اُن میں زبور بھی ہے جو اللہ تعالیٰ نے داؤدؑ پر نازل فرمائی تھی۔

وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلَىٰ بَعْضٍ وَآتَيْنَا دَاوُودَ زَبُورًا٥ (بنی اسرائیل ۱۷:۵۵)

"ہم نے بعض پیغمبروں کو بعض سے بڑھ کر مرتبے دیے اور ہم نے ہی داؤدؑ کو زبور دی تھی"۔

زہد وتقویٰ

زہد وعبادت میں اللہ تعالیٰ نے انھیں انہماک بخشا تھا جو انسانیت کے لیے ایک نمونہ قرار دیا گیا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ چنانچہ وہ نصف شب تک آرام کرتے، تہائی رات عبادت میں بسر کرتے اور ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے نزدیک پسندیدہ نماز داؤد کی نماز ہے اور اللہ کے نزدیک پسندیدہ روزہ داؤدؑ کا ہے''۔ (بحوالہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ)

خوش گلو ہونا

حضرت داؤدؑ کو اللہ تعالیٰ نے خوش گلو بنایا تھا۔ چنانچہ لحنِ داؤدی ضرب المثل بن چکا ہے۔ نبی کریم ﷺ جب ابو موسیٰ اشعریؓ کی شیریں آواز سنتے تو فرماتے کہ ابو موسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے لحنِ داؤدی عطا فرمایا ہے۔ (حوالہ بالا)

عدل و انصاف

قرآنِ حکیم نے حضرت داؤد علیہ السلام کے فیصلوں کے واقعات میں سے دو واقعے بیان کیے ہیں جن سے ان کی معاملہ فہمی اور فیصلہ کی کیفیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ایک واقعہ میں ان کی آزمائش و ابتلا بھی ہے اور صحیح فیصلہ دینے کی بات بھی ہے۔ ارشاد ہے ''پھر تمھیں کچھ خبر پہنچی ہے، اُن مقدمے والوں کی جو دیوار چڑھ کر اس (داؤد) کے بالا خانے میں گھس آئے تھے۔ جب وہ داؤد کے پاس پہنچے تو وہ انھیں دیکھ کر گھبرا گیا۔ انھوں نے کہا ڈریے نہیں ہم ایک مقدمے کے دو فریق ہیں جن میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے۔ آپ ہمارے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیجیے۔ بے انصافی نہ کیجیے اور ہمیں راہِ راست بتایئے۔ یہ میرا بھائی (دینی/قومی) ہے، اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک ہی دنبی ہے۔ اس نے کہا کہ یہ دنبی بھی میرے حوالہ کر دے اور اس نے گفتگو میں مجھے دبا لیا۔

داؤدؑ نے جواب دیا، اس شخص نے اپنی دنبیوں کے ساتھ تیری دنبی ملا لینے کا مطالبہ کر کے یقیناً تجھ پر ظلم کیا اور واقعہ یہ ہے کہ مل جل کر ساتھ رہنے والے لوگ اکثر ایک دوسرے پر زیادتیاں کرتے رہتے ہیں بس وہی لوگ اس سے بچے ہوئے ہیں جو ایمان رکھتے ہیں اور عملِ صالح کرتے ہیں اور ایسے لوگ کم ہی ہیں۔ یہ بات کہتے کہتے داؤد سمجھ گیا کہ یہ تو ہم نے دراصل اس کی آزمائش کی ہے۔ چنانچہ اس نے اپنے رب سے معافی مانگی اور سجدے میں گر گیا اور رجوع کر لیا۔ تب ہم نے اس کا وہ قصور معاف کیا اور یقیناً ہمارے ہاں اس کے لیے تقرب کا مقام اور بہتر انجام ہے۔ (سورۃ ص ۳۸: ۲۰ تا ۲۵)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت داؤدؑ نے ان کا مقدمہ سنتے ہی فیصلہ دے دیا۔ اس قصے سے انبیائے کرام کا بلند مرتبہ، اللہ تعالیٰ کا براہِ راست رہنمائی اور فیصلہ کرنے میں کمی بیشی ہو تو اس پر متوجہ کرنا اور کوتاہی ہو تو معاف کرنا، نبی کا فوراً اپنی کوتاہی پر متنبہ ہونا، اس سے رجوع کر لینا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت اور عنایات ہونا معلوم ہوتا ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کے پاس کسی وقت بھی کوئی مسئلہ پوچھنے آئے، فیصلہ کرانے آئے اور حاجت لے کر آئے تو حتی الوسع اس پر توجہ دیتے ہیں، ان کی باتیں سنتے ہیں اور ان کا کام کرتے ہیں۔ (مزید دیکھیے بیان القرآن مولانا اشرف علی تھانویؒ متعلقہ آیات کی تفسیر)

ایک اور واقعہ جو ان کی زندگی کا سبق آموز اور ان کے فرزند حضرت سلیمان علیہ السلام کی دانائی کا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایک روز داؤد علیہ السلام فیصلہ کرنے کے لیے عدالت میں بیٹھے تھے اور آپ کے فرزند سلیمانؑ بھی ان کے پاس موجود تھے۔ مقدمہ یہ پیش ہوا کہ کسی ریوڑ والے کی بھیڑوں نے رات کو کسی کی پکی ہوئی فصل چر لی۔ حضرت داؤدؑ نے یہ فیصلہ کیا کہ کھیت والے کا زبردست نقصان ہوا ہے اس لیے بھیڑیں بطور تاوان اس کے سپرد کی جائیں۔ مگر گیارہ سالہ سلیمانؑ نے مشورہ دیا کہ آپ اپنے فیصلے میں دونوں فریقوں کا خیال رکھیں۔ اس پر داؤدؑ نے کہا کہ اچھا تم فیصلہ کر دو۔ حضرت سلیمانؑ نے کہا کہ بھیڑیں کھیت والے کو دے دی جائیں، وہ ان سے فائدہ اٹھائے اور کھیت بھیڑوں والے کو دیا جائے جو اس پر محنت کر کے اس حالت پر لے آئے جو برباد ہونے کے وقت تھی۔ چنانچہ حضرت داؤد نے اس فیصلے سے اتفاق کیا۔ (الانبیا ۲۱:۷۹)

حضرت داؤد علیہ السلام کے کارناموں پر ایک نظر:

حضرت داؤد علیہ السلام کے تمام کارناموں پر نظر ڈالتے ہیں تو اجتماعی و انفرادی زندگی کے تمام امور کی ادائیگی میں نہایت اعلیٰ انسان دکھائی دیتے ہیں۔ البتہ قرآن کریم نے ان کی اجتماعی زندگی کے کارنامے نمایاں بیان کیے ہیں اور انفرادی زندگی کا تذکرہ کم کیا ہے۔

وہ ایک مجاہد و غازی، فوجی جنرل و رہنما ہیں۔ اپنی مسلمان قوم اور اللہ کے نزدیک بندوں کو ظالموں، استحصالیوں اور غاصبوں سے بچاتے ہیں اور جہاد کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

- وہ اس دور کی ٹیکنالوجی کو بروقت اور بہترین طریقے سے استعمال کرتے ہیں۔ لوہے کی صنعت جو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نئی نئی متعارف ہوئی تھی، اس سے دفاعی جنگی ہتھیار بناتے ہیں اور لوگوں کے تحفظ کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

- وہ خداداد فصاحت و بلاغت اور شیریں بیانی سے ایک طرف دعوت و تبلیغ کرتی ہیں، لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتے ہیں اور نیک بناتے ہیں تو دوسری طرف قدرت و فطرت کے مظاہر یعنی پہاڑوں، پرندوں اور چشموں کو اپنی تسبیحات و تذکیرات اور دعاؤں میں شامل کرتے ہیں اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔
- وہ لوگوں کے درمیان تنازعات و خصومات اور اختلافات و اختراعات کو خداداد حکمت و دانش اور فصاحت و بلاغت اور قوت بیان سے طے کرتے ہیں اور ان کو انصاف دلاتے ہیں، ان کے حقوق کی حفاظت کرتے ہیں۔
- وہ بادشاہ اور وسیع وسائل اور ذرائع آمدنی کا مالک ہونے کے باوجود رزق حلال اپنے ہاتھ سے کماتے ہیں۔ اس میں عار محسوس نہیں کرتے، شرماتے نہیں بلکہ فخر محسوس کرتے ہیں۔ یہ ان کا کتنا بڑا کارنامہ ہے۔
- وہ باوجود اتنی نعمتوں، دولتوں کے زاہد و عابد اور شب بیدار ہیں۔ اللہ کی بندگی کا حق ادا کرتے ہیں۔

یہ وہ چند اہم و نمایاں خصوصیات ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے قصے کو متعدد سورتوں میں مختلف پیرایوں سے اسوہ اور نمونہ کے طور پر بیان کیا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب پنجم

صحابہ کرامؓ اور رفاہی کام

صحابہ کرام اور رفاہی کام	۳۳۵
صحابہ کرامؓ میں انفاق کے عوامل واسباب	۳۳۵
صحابہ کرامؓ کی آمدنی کے ذرائع	۳۴۴
حضرت ابوبکر صدیقؓ اور خدمتِ خلق	۳۵۱
اللہ کی راہ میں انفاق کرنا	۳۵۲
۱۔ غلاموں کی آزادی	۳۵۲
۲۔ مکہ سے ہجرت اور ابن دُغنہ کی گواہی	۳۵۲
۳۔ غریب خاندانوں کی مالی امداد	۳۵۳
۴۔ بدر کے قیدیوں پر شفقت	۳۵۴
۵۔ عام جنگی حالات میں رحمت وشفقت	۳۵۴
۶۔ معذور اور بے سہارا لوگوں کی دیکھ بھال	۳۵۵
۷۔ ہر بات میں غرباء کا خاص خیال رکھنا	۳۵۵
حضرت عمرؓ اور رفاہِ عامہ کے انفرادی و اجتماعی کام	۳۵۶
۱۔ مدینہ منورہ میں ایک نابینا عورت	۳۵۷
۲۔ غلاموں کو اہمیت دینا	۳۵۷
۳۔ غلامی کا رواج کم کرنا	۳۵۷
اجتماعی وملی سوچ	۳۵۸
۱۔ پبلک ورکس (رفاہِ عامہ کے کام)	۳۵۸
الف) نہر ابی موسیٰ	۳۵۸
ب) نہر مَعْقِل	۳۵۸
ج) نہر سعد	۳۵۹
د) نہر امیر المومنین (نہر سوئز)	۳۵۹
۲۔ عمارتیں تعمیر کرانا	۳۵۹
الف) مہمان خانے	۳۵۹
ب) سڑکوں اور پلوں کا انتظام	۳۶۰
ج) مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تک چوکیاں اور سرائیں	۳۶۰
د) غریبوں اور مسکینوں کے لیے وظیفے	۳۶۰
ہ) لنگر خانے	۳۶۱
و) لاوارث بچے	۳۶۱
ز) یتیموں کی خبر گیری	۳۶۱
ح) قحط کا انتظام	۳۶۱
ط) رفاہِ عامہ	۳۶۲
ظ) جزئیات پر توجہ	۳۶۳
ع) رعایا کی شکایتوں سے واقفیت کے وسائل	۳۶۴
غ) سفارت	۳۶۴
ف) شام کا سفر اور رعایا کی خبر گیری	۳۶۴
ق) دیگر واقعات	۳۶۵
ذوالنورین حضرت عثمانؓ بن عفان کے رفاہی کام	۳۶۷
ہجرت	۳۶۸

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسجد نبوی کی متعدد مرتبہ تعمیر و توسیع	۳۶۸
حضرت عثمانؓ کے عہد میں مسجد نبوی کی توسیع اور تعمیر	۳۶۹
مسجد حرام کی توسیع	۳۶۹
غزوۂ تبوک کی تیاری میں امداد	۳۷۰
اہل بیت کی خدمت	۳۷۱
غلام آزاد کرنا	۳۷۱
قحط سالی میں امداد	۳۷۲
عوامی ضرورتوں کا بندوبست	۳۷۲
صحابہ رضوان اللہ علیہم کی خدمت	۳۷۳
مقروضوں سے قرض معاف کرنا	۳۷۴
ویران زمینوں کی آبادکاری	۳۷۴
انفرادی عطیات	۳۷۴
حضرت علیؓ اور رفاہی کام	۳۷۵
نبی اکرم کی خدمت	۳۷۵
اسلام کے بارے میں تحقیق وجستجو کے لیے آنے والوں کی مدد	۳۷۶
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راحت کے لیے مشقت	۳۷۶
حضرت علیؓ کے دور خلافت میں رفاہی کام	۳۷۷
امانت ودیانت کا پیکر	۳۷۸
حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما	۳۷۸
رحمت وشفقت کا جذبہ	۳۷۹
عمومی جودوسخا	۳۸۰
مخالفین کو بھی دینا	۳۸۰
حقوق العباد کو حقوق اللہ ترجیح دینا	۳۸۰
غلام آزاد کرنا	۳۸۱
حضرت جعفرؓ بن ابی طالب اور عبداللہ بن جعفرؓ	۳۸۱
حضرت جعفرؓ کے رفاہی کام	۳۸۲
حضرت معاذ بن جبل خزرجیؓ	۳۸۴
جودوسخا	۳۸۴
غلام آزاد کرنا	۳۸۵
طلحہ بن عبیداللہ التمیمیؓ	۳۸۶
جودوسخا	۳۸۷
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما	۳۸۸
غلام آزاد کرنا	۳۸۹
جھگڑے اور انتقام سے اجتناب	۳۹۰
ایثار وقربانی	۳۹۰
کسی کو تکلیف نہ دینا	۳۹۱
عبدالرحمٰن بن عوف بن العوامؓ	۳۹۱
جہاد	۳۹۲
غلاموں کو آزاد کرانا	۳۹۲
صحابہ کرام اور اپنے ساتھیوں کی خدمت	۳۹۳
امہات المومنین کی خدمت	۳۹۳
قیس بن سعد خزرجیؓ	۳۹۵
جودوسخا	۳۹۵
سخاوت کے دیگر واقعات	۳۹۷

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور رفاہی کام

امت محمدیہ میں شریعت مطہرہ کو دل و جان سے تسلیم کرنے اور اس پر عمل کرنے والے ہر دور میں موجود رہے ہیں۔ جنہوں نے دین اسلام کو اس کی اصلی شکل میں باقی رکھا ہے، البتہ خیر القرون کو چھوڑ کر باقی ادوار میں ان کی تعداد کم رہی ہے، تاہم صحابہ کرام اور تابعین کے دور ایسے ہیں کہ ان ادوار میں ایسے لوگوں کی کثرت ہی رہی ہے۔ عقائد و نظریات کے لحاظ سے، عمل و کردار کی حیثیت سے اور اشاعت دین کے جوش و جذبہ سے ہر مقام پر ایسے لوگ متحرک تھے جو روشنی کا مینار اور اسلام کا جیتا جاگتا نمونہ تھے۔

چونکہ اس باب میں صحابہ کرامؓ کے انفاق، خدمت خلق اور رفاہی کاموں کو بیان کرنا مقصود ہے۔ لہٰذا اس موضوع پر ہی گزارشات پیش کی جائیں گی۔ صحابہ کرامؓ کی سیرت کا اس پہلو سے مطالعہ کرتے ہوئے، ان کی جود و سخا، داد و دہش انفاق و اکرام کرنے، عطایا ھدایا دینے اور اپنے دوست واحباب کو نوازنے کے واقعات پڑھ کر عام طور پر دو باتیں ذہن میں گردش کرنے لگتی ہیں اور سوالات کی شکل میں سامنے آتی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ کون سے عوامل اور جذبات و احساسات تھے جن کی وجہ سے یہ حضرات اتنا انفاق کرتے تھے۔ یہ انفاق اتنا زیادہ ہے کہ عام انسان حیران رہ جاتا ہے کہ یہ کیسے لوگ ہیں جو بعض اوقات اپنا سب کچھ مال و اسباب اللہ کی راہ میں لٹا دیتے ہیں اور انھیں کوئی پرواہ نہیں ہوتی بلکہ الٹا خوش ہوتے ہیں، اللہ کا شکر بجالاتے ہیں اور آرام کی نیند سوتے ہیں۔

دوسرا خیال یہ آتا ہے کہ ان لوگوں کے پاس اتنا مال اسباب، دھن دولت، غلام و کنیزیں، اونٹ اور گھوڑے، سونا چاندی (دینار و درہم) کہاں سے آئے اور کیسے آئے۔ پھر آج انفاق کرتے ہوئے جو کچھ ہے وہ سب لٹا دیا اور کل پھر صاحب ثروت بن گئے، پھر رقم آ گئی اور ویسے ہی خرچ کرنے لگے۔ لہٰذا چند صحابہ کرام کی جود و سخا اور خدمت خلق کا تذکرہ کرنے سے پہلے ان سوالوں کے جوابات یا دو شبہوں کا دفعیہ کر دیا جائے ورنہ قدم قدم پر یہ وسوسہ ذہن میں آئے گا کہ یہ روایات ضعیف یا موضوع

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو نہیں ہیں اور ان واقعات میں مبالغہ تو نہیں ہے، نیز انسان کی فطرت میں لالچ، بخل اور مال سینت کر رکھنے کا جو داعیہ ہے وہ کیسے کم ہو جاتا ہے یا بعض اوقات کیسے ختم ہو جاتا ہے جب کہ عام حالات میں ایسا کرنا بہت مشکل کام ہے۔

صحابہ کرامؓ میں انفاق کے عوامل و اسباب:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم میں انفاق فی سبیل اللہ اور جود و سخا کے بہت سارے اسباب و عوامل ہیں، یہ عوامل دین اسلام، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت، گردو پیش کے ماحول، ان کے خاندانی و قبائلی پس منظر اور ان کے شعراء اور ادباء کے کلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان تمام اسباب کی مفصل فہرست اور بیان کافی وسعت چاہتا ہے۔ جب کہ یہاں تنگی داماں اور تنگی علم کے ساتھ تنگی وقت اور کتاب کے اوراق کی تنگی بھی ہے۔ اس لیے صرف چند واقعات بیان کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

ا۔ دنیا اور اس کے مال و اسباب سے محبت نہ رکھنا

مال و دولت اپنی ضرورتوں اور اپنی اولاد کے لیے جمع کرنا اور عمل ہے اور اس سے محبت رکھنا مختلف عمل ہے۔ ان میں فرق کرنا دین و ایمان کا تقاضا ہے، اسلام مال کمانے اور اس کے حقوق ادا کرنے کے بعد جمع کرنے سے نہیں روکتا ہے بلکہ اس کے کمانے کی ترغیب دیتا ہے۔ اور ہمت افزائی کرتا ہے تاہم اس سے محبت کرنے سے منع کرتا ہے۔ مومنین کی صفات میں سے قرآن مجید اور احادیث مبارکہ سے ایک صفت یہ ثابت ہوتی ہے کہ وہ اپنی اور اپنے متعلقین کی دنیاوی اور مالی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے تگ و دو کرتا ہے۔ جائز طریقے سے مال کماتا ہے۔ کمانے میں چست و چوبند رہتا ہے۔ اور مالی معاملات میں دوسروں کا دست نگر ہونے سے بچتا رہتا ہے۔ صحابہ کرامؓ اس صفت سے متصف تھے اور گلہ بانی، کاروبار، بیوپار، زراعت، صنعت و حرفت اور محنت و مزدوری سے مال کماتے تھے۔

ایک صفت ان کی زندگی میں یہ پائی جاتی ہے کہ وہ مال کی کثرت کے باوجود اس سے محبت نہیں کرتے تھے۔ اسے دل میں جگہ نہیں دیتے تھے۔ اس کی محبت میں گرفتار نہیں ہوتے تھے۔ قرآن و حدیث کی روشنی بھی وہ مال کی محبت کو کفار اور منافقین کی صفت سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”تم مسکینوں کو کھانا کھلانے پر نہیں اکساتے اور میراث کا سارا مال سمیٹ کر کھا جاتے ہو اور مال کی محبت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں بری طرح گرفتار ہو" (الفجر ۸۹: ۱۸۔۲۰)۔ ہر صحابی عربی جانتا تھا اور قرآن کی اس بلیغانہ اور متاثر کن ہدایت کو اچھی طرح سمجھتا تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ یہ کفار اور ظالموں کی صفات ہیں لہٰذا ان سے دور رہنا چاہیے۔

جب انسان کو کسی چیز سے محبت نہیں ہوگی تو وہ اسے خرچ کرتے ہوئے اور کسی کو دیتے ہوئے دریغ نہیں کرے گا اور بے پرواہ ہو کر اسے خرچ کرے گا۔ دنیا پر دین کو ترجیح دیکر خوب انفاق کرے گا۔ شاعر نے اسلام کے مالی نقطہ نظر سے کیا خوب کہا ہے:

مال را گر بہر دین باشی حمول
نعم مال صالح گوید رسول

"اگر مال کو دین کے لیے لو گے اور دو گے تو رسول ﷺ اسے بہت اچھا مال کہیں گے"۔

۲۔ صحابہؓ کا اللہ کی رضا چاہنا

صحابہ کا انفاق سے اولین اور اہم مقصد اللہ کی رضا اور خوشنودی چاہنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو جو مال و دولت عطا کی تھی اس کا شکر وہ اس کی راہ میں انفاق کر کے ادا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خرچ کرتے ہوئے کوئی دنیاوی طمع، لالچ اور خواہش نہیں رکھتے تھے ان کی اس صفت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس طرح فرمایا: "اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں (اور ان سے کہتے ہیں) ہم تمہیں صرف اللہ کی خاطر کھلا رہے ہیں۔ ہم تم سے کوئی بدلہ چاہتے نہ شکریہ" (الدھر ۷۶: ۸۔۹)۔ اللہ تعالیٰ کی رضا چاہنے کا یہی جذبہ ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے تعریف کے ساتھ ان کی اخلاص نیت کی تصدیق بھی کی ہے۔ ان کے اخلاص اور رضا کے طلب پر درجنوں آیات واحادیث آئی ہیں جو طوالت کی وجہ سے یہاں بیان نہیں کی جا رہی ہیں۔

۳۔ حقوق العباد کا خیال رکھنا

صحابہ کرام عام طور پر اپنے مال و اسباب میں غریب، مستحق اور حاجت مند انسانوں کا حق سمجھتے تھے۔ ان کے سامنے ہر وقت قرآن مجید کی یہ تعلیم رہتی تھی وَ الَّذِیْنَ فِیْٓ اَمْوَالِھِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ○ لِّلسَّآئِلِ وَ الْمَحْرُوْمِ ○ (المعارج ۷۰: ۲۴۔۲۵) اور جن کے مالوں میں سائل اور محروم کا ایک مقرر حق ہے۔ فِیْٓ اَمْوَالِھِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ○ (الذاریات ۱۵: ۱۹) ان کے مالوں میں حق ہے سائل اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محروم کے لیے'' اس ارشاد الٰہی کی روح یہ ہے کہ ایک متقی اور محسن انسان کبھی اس غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہوتا کہ اللہ اور اس کے بندوں کا جو حق میرے مال میں ہے زکوٰۃ ادا کرنے سے ادا ہو گیا۔ میں نے اس بات کا ٹھیکہ تو نہیں لیا کہ ہر ننگے، بھوکے اور مصیبت زدہ آدمی کی مدد کرتا پھروں۔ بلکہ وہ واقعی مشفق اور محسن ہوتا ہے، وہ ہر وقت ہر وہ بھلائی کرنے کے لیے جو اس کے بس میں ہو دل و جان سے تیار رہتا ہے اور جو موقع بھی دنیا میں نیکی کا ملے اسے جانے نہیں دیتا۔ (تلخیص تفہیم القرآن ۹۸۲)

پھر آپ ﷺ کی تعلیم و تربیت کی باتیں بھی ان کے پیش نظر رہتی تھیں جن میں اپنے غرباء و مساکین، پڑوسیوں اور ساتھیوں اور ہم پیشہ حضرات کے حقوق بتائے ہیں اور ان حقوق کی اہمیت واضح کی ہے۔ جیسے پڑوسیوں کے بارے میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے ''جو شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے تو اسے اپنے پڑوسی سے اچھا سلوک کرنا چاہیے اور جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے تو اسے بھلائی کی بات کہنی چاہیے یا خاموش رہنا چاہیے'' (مسلم نے ان الفاظ میں روایت کی ہے اور بخاری نے اس کے بعض حصے روایت کیے)۔ اور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب تمہارے حکمران اچھے لوگ ہوں اور تمہارے غنی (دولت مند) سخی ہوں اور تمہارے معاملات مشورے سے طے ہوتے ہوں تو زمین کی پیٹھ (زندہ رہنا) اس کے پیٹ میں جانے سے اچھا ہے۔ اور جب تمہارے حکمران برے لوگ ہوں اور تمہارے مالدار بخیل ہو جائیں اور تمہارے اجتماعی معاملات عورتوں کے حوالے ہوں تو زمین کا پیٹ (موت آنا) اس کی پیٹھ سے بہتر ہے۔ (الترمذی کتاب الفتن)

یہ دو آیتیں اور دو حدیثیں نمونے اور تبرک کے طور پر لکھی ہیں ورنہ ایسی بیسیوں آیتیں اور احادیث ان کے سامنے ہوتی تھیں اور اپنے مال و دولت اور جانوروں میں سے بندوں کے حقوق ادا کرتے رہتے تھے۔ اس طرح ایثار و قربانی کی آیتیں اور احادیث بھی انھیں صدقہ و خیرات کرنے پر ابھارتی تھیں۔ لہٰذا ایثار و قربانی کی وہ مثالیں پیش کیں جن کی وجہ سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ان کے اس فعل کا تذکرہ کیا اور آپ ﷺ نے اس عمل پر خوشی اور اطمینان کا اظہار کیا۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ کریں تلخیص تفہیم القرآن سورۃ الحشر آیت ۹:۹۵ اور ایثار کے موضوع پر آمدہ احادیث مبارکہ دیکھیں۔

۴۔ انفاق و خیرات کرنے میں باہمی مسابقت

خیر و بھلائی کے کاموں، انفاق اور داد و دہش میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنا اور پیش قدمی کرنا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحابہ کرامؓ کا عام معمول تھا۔عبادات ہوں یا جہاد کا میدان ہو،صدقہ وخیرات کرنا ہو یا آپ ﷺ کی پکار پر لبیک کہنا ہو یا آپؐ کے احکام کی تکمیل کرنا ہو،غرض یہ کہ ہر میدان میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے بلکہ بعض اوقات ایک دوسرے کو ترغیب دیتے متفق علیہ (الترمذی کتاب الفتن)

(۱)تفہیم القرآن سورۃ الحشر ۵۹:۹ الفجر ۸۹۔۱۸ (۲)الدھر ۷۶:۸۔۹ (۳)الذاریات ۵۱:۱۹

(۴)تلخیص تفہیم القرآن ۹۸۲

تحریض (ابھارنے) کے لیے للکارتے تھے۔ یہ صاحب اتنی نیکی کما رہے ہیں تو میں اس سے بڑھ کر کمالوں، یہ اتنا انفاق کر رہے ہیں تو میں ان سے بڑھ کر انفاق کروں۔ یہ اتنی خدمت کر رہے ہیں تو میں ان سے بڑھ کر خدمت کروں۔اسلام میں یہ طریقہ نہ صرف پسندیدہ ہے بلکہ قرآن وحدیث میں اس پر عمل کرنے کی ہدایت دی گئی ہیں۔قرآن مجید میں سابقوا، سارعوا، صابروا، رابطوا، جاھدوا وغیرہ متعدد کلمات آئے ہیں جن کے معنی اور مفہوم میں یہ ترغیب ہے کہ ایک دوسرے سے آگے بڑھو، نیکی میں جلدی کرو، باہم مقابلہ کرو، بڑھ چڑھ کر حصہ لو، چنانچہ ان ہی ہدایات کے مطابق صحابہؓ میں مسابقت بہت سے معاملات اور مواقع میں دیکھنے میں آتی ہے۔حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی باہم مسابقت معذوروں کی خدمت کرنے، جہاد کے لیے انفاق کرنے اور نبی ﷺ کی خدمت کرنے اور آپ ﷺ کے احکام کی تعمیل کرنے میں نظر آتی ہے۔چھوٹے صحابہ کا جہاد میں شرکت کے لیے ایک دوسرے سے مقابلہ کرنے اور کشتی لڑنے کی پیش کش کی روایات ملتی ہیں۔ پھر انصار اور مہاجرین کے جہاد میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کے واقعات ملتے ہیں یہی جذبات واحساسات اور عوامل ان کے انفاق کرنے میں ان میں موجود تھے جن کی وجہ سے ان میں جود وسخا اور عطایا وہدایا کثرت سے پائے جاتے ہیں۔

۵۔ نبی اکرم ﷺ کا اسوۂ حسنہ موجود ہونا

نبی ﷺ نے فقر وفاقہ عزیمت کے طور پر اپنی امت کے لیے اعلیٰ ترین اسوہ (طریقہ) کے طور پر اختیار کیا۔ چنانچہ مال کے معاملے میں آپ ﷺ بہت ہی سخی اور انفاق کرنے والے اور مال تقسیم کرنے والے تھے۔ایک مرتبہ آپ ﷺ کے پاس ڈھیر سارا مال آیا تو آپ ﷺ نے تقسیم کرنا شروع کیا حتیٰ کہ شام ہوگئی اور کچھ مال بچ گیا تو آپ ﷺ نے آنے والی رات مسجد میں گزاری اور جب وہ سارا مال تقسیم ہوگیا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو پھر گھر تشریف لے گئے۔ اس طرح جہاد کے میدان میں مال غنیمت اور فے کے اموال حاصل ہوتے تو وہیں پر تقسیم کر دیتے۔ آخری بیماری کے وقت حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ گھر میں کچھ سکے (سونے اور چاندی کے) رکھے ہوئے ہوں تو انھیں تقسیم کر دو۔ اللہ، رسول اللہ سے ایسے حال میں ملنا نہیں چاہتا جب کہ اس کے گھر میں سکے رکھے ہوئے ہوں۔

صحابہ کرامؓ کے سامنے یہ وہ نمونہ موجود تھا جس کی وجہ سے یہ انفاق کرنے اور اموال خرچ کرنے دریا دل تھے، اور لوگوں کو بے تحاشا دیتے رہتے تھے۔

۶۔ آخرت کے محاسبے کا خوف

صحابہ کرامؓ کے بے دریغ مال خرچ کرنے والے عوامل میں سب سے بڑا سبب آخرت میں جواب دہی کا احساس اور محاسبے کا ڈر تھا، اموال کے بارے میں وہ قرآن وحدیث کے احکامات وارشادات کو ہر وقت پڑھتے، سنتے تھے اور قرآن کو اچھی طرح سمجھتے تھے اور آپ ﷺ کی احادیث، ارشادات اور احکامات کو ہر وقت سامنے رکھتے تھے۔ لہٰذا صدقات واجبہ یعنی زکوۃ، نذر اور کفارات تو لازماً ادا کرتے رہتے تھے، ان کے علاوہ نفلی خیرات بھی بڑی کشادہ دلی سے کرتے تھے۔

روایت ہے کہ یمن سے دو عورتیں (ماں بیٹی) نبی ﷺ کی زیارت کے لیے آئیں۔ آپ ﷺ سے ملیں اور دین کی باتیں معلوم کیں۔ بیٹی کے ہاتھوں میں سونے کے موٹے کنگن پہنے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے اس بڑی خاتون سے پوچھا کیا تم اس کی زکوۃ ادا کرتی ہو؟ اس نے کہا نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم چاہتی ہو کہ اس بیٹی کو ان کی وجہ سے آگ کے کنگن پہنائے جائیں؟ اس نے کہا نہیں یا رسول اللہ اس کے بعد اس نے وہ دونوں کنگن اس کے ہاتھوں سے اتار کر آپ ﷺ کے حوالے کرتے ہوئے کہا ھما للہ ولرسولہ یہ دونوں اللہ اور اس کے رسول کے حوالے ہیں۔ (مسلم)

اس خاتون کے اس عمل سے اطاعت کے کئی پہلو سامنے آئے ہیں:

- نبی ﷺ کے فرمان کی اطاعت بلا چوں و چرا فوراً کرنا۔
- آخرت کے عذاب وگرفت کا خوف پایا جانا۔
- زکوۃ سے بچنے کے لیے حیلہ و بہانہ نہ کرنا۔
- زکوۃ کا چالیسواں حصہ دینے کے بجائے سارا مال اللہ کی راہ میں دے دینا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی اکرم ﷺ کی تعلیم اور صحابہؓ کی تعمیل و تسلیم کے واقعات روزانہ آپؐ کی مجلس میں ہوتے رہتے تھے۔ ان کی وجہ سے صحابہ میں انفاق کا جذبہ اور عمل غیر معمولی اور کثرت سے تھا۔ پھر ان کے لیے یہ کوئی بڑی بات نہیں تھی لیکن آج ہمیں یہ واقعات عجیب سے معلوم ہوتے ہیں۔ نیز ہمارے نفسوں اور دلوں میں مال کی محبت زیادہ ہے اور اس کے مقابلے میں ہمارے دینی رہنماؤں اور پیشواؤں میں یہ واقعات کم ملتے ہیں۔ اس وجہ سے ہمیں صحابہ کے انفاق کے واقعات پر تعجب ہوتا ہے۔ اگر ہم اسلام کے اس ابتدائی پس منظر اور ماحول کو سامنے رکھیں تو معلوم ہوگا کہ ان لوگوں کے لیے یہ واقعات غیر معمولی نہیں تھے بلکہ معمول کے واقعات تھے، جو روزانہ عمل میں آتے تھے۔ جہاد کے لیے اپیل ہو یا کسی کو مہمان بنانے کی ترغیب ہو یا انفاق کی آیت کا نزول ہو۔ ہر بات پر عمل پیرا ہونے میں دیر نہیں کرتے تھے۔

۷۔ فطری و خاندانی پس منظر

صحابہؓ کی بھاری اکثریت عرب قبائل سے تعلق رکھنے والی تھی۔ عربوں کا اپنا مزاج، عادات و خصائل تھے جو وہ فطرۃً ونسلاً تھے۔ سخاوت ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ دورِ جاہلیت کے واقعات ہیں تو ان کے جود وسخا کے عجیب وغریب واقعات سامنے آتے ہیں۔ خاص طور پر قریش کا رویہ اور وہ بھی حجاج اور زائرینِ حرم کے ساتھ بڑا ہی فیاضانہ تھا۔ عرب کے ہزاروں حاجیوں اور معتمرین کے کھانے، پانی اور رہائش کا بندوبست کرتے تھے۔ اس دور میں سخاوت، نجابت کو نمایاں کرنے، جذبات کو برانگیختہ کرنے میں شعراء ادباء کا بڑا اثر تھا۔ یہ لوگ اپنی ذاتی لالچ وطمع میں ان کے داد و دہش کے عوامل کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتے اور ان میں کوئی بخل برتتا تو اسے بھی نمایاں کرتے اور ان کی ہجو کرتے تھے۔ اس لیے انفاق کا جذبہ ان میں خاندانی اور قبائلی تھا۔

جب اسلام آیا تو اسلام نے اس جذبہ کو پاکیزہ، شریفانہ اور اخلاقِ حسنہ سے معمور کر کے نکھار دیا اور ان میں سے جو بخیل اور کنجوس تھے، ان کے بخل کو دور کیا۔ ان میں اللہ کی رضا کا عقیدہ پختہ کیا۔ شعراء وادباء کے بجائے قرآن وحدیث اور سیرت میں ان کے اس کام کی ہمت افزائی کی گئی۔ اس طرح وہ دنیا کے اچھے سخی، اللہ کی رضا کے حصول کے متمنی اور پاکیزہ انسان بن گئے اور رہتی دنیا تک اپنے اثرات چھوڑ گئے (رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۸۔ ابتدائی دور کی سابقہ غربت کو سامنے رکھنا

جزیرۃ العرب میں عربوں کی معاشی و معاشرتی حالت کوئی اچھی نہیں تھی۔ بود و باش کے لحاظ سے اصحاب المدر اور اصحاب الوبر دو قسم کی رہائش گاہوں کا تذکرہ تاریخ کی کتابوں میں آیا ہے۔ اصحاب المدر وہ لوگ کہلاتے تھے جو پتھر، کچی اینٹوں اور لکڑیوں سے گھر بنا کر رہتے تھے، یا یہ گھر خالص مٹی کو پانی میں گیلا کر کے اس کے پیڑے بنا کر تعمیر کرتے جس طرح ہمارے ہاں سندھ کے دور دراز علاقوں میں بنائے جاتے ہیں۔ انھیں اوڑ کی بھت (اوڑ قوم کے ہاتھوں مٹی بھگو کر بنائی ہوئی دیوار) کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ شہری کہلاتے تھے۔ دوسرے اصحاب الوبر وہ لوگ جو اونٹ اور بکری کے بالوں سے کپڑا، قالین اور نمدہ بنا کر اس سے خیمے بناتے اور ان میں قیام کرتے۔ جب وہاں سے نقل مکانی کرتے تو اسے اکھاڑ کر ساتھ لے جاتے۔ یہ لوگ خانہ بدوش کہلاتے تھے۔ مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری اپنی مشہور کتاب (الرحیق المختوم۔ ص:۷۱۔۷۲) میں لکھتے ہیں "عرب کی اقتصادی حالت اجتماعی حالت کے تابع تھی، اس کا اندازہ عرب کے ذرائع معاش پر نظر ڈالنے سے ہو سکتا ہے"۔

تجارت ہی ان کے نزدیک ضروریاتِ زندگی حاصل کرنے کا اہم ذریعہ تھی اور تجارتی آمد و رفت امن و سلامتی کی فضا کے بغیر آسان نہیں۔ جبکہ جزیرۃ العرب میں سوائے حرمت والے مہینوں کے امن و سلامتی کا کہیں وجود نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ صرف حرام مہینوں ہی میں عرب کے مشہور بازار عُکاظ، ذی المجاز اور مجنۃ وغیرہ لگتے تھے۔ صنعت نام کی خاص چیز عرب میں نہیں تھی۔ کپڑے کی بُنائی اور چمڑے کی دباغت وغیرہ کی شکل میں جو چند صنعتیں پائی جاتی تھیں، وہ زیادہ تر یمن، حیرہ اور شام کے متصل علاقوں میں تھیں۔ البتہ اندرونِ عرب کھیتی باڑی اور گلہ بانی کا کسی قدر رواج تھا۔ عرب کی تمام عورتیں سوت اور اون کاتتی تھیں لیکن مشکل یہ تھی کہ سارا مال و متاع ہمیشہ لڑائیوں کی زد میں رہتا تھا۔ فقر و فاقہ کی وبا عام تھی اور لوگ ضروری کپڑوں اور لباس سے بھی بڑی حد تک محروم رہتے تھے۔ عام طور پر اونٹ، بکری اور بھیڑوں کے دودھ، ان کے گوشت اور بعض جنگلی پھلوں اور جو کی روٹی پر ان کا گزر ہوتا تھا۔ سالن میں گوشت، شوربا، بعض سبزیاں اور معمولی دالیں ہوتی تھیں۔ سرکہ سالن کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ لباس میں یمن کا بنا ہوا کپڑا یا مقامی طور پر کاتے ہوئے سوت، اُون اور بکری کے بالوں کے بنے ہوئے کپڑے ہوتے تھے۔ کئی کئی دن تک صرف کھجور، دودھ اور پانی پر وقت گزر جاتا تھا۔ مدینہ منورہ جو ابتدا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں کسی قدر مالداروں اور یہودی تاجروں کا اور زراعت کاروں کا شہر تھا لیکن اس میں بھی عام لوگوں میں بڑی غربت تھی۔ (الرحیق المختوم۔ص:۷۱۔۷۲)

ان حالات میں اسلامی فتوحات، عرب وعجم سے آمدہ غذائی اشیاء اور رنگین کپڑوں اور دسترخوان پر دو تین کھانوں اور سالنوں کے آنے سے وہ صحابہ جنہوں نے دورِ جاہلیت، مکے اور مدینے کی ابتدائی عسرت دیکھی تھی، وہ ان غذاؤں، کپڑوں، پردوں، جانوروں، لونڈیوں کی کثرت اور مال و دولت کی فراوانی اور سیم و زر کی بارش دیکھ کر گھبرا اٹھتے اور طرح طرح کے وسوسوں میں مبتلا ہو جاتے اور خیال کرتے کہ شاید ہمیں اس دنیا میں ہی اعمال کا بدلہ مل رہا ہے اور آخرت میں اللہ کی نعمتوں سے محروم نہ ہو جائیں اور یہ مال و دولت ہمارے لیے شر نہ بن جائے۔ لہٰذا بعض اوقات ان اموال کو اللہ کی راہ میں لٹا دیتے تھے اور خوب صدقہ و خیرات کرتے، اپنے دوست و احباب کو نوازتے، غلاموں اور لونڈیوں کو آزاد کرتے اور غرباء و مساکین کی خبر گیری کرتے تھے۔

۹۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے ان کا پارس بننا

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اجود العرب اور اجود الناس تھے۔ آپ ﷺ نے کسی سوالی کو خالی ہاتھ نہیں لوٹایا، اگر کسی وجہ سے کچھ دینے کے لیے موجود نہیں ہوتا تو اس سے دوسرے وقت میں عطا کرنے کا وعدہ فرماتے یا اپنے احباب کو کہہ کر اسے دلا دیتے، حتیٰ کہ ذاتی ہدیے میں سے بھی دوسرے لوگوں کو عطا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک بدو (اعرابی) آیا، اس نے ایک بکری کا ریوڑ آپ کے ہاں دیکھا تو سوال کیا کہ یہ مجھے دے دیں۔ آپ ﷺ نے اسے یہ ریوڑ دے دیا۔ وہ مسلمان ہو کر واپس اپنے قبیلے میں گیا اور قبیلے والوں سے آپ ﷺ کی جود و سخا کی تعریف کی اور کہا کہ میری قوم کے لوگو! محمد صلی اللہ علیہ وسلم اتنا دیتے ہیں کہ اپنے فقر اور کل کی تنگی کا خیال تک نہیں کرتے۔ (مسلم شریف)

صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ کی صحبت پائی، آپ ﷺ کی تربیت میں رہے، آپ ﷺ کے ارشادات سنے، آپ ﷺ کے تقویٰ روحانیت اور للّٰہیت سے مستفید ہوئے۔ لہٰذا آپ ﷺ کے رنگ میں رنگ گئے اور تقویٰ و انفاق اور دنیا سے بے رغبتی کی صفات پیدا ہو گئیں اور آپ کی سخاوت کی صفت ان میں بھی آ گئیں۔ چنانچہ بعض نے بالکل آپ ﷺ کی طرح دنیا کے بارے میں عزیمت اختیار کر لی اور دنیا میں سے اتنا ہی رکھا جتنا آپ ﷺ رکھتے تھے۔ جیسے حضرت ابو ذر غفاریؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابو بکر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صدیقؓ اور بعض نے عزیمت اور رخصت دونوں کو اختیار کیا۔ کبھی عزیمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے سب کچھ اللہ کی راہ میں دے دیا اور کبھی مال جمع کیا اور پھر عزیمت کا مظاہرہ کر لیا۔ جیسے حضرت عمرؓ، حضرت سعدؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ حضرت صہیب رومیؓ اور بعض نے رخصت کو اپنایا اور مال و دولت کماتے بھی رہے اور خرچ بھی کرتے رہے۔

غرضیکہ صحابہؓ کے انفاق میں قرآنی تعلیمات، حدیثِ نبوی ﷺ اور سنت النبی ﷺ کے پرتو مختلف شکلوں میں نظر آتے ہیں۔

یہ چند وہ اسباب وعوامل ہیں جن کی بنا پر ان کی معاشی زندگی میں انفاق کرنے کا تانا بانا سامنے آتا ہے اور غیر معمولی انفاق نظر آتا ہے۔

صحابہ کرامؓ کی آمدنی کے ذرائع:

صاحبہ کرام رضوان اللہ علیہم کے انفاق وعطا، جود وسخا اور کھلے دل سے خرچ کرنے کے اسباب و عوامل کا مختصر سا جائزہ لیا گیا۔ اب صحابہ کرامؓ کی آمدنیوں اور ان کی طرف دولت کے بہاؤ کے ذرائع کا مختصر سا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔ جس سے آمد وخرچ کا توازن اور ان کا عقلی طور پر ممکن ہونا واضح ہوگا اور یہ بات واضح ہوگی کہ ان حضرات کے انفاق کے پس منظر میں کافی مال و دولت موجود رہتی تھی۔

صحابہ کرامؓ کی آمدنیوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک حصہ اسلامی حکومت اور بیت المال کی آمدنیوں کا اور دوسرا حصہ ان حضرات کی اپنی ذاتی آمدنیوں پر مشتمل ہے۔ ذاتی آمدنیاں ان کی اپنی جدوجہد، محنت اور اپنے وسائل وذرائع سے ہوتی تھی۔

الف۔ حصۂ اوّل صحابہ کی ذاتی آمدنیاں

ا۔ تجارت

حجاز کے باشندوں کی اکثریت تجارت کے پیشے سے وابستہ تھی۔ یہ تجارت زیادہ تر مقامی، ملکی سطح اور بین الاقوامی سطح پر ہوتی تھی۔ اس تجارت میں قریش اور مکے کے باشندے سرفہرست تھے۔ ان کی تجارت یمن کی بندرگاہوں سے شروع ہو کر شام، فلسطین اور بحر قلزم کی بندرگاہوں تک قافلوں اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کشتیوں کے ذریعے ہوتی رہی ہے۔ اس میں مشرق، مشرق بعید، ہندوستان اور مالا بار بلکہ ملائشیا اور انڈونیشیا تک سے مال آتا تھا اور شام و ترک اور مصر اور اسپین تک اور یورپ کے قریبی علاقوں میں مال کا تبادلہ ہوتا تھا۔ اس تجارت کی وجہ سے صحابہ کرامؓ کا ایک بڑا طبقہ مالدار اور دولت مند تھا۔ اس تجارت کا جہاں بڑا فائدہ ساہوکاروں کو پہنچتا تھا وہاں مقامی اور علاقے کے لوگ بھی محنت و مزدوری، بار برداری اور قافلوں کی مدد و خاطر تواضع کرنے کی وجہ سے روزگار سے لگے رہتے تھے۔

مدینہ منورہ میں زیادہ تر تجارت یہود کے ہاتھ میں تھی۔ لیکن جنگ احزاب، فتح خیبر اور یہودی قبائل کی مدینے سے جلاوطنی کے بعد یہ مقام مسلمانوں نے حاصل کر لیا اور وہ ان کی جگہ کاروبار کرنے لگے۔ اس طرح مسلمانوں کے تنگی اور غربت کے دن بھلے دنوں میں بدل گئے اور ہول سیل کی دکانیں اور گودام ان کے ہاتھ میں آ گئے۔ اور ان میں مثالی خوشحالی آنے لگی۔ اس دور کی روایتیں ہیں کہ حضرت عثمان غنیؓ اور عبدالرحمانؓ بن عوف، حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب، ابوعبیدہؓ الجراح، قیسؓ بن سعد بن ابی وقاص، عبداللہ بن عمرؓ اور دیگر مہاجرین وانصار کے ہزار ہزار اونٹوں کے تجارتی قافلے چلتے تھے اور وسیع پیمانے پر بہت زیادہ تجارت ہوتی تھی۔ جس کی وجہ سے مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں کاروبار عروج پر تھا، کاروبار اور تجارت اور وہ بھی وسیع پیمانے کا کاروبار ملکی اور بین الاقوامی کتنی دولت کھینچ لاتا ہوگا اس کا اندازہ ایک تجربہ کار تاجر ہی کر سکتا ہے۔

۲۔ گلہ بانی اور جانوروں کی پرورش

عربوں اور خاص طور پر جزیرۃ العرب کے عام باشندوں کی آمدنی کا بڑا ذریعہ گلہ بانی تھا۔ اونٹ، بکریاں اور بھیڑیں پالتے تھے۔ اس وقت انسانی آبادی کم ہونے، چراگاہیں زیادہ اور اناج کی کمی کی وجہ سے ان کا زیادہ انحصار جانور پالنے پر تھا۔ اونٹنیوں، بکریوں اور بھیڑوں کا دودھ پیتے، ان کا گوشت کھاتے، ان کے اون اور بالوں کے کپڑے اور خیمے بناتے اور ان کی کھالوں کو خیموں اور فرش کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ سرداروں اور بڑے لوگوں کے پاس ہزاروں کی تعداد میں اونٹ، بکریاں اور بھیڑیں ہوتی تھیں۔ اس طرح جانوروں میں گھوڑے، گدھے اور خچر بھی کثرت سے تھے۔ عام طور پر ہر گھر میں گھوڑا سواری کے لیے گدھا اور خچر بار برداری اور پانی لانے کے لیے ہوتے تھے۔

ان جانوروں کی فروخت سے ان کی بہت سی معاشی اور معاشرتی ضروریات پوری ہوتی تھیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدینہ منورہ میں جانوروں کی کثرت ہوگئی تھی۔ اس کی بڑی وجہ اموال غنیمت میں جانورں کا آنا ہے۔ اس کا مزید تذکرہ مال غنیمت اور صحابہ کرام کے عنوان سے آرہا ہے۔

صحابہ کرام کا جہاد کے موقع پر گھوڑے اور اونٹ دینا، نیز جود وسخا کرنا اور مسکینوں کا سواریاں دینا، مہمان کی آمد پر جانور ذبح کرنا اور لشکر کو اونٹ ذبح کر کے گوشت فراہم کرنا سب اس وجہ سے تھا کہ ان کے پاس جانوروں کی کثرت تھی۔

۳۔ زمینیں، جاگیریں اور زراعتی خطے

مدینہ منورہ میں یہود کے مقابلے میں انصار کے پاس زرعی زمینیں زیادہ تھیں اور مختلف قسم کے باغات تھے۔ ان باغات میں کھجور، انگور، انار، کیلا، شفتالو (خوخ) اور امرود وغیرہ پیدا ہوتے تھے۔ مدینہ منورہ میں پانی کی کثرت تھی، چشمے، ریزیں، کنویں اور بارشوں کے دنوں میں برساتی نالے جاری ہوتے تھے۔ پھر یہ لوگ زراعت کے فن میں بڑے ماہر تھے۔ انھوں نے کھجوروں کی کئی اقسام پیدا کی تھیں۔ حجاز کا دوسرا خطہ زراعتی لحاظ سے اور آب و ہوا اور بہترین موسم کے لحاظ سے طائف کا علاقہ ہے۔ اس میں اناج، پھل فروٹ اور سبزیاں بکثرت پیدا ہوتی تھیں۔ طائف کے لوگ اپنے پھل اور سبزیاں اردگرد کے علاقوں میں فروخت کے لیے بھیجتے تھے۔

یہی صورت اور حالت آج بھی موجود ہے۔ مکہ شریف میں کافی مقدار میں سبزیاں اور پھل طائف سے آتے ہیں۔ طائف ٹھنڈا علاقہ ہونے کی وجہ سے تفریحی مقام تھا اور آج بھی گرمیاں گزارنے کا بہترین مقام ہے۔ شاعر عمر بن ربیعہ نے اپنی محبوبہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے۔

تشتوا بمكة نعمة. وتصيفها بالطائف

”وہ ناز پروردہ جاڑے مکے میں گزارتی ہے اور گرمیاں طائف میں بسر کرتی ہے“۔

صحابہ کرامؓ کی خوشحالی کی ایک بڑی وجہ ان کے پاس زرعی زمینیں، جاگیریں اور پیداواری خطے ہونا ہے۔ خاص طور پر یہ زرعی خوشحالی یہودی قبیلوں بنوقریظہ، بنی قینقاع، بنونضیر اور خیبر کے یہودیوں کی جلاوطنی کے بعد آئی کیونکہ ان کی زمینیں ان کو ملیں۔

۴۔ کاشت کاری کرنا

صحابہ کرامؓ میں سے کافی حضرات ایسے تھے کہ اپنی زمین خود کاشت کرتے، اپنے ہاتھوں سے کام

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے یا بڑے زمینداروں کی زمینیں بٹائی پر یا ٹھیکے پر لے کر کاشت کرتے تھے۔ اسلامی حکومت قائم ہونے کے بعد اس نے بڑے زمینداروں کا استحصالی نظام ختم کر کے عادلانہ زرعی نظام قائم کیا جس کی وجہ سے کاشتکاروں کے پاس رزق کی فراوانی ہوگئی۔ پھر باغات کے ٹھیکے لینے اور دینے کا رواج عام تھا جس کی بنا پر بھی خوشحالی آئی، اسلامی مملکت میں ہر شہری خوشحالی کی زندگی گزارنے لگا۔ اس خوشحالی کی وجہ سے ان میں انفاق اور سخاوت کا جذبہ بڑھ گیا جس کا منظر ان کی زندگیوں میں نظر آتا ہے۔

۵۔ عطیات و ہدایا کا ملنا

صحابہ کرامؓ میں بعض اصحاب جیسے نبی اکرم ﷺ کے خاندان کے افراد، بدری صحابہ، بعض کبار صحابہ اور نبی ﷺ کے خدام کو لوگ ہدیے اور عطیے دیتے تھے۔ یہ ہدایا ان کی شخصیتوں، دینی کاموں میں مصروفیت و انہماک، ان کی پاکیزہ سیرتوں اور ان کی تقویٰ و اخلاص کی بنا پر دیے جاتے تھے۔ لہٰذا ان میں جو دوسخا کشادہ دستی اور دادو دہش کے لیے مال جمع ہو جاتا تھا۔ بہت سے واقعات سیرت نگاروں نے لکھے کہ ایک طرف سے ایک ہاتھ میں ہدیہ آیا اور دوسرے ہاتھ سے اسے تقسیم کر دیا۔ بعض اوقات اسی مجلس میں بیٹھے بیٹھے ہزاروں درہم و دینار مستحقین، ضرورت مندوں اور دوست احباب میں تقسیم کر دیتے تھے۔ سیرت نگاروں نے سیکڑوں واقعات عطیوں اور ہدیوں کے رقم کیے ہیں، یہاں صرف ایک واقعہ بیان کیا جا رہا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت ابوایوب انصاریؓ حضرت عبداللہ بن عباس کے پاس گئے، گفتگو میں پوچھنے پر ابوایوب انصاریؓ نے اپنے اوپر بیس ہزار درہم قرضہ بتایا، ابن عباس نے چالیس ہزار درہم اور بیس غلام ان کی خدمت کے لیے ہدیۃً دیے اور اپنا گھر مع سازوسامان ان کے حوالے کر دیا اور خود گھر سے اہل وعیال کو لے کر نکل گئے (الاصابہ فی تمییز الصحابہ حافظ ابن حجر عسقلانی) لہٰذا صحابہ کرامؓ کی خاص طور پر مدینہ منورہ میں مقیم صحابہ کی خوشحالی کی ایک وجہ ان کو ہدایا و عطایا کا ملنا تھا۔

۶۔ ملازمتوں سے آمدنی

اسلامی حکومت نے وسعت اختیار کی جو نبی اکرم ﷺ کے آخری دور میں اس کی وسعت یمن، شام اور عراق کی سرحدوں تک پھیلی تو اس کے لیے کارکنوں کی ضرورت ہوئی۔ پھر خلفائے راشدین کے زمانے میں یہ وسعت چاروں اطراف پھیلتی گئی جس کی وجہ سے اسے کارکنوں، عاملوں اور ملازمین

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھنے کی ضرورت ہوئی۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ میں سے کچھ لوگ اسلامی حکومت کے ملازم ہوئے اور انھیں ملازمت کے سلسلے میں وظیفے (تنخواہیں) ملنے لگے۔ اس سے ان میں خوشحالی اور فارغ البالی آئی۔ ان کے ہاتھ کشادہ ہوئے جس کی بنا پر انھوں نے انفاق فی سبیل اللہ میں بھرپور کشادگی اختیار کی۔

ب۔ صحابہ کرامؓ کی اجتماعی وحکومتی آمدنیاں

ا۔ مال غنیمت

صحابہ کرام اور مجاہدین اسلام کی اجتماعی آمدنیوں کا بڑا حصہ غزوات، سرایا اور جہادی مہمات سے ہوتا تھا۔ اگرچہ روز اول سے مسلمانوں کی مطمح نظر جہادی غزوات وسرایا اور مہمات سے مال کمانا، مال لوٹنا، منڈیاں تلاش کرنا، اپنی قوم کی آمدنیاں بڑھانا ہرگز نہیں تھا اور آج بھی نہیں ہے۔ اس لیے کہ قرآن وحدیث کی رہنمائی اور آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کا نمونہ اس بارے میں واضح ہے۔ اس بارے میں دو آراء نہیں ہیں اور نہ ہی یہ مسئلہ اختلافی ہے بلکہ یہ متفق علیہ مسائل واحکامات میں سے ایک ہے۔

مال غنیمت درحقیقت جہاد کے دنیاوی اثرات وثمرات میں سے ایک ثمرہ ہے جو خود بخود حاصل ہوتا ہے۔ یہ ایسے ہے جیسے ایک شخص نماز باجماعت اللہ تعالیٰ کے حکم کی پیروی کرتے ہوئے اللہ کی رضا و خوشنودی چاہتے ہوئے ادا کر رہا ہے۔ لیکن اس سے روحانی سکون، معاشرتی وتمدنی، اخلاقی، معاشی اور سیاسی فوائد خود بخود حاصل ہو رہے ہیں۔ اس طرح ایک شخص اللہ کی اطاعت، رضا اور آخرت کی نعمتوں کے لیے روزہ رکھ رہا ہے، لیکن اس سے روحانی، اخلاقی، معاشرتی اور بدنی صحت وفوائد خود بخود حاصل ہو رہے ہیں۔ اسی طرح جہاد سے جملہ دیگر فوائد کے ساتھ مالی ومعاشی فوائد خود بخود حاصل ہو رہے ہیں البتہ نیت صاف اور واضح ہونی چاہیے۔

صحابہ کرامؓ کو مختلف غزوات وسرایا اور جہادی مہمات سے کافی مال غنیمت حاصل ہوا تھا ذیل میں چند غزوات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

سریہ زید بن حارثہ میں بہت سا سامان، سونے چاندی کے سکے، برتن اور چاندی بطور مال غنیمت آئے جن کی مالیت تیس ہزار درہم تھی۔ بیت المال کا خمس لے کر باقی اصحاب سریہ میں تقسیم کر دیا گیا۔

(طبقات ابن سعد: بیان سرایا)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سریہ ابوقتادہ بن ربعی انصاری کے مال غنیمت میں دوسو اونٹ اور دو ہزار بکریاں آئیں۔ غزوہ مریسیع میں دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں مال غنیمت میں آئیں اور چھ سو مرد، عورتیں اور بچے قیدی بنائے گئے۔ بعد میں رہا کر دیے گئے۔ البتہ مال غنیمت میں سے خمس (1/5) حصہ لے کر باقی اموال شرکاءِ غزوہ میں تقسیم کر دیا گیا۔ تقسیم میں ایک حصے کو ایک اونٹ دس بکریوں کے برابر رکھا گیا۔

غزوۂ حنین میں سب سے زیادہ مال غنیمت ہاتھ آیا تھا۔ جس کی مختصر جھلک یہ ہے کہ چھ ہزار جنگی قیدی، چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار سے زیادہ بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی تھی۔ تقسیم کے وقت آپ ﷺ نے اپنا خمس جو مصالح عامہ کے لیے تھا دہ نکال کر باقی مال فوج میں تقسیم کر دیا۔ اس مال غنیمت میں بعض سرداروں کو مال زیادہ دیا۔ تاہم اس تقسیم کے بعد فی کس چار اونٹ اور چالیس بکریاں ملیں۔

(شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا، سید قاسم محمود)

ان دو چار مثالوں سے اندازہ کیجیے کہ مال غنیمت سے صحابہ مالدار ہو گئے اور انھوں نے انفاق و جود و سخا کو کشادہ دستی سے جاری کیا۔ لہٰذا صحابہ کرام کی آمدنی کا بڑا حصہ غزوات بھی تھے، جن سے یہ لوگ خوشحال بن گئے۔

۲۔ زکوٰۃ وصدقات سے آمدنی

اسلامی مملکت میں جو غرباء، یتامیٰ، مساکین اور بیوائیں ہوتی تھیں ان کو زکوٰۃ اور دیگر صدقات سے اتنا کچھ ملتا تھا کہ کوئی غریب نہیں رہتا تھا۔ اور ہر گھر میں خوشحالی ہو جاتی تھی۔ مدینہ منورہ میں غربت وتنگی کی جو روایات ملتی ہیں وہ یا تو ابتدائی دور کی ہیں جب لوگوں کی اتنی آمدنیاں نہیں ہوتی تھیں یا اختیاری اور عزیمتی فقر ہے جو بعض لوگوں نے اختیار کیا ہوا تھا۔ ورنہ ہر شخص کو مختلف جائز ذرائع سے بہت کچھ ملتا تھا اور کوئی شخص تنگ دست اور حاجت مند باقی نہیں رہتا تھا۔

حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں آپ ﷺ کی یہ پیشنگوئی نمایاں ہوگئی تھی کہ یمن سے ایک عورت زیورات سے لدی ہوئی مدینہ منورہ آئے گی اور اسے کسی ڈاکو اور چور کا ڈر نہیں ہوگا اور مدینہ منورہ میں ایک شخص زکوٰۃ دینے کے لیے نکلے گا اور کوئی زکوٰۃ لینے والا مستحق نہیں ملے گا۔ جب ہر شخص کے پاس مال مختلف جائز ذرائع سے آئے گا تو وہ لامحالہ خرچ کرے گا اور انفاق فی سبیل اللہ کے مناظر کثرت سے نظر آئیں گے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ اموال فئے

فئی (ف ی ء) کے لغوی معنی لوٹنے اور باب افعال (افاء) کے معنی ہیں لوٹانا، پھیرنا۔ اصطلاحی معنی ہیں وہ اموال، جائدادیں، زمینیں اور سامان جو دشمن بھاگتے وقت چھوڑ جائے اور مسلمانوں کو بغیر لڑائی لڑے حاصل ہو جائے۔ یہ اموال کافی مقدار میں اسلامی حکومت کو حاصل ہوئے خاص طور پر خیبر، فدک اور وادی القریٰ کے علاقوں سے زیادہ حاصل ہوئے۔

سورۃ حشر کی آیات ۶ تا ۱۰ میں اس کا تفصیل سے ذکر آیا ہے۔ فئی پر کلی تصرف کا اختیار حکومت کو ہے۔ چنانچہ سورۃ حشر کی آیات میں بتایا گیا ہے کہ یہ اموال اللہ، اس کے رسول، آپ ﷺ کے قریبی رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہیں۔ نیز یہ اموال ان مہاجروں کے لیے ہیں جو اپنے گھروں اور علاقوں سے خالی ہاتھ نکالے گئے ہیں۔ ان انصاروں کے لیے ہیں جنھوں نے انھیں پناہ دی ہے اور خوش دلی سے خوش آمدید کہا اور بعد میں آنے والے لوگوں کے لیے ہیں۔ (سورۃ الحشر)

چنانچہ فئے کے اموال آپ ﷺ اور آپ کے خلفاء راشدین نے حکومت کے مقاصد میں استعمال کیے۔ بہر حال اموال فئی صحابہ کرامؓ اور مدینہ کے باشندوں میں خوشحالی، رزق کی فراوانی اور اموال کی کثرت کا سبب بنے۔ ایک طرف اسلامی حکومت مضبوط ہوئی تو دوسری حکومت کی رعایا میں فارغ البالی اور خوشحالی آئی۔ جس کی بنا پر وہ کثرت سے انفاق کرنے لگے۔

۴۔ صحابہ کرامؓ کی بے جا خرچ اور اسراف سے کنارہ کشی

صحابہ کرامؓ کے ہاں مال کی فراوانی اور کثرت کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ حضرات معاشرتی خرابیوں برائیوں اور خراب کاموں اور عادتوں سے دور تھے، صحیح تاریخ کی کتابیں کھنگالنے اور باریک بینی سے دیکھنے کے باوجود شاید ہی کوئی واقعہ صحابہ کرامؓ کی ذاتی اور اخلاقی زندگیوں میں اس قسم کا نظر آئے۔ معاشرتی ریتوں، رسموں اور جکڑ بندیوں سے وہ دور تھے، بے جا خرچ اور نام ونمود سے وہ بری تھے، ظلم اور زیادتیوں سے وہ عاری تھے۔ غرض یہ کہ جس پہلو سے دیکھا جائے ان کی زندگیاں معیاری نظر آتی ہیں۔ قرآن مجید نے ان کی پاکیزگی، بلند اخلاقی اور رحمدلی کی گواہی اس طرح دی ہے۔ ارشاد ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا ؗ سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

السُّجُوْدِ ط ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ... (الفتح ۴۸:۲۹)

''محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں کفار پر سخت اور آپس میں رحیم ہیں تم جب دیکھو گے انھیں رکوع، سجود اور اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی طلب میں پاؤ گے، سجود کے اثرات ان کے چہروں پر موجود ہیں جن سے وہ الگ پہچانے جاتے ہیں۔ یہ ہے ان کی صفت توراۃ میں''۔

قرآن و حدیث اور سیرت طیبہ اور صحابہ کرامؓ کی سوانح حیات میں جو صفات ملتی ہیں وہ نہایت پاکیزہ، اعلیٰ اور اتم ہیں۔ اگر ہزار میں سے کوئی ایک خطا یا ناشائستہ حرکت سرزد ہو جاتی ہے تو اس کے احساس ہوتے ہی اس سے رجوع کر لیا جاتا اور توبہ کر لی جاتی ہے۔

۵۔ پاکیزہ زندگیاں

ان باتوں کی دیکھتے ہوئے کہ ان کی آمدنی کے متعدد ذرائع ہونے، ان کے مالی معاملات درست ہونے، اموال میں برکت ہونے، ان کی فراوانی، کثرت اور بڑھوتری کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ان کی زندگیاں اسراف اور گناہ کے کاموں میں خرچ کرنے سے محفوظ تھیں۔ دوسری طرف انفاق میں کشادگی و دریا دلی اور جود و سخا کی فراوانی ہے یہی منظر ان کی زندگیوں میں عام نظر آتا ہے۔

رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ ذالک لمن خشی ربہ

اللھم صل و سلم علی محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین

حضرت ابوبکر صدیقؓ اور خدمتِ خلق

ابتدائے اسلام میں اسلام لانے والوں میں سب سے زیادہ شفقت و رحمت والے سیدنا ابوبکر صدیقؓ تھے۔ ان کی رحمت و شفقت پر ایک حدیث ہر خطیب جمعے و عیدین کے خطبے میں پڑھتا ہے۔ اَرْحَمُ اُمَّتِيْ بِاُمَّتِيْ اَبُوْ بَكْرٍ ''میری اُمت میں سب سے زیادہ امت کے افراد پر رحم کرنے والے ابوبکر ہیں''۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ کی راہ میں انفاق کرنا:

حضرت ابو بکرؓ کی نرم دلی کا اندازہ حضرت عائشہ صدیقہؓ (م ۵۸ء) کے اس تبصرہ سے عیاں ہوتا ہے جو یہ ہے "مدینہ منورہ میں جب حضور ﷺ نے فرمایا کہ ابو بکرؓ سے کہو کہ میری جگہ نماز پڑھائیں تو حضرت عائشہؓ نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ وہ بہت نرم دل ہیں اور آپ ﷺ کی جگہ پر کھڑے نہیں ہو سکیں گے۔ اس پر حضورؐ نے دوبارہ اور سہ بارہ نماز پڑھانے کا حکم دیا تو انھوں نے نماز پڑھائی۔

حضرت ابو بکرؓ عام الفیل کے سال مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے جو ۵۷۱ء بنتا ہے۔ ان کا جاہلیت کا نام عبدالعزیٰ تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ رکھا۔ آپ کی کنیت ابو بکر اور لقب عتیق اور صدیق ہے۔ آپ کپڑوں کی دیانت سے تجارت کرتے تھے، اس لیے جلد ہی مالدار بن گئے تھے۔ آپ کے خاندان کی چار پشتیں صحابہ میں سے ہیں۔ آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سسر، آپ ﷺ کی وفات کے بعد خلیفۂ اول رہے اور ۲۲ جمادی الثانی ۱۳ھ میں وفات پائی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ شروع ہی سے حلیم الطبع، نرم دل، غریبوں اور مسکینوں کا خیال کرنے والے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے تھے۔ جب وہ اسلام لائے تو اس وقت ان کے پاس چالیس ہزار درہم نقد تھے جو سارے اللہ کی راہ میں خرچ کر دیے۔ جب مدینہ منورہ ہجرت کرنے لگے تو اس وقت صرف پانچ ہزار درہم بچے تھے اور وہ بھی جاتے ہوئے اپنے ساتھ لے گئے۔ حضرت صدیق اکبرؓ کی خدمتِ خلق اور شفقت کے چند کارنامے ذیل میں دیے جا رہے ہیں:

۱۔ غلاموں کی آزادی

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مکہ مکرمہ میں ان غلاموں کو خرید کر آزاد کیا جن پر کفار بے حد ظلم کرتے تھے اور اسلام چھوڑنے کے لیے جبر کرتے تھے۔ ان غلاموں میں حضرت بلالؓ بن رباح، عامرؓ بن فہیرہ، ابوفقیہہؓ، حضرت لبینہؓ، حضرت زنیرہؓ، حضرت نہدیہؓ اور ام عبیسؓ رضوان اللہ علیہم تھیں۔

سیرت نگار لکھتے ہیں کہ یہ نام تو ان غلاموں کے ہیں جو مشہور تھے، البتہ ان کے علاوہ بھی انھوں نے غلام آزاد کیے ہیں۔

۲۔ مکہ سے ہجرت اور ابن دُغنہ کی گواہی

اصحاب السیر نے ان کی ایک ہجرت کے بارے میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلمانوں کو حبش کی طرف ہجرت کا حکم دیا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی گوارا نہیں کر سکتے تھے لیکن چونکہ یہ ہجرت (مصائب وشدائد) سے بچنے کے لیے نہیں تھی بلکہ آزادی کے ساتھ عبادتِ الٰہی کرنے اور دعوت وتبلیغ کی غرض سے تھی، اس بنا پر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بھی ہبشہ کی ہجرت کا ارادہ کر لیا لیکن ابھی برک الغماد جو مکہ سے یمن کی جانب پانچ دن کی مسافت پر ہے، ہاں پہنچے ہی تھے کہ ابن دغنہ جو قبیلہ قارہ کا سردار تھا، ملاقات ہوگئی۔ ابن دغنہ نے پوچھا ابو بکرؓ کہاں کا رادہ ہے؟ حضرت صدیقؓ نے کہا: ''میری قوم نے مجھے مکے سے نکال دیا ہے، اس لیے اب چاہتا ہوں کہ سیاحت کروں اور اپنے رب کی آزادی سے عبادت کروں''۔ ابنِ دغنہ بولا ''تمہارے جیسے شخص کو کیسے شہر بدر کیا جا سکتا ہے اور نہ تمھیں وہاں سے نکلنا چاہیے''۔ تم غریبوں کی مالی امداد کرتے ہو، صلہ رحمی کرتے ہو، اپاہجوں کا سہارا ہو اور حق کی راہ میں آنے والے حوادث کا مقابلہ کرتے ہو''۔ چلو میں تمھیں اپنی پناہ میں لیتا ہوں اور واپس مکے لے چلتا ہوں۔ وہاں تم اللہ تعالیٰ کی عبادت آزادی سے کرنا۔ چنانچہ ابن دغنہ حضرت ابو بکر کو اپنے ساتھ مکے لے آیا۔ حضرت ابو بکر کے جو اوصاف اس نے بیان کیے تھے، انہی کا حوالہ دے کر کہا کہ کیا غضب ہے، تم ایسے شخص کو شہر میں رہنے نہیں دیتے۔

قریش نے کہا کہ اگر وہ چھپ کر عبادت کریں تو ہم ان سے تعرض نہیں کریں گے۔ سو وہ یہاں کچھ دنوں تک تو پوشیدہ طور پر عبادت کرتے رہے لیکن آخر ان سے رہا نہ گیا، اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنا لی۔ یہاں نماز پڑھتے اور قرآن مجید کی بلند آواز سے تلاوت کرتے، تو قریش کی عورتیں، نوجوان اور چرواہے ارد گرد جمع ہو جاتے اور اثر پذیر ہوتے۔ قریشوں نے ابن دُغنہ سے شکایت کی کہ ابو بکر معاہدہ کی خلاف ورزی کر رہے ہیں، ان سے کہو کہ اگر ان کو تمہاری پناہ میں رہنا ہے تو معاہدہ کے مطابق عبادت اور تلاوت چھپ کر کریں اور اگر وہ اس پر رضا مند نہ ہوں تو تمہاری پناہ سے دست کش ہو جائیں۔ ابن دغنہ نے حضرت ابو بکر سے یہی بات کہی۔ آپ نے فرمایا: مجھے تمہاری پناہ کی ضرورت نہیں ہے، اب میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔

۳۔ غریب خاندانوں کی مالی امداد

حضرت ابو بکر صدیقؓ ایسے خاندانوں کی مدد کرتے تھے جو معاشی لحاظ سے غریب اور نادار تھے، ان میں سے حضرت مِسطحؓ آپ کے خالہ زاد بھائی بھی تھے۔ یہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو ان کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاس کچھ بھی نہ تھا۔ لہٰذا ابوبکرؓ نے ان کا ماہانہ وظیفہ مقرر کر دیا۔ حضرت عائشہ پر افک کی الزام تراشی ہوئی تو وہ سادگی کی وجہ سے ان لوگوں میں شامل ہو گئے جنھوں نے حضرت عائشہ پر الزام تراشی میں حصہ لیا تھا۔ حضرت ابوبکر کو ان کے اس رویے سے بہت دکھ پہنچا اور ان کا ماہانہ وظیفہ بند کر دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "اور تم میں سے مالدار اور کشادگی رکھنے والے لوگ قسم نہ کھائیں کہ وہ غریبوں، مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو کچھ نہیں دیں گے۔ لیکن ان کو چاہیے کہ معاف کر دیں اور درگزر کریں۔ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہارے گناہ معاف کر دے۔ اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے" (سورہ نور۲۴:۲۲)۔ ابوبکرؓ نے جب یہ آیت سنی تو پکار اٹھے، ہاں میں چاہتا ہوں کہ اللہ مجھے معاف کر دے۔ یہ کہہ کر مسطح کا مالی وظیفہ دوبارہ جاری کر دیا۔ (تفسیر ابنِ کثیر دمشق)

۴۔ بدر کے قیدیوں پر شفقت

ہجرت کے بعد دوسرے سال مسلمانوں اور کفارِ مکہ کے درمیان معرکۂ بدر برپا ہوا۔ اس میں مسلمانوں کو شاندار فتح اور کفار کو بری طرح شکست ہوئی۔ اس میں تقریباً ستر کفار قتل ہوئے اور ستر قیدی بنے۔ قیدیوں کے انجام کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے رائے طلب کی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ازراہِ شفقت و رحمت اپنی رائے دی "یا رسول اللہ! یہ آپؐ کے رشتہ دار اور عزیز و اقارب ہیں۔ لہٰذا ان کو فدیہ لے کر آزاد کر دیں"۔ اس بارے میں مختلف آرا آنے کے بعد فدیہ لے کر ان کو آزاد کر دیا گیا جو حضرت ابوبکرؓ کی رائے کے موافق تھا۔

۵۔ عام جنگی حالات میں رحمت وشفقت

حضرت ابوبکرؓ نے جہاں زمانۂ امن اور عام حالات میں انفرادی و اجتماعی رحمت و شفقت کا مظاہرہ کیا اور انسانوں کی خدمت کی، وہاں حالتِ جنگ میں بھی انسانی جانوں کے احترام، سلامتی اور حفاظت کی تاکید ہے۔ ایک لشکر روانہ کرتے وقت انھوں نے فوجیوں کو اہم وصیتیں کی ہیں، اُن میں سے ایک کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

"انسانو! ذرا رُکو، میں آپ کو دس وصیتیں کرنا چاہتا ہوں۔ انھیں اپنے دل میں جگہ دو۔ (۱) خیانت نہ کرنا (۲) دھوکے سے مال نہ کھانا (۳) اپنے امراء کی نافرمانی نہ کرنا (۴) کسی کا مثلہ (انسانی جان کی بے حرمتی) نہ کرنا (۵) کسی بچے، بوڑھے یا عورت کو قتل نہ کرنا (۶) کھجور یا دوسرے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھلدار درخت نہ کاٹنا (۷) غذائی ضرورت کے سوا بکری، گائے یا اونٹ ذبح نہ کرنا (۸) آپ کا گزر ایسے لوگوں پر ہوگا جو دنیا کو چھوڑ کر عبادت گاہوں میں گوشہ نشین ہو گئے ہیں، وہ جس اللہ کی رضا کی خاطر خلوت میں جا کر بیٹھے ہیں، اس کی خاطر ان کو ہاتھ نہ لگانا (۹) آپ کو ایسے لوگ بھی ملیں گے جو قسم قسم کے طعام آپ کو پیش کریں گے، بار بار ایسے طعام کھا کر اللہ کو نہ بھلانا (۱۰) آپ کو ایسے لوگ بھی ملیں گے جن کے سر کے بال درمیان سے کٹے ہوئے ہوں گے اور ارد گرد چوٹیاں چھوڑی ہوئی ہوں گی، ایسے لوگوں کو تلواروں سے ڈرا دا دینا لیکن قتل نہ کرنا۔ اب اللہ کا نام لے کر آگے بڑھو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو نیزوں اور تلواروں سے محفوظ رکھے''۔

صدیقِ اکبر کی طبیعت میں جو عمومی رحمت و شفقت تھی اور معاشرے کے کمزور طبقوں کی فکر رہتی تھی، اس کی ایک جھلک اس نصیحت سے دیکھی جا سکتی ہے۔ یہ نصیحت پڑھ کر اور پھر آج کے جنگی قوانین دیکھیں اور ان کی عملی صورت دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ وہ دور کتنا اعلیٰ و ارفع اور سنہری تھا جس کا آج تصور بھی مشکل ہے۔

۶۔ معذور اور بے سہارا لوگوں کی دیکھ بھال

حضرت ابو بکرؓ اگر چہ نہایت جلیل القدر خلیفہ تھے لیکن غریبوں اور ضرورت مند لوگوں کا معمولی سے معمولی کام کرنے میں بھی ان کو دریغ نہیں ہوتا تھا اور نہایت خاموشی سے وہ ایسے کام کرنے میں مسرت محسوس کرتے تھے۔ مدینہ منورہ میں ایک نابینا عورت تھی جس کا کام کاج حضرت عمرؓ آ کر کرنا چاہتے تھے لیکن چند روز بعد انھیں معلوم ہوا کہ ان سے پہلے کوئی اور شخص آ کر اس عورت کا تمام کام کر جاتا ہے (ابن اثیر ج۲:۲۹۰)۔ یہ سیدنا ابو بکر الصدیقؓ تھے۔

مسندِ خلافت پر جلوہ افروز ہونے سے پہلے محلّہ کی بعض عورتوں کی بکریوں کا دودھ دوہ دیتے تھے۔ خلیفہ ہونے کے بعد ایک بھولی بھالی لڑکی کو فکر لاحق ہوئی کہ اب ہماری بکریوں کا دودھ کون دوہے گا۔ حضرت ابو بکر نے سنا تو فرمایا: اللہ کی قسم! میں اب بھی بکریاں دوہوں گا، خلافت مجھ کو خدمتِ خلق سے باز نہیں رکھ سکتی۔ (ابن اثیر ص۲۹۱۔ طبقات ابن سعد)

۷۔ ہر بات میں غرباء کا خاص خیال رکھنا

حضرت عائشہ روایت کرتی ہیں کہ جب ابّا جان کے انتقال کا وقت آیا تو مجھ سے پوچھا کہ رسول

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ کو کتنے کپڑوں میں کفنایا گیا تھا۔ میں نے کہا تین کپڑوں میں۔ آپ اس وقت دو پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: تو بس میرے یہ دونوں کپڑے ہیں ہی، اور ایک تیسرا کپڑا ابا زار سے خرید کر مجھ کو کفن دے دینا۔ ام المومنین نے کہا: ابا جان! ہم تینوں کپڑے بازار سے خرید سکتے ہیں۔ ارشاد ہوا: بیٹی، نئے کپڑوں کے زندہ لوگ بہ نسبت مُردوں کے زیادہ مستحق ہیں۔ کفن کے دونوں کپڑے تو لہو اور پیپ کے لیے اور خراب ہونے کے لیے ہیں۔ سبحان اللہ! آخری لمحات میں بھی مسکینوں، حاجت مندوں اور غریبوں کا کتنا خیال تھا۔

وفات: صدیقِ اکبرؓ نے ۲۲ جمادی الثانی ۱۳ھ بروز دوشنبہ (پیر) کے دن مغرب اور عشاء کے درمیان وفات پائی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روضۂ اطہر میں آرامی ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیق کا دورِ خلافت بہت ہی مختصر عرصے کا تھا جو دو سال دو ماہ اور چند دن کا ہے۔ اس عرصے میں آپ کے سامنے ملک وملت کے ایسے گھمبیر مسائل اور مشکلات پیش آئیں کہ اگر ان کو خداداد بصیرت، دانش اور نبی ﷺ کی تعلیم وتربیت سے حل نہ کرتے تو اسلامی حکومت کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو سکتا تھا۔ اس لیے آپ کو رفاہی کاموں کا اور خدمتِ خلق کے تعمیری کاموں کا زیادہ موقع نہیں مل سکا، لیکن پھر بھی اجتماعی اور انفرادی طور پر جو کچھ کیا، اُن کی ایک جھلک مذکورہ بالا واقعات میں دیکھی جا سکتی ہے۔

حضرت عمرؓ اور رفاہِ عامہ کے انفرادی و اجتماعی کام

اسلامی حکومت کی ابتدائی تاریخ میں جن صحابہ کرامؓ نے خدمتِ خلق اور رفاہِ عامہ کے انفرادی و اجتماعی کام کی بنیادیں رکھیں، اُن میں حضرت عمرؓ کا نام سرفہرست ہے۔ آپ نے انفرادی طور پر خدمتِ خلق کا کام کرنے کے ساتھ ساتھ حکومتی سطح پر رفاہِ عامہ کے بڑے کارنامے سرانجام دیے۔ آپ کے انفرادی کاموں کی تفصیل اگرچہ کم ملتی ہے، تاہم نمونہ کے طور پر کچھ واقعات دیے جا رہے ہیں:

پیدائش و وفات: حضرت عمر بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ کی پیدائش ۵۸۳ء ہے۔ ان کا سلسلہ نسب نبی ﷺ سے عدی بن کعب پر ملتا ہے۔ آپ کی والدہ کا نام ختم تھا۔ آپ نسب دانی، شہسواری،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سپہ گری، پہلوانی اور مقرری (تقریر کرنا) میں ماہر تھے۔آپ نے تجارت کا پیشہ اختیار کیا۔آپ نے قریش کی سفارت کاری بھی کی ہے۔

آپ ﷺ نے جب نبوت کا اعلان کیا تو اس وقت ان کی عمر ۲۷ برس تھی۔قبولِ اسلام کا سال چھ نبوی تھا۔سردار عتبان بن مالک انصاری سے مواخات ہوئی۔۲۳ ہجری ۲۷ ذوالحج کو مسجدِ نبوی میں فجر کی نماز کے وقت ابن ملجم مجوسی کے ہاتھوں زخمی ہوئے۔یکم محرم ۲۴ھ مطابق ۶۴۴ء کو انتقال کیا اور نبی ﷺ کے ساتھ روضۂ اطہر میں دفن ہوئے۔آپ کی عمر ۶۳ سال تھی۔(الفاروق۔شبلیؒ)

۱۔مدینہ منورہ میں ایک نابینا عورت

مدینہ منورہ میں ایک نابینا عورت رہتی تھی جس کا کام کاج حضرت عمرؓ آ کر کر دیتے تھے۔لیکن چند روز کے بعد انھیں معلوم ہوا کہ ان سے پہلے کوئی اور شخص آ کر اس عورت کے تمام کام کاج کر جاتا ہے۔ان کو اب یہ معلوم کرنے کا شوق پیدا ہوا کہ یہ کون شخص ہے۔ایک شب وہ اس کی نگرانی کے لیے چھپ کر بیٹھے رہے تو یہ دیکھ کر ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ یہ شخص حضرت ابو بکرؓ تھے جو خلیفہ ہونے کے باوجود پوشیدہ طور پر اس نابینا عورت کے گھر آتے اور اس کے تمام گھریلو کام کر جاتے تھے۔

۲۔غلاموں کو اہمیت دینا

غلاموں کے ساتھ انفرادی برتاؤ میں اکثر غلاموں کو بلا کر ساتھ کھانا کھلایا کرتے اور حاضرین کو سنا کر کہتے تھے کہ اللہ ان لوگوں پر لعنت کرے جن کو غلاموں کے ساتھ کھانے سے عار ہے۔سردارانِ فوج کو لکھ بھیجا کہ تمھارا کوئی غلام کسی قوم کو امان دے تو وہ امان تمام مسلمانوں کی طرف سے سمجھی جائیں گی اور فوج کو اس کا پابند ہونا ہوگا۔(الفاروق مولانا شبلی)

۳۔غلامی کا رواج کم کرنا

حضرت عمرؓ نے اگرچہ غلامی کو معدوم (بالکل ختم) نہیں کیا اور اگر کرنا بھی چاہتے تو نہیں کر سکتے تھے۔لیکن اس میں شبہ نہیں کہ انھوں نے مختلف طریقوں سے اس کے رواج کو کم کر دیا اور جس قدر قائم رکھا اس خوبی سے رکھا کہ غلامی نہیں بلکہ برادری اور ہم سری رہ گئی۔عرب میں تو انھوں نے سرے سے اس کا استیصال کر دیا۔چنانچہ حکومت کی باگ ڈور سنبھالنے کے ساتھ ہی پہلا کام یہ تھا کہ حضرت ابو بکرؓ کے زمانے میں جو عربی قبائل مرتد لونڈی اور غلام بنائے گئے تھے،سب آزاد کر دیے اور اس کے ساتھ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ اصول قائم کر دیا کہ اہلِ عرب کسی کے غلام نہیں ہو سکتے۔ ان کا یہ قول منقول ہے لَا یُسْتَرَقُّ عَرَبِیٌّ (عربی کو غلام نہیں بنایا جا سکتا)۔

پھر انھوں نے یہ حکم دیا کہ غلاموں کو اپنے قریبی عزیز و اقارب سے جدا نہ کیا جائے جیسے باپ بیٹا، ماں بیٹی اور بیٹا اور سگے بھائی بہنیں ایک ساتھ خرید و فروخت ہوتے تھے۔ حضرت عمرؓ کا غلاموں کے ساتھ مساوات، احترام اور عزت و برتاؤ کا نتیجہ تھا کہ غلاموں میں بڑے ائمہ حدیث، فقیہ اور عالم بنے۔

اجتماعی و ملّی سوچ:

حضرت عمرو بن العاصؓ نے جب مصر میں فسطاط شہر آباد کیا تو سرکاری عمارتوں کے ساتھ ایک مکان خاص حضرت عمرؓ کے لیے تعمیر کرایا لیکن حضرت عمرؓ نے اس کے بارے میں لکھ بھیجا کہ یہ میرے کس کام کا ہے۔ اسے کسی اجتماعی کام میں لگایا جائے تو وہاں بازار آباد کرایا گیا۔ یہ ان کی اجتماعی سوچ کی ایک جھلک ہے۔

ا۔ پبلک ورکس (رفاہِ عامہ کے کام):

حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت کی جو امتیازی خصوصیات ہیں، اُن میں ایک رفاہِ عامہ کے وہ کام ہیں جو آپ نے بڑے وسیع پیمانے پر کرائے اور ایسے کام کرائے جو لمبا عرصہ تک لوگوں کو نفع دیتے رہے ہیں۔ پھر یہی کام آنے والے خلفاء، سربراہانِ مملکت اور بادشاہوں کے لیے نمونہ بنے، اُن میں سے چند ایک کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

الف) نہر ابی موسیٰ

بصرہ میں ان دنوں میٹھے پانی کی سخت کمی تھی اور چھ میل سے پانی لایا جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے کوفہ کے لوگوں کی شکایت پر ابو موسیٰ اشعریؓ کو دجلہ سے نہر کھود کر پانی لانے کا حکم دیا۔ چنانچہ دجلہ سے ۹ میل لمبی نہر کھود کر بصرہ لائی گئی اور گھر گھر میٹھا پانی پہنچایا گیا۔

ب) نہر مَعْقَل

یہ نہر دجلہ سے کاٹ کر لائی گئی۔ اس کی تیاری کا کام معقل بن یسار کے ذمہ تھا، اس لیے ان کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نام سے یہ مشہور ہوئی۔

ج) نہر سعد

یہ نہر انبار والوں کے مطالبے پر نکالی گئی اور سعد بن ابی وقاص (وفات ۵۵ھ) نے اپنی گورنری کے زمانے میں حضرت عمرؓ کو مامور کر کے بنوائی۔ یہ سعد کے نام سے مشہور ہو گئی۔

د) نہر امیر المومنین (نہر سوئز)

مصر میں سب سے بڑی فائدہ رساں نہر جو حضرت عمر کے خاص حکم سے بنی، یہ وہ نہر تھی جو نہر امیر المومنین کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس نہر کے ذریعہ دریائے نیل کو بحرِ قلزم سے ملایا گیا۔ یہ نہر ۶۹ میل لمبی تھی اور چھ ماہ میں تیار ہو گئی۔ یہ تجارتی اور سواری کے جہازوں کے لیے استعمال ہوتی رہی ہے۔ دریائے نیل سے بحرِ قلزم میں جہاز آ کر جدہ اور عرب کے دیگر حصوں میں پہنچتے۔ اس سے مصر اور عرب کے لوگوں کو بہت فائدہ ہوا۔ تجارت بڑھی اور قحط کے دنوں میں اناج پہنچتا رہا۔

۲۔ عمارتیں تعمیر کرانا:

حضرت عمرؓ نے مختلف نوعیت کی عمارتیں بنوائیں، مساجد تعمیر کرائیں جن کی تعداد چار ہزار ہے۔ فوجی چھاؤنیاں، دفاتر، دارالامارہ، قید خانے وغیرہ۔ ان عمارتوں سے صرف اُن عمارتوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے جو رفاہِ عام اور سماجی خدمات سے متعلق ہیں:

الف) مہمان خانے

مہمان خانوں کی عمارتیں اس لیے تعمیر کی گئیں کہ باہر سے آنے والے جو دو چار دن کے لیے شہر میں آتے جاتے تھے، وہ ان مکانات میں ٹھہرائے جاتے تھے۔ کوفہ میں جو مہمان خانہ بنا، اس کی نسبت علامہ احمد بلاذری (وفات ۸۹۲) نے لکھا ہے: انھوں (حضرت عمرؓ) نے حکم دیا کہ جو لوگ دور دراز علاقوں سے آتے ہیں، ان کے قیام کے لیے مکان بنایا جائے (فتوح البلدان)۔ مدینہ منورہ میں مہمان خانہ ۱۷ ہجری میں تعمیر ہوا۔ ابن حبان نے کتاب الثقاہ میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ علم میں رہے کہ اس وقت تک سادگی کا زمانہ تھا لہٰذا یہ عمارتیں کچی تھیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ب) سڑکوں اور پلوں کا انتظام

حضرت عمرؓ نے رفاہِ عام کے لیے سڑکیں اور پل بنانے کا خاص اہتمام کیا۔ یہ دو طریقوں سے گیا۔ ایک حکومت کی طرف سے بیت المال سے تعمیر کا کام ہوتا تھا، دوسرا مفتوحہ علاقوں اور مفتو قوموں کی طرف سے ہوتا تھا۔ ان سے باقاعدہ معاہدہ ہوتا تھا کہ وہ سڑک، پل وغیرہ اپنے اہتمام ۔ اور اپنے صرف سے بنوائیں گے۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے شام فتح کیا تو شرائط میں یہ کام بھی شامل تھ کتاب الخراج میں ہے وعلی ان علیهم ارشاد الضال وبناء القناط علی الانهار من اموالهم "ان شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ وہ بھولے بھٹکے لوگوں کی رہنمائی کریں گے اور نہروں پر اپ خرچ سے پل بنائیں گے"۔

ج) مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تک چوکیاں اور سرائیں

مکہ مکرمہ اگرچہ مدتوں سے قبلہ گاہ خلائق تھا لیکن اس کے راستے بالکل ویران اور بے آب و گیا تھے۔ حضرت عمرؓ نے ۱۷ ہجری میں جب مکہ مکرمہ گئے تو یہ حالت محسوس کی تو ہر منزل پر چوکیاں، سرائیں اور چشمے تیار کرنے کا حکم صادر کیا۔ شاہ ولی اللہؒ نے ازالۃ الخفاء میں لکھا ہے "جس سال انھوں نے عمرے کی غرض سے مکہ مکرمہ کا سفر کیا تو واپسی پر حکم دیا کہ وہ سفری منزلیں جو حرمین کے درمیان ہیں، ان میں سایہ کا اور آرام کرنے کے لیے جگہ کا بندوبست کیا جائے۔ وہ کنویں جو مٹی سے اَٹ گئے ہیں، انھیں صاف کیا جائے اور جہاں پانی کے کنویں نہیں ہیں، وہاں کنویں کھودے جائیں تا کہ حجاج کو سفر میں سہولتیں حاصل ہوں۔

د) غریبوں اور مسکینوں کے لیے وظیفے

حضرت عمرؓ نے اہتمام کیا تھا کہ ان کے زیرِ انتظام مسکینوں میں جس قدر اپاہج، بوڑھے اور مفلوج وغیرہ ہوں گے، اُن کے لیے تنخواہیں بیت المال سے مقرر کر دی جائیں۔ لاکھوں آدمی، فوجی دفتر میں داخل تھے جن کو گھر بیٹھے خوراک ملتی تھی۔ یہ وظیفہ ان کی غذائی ضرورت کے لیے کافی تھا۔ اس پر ایک شخص نے کہا کہ کیا غلام کے لیے بھی؟ فرمایا "ہاں غلام کے لیے بھی"۔

غرباء اور مساکین کے لیے بلاتخصیص مذہب حکم تھا کہ بیت المال سے ان کے روزینے (وظیفے) مقرر کر دیے جائیں۔ انھوں نے بیت المال کے عامل کو لکھ کر بھیجا کہ خدا کے اس قول سے کہ انـــمـــا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الصدقات للفقراء والمساکین۔ فقراء سے مسلمان اور مساکین سے اہلِ کتاب مراد ہیں۔

ہ) لنگر خانے

اکثر شہروں میں مہمانوں کے لیے مہمان خانے تعمیر کرائے جہاں مسافروں کو بیت المال کی طرف سے کھانا ملتا تھا۔ چنانچہ کوفہ کے مہمان خانے کا ذکر کیا گیا ہے۔ مدینہ منورہ میں جو لنگر خانہ تھا، اکثر وہاں خود جا کر اپنے اہتمام سے کھانا کھلواتے تھے۔

و) لاوارث بچے

اولاد لقطہ یعنی گمنام بچے جن کو مائیں شاہ راہ وغیرہ پر ڈال جاتی تھیں، ان کے لیے ۱۸ ہجری میں یہ انتظام کیا کہ جہاں اس قسم کا کوئی بچہ ملے، اس کے دودھ پلانے اور دیگر مصارف کا انتظام بیت المال سے کیا جائے۔ چنانچہ ان مصارف کے لیے اول سو درہم سالانہ مقرر ہوئے تھے۔ پھر سال بہ سال ان میں اضافہ ہوتا تھا۔ پاکستان میں یہ طریقہ عبدالستار ایدھی نے اختیار کیا ہوا ہے۔

ز) یتیموں کی خبر گیری

یتیموں کی پرورش اگر ان کی جائیداد سے ہوتی تھی تو اس کی حفاظت کا نہایت اچھا اہتمام کرتے تھے اور اکثر تجارت کے ذریعے اسے ترقی دیتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ حکم بن ابی العاص سے کہا کہ میرے پاس یتیموں کا جو مال جمع ہے، وہ زکوۃ نکالنے کی وجہ سے گھٹتا جا رہا ہے۔ تم اس کو تجارت میں لگاؤ اور جو نفع ہو واپس کر دو۔ چنانچہ دس ہزار کی رقم حوالہ کی اور وہ بڑھتے بڑھتے لاکھ تک پہنچ گئی۔

ح) قحط کا انتظام

۱۸ ہجری میں جب عرب میں قحط پڑا تو عجب سرگرمی ظاہر کی۔ اول بیت المال کا تمام نقد و غلہ صرف کیا۔ پھر تمام صوبوں کے افسروں کو لکھا کہ ہر جگہ سے غلہ روانہ کیا جائے۔ چنانچہ حضرت ابو عبیدہ نے چار ہزار اونٹ غلہ سے لدے ہوئے بھیجے، عمرو بن العاص نے بحرِ اقلزم کی راہ سے بیس جہاز روانہ کیے جن میں ایک ایک میں تین تین ہزار اردب غلہ تھا۔ حضرت عمرؓ ان جہازوں کے ملاحظے کے لیے خود بندرگاہ تک گئے جس کا نام جار تھا اور مدینہ منورہ سے تین منزل ہے۔ بندرگاہ میں دو بڑے بڑے مکان بنوائے اور زید بن ثابت کو حکم دیا کہ قحط زدوں کا نقشہ بنائیں۔ چنانچہ بقید نام اور مقدار غلہ رجسٹر تیار ہوا۔ ہر شخص کو چک (پرچہ) تقسیم کی گئی جس کے مطابق اس کو روزانہ غلہ ملتا تھا۔ چک پر حضرت عمر رضی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ عنہ کی مہر ثبت ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ ہر روز ۱۲۰ اونٹ خود اپنے اہتمام سے ذبح کراتے تھے اور قحط زدوں کو کھانا پکوا کر کھلاتے تھے، اس موقع پر یہ بات خاص طور پر جتا دینے کے قابل ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اگرچہ ملک کی پرورش اور پرداخت کا اتنا کچھ اہتمام تھا لیکن ان کی فیاضی ایشیائی قسم کی فیاضی نہ تھی جس کا نتیجہ کاہلی اور مفت خوری کا رواج دنیا میں ہوتا ہے۔

ط) رفاہِ عامہ

رفاہِ عام کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نکتہ سنجی: ایشیائی سلاطین و امراء کی فیاضیوں کا ذکر عموماً بڑے ذوق وشوق سے کیا جاتا ہے۔ لیکن لوگ اس بات کا خیال نہیں کرتے کہ اس سے جہاں ایک بادشاہ کی مدح نکلتی ہے، دوسری طرف قوم کا دریوزہ گر (بھکاری) ہونا اور انعام و بخشش پر لو لگائے بیٹھے رہنا بھی ثابت ہوتا ہے۔ یہی ایشیائی فیاضیاں تھیں جس نے آج ہماری قوم میں لاکھوں آدمی ایسے پیدا کر دیے ہیں جو خود ہاتھ پاؤں ہلانا نہیں چاہتے اور نذر و نیاز وغیرہ پر اوقات بسر کرتے ہیں۔

لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سے بے خبر نہ تھے، وہ اس بات کی سخت کوشش کرتے تھے کہ لوگوں میں کاہلی اور مفت خوری کا مادہ نہ پیدا ہونے پائے۔ جن لوگوں کی تنخواہیں اور خوراک مقرر کی تھیں، وہ صرف وہ لوگ تھے جن سے کبھی نہ کبھی فوجی خدمت کی توقع ہو سکتی تھی۔ یا جنھوں نے پہلے کوئی نمایاں خدمت کی ہوئی تھی اور وہ بڑھاپے اور بیماری کی وجہ سے خود کسبِ معاش نہیں کر سکتے تھے۔ ان اقسام کے علاوہ وہ کبھی اور قسم کی فیاضی کو روا نہیں رکھ سکتے تھے۔ علامہ ماوردی نے الاحکام السلطانیہ میں لکھا ہے کہ محتسب کا فرض ہے کہ ایسے لوگوں کو جو کھانے کمانے کے قابل ہوں اور باوجود اس کے صدقہ اور خیرات لیتے ہوں، تنبیہ و تادیب کرے۔ اس کے بعد علامہ موصوف نے اس کی سند میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فعل سے استدلال کیا ہے اور لکھا ہے کہ **وقد فعل عمر مثل ذلك بقوم من اهل الصدقة**۔ (الاحکام السلطانیہ مطبوعہ مصر صفحہ ۲۳۵)

ان کا معمول تھا کہ جب کسی شخص کو ظاہر میں خوشحال دیکھتے تو دریافت فرماتے کہ یہ کوئی پیشہ بھی کرتا ہے! اور جب لوگ کہتے کہ نہیں تو فرماتے کہ یہ شخص میری آنکھ سے گر گیا۔ ان کا مقولہ تھا کہ **مكسبة فيها دنائة خير من مسألة الناس** یعنی ذلیل پیشہ بھی لوگوں سے سوال کرنے کے بہ نسبت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اچھا ہے، مفت خوری کا موقع تو زیادہ تر علماء وصوفیاء کو ملتا ہے، ان کے زمانے تک صوفیاء تو پیدا نہیں ہوئے تھے لیکن علماء کو انھوں نے اعلانیہ مخاطب کر کے کہا **لاتکونوا عیالاً علی المسلمین** یعنی مسلمانوں پر اپنا بار نہ ڈالو۔ (سیرۃ العمرین لابن الجوزی)

ظ) جزئیات پر توجہ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تاریخ زندگی میں ایک عجیب بات یہ ہے کہ اگرچہ ان کو ہمیشہ بڑے اہم امور سے سابقہ رہتا تھا۔ تاہم نہایت چھوٹے چھوٹے کام بھی وہ خود انجام دے لیتے تھے اور اس کے لیے ان کو وقت اور فرصت کی تنگی محسوس نہیں ہوتی تھی۔ ان میں ایسے کام بھی ہوتے تھے جن کا اختیار کرنا بظاہر شانِ خلافت کے خلاف تھا لیکن ان کو کسی کام سے عار نہ تھا۔

روزینہ داروں کو جو روزینے مقرر تھے اکثر خود جا کر تقسیم کرتے تھے۔ قدید اور عسفان مدینہ سے کئی منزل کے فاصلے پر دو قصبے ہیں جہاں قبیلہ خزاعہ کے لوگ آباد تھے۔ ان دونوں مقاموں میں خود تشریف لے جاتے تھے۔ روزینہ داروں کا دفتر ہاتھ میں ہوتا تھا۔ ان کو دیکھ کر چھوٹے بڑے سب کے سب گھروں سی نکل آتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود اپنے ہاتھ سے تقسیم کرتے جاتے تھے۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ دارالصدقہ میں جاتے اور ایک ایک اونٹ کے پاس کھڑے ہو کر ان کے دانت گنتے اور ان کا حلیہ قلم بند کرتے۔

محبّ طبری نے ابو حذیفہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ ان کا معمول تھا کہ مجاہدین کے گھروں پر جاتے اور عورتوں سے کہتے کہ تم کو کچھ بازار سے منگوانا ہو تو میں لا دوں، وہ لونڈیاں ساتھ کر دیتیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود چیزیں خریدتے اور ان کے حوالہ کرتے۔ مقامِ جنگ سے قاصد آتا اور اہلِ فوج کے خطوط لاتا تو خود ان کے گھروں پر پہنچا آتے تھے اور کہتے کہ فلاں تاریخ تک قاصد واپس جائے گا جواب لکھوا رکھو کہ اس وقت تک روانہ ہو جائے۔ کاغذ، قلم اور دوات خود مہیا کر دیتے اور جس گھر میں کوئی حرف شناس نہ ہوتا خود چوکھٹ کے پاس بیٹھ جاتے اور گھر والے جو لکھواتے، لکھتے جاتے۔

حضرت عمرؓ نے انسانی فطرت، ضرورت اور جنسی خواہش کا لحاظ کرتے ہوئے فوجیوں، مجاہدوں اور سرکاری کاموں میں گھروں سے دور رہنے والوں کے چار ماہ بعد گھر آنے اور اپنے گھر والوں کی خیرو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عافیت معلوم کرنے اور جنسی خواہشات پوری کرنے کے لیے چھٹی دینے کا رواج ڈالا۔

ع) رعایا کی شکایتوں سے واقفیت کے وسائل

ان کی سب سے زیادہ توجہ اس بات پر مبذول رہتی تھی کہ رعایا کو کوئی شکایت ان تک پہنچنے سے نہ رہ جائے۔ یہ معمول بنا رکھا کہ ہر نماز کے بعد صحنِ مسجد میں بیٹھ جاتے اور جس کو جوان سے کہنا سننا ہوتا کہتا۔ کوئی نہ ہوتا تو تھوڑی دیر انتظار کر کے اٹھ جاتے (کنز العمال جلد دوم صفحہ ۳۲۰)۔ راتوں کو دورہ کیا کرتے۔ سفر میں راہ چلتوں سے حالات پوچھتے۔ بیرونی اضلاع سے جو سرکاری قاصد آتے ان سے ہر قسم کی پرسش خود کرتے۔

غ) سفارت

ایک عمدہ طریقہ دریافت حالات کا یہ تھا کہ تمام اضلاع سے ہر سال سفارتیں آتیں اور وہ ان مقامات کے متعلق ہر قسم کی ضروری باتیں پیش کرتے، اس سفارت کو وفد کہتے تھے اور یہ عرب کا قدیم دستور تھا۔ لیکن حضرت عمرؓ نے اپنے زمانے میں اس سے وہ کام لیا جو آج کل جمہوری سلطنتوں میں رعایا کے قائم مقام ممبر انجام دیتے ہیں۔

حضرت عمرؓ کے زمانے میں مختلف اضلاع سے جو سفارتیں آئیں اور جس طرح انھوں نے اپنی مقامی ضرورتیں پیش کیں، اس کا حال عقد الفرید وغیرہ میں بہ تفصیل ملتا ہے۔

ف) شام کا سفر اور رعایا کی خبر گیری

ان تمام باتوں پر بھی ان کو تسلی نہ ہوئی تھی، فرماتے کہ عمال رعایا کی پروا نہیں کرتے اور ہر شخص مجھ تک پہنچ نہیں سکتا۔ ان بنا پر ارادہ کیا تھا کہ شام، جزیرہ، کوفہ اور بصرہ کا دورہ کریں اور ہر جگہ دو دو مہینے ٹھہریں، لیکن موت نے فرصت نہ دی۔ تاہم اخیر دفعہ جب شام کا سفر کیا تو ایک ایک ضلع میں ٹھہر کر لوگوں کی شکایتیں سنیں اور داد رسی کی۔ اس سفر میں ایک پُرعبرت واقعہ پیش آیا۔ دارالخلافہ کو واپس آرہے تھے کہ راہ میں ایک خیمہ دیکھا، سواری سے اتر کر خیمہ کے قریب گئے ایک بوڑھی عورت نظر آئی۔ اس سے پوچھا عمر کا کچھ حال معلوم ہوا؟

اس نے کہا ہاں شام سے روانہ ہو چکا لیکن اللہ اس کو غارت کرے، آج تک مجھ کو اس کے ہاں سے ایک حبہ بھی نہیں ملا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمرؓ نے کہا، اتنی دور کا حال عمر کو کیوں کر معلوم ہوسکتا ہے۔
بولی کہ "اس کو رعایا کا حال معلوم نہیں تو خلافت کیوں کرتا ہے"۔ حضرت عمرؓ کو سخت رقت ہوئی اور بے اختیار رو پڑے۔ ہم اس موقع پر متعدد حکایتیں نقل کرتے ہیں جس سے اندازہ ہوگا کہ رعایا کے آرام و آسائش اور خبر گیری میں ان کو کس قدر سرگرمی اور ہمدردی تھی۔

ق) دیگر واقعات

ایک دفعہ ایک قافلہ مدینہ منورہ میں آیا اور شہر کے باہر اترا، اس کی خبر گیری اور حفاظت کے لیے خود تشریف لے گئے۔ پہرہ دیتے پھرتے تھے کہ ایک طرف سے رونے کی آواز آئی۔ ادھر متوجہ ہوئے دیکھا تو ایک شیر خوار بچہ ماں کی گود میں رو رہا تھا۔ ماں کو تاکید کی کہ بچہ کو بہلائے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر ادھر سے گزر ہوا تو بچے کو روتا پایا۔ غیظ میں آ کر فرمایا کہ تو بڑی بے رحم ماں ہے۔
اس نے کہا کہ تم کو اصل حقیقت معلوم نہیں خواہ مخواہ مجھ کو دق کرتے ہو۔ بات یہ ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا ہے کہ بچے جب تک ماں کا دودھ نہ چھوڑیں، بیت المال سے ان کا وظیفہ مقرر نہ کیا جائے۔ میں اس غرض سے اس کا دودھ چھڑاتی ہوں اور یہ اس وجہ سے روتا ہے۔ حضرت عمرؓ کو رقت ہوئی اور کہا کہ ہائے عمر! تو نے کتنے بچوں کا خون کیا ہوگا؟ اسی دن سے منادی کرادی کہ بچے جس دن سے پیدا ہوں، اسی تاریخ سے ان کے روزینے مقرر کر دیے جائیں۔
اسلم (حضرت عمرؓ کا غلام) کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ رات کو گشت کے لیے نکلے۔ مدینہ سے تین میل پر صرار نامی ایک مقام ہے۔ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایک عورت کچھ پکا رہی ہے اور دو تین بچے رو رہے ہیں۔ پاس جا کر حقیقتِ حال دریافت کی۔ اس نے کہا کہ کئی وقتوں سے بچوں کو کھانا نہیں ملا۔ ان کے بہلانے کے لیے خالی ہانڈی میں پانی ڈال کر چڑھا دی ہے۔ حضرت عمرؓ اسی وقت اٹھے۔ مدینہ میں آ کر بیت المال سے آٹا، گوشت، گھی اور کھجوریں لیں اور اسلم سے کہا کہ میری پیٹھ پر رکھ دو، اسلم نے کہا کہ میں لیے چلتا ہوں، فرمایا ہاں! لیکن قیامت کے روز میرا بار تم نہیں اٹھاؤ گے، غرض سب چیزیں خود اٹھا کر لائے اور عورت کے آگے رکھ دیں، اس نے آٹا گوندھا، ہانڈی چڑھائی، حضرت عمرؓ خود چولہا پھونکتے جاتے تھے۔ کھانا تیار ہوا تو بچوں نے خوب سیر ہو کر کھایا اور اچھلنے کودنے لگے، حضرت عمرؓ بچوں کو دیکھتے تھے اور خوش ہوتے تھے۔ عورت نے کہا، خدا تم کو جزائے خیر دے۔ سچ یہ ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ امیر المومنین ہونے کے قابل تم ہو نہ کہ عمرؓ۔

ایک دفعہ رات کو گشت کر رہے تھے کہ ایک بدو اپنے خیمہ سے باہر زمین پر بیٹھا ہوا تھا۔ پاس جا کر بیٹھے اور ادھر ادھر کی باتیں شروع کیں۔ دفعتہً خیمہ سے رونے کی آواز آئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کون روتا ہے؟ اس نے کہا کہ میری بیوی دردِزہ میں مبتلا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر پر آئے اور ام کلثومؓ (حضرت عمرؓ کی زوجہ) کو ساتھ لیا۔ بدو سے اجازت لے کر ام کلثومؓ کو خیمہ میں بھیجا۔ تھوڑی دیر بعد بچہ پیدا ہوا۔ ام کلثوم نے حضرت عمرؓ کو پکارا کہ امیر المومنین اپنے دوست کو مبارکباد دیجیے۔ امیر المومنین کا لفظ سن کر بدو چونک پڑا اور مؤدب ہو کر بیٹھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ نہیں کچھ خیال نہ کرو۔ کل میرے پاس آنا میں اس بچے کا وظیفہ مقرر کر دوں گا۔

عبدالرحمٰنؓ بن عوف کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ رات کو میرے مکان پر آئے میں نے کہا آپ نے کیوں تکلیف کی، مجھ کو بلا لیا ہوتا۔ فرمایا کہ ابھی مجھے معلوم ہوا ہے کہ شہر سے باہر ایک قافلہ اترا ہے، لوگ تھکے ماندے ہوں گے، آؤ ہم تم چل کر پہرہ دیں۔ چنانچہ دونوں اصحاب گئے اور رات بھر پہرہ دیتے رہے۔

جس سال عرب میں قحط پڑا، ان کی عجیب حالت ہوئی، جب تک قحط رہا گوشت، گھی، مچھلی غرض کوئی لذیذ چیز نہ کھائی۔ نہایت خضوع سے دعائیں مانگتے تھے "اے خدا! محمد ﷺ کی امت کو میری شامتِ اعمال سے تباہ نہ کرنا"۔ ان کے غلام اسلم کا بیان ہے کہ قحط کے زمانے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جو فکر و تردد رہتا تھا اور اس سے قیاس کیا جاتا تھا کہ اگر قحط ختم نہ ہوا تو وہ اسی غم میں تباہ ہو جائیں گے (کنز العمال جلد ۶، صفحہ ۳۴۳)۔ قحط کا جو انتظام حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا، اس کو ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔

ایک دفعہ ایک بدو ان کے پاس آیا اور یہ اشعار پڑھے:

ترجمہ: "اے عمر! لطف اگر ہے تو جنت کا ہے میری لڑکیوں کو کپڑے پہنا۔ خدا کی قسم تجھ کو یہ کرنا ہوگا"۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا اور میں تمھارا کہنا نہ کروں تو کیا ہوگا، بدو نے کہا:

"تجھ سے قیامت کے روز میری نسبت سوال ہوگا اور تو ہکا بکا رہ جائے گا، پھر یا دوزخ کی طرف یا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہشت کی طرف جانا ہوگا''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس قدر روئے کہ داڑھی تر ہوگئی، غلام سے کہا کہ میرا یہ کرتا اس کو دے۔ اس وقت اس کے سوا اور کوئی چیز میرے پاس نہیں۔ (سیرۃ العمرین وازالۃ الخفاء)

سعید بن یربوع ایک صحابی تھے جن کی آنکھیں جاتی رہی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ آپ جمعہ میں کیوں نہیں آتے، انھوں نے کہا کہ میرے پاس آدمی نہیں کہ مجھ کو راستہ بتائے، حضرت عمرؓ نے ایک آدمی مقرر کیا جو ہمیشہ ان کے ساتھ ساتھ رہتا تھا۔ (اسد الغابہ تذکرہ سعد بن یربوع)

ایک دفعہ لوگوں کو کھانا کھلا رہے تھے، ایک شخص کو دیکھا کہ بائیں ہاتھ سے کھا رہا ہے۔ پاس جا کر کہا کہ داہنے ہاتھ سے کھاؤ۔ اس نے کہا کہ جنگِ موتہ میں میرا دایاں ہاتھ جاتا رہا۔ حضرت عمرؓ کو رقت ہوئی، اس کے برابر بیٹھ گئے اور وہ رو کر کہنے لگے کہ افسوس تم کو وضو کون کراتا ہوگا؟ سر کون دھوتا ہوگا؟ کپڑے کون دھوتا ہوگا؟ پھر ایک خادم مقرر کر دیا اور اس کے لیے تمام ضروری چیزیں خود مہیا کر دیں۔

یہ واقعہ اور اس قسم کے بہت سے ایسے واقعات ہیں جو حضرت عمرؓ کی انفرادی اور اجتماعی سماجی خدمات کو واضح کرتے ہیں۔

حضرت عمرؓ کے ان واقعات سے جہاں ان کی شخصیت اور کردار واضح ہوتا ہے، وہاں اسلامی حکومت کا فلاحی، اصلاحی اور عوامی ہونا واضح ہوتا ہے۔ (یہ تمام واقعات ''الفاروق'' شبلی سے ماخوذ ہیں)

ذوالنورین حضرت عثمانؓ بن عفان کے رفاہی کام

حضرت عثمانؓ بن عفان بن ابوالعاص بن امیہ بن عبدالشمس بن عبدمناف قرشی چھٹی پشت میں نبی اکرم ﷺ کے نسب سے مل جاتے ہیں۔ آپ کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔ یہ عبداللہ سیدہ رقیہ کے بطن سے ان کے فرزند تھے جو چھ سال کی عمر میں ۴ ہجری میں فوت ہوگئے۔

حضرت عثمان عام الفیل کے چھ سال بعد تولد ہوئے۔ ہجرت نبوی کے وقت وہ عمر کے چھیالیس منزلیں گزار چکے تھے۔ آپ کا قد درمیانہ، داڑھی مبارک گھنی، اور لمبی اور خوبصورت دانت تھے۔ کبھی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیاہ قمیص اور کبھی کرتا زیب تن کرتے تھے۔

حضرت عثمان دانش مندی کے مالک اور ذہین تھے۔ جوانی میں ہی اپنے آبائی پیشے یعنی کاروبار میں لگ گئے تھے۔ اپنی پاکبازی، امانت ودیانت اور محنت کی وجہ سے جلد ہی مالدار بن گئے تھے۔

ہجرت:

انھوں نے نبوت کے اعلان عام کے دوسرے سال اور نبوت کے پانچویں سال ماہ رجب میں قریش کے بعض مسلمان معززین کے ساتھ حبشہ کی پہلی ہجرت کی۔ اس میں حضرت رقیہؓ ان کے ساتھ تھیں۔ یہ لوگ ہجرت میں تین ماہ حبشہ میں رہنے کے بعد ایک افواہ کی وجہ سے شوال کے مہینے میں واپس مکہ مکرمہ لوٹ آئے۔ جب حبشہ کی دوسری ہجرت ہوئی تو اس میں اپنی اہلیہ کے ساتھ پھر حبشہ گئے اور وہاں پر ہی مقیم رہے تا آنکہ جب نبی ﷺ نے مدینہ ہجرت کی تو حبشہ سے سیدھے مدینے آئے اور یہاں پر ہی بس گئے۔ مدینے میں ان کے مواخات اوس بن ثابت سے کرائی گئی اور اپنے بھائی کے گھر ایک عرصہ مقیم رہے مسلمان جب ہجرت کر کے مدینے آئے تو میٹھے پانی کی قلت تھی۔ پانی کا ایک بڑا کنواں اور بقول بعض کے چشمہ تھا جو ایک یہودی کی ملکیت تھا۔ یہ یہودی اس کا پانی مہنگے داموں فروخت کرتا تھا جو ہر ایک کی قوت خرید سے باہر تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے اسے خرید کر وقف کرنے کی اپیل کی اور اس کے عوض جنت کا وعدہ فرمایا۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ نے آدھا کنواں بارہ ہزار درہم میں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔ کچھ عرصے کے بعد یہودی نے دوسرا نصف بھی آٹھ ہزار درہم میں فروخت کر دیا اور انھوں نے یہ بھی وقف کر دیا۔ مدینہ منورہ میں یہ پہلا وقف ہے۔ بعض کے نزدیک یہ دوسرا ہے اور پہلا وقف مسجدِ نبوی کی زمین ہے۔

مسجد نبوی کی متعدد مرتبہ تعمیر وتوسیع:

حضرت عثمان کے سرمائے، کوشش اور دلچسپی سے ان کے ہاتھوں مسجد نبوی کی دو مرتبہ توسیع اور تعمیر ہوئی ہے۔ نبی اکرم ﷺ ۷ ہجری میں فتح خیبر کے بعد مسجد میں نمازیوں کے لیے تنگی محسوس کی۔ اس پر آپ نے توسیع کا ارادہ کیا اور مسجد کے پاس ایک شخص کا گھر تھا، صاحب نے گھر بیچنے پر آمادگی ظاہر کی،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس پر آپؐ نے صحابہ سے فرمایا کہ کوئی ہے جو اس شخص کا مکان خرید کر کے مسجد میں شامل کرے تو اللہ اسے جنت میں اس سے بہتر گھر عطا کرے گا۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ اس شخص کے پاس پہنچے اور اس کا وہ مکان خرید کر آپؐ کی خدمت میں پیش کیا اس پر آپ ﷺ بہت خوش ہوئے اور حضرت عثمانؓ کو جنت کی بشارت دی۔

حضرت عثمانؓ کے عہد میں مسجد نبوی کی توسیع اور تعمیر:

سات ہجری میں بنی ہوئی مسجد عہد صدیقی اور عہد فاروقی میں اس ہیئت اور حال پر قائم رہی جب عہد عثمانی کا وقت آیا اور فتوحات بڑھیں اور مسجد میں نمازیوں کی کثرت ہوئی اور مسجد تنگ ہونے لگی تو حضرت عثمان غنی نے اس کی توسیع اور تعمیر کا عزم کیا اور اردگرد سے مکانات خرید کر مسجد میں شامل کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن بعض حضرات نے اپنے مکان بیچنے سے انکار کر دیا۔ خلیفۂ وقت نے زبردستی یا دین کے نام پر کسی سے مکان نہیں لیا بلکہ ان کو آمادہ کرتے رہے، آخر یہ لوگ مکان فروخت کرنے پر تیار ہوئے تو آپ نے پرانی مسجد شہید کر کے نہایت مضبوط اور بہترین مسجد تعمیر کرائی۔ اس کی دیواریں منقش پتھروں اور چھت ساگوان کی عمدہ لکڑی کی بنوائی۔ یہ تعمیر دس ماہ تک جاری رہی اور ۳۰ھ میں تیار ہوگئی۔ تعمیر کے دوران حضرت عثمان گھوڑے پر سوار ہو کر مسجد کے اردگرد چکر لگاتے، کاریگروں کی ہمت افزائی کرتے اور انعام بھی دیتے۔ حضرت عمر کے دنوں میں مسجد کے چھ دروازے تھے۔ انھوں نے وہ چھ کے چھ برقرار رکھے اور یہ دروازے مضبوط، خوبصورت اور پائیدار بنوائے۔

حضرت عمرؓ کی مسجد لمبائی میں ایک سو چالیس ہاتھ اور چوڑائی ایک سو بیس ہاتھ تھی۔ حضرت عثمانؓ کی مسجد کی لمبائی ایک سو ساٹھ ہاتھ اور چوڑائی ایک سو پچاس ہاتھ ہوگئی۔

مسجد حرام کی توسیع:

۲۶ ہجری میں حضرت عثمان غنیؓ عمرے کے لیے مکے شریف آئے تو مسجد حرام کے اردگرد کے مکانات بھاری قیمت پر خرید کر مسجد حرام میں شامل کر دیے۔ اس طرح مسجد حرام کی توسیع ان کے ہاتھوں سے ہوئی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس توسیع کا پس منظر یہ تھا کہ رات کو عمرے سے فارغ ہو کر انھوں نے سوچا اسلام اور اسلامی سلطنت کی توسیع ہو رہی ہے۔ اور آگے چل کر مسجد حرام آنے والے حجاج اور زائرین کے لیے تنگ ہو جائے گی۔ چنانچہ انھوں نے مسجد حرام کے اطراف میں رہنے والوں سے ان کے مکانات خرید کر کے مسجد میں شامل کر دیے۔ اس طرح مسجد کشادہ ہوگئی۔

غزوۂ تبوک کی تیاری میں امداد:

تبوک دمشق اور مدینہ منورہ کے درمیان ایک مقام ہے۔ ۹ ہجری کا واقعہ ہے کہ نبی ﷺ کو اطلاع ملی کہ روم کا عیسائی حاکم ہرقل مسلمانوں سے لڑنے کے لیے ایک بڑا لشکر تیار کر رہا ہے تاکہ مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کو روک دے۔ چنانچہ اس نے ایک طرف اپنی فوج کے سپاہیوں کو ایک سال کی تنخواہیں دیں اور دوسری طرف علاقے کے بڑے قبائل کو اپنے ساتھ ملا لیا۔

نبیؐ اکرم نے اس کے مقابلے کی تیاری کی۔ یہ تیاری ایسے وقت ہو رہی تھی کہ ایک طرف سخت گرمی کا موسم تھا دوسری طرف باغات کے پھل پک رہے تھے۔ اس لیے یہ بڑی آزمائش بھی تھی۔ لیکن آپؐ کے صحابہ سب تیار ہو گئے اور تیس ہزار کا لشکر ترتیب دیا گیا اس لیے اس غزوے اور لشکر کو جیش العسرۃ بھی کہا جاتا ہے۔

اس موقع پر سیدنا عثمان غنیؓ نے لشکر کی تیاری میں جو مدد کی وہ بے مثال اور اسلامی تاریخ میں یادگار اور انفاق فی سبیل اللہ کا عظیم نمونہ ہے۔ عثمان غنیؓ نے جہاں تیس ہزار کی لشکر کی تیاری میں بڑا حصہ ادا کیا وہاں ایک ہزار اونٹ، ستر گھوڑے اور ایک ہزار سونے کے دینار دیے۔ نبی اکرم ﷺ یہ دینار اپنے دامن میں لے کر فرمایا: آج کے بعد عثمان کو کوئی عمل نقصان نہیں دے گا (احمد و ترمذی) بعض راویوں نے ایک ہزار کے بجائے دس ہزار دینار لکھے ہیں۔

تبوک پہنچنے کے بعد ایک دن ایسا آیا کہ لشکر کی خوراک ختم ہوگئی اور لوگ بھوک سے نڈھال ہونے لگے۔ حضرت عثمان غنیؓ نے یہ حال دیکھا تو اردگرد کی بستیوں میں اپنے ساتھ رقم لے کر گئے اور کھانے پینے کا بہت سا سامان لے کر آئے اور آپؐ کو پیش کیا۔ اس پر آپؐ بہت ہی خوش ہوئے اور فرمایا: یا اللہ میں عثمانؓ سے راضی ہوں، آپ بھی راضی ہو جائیں۔ آپؐ نے یہ دعا تین مرتبہ کی اور صحابہؓ سے بھی فرمایا کہ آپ لوگ بھی عثمانؓ کے لیے دعا کریں۔ چنانچہ سب نے مل کر دعا کی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہل بیت کی خدمت:

حضرت عائشہؓ نے روایت کی کہ ایک مرتبہ آپؐ اور آپؐ کے اہل خانہ پر ایسا وقت آیا کہ چار دن تک چولھا نہیں جلا اور بچے بھوک کی وجہ سے رونے لگے۔ آپؐ میرے گھر میں تشریف لائے اور پوچھا کہ کھانے پینے کی کوئی چیز ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کے ذریعہ کوئی چیز دلا دے تو ہوسکتا ہے ورنہ اور کہاں سے ملے گی۔ آپؐ نے وضو فرما کر اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہوئے گھر سے نکلے اور نماز پڑھی اور دعا مانگی۔

عصر کے وقت حضرت عثمانؓ نے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ میں نے اجازت دی۔ انھوں نے آپؐ کے بارے میں معلوم کیا۔ میں نے بتایا کہ آپؐ کے اہل بیت نے چار دن سے کچھ بھی نہیں کھایا اور آپ ﷺ بھی کھانے کی کسی چیز کی موجودگی کا پوچھ کر اور نہ ہونے کا جواب سن کر باہر نکل گئے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عثمانؓ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور مجھے فرمایا کہ ام المومنین تمھیں چاہیے کہ جب کھانے پینے کی تنگی ہو تو میری طرف یا عبدالرحمٰنؓ بن عوف یا دوسرے مالدار صحابہ کی طرف پیغام کیوں نہیں بھیجا۔ یہ کہہ کر چلے گئے اور تھوڑی دیر کے بعد اونٹ پر لاد کر آٹا، گندم، کھجوریں اور دوسری چیزیں لا کر فرش پر رکھ دیں۔ اس کے ساتھ ایک کھال اترا ہوا بکرا اور تین سو درہم کی تھیلی بھی پیش کی اس کے بعد حضرت عثمانؓ نے مجھے قسم دے کر کہا کہ آئندہ آپ لوگوں کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے ضرور بتائیں۔

پھر جب نبی ﷺ گھر تشریف لائے اور کھانے پینے کی اشیاء کے بارے میں معلوم کیا تو میں نے حضرت عثمانؓ کی طرف سے لائی ہوئی اشیاء کی تفصیل سے اطلاع دی اور ان کی باتیں بھی بتائیں۔ یہ سن کر آپؐ الٹے پاؤں مسجد میں لوٹ گئے اور ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یا اللہ میں عثمانؓ سے راضی ہوں آپ بھی راضی ہو جائیں۔

غلام آزاد کرنا:

اسلام میں غلام کو غلامی سے آزاد کرنا بہت بڑا ثواب اور اجر ہے۔ لہٰذا تمام صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اور صلحاء امت نے بہت سے غلام آزاد کیے۔ چنانچہ حضرت عثمان غنیؓ اس میدان میں بھی پیش پیش رہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ مالدار ہونے کے بعد میں نے ہر ہفتے ایک غلام آزاد کیا اور اگر کسی ہفتے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غلام نہ ملا تو دوسرے ہفتے دو غلام آزاد کیے (الریاض النضرۃ)۔ ایک روایت کے مطابق انھوں نے ہزاروں غلام غلامی سے آزاد کیے اور آزاد کرائے۔

قحط سالی میں امداد:

حجاز میں عام طور پر بارشیں نہ ہوتیں تو قحط سالی ہو جاتی تھی۔ اس لیے اناج اور کھانے کی اشیاء شام عراق اور دیگر علاقوں سے آتی تھی۔ چنانچہ ایسی ہی ایک قحط سالی حضرت ابوبکر کے دور میں ہوئی۔ حضرت ابوبکرؓ نے بھوکے اور ضرورت مند لوگوں کو خوشخبری دی تھی کہ کل صبح تک آپ کے لیے غذائی اشیاء آجائیں گی۔ دوسرے دن صبح حضرت عثمانؓ کا ایک ہزار اونٹوں کا قافلہ اناج اور دیگر کھانے کی اشیاء لے کر مدینہ منورہ آپہنچا۔ کچھ تاجر حضرت عثمان کے پاس سودا کرنے کے لیے پہنچ گئے۔ انھوں نے آپ کو بٹھا کر سودے کی بات چیت کی حضرت عثمان غنیؓ نے کہا کہ "آپ خرید کی اصلی رقم پر کتنا نفع دیں گے انھوں نے کہا کہ بیس فی صد زیادہ دیں گے"۔ حضرت عثمانؓ نے کہا کہ "مجھے اس سے زیادہ مل رہے ہیں"۔ اس پر بیوپاریوں نے چالیس فی صد اور آخر کار پچاس فی صد پر آگئے۔ لیکن انھوں نے کہا کہ مجھے اس سے زیادہ مل رہے ہیں اس پر وہ حیران ہو کر بولے کہ مدینے کے بڑے تاجر تو ہم ہیں۔ یہ کون ہے جو اتنا نفع دے گا۔ انھوں نے کہا مجھے سو فی صد بلکہ اس سے زیادہ مل رہا ہے۔ سو تم دو گے؟ انھوں نے اس کا انکار کر دیا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ آپ لوگ گواہ رہیں میں اعلان کرتا ہوں کہ تمام سامان مدینے کے غریبوں اور ضرورت مندوں کو صدقہ میں دیتا ہوں"۔

عوامی ضرورتوں کا بندوبست:

حضرت عثمانؓ نے عام لوگوں، مسافروں تاجروں اور دیگر ضروریات کے لیے سفر کرنے والوں کی سہولت آرام اور ضروریات کا لحاظ کرتے ہوئے سفر کے متعدد بندوبست کیے۔

الف۔ راستوں کا بندوبست

مدینہ منورہ کے راستے کو کشادہ کر دیا اور ہر چوبیس میل پر ایک عالی شان سرائے تعمیر کروائی اس کے ساتھ ایک چھوٹا بازار بنایا گیا اور ایک میٹھے پانی کا کنواں بنوایا۔ جو بیئر السائب کے نام سے مشہور ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سڑکوں پر پلیں بنوائیں اور چوکیاں قائم کیں۔

ب۔ مسافر خانے

مسافروں کے لیے بڑے راستوں پر مسافر خانے تعمیر کرائے۔ کوفے میں کوئی مسافر خانہ نہیں تھا اور باہر سے آنے والے لوگوں کو تکلیف ہوتی تھی۔ لہٰذا ایک شاندار مسافر خانہ تعمیر کرایا اور دوسرے بڑے راستوں پر مسافر خانے بنوائے۔

ج۔ راستوں پر پانی کی سبیل

حضرت عثمان غنیؓ نے راستہ پر جا بجا پانی کی سبیلیں بنوائیں اور ان میں میٹھے پانی کا بندوبست کیا۔

د۔ مساجد کی تعمیر

حضرت عثمان غنیؓ نے بڑے راستوں پر اور اپنے مفتوحہ علاقوں میں مسجدیں تعمیر کرائیں۔ مسجد نبوی اور مسجد حرام میں ان کے کام کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

ہ۔ چراگاہیں قائم کرنا

چراگاہیں جانوروں کے چارے کے لیے مختص کی ہوئی زمینیں ہوتی ہیں جو ہر بادشاہ، نواب اور امیر لوگ قائم کرتے ہیں۔

اگرچہ چراگاہیں عرب میں اور اس وقت کی دنیا میں قائم تھیں لیکن حضرت عثمانؓ نے ان کو ترقی دی، ان کے اردگرد چشمے تیار کروائے، کنویں کھدوائے اور اس کی نگہبانی کرنے والوں کے لیے گھر بنوائے۔ حضرت عثمانؓ نے جن چراگاہوں کو ترقی دی ان میں ربدہ ہے جو دس میل چورس تھی نیز نقیع اور ضربہ تھیں۔

صحابہ رضوان اللہ علیھم کی خدمت:

عام طور پر مدینے میں موجود صحابہ کو روزانہ دعوت کرتے تھے اور انھیں عمدہ طعام کھلاتے تھے۔ اسی طرح وقتاً فوقتاً مدینے کے لوگوں کو تحائف دیتے تھے۔ کبھی کپڑے، چادریں، کبھی گھی اور کبھی دوسری اشیاء تقسیم ہوتی تھیں۔ بلاذری نے لکھا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے عباس بن ربیع کو ان کی ضرورت کی بنا پر ایک لاکھ درہم دینے کے ساتھ ان کے اخلاق اور مروت کے بدلے میں بصرہ میں ایک مکان بھی دیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح ابن سعد مخزومی کو مسجدِ نبوی میں ایک ہزار درہم اور ایک چادر عنایت کی۔

مقروضوں سے قرض معاف کرنا:

حضرت عثمانؓ سے دوست واحباب اور کبار صحابہ قرض لیتے تھے اور وہ خوشدلی سے انھیں ادا کرتے تھے پھر جب قرض ادائیگی کا وقت آتا تو انھیں معاف کر دیتے تھے۔ ایسی کئی مثالیں تاریخ میں موجود ہیں کہ انھوں نے قرض معاف کر دیا۔

حضرت طلحہؓ نے ان سے پچاس ہزار درہم قرض لیا۔ کچھ عرصے کے بعد انھوں نے حضرت عثمانؓ سے کہا آپ کے قرض کی ادائیگی کا بندوبست ہو گیا ہے۔ سو چلیے آپ کو ادا کر دوں۔ انھوں نے فرمایا کہ میں نے وہ قرض آپ کو معاف کر دیا ہے۔

ویران زمینوں کی آباد کاری:

انھوں نے لوگوں کو روزگار مہیا کرنے، ملکی آمدنی بڑھانے اور بے کار لوگوں کو کام سے لگانے کے لیے ایک ویران، غیر آباد اور ریگستانی زمینوں پر اپنے غلاموں، آزاد کردہ غلاموں اور بے روزگار لوگوں کو زرعی آلات اور سامان دے کر ان زمینوں پر آباد کرایا۔ یہ لوگ زمینوں میں اناج سبزیاں اور باغ لگاتے، اس طرح ایک طرف ان کو روزگار ملتا تو دوسری طرف ملک کی آمدنی میں اضافہ ہوتا اور لوگوں کی ضرورتیں پوری ہوتی۔ بے روزگاروں کو کام سے لگانے کا یہ بہترین طریقہ ہے۔

انفرادی عطیات:

یہ چند کام ہیں جو اجتماعی اصلاح و بھلائی کے حضرت عثمانؓ نے کیے البتہ انفرادی عطیات دینے، لوگوں کی خفیہ مدد کرنے اور ان کی ضرورتیں پوری کرنے میں بھی وہ نمایاں ہیں۔ ان کی تفصیل بڑی کتابوں میں ان کے حالاتِ زندگی میں بیان کی گئی ہے۔ حضرت عثمانؓ کو ۱۸ ذی الحج ۳۵ ہجری کو مدینہ منورہ میں بلوائیوں نے شہید کر دیا۔ آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ (سیرۃ ذی النورین۔ ابوالقاسم دلاوری)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت علیؓ اور رفاہی کام

حضرت علیؓ بن ابی طالب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی، داماد اور خلیفہ چہارم اور امیر المومنین تھے۔ آپ کی ولادت مکہ مکرمہ میں بعثت نبوی سے دس سال پہلے ۱۲ رجب کے مہینے اور عام الفیل ۳۰ (چھٹی صدی عیسوی کے اختتام پر ہوئی) آپ فاطمہ بنت اسد کے بطن سے تولد ہوئے۔

ایک دن قحط اور ناداری کے زمانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عباسؓ جناب ابوطالب کے پاس گیے اور ان سے کہا کہ ہم آپ کی اولاد کی کفالت اپنے ذمے لینا چاہتے ہیں اس لیے اپنے بیٹوں میں سے ایک ایک ہمارے حوالے کردیں تو انھوں نے حضرت علی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت میں دے دیا اور حضرت جعفر کو حضرت عباسؓ نے اپنی کفالت میں لیا البتہ عقیل ان کو زیادہ پیارے تھے اس لیے انھیں اپنے پاس ہی رکھا۔

حضرت علیؓ نے دس سال کی عمر میں ہی اسلام قبول کرلیا تھا، حضرت خدیجہؓ کے بعد سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے آپ ہی تھے۔ تاہم سیرت نگاروں نے سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والوں کی روایات میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ خواتین میں سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ آپؐ پر ایمان لائیں، بڑوں میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور بچوں میں حضرت علیؓ نے اسلام قبول کیا اور اول روز سے نماز شروع کردی۔ (غالباً اس وقت دو وقت کی نماز فرض ہوئی تھی۔)

اس مختصر سے مضمون میں حضرت علیؓ کے سماجی رفاہی اور خدمتِ خلق کے کاموں کا بہت ہی اختصار سے تذکرہ کیا جائے گا۔

نبی ﷺ کی خدمت:

حضرت علیؓ کے نبی اکرم ﷺ کی کفالت میں ہونے کی وجہ سے ان کا سب سے پہلا کردار یہ سامنے آتا ہے کہ آپؐ کے نبی اور مصلح اعظم ہونے کی وجہ سے وہ ہر وقت آپؐ کی خدمت میں مشغول رہتے ہیں اور آپؐ کے دستِ راست نظر آتے ہیں۔ تبلیغِ اسلام کی دعوت کی مجلس منعقد ہوتی ہے تو تمام بندوبست

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت علیؓ کرتے ہیں۔ آپؐ مکے سے باہر دعوت و تبلیغ کے لیے جاتے ہیں تو وہ آپؐ کے ساتھ ہوتے ہیں۔

اسلام کے بارے میں تحقیق و جستجو کے لیے مکے آنے والوں کی مدد:

جو لوگ حق وصداقت کی جستجو اور اسلام کی طلب میں مکے آیا کرتے تھے، ان کی حضرت علیؓ مدد و رہنمائی کیا کرتے تھے۔ اس کام کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو خاص صلاحیت اور ذہانت بخشی تھی۔ حضرت ابوذر غفاریؓ ابتدائی اسلام قبول کرنے والوں میں سے تھے، وہ جب اسلام کی جستجو میں مکے آئے تو حضرت علیؓ نے ان کی آمد کے پہلے دن ہی خدمت، رہنمائی اور مہمانی شروع کر دی۔ البتہ نبی اکرم ﷺ سے تیسرے دن ملاقات کرائی اور وہ حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔

حضرت علیؓ کے ہجرت مدینہ سے پہلے کے دو کارناموں کا تذکرہ ضروری ہے۔ آپ نے اسلام سے پہلے کبھی بھی بتوں کی پرستش نہیں کی بلکہ ہجرت سے پہلے کعبۃ پر رکھے ہوئے ایک بت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد سے توڑا تھا (المستدرک للحاکم)۔ دوسرا کارنامہ نبی ﷺ کی ہجرت کے وقت کا ہے کہ جب آپؐ نے ان کو اپنی چارپائی اور اپنے بستر پر لٹا دیا۔ یہ یقیناً کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے جب تک مضبوط ایمان، آپؐ کی محبت، اطاعت اور جرأت و بہادری نہ ہو تو آپؐ کے مقام پر انسان نہیں لیٹ سکتا۔ حضرت علیؓ نہ صرف بستر پر لیٹے بلکہ نیند میں سو گئے اور صبح اٹھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راحت کے لیے مشقت:

ابن عساکر حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ''ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر فاقہ تھا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یہ معلوم ہوا تو وہ کسی مزدوری کی تلاش میں گھر سے نکل پڑے تاکہ اس سے اتنا سامان مل جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ وسلم کی غذائی ضرورت پوری ہو جائے۔ اس تلاش میں ایک یہودی کے باغ میں جا پہنچے اور ان کے باغ میں پانی کی سینچائی کا کام اپنے ذمے لیا۔ مزدوری یہ تھی کہ ایک ڈول پانی کھینچنے کی اُجرت ایک کھجور ہوگی۔ حضرت علیؓ نے سترہ (۱۷) ڈول کھینچے، یہودی نے انھیں اختیار دیا کہ جس نوع کی کھجوریں چاہیں لے لیں۔ حضرت علیؓ نے سترہ (۱۷) عجوہ لیں (کھجوروں کی ایک اعلیٰ اور عمدہ قسم ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پسند فرمایا اور کئی بیماریوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی شفا بتائی۔ چنانچہ آج بھی مسلمان دل کی بیماری وغیرہ کے لیے عجوہ استعمال کرتے ہیں) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر پیش کیں آپ ﷺ نے فرمایا: جناب یہ کہاں سے لائے ہیں؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا، یا نبی اللہ! مجھے معلوم ہوا کہ آج آپ فاقے سے ہیں اس لیے کسی مزدوری کی تلاش میں نکل گیا تا کہ کچھ کھانے کا سامان کر سکوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت نے اس پر آمادہ کیا تھا؟ عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرنے والا ایسا کوئی نہیں ہے جس پر افلاس اس تیزی سے نہ آیا ہو جیسے سیلاب کا پانی نشیب میں اپنے رخ پر تیزی سی بہتا ہے اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرے اس کو چاہیے کہ مصائب کے روک کے لیے ایک چھتری بنا لے، یعنی حفاظت کا سامنا کرے''۔ (اسلامی انسائیکلوپیڈیا۔ بیان حضرت علیؓ)

حضرت علیؓ کے دورِ خلافت میں رفاہی کام:

حضرت علیؓ کے نمائندوں نے ہر مرکز میں مساجد اور بیت المال بنوائے خود انھوں نے مدینے اور یمن کے علاقوں میں چشموں اور بندوں کا سلسلہ جاری کیا۔ باغات اور مزروعہ زمینوں کو ترقی دی۔ ابن حوقل نے بصرہ کا تذکرہ لکھتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ ابھی تک وہاں حضرت علیؓ کے عہد میں تعمیر ہونے والی عمارات کے کھنڈر باقی ہیں۔ (صورۃ الارض ص ۲۴۰)

مدینہ منورہ کی تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شہر میں حضرت علیؓ کے چشمے اور زمینیں بھی تھیں۔ قیام مدینہ کی مدت میں وہ ان کی بھی دیکھ بھال کرتے تھے۔ مثلاً چشمہ ام العیال جو وادی الفرع میں تھا اور اس کے پاس نخلستان تھا یہ چشمہ حضرت فاطمہ الزہراء کی طرف سے صدقہ قرار دیا گیا تھا (معارف اسلامیہ جامعہ پنجاب بعنوان حضرت علیؓ) اور ینبوع میں عین ابی نیزر تھا۔ عین ابی نیزر کا واقع یہ ہے کہ نجاشی کا ایک لڑکا ابونیزر مسلمان ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد اس نے فاطمۃ الزہراء کی خدمت گزاری میں عمر بسر کی۔ ایک روز ابونیزر بغیغہ میں تھے کہ حضرت علیؓ تشریف لائے۔ ابونیزر کھانے کے لیے بیٹھے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی نہر ربیع سے ہاتھ دھو کر ابونیزر کے ساتھ کھانا تناول فرمانے لگے۔ کھانے کی بعد انھوں نے کدال لی اور چشمہ میں اتر کرا سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مزید کھودنا شروع کیا۔ سخت زمین اور محنت سے وہ پسینہ پسینہ ہو گئے لیکن زمین سے پانی جوش مار کر نکلا اور رواں ہو گیا حضرت علیؓ نے یہ چشمہ ابی نیزر کے نام سے موسوم فرمایا۔ (بحوالہ دائرہ معارف اسلامیہ)

امانت و دیانت کا پیکر:

آپ کا ایک بڑا اعزاز یہ ہے کہ آپؓ امین امت تھے جس دیانت کے ساتھ آپ مسلمانوں کی امانت یعنی بیت المال کی حفاظت کرتے تھے اس کے بعض واقعات سیرت نگاروں نے بیان کیے ہیں آپ ہر طرح کی تکلیفیں اٹھاتے تھے لیکن اپنے حق سے زیادہ ایک حبہ بھی بیت المال سے لینا حرام سمجھتے تھے۔ ایک دفعہ تیز سردی میں ایک معمولی پرانی چادر اوڑھے ہوئے تھے، بدن کانپ رہا تھا۔ ایک شخص نے عرض کیا ''امیر المومنین! بیت المال میں آپ کا اور آپ کے اہل و عیال کا بھی حق ہے آپ اپنے اوپر اتنی تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں۔ فرمایا میں تمہارے حصہ کو نقصان نہیں پہنچا سکتا یعنی اگر میں اپنے حق سے زیادہ لوں تو دوسرے مسلمانوں کی حق تلفی ہو گی۔

زمانہ خلافت میں تنہا بازاروں میں گھومتے پھرتے، بھولے بھٹکوں کو راستہ بتاتے۔ کمزوروں اور ناتوانوں کی مدد کرتے تھے اور تاجروں اور دکانداروں کو عدل کے بارے میں قرآنی آیات سنا کر انھیں صحیح ناپ اور تول کرنے کی ترغیب دیتے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چونکہ اپنی خلافت کے دوران اندرونی اور بیرونی لڑائیوں میں زیادہ وقت گزارا اس لیے انھیں سماجی رفاہی اور خدمت خلق کا کام کرنے کا زیادہ موقع نہیں ملا۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما

صحابہ کرام اور آل رسول میں سے وہ پاکیزہ ہستی جو رسول ﷺ سے صورت اور سیرت میں مشابہ تھی اور جس کے بارے میں آپؐ کا ارشاد ہے۔ ''یا اللہ میں ان دونوں حسن اور حسین سے محبت کرتا ہوں پس تو بھی ان سے محبت کر''۔ یہ حضرت حسن بن علیؓ ہیں۔ حسنؓ مدینہ منورہ میں ۱۵ رمضان ۳ ہجری میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیدا ہوئے۔ نبی ﷺ نے حضرت فاطمہ سے پہلے فرزند پیدا ہونے پر خوشی کا اظہار فرمایا اور ساتویں دن عقیقہ کیا اور حسن نام رکھا۔ یہ نام اس سے پہلے عربوں میں نہیں رکھا گیا تھا۔ (البدایہ والنہایہ ابن کثیر)

نبی اکرم ﷺ کی تعلیم و محبت، حضرت علیؓ کی تربیت و تہذیب اور حضرت فاطمہؓ کی محبت بھری گود اور شفقت نے ان کی شخصیت کو کامل ترین انسان بنا دیا۔ لہٰذا یہ ہستی نہ صرف صورت میں آپ ﷺ سے مشابہ تھی بلکہ سیرت میں بھی آپؐ جیسی ہی تھی۔ یہاں صرف ان کے جود و سخا اور غرباء اور مساکین پر شفقت اور رحمت کا مختصر سا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

حضرت حسنؓ نے اپنی زندگی میں تین مرتبہ اپنی نصف جائیداد اللہ کی راہ میں لٹا دی۔ اس انفاق میں اتنی شدت اختیار کی کہ اگر آپ کے پاس دو جوڑے جوتوں کے تھے تو ایک جوڑا راہ خدا میں دے دیا اور ایک اپنے استعمال کے لیے رکھا۔ درحقیقت وہ جود و سخا کے دریا تھے۔ ایک مرتبہ ایک شخص کو ایک لاکھ درہم کا عطیہ دے دیا۔ حضرت حسن ایک مرتبہ مسجد نبوی میں نماز ادا کر رہے تھے۔ ان کے پہلو میں ایک شخص اپنی نماز سے فارغ ہو کر دعا مانگ رہا تھا یا اللہ مجھے دس ہزار درہم دلا دے۔ امام حسنؓ نے یہ دعا سنی تو نماز سے فارغ ہو کر سیدھے اپنے گھر گئے اور خادم سے فرمایا کہ یہ دس ہزار درہم لے کر جاؤ اور مسجد میں بیٹھے ہوئے فلاں شخص کو دے دو۔

رحمت و شفقت کا جذبہ:

حضرت حسنؓ کے تذکرہ نگاروں نے نقل کیا ہے کہ ایک دن وہ کسی باغ میں سے گزر رہے تھے کہ وہاں ایک حبشی غلام دیکھا جس کے پاس ایک روٹی تھی وہ اس میں سے ایک نوالہ خود لیتا اور ایک اپنے کتے کو کھلاتا۔ حضرت حسنؓ نے اس سے پوچھا کہ ایسے کیوں کر رہے ہو۔ اس نے جواب دیا۔ مجھے شرم آتی ہے کہ میں تو کھاؤں اور کتا دیکھتا رہے۔ اس پر حسنؓ نے کہا کہ تم یہیں بیٹھے رہو، میں تھوڑی دیر میں واپس آتا ہوں۔ آپ وہاں سیدھے اس غلام کے مالک کے پاس گئے اور نقد رقم دے کر اس سے باغ اور غلام خرید لیا۔ پھر وہاں سے واپس اس غلام کے پاس آئے اور اسے کہا کہ ہم نے تمھیں اور اس باغ کو خرید کر لیا ہے لہٰذا تم اللہ کی راہ میں آزاد ہو اور یہ باغ تمھیں بخش دیا۔ حبشی نے عرض کیا آقا مجھے آزادی قبول ہے۔ البتہ باغ میں اس ہستی کے نام دے رہا ہوں جس کے نام پر آپ نے مجھے دیا ہے۔ (وقف کر رہا ہوں)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمومی جود وسخا:

ابن ہشام نامی ایک شخص کا بیان ہے کہ میں بصرہ سے حضرت حسنؓ کا مال لے کر ان کو پہنچاتا تھا۔ میرا چشم دیدہ مشاہدہ ہے کہ آپ اس مجلس کے اٹھنے اور گھر پہنچنے سے پہلے اس مال کا بڑا حصہ خیرات کر دیتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے کوفے میں اعلان کیا کہ میرے فرزند کے پاس کچھ رقم بچی ہوئی ہے۔ اس اعلان کے بعد حضرت حسنؓ نے کہا کہ یہ رقم مجھے مسکینوں میں تقسیم کرنی ہے۔ اس اعلان پر کافی لوگ چلے گئے۔ پھر جو بیٹھے رہے ان میں رقم تقسیم کی۔ جن لوگوں نے یہ خیرات لی ان میں پہلا فرد کندہ کا سردار اشعث بن قیس تھا۔

مخالفین کو بھی دینا:

ایک شخص حضرت علیؓ کا مخالف تھا۔ ایک مرتبہ وہ مدینہ میں آیا اور وہاں پر اس کا سفر خرچ ختم ہو گیا اور خالی ہاتھ ہو کر پریشان ہوا۔ مدینے کے کسی آدمی نے اسے مشورہ دیا کہ حضرت حسنؓ کے پاس چلے جاؤ وہ تم جیسوں کی مدد کرتے ہیں۔ اس کے دل میں حضرت علیؓ اور آل کے لیے بغض تھا لیکن مجبوری کی وجہ سے حسنؓ کے پاس گیا۔ انھوں نے اپنے خادم کو حکم دیا کہ اس مسافر کو سفر خرچ اور ایک اونٹنی فوراً دے دو۔ مسافر اپنی حاجت پوری کر کے اٹھا اور یہ کہتے ہوئے روانہ ہوا۔ جس خاندان کو اللہ تعالیٰ نے نبوت سے نوازا ہو وہی ان کی خوبیوں کو بہتر جانتا ہے۔ میں انجان اور خطا کار تھا۔

حقوق العباد کو حقوق اللہ ترجیح دینا:

ایک روایت ہے کہ حضرت حسنؓ اور حسینؓ دونوں اعتکاف میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک ضرورت مند حضرت حسنؓ کے پاس آیا اور کسی ضرورت پوری کرنے کا عرض کیا۔ حضرت حسینؓ نے کہا کہ اگر میں اعتکاف میں بیٹھا ہوا نہ ہوتا تو تمہارے ساتھ چل کر تمہاری حاجت روائی کرتا۔ پھر وہی فرد حضرت حسنؓ کے پاس گیا اور اپنا مدعا بیان کیا۔ آپ نے اعتکاف سے اٹھ کر باہر نکلے اور اس کی ضرورت پوری کی اور پھر آ کر اعتکاف میں بیٹھے۔ سائل نے حضرت حسینؓ والی بات بتائی تو انھوں نے فرمایا: اللہ کے لیے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی حاجت مند کی حاجت پوری کرنا ایک ماہ کے اعتکاف سے بہتر ہے۔

ایک روز کعبۃ اللہ کا طواف کر رہے تھے کہ کسی آدمی نے ایک کام کا سوال کیا اس پر طواف چھوڑ کر اس آدمی کے ساتھ چل کر اس کا کام کیا اور پھر آ کر طواف مکمل کیا کسی شخص نے ان سے پوچھا کیا بات تھی کہ آپ طواف چھوڑ کر اس آدمی کے ساتھ چلے گئے؟ جواب میں کہا۔ رسول ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے کام کے لیے چلتا ہے اور اس کی ضرورت پوری کرتا ہے تو اسے ایک حج اور ایک عمرے کا ثواب ملتا ہے میں نے اس کی ضرورت پوری کر کے حج اور عمرے کا ثواب کما لیا۔

غلام آزاد کرنا:

حضرت حسنؓ نے جہاں دیگر خدمت خلق اور شفقت و رحمت کے کام کیے وہاں بہت سے غلاموں اور لونڈیوں کو آزاد کیا اور غلامی کے طوق سے ان کی گردن آزاد کی۔ ان کے آزاد کردہ غلاموں اور لونڈیوں کی تعداد سیکڑوں تک پہنچی۔

حضرت حسن ماہ صفر ۵ ہجری سینتالیس سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں فوت ہوئے۔ عام روایات یہ ہیں کہ ان کو دیرپا زہر (سلو پوئزن) دیا گیا تھا جس کے اثرات سے انھوں نے انتقال کیا۔ آپ مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ (سیرت صحابہ: سید علی میر شاہ)

حضرت جعفرؓ بن ابی طالب اور عبداللہ بن جعفرؓ

نجاشی شاہ حبشہ کے بھرے دربار میں جس شخصیت نے ڈنکے کی چوٹ پر برسر عام حق بات کہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق قرآن کے ارشادات بیان کیے اور سورۃ مریم کی تلاوت کی جس کی وجہ سے ایک بڑے ملک کا بڑا بادشاہ دین اسلام سے مشرف ہوا، وہ حضرت جعفرؓ بن ابی طالب ہیں۔

حضرت جعفرؓ، حضرت علیؓ کی ولادت سے دس سال پہلے تولد ہوئے۔ ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن محمد مناف تھا۔ ایک روایت کے مطابق انھوں نے حضرت علیؓ کے بعد دارِ ارقم کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعلیم و تربیت گاہ شروع ہونے سے پہلے اسلام قبول کیا تھا۔ ابن اسحاق کی روایت کے مطابق ان کا اسلام قبول کرنے والوں میں پچیسواں اور بعض کے نزدیک اکتیسواں نمبر تھا۔

حضرت جعفرؓ نے سن پانچ نبوی میں مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور تقریباً پندرہ سال بعد ۷ ہجری میں معرکہ خیبر کے موقعہ پر خیبر میں آ کر نبی ﷺ سے ملاقات کی۔ انھوں نے ۹ ہجری میں موتہ کے مقام پر بہادری، جذبۂ ایمانی اور جنت کے شوق میں بڑی بے جگری سے جہاد کرتے ہوئے رومیوں کے ہاتھوں شہادت پائی۔ آپ کی کنیت ابوعبداللہ اور ابوالمساکین تھی۔ شہادت کی بعد نبی ﷺ نے ان کو دو لقب اور دیے ایک ذوالجناحین اور دوسرا طیار ان دونوں کے معنی میں یکسانیت ہے۔ شہادت کے وقت ان کی عمر چالیس سال تھی۔

حضرت جعفرؓ کے رفاہی کام:

یہاں ہم ان کے رفاہی اور خدمت خلق کے چند ایک کاموں کا تذکرہ کریں گے حضرت جعفر طیارؓ کی اجتماعی خوبیوں میں سے اہم خوبی یہ تھی کہ ان کے مزاج میں غریب پروری غالب تھی۔ جو کچھ گھر میں ہوتا تھا دینے کے مسکینوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ اس کی وجہ سے مسکینوں اور غریبوں کو ان کی شہادت پر گہرا صدمہ ہوا۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے ہم مسکینوں اور غریبوں کو جعفرؓ طیار سب سے زیادہ عزیز تھے وہ گشت کر کے ہم فاقہ مستوں کی خبر گیری کرتے، پھر جو گھر میں ہوتا وہ لا کر ہمارے سامنے رکھتے۔

الاصابہ کا بیان ہے کہ جعفرؓ نہ صرف مسکینوں کی خبر گیری کرتے بلکہ ان سے محبت بھی کرتے تھے۔ وہ فقیروں اور فاقہ زدوں سے مجلس کرتے، ان کی خدمت کرتے اور مساکین بھی ان سے باتیں کر کے اپنا دکھ ہلکا کرتے اور ان کی خدمت بجالاتے تھے۔ (الاصابہ فی تمییز الصحابہ)

اس غریب نوازی کی خوبی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت پسند کرتے تھے ابن حجر عسقلانی (م۸۵۲ھ) لکھتے ہیں فکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکنیه ابا المساکین "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ابا المساکین کا لقب (کنیت) دیا تھا"۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت تین بیٹے تھے۔ یہ تینوں چھوٹے تھے عبداللہ، محمد اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عون۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بہت محبت کرتے تھے جب آپ مدینے کے باہر سے تشریف لاتے تو ان کو اپنی سواری پر ساتھ بٹھاتے اور پیار کرتے تھے۔

ان کی نسل کا سلسلہ عبداللہ سے چلا۔ حضرت علیؓ نے اپنی بیٹی زینب انھیں نکاح میں دی تھی۔

حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کے جو تین بیٹے تھے ان میں سے عبداللہ جود و سخا اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے میں زیادہ مشہور ہوئے ہیں۔ اس وجہ سے ان کا لقب قطب السخاء (سخاوت کا محور) تھا۔

عبداللہ بن جعفرؓ سے کسی نے حضرت علیؓ کے ہاں سفارش کرائی۔ ان کی سفارش پر ان کا کام ہوگیا۔ تو اس نے نذرانہ کے طور پر چالیس ہزار درہم بھیجے۔ انھوں نے یہ کہہ کر واپس بھیج دیے کہ ہم لوگ اپنی نیکی فروخت نہیں کرتے۔ ایک مرتبہ کہیں سے دو ہزار درہم نذرانہ آئے انھوں نے اسی مجلس میں تقسیم کر دیے۔ ایک تاجر بہت سی شکر لے کر آیا مگر بازار میں فروخت نہیں ہوئی۔ اس پر اس کو فکر و رنج ہوا۔ عبداللہ بن جعفر نے اپنے کارندوں سے کہا کہ ساری شکر اس سے خرید لو اور لوگوں میں مفت لٹا دو۔

رات کو قبیلہ میں جو مہمان آ جاتا وہ ان کے یہاں سے کھانا پینا ہر قسم کی ضروریات پوری کرتا۔

ایک صحابی رسول عبداللہ بن زبیرؓ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ عبداللہ بن جعفرؓ سے کہا کہ میرے والد کے قرضے کی فہرست میں تمہارے ذمہ دس لاکھ درہم لکھے ہیں۔ عبداللہ بن جعفرؓ نے کہا جب چاہو لے لو۔ اس کے بعد معلوم ہوا کہ ان سے غلطی ہوئی، عبداللہ بن زبیرؓ کہتے ہیں کہ میں دوبارہ گیا، میں نے کہا کہ وہ تو تمہارے ان کے (زبیر کے) ذمے ہیں۔ عبداللہ بن جعفر کہنے لگے کہ میں نے معاف کر دیے۔ میں نے کہا کہ میں معاف نہیں کراتا۔ عبداللہ بن جعفرؓ کہنے لگے اچھا جب تمھیں سہولت ہو دے دینا۔ میں نے کہا کہ اس کے بدلے میں مجھ سے وہ زمین لے لو جو غنیمت کے مال میں سے میرے حصے میں بہت سی آئی ہوئی ہے۔ عبداللہ بن جعفرؓ نے کہا کہ اچھا دے دو۔ چنانچہ ایک زمین ان کو دے دی جو معمولی حیثیت کی تھی، پانی وغیرہ بھی اس میں نہیں تھا۔ انھوں نے فوراً قبول کر لی اور غلام سے کہا کہ اس میں مصلیٰ بچھا دے اس نے مصلیٰ بچھا دیا۔ دو رکعت نماز وہاں پڑھی اور بہت دیر تک سجدے میں پڑے رہے۔ نماز سے فارغ ہو کر غلام سے کہا کہ اس جگہ کو کھودو۔ اس نے کھودنا شروع کیا تو وہاں ایک پانی کا چشمہ ابلنے لگا۔ (حکایات صحابہ۔ فضائل اعمال)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت معاذ بن جبل خزرجیؓ

علامہ جلال الدین سیوطیؒ اپنی مشہور کتاب الاتقان فی علوم القرآن میں قرآن مجید کے حافظوں اور راویوں کا ذکر کرتے ہوئے نبی اکرم ﷺ کا یہ قول نقل کرتے ہیں خذوا القرآن عن اربعة من عبدالله بن مسعود و سالم و معاذ و ابی بن کعب چار شخصوں سے قرآن کا علم حاصل کریں۔ ایک عبداللہ بن مسعود، دوم سالم، سوم معاذ اور چہارم ابی بن کعبؓ

حضرت معاذ قرآن اور احادیث نبوی کے عالم بقول عبداللہ بن مسعودؓ امام العلماء، فقیہ، معلم اور عظیم داعی تھے۔ رسول ﷺ سے بہت زیادہ علم حاصل کیا اور امت تک پہنچایا۔ نیز اسلامی حکومت کے استحکام، بقا اور پھیلانے میں بڑا کردار ادا کیا چونکہ ہمیں یہاں ان کی سخاوت اور غریبوں اور مسکینوں کی خبر گیری کا تذکرہ کرنا ہے اس لیے ان کی سوانح حیات کے دیگر پہلو چھوڑ کر صرف اسی موضوع پر گفتگو کرتے ہیں۔

جود وسخا:

حضرت معاذؓ کے دل میں دنیا کے مال و متاع کی کوئی کشش نہیں تھی۔ اس لیے جو کچھ انھیں ملتا تھا وہ اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتے تھے اور اس وجہ سے اکثر مقروض ہو جاتے تھے۔

ابن رشید، ابن سعد، ابن حجر عسقلانی اور دیگر سیرت نگار لکھتے ہیں کہ معاذ بن جبلؓ اتنے کشادہ دست تھے کہ جس کی وجہ سے مقروض ہو جاتے تھے۔ ایک مرتبہ قرض خواہوں نے آگھیرا جب کہ ان کے پاس قرض کی ادائیگی کے لیے کچھ نہیں تھا لہٰذا گھر میں روپوش ہو گئے۔ قرض خواہ وفد بنا کر نبی ﷺ کے پاس پہنچے۔ آپؐ نے معاذؓ کو بلا کر تمام حقیقت معلوم کی۔ آپ ﷺ نے صورت حال دیکھتے ہوئے قرض خواہوں سے فرمایا کہ اگر ہو سکے تو معاذؓ کی رقم معاف کر دو۔ اس پر بعض نے اپنا قرض حضرت معاذؓ کو صدقہ کر کے معاف کر دیا۔ لیکن کچھ نے تقاضا جاری رکھا۔ اس پر آپؐ نے معاذؓ کی تمام ملکیت فروخت کر کے ان کا قرض ادا کیا لیکن پھر بھی تیس فی صد باقی رہ گیا وہ آپ نے ساقط کر دیا۔

محدثین اور سیرت نگار لکھتے ہیں کہ یمن جیسے خوشحال علاقے میں ایک وقت گزارنے اور وہاں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائز طریقے سے تجارت کرنے پر ان کے پاس کافی ملکیت ہوگئی۔ جب حضرت ابو بکرؓ کے دور خلافت میں کافی مال اور غلاموں کے ساتھ یمن سے سیدھے حج پر آئے۔ حضرت عمرؓ نے انھیں تمام مال بیت المال میں جمع کرانے کا کہا، لیکن انھوں نے انکار کیا۔ پھر خود ہی تمام مال لا کر حضرت ابو بکر کو پیش کیا۔ ابنِ کثیر لکھتے ہیں کہ ہاتھ کی لاٹھی تک اس مال میں تھی۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: یہ سب میں نے تمھیں دیا میں اس میں سے بیت المال کے لیے کچھ نہیں لوں گا۔

غلام آزاد کرنا:

البدایہ والنہایہ کی روایت ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کی دربار سے لوٹے تو عبادت میں مشغول ہو گئے کچھ وقت کے بعد پیچھے نگاہ ڈال کر دیکھا تو تیس زرخرید غلام ان کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں۔ اللہ کی رضا کے لیے نماز پڑھ رہے ہیں۔ انھوں نے ان سے پوچھا لِمَ صَلَّيْتُم آپ کیوں نماز پڑھ رہے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ اللہ کی رضا کے لیے نماز پڑھ رہے ہیں۔ غلاموں کا یہ جواب سن کر حضرت معاذؓ نے اعلان کیا کہ جس کی رضا کے لیے آپ نماز پڑھتے رہے ہیں اسے راضی کرنے کے لیے میں تم سب کو آزاد کرتا ہوں۔ اسی طرح تیس غلام ایک ہی وقت میں آزاد کر دیے۔ یہ غلام اس وقت کے لحاظ سے لاکھوں درہموں یا ہزاروں دیناروں کے بنتے ہیں۔ اسی طرح انھوں تمام مال واسباب جو یمن سے کما کر لائے تھے وہ اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا۔

ابونعیم اصبہانی لکھتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت عمرؓ نے ابتدائی دور خلافت میں ایک دن اپنے قاصد کو چار سو دینار کی ایک تھیلی دے کر حضرت معاذؓ کے پاس بھیجا اور اس سے فرمایا کہ ان سے کہنا کہ آپ کی ذاتی ضروریات کے لیے ہے۔ نیز اسے یہ بھی فرمایا کہ رقم حوالے کرنے کے بعد کچھ دیر وہاں بیٹھنا کہ وہ اسے کیسے خرچ کرتے ہیں۔ قاصد نے حکم کی پیروی کرتے ہوئے جب سونے کے سکوں سے بھری ہوئی تھیلی ان کے حوالے کی تو انھوں نے اپنے غلام کو بلایا اور اس سے فرمایا کہ یہ رقم فلاں فلاں لوگوں کے گھروں میں پہنچا دو۔ قاصد یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ اتنے میں ان کی اہلیہ محترمہ آگئی اور اپنے عظیم شوہر سے کہا کہ ہم خود غریب اور حاجت مند ہیں اس لیے کچھ رقم اپنے گھر کے لیے بھی رکھیں۔ اس وقت تھیلی میں صرف دو دینار بچے تھے، وہ اہلیہ کی طرف پھینک دیے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاصد نے یہ تمام ماجرا حضرت عمرؓ کو آکر بتایا تو ان کی آنکھوں سے خوشی کے آنسوں جاری ہو گئے اور فرمایا یہ لوگ ہیں میرے دل پسند بھائی۔

حضرت معاذ معلم، مربی، مجاہد، سفیر، فقیر، فقیہ، یمن کے والی (گورنر) اور دیگر اہم ذمہ داریوں کو نباہتے ہوئے شام کے فتوحات والے دور میں ۱۸ھ طاعون اس میں مبتلا ہو کر فوت ہوئے اور دریائے اردن کے کنارے دفن ہوئے۔ اس بیماری میں ان کے دونوں بیٹے اور دونوں بیویاں فوت ہوئیں۔ اس طرح ان کا پورا خاندان انتقال کر گیا اور ان کی نسل آگے نہیں چلی انتقال کے وقت ان کی عمر ۳۸ سال کے لگ بھگ تھی۔

طلحہ بن عبید اللہ التمیمیؓ

معرکۂ احد کے سخت خطرناک وقت نبی اکرم ﷺ پر چاروں طرف سے حملے میں دفاع کرنے میں جو شخصیت پیش پیش تھی اور نبی اکرم ﷺ نے ان کے لیے متعدد مرتبہ فرمایا کہ تمہارے لیے جنت واجب ہوگئی۔ یہ حضرت طلحہؓ کی شخصیت تھی۔ حضرت طلحہؓ مکہ مکرمہ میں آپؐ کی نبوت سے پندرہ سال پہلے پیدا ہوئے۔ ان کے والد عبید اللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بنو تمیم قبیلے سے تھے۔ یہ چوتھی پشت میں جا کر سیدنا ابو بکرؓ سے ملتے ہیں اور ساتویں پشت میں نبی اکرم ﷺ سے ملتے ہیں

طلحہؓ کو حضرت ابو بکرؓ نے اسلام قبول کرنے کی ترغیب دی پھر شام کے تجارتی سفر میں ایک راہب سے نبی اکرم ﷺ کی نبوت کی پیشین گوئی سن کر اسلام لائے۔ الاصابہ کی ایک روایت کے مطابق ان آٹھ صحابہ میں سے یہ ایک ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا تھا۔ (الاصابہ فی تمیز الصحابہ)

حضرت طلحہؓ نے نبی اکرم ﷺ کی ہجرت کے بعد بہت جلد مدینہ منورہ ہجرت کی اور مدینے میں آپؐ نے ان کو ایک پلاٹ دیا جس میں انھوں نے اپنا مکان بنالیا اور سکونت اختیار کی۔ یہ غزوۂ بدر، احد، غزوہ بنی مطلق، حدیبیہ، بیعت رضوان، خیبر، حنین، طائف، تبوک اور دیگر اہم موقعوں پر پیش پیش رہے۔ تبوک کی جنگ کی مد میں دوسرے صحابہ کے ساتھ انھوں نے بڑی رقم فوج کا ساز و سامان خرید کرنے لیے دی تھی۔ طلحہؓ جنگ جمل میں حضرت علیؓ کی طرف سے لڑتے ہوئے چونسٹھ سال کی عمر میں شہید ہوئے اور وہیں پر دفن ہوئے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جود وسخا:

حضرت طلحہؓ جود وسخا کی وجہ سے مشہور تھے ان کی کنیت ابومحمود تھے لیکن لوگ ان کی سخا کی وجہ سے طلحہ الخیر کہتے تھے۔ غزوہ ذی قرو والے معرکے (ربیع الاول ٦ ھ) میں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ کوئی ایسا شخص ہے جو یہ کنواں خرید کر صدقہ کردے۔ طلحہؓ نے فوراً یہ خریدا اور صدقہ کردیا۔

حضرت طلحہؓ خود کہتے تھے: رسول ﷺ نے احد کے دن مجھے الخیر کا لقب دیا۔ تبوک میں مجھے فیاض کا خطاب دیا اور حنین میں مجھے جواد کہہ کر پکارا۔

یہ بنوتمیم کے تمام غریبوں اور یتیموں کی کفالت کرتے تھے۔ ان کی بیوی روایت کرتی ہے کہ ایک رات میں نے دیکھا کہ طلحہؓ بہت پریشان ہیں۔ اس کا سبب پوچھنے پر انھوں نے جواب دیا کہ مجھے مال ودولت نے پریشان کر دیا ہے۔ میں نے ان کو مال تقسیم کرنے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ انھوں نے اپنی لونڈی کے ذریعے مال بانٹنا شروع کیا اور صبح ہونے سے پہلے چار لاکھ درہم تقسیم کر دیے۔

ہشام حضرت حسنؓ سے روایت کرتے ہیں کہ طلحہؓ نے اپنی کچھ جائیداد سات لاکھ درہم میں حضرت عثمانؓ کو فروخت کی۔ جب یہ رقم لے کر گھر آئے تو ان کی نیند اڑ گئی اور کہنے لگے کہ جس شخص کے گھر میں اتنا خزانہ موجود ہو وہ اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دے گا۔ پھر ساری رات قاصدوں کے ذریعے مدینے کے گھروں میں رقم بھیجتے رہے اور فجر ہونے سے پہلے ان کے ہاتھ میں ایک درہم بھی باقی نہیں بچا۔

قبیصہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے بغیر سوال کیے دینے والا طلحہؓ جیسا شخص کوئی نہیں دیکھا۔

ایک مرتبہ بنو عذرہ قبیلے کے تین شخص رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان مسافروں کی کون خاطر تواضع کرے گا۔ حضرت طلحہؓ نے اٹھ کر اپنے آپ کو اس کے لیے پیش کیا۔ پھر ان تینوں جوانوں کو لے جا کر اپنے گھر ٹھہرایا۔ کچھ وقت کے بعد ان میں سے ایک شخص کسی لڑائی میں شہید ہو گیا۔ دوسری لڑائی میں دوسرا شہید ہو گیا اور تیسرا ان کے پاس مقیم رہا اور وہیں فوت ہوا۔ حضرت طلحہؓ کو مسافر ہمیشہ یاد رہتے تھے۔ ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ تین جنت میں ہیں البتہ جو اپنی موت فوت ہوا وہ سب سے آگے ہے۔ طلحہ نے آپ ﷺ سے اپنا خواب بیان کیا۔ اس پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص زیادہ وقت زندہ رہا اس نے زیادہ عبادت کی اس لیے اپنے بھائیوں سے بڑھ گیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن سعد کا بیان ہے کہ وہ سفر یا حضر میں نقد رقم، خوراک، لباس اور کپڑے تقسیم کرنے میں اپنی مثال آپ تھے۔ اپنی اولاد اور اہل و عیال کو دل کھول کر دیتے تھے۔

عتبہ بن ربیعہ کی بیٹی ام ابان کو کتنے ہی لوگوں نے نکاح کی پیش کش کی لیکن اس نے حضرت طلحہؓ کو قبول کیا۔ لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو جواب دیا۔ وہ گھر میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت مسکراتے رہتے ہیں۔ دینے میں بخل نہیں کرتے۔ اگر ان سے مانگا نہ جائے تو مانگنے کا انتظار نہیں کرتے بلکہ از خود دیتے ہیں اور کوئی خطا ہو جاتی ہے تو معاف کر دیتے ہیں۔ ان کی زراعت کی روز کی آمدنی ایک ہزار دینار تھی۔ انھوں نے بائیس لاکھ درہم اور دو لاکھ دینار ترکے میں چھوڑے۔ ان کی تمام ملکیت متحرک وغیر متحرک تین کروڑ درہم کے لگ بھگ تھی۔

یہ سخی مرد مجاہد مختلف معرکے سر کرتے ہوئے جنگ جمل میں ۶۴ سال کی عمر میں شہید ہوئے۔ پہلی مرتبہ جنگ جمل کے میدان کے کنارے دفن کیے گئے پھر چند سال بعد ان کو کسی شخص کے خواب کی بنا پر عبداللہ بن عباس کے حکم سے بصرہ میں ایک مکان خرید کر اس میں دفن کیا گیا۔ (سیرت صحابہ از سید علی میر شاہ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

صحابہ کرام میں سے جو حضرات جود و سخا اور شفقت اور غلام آزاد کرنے میں پیش پیش ہوتے تھے۔ ان میں عبداللہ بن عمرؓ ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بعثت نبوی کے تین سال بعد مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ ان کی والدہ کا نام زینب تھا جو مظعون حجمیۃ کی بیٹی تھی۔ جب نبی ﷺ نے ہجرت کی تو ان کی عمر دس سال تھی۔ جنگ بدر میں انھوں نے اپنے آپ کو جنگ کے لیے پیش کیا تو آپ نے اجازت نہیں دی۔ اس طرح احد میں بھی شرکت کی اجازت نہیں ملی اور غزوۂ خندق میں شرکت کی اجازت مل گئی۔ ان کے فضائل بہت سارے ہیں لیکن چونکہ ہمارا موضوع صرف ان کا رفاہی، فلاحی اور شفقت علی الخلق کا پہلو بیان کرنا ہے اس لیے یہاں صرف اس کا بیان کیا جائے گا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابوسعید بن اعرابی نے حضرت جابرؓ سے بیان کیا ہے ہم میں سے کوئی بھی شخص ایسا نہیں جس نے دنیا پائی ہو تو وہ دنیا اس کی طرف مائل نہ ہوئی ہو اور وہ اس کی طرف مائل نہ ہوا ہو، سواء عبداللہ بن عمرؓ کے۔

غلام آزاد کرنا:

حضرت ابن عمرؓ کے رفاہی کارناموں میں زیادہ تفصیل ان کے غلام آزاد کرنے کی ملتی ہے۔

الف: میمون بن مہران کہتے ہیں کہ ڈاکوؤں کا ایک گروہ ابن عمرؓ کے اونٹوں کے ریوڑ کے پاس سے گزرے تو انھیں اونٹ پسند آئے اور ہنکا کر لے گئے۔ چرواہا ان کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ اپنے اونٹوں کے بارے میں اللہ سے ثواب کی نیت کریں اور ڈاکے پڑنے کی خبر بتائی۔ انھوں نے چرواہے سے پوچھا کہ تجھے کیسے چھوڑ دیا؟ اس نے کہا کہ میں ان سے بھاگ کر آ گیا کیوں کہ آپ مجھے ان سے زیادہ پیارے ہیں۔ اس پر انھوں نے اسے قسم دی تو اس نے قسم اٹھالی، انھوں نے کہا کہ اونٹوں کے ساتھ تیرے بارے میں بھی اللہ سے ثواب کی نیت کرتا ہوں پھر اسے آزاد کر دیا۔ کچھ دنوں کے بعد ان سے کسی نے کہا کہ آپ کی فلاں اونٹنی بازار میں فروخت کے لیے آئی ہے۔ اس پر انھوں اس کی طرف جانے کا ارادہ کیا۔ پھر کہا کہ میں نے تو اونٹوں کے بارے میں ثواب کی نیت کر لی تھی۔ پھر میں کیوں اونٹنی کی طلب کروں۔

ب: جب لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ (آل عمران:۹۲) نازل ہوئی تو انھوں نے اپنی سب سے پیاری لونڈی رمشہ کو یہ کہتے ہوئے آزاد کر دیا کہ اللہ تعالیٰ سب سے پیاری چیز خرچ کرنے کا فرماتے ہیں اور تم مجھے سب سے زیادہ پیاری ہو۔

ج: بیہقی کی روایت ہے کہ عبداللہ بن جعفرؓ نے ان کے پیارے اور ذہین غلام کے دس ہزار درہم یا ایک ہزار دینار قیمت لگائی۔ یہ بہت بڑی قیمت تھی۔ لوگوں نے کہا کہ اور کیا چاہیے اور دیر کیوں کر رہے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ اس سے زیادہ وہ بہتر قیمت کیوں نہ لوں۔ پھر کہا یہ اللہ کے لیے آزاد ہے۔

د: امام زہری سالم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے سوائے ایک خادم کے کسی پر لعنت نہیں کی اور اسے بھی آزاد کر دیا۔

ہ: نافع نے روایت کی کہ ابن عمرؓ کی ایک پسندیدہ لونڈی تھی۔ پس اس کی محبت اور اس کی چاہت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہت زیادہ ہوگئی تو اسے آزاد کر کے اپنے ایک غلام سے اس کی شادی کردی۔ پھر اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ ابن عمرؓ اس بچے کو اٹھاتے بوسہ دیتے اور کہتے فلاں کی خوشبو کا کیا کہنا۔

و: زید بن اسلم نے بیان کیا کہ ابن عمرؓ ایک چرواہے کے پاس سے گزرے تو اس سے کہا۔ کیا کوئی کٹو (گوشت کے لیے) جانور ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اس ریوڑ کا مالک یہاں نہیں ہے۔ ابن عمرؓ نے اس سے کہا کہ تم کہہ دینا کہ اسے بھیڑیا کھا گیا۔ چرواہے نے کہا اللہ سے ڈرو اور مجھے ایسی غلط بات کی تعلیم نہ دو اس پر ابن عمرؓ اس چرواہے کو جو کہ غلام تھا اور ریوڑ کو خرید کر لیا۔ پھر اسے آزاد کر کے ریوڑ اسے بخش دیا۔

یہ ہے ایک فرد کا وہ رحمت وشفقت علی الخلق کا رویہ اور غلاموں کے ساتھ مہربانی اور نیکی کا برتاؤ کرنا۔ ایک شخص اکیلے ایک بڑی این جی اوز کا کارنامہ سرانجام دے رہا ہے۔ صحیح روایات میں ہے کہ انھوں نے مختلف مواقع پر کل ایک ہزار غلام آزاد کیے۔

جھگڑے اور انتقام سے اجتناب:

زید بن اسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ کو گالیاں دینا شروع کیں لیکن ابن عمرؓ خاموش رہے جب اپنے گھر کے دروازے پر جا پہنچے تو اس کی طرف توجہ کر کے اس سے کہا میں اور میرا بھائی عاصم لوگوں کو گالی نہیں دیتے، صبر وتحمل اور برائی سے دور رہنے اور گالم گلوچ سے بچنے کی صرف یہ ایک مثال ہے۔

ایثار وقربانی:

نافع روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ بیمار ہوگئے تو ان کے لیے ایک درہم (آج کے پچاس روپے) کے انگور خرید کر گھر لائے گئے۔ اتنے میں ایک مسکین سائل آ گیا اور کچھ دینے کی صدا لگائی، ابن عمرؓ نے فرمایا۔ یہ سب اسے دے دو۔ جب سائل یہ لے کر چلا تو ایک شخص اس کے پیچھے لگا اور آگے جا کر اس سے یہ ایک درہم میں خرید لیے اور لے کر ان کے پاس آیا۔ اتنے میں وہی سائل پھر آ گیا تو انھوں نے فرمایا کہ یہ اسے دے دو۔ جب سائل چلا تو گھر کا دوسرا فرد اس کے پیچھے لگا اور پھر اس سے ایک درہم میں خرید لیے۔ پھر اس سائل نے واپس ان کے در پر آنے کا ارادہ کیا تو کسی نے اسے منع کر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیا۔ اس طرح ابن عمرؓ نے وہ انگور کھائے لیکن اگر ان کو ان ہی انگوروں کے لوٹ آنے کا علم ہوتا تو چکھتے تک نہیں۔ ایثار و قربانی اور اللہ کے نام پر دینے کی بڑی مثال ہے۔

کسی کو تکلیف نہ دینا:

امام زہری روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابن عمرؓ نے غصے میں آکر ایک خادم پر لعنت کرنے کا ارادہ کیا اور کہا اللّٰھُمَّ بس اس کلمے پر رک گئے اور پورا نہیں کہا اور فرمایا کہ میں اس کو کہنا پسند نہیں کرتا۔ (لعنت نہیں کی) کسی کو زبان سے بھی تکلیف نہیں دی۔

علم و عرفان کا چراغ، سنتِ نبوی کا ہر وقت پیروکار اور شیدائی رسول ﷺ، صحابہ میں مثالی شخصیت، رات کا زیادہ حصہ قیام الیل میں بسر کرنے والا اور صوم داؤدی کا پابند ذوالحجہ ۷۶ھ کو چوراسی سال کی عمر میں دارِ فانی چھوڑ کر دارِ جاودانی میں جا بسا۔ (سیرت صحابہ سید علی میر شاہ)

عبدالرحمٰن بن عوف بن العوامؓ

کبار صحابہ میں سے جنہیں اس دنیا میں جنت کی واضح خوشخبری دی گئی اور حضرت عمرؓ نے اپنی وفات کے وقت جن چھ افراد کو خلافت کے لیے خاص شوریٰ بنائی، ان میں سرفہرست عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی شخصیت تھی۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ قرشی زہری مہاجر اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ انھوں نے ابتدائی دور میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ ان کی والدہ محترمہ کا نام صفیہ اور بعض نے الصفاء لکھا ہے۔ ان دونوں کی اصل اور معنی ایک ہی ہیں یہ بھی زہریہ ہیں۔

ان کی ولادت عام الفیل سے دس سال بعد میں ہوئی۔ انھوں نے دو ہجرتیں کیں ایک ہجرت حبشہ اور دوسری ہجرت مدینہ، غزوۂ بدر اور دوسرے تمام معرکوں میں شریک ہوئے۔ مدینہ منورہ میں آپ ﷺ نے ان کے اور سعدؓ بن ربیع کے درمیان مواخات قائم کی۔ آپ ﷺ نے انھیں دومۃ الجندل کے علاقے کے سریے میں بھیجا اور ہدایت کی کہ فتح کے بعد ان کے ملک اصبغ بن ثعلبہ الکلبی کی بیٹی سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شادی کرلیں۔ چنانچہ انھوں نے اس سے شادی کی اور ان سے ان کا بیٹا ابوسلمہ پیدا ہوا۔

اس مضمون میں حضرت عبدالرحمٰن کی خدمت خلق اور عام مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور ان کے دفاع میں انھوں نے جو انفاق کیا ہے صرف اس کا تذکرہ کیا جارہا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف قریش قبیلے کے چشم و چراغ تھے اور اپنے آباواجداد اور قبیلے کے رواج اور پس منظر کی وجہ سے تجارت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے تجارت میں انھیں خوب برکت دی جس کی وجہ سے مدینے کے دولت مند لوگوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔

جہاد:

مسلمانوں کے دفاع، حفاظت اور قیام امن کے لیے جہاد اسلامی نظام میں ایک لازمی جزو اور رکن کی حیثیت سے شامل رہا ہے۔ چنانچہ تمام اولین مسلمانوں نے جہاد میں جانی قربانی کے ساتھ مالی قربانی بھی خوب دی ہے۔ جہاد میں انفاق کرنے والوں میں حضرت عثمان غنیؓ کا نام سرفہرست ہے۔ ان کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا نام ہے۔ معمر نے امام الزہری سے روایت کی ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے رسول ﷺ کے مبارک دور میں اپنے مال کا ایک معتدبہ حصہ دیا۔ پھر انھوں نے چالیس ہزار دینار دیے، انھوں نے اپنے دور میں پانچ سو گھوڑے جہاد کے لیے دیے اور پانچ سو ہی دوسری سواریاں اس راہ میں دیں۔ سواریوں سے اونٹ، خچر اور گدھے مراد ہیں۔

غلاموں کو آزاد کرانا:

غلاموں کو غلامی سے آزاد کرانے اور ان سے غلامی کا داغ دور کرنے اور آزادی سے نوازنے اور آزاد شہری بنانے کے سلسلے میں قرآن و حدیث کی واضح تعلیمات و ترغیبات کی وجہ سے صحابہ کرام غلاموں کو آزاد کرانے میں پیش پیش ہوتے تھے۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ بھی دوسرے مالدار صحابہ سے پیچھے نہیں رہے بلکہ ان سے سبقت ہی کرتے رہے۔ ان کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد کا اندازہ اس سے کیجیے کہ انھوں نے ایک دن تیس غلام اپنے مال سے آزاد کرائے۔

جعفر بن برقان نے روایت کی کہ انھوں نے کل تیس ہزار غلام آزاد کیے۔ اس روایت کو ابونعیم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے حلیہ میں بیان کیا ہے۔ اس روایت سے اندازہ کیجیے کہ ابن عوف کو انسانوں کی آزادی، حریت، اور عزت واحترام کا کتنا خیال تھا اور ان میں خدمت خلق کا کتنا بڑا جذبہ تھا۔

جو لوگ اسلام پر غلامی کا الزام لگاتے ہیں اور فقہی مسائل کو اچھال کر اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے ہیں انھیں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے اس عمل سے سبق لے کر اعتدال کی راہ اختیار کرنی چاہیے۔

www.KitaboSunnat.com

صحابہ کرام اور اپنے ساتھیوں کی خدمت:

اپنے ساتھیوں کے ساتھ بہت محبت کرتے تھے اور ان کو اپنی مجلس میں بٹھاتے تھے۔ امام ترمذی اور سراج نے اپنی تاریخ کی کتاب میں نوفل بن ایاس الھذلی سے روایت کی کہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ ہمارے ہم نشین تھے اور بہترین ہم نشین تھے۔ ایک دن ہمیں اپنے گھر لے گئے۔ ہمیں بیٹھک میں بٹھا کر اندر گئے اور غسل کر کے باہر آئے۔ پھر ہمارے لیے ایک بڑا پیالہ لایا گیا جس میں گوشت اور روٹی تھی۔ پھر انھوں نے رونا شروع کر دیا۔ ہم نے کہا ابا محمد: آپ کو کیا بات رلا رہی ہے۔ انھوں نے کہا رسول ﷺ اس حالت میں فوت ہوئے کہ آپ ﷺ اور آپ کے گھر والوں نے پیٹ بھر کر جو کی روٹی نہیں کھائی۔ معلوم نہیں کہ ہمیں مہلت دی گئی (اس کثرت سے ایسے کھانے دیے گئے) اس میں ہمارے لیے خیر ہے؟ یا کچھ اور ہے؟ ساتھیوں کا خیال رکھنے اور انھیں ہدایا اور عطایا دینے کا اور صحابہ کو نوازنے کا واقعہ گزر چکا ہے۔ حضرت عثمانؓ جو اس وقت خلیفہ تھے جنھوں نے بھی عبدالرحمٰن کا ہدیہ قبول کیا کیونکہ آپ نے ان کو بدر کے مال غنیمت سے حصہ دلایا تھا۔

امہات المومنین کی خدمت:

عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی دیگر خوبیوں اور نیکیوں کے ایک خوبی اور بڑی نیکی ان کا امہات المومنین کی خدمت کرنا ہے۔ یہ خدمت انھوں نے اپنے عمل سے بھی کی اور اپنے مال سے بھی کی ہے۔

علی بن حرب نے اپنی کتاب ''فوائد'' میں ابن ابی نجیح سے روایت کی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: جو شخص میری ازواج مطہراتؓ کی میرے بعد حفاظت کرے گا وہ سچا نیکی کرنے والا ہوگا۔ چنانچہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ ان کو اپنے ساتھ حج کرنے کے لیے لے جاتے اور ان کے کجاووں پر ریشمی پردے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈالتے اور ایسی گھاٹی میں ان کا پڑاؤ رکھتے جس میں آر پار نکلنے کا راستہ نہ ہوتا۔ (تا کہ کوئی غیر مرد نہ آسکے اور وہ اپنی ضروریات پوری کرسکیں)

امام احمد بن حنبل نے روایت بیان کی ہے کہ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف حضرت عائشہ صدیقہ سے بیان کیا ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کرتے تھے تمہارے معاملات کے بارے میں اپنے بعد بہت فکرمند ہوں اور تمہارے بارے میں صبر کرنے والوں کے سوا اور کوئی صبر نہیں کر سکے گا۔ پھر عائشہ مجھے کہتی تھی کہ تمہارے ابا کو اللہ تعالیٰ جنت کے سلسبیل سے سیراب کرے۔ انھوں نے رسول ﷺ کی ازواج مطہرات ؓ کو اتنا مال دیا تھا جو فروخت کیا گیا تو وہ چالیس ہزار کا بنا۔ یہ مال ان کی ضروریات کے لیے دیا گیا۔ (فضائل الصحابہ ۲/۷۳۲ نمبر ۱۲۵۸)

عبدالرحمٰن بن عوف ؓ کی کشادہ دلی، سخا اور حق داروں کے حقوق پہنچانے اور خاندان نبوت سے محبت و تعلق و صلہ رحمی کی یہ مثالیں ہیں۔

ابن سعد کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ انھوں نے اپنی کچھ جائیداد چالیس ہزار دینار میں فروخت کی اور یہ تمام رقم آپ ؐ کی حرموں کو عطیہ کر دی۔

ایک مرتبہ انھوں نے اپنی زمین عثمان بن عفان ؓ کو چالیس ہزار دینار میں فروخت کی پھر یہ تمام رقم بنوزہرہ، امہات المومنین ؓ اور عام حاجت مندوں میں تقسیم کر دی۔ الاستیعاب کی روایت ہے ابوعمرو عبدالرحمٰن ؓ کامیاب تاجر تھے۔ بہت سی دولت کمائی ایک ہزار اونٹ، تین ہزار بکریاں اور ایک سو گھوڑے ترکے میں چھوڑے۔ ان کے جانور بقیع والی چراگاہ میں چرتے تھے۔ اس کے علاوہ صرف میں ان کی زمین تھی جس میں وہ کاشت کراتے تھے ان کی زمین کی آبیاری کے لیے بیس کے اونٹ تھے۔ وہ اپنے گھر کی خوارک اپنی زمین سے لاتے تھے۔ ابن سعد کی روایت ہے کہ انھیں نبی ﷺ اور امیر عمر ؓ نے مختلف مقامات پر زمین دی تھیں۔

حضرت عبدالرحمٰن ؓ نے اپنی دولت دونوں ہاتھوں سے اللہ کی راہ میں خرچ کی، لیکن باوجود اس کے وفات کے وقت بہت سی ملکیت اپنے پیچھے چھوڑی۔ ایک ہزار اونٹ، تین ہزار بکریاں ایک ہزار گھوڑے اور بہت سا سونا اور چاندی بھی ترکے میں چھوڑا۔

انھوں نے وصیت کی کہ ان کے ترکے میں سے پچاس ہزار دینار اللہ کی راہ میں خرچ کیے جائیں۔

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ۷۵ سال کی عمر میں ۳۲ ہجری میں وفات پائی۔ (سیرتِ صحابہ علی میر شاہ)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قیس بن سعد خزرجیؓ

سردار گھرانے سے سردار کے جس بیٹے نے آپ ﷺ کی دس سال تک خدمت کی، آپ ﷺ کی صحبت میں وقت گزارا اور جود وسخا میں اپنی مثال آپ تھے وہ قیس بن سعد خزرجی انصاریؓ ہیں۔

سعدؓ بن عبادہ اپنے قبیلے خزرج کے سردار تھے اور پشتہا پشت سے سرداری ان کے خاندان میں چلی آرہی تھی۔ حضرت سعدؓ تیراندازی اور تیراکی کے ماہر تھے۔ نیز لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ اس دور میں جو شخص یہ تینوں خوبیاں اپنے اندر رکھتا تھا، اسے کامل کہتے ہیں۔ اس لیے حضرت سعد کو یہ لقب ملا ہوا تھا۔ جاہلیت کے زمانے میں اتنے مہمان نواز تھے کہ اپنے قلعے سے یہ آوازیں لگواتے تھے کہ جسے خوراک کی ضرورت ہو وہ سعد کے تکیے پر پہنچ جائے۔

عقبہ کی مشہور دوسری بیعت سے پہلے یہ اسلام قبول کر چکے تھے اور آپؐ نے جو بارہ نقیب مقرر کیے تھے، ان میں ایک سعدؓ بن عبادہ خزرجی تھے۔

حضرت قیسؓ ان کے فرزند ارجمند تھے اور نبیؐ کے مدینے وارد ہونے سے پہلے ہی اپنے خاندان کے ساتھ اسلام قبول کر چکے تھے۔ جب آپ ﷺ مدینے وارد ہوئے تو سردار سعدؓ نے اپنے لائق بیٹے کو آپؐ کی خدمت کے لیے بھیج دیا۔ ابن حجر عسقلانی نے اپنے راوی کے حوالہ سے اصابہ میں لکھا ہے۔ رئیت قیس بن سعد وقد خدم النبی ﷺ عشر سنین میں نے قیس بن سعدؓ کو دیکھا کہ انھوں نے دس سال نبیؐ کی خدمت کی۔ اس خدمت کے نتیجے میں وہ کندن بن گئے اور ان پر اسلام کا وہ رنگ چڑھا کہ آخر دم تک اتر نہیں سکا۔ ان کے تقویٰ، دانائی، شجاعت، وفا اور جود وسخا کی مثالیں دی جاتی تھیں۔

جود وسخا:

ان کی جود وسخا کی پہلا منظر غزوہ بنولحیان، [یہ ایک قبیلہ تھا جو مکے کے مشرق میں مدینے کی طرف دو منزلوں (مرحلوں) پر سکونت پذیر تھا۔ ان سے شہداء رجیع کا بدلہ لینے کے لیے ۶ ہجری میں لڑائی ہوئی تھی]۔ میں سامنے آیا وہ یہ کہ قیس آپ کے لشکر کے لیے کچھ اونٹ کھجوروں سے لدے ہوئے اور گوشت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لیے کچھ اونٹنیاں لے کر آئے۔ آپ ﷺ ان کی آمد اور خدمت کی اس روشن مثال سے بہت ہی خوش ہوئے اور دعائیں دیں۔

دوسرا منظر اس وقت سامنے آیا جب نبی ﷺ نے ابوعبیدہ بن جراحؓ کو تین سو مجاہدین کا لشکر دے کر قبیلہ جہینہ کو زیر کرنے کے لیے بھیجا۔ اس لشکر میں حضرات ابوبکرؓ، عمرؓ اور قیسؓ شامل تھے۔ لشکر کا راشن ختم ہو گیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ صحابہ کرام درختوں کے پتے کھانے لگے۔ لشکر کے کمانڈر نے سوچا کہ اگر اس حالت میں لڑائی ہوئی تو کیا ہوگا۔ حضرت قیسؓ (سخی ابن سخی) نے یہ منظر دیکھا تو ان سے رہا نہ گیا اور اردگرد کے قبائل کے پاس گئے اور اعلان کیا کہ کوئی مجھے ادھار پر اونٹنیاں بیچے تو میں اسے ان کی قیمت میں مدینے میں کھجوریں دوں گا۔

آخر ایک اونٹوں کے مالک نے ان کے والد کی پہچان کے بعد ان کو ادھار پر اونٹنیاں دے دیں اور تین روز تک اونٹنیاں ذبح کر کے لشکر کو کھلاتے رہے۔ پھر ابوعبیدہؓ نے مزید اونٹنیاں ذبح کرنے سے روک دیا۔ وقائع نگار لکھتے ہیں کہ قیسؓ ابوعبیدہؓ کے منع کرنے پر ناراض ہوئے اور اس سے کہا کہ میرے والد لوگوں کی طرف سے قرض ادا کرتے ہیں، بھوکوں کو کھانا کھلاتے ہیں اور تھکے ماندے لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ کیا وہ مجاہدوں کی غذا کا بوجھ اٹھانے سے پیچھے ہٹیں گے۔ حضرت ابوعبیدہؓ اور قیسؓ کے درمیان بحث چل رہی تھی کہ قدرت نے سمندر کی بہت بڑی مچھلی دلائی جس سے کافی دن تک مجاہد کھاتے رہے۔ جب نبی ﷺ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: **الجود من شیمة اهل ذلك البیت۔** ''سخاوت اس گھرانے کی عادت رہی ہے''۔

حضرت قیسؓ جب مدینہ منورہ پہنچے تو ان کے والد نے ان سے کہا کہ تو نے تین دن سے زیادہ لشکر کی خوراک کا بندوبست کیوں نہیں کیا۔ انھوں نے جواب دیا کہ لشکر کے امیر ابوعبیدہ نے مجھے مزید خرچ کرنے سے یہ کہہ کر روک دیا کہ تمہارے پاس تمہاری اپنی ملکیت نہیں ہے۔

حضرت سعدؓ نے اپنے خوش بخت پیارے بیٹے کی بات سن کر اعلان کیا کہ آج سے فلاں فلاں کھجور کے باغ تجھے دیے۔ ان کا دستاویز ابھی لکھوالو۔ یہ دستاویز لے کر حضرت قیس ابوعبیدہ کے پاس پہنچے اور ان سے گواہی کے دستخط لیے۔

کچھ دنوں کے بعد اونٹنیوں کا مالک بدوی مدینہ منورہ پہنچا تو قیس نے ان چار باغوں میں سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک باغ کی کھجوریں اتروا کر اسے تول کر دیں اور قرض ادا کر دیا۔

سخاوت کے دیگر واقعات:

حضرت قیسؓ اکثر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے رہتے تھے۔

اللھم ارزقنی مالا فانه لا یصلح الفعال الابه ال؛

یا اللہ مجھے دولت عطا کر کیونکہ دولت کے بغیر نیک اعمال ادا نہیں ہوتے۔ ابن الاثیر لکھتے ہیں: ان کی سخاوت کے بہت سے قصے اور روایت ہمیں پہنچی ہیں مگر طوالت سے بچنے کے لیے ان کی تفصیل نہیں لکھی جا سکتی۔ یہاں پر قیس کی سخاوت کے کچھ مختصر واقعات نقل کیے جاتے ہیں تا کہ پڑھنے والوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ رسول اکرم ﷺ نے جس قوم کو تیار کیا اور جس قوم نے پوری دنیا کو اپنے اخلاق و کردار سے متاثر کیا اس میں کون کون سی خوبیاں تھی۔

الف: ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں ایک مرتبہ قیس سے کسی شخص نے تیس ہزار درہم قرض لیا۔ کچھ وقت کے بعد وہ رقم واپس دینے گیا تو قیس نے لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ جو چیز میں کسی کو دیتا ہوں تو پھر اس سے واپس نہیں لیتا:

ب: ابن عبدالبر قرطبی کی روایت ہے: ایک مرتبہ ایک مسکین بوڑھی عورت قیس کے پاس گئی اور کہا کہ میرے گھر میں چوہے نہیں ہیں۔ بنوخزرج کے عقل مند سردار نے بوڑھی کا یہ کنایہ سمجھ لیا اور اس نے کہا میں تیرے گھر کو چوہوں سے بھر دوں گا۔ اس کے بعد اس نے اپنے خادموں کو حکم دیا کہ مختلف قسم کا سامان اور کھانے پینے کی چیزیں اس عورت کے گھر پہنچاؤ اور اس کو چھت تک مال سے بھر دو۔

ج: وہ جہاں کہیں بھی رہتے تھے وہاں ان کا یہ معمول تھا کہ زیادہ کھانا تیار کرواتے تھے اور ان کے خادم رات کے وقت گلیوں اور سڑکوں پر نکل کر یہ اعلان کرتے رہتے تھے لوگو آؤ، گوشت اور ثرید کا کھانا تیار ہے۔

د: قیسؓ کے نامی گرامی باپ سعدؓ بن عبادہ نے شام کی طرف جانے سے پہلے اپنی پوری جائیداد اپنی اولاد میں تقسیم کر کے دے دی۔ سعدؓ کے جاتے وقت اس کی بیوی کو حمل تھا جس کی اس کو خبر نہ تھی بعد میں اس کو بچہ پیدا ہوا۔ اس وقت ابوبکرؓ اور عمرؓ موجود تھے۔ انھوں نے قیسؓ سے اس مسئلے پر گفتگو کی اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسے کہا کہ سعد جو تقسیم کر کے گئے ہیں، ان حصوں سے ہر وارث کو کچھ حصہ چھوڑ دینا چاہیے۔ اس طرح اس نئے پیدا ہونے والے بچے کا حق ادا ہو جائے گا۔ قیس نے جواب دیا۔ میں سعدؓ کی تقسیم میں کوئی تبدیلی نہیں کروں گا البتہ اپنے حصے کی پوری جائیداد نئے پیدا ہونے والے بچے کے حوالے کرتا ہوں۔

ہ: ہشام بن عروہ روایت کرتے ہیں۔ حضرت معاویہؓ کے دور میں اس نے قیسؓ سے نوے ہزار دینار میں کچھ جائیداد خریدی۔ قیسؓ کو جیسے ہی رقم ملی فوراً اس نے مدینے میں اعلان کرایا کہ جس کو بھی قرضہ چاہیے وہ قیسؓ کے گھر سے لے جائے۔ اسی طرح چالیس یا پچاس ہزار دینار لوگ اس سے قرض کے طور پر لے گئے اور ہر قرض دار سے الگ الگ دستاویز لکھوا لیے۔ جو رقم بچ گئی اس کو انعام واکرام کے طور پر تقسیم کر دیا۔ اس واقعے کے کچھ عرصہ بعد وہ بیمار ہو گئے۔ انھوں نے محسوس کیا کہ کافی سارے متعلقین اس کی مزاج پرسی کے لیے نہیں آئے ہیں، باشعور انسان تھے بات سمجھ گئے اور انھوں نے اپنی بیوی کو آواز دی:

قریبہ! یہ لوگ میرے مقروض ہیں اور انھوں نے رقم وعدے کے مطابق نہیں ادا کی ہے۔ اس لیے شرم کے مارے میرے پاس نہیں آتے۔ یہ قرض کے دستاویز لو! ہر کسی کو ان کے گھر بھیج دو اور ان کو اطلاع کردو کہ میں نے ان سب کا قرض معاف کر دیا ہے۔

سعدؓ کے اس اعلان سننے کے بعد اتنے لوگ اس کے گھر میں جمع ہوئے کہ گھر کے اوپر والے طبقے کی سیڑھی ٹوٹ گئی۔

حافظ ابن کثیر نے قیسؓ بن سعد کے حالات بیان کرتے ہوئے اپنے راویوں اور سند سے ایک واقعہ بیان کیا ہے۔ ہم اسے یہاں نقل کرتے ہیں اس سے ناظرین کو اندازہ ہوگا کہ اس خیر و برکت والے بہترین تاریخی دور نے کتنے عظیم انسان پیدا کیے۔ واقعہ اس طرح ہے۔

ایک مرتبہ حرم پاک مدینہ منورہ میں تین آدمیوں نے اس بات پر آپس میں گفتگو کرتے ہوئے اختلاف کیا کہ اس دور میں اس شہر میں سب سے بڑا سخی مرد کون ہے۔ ایک نے کہا کہ عبداللہ بن جعفر طیارؓ۔ دوسرے نے کہا کہ قیس بن سعدؓ اور تیسرے نے کہا کہ عرابہ اوسیؓ، آپس میں باتیں کرنے میں تینوں آدمیوں نے اتنا شور کیا کہ دوسرے لوگ بھی ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے ان سے کہا کہ آپس میں لڑتے کیوں ہو؟ ہر ایک اپنے اپنے ساتھی کی طرف جائے پھر دیکھے وہ کون سی سخاوت دکھلاتا ہے۔ ہم آنکھوں سے دیکھ کر فیصلہ کر دیں گے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو شخص عبداللہ بن جعفر طیارؓ کی طرف گیا اس نے دیکھا کہ وہ اپنی زمین کی طرف جانے کے لیے اپنے سازوسامان کو ایک اونٹنی پر لاد کر اس پر سوار ہونے والے تھے۔ اجنبی نے آواز دی۔ اے رسول اللہ کے چچا زاد بھائی کے بیٹے، میں مسافر اور بے سہارا ہوں سو میری مدد کریں۔ عبداللہ بن جعفرؓ نے اونٹ کے رکاب سے پاؤں نکالا اور اجنبی سے کہا کہ یہ سازوسامان کے ساتھ میں نے تجھے دے دیا۔ بس اتنا خیال رکھنا کہ سامان والی خرزین میں جو تلوار ہے اس کا ادب کرنا۔ وہ علیؓ بن ابی طالب کی تلواروں میں سے ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ آدمی اونٹنی کے ساتھ حرم میں اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور ان کو حقیقت حال سے آگاہ کیا۔ انھوں نے اس خرزین کو کھول کر دیکھا تو اس میں ریشمی کپڑے اور دوسرا قیمتی سازوسامان تھا۔ اس کے علاوہ چار ہزار سونے کی اشرفیاں بھی رکھی ہوئیں تھیں۔ ان سب سے قیمتی چیز حیدر کرارؓ کے ہاتھوں کی تلوار تھی۔

جو آدمی قیسؓ کے پاس گیا اس نے اس کے دروازے پر دستک دی تو ایک لونڈی نکل آئی پوچھا: کیا کام ہے۔ اس نے کہا: پردیسی خالی ہاتھ مسافر ہوں۔ امداد کی امید لے کر اس دروازے پر آیا ہوں۔ لونڈی نے جواب دیا: قیسؓ آرام کر رہے ہیں اور تمھارا مسئلہ اتنا پیچیدہ نہیں ہے کہ اس کے لیے قیسؓ کو نیند سے بیدار کیا جائے۔ اس وقت قیس کے گھر میں صرف سات سو سونے کی اشرفیاں ہیں اور وہ میں آپ کے حوالے کرتی ہوں۔ یہ بول کر لونڈی نے سات سو اشرفیوں کی تھیلی اس کے ہاتھ میں تھما دی اور بولی یہاں سے سیدھا شہر سے باہر قیسؓ کے اونٹوں کے باڑے میں جاؤ۔ وہاں میرا نام لے لینا تو ایک اونٹنی اور ایک غلام تمہارے حوالے کیا جائے گا۔ وہ لے کر اپنی راہ لینا۔ وہ شخص تھوڑی دیر میں وہ اشرفیوں کی تھیلی اور غلام اور اونٹ لے کر اپنے لوگوں کے پاس آیا۔ نیند پوری کرنے کے بعد قیسؓ بیدار ہوئے، تو لونڈی سے کہا۔ جا تو آزاد ہے۔ بہتر یہ تھا کہ تم مجھے جگاتی۔ معلوم نہیں کہ اس پردیسی مسافر کی اس سے ضرورت پوری ہو گی یا نہیں۔ میں اس کو اتنا دیتا کہ دوبارہ اس کو کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت نہ ہوتی۔

تیسرا شخص عرابہ اوسی کے بارے میں پوچھتا ہوا گیا کہ وہ اس کو راستے میں مل گئے۔ اس وقت عرابہؓ اپنی دونوں آنکھوں سے معذور ہو چکے تھے اس لیے وہ دو غلاموں کے کندھوں کا سہارا لے کر نماز کے لیے حرم کی طرف آ رہے تھے۔

اس نے عرابہؓ کو سلام کیا اور ضرورت بیان کی۔ عرابہؓ، میں منزلیں طے کرنے والا خالی ہاتھ مسافر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوں۔اس نے صرف اتنی بات کی کہ عرابہؓ بول پڑے۔زیادہ کچھ نہ بولو یہ دونوں غلام تجھے دے دیے۔

یہ بول کر اس نابینا معذور نے اپنے ہاتھ ان کے کندھوں سے اٹھا کر حسرت کے ساتھ ہاتھ ملنے اور سرد آہیں بھرنے لگے۔ پھر کہا۔ افسوس کہ مخلوق خدا کے حقوق ادا کرتے ہوئے گھر میں کچھ بھی نہ چھوڑا ہے، فقط یہ دو غلام دینے میں شرم آ رہی ہے۔اس پر اجنبی نے کہا: آپ معذور اور مجبور ہیں۔اس لیے میں آپ کے یہ دونوں غلام نہیں لوں گا۔

اب عرابہؓ کو اور زیادہ دکھ ہوا اور اجنبی سے کہا: تم نہ لوگے پھر بھی میں نے ان کو آزاد کیا۔ چاہو تو تم ان کو لے جاؤ اور چاہو تو ان کو چھوڑ دو تا کہ یہ اپنی راہ لیں۔

جب تینوں اجنبی واپس آ کر اپنے دوستوں سے ملے تب سب نے رائے دی کہ بے شک عبداللہ بن جعفرؓ نے بہت زیادہ فیاضی دکھائی اور علیؓ بن ابی طالب کی تلوار جو بلاشبہ ایک بہت قیمتی چیز ہے وہ بھی دے دی۔ پھر کہا کہ قیسؓ کو خراج تحسین اور آفرین ہے کہ اس نے اپنی لونڈی کو اپنی ملکیت میں صرف کرنے کا نہ صرف اتنا اختیار دیا ہے بلکہ شکر گزاری کے طور آزاد بھی کر دیا۔

پھر سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ عرابہ اوسیؓ سب سے بڑے سخی ہیں اس لیے کہ ان کے پاس جو کچھ تھا وہ سب دے دیا اور جس حال میں انھوں نے یہ سخاوت کی اس کے لیے بڑے دل گردے کی ضرورت ہے۔

فذلك آبائي فجئني بمثلهم　　　اذا جمعتنا يا جرير المجامع

یہ میرے آبا و اجداد اور بزرگ ہیں۔ جب مجمع لگے اور لوگ جمع ہوں تو ان جیسے لے کر آ ؤ۔

یہ ہے ہماری وہ روشن، جود و سخا اور خدمت خلق اور شفقت علی الخلق کی تاریخ لیکن آج ہماری کنجوسی، حرص مال اور دولت جمع کرنے کی حالت دوسری اقوام سے بدتر ہی ہے۔ بہتر تو بہر حال نہیں ہے۔اے کاش ہم اس تاریخ کی طرف لوٹتے اور اپنے بزرگوں کے طریقے کو اپناتے۔

حضرت قیس بن سعدؓ حضرت معاویہؓ کی خلافت کے آخری دور میں مدینہ منورہ میں فوت ہوئے اور جنت البقیع میں دفن کیے گئے۔ (سیرت صحابہ۔ ج ۲۔ سید علی میر شاہ)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ششم

اسلامی احکام میں خدمتِ خلق کا پہلو

دینِ اسلام میں زکوٰۃ کا مقام	۴۰۳	زکوٰۃ کی امتیازی خصوصیات	۴۲۴
فرضیتِ زکوٰۃ کا عقلی تقاضا	۴۰۴	زکوٰۃ کے علاوہ دیگر مالی انتظام	۴۲۵
زکوٰۃ کے نظام کا عادلانہ ہونا	۴۰۶	الف) مالِ غنیمت	۴۲۷
نصابِ زکوٰۃ	۴۰۹	ب) فَے	۴۲۷
مصارفِ زکوٰۃ میں حکمت کا پہلو	۴۱۰	ج) اسلامی مملکت کے دیگر ذرائع آمدنی	۴۲۸
مصارفِ زکوٰۃ	۴۱۰	کفارات (حکمتیں اور مصلحتیں)	۴۲۹
عاملین	۴۱۱	کفارات کی حیثیت	۴۳۰
محکمۂ زکوٰۃ کا قیام	۴۱۲	کفارے کی قسمیں	۴۳۲
بیت المال	۴۱۳	۱) کفارات سے تینوں حقوق کا ادا ہونا	۴۳۲
طالب العلم اور زکوٰۃ	۴۱۵	۲) کفارات کی ادائیگی سے گناہوں کا	۴۳۳
حاجت مند کو زکوٰۃ کتنی دی جائے؟	۴۱۷	مٹ جانا	
مصارفِ زکوٰۃ میں وسعت اور توسع	۴۱۷	۳) فلاحِ آخرت	۴۳۴
غربت ختم کرنے میں زکوٰۃ کا کردار	۴۱۹	۴) اطمینانِ قلب و روح حاصل ہونا	۴۳۴
نکاح کے حاجت مند کا مستحقِ زکوٰۃ ہونا	۴۲۰	۵) کفارات ادا کرنے کا معاشی پہلو	۴۳۴
خرید کتب کے لیے زکوٰۃ دینا		۶) کفارات کی ادائیگی اور معاشرے	۴۳۵
معاشی بحالی اور معیارِ زندگی	۴۲۱	میں خوشگواری	
تقسیمِ زکوٰۃ میں اسلام کی حکمت	۴۲۲	فدیہ	۴۳۵
زکوٰۃ اور اجتماعی کفالت	۴۲۳	کفارہ اور فدیہ میں فرق	۴۳۶

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیت (مقتول کے پس ماندہ افراد کی مالی کفالت)	۴۳۷	صدقات وخیرات کی ادائیگی کی شرائط	۴۴۵
عمومی مالی جرمانے	۴۳۹	غربت ختم کرنے کے تین بنیادی عوامل	۴۴۵
القسامہ	۴۳۹	۱۔ مفلس کی ذات	۴۴۵
قربانی وصدقہ وفطر	۴۳۹	۲۔ عام مسلمانوں کا کردار	۴۴۶
نذر (منت) ماننا	۴۴۰	۳۔ مسلم حکومت کی ذمہ داری	۴۴۶
انفاق نفلی	۴۴۱		

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلامی احکام میں خدمتِ خلق کا پہلو

دینِ اسلام نے اپنے پیروکاروں میں خدمتِ خلق کے جذبے کو پروان چڑھانے، انفاق فی سبیل اللہ پر ابھارنے، غربت مٹانے اور لوگوں کی مالی ضروریات پوری کرنے کے لیے ایک جامع کفالتی (اجتماعی کفالت کا) نظام دیا ہے۔ اس نظام کے بنیادی قواعد وضوابط اور ترغیبات کا تذکرہ قرآن مجید، احادیثِ مبارکہ، سیرتِ انبیاء اور اسوۂ صحابہ کی روشنی میں مطالعہ کے لیے پیش کیا گیا۔

ان ترغیبات، ارشادات اور اعمال کی روشنی میں علماء اور فقہاء کرام نے تفصیلی قانون سازی کر کے مسلمانوں کے لیے رفاہی فقہی قوانین اور ان کی جزئیات کی صورت میں ایک مفصل ضابطہ ترتیب دیا ہے۔ آئندہ صفحات میں ان قوانین کو اجمالی طور پر بیان کیا جائے گا جس سے یہ بات واضح ہو گی کہ شریعت مطہرہ نے زکوٰۃ، صدقاتِ واجبہ اور نافلہ، مالی جرمانوں، بعض مالی سزاؤں اور کفارات کی صورت میں جو قوانین مقرر کیے ہیں، ان میں تنبیہ وسزا کے ساتھ رفاہی کاموں اور خدمتِ خلق کا پہلو خصوصیت سے پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔

ان قوانین کا مطالعہ کرتے ہوئے یہ بات بارہا سامنے آتی ہے کہ یہ قوانین تو افراد کے لیے ہیں۔ بلاشبہ اکثر قوانین افراد کے لیے ہیں، لیکن ان میں سے بعض اجتماعی نظام اور اسلامی حکومت کے نظام سے تعلق رکھتے ہیں جیسے زکوٰۃ، مالِ غنیمت اور فے وغیرہ جو اجتماعیت لیے ہوئے ہیں۔ یہ اموال جمع بھی اجتماعی طور پر ہوتے ہیں اور خرچ بھی اجتماعی طور پر ہوتے ہیں۔ درحقیقت اسلام نے اپنے پیروکاروں کو انفرادی اور اجتماعی دونوں پہلوؤں سے انفاق اور خدمتِ خلق کرنے کی ترغیب دی ہے تاکہ کسی وقت اور کسی حالت میں یہ جذبہ سرد نہ ہونے پائے۔ مسلمان چاہے اقلیت میں رہتا ہو یا اکثریت والے علاقے میں، بہرحال انفاق کرتے رہنا چاہیے۔

ایک شخص کوئی قصور یا گناہ کا کام کر بیٹھتا ہے تو اسلام نے اس کے گناہ کا کفارہ (اسے مٹانے والا طریقہ) ایسا مقرر کیا ہے کہ ہر شخص اس پر کسی نہ کسی صورت میں عمل کر کے اپنے آپ کو پاک کر سکتا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔اس سے ایک طرف اس کے ضمیر کا بوجھ ہلکا ہوگا تو دوسری جانب اس کے کفارے سے کسی غریب کا پیٹ بھر جائے گا اور اس گناہ سے وہ شخص تائب ہو جائے گا اور ساتھ ہی اس کی آخرت بھی سدھر جائے گی۔گویا یہ گوناگوں کفارات اس کے گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہو جائیں گے۔

لہٰذا اس باب میں زیادہ تر تذکرہ ان احکام اور قوانین کا کیا جائے گا جو کلی یا جزوی طور پر خدمتِ خلق سے تعلق رکھتے ہیں اور گناہوں کا کفارہ بنتے ہیں۔اس ضمن میں بعض ان ضابطوں اور اصولوں کا تذکرہ بھی ہوگا جو غرباء کی ضروریات اور حاجات پوری کرنے کے لیے اسلام میں مالی معاملات سے تعلق رکھتے ہیں۔

یہ باب اپنے موضوع کے لحاظ سے کافی وسیع ہے اور اس کی جزئیات بہت زیادہ ہیں۔ان کا مطالعہ کرنے ،انھیں قلم بند کرنے اور ان کی تشریح کرنے کے لیے وسعت علمی و کثیر الفرصتی کی ضرورت ہے۔تاہم مشتے نمونہ از خروارے کی کہاوت کے مطابق مختلف انفاقات اور مالی معاونات کے عنوان پر مختصر سی ان کی تشریح اور توضیح ہوگی۔البتہ ان کی تفصیل ضخیم کتابوں میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔خاص طور پر ان کتب کے ان ابواب اور فصول میں دیکھی جائے جو اسلام کے مالی نظام پر مرتب کی گئی ہیں۔

خدمتِ خلق اور رفاہی کاموں کے نقطۂ نظر سے یہ مطالعہ دلچسپ ہونے کے ساتھ موجودہ دور کی غربت اور فقر مٹانے میں مشعلِ راہ بھی بن سکتا ہے۔حکومتِ وقت اگر پورا اسلامی نظام قائم کرے اور اس پہلو سے قوانین بنائے تو غربت کم کرنے میں مددگار ہوں گے۔

اسلام کے مالی نظام کے اس پہلو پر توجہ بہت کم دی گئی ہے۔ ہمارے فقہاء نے زیادہ احکام یعنی اس حکم سے فرض، واجب، سنت موکدہ اور غیر موکدہ، مستحب و مباح ہونے پر زور دیا ہے۔اس کے رفاہی پہلو، حکمت و مصلحت پر توجہ کم دی ہے۔شاہ ولی اللہؒ نے اس پہلو پر بحث کی ہے تاہم ان کی بحث زیادہ علمی اور فلسفیانہ ہے اور عام شخص کے علم و شعور سے بالا ہے۔

دینِ اسلام میں زکوٰۃ کا مقام:

زکوٰۃ دینِ اسلام کے معجزات میں سے ایک معجزہ اور فرائض میں سے ایک فریضہ ہے۔اس سے اسلام کا عنداللہ ہونا اور دین کا تاقیامت ابدی ہونا معلوم ہوتا ہے۔اس کے ذریعے غریبوں کو غربت و

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فقر سے نکالنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔ یہ ایسی کوشش ہے کہ جس میں نہ کسی خونی انقلاب کی ضرورت ہے اور نہ ہی افراد، تنظیموں اور جماعتوں کی طرف سے پرزور مطالبہ کی حاجت ہے۔ صرف مسلمانوں کی تربیت اس طرح کی جائے کہ وہ زکوٰۃ کی فرضیت کو سمجھ لیں تو خود بخود ادائیگی زکوٰۃ کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ یہ اسلام کے بنیادی معاشی اصولوں میں سے ایک بڑا اصول، اس کے عملی ارکان اربعہ میں سے ایک اہم رکن، اس کا عظیم شعار اور اس کی بنیادی عبادات میں سے ایک اہم عبادت ہے۔ زکوٰۃ کا فریضہ سابقہ اُمتوں میں بھی تھا۔ سورۃ الانبیاء میں ابراہیم، لوط، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے رب تعالیٰ نے فرمایا: ''اور ہم نے ان کو امام بنا دیا جو ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے تھے اور ہم نے انھیں وحی کے ذریعے نیک کاموں کی اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کی ہدایت کی اور وہ ہمارے عبادت گزار بندے تھے''۔ (الانبیاء۲۱:۷۳)

قرآن مجید اور سنت مطہرہ نے نماز اور زکوٰۃ کو ایک ساتھ بیان کیا ہے۔ چنانچہ نماز دین کا ستون ہے سو جس نے اس ستون کو گرا دیا، اس نے دین کو ڈھا دیا اور زکوٰۃ دین کا پل (قَنطَرَہ) ہے۔ حضرت جابرؓ بن زید کہتے ہیں کہ زکوٰۃ اور نماز کی فرضیت یکساں ہوئی ہے اور ان کے درمیان فرق نہیں ہے۔ وہ مزید کہتے ہیں کہ نماز زکوٰۃ کی ادائیگی کے بغیر قبول نہیں ہوتی۔ نیز وہ کہتے ہیں کہ ابوبکرؓ کتنے بڑے فقیہ اور دین کے دانا تھے کہ انھوں نے مانعین زکوٰۃ سے کہا ''واللہ لا قاتلن من فرق بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ'' (اللہ کی قسم ہر اس شخص سے میں لڑوں گا جس نے نماز اور زکوٰۃ کے درمیان فرق کیا)۔

(مشکلۃ الفقر الدکتور یوسف القرضاوی، ص۲۹)

قرآن مجید نے ادائیگی زکوٰۃ کو مومنوں، محسنوں، ابرار اور متقیوں کی صفات شمار کیا ہے اور اس کی عدم ادائیگی کو مشرکوں اور منافقوں کی خصوصیات گنوایا ہے۔

- زکوٰۃ کی ادائیگی کے بغیر انسان ان مومنوں کی تنظیم میں شامل نہیں ہو سکتا جن کے لیے فوز و فلاح ہے، جنت الفردوس ان کا ٹھکانہ ہے اور ان کے لیے ہدایت و خوشخبری کی نوید ہے۔ (المومنون:۴)
- زکوٰۃ دیے بغیر مسلمان محسنین کے زمرے میں شامل نہیں ہو سکتا۔ (لقمان:۳۔۴)
- زکوٰۃ دینے سے ہی بندہ نیکوکار متقین میں سے ہو سکتا ہے۔ (البقرہ۲:۱۷۷)
- ادائیگی زکوٰۃ کے بغیر بندہ مشرکوں کے گروہ سے جدا اور ممتاز نہیں ہو سکتا۔ (التوبہ۹:۶۷)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- زکوٰۃ دیے بغیر مسلمان منافقوں کے گروہ سے ممیز نہیں ہوسکتا۔ (الاعراف ۷:۱۵۶)
- زکوٰۃ کی ادائیگی کے بغیر بندہ اللہ تعالیٰ کی اس رحمت کا حق دار نہیں ہوسکتا جو اللہ نے مومنوں، متقیوں اور زکوٰۃ دینے والوں کے لیے لکھی اور لازم کی ہے۔ (التوبہ ۹:۷۱۔ المائدہ ۵:۵۵)
- زکوٰۃ ادا کیے بغیر بندہ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور مومنوں کی ولایت (دوستی) کا مستحق نہیں بن سکتا۔ (الحج ۲۲:۴۰۔۴۱۔ التوبہ ۹:۳۴۔۳۵)
- زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کے بارے میں اسلام نے دنیا و آخرت میں سخت وعید (گرفت کی بات) سنائی اور بڑی سزا بتائی ہے۔ (آل عمران ۳:۱۸۰)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیاوی سزا کے بارے میں ارشاد فرمایا: جس قوم (گروہ) نے زکوٰۃ ادا نہ کی تو اللہ تعالیٰ اسے قحط (خشک سالی) میں مبتلا کر دے گا۔ (ابن ماجہ، بزار، البیہقی)

دوسری حدیث میں ہے "جو لوگ اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا کرنے سے رک جائیں تو آسمان سے بارش روک دی جائے گی اور اگر جانور نہ ہوتے تو بارش نہ برستی"۔ (البیہقی والبزار)

ایک اور حدیث میں ہے کہ جس مال میں صدقہ (واجبہ) یا آپ ﷺ نے فرمایا زکوٰۃ شامل ہو جائے تو اسے خراب کردے گی"۔ (احمد، النسائی، ابوداؤد)

یہ تعزیری سزائیں اللہ کی طرف سے اس دنیا میں ملتی ہیں۔ البتہ دنیا میں حکومتِ وقت کی طرف سے تارکِ زکوٰۃ اور مانع زکوٰۃ کے لیے اچھی خاصی سزائیں ہیں جیسے ایسے فرد سے زبردستی زکوٰۃ وصول کرنا، جسمانی سزا دینا اور قید میں ڈال دینا وغیرہ۔ لیکن اگر کوئی زکوٰۃ کا انکار کردے تو قرآن و حدیث کا انکار کرنے کی وجہ سے وہ مرتد ہے اور مرتد کی سزا اگر وہ توبہ نہ کرے تو موت ہے۔

زکوٰۃ کے بارے میں اتنی تاکید اور شرعی لحاظ سے سزائیں اس لیے ہیں کہ یہ اسلام کے ان ارکان میں سے جن پر اسلام کی بنیاد قائم ہے۔

فرضیتِ زکوٰۃ کا عقلی تقاضا

۱) کمزوروں کی مدد کرنا: مصیبت کے مارے، کمزور اور آفت زدہ کی مصیبت پر پہنچنا انسانی وفطری تقاضا ہے۔ اس طرح اپنے کمزور بھائیوں کو سہارا دے کر قرض ادا کرنے کے قابل بنانا۔

۲) قرض ادا کرنے کا وسیلہ: فقہا نے اسے فرض ادا کرنے کا وسیلہ بتایا ہے اور فرض ادا کرنے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا وسیلہ بھی فرض ہوتا ہے۔ جب کسی بھوکے کو پیٹ بھر کر کھانا کھلایا جائے گا اور اس کی ضروریات پوری کی جائیں گی تو وہ اللہ کی عبادت کے لیے خوشی سے تیار ہوگا اور یکسوئی سے عبادت کرے گا۔ مالی پریشانی اور ناکامی سے دل پریشان ہوگا۔ شیخ سعدی نے کہا:

خداوند روزی بحق مشتغل ۔ پراگندہ روزی، پراگندہ دل

''جسے روزی ملے تو وہ حق میں مشغول ہوتا ہے اور پریشان روزی والا پریشان دل ہوتا ہے''۔

۳) روح کی تطہیر: زکوٰۃ صاحب زکوٰۃ کی روح کو گناہوں کی دلدل سے نکال کر اس کے اخلاق کو جود و سخا سے معمور کرتی ہے۔ اس سے حرص و لالچ اور بخل و کنجوسی دور کر دیتی ہے۔ کیونکہ انسانی نفس میں مال کی محبت فطری اور لازمی جز کے طور پر موجود ہے۔ جس بنا پر نفس سخاوت سے معمور ہو کر امانتیں ادا کرنے اور مستحقین کے حقوق ادا کرنے کے خوگر ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کیفیت کو اس طرح بیان فرمایا:

''ان کے مالوں سے صدقہ (زکوٰۃ) وصول کر کے انھیں پاک کر دیں اور اس کے ذریعے نفسوں کا تزکیہ کریں'' (التوبہ۹:۱۰۳)۔ زکوٰۃ کی ادائیگی سے انسان میں سے اخلاقی اور روحانی بیماریاں ختم ہو جاتی ہیں، مال خرچ کرنے میں فراخ دل ہو جاتا ہے اور مال کی محبت دل سے ختم ہو جاتی ہے نیز مال میں برکت ہو جاتی ہے اور دنیا و آخرت میں فائدے زیادہ ہوں گے۔

۴) اسلامی معیشت کا ستون: زکوٰۃ چونکہ اسلامی نظامِ معیشت کا ستون ہے جس کی ادائیگی سے معاشرے میں معاشی توازن قائم ہوتا ہے۔ دولت کی تقسیم ہوتی ہے اور دولت کسی ایک فرد یا گروہ کے پاس نہیں رہتی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ (الحشر۵۹:۷)

''تا کہ دولت تمہارے مالداروں میں گردش کرتی نہ رہے''۔

۵) احساسِ محرومی نہ رہنا: زکوٰۃ کی ادائیگی کے ذریعے غریبوں، مسکینوں اور محتاجوں سے احساسِ محرومی ختم ہو جاتا ہے اور ان کے دلوں سے مالداروں کے خلاف کینہ، حسد، نفرت اور بدخواہی نکل جاتی ہے۔

۶) طبقاتی کشمکش کا ختم ہونا: زکوٰۃ کی ادائیگی کی پابندی کرنے سے مالداروں کے دلوں سے بخل، خودغرضی، لالچ، حرص اور مال کی محبت دلوں سے کم ہو جاتی ہے اور ان کی جگہ پر غریبوں سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمدردی، رحمت اور شفقت کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اس طرح امیروں اور غریبوں کے درمیان اقتصادی تعاون قائم ہو جاتا ہے اور وہ ایک دوسرے کے قریب ہو جاتے ہیں اور طبقاتی کشمکش ختم ہو جاتی ہے۔

۷) زکوٰۃ شکرِ نعمت کا ذریعہ: اللہ تعالیٰ نے دولت مند لوگوں کو اپنی نعمتوں سے نوازا اور کتنی ہی باتوں میں مالی کشادگی عطا کی ہے۔ جس کی بنا پر اس مالی کشادگی سے وہ نفع اٹھاتے ہیں اور مزے لیتے ہیں اس لیے ان پر نعمتوں کا شکر ادا کرنا لازم ہے اور یہ شکر زکوٰۃ دینے سے اچھی طرح ادا ہو جاتا ہے۔

یہ زکوٰۃ کے مادّی اور روحانی پہلو کا تذکرہ تھا۔ تاہم زکوٰۃ کی عدم ادائیگی کی سزا کی نوعیت تعزیری ہے۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ حاکمِ وقت اصحاب الحل والعقد (وہ لوگ جو اپنے علم و عمل اور فہم و فراست سے تفقہ فی الدین سے واقف ہوں) کی مدد سے تعزیری سزا میں کمی و بیشی ہو سکتی ہے۔

۸) زکوٰۃ سے مالی حقوق کا ادا ہونا: اسلام نے زکوٰۃ کو غریبوں کا حق قرار دیا ہے، لہٰذا یہ حق کسی صورت میں ساقط نہیں ہو سکتا یعنی ایک مرتبہ لازم ہونے کے بعد وہ ساقط نہیں ہوتا حتیٰ کہ کوئی شخص زکوٰۃ فرض ہونے کے بعد فوت ہو جائے یا شہید ہو جائے تو اس سے بھی ساقط نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کی میراث سے اسے ادا کرنا ضروری ہے۔ فقہاء نے واضح طور پر بیان کیا ہے۔ چونکہ اس میں تین حق جمع ہو جاتے ہیں، ایک حق اللہ ہے جو انسان کا خالق و رازق ہے، اس مال کا عطا کرنے والا ہے اور کائنات کی بہت سی اشیاء عطا کرنے والا ہے۔ دوسرا حق العباد ہے، یہ اس لیے کہ وہ فقر اور غربت کی وجہ سے اپنے مالدار بھائیوں کے مال میں اخوتِ اسلامی اور وحدتِ انسانی اور عقیدے کی بنا پر شریک ہیں اور تیسرا حق النفس والمال ہے۔ یعنی نفس کو برائیوں سے پاک کرے اور اسے دوزخ کی آگ سے بچائے اور مال کو پاک و صاف کرے۔ لہٰذا اسے دوسرے قرضوں کی ادائیگی سے پہلے ادا کرنا لازم ہے۔

امام ابوعبداللہ محمد فخر الدین رازی (۶۰۶ھ) نے فقیر اور حاجت مند کا غنی کے مال میں حق ہونے کے تین اہم وجوہ تحریر کیے ہیں۔ جن کا اختصار یہ ہے:

(۱) جب کسی انسان کو اس کی ضرورت کے مطابق مال حاصل ہوتا ہے تو وہ اس سے فائدہ حاصل کرنے کے لیے اپنی حاجت کی وجہ سے زیادہ مستحق ہے۔ اس لیے اس پر کوئی زکوٰۃ نہیں ہے۔ البتہ جب وہ مال اس کی ضرورت سے زیادہ ہو جائے اور دوسرا کوئی ضرورت مند بھی اس میں سائل بن کر حاضر ہو تو اس کا بھی حق ہے۔ البتہ صاحبِ مال کے اس میں دو حق ہیں۔ اس بنیاد پر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ اس نے اس کے کمانے اور سنبھال کر رکھنے کی کوشش کی ہے اور دوسرا یہ کہ اس کا اس مال سے فطری وطبعی وقلبی تعلق ہے اور یہ خود انسان کی ضرورت ہے۔ البتہ فقیر کی صرف اپنی ضرورت ہے۔ اس لیے شریعت نے مالک کا دوہرا حق مانا ہے۔ حقوق کے ٹکراؤ میں صاحبِ مال کو ترجیح دی۔ اس لیے اس کے پاس زیادہ مال رہنے دیا اور فقیر کو بقدرِ ضرورت دیا۔

(۲) انسان کے پاس جب ضرورت سے زیادہ مال ہوگا اور گھر میں بے کار رکھا ہوگا تو مال کی جو غرض و غایت ہے، وہ منجمد ہو جائے گی اور مال بے کار ہو جائے گا۔ لہٰذا اسلام نے ترغیب دی ہے کہ وہ اس مال کو حرکت میں لائے اور اس سے پیداوار بڑھائے، اس لیے پیداوار کے ذرائع پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔ البتہ اس سے جو آمدنی ہوگی، اس پر زکوٰۃ فرض کی گئی ہے تاکہ مال منجمد ہو کر نہ رہ جائے۔

(۳) مخلوق اللہ کا عیال ہے۔ خاص طور پر فقراء اس کا عیال ہیں اور مالدار اللہ کے خازن اور اس کے خزانے کے نگراں ہیں۔ کیونکہ ہر چیز کا حقیقی مالک اللہ ہے۔ لہٰذا مالک نے اپنے خزانے داروں سے کہا ہے کہ مال میں سے کچھ حصہ میرے عیال کے ضرورت مندوں کا ہے، اسے ان پر خرچ کریں۔

زکوٰۃ کے نظام کا عادلانہ ہونا

اسلام نے زکوٰۃ کی فرضیت، لزومیت اور اس کا نصاب نہایت عدل وانصاف پر مقرر کیا ہے۔ اس میں نہ تو غنی پر زور وزیادتی کی گئی اور نہ ہی ضرورت مند کی ضرورت کو نظر انداز کیا گیا۔ دنیا کے شاید ہی کسی مذہب ونظام میں ایسا مالی نظام ہے اور نہ دنیا کا کوئی موجودہ معاشی نظام ایسا ہو سکتا ہے۔ پھر زکوٰۃ میں ادائیگی کا وقت، زکوٰۃ کے حق دار، نصاب، مصرفِ زکوٰۃ اور اس کے نظام میں تمام انسانی ضرورتوں، نفسیاتی پہلوؤں، تمدنی ومعاشرتی قدروں کو ملحوظ رکھ کر اسے مقرر کیا گیا ہے۔ زکوٰۃ کو حج کی طرح عمر میں صرف ایک مرتبہ فرض نہیں کیا گیا بلکہ سال میں ایک مرتبہ فرض کیا گیا اور صاحبِ زکوٰۃ کو ترغیب دی گئی کہ جسے وہ زکوٰۃ دے، اسے کچھ وقت کے لیے یعنی کم از کم ایک سال کے لیے مستغنی کر دے۔ نیز صاحبِ نصاب کو ایک سال اور فصل ہے تو فصل پکنے تک آزادی دی گئی کہ وہ خوب کمائے، کاروبار بڑھانے اور کسی حساب کتاب سے بے پروا ہو کر آزادی سے کاروبار کرے اور مال جمع کرے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نصابِ زکوٰۃ

نصابِ زکوٰۃ نہایت اعتدال و انصاف کو ملحوظ رکھ کر مقرر کیا گیا۔ پھر مختلف اشیاء کے مختلف نصاب مقرر کیے گئے۔ اس کو صاحبِ مال کی محنت و مشقت، اس کے سرمائے، پیدائش کے ذرائع کو متشنیٰ کر کے دوسرے خطرات کو پیش رکھ کر مقرر کیا گیا۔ اگر اس پر غور کریں تو عجیب حکمت سامنے آتی ہے جیسے رکاز (دفینہ، خزانہ) ملنے پر فوری طور پر بیس فیصد (۲۰٪) زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا گیا اور سال پورا ہونے کی شرط نہیں لگائی گئی۔

وہ فصلیں اور زمینی پیداوار جس میں زمیندار کو پانی پر خرچ و محنت نہیں کرنا ہوتی اس پر عشر (دس فیصد) رکھا گیا۔ لیکن وہ فصلیں جن پر آبپاشی کی نوع کا خرچ ہو رہا ہے۔ جیسے رہٹ، ٹیوب ویل، بجلی، نہر اور نالیوں کی کھدائی وغیرہ تو اس پر بیسواں حصہ یعنی پانچ فیصد مقرر کیا گیا اور وہ اشیاء جن کی بڑھوتری، اضافہ صاحب المال کی مسلسل کوشش، محنت اور توجہ پر موقوف ہے جیسے کبھی اس کے لیے سفر کرے۔ کبھی انتظامی امور کی ترتیب دینے اور بعض اوقات مال کے نفع آور ہونے پر طویل انتظار کرنے سے وابستہ ہے تو ایسی صورت میں چالیسواں حصہ یعنی ۲٫۵ فیصد پر مقرر کیا گیا۔

پھلوں کی زکوٰۃ میں یہ احتیاط رکھی گئی کہ وہ پک جائیں یا پکنے کے قریب ہو جائیں اور بڑے نقصان دہ خطرے سے نکل آئیں اور تیار ہونے لگیں تب زکوٰۃ (عشر) فرض کیا گیا۔ بلکہ فرمایا گیا وَاٰتُوا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ (الانعام ٦:١٤١) "اور اس (فصل) کا حق اس کی کٹائی کے دن ادا کرو"۔ آخری حد فصل کی کٹائی اور اس کے پھل کو توڑنا، فصل کاٹ کر اس کے دانے نکالنا ہے۔ زمین کی کاشت جس میں سرمایہ، محنت، مختلف اخراجات اور افراد درکار ہوتے ہیں، اس پر سال پورا ہونے پر رُبع عشر (ڈھائی فیصد) یعنی چالیسواں حصہ مقرر کیا گیا۔

نیز نصابِ زکوٰۃ (زکوٰۃ فرض ہونے) کی کم از کم مقدار مقرر کر دی تا کہ صاحب المال کو کوئی نقصان اور پریشانی نہ ہو۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے نہ صاحب المال پر کوئی زیادتی کی اور نہ ہی فقیر کو بے سہارا چھوڑ دیا بلکہ دونوں کا لحاظ کر کے نصاب، مدتِ زکوٰۃ اور مقدارِ نصاب مقرر کیا۔

مصارفِ زکوٰۃ میں حکمت کا پہلو

مصارفِ زکوٰۃ میں انفرادی و اجتماعی دونوں پہلوؤں کو ملحوظ رکھا گیا تا کہ جیسے حالات ہوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاحب المال (مالدار) اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرے اور یہ بہانہ نہ کرے کہ اسلامی حکومت موجود نہیں ہے یا میں کفار کے ملک میں اقلیت کی حیثیت سے مقیم ہوں، لہٰذا مجھے زکوٰۃ نہیں دینی ہے۔ نہیں بلکہ ہر صاحب مومن پر ہر حالت میں اور ہر مقام پر زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہے۔

البتہ زکوٰۃ میں اجتماعی پہلو کو ایک گونہ انفرادی پہلو پر فضیلت دی گئی ہے۔ اگر اسلامی حکومت قائم ہے تو زکوٰۃ کا بڑا حصہ اسلامی حکومت کو ادا کرنا چاہیے اور اگر اسلامی حکومت نہیں ہے تو انفرادی طور پر ہی زکوٰۃ ادا کرنی چاہیے۔

مصارفِ زکوٰۃ

یہ آٹھ ہیں ان پر غور کرتے ہیں تو یہ دو گروہوں میں تقسیم ہوتے ہیں۔ ایک طبقہ ان لوگوں کا ہے جنہیں انفرادی طور پر افراد کی طرف سے زکوٰۃ ملنی چاہیے۔ اگرچہ حکومت زکوٰۃ سے امداد ان کی کرے تو اس سے بھی فائدہ اٹھانا چاہیے۔ البتہ صاحب نصاب اپنے ان مالوں کی زکوٰۃ فوری طور پر ادا کر دیں جن کی زیادہ تر خفیہ طور پر ادا کی جاتی ہے۔ اس گروہ میں فقراء، مساکین، غلام اور مقروض ہیں۔ اگرچہ حکومت پر ان کی مدد بھی لازم ہے تاہم اس مد میں اصحابِ خیر کی زکوٰۃ سے امداد کی جائے گی۔ دوسرے گروہ میں تالیفِ قلب کا گروہ، مسافر، عاملینِ زکوٰۃ اور فی سبیل اللہ کی مدات کے لوگ ہیں۔ ان مدات میں اجتماعی زکوٰۃ ادا کرنا بہتر ہے۔ حکومت کے خزانے میں زکوٰۃ کی مد میں سے ان لوگوں کو دیا جائے تو ایک طرف ان کی عزتِ نفس اور عفت برقرار رہے گی تو دوسری طرف حکومت ان لوگوں کے لیے اجتماعی منصوبے بنا کر کام کرے گی تو کام میں وسعت ہوگی اور یہ لوگ بھی اچھی طرح مستفید ہوں گے۔ (اس پر مزید گفتگو آگے آ رہی ہے)

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فریضۂ زکوٰۃ کی ادائیگی، اس کی وصولی اور تقسیم کو نہ تو بالکلیہ فرد پر چھوڑا ہے اور نہ ہی کلیۃً حکومت کی ذمہ داری قرار دیا ہے بلکہ اسے فرد اور حکومت دونوں کی ذمہ داری بتایا ہے۔ اس لیے اسلامی حکومت کی اہم ذمہ داری ہے کہ اس کے لیے باقاعدہ محکمۂ زکوٰۃ قائم کرے، جس میں عامل (کارکن) ہر سطح پر کام کریں۔ ایک طرف وصولی کا مضبوط نظام ہو تو دوسری طرف تقسیم اور ادائیگی کا واضح اور متعین نظام ہو۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا واضح ارشاد ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ... (التوبۃ۹:۱۰۳)

''آپ ان کے مالوں میں سے زکوٰۃ وصول کریں، اس سے انھیں پاک کریں اور ان کا تزکیہ کریں اور ان کے لیے دعا کریں۔ آپ کی دعا ان کے لیے سکون کا باعث ہوگی''۔

اس آیۃ کریمہ میں صدقہ سے بالاتفاق زکوٰۃ مراد ہے۔ اس میں دو رائیں نہیں ہیں۔ یہ خطاب آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے بعد آنے والے ہر اس شخص کے لیے ہے جو مسلمانوں کے معاملات کا ذمہ دار اور والی ہے۔

عاملین

مصارفِ زکوٰۃ میں تیسرے نمبر پر عاملین (واحد عامل) کا کلمہ لایا گیا ہے جو عاملین کی کثرت پر دلالت کرتا ہے۔ سورۃ توبہ آیت ۶۰ ملاحظہ کریں۔ مصارف کی اس وسعت پر غور کریں تو زکوٰۃ کی وصولی، تقسیم، حفاظت اور صحیح مصرف میں خرچ کرنے کے لیے ایک نظم اور سیٹ اَپ درکار ہے۔ لہٰذا زکوٰۃ کی ادائیگی اور وصولی کو اسلام نے دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ ایک اموال باطنہ (پوشیدہ مال) جیسے زیورات، گھر میں رکھی ہوئی رقوم، سونا چاندی، جواہرات اور دیگر قیمتی اشیاء جن پر زکوٰۃ فرض ہے۔ ان کی زکوٰۃ صاحبِ مال خود انفرادی طور پر ادا کرے گا۔

دوسرے وہ اموال و کاروبار، زمینوں کی پیداوار، جانور (جن پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے) اور بڑے صنعتی ادارے ہیں، ان کی زکوٰۃ اجتماعی طور پر وصول کی جائے گی۔ اس کے لیے باقاعدہ زکوٰۃ وعشر کا محکمہ ہو، اس کے لیے انتظامی ڈھانچہ ہو اور اس کی وصولی اور تقسیم کے قواعد وضوابط ہوں۔ یہ محکمہ اسلامی حکومت یا مسلم حکومت اپنے ملک میں قائم کرے گی اور باقاعدہ چلائے گی۔ جن اجتماعی امور میں زکوٰۃ خرچ کی جاتی ہے، ان کا تعین ان کی ضروریات، مطالبات، ان کی وسعت اور دائرہ وغیرہ اس کی نگرانی حکومت کرے گی۔

یہ بات ملحوظ رہے کہ جس اسلامی حکومت میں ایسا محکمہ موجود ہے تو اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ اسے دینا چاہیے۔ لیکن جہاں ایسی حکومت نہیں ہے اور اس میں زکوٰۃ کا محکمہ نہیں ہے تو مناسب یہ ہے کہ وہاں مسلمان باشندے مل کر زکوٰۃ کا اجتماعی نظام بنائیں اور اموالِ ظاہرہ کی زکوٰۃ اس کے ذریعے جمع اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقسیم کی جائے۔ یہ طریقہ شریعتِ اسلامی کی روح کے مطابق ہے۔

محکمۂ زکوٰۃ کا قیام

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی حکومت قائم کرتے ہی سب سے پہلے جو محکمہ قائم کیا، وہ نظامِ زکوٰۃ کا ہی تھا۔ آپ ﷺ نے مملکت کے علاقے تقسیم کیے، ہر علاقے کے لیے عاملین (زکوٰۃ وصول کنندہ) کا تقرر کیا۔ ان کے لیے وصولی کے ابتدائی قوانین بنائے، انھیں وصول کرنے کے لیے ہدایات دیں اور وصول کر کے لانے کے بعد ان کا جائزہ لیا اور زکوٰۃ دہندگان کی شکایات سنیں۔ پھر اس کی تقسیم کے قواعد وضوابط بنائے۔ اس لحاظ سے زکوٰۃ وعشر کا محکمہ اسلام کے ابتدائی محکموں میں سے ہے اور اسلامی حکومت کے اہم شعبوں میں سے ہے۔

محکمۂ زکوٰۃ کے کارکنوں کے لیے زکوٰۃ کا حصہ (تنخواہ) مقرر کر کے ان کے لیے معاشی ضروریات کا مناسب بندوبست کر دیا گیا تاکہ وہ لوگ دلجمعی سے کام کریں۔ یہ ایسی نص صریح ہے کہ اس میں کسی تاویل، رخصت اور گمان کی گنجائش نہیں ہے۔

اس طرح آپ ﷺ کے ارشادات، عمل اور نظامِ زکوٰۃ کے قیام سے اس کا اجتماعی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ابنِ عباسؓ کی ایک مشہور حدیث جو صحیحین اور دیگر کتبِ حدیث میں وارد ہوئی ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت معاذؓ کو جب یمن کا حاکم بنا کر وہاں بھیجا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''یمن کے لوگوں کو بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مال داروں سے وصول کی جائے گی اور ان کے حاجت مندوں کی طرف لوٹائی جائے گی۔ پس وہ اس کام میں تمھارا تعاون کریں۔ سو آپ ان کے بہترین مال لینے سے بچنا کیونکہ ان کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ (رکاوٹ) نہیں ہے''۔ اس حدیث کے الفاظ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان کی زکوٰۃ ان کے علاقے میں مال داروں سے لے کر ان ہی کے حاجت مندوں کو لوٹا دی جائے گی۔ نیز اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ زکوٰۃ کی وصولی حکومتی سطح پر ہو گی اور اس کا بڑا حصہ اس علاقے کے مستحق لوگوں پر صرف کیا جائے گا۔ یہ سوچ اور عمل نہیں ہونا چاہیے کہ علاقے کے لوگ تو ضرورت مند ہوں اور زکوٰۃ دوسرے علاقوں میں بھیج دی جائے۔ تاہم اس کا ایک حصہ جو ایک چوتھائی تک ہو سکتا ہے، اسے دوسرے ضرورت مند علاقوں میں بھیجا جائے گا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل سے صحابہ کرام نے زکوٰۃ کے محکمہ کو نہ صرف باقی رکھا بلکہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسے ترقی دی اور اس کی وصولی اور ادائیگی پر سختی سے عمل کیا۔ اس عمل میں حضرت ابوبکرؓ کا عمل اور اُمت کا اس پر اجماع واضح دلیل اور روشن کارنامہ ہے۔ صحابہ کرام کی بھاری اکثریت اور تابعین و تبع تابعین کے دور تک زکوٰۃ اجتماعی وصول ہوتی اور اجتماعی تقسیم ہوتی تھی۔ اس لیے علماء نے صراحتاً کہا ہے کہ حاکمِ وقت پر لازم ہے کہ زکوٰۃ کی وصولی کا اجتماعی بندوبست کرے اور مال دار لوگ حکومت کے کارندوں کو زکوٰۃ ادا کریں اور ان سے کوئی چیز چھپا کر نہ رکھیں۔

اس دور کے ممتاز عالم ڈاکٹر یوسف القرضاوی زکوٰۃ کی وصولی کے بارے میں تحریر کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کی یہ صریح حدیثیں اور آپؐ کے صحابہ کرام کے واضح فتاویٰ ہماری رہنمائی کرتے ہیں کہ ہم اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں بلکہ یقین کر لیں کہ اسلامی شریعت میں یہ بات اصولی ہے کہ مسلم حکومت زکوٰۃ پوری طرح مال داروں سے وصول کرے اور اس کے مستحقین پر صرف کرے اور امت مسلمہ پر لازم ہے کہ اس محکمہ کے ذمہ داروں سے تعاون کرے۔ تاکہ یہ نظام قائم ہو، اسلام کی بنیادیں مضبوط ہوں اور مسلمانوں کا بیت المال مضبوط تر ہو جائے۔ (مشکلۃ الفقر کیف عالجہا الاسلام۔ ص۹۴)

اسلام نے اپنے احکام کی پیروی انسان کی خواہش، دل اور اس کی چاہت پر نہیں چھوڑی بلکہ تمام زندگی کو ایک اکائی قرار دیا ہے۔ اس کا اصول یہ ہے کہ زندگی تمام کی تمام ایک اکائی ہے، انسان ایک اکائی ہے، کائنات ایک اکائی ہے اور ان سب کا خالق و مالک اور مدبر و منتظم ایک ہے۔ اسلام کے پیغام کا ہدف یہ ہے کہ فرد کی تکریم ہو، اس کو ارادے کا اختیار حاصل ہو، معاشرہ بہتری اور بھلائی سے ہم کنار ہو اور قوم اور حکومت کی حق اور خیر کی طرف رہنمائی ہو۔ پھر وہ تمام انسانیت کو یہ عام دعوت دیتا ہے کہ وہ اللہ کے بندے بن کر رہیں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور بعض بعض کو اپنا رب نہ بنائیں۔ چنانچہ زکوٰۃ کو ہم اس اکائی سے علیحدہ کیسے کر سکتے ہیں۔ جب کہ دوسرے احکام سب کے سب اس کی اکائی میں ضم ہیں اور اپنے اندر اجتماعیت رکھتے ہیں۔ اس لیے شریعت نے اسے اپنے نظام کے دائرے میں رکھتے ہوئے فرد کی بجائے حکومت کے حوالے کیا تاکہ وہ اسے وصول کر کے تقسیم کرے۔ اس کے بقول (ڈاکٹر یوسف القرضاوی) وصولی اور تقسیم کو فرد کے حوالہ نہیں کیا، اس کی متعدد وجوہ ہیں جن کا خلاصہ درج ذیل نکات پر مشتمل ہے:

۱۔ معاشرے کے بہت سے افراد ایسے ہیں اور خاص طور پر مادّیت کے دور میں ہو سکتے ہیں جن کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضمیر دنیا کی محبت و کشش، اپنی ذات کی محبت کی وجہ سے کمزور ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے حقدار کا حق ملنے کی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔

۲۔ حق دار فرد کی بجائے حکومت سے حق وصول کرنے میں اس کی عزتِ نفس اور وقار باقی رہتا ہے، پھر دینے والے سے کسی احسان اور ایذا رسانی کا ڈر نہیں رہتا۔

۳۔ اس کام کو افراد پر چھوڑ دیا جائے تو تقسیم میں بدنظمی اور بے ضابطگی واقع ہو سکتی ہے کیونکہ اس علاقے کے مال دار ایک فرد کی طرف زیادہ متوجہ ہو کر اسے ہی دیتے رہیں گے جبکہ دوسرا مستحق اپنی عفت و عفاف اور عزتِ نفس کی وجہ سے محروم رہے گا۔ نیز بعض مستحق افراد جو کہ زیادہ حاجت مند ہوں گے لیکن سوال نہ کرنے کی وجہ سے محروم ہو جائیں گے۔

۴۔ زکوٰۃ کو صرف افراد پر تقسیم نہیں کرنا ہے بلکہ مسلمانوں کی عمومی مصلحتوں اور ضرورتوں کو بھی مدنظر رکھنا ہے۔ یہ مصلحتیں ہر فرد کے سامنے نہیں ہوں گی یا نہیں آ سکتیں۔ ان پر اچھی طرح غور حکومت اور اصحابِ شوریٰ ہی کر سکتے ہیں جیسے تالیفِ قلب کے لیے خرچ کرنا، سامانِ جہاد اور آلاتِ حرب تیار کرنا، مجاہدین کو تیار کرنا، دعوت و تبلیغ کے لیے اور عالمی سطح پر اسلام کا پیغام اچھی طرح پہنچانے کے لیے منصوبہ بنا کر کام کرنا اور اسے وسعت دینا۔

۵۔ درحقیقت اسلام دین و حکومت، قرآن اور سلطان (اقتدار) ایک ساتھ ہونے کا نام ہے۔ لہٰذا اس سلطان کے پاس مال ہونا ضروری ہے تاکہ اس کے منصوبوں کی تکمیل ہو۔ اس مال کے لیے آمدنی کے مضبوط ذرائع کی ضرورت ہے اور زکوٰۃ ایک دائمی ذریعہ آمدنی ہے، اس لیے زکوٰۃ کو اجتماعی طور پر وصول کرنا ضروری ہے۔ (مشكلة الفقر كيف عالجها الاسلام)

بیت المال

اسلام کے نظامِ حکومت میں بھی دنیا کے دیگر نظاموں کی طرح مضبوط بیت المال (خزانہ) ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی ابتدائی اسلامی ریاست میں اس طرف توجہ دی اور بیت المال کی بنیاد رکھی۔ البتہ ابتدا میں بیت المال بہت سادہ تھا جس میں ضرورت کے مطابق مال جمع ہوتا اور تقسیم ہو جاتا تھا۔ البتہ فتح خیبر کے بعد کسی قدر جمع ہونے لگا اور خلفائے راشدین کے دور میں پہنچتے پہنچتے باقاعدہ ایک منظم بیت المال بن گیا جس میں سیم و زر کے ساتھ اشیاء ضرورت اور اچھے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خاصے جانور جیسے اونٹ، بکریاں بھی ہوتے تھے۔

خلفائے راشدین اور بعد کے ادوار میں بیت المال میں آمدنی کی چار مدات ہوتی تھیں۔ ان میں سے دو کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

ا۔ زکوٰۃ: اسلامی حکومت کے بیت المال میں آمدنی کا بڑا ذریعہ زکوٰۃ وعشر ہے۔ دیگر مدات کی نسبت یہ زیادہ وصول ہوتا ہے، پھر اس کی وصولی ہر دور میں اور سال کے تمام حصوں میں یقینی رہتی ہے۔ لہٰذا اس کی وصولی، سنبھال، تقسیم اور حساب کتاب کے شعبے ہونا ضروری ہیں۔

۲۔ جزیہ اور خراج: بیت المال کا دوسرا حصہ جزیہ ہے جو غیر مسلم شہریوں سے وصول کیا جائے گا۔ یہ دراصل مسلمانوں سے زکوٰۃ اور دیگر صدقاتِ واجبہ کی طرح غیر مسلموں سے وصول کیا جائے گا۔ تاکہ ان کی حفاظت اور دیگر تمام ضروریات کے لیے رقم موجود رہے۔

عام لوگوں میں اسلام کی مکمل تعلیم نہ ہونے کی وجہ سے سمجھتے ہیں کہ زکوٰۃ کے مستحق وہ پیشہ ور سائل ہیں جو اپنی ظاہری حالت بگاڑ کر مانگتے رہتے ہیں۔ پھر یہ بھی تصور رکھتے ہیں کہ بیوہ عورتیں چاہے امیر ہوں یا غریب، یتیم چاہے غریب ہوں یا امیر، ہر حال میں زکوٰۃ کے مستحق ہیں۔ یہ دونوں انتہا پسندی اور دین سے بے خبری کے پہلو ہیں۔ اس سے صحیح مستحقین تک زکوٰۃ نہیں پہنچ سکتی۔ اس وجہ سے زکوٰۃ کو اجتماعی رکھا گیا ہے تاکہ اجتماعی مشورے، انتظام اور تحقیق سے مستحقین کو تلاش کر کے زکوٰۃ ادا کی جائے۔ افراد میں زکوٰۃ کے زیادہ مستحق وہ لوگ ہیں جو مستور الحال ہوں اور مانگنے کا پیشہ نہ اپناتے ہوں۔ لوگوں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلاتے ہوں لیکن ضرورت مند ہوں، اپنی آمدنی کو خرچ کے مطابق نہ پاتے ہوں اور ہر مہینے مالی پریشانی میں مقروض بنتے جاتے ہوں۔

تمام فقہاء اس بات پر تقریباً متفق ہیں کہ لوگوں کے ضروری سامان کو زکوٰۃ کے استحقاق (مستحق ہونے) میں آڑے آنے نہیں دیا جائے گا۔ جیسے اس کی سواری، مکان، زمین وغیرہ ہیں لیکن اس کی آمدنی اخراجات سے کم ہے تو وہ زکوٰۃ کا مستحق ہے۔ شافعی، مالکی، حنفی، حنبلی اور امام حسن بصری سب نے اس طرح کی باتیں تحریر کی ہیں۔ مثلاً حسن بصری فرماتے ہیں: وَكَانُوا يُعْطُونَ الزَّكٰوةَ لِمَنْ يَمْلِكُ عَشَرَةَ الْآفِ دِرْهَمٍ مِنَ الْفَرَسِ وَالسَّلَاحِ وَالْخَادِمِ وَالدَّارِ (البدائع والصنائع کاسانی ج ۲ ص ۴۸ بحوالہ مشکلۃ الفقر وکیف عالجھا الاسلام) کانوا سے کنایہ اصحابِ رسول ﷺ کی طرف ہے۔ کیونکہ وہ ان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اشیاء کو لازمی ضرورتوں میں شمار کرتے تھے۔ اس لیے ان کا ہونا نہ ہونا یکساں ہے۔ ڈاکٹر یوسف القرضاوی نے اس قسم کے مستحقینِ زکوٰۃ پر بحث کرنے کے بعد خلاصے کے طور پر لکھا ہے جو شخص کمانے کی قدرت رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اتنا کمائے کہ اس کی ذات کے لیے اور اس کے زیرِ کفالت افراد کے لیے کافی ہو لیکن کوئی شخص اپنے ذاتی بدنی کمزوری، بے عقلی کی وجہ سے کمانے سے بے بس ہے جیسے چھوٹی عمر کے افراد، عورت، بوڑھا اور بیمار ہے یا کام کی قدرت رکھتا ہے لیکن کسبِ حلال کی کوئی ایسی صورت نہیں پا رہا ہے جو اس کے مناسب حال ہو، یا کما رہا ہے لیکن خرچ سے آمدنی کم ہے جو اس کے اور اس کے کنبے کے لیے کافی نہیں ہے تو اس کے لیے زکوٰۃ لینا جائز ہے اور شرعی لحاظ سے کوئی حرج نہیں ہے۔ یہی اسلام کی واضح تعلیم ہے جس میں عدل و احسان یا عدل و رحمت کا حسین امتزاج ہے۔

فقہاء نے ایک بات یہ بیان کی ہے کہ ایک شخص کمانے پر قدرت رکھتا ہے لیکن کمانے کے بجائے عبادات جیسے نماز، روزہ، حج وغیرہ کے لیے اپنے آپ کو فارغ کر لیتا ہے تو اسے زکوٰۃ نہ دی جائے، اس لیے کہ اسے رزق کمانے کا حکم ہے اور اسلام میں رہبانیہ نہیں ہے۔ لہٰذا اس کا رزق حلال کمانا افضل عبادت ہے۔ جبکہ نیت صحیح ہو اور اللہ کے احکام کے مطابق کاروبار اور کام کیا جائے۔

طالب العلم اور زکوٰۃ

جب کوئی شخص نافع علم حاصل کرنے میں لگا ہوا ہو اور کمائی اور حصولِ تعلیم دونوں ایک ساتھ نہ کر سکتا تو اسے زکوٰۃ لینا جائز ہے۔ اس لیے یہ اپنی ذات اور امت کے افراد کے لیے کام کر رہا ہے۔ اس نے انفرادی و اجتماعی دونوں کام ایک ساتھ جمع کیے ہیں سو یہ زکوٰۃ کا مستحق ہے۔

حاجت مند کو زکوٰۃ کتنی دی جائے؟

زکوٰۃ کا ایک پہلو یہ ہے کہ زکوٰۃ کے ذریعے فقر و افلاس (Poverty) کو ختم یا کم کیا جا سکتا ہے۔ اس بات پر یہ سوال سامنے آتا ہے، ایک وقت میں مستحق کو زکوٰۃ کتنی دی جائے۔ شریعت میں اس کی گنجائش کہاں تک ہے۔ اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ حاجت مند کو اتنا دیا جائے کہ وہ غنی (صاحبِ نصاب) ہو جائے۔

اسی طرح کتنے نوجوان ایسے ہیں جو کوئی ہنر نہیں جانتے اور بے ہنر ہونے کی وجہ سے روزی نہیں کما سکتے اور بے روزگار گھومتے ہیں۔ اسی قسم کے لوگوں کی ہمدردی کرنا، روزگار سے لگانا اور ہنر سکھانا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہت بڑی نیکی اور صدقہ جاریہ کا کام ہے۔ ایسے لوگوں کو زکوۃ سے معاونت کی جاسکتی ہے اور ان کے لیے ایسے منصوبے بنائے جاسکتے ہیں جن کی وجہ سے یہ لوگ اپنے پیروں پر کھڑے ہو جائیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے نوجوانوں کے بارے میں صدقہ (زکوۃ) کا مال تقسیم کرتے ہوئے فرمایا:

عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ اَخْبَرَنِيْ رَجُلَانِ اَنَّهُمَا اَتَيَا النَّبِيَّ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَهُوَ يُقَسِّمُ الصَّدَقَةَ فَسَئَلَا مِنْهَا فَرَفَعَ فِيْنَا الْبَصَرَ وَخَفَضَهُ فَرَاٰنَا جَلْدَيْنِ فَقَالَ اِنْ شِئْتُمَا اَعْطَيْتُكُمَا وَلَا حَظَّ فِيْهَا لِغَنِيٍّ وَلَا لِقَوِيٍّ مُكْتَسِبٍ۔

(ابوداؤد، کتاب الزکوۃ، باب من یعطی من الصدقۃ وحد الغنی)

"عبیداللہ عدی بن الخیار نے خبر دی کہ مجھے دو مردوں نے بتایا کہ وہ دونوں حجۃ الوداع کے موقع پر نبی ﷺ کے پاس آئے، اس وقت آپ زکوۃ تقسیم کر رہے تھے۔ انھوں نے اس میں سے کچھ دینے کا سوال کیا تو آپ ﷺ نے اپنی نظریں اوپر اٹھائیں اور نظریں جھکا دیں۔ آپ ﷺ نے ان کو قوی (توانا و تندرست دیکھا) تو فرمایا: اگر تم چاہو تو صدقہ (زکوۃ) کا مال تمھیں دے دوں لیکن معلوم ہونا چاہیے کہ اس میں کسی مال دار کا اور کسی تندرست و توانا آدمی کا جو اپنی معاش حاصل کر رہا ہو، کوئی حصہ نہیں ہے"۔

اسی حدیث میں **ولا لقوی مکتسب** کا جملہ بڑا اہم ہے یعنی زکوۃ کسی ایسے شخص کا حصہ نہیں ہے جو طاقت رکھتا ہو اور کما رہا ہو۔

امام خطابی نے معالم السنن ۲/۶۲ میں اس سے حسب ذیل استدلال کیا ہے:

حدیث سے یہ بات نکلتی ہے کہ کسی کو زکوۃ سے اس کا ذریعہ معاش دیکھے بغیر محض اس لیے منع نہیں کیا جائے گا کہ وہ طاقت ور اور مضبوط ہے۔ اس لیے کہ بعض لوگ مضبوط بدن کے باوجود بے مغز ہوتے ہیں اور اپنے لیے کچھ نہیں کر پاتے۔ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کی یہ حالت ہو، صدقہ میں اس کا حق ہے، اسے منع نہیں کیا جائے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص صحت مند اور تندرست تو ہے لیکن روزگار سے نہیں ہے یا اس کے پاس روزگار تو ہے لیکن اس کے لیے ناکافی ہے۔ تو صدقہ وخیرات سے اس کی مدد کی جاسکتی ہے اور اس کی ضروریات پوری کی جاسکتی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لہٰذا ہمیں زکوٰۃ اور صدقاتِ واجبہ سے کچھ لوگوں کو اپنے پیروں پر کھڑا کرنے، بھکاری بننے سے بچانے اور مستقل روزگار سے لگانے کے لیے منصوبے سوچنے چاہییں۔ اس نوع کا عمل شریعت کی روح کے مطابق ہوگا۔

نیز نفلی صدقات و تبرعات سے بھی ایسے منصوبے سوچنے چاہییں جس سے لوگوں کو زیادہ سے زیادہ روزگار ملے اور مفت خوری کی عادت سے بچے رہیں۔

مصارفِ زکوٰۃ میں وسعت اور توسع

مصارفِ زکوٰۃ قرآن مجید کی نص سے آٹھ بیان ہوئے ہیں۔ سورہ التوبہ کی آیت ۶۰ میں ان کا بیان آیا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

''یہ صدقات تو دراصل فقیروں اور مسکینوں کے لیے ہیں اور ان لوگوں کے لیے جو صدقات (زکوٰۃ) کے کام پر مامور ہوں اور ان کے لیے جن کی تالیفِ قلب (دل جوئی) مطلوب ہو نیز یہ گردنوں کے چھڑانے اور قرض داروں کی مدد کرنے میں اور راہِ خدا میں اور مسافر نوازی میں استعمال کرنے کے لیے ہیں۔ ایک فریضہ ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور دانا و بینا ہے''۔ (التوبہ۹:۶۰)

ان میں پہلے چار مصارف کے لیے 'لِ' (لام) تملیک، کے لیے ہے۔ البتہ باقی چار کے لیے 'لام تملیک' نہیں آیا 'فی' آیا ہے جس کے لفظی معنی میں کے ہیں۔ لہٰذا پہلے چار فقیر، مسکین، عاملین اور مؤلفۃ القلوب کی مدات میں نص کو سامنے رکھتے ہوئے تملیک (مالک بنانا) ضروری ہے البتہ باقی چار کے لیے فی آیا ہے۔ فی کے معنی ''بارے میں'' اور ''متعلق'' مراد ہوگی۔

ائمہ احناف کے ہاں تو زکوٰۃ میں تملیک یعنی مستحق کو مالک بنانا شرط ہے لیکن اہلِ سنت کے دیگر ائمہ کے نزدیک تملیک شرط نہیں ہے۔ مفسرینِ احناف میں سے علامہ خفاجی، علامہ شیخ زادہ، علامہ ابو سعود اور علامہ آلوسی نے فقراء و مساکین، عاملین اور مؤلفۃ القلوب کے لیے تملیک کی شرط کو برقرار رکھا ہے، لیکن مُکاتب غلاموں کی آزادی، مقروض افراد یا کسی تاوان یا جرمانے میں پھنسے ہوئے افراد، مسافروں اور ان لوگوں کے لیے جو ہمہ وقت اللہ کے دین کے کسی کام کے لیے اپنے آپ کو وقف کیے ہوئے ہیں جیسے مجاہدین فی سبیل اللہ یا دینی طلباء مستحقینِ زکوٰۃ ہیں۔ ان کے لیے تملیک کو لازم قرار نہیں دیا، بلکہ ان کے مصالح پر خرچ کر سکتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ قاضی شہاب الدین احمد بن محمد بن عمر خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ سورہ توبہ آیت نمبر ۶۰ جس میں اللہ تعالیٰ نے مصارفِ زکوٰۃ گنائے ہیں، اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں، پہلے چار مصارف کے ساتھ لام اور آخری چار کے ساتھ فی ذکر کرنے میں نکتہ یہ ہے کہ پہلے چار مصارف میں انھیں زکوٰۃ سے ان کا حصہ ادا کر کے انھیں ان حصوں کا مالک بنا دیا جائے اور آخری چار اوصاف میں انھیں زکوٰۃ میں سے ان کے حصے کا مالک نہیں بنایا جائے گا بلکہ ان کا حصہ ان کی فلاح اور مصالح پر خرچ کیا جائے گا۔ مُکاتب کا مال اس کے مالک کو دیا جائے گا اور مقروض کا مال (اس کے حصے کی زکوٰۃ) اس کے قرض خواہ کو دیا جائے گا اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنا بالکل واضح ہے۔

غربت ختم کرنے میں زکوٰۃ کا کردار

غربت ختم کرنے کے لیے زکوٰۃ دینے میں توسیع کرنے کی ضرورت ہے۔ اس لیے ضرورت مند کو اتنا دیا جائے کہ اس کی ضرورت کے مطابق مال آ جائے اور اس کی ضرورتیں پوری ہو جائیں۔ یہ سوال اس لیے بھی اہم ہے کہ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ غربت کو ختم کرنے یا کم کرنے یا اسے مزید بڑھنے سے روکنے کا بڑا وسیلہ زکوٰۃ ہے۔ پھر مسلم معاشرے کی ادائیگی زکوٰۃ کے سلسلے میں عام روش یہ ہے کہ ایک صاحبِ نصاب اپنی زکوٰۃ مستحقین میں تھوڑی تھوڑی کر کے سیکڑوں لوگوں میں تقسیم کر دیتا ہے۔ اس سے کسی کی بھی ضروری حاجت پوری نہیں ہوتی۔ لیکن اگر یہ زکوٰۃ کسی ایک مستحق کو یک مشت دے دی جائے جس سے وہ اپنی مستقل آمدنی کا ذریعہ بنا لے تو اس سے کم از کم ایک فرد تو روزگار سے لگ جائے گا۔

ڈاکٹر یوسف القرضاوی نے اس مسئلے پر اچھی خاصی بحث کی ہے جس میں وہ امام نووی کی کتاب المجموع سے اقتباسات لا کر بیان کرتے ہیں کہ اسے اتنا مال دیا جائے یا اس کی مستقل آمدنی کا ذریعہ بنایا جائے کہ وہ عمر بھر کے لیے خود کفیل ہو جائے۔ وہ لکھتے ہیں ''وہ جس قسم کا ہنر جانتا ہے تو اسے اس ہنر کے آلات لے کر دیے جائیں، ان آلات کی فراہمی میں اس کے پیشے اور ضرورت کو سامنے رکھا جائے۔ جیسے کوئی چھابی کے ذریعے سبزی یا پھل فروخت کر سکتا ہو تو اسے بہت تھوڑی سی رقم کی ضرورت ہوگی۔ اگر وہ دھوبی، درزی، نانبائی، بڑھی اور قصائی کا کام کر سکتا ہو یا پہلے کام کیا ہو تو اسے اس کے پیشے کے مطابق اوزار خرید کر دیے جائیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ وہ اگر جوہری یا سنار ہے تو اس کے پیشے کے مطابق آلات اور دکان کے بندوبست کے لیے دس بیس ہزار تک کی رقم دی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے‘‘۔ (الفقر کیف عالجھا الاسلام ڈکتوار یوسف القرضاوی)

موجودہ دور میں پاکستان کے محکمہ زکوٰۃ کی طرف سے بعض لوگوں کو رکشے (موٹر سائیکل یا آٹو رکشے) زکوٰۃ سے خرید کر دیے گئے ہیں، یہ اسلام کی روح کے عین مطابق ہیں۔ اسی قسم کی تدابیر تقسیمِ زکوٰۃ میں اختیار کرنی چاہیں جیسے ٹھیلے لگوانا، ماڈلیاں بنوانا، چھوٹی چھوٹی دکانیں بنوا دینا۔ اس سے ایک طرف غربت کم ہوگی، بھیک مانگنے والے کم ہوں گے اور زکوٰۃ کا صحیح مصرف ہوگا۔

درمیانہ مسلک یہ ہے کہ ضرورت مند کو ایک سال کی کفالت جتنا مال دیا جائے۔ اس لیے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی حَوْلِیَّہ (سالانہ) ہے اس لیے آئندہ زکوٰۃ کی ادائیگی کا وقت آنے تک اسے مستغنی کر دیا جائے۔ ایک سال کا سامانِ ضرورت یا کوئی جانور یا اور کوئی ذریعۂ آمدن ایک سال کا دے دیا جائے۔

ایک مسلک یہ ہے کہ ضرورت مند کو اتنا دیا جائے کہ وہ صاحبِ نصاب بن جائے یعنی اس سال کا جو کم سے کم نصاب ہے، جیسے پندرہ یا سولہ ہزار روپے جو حکومتِ پاکستان ہر سال اعلان کرتی ہے، اتنا دیا جائے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: اذا اعطیتم فاغنوا ’’جب تم کسی کو زکوٰۃ دو تو اسے غنی کر دو‘‘۔ یعنی کم از کم صاحبِ نصاب کر دو۔ اس قول کی متعدد تشریحات حضرتِ عمرؓ کے ادائیگی زکوٰۃ کے متعدد سلسلے سامنے رکھ کر کی گئی ہیں۔ جس سے ایک سال یا اس سے بھی زیادہ دینے اور مستقل روزگار سے لگانے کے تشریحات معلوم ہوتے ہیں۔

فقہاء حنفیہ بھی اس بات کو ترجیح دیتے ہیں کہ بہتر یہ ہے کہ زکوٰۃ کے مستحق کو غنی (صاحبِ نصاب) کر دیا جائے۔

ماہرینِ معاشیات، علماء اور اصحابِ دانش کو تقسیمِ زکوٰۃ پر مسلسل غور کرنا چاہیے اور ایسی راہیں نکالنی چاہییں جن سے غربت کم ہو یا ختم ہو اور افراد اپنے پیروں پر کھڑے ہوں، نہ یہ کہ محکمۂ زکوٰۃ اور دولت مندوں کے دروں پر چکر لگاتے پھریں اور پیشہ ور فقیر بن جائیں۔

نکاح کے حاجت مند کا مستحقِ زکوٰۃ ہونا

انسان کے لیے صرف کھانے، پینے، گرمی و سردی میں کپڑے اور رہنے کے لیے ٹھکانا ہونے کی ضرورتیں ہی نہیں ہیں بلکہ اس کی طبعی، فطری، معاشرتی اور شرعی ضرورت نکاح کرنا بھی ہے۔ جب شریعت نے انسان کو خصی ہونے، مجرد رہنے اور ناجائز طریقے سے جنسی ضرورت پوری کرنے سے روکا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے بلکہ بعض باتوں سے بہت سختی سے روکا ہے اور ایسا فعل کرنے پر سخت سزا بھی دی ہے۔ تو اس کے لیے نکاح کرنے اور جائز طریقے سے اپنی فطری ضرورت پوری کرنے کی راہیں بھی نکالی ہیں۔ لہٰذا کسی مجرد کے نکاح کرنے میں مدد کرنا، اس کے مہر کا بندوبست کرنا، مرد ہے تو بیوی کے لیے اور بیوی ہے تو شوہر کے لیے ابتدائی رہن سہن کا بندوبست کرنا انسانی ضروریات میں سے ہے۔ یہ باتیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین اور فقہاء اُمت کے ارشادات، طرزِ عمل اور قوانین سے معلوم ہوتی ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے کچھ افراد مقرر کر رکھے تھے جو روزانہ منادی کرتے تھے: کہاں ہیں مسکین؟ کہاں ہیں مقروض؟ کہاں نکاح کرنے والے؟ (جو نکاح کا ارادہ رکھتے ہیں) کہاں ہیں یتیم؟ وہ آگے آئیں تا کہ میں ان تمام لوگوں کو غنی (مال دار) کر دوں۔ (البدایۃ والنھایۃ لابن کثیر ج۹ ص۲۰۰)

اس لیے نکاح کرنے کے لیے ضروری رقم زکوٰۃ میں سے خرچ کی جا سکتی ہے بشرطیکہ وہ (نکاح کرنے والا) فرد مسکین یا فقیر کے درجے میں شمار ہوتا ہو۔ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ کسی کو اس کے کھانے، پینے، لباس اور رہائش کے لیے زکوٰۃ دی گئی لیکن اسے نکاح کی بھی ضرورت ہے تو اسے مزید رقم دی جائے تا کہ نکاح کا بندوبست کر لے۔

خرید کتب کے لیے زکوٰۃ دینا

اسلام کی تعلیم سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ طالب العلم چاہے دینی تعلیم کا ہو یا دنیاوی تعلیم کا کیونکہ دینی تعلیم بقدرِ ضرورت فرض عین ہے اور زیادہ فرض کفایہ ہے، اسی طرح دنیاوی وعصری تعلیم بقول امام غزالی و امام شاطبی فرضِ کفایہ ہے۔ لہٰذا ایک طالب العلم کی ضروریات میں سے کتابوں کا حصول ضرورت ہے۔ اس لیے کتابوں کی خرید کے لیے طالب العلم کو زکوٰۃ دینا جائز بلکہ احسن ہے۔ علماء کہتے ہیں کہ عابد کو جو صرف عبادت کے لیے فارغ ہونے کے غرض سے زکوٰۃ لینا چاہتا ہے تو اسے زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی کیونکہ یہ عبادت اس کی ذات کے لیے ہے، اس کے برخلاف طالب العلم کا علم اس کی ذات کے لیے اور تمام لوگوں کی ضروریات کے لیے ہے۔ (المجموع ج۶ ص۱۹۰)

لَمْ يَكْتَفِ الْإِسْلَامُ بِذَالِكَ بَلْ قَالَ فُقَهَائُهُ يَجُوزِ لِلْفَقِيرِ الْاَخْذُ مِنَ الزَّكٰوةِ لِشِرَاءِ الْكُتُبِ يَحْتَاجُ لِمَصْلِحَةٍ مِنْ كُتُبِ الْعِلْمِ الَّتِي لَابُدَّ مِنْهَا لِمَصْلَةِ دِيْنِهِ وَ دُنْيَاهُ (الانصاف فی الفقه الحنبلی ج۳ ص۱۶۰، ۲۱۸)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اسلام نے صرف اس پر اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ فقہاء اسلام نے کہا ہے کہ فقیر کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی علمی ضرورت کی کتابیں زکوٰۃ کی رقم سے خرید کرے۔ جبکہ وہ کتابیں ایسی ہیں جو اس کے دین اور دنیا کی مصلحت و بھلائی کے لیے ضروری ہیں''۔

معاشی بحالی اور معیارِ زندگی

فقہاء نے زکوٰۃ کی بحث کے ساتھ معیارِ زندگی کی بحث کی ہے۔ انسان کے لیے معیارِ زندگی کو مختلف زاویوں سے دیکھا جاسکتا ہے۔ یہ معیار زمان و مکان کے ساتھ جزوی طور پر بدلتا رہتا لیکن پھر بھی بنیادی ضروریات تقریباً یکساں رہتی ہیں۔ ان ضروریات میں فقہاء نے تین بنیادی باتیں قرار دی ہیں۔

(۱) خورد و نوش: (کھانا اور پانی)

(۲) لباس: ڈھانپنے کے لیے کپڑے جو گرمی اور سردی میں اس کی ضرورت پوری کرتے ہیں۔

(۳) مکان: ایسا ٹھکانا جو گرمی، سردی، دھوپ سے بچانے اور لوگوں کی نظروں سے پردہ بھی ہو سکے۔

یہ کم سے کم معیارِ زندگی ہے۔ ہمارے ملک میں سیاسی جماعتیں بھی یہی نعرہ لگاتی رہتی ہیں۔ روٹی، کپڑا اور مکان۔ البتہ بعض ترقی یافتہ ملکوں میں یہ معیار قدرے اونچا ہوگا جبکہ ترقی پذیر ملکوں میں درمیانہ اور پس ماندہ ممالک میں کم معیار کا ہوگا۔ پھر اس معیار میں تعلیم اور علاج کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

یہ آخری دونوں باتیں کم از کم بنیادی حد تک ہونی چاہیے۔ ایک شخص اپنے بچوں کو اچھی اور باعزت زندگی گزارنے کے لیے ابتدائی تعلیم دلانے کا حق رکھتا ہے۔ اسی طرح ایک مریض مسلم معاشرے اور اسلامی حکومت پر اپنا حق رکھتا ہے کہ ابتدائی اور درمیانہ درجے کا علاج کرا سکے۔

یہ وہ معیار ہے جو اسلام اپنے ماننے والوں کے لیے تجویز کرتا ہے اور اپنے مال دار پیروکاروں پر لازم کرتا ہے کہ وہ ان کے لیے ان مذکورہ باتوں کا بندوبست کریں۔ لیکن اگر وہ اس میں کوتاہی برتتے ہیں اور بندوبست کے لیے جدوجہد نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک قصوروار ہوں گے۔ مسلم شریف کی حدیث میں ہے اَلْمُسْلِمُ اَخُوالْمُسْلِمِ لَایَظْلِمُهٗ وَلَا یُسْلِمُهٗ (صحیح المسلم) ''مسلمان مسلمان کا بھائی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ ہی اسے حوالہ کرتا ہے''۔ بیماری دور نہ کرنا اور کسی سے علاج نہ کرانا گویا اسے موت کے حوالہ کرنا ہے جو ایک مسلمان کی شان نہیں ہے۔

تقسیمِ زکوٰۃ میں اسلام کی حکمت

اسلام نے زکوٰۃ کی وصولی اور تقسیم میں اس بات کو اچھی طرح ملحوظ رکھا ہے کہ جس علاقے، خطے اور ضلع سے زکوٰۃ وصول کی جائے اس کا زیادہ حصہ اسی علاقے میں خرچ کیا جائے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِيَآءِهِمْ فَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَآءِهِمْ (الصحیح للبخاری) ''اس علاقے کے مال داروں سے زکوٰۃ لے کر اس علاقے کے غریبوں میں تقسیم کی جائے گی''۔

البتہ فقہاء نے اس میں استثنائی صورت یہ بتائی ہے کہ جس علاقے سے زکوٰۃ وصول کی جائے اس سے زیادہ کسی دوسرے علاقہ میں قحط، خشک سالی یا بڑی آفت نازل ہوئی ہے اور یہ لوگ ان سے زیادہ ضرورت مند ہیں تو زکوٰۃ کو عارضی طور پر وہاں سے منتقل کیا جانا چاہیے۔ جیسے پاکستان میں ۸/اکتوبر ۲۰۰۵ء کے زلزلے کے موقع پر دوسرے علاقوں، ملکوں اور مملکتوں سے زکوٰۃ کی رقم منتقل کی گئی۔ یہ صورتیں استثنائی ہیں۔ اسی طرح مرکزی دفتری انتظامات یا عمومی مد میں جسے تالیفِ قلب، مسافروں کے لیے انتظامی بندوبست، فی سبیل اللہ کی مد میں اسلحہ سازی اور اسلحہ خریدنے کے لیے زکوٰۃ کا کچھ حصہ مرکز میں منتقل کرنے کی صورت نکل سکتی ہے لیکن اس میں بھی مناسب سا حصہ ہوگا نہ کہ کل زکوٰۃ یا زیادہ حصہ، بلکہ ضروری مدات کی نسبت سے ہی حصہ نکالا جائے گا۔

زکوٰۃ اور اجتماعی کفالت

زکوٰۃ اجتماعی کفالت کی ضمانت کا دنیا میں پہلا مربوط و منظم نظام ہے۔ اس نظام کے باقاعدہ قوانین اور ضابطے ہیں اور یہ حکومتِ وقت کی طرف سے نافذ کیا جاتا ہے۔ یہ صرف ترغیب اور فضائل کے بیان کرنے پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ ضرورت کے وقت قوت سے زکوٰۃ وصول کرتا ہے۔ اس کے لیے علیحدہ بیت المال، بجٹ، اخراجات اور انفاق اور آمد و خرچ کا بجٹ بنایا جاتا ہے۔

زکوٰۃ کے ذریعے انسان کی بنیادی ضروریات جیسے غذا، لباس، مکان اور دیگر لازمی ضرورتیں پوری کی جاتی ہیں۔ اسلام نے نہ صرف اپنے پیروکاروں بلکہ غیر مسلموں کے لیے بھی بنیادی ضرورتوں کے تدارک کا بندوبست کیا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑے تعجب اور حیرت کی بات ہے کہ یورپ اور اس کے دل دادہ اور اسلامی تاریخ سے ناواقف اجتماعی کفالت کے نظام کو یورپ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور سترہویں اور اٹھارہویں صدی عیسوی سے اس کی ابتدا بتا کر دنیا کو دھوکہ دیتے ہیں کہ ہم نے یہ نظام ایجاد کیا، متعارف کرایا اور دنیا میں رائج کر رہے ہیں۔

یہ لوگ تاریخ سے نہ صرف آنکھیں بند کر لیتے ہیں بلکہ صحیح تاریخ کو پسِ پشت ڈال دیتے ہیں اور یہ بھول جاتے ہیں کہ مدینے کی اسلامی حکومت نے اول روز سے سب سے پہلے اسی شعبے کو منظم کیا۔ اپنے پیروکاروں سے ترغیب وترہیب (نرمی اور سختی) دونوں طریقوں سے زکوٰۃ وصول کی اور کسی صورت میں زکوٰۃ کی چھوٹ نہیں دی بلکہ اس کے لیے لڑائی لڑنے کی ضرورت ہوئی تو لڑائی تک کی۔ سیدنا ابوبکرؓ کی یہ بات بھول جاتے ہیں کہ اگر کسی نے زکوٰۃ کی معمولی چیز کی ادائیگی میں کوتاہی کی تو وہ برداشت نہیں ہوگی بلکہ اس کے وصولی کے لیے لڑائی ہوگی۔

زیادہ تعجب اس بات پر ہوتا ہے کہ سوشیالوجی کے مسلم اسکالر بھی یورپ کی زبان بولنے لگ جاتے ہیں بلکہ ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں اور اپنی سچی اور صاف تاریخ کو بھول جاتے ہیں یا یورپ کی عینک سے صرف وہی دیکھتے ہیں جو وہ عینک دکھاتی ہے۔

یورپ والے اپنی تاریخ کی روشنی میں اور یورپ کے تاریکی کے دور کو سامنے رکھ کر کہیں کہ ہم نے اس کام کو سترہویں صدی میں سمجھا، سیکھا اور جاری کرنے کی کوشش کی تو کسی حد تک صحیح ہوسکتا ہے۔ پھر انھوں نے اس کام کو خوشی، خوشدلی سے شروع نہیں کیا اور نہ ہی انھوں نے اسے اللہ کی رضا چاہنے کے لیے اور لوگوں پر رحم کھاتے ہوئے شروع کیا بلکہ مختلف اصلاحی و معاشی انقلابات، کمیونزم کے سیلاب کے نتیجے میں اس پر چاروناچار عمل شروع کیا۔ پھر دوسری عالمگیر لڑائی نے مجبور کیا کہ اپنی قوم کی اشک شوئی کریں، انھیں راضی کریں اور جنگ سے پہنچنے والے زخموں پر مرہم رکھیں اور ان کے یتیموں اور بیواؤں کے لیے ابتدائی بندوبست کریں۔ اس طرح ان میں رفاہی اور سماجی کاموں کا شعور بڑھا۔ لیکن اسلام نے تو ان باتوں کو روزِ اول سے نافذ کیا ہے۔

زکوٰۃ کی امتیازی خصوصیات

اسلام میں نظامِ زکوٰۃ کی جو امتیازی خصوصیات ہیں، وہ کافی زیادہ وسیع اور اہم ہیں۔ ان میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے بعض کا اشارۃً تذکرہ کیا گیا ہے۔ اردو میں اسلام کے معاشی نظام پر مولانا مودودی اور یوسف قرضاوی کی کتب جیسے کتاب الزکوٰۃ، پروفیسر خورشید احمد اور مولانا تقی عثمانی کی کتابیں، مولانا مناظر احسن گیلانی کی کتابیں۔ مزید تفصیل کے لیے قرآن وحدیث میں آمدہ آیات واحادیث کے مطالعے کے ساتھ کتاب الاموال ابوعبیدہ، المحلیٰ ابن حزم، الانصاف فی الفقہ الحنبلی، المجموع للامام النووی، الیل والنہار، البدایہ والنہایہ ابن کثیر، البدائع والصنائع للکاسانی، المغنی لابن قدامہ، کتاب الاموال امام ابویوسف اور شاہ ولی اللہ کی کتب۔ فقہ السنۃ السید السابق وغیرہ مطالعے کیے لیے مفید ہیں۔

ان میں سے بعض خصوصیات کا خلاصہ یہ ہے:

۱) زکوٰۃ مال داروں کے مال میں غریبوں اور حاجت مندوں کا حق ہے۔ ان کی طرف سے یہ کوئی احسان اور خیرات نہیں ہے۔

۲) اسلامی حکومت اس کے وصول کرنے اور خرچ کرنے کی ذمہ دار ہے۔

۳) یہ ہر اس شہری پر خرچ کرے گی جس کی آمدنی اس کے ضروری اخراجات سے کم ہے۔

۴) زکوٰۃ کے ذریعے غربت کو ختم کر کے فقراء کو مستقل طور پر غنی بنانے کا اہم وسیلہ ہے۔ ان کو ملکیت والا بنانے کا سبب ہے۔

۵) اس سے امراء اور غرباء کے درمیان نفرت، کینہ، حسد اور جیلسی کو ختم کرنے اور ایک دوسرے کے قریب کرنے کا وسیلہ ہے۔

۶) اس سے معاشرہ مالی لحاظ سے خوشگوار اور ہم آہنگی والا بن جاتا ہے۔

۷) زکوٰۃ ادا کرنے سے مال داروں کے دلوں سے مال کی محبت کم ہوتی ہے، مال کمانے کا مرض اور ہوس کم ہو جاتی ہے یا مٹ جاتی ہے اور جائز وناجائز کمانے کا جذبہ کم ہو جاتا ہے۔

۸) زکوٰۃ کی ادائیگی میں دل لگتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

۹) زکوٰۃ سے مال پاک ہو جاتا ہے اور اس سے صدقات ونفقات نفلی میں برکت ہو جاتی ہے۔

۱۰) زکوٰۃ کی ادائیگی مال تلف ہونے، برباد ہونے اور ضائع ہونے سے محفوظ رہتا ہے اگرچہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے۔

۱۱) زکوٰۃ ادا کرنے سے مال کا مالک آخرت کی گرفت اور مالی عذاب سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۲) زکوٰۃ کی ادائیگی سے زکوٰۃ دینے والوں اور لینے والوں کے درمیان معاشرتی دوری ختم ہو جاتی ہے اور دونوں ایک دوسرے کے ہمدرد، خیر خواہ اور دعا گو بن جاتے ہیں۔

۱۳) معاشرے میں زکوٰۃ کی ادائیگی سے ایک طرف مال دار کا مال اگرچہ برائے نام ہی کم ہوتا ہے اور وہ دولت کی ایک درجہ نیچے آ جاتا ہے اور غریب ایک درجہ غربت سے اوپر اٹھ جاتا ہے۔ یہ سلسلہ ہر سال رہے تو ایک دوسرے سے قربت پیدا ہوگی اور دونوں میں بُعد ختم یا کم ہوگا۔

زکوٰۃ کے علاوہ دیگر مالی انتظام:

اسلام نے غربت مٹانے، غرباء کو اوپر لانے اور ان کی مالی حالت درست کرنے کے لیے جو مالی معاونت کا نظام وضع کیا ہے، اس میں حکومتی سطح پر کچھ آمدنی کی مدیں ایسی ہیں کہ ان کی ذمہ داری کلیۃً حکومت پر ڈالی گئی ہے۔ ان مدات کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

الف) مالِ غنیمت

غنیمت کا دوسرا نام انفال بھی ہے۔ یہ صرف الفاظ کا فرق ہے، ورنہ دونوں ایک ہی چیز کے نام ہیں۔ غنیمت ان اشیاء، سامان اور اثاثوں کو کہا جاتا ہے جو دشمن سے لڑائی کے وقت حاصل ہوں۔ قرآن مجید اور احادیثِ مبارکہ میں اس کا تذکرہ متعدد مرتبہ مختلف پیرایوں میں آیا ہے۔

مالِ غنیمت میں ایک حصہ مساکین، یتامیٰ اور مسافروں کا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ... (الانفال ۸:۴۱)

”اور تمھیں معلوم ہو کہ جو کچھ مالِ غنیمت تم نے حاصل کیا ہے، اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے“۔

جتنا مالِ غنیمت حاصل ہوگا اس میں سے پانچواں حصہ نکال کر آپ کی حیاتِ طیبہ میں آپ ﷺ کے حوالے کیا جاتا تھا اور اس کے بعد آپؐ کے جانشین، اسلامی حکومت کے سربراہ اور حاکمِ وقت کے حوالہ ہوگا۔ یا آج کی اصطلاح میں خزانہ میں جمع ہوگا۔ پھر اس میں سے یتیموں، مسکینوں اور مسافروں پر خرچ کیا جائے گا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چونکہ ہماری یہ کتاب غربت مٹانے اور رفاہی کاموں کے موضوع پر ہے، اس لیے یہاں فقہی مسائل بیان کرنے کی گنجائش نہیں، تاہم اس نکتے پر غور کرنا چاہیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مالی تقسیم کے موقع پر غرباء، مساکین، یتامیٰ اور مسافروں کا حصہ رکھا ہے۔ ان کی دل جوئی اور مالی ضرورت پوری کرنے کا بندوبست کیا ہے۔ میراث کی تقسیم ہو، یا صدقہ وخیرات کی تقسیم ہو یا مالِ غنیمت اور فَے کی تقسیم ہو، ہر حالت میں انھیں کچھ نہ کچھ دینے کی ترغیب دی ہے۔ اس سے اسلام کے مالی رجحان کا اندازہ کیجیے۔ اسلام کا رخ کھانے کی طرف نہیں ہے، کھلانے کی طرف ہے۔ لینے کی طرف نہیں ہے، مال تقسیم کرنے اور انفاق کرنے کی طرف ہے۔ جمع کرنے اور سینت سینت کر رکھنے کی طرف نہیں ہے بلکہ تقسیم کرنے کی طرف ہے۔

ب) فَے

اس کلمہ کا مادہ ف ی ء ہے۔ فاء یفیئ۔ اَفاءَ یفیئ اِفاۃً لوٹانا، لوٹا دینا، پلٹا دینا۔

فَے ان اموال، زمینوں، جائیدادوں، مکانات اور منقولہ اور غیر منقولہ اموال کو کہا جاتا ہے جو دشمن خود بخود چھوڑ کر چلا جائے جس پر لڑائی نہ ہو اور نہ ہی فوجی کشمکش ہو۔ فَے کے بارے میں سورۃ الحشر میں تفصیلی باتیں آئی ہیں۔ ایک آیت ملاحظہ کریں:

مَّا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَیْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ... (الحشر۵۹:۷)

’’جو کچھ بھی اللہ بستیوں کے لوگوں سے اپنے رسول کی طرف پلٹا دے وہ اللہ اور رسول اور رسول کے رشتہ داروں اور یتامیٰ اور مساکین اور مسافروں کے لیے ہے تاکہ وہ تمہارے مال داروں ہی کے درمیان گردش کرتا نہ رہے‘‘۔

مالِ غنیمت اور مالِ فَے میں فرق یہ ہے کہ غنیمت وہ اموالِ منقولہ ہیں جو جنگی کارروائی کے دوران میں دشمن کے لشکروں سے حاصل ہوں، ان کے ماسوا دشمن ملک کی زمینیں، مکانات اور دوسرے اموال منقولہ اور غیر منقولہ غنیمت کے تعریف سے خارج اور فَے میں شامل ہیں۔ (تلخیص تفہیم القرآن ص ۸۵۴۔ مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن لاہور)

اموال فَے پورے کے پورے سرکاری خزانے میں داخل ہوں گے۔ حاکمِ وقت کے اختیار سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خرچ ہوں گے البتہ ان میں حاکم کے اخراجات ان کے رشتہ داروں (جو ان کے زیرِ کفالت ہوں) اور یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کی بہبود کے لیے ہوں گے۔ نیز جہاں زکوٰۃ صرف نہ کی جاسکے وہاں بھی یہ استعمال ہوں گے۔ یہ بات پیشِ نظر رہے کہ اسلامی حکومت کے ذرائع آمدنی کی اہم ترین مدات دو ہیں۔ ایک زکوٰۃ اور دوسری فئے۔ زکوٰۃ مسلمانوں کے زائد از نصاب پورے سرمائے مویشی، تجارتی اموال اور زرعی پیداوار سے وصول کی جائے گی اور زیادہ تر مسلم غریبوں کے لیے مخصوص ہے، جبکہ فئے، جزیہ اور خراج وغیرہ تمام آمدنیاں غیر مسلموں سے وصول کی جائیں گی اور اس کا بھی زیادہ حصہ غریبوں پر صرف ہوگا۔ (تلخیص تفہیم القرآن ص ۸۵۴)

ج) اسلامی مملکت کے دیگر ذرائع آمدنی

خزانے میں آمدنی کی دیگر ذرائع میں سے جزیہ، معدنیات، کانیں، دفینے، سمندری اشیاء، پورٹ کی آمدنیاں اور حکومت کے کاروباری اوارے وغیرہ ہیں۔

ان آمدنیوں میں تمام شہریوں کا حق ہے۔ چاہے وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم۔ خلفائے راشدین اور خاص طور پر حضرت عمرؓ اور عمر بن عبدالعزیزؒ نے غیر مسلموں کا پوری طرح خیال رکھا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے عدی بن ارطاۃ بصرہ کے حاکم کو اپنی طرف سے ہدایات دیتے ہوئے خط لکھا۔ اس میں انھیں ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلایا جن کا وہ اپنے صوبے میں لحاظ رکھے۔ اس خط میں وہ لکھتے ہیں:

''اہلِ ذمہ میں سے جو لوگ بوڑھے ہو گئے ہیں، ان کے قویٰ کمزور ہو گئے ہیں اور ان کی کمائیاں اور ان کے ذرائع آمدن ختم ہو گئے ہیں تو ان کی ضرورت کے مطابق بیت المال سے وظیفہ جاری کر دیں کیونکہ مجھے روایت پہنچی ہے: امیر المومنین حضرت عمرؓ ایک ذمی کے پاس سے گزرے جو لوگوں کے دروں پر سوال کر رہا تھا۔ آپؓ نے فرمایا: ہم نے تیرے ساتھ کوئی انصاف نہیں کیا۔ تیری جوانی کے وقت تم سے جزیہ لیتے رہے پھر بڑھاپے میں تجھے ضائع کر دیا۔ چنانچہ اس کے لیے بیت المال سے اس کی ضرورت کے مطابق وظیفہ مقرر کر دیا''۔ (کتاب الاموال لابی عبید ص ۴۶)

حضرت عمر بن خطابؓ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دورِ حکومت کے طریقوں، ان کے فرمانوں اور احکامات سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ مساکین، غرباء، یتامیٰ، بیوگان،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مریضوں، اپاہجوں اور بوڑھوں کا بہت خیال رکھا گیا اور ان کی ضروریات پوری کی گئیں، ان کے وظائف مقرر کیے گئے، انھیں جسمانی، مالی اور اخلاقی تحفظ دیا گیا۔ یہ وظائف انھیں اس وقت تک ملتے رہتے تھے جب تک وہ اسلامی حکومت میں مقیم رہے اور نقل مکانی کر کے دار الکفر یا دار الحرب میں نہیں گئے۔

مزید تفصیل کے لیے کتاب الاموال لابی عبید القاسم بن سلام (م۔۲۲۴ھ) ملاحظہ کریں۔

فَے والی آیت میں ایک جملہ ہے:

"كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ" (الحشر ۵۹:۷)

"تاکہ وہ تمہارے مال داروں ہی کے درمیان گردش نہ کرتا رہے"۔

یہ آیت قرآن مجید کی معاشی اصولی آیات میں سے ہے جس میں اسلامی معاشرے اور اسلامی حکومت کی معاشی پالیسی کا یہ بنیادی قاعدہ مقرر کیا گیا ہے کہ دولت کی گردش پورے معاشرے میں عام ہونی چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ مال صرف مال داروں میں ہی گھومتا رہے اور امیر روز بروز امیر اور غریب روز بروز غریب ہوتے چلے جائیں۔ قرآن مجید میں اس پالیسی کو صرف بیان ہی نہ کیا گیا بلکہ اس مقصد کے لیے اصولی اقدام کیے گئے۔ چنانچہ سود حرام کیا گیا، زکوٰۃ فرض کی گئی، اموالِ غنیمت سے خمس نکالنے کا حکم دیا گیا اور صدقات نافلہ کی بار بار تلقین کی گئی۔ میراث کا قانون بنایا گیا تاکہ مرنے والے کی چھوڑی ہوئی دولت زیادہ سے زیادہ وسیع دائرے میں پھیل جائے۔ اخلاقی لحاظ سے بخل کو سخت قابلِ مذمت اور فیاضی و سخا کو مومن کی بہترین صفت قرار دیا گیا۔ خوشحال طبقوں کو سمجھایا گیا کہ ان کے مال میں سائل اور محروم کا حق ہے جسے خیرات نہیں بلکہ حق سمجھ کر ادا کرنا چاہیے اور اسلامی حکومت کے ایک بہت بڑے آمدنی کے ذریعے یعنی فَے کے متعلق یہ قانون مقرر کر دیا گیا کہ اس کا ایک حصہ لازماً معاشرے کے غریب طبقات کو سہارا دینے کے لیے استعمال کیا جائے۔

کفّارات (حکمتیں اور مصلحتیں):

اسلام نے اپنے پیروکاروں پر جو صدقات واجب اور لازم کیے ہیں یا جن کے ادا کرنے کی فضیلت بیان کی ہے، اُن میں سے مالی اور جسمانی (بدنی) کفارے ہیں۔ کفارات ادا کرنے کی متعدد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکمتیں اور مصلحتیں ہیں۔ ان کا پوری طرح اور تمام پہلوؤں سے واضح کرنا مشکل ہے۔ ویسے بھی جب اسلامی احکام کی متعدد مصلحتیں، پوشیدہ حکمتیں اور فلسفہ بیان کیا جاتا ہے تو علمائے اسلام یہ کہتے ہیں کہ ان بہت سی حکمتوں اور مصلحتوں میں سے یہ چند ہیں۔ بعض احکام کی مصلحتیں انسانی ذہن کے شعور کی بلندی، ترقی اور عقلی پختگی سے ظاہر ہوتی ہیں۔ ایک دور کے لوگ اس سے بے خبر ہوتے ہیں جبکہ آنے والے دور کے لوگ اس سے واقف ہو جاتے ہیں۔ جیسے جیسے انسانی عقل ترقی کرتی جائے گی، یہ حکمتیں نمایاں ہوتی جائیں گی۔

کفارات کی چند حکمتیں اور مصلحتیں بیان کرنے سے پہلے کفارے کے لفظی اور اصطلاحی معنی اور جن اعمال پر کفارے لازم ہوتے ہیں، ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

کفارۃ (ک ف ر) لفظ کے معنی ہیں چھپانا، مٹانا، دفن کرنا، نقصان کی تلافی کرنا اور پورا کرنا۔ کفارہ کا کلمہ اسم اور فعل دونوں صورتوں میں آتا ہے۔ کفارات کو کفارات اس لیے کہتے ہیں کہ یہ گناہ کو چھپا دیتے ہیں جیسے قسموں کے کفارے، ظہار اور قتلِ خطا کے کفارات۔ انھیں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان کیا اور اپنے بندوں کو ان کے ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ (التہذیب بحوالہ الموسوعۃ الفقہیۃ کویت)

امام نووی نے اصطلاحی معنی یہ بیان کیے ہیں: اَلْكَفَّارَةُ مِنَ الْكُفْرِ. بِفَتْحِ الْكَافِ، وَهُوَ السَّتْرُ لِاَنَّهَا تَسْتُرُ الذَّنْبَ وَتُذْهِبُهُ. (بحوالہ سابقہ) ''کفارے کا کلمہ کفر (چھپانے) سے نکلا ہے۔ اس کے معنی چھپانے کے ہیں کہ گناہ کو ڈھانپ دیتا اور ختم کر دیتا ہے''۔

لفظی اور اصطلاحی معانی میں کافی حد تک یکسانیت پائی جاتی ہے۔ مولانا مودودیؒ نے کفارے کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے: ''کفارہ کے لغوی معنی ہیں چھپانے کی چیز۔ کسی کارِ خیر کو گناہ کا کفارہ قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ یہ نیکی اس گناہ پر چھا جاتی ہے اور اسے ڈھانپ لیتی ہے۔ جیسے کسی دیوار پر داغ لگ گیا ہو اور اس پر سفیدی پھیر کر داغ کا اثر مٹا دیا جائے''۔ (تلخیص تفہیم القرآن مولانا صدرالدین اصلاحی ص ۱۶۱۔ مطبوعہ ترجمان القرآن لاہور)

قرآن مجید سے کفارے کی ادائیگی کی چار صورتیں معلوم ہوتی ہیں۔ (۱) غلام یا لونڈی آزاد کرنا (۲) مسکینوں کو کھانا دینا (۳) مسکینوں کو لباس پہنانا (۴) روزے رکھنا۔

فقہ کی کتابوں میں بڑی تفصیل و تشریح آئی ہے۔ اسے چھوڑا جاتا ہے۔ البتہ یہ بات ملحوظ رہے کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قتلِ خطا کے کفارے میں تو غلام کا مومن ہونا ضروری ہے۔ اس لیے کہ غلام کے مومن ہونے پر صریح نص ہے۔ البتہ دوسرے کفارات میں جہاں غلام کا لفظ مطلق آیا ہے وہاں حنفیہ کہتے ہیں کہ کافر غلام یا لونڈی کو بھی آزاد کیا جا سکتا ہے۔ تاہم دوسرے ائمہ (شوافع، حنابلہ اور مالکیہ) کے نزد مومن ہونا شرط ہے۔ حنفیہ کے قول اور مسلک سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ دینِ اسلام میں کتنی وسعت، انسانی ہمدردی اور انسانیت کی فلاح کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ صرف اس ایک مثال سے اندازہ کیجیے کہ اسلام میں نہ تو عصبیت مذہبی ہے اور نہ ہی قومی، نسلی اور علاقائی ہے۔

کفارات کی حیثیت

کیا کفارات عبادت ہیں یا جرمانہ ہیں؟ یہ ایک اہم سوال ہے۔ علماء کہتے ہیں کہ کفارات ایک پہلو سے عبادت ہیں اور دوسرے پہلو سے عقوبۃ ہیں۔ فقہاء حنفیہ انھیں دونوں حیثیتیں دیتے ہیں۔ نَصَّ الْحَنِفِيَّةُ عَلٰی اَنَّ الْكَفَّارَةَ فِيْهَا مَعْنَى الْعُقُوْبَةِ وَ مَعْنَى الْعِبَادَةِ حنفی علماء واضح طور پر کہتے ہیں کہ ''کفارہ میں عقوبت کے معنی بھی ہیں اور عبادت کے بھی ہیں''۔ ابن نجیم (بڑے حنفی عالم) اس کی توجیہ یہ کرتے ہیں کہ ان افعال پر لازم ہوتے ہیں جن کے کرنے کی ممانعت آئی۔ اس لیے ابتدا میں تو یہ عقوبت (سزا) ہوتے ہیں البتہ ادا کرتے وقت عبادت بن جاتے ہیں۔

مولانا مودودی رحمہ اللہ ان میں عبادت کا پہلو غالب بتاتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''یہ 'جرمانہ' نہیں بلکہ 'توبہ' اور 'کفارہ' ہے۔ جرمانہ میں ندامت، شرمساری اور اصلاحِ نفس کی کوئی روح نہیں ہوتی بلکہ عموماً وہ سخت ناگواری کے ساتھ مجبوراً دیا جاتا ہے اور بیزاری اور تلخی اپنے پیچھے چھوڑ جاتا ہے۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ جس بندے سے خطا ہوئی ہے وہ عبادت اور کارِ خیر اور ادائے حقوق کے ذریعے سے اس کا اثر اپنی روح سے دھودے اور شرمساری اور ندامت کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کرے۔ تاکہ نہ صرف یہ گناہ معاف ہو بلکہ آئندہ کے لیے اس کا نفس ایسی غلطیوں کے اعادہ سے بھی محفوظ رہے۔ (تلخیص تفہیم القرآن ص ۱۶۱، ادارہ ترجمان القرآن لاہور)

کفارے کی قسمیں

قرآن مجید اور احادیثِ مبارکہ سے کفارات کی پانچ قسمیں ثابت ہوتی ہیں۔ قرآن مجید سے چار کفارے یعنی کفارۂ قتلِ خطا، کفارۂ ظہار، کفارۂ یمین (قسم) اور حج اور عمرے کے احکام میں کوتاہی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے کے بعض کفارے اور حدیث سے کفارۂ افطار صوم (روزہ توڑنے کا) معلوم ہوتا ہے۔ کفارۂ ایلاء قسم کے کفارے میں شامل ہے۔

مذکورہ بالا کفارات میں سے پانچ میں غلام آزاد کرنا شامل ہے۔ البتہ احرام کے دم میں غلام آزاد کرنا شامل نہیں ہے۔ تاہم روزے تمام اقسام میں شامل ہیں۔ کفارات میں غلام اسی فیصد، کھانا کھلانا اسی فیصد، روزے سو فیصد اور لباس پہنانا چالیس فیصد کا تناسب بنتا ہے۔

کفارات کی ادائیگی کا تجزیہ کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ کوئی دوسری چیز موجود نہ ہونے کی صورت میں اور سوائے سخت مجبوری کے روزے تو بہر حال رکھنے ہیں تاکہ نفس کی تربیت اور تعلیم ہو۔

کفارات کی ادائیگی میں ایک ترتیب رکھی گئی ہے اور ضرورت کو ترجیح دی گئی ہے جیسے تین کفاروں میں پہلے نمبر پر غلام کو رکھا گیا، اور دو میں کھانا کھلانے کو اوّلیت دی گئی ہے۔ اس کی حقیقی حکمت اور مصلحت تو اللہ کو ہی معلوم ہے، تاہم انسانی ضروریات کو بہر حال ملحوظ رکھا گیا ہے۔ جسمانی سزا اور تکلیف یعنی روزے کو آخر میں رکھا گیا جبکہ عقل کا تقاضا یہ ہے کہ جرم کرنے والے کو جسمانی سزا دی جائے تاکہ آئندہ ایسی حرکت نہ کرے اور جرم سے باز رہے۔ کفارات کی نوعیتیں اور کیفیات کو دیکھتے ہوئے اس کی حکمتیں اور چند رفاہی و اصلاحی پہلو سامنے آتے ہیں۔

۱) کفارات سے تینوں حقوق کا ادا ہونا

مالی کفارہ ادا کرنے سے تینوں حقوق بیک وقت ادا ہوتے ہیں۔ علماء نے حقوق کا بیان کرتے ہوئے انسان پر تین حق بتائے ہیں۔ حقوق اللہ، حقوق العباد اور حقوق النفس۔ چنانچہ مالی کفارہ ادا کرنے کی صورت میں تینوں حقوق بیک وقت ادا ہو جاتے ہیں۔ جیسے غلام آزاد کرنے سے ایک انسان کو آزادی کی نعمت نصیب ہوتی ہے جو حقوق العباد میں سے ایک حق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ کفارہ ادا کرنے سے اللہ کے حق کی ادائیگی ہوتی ہے اور تیسرا حق النفس بھی ادا ہوتا ہے کہ انسان اپنے نفس کو اخروی سزا سے بچالیتا ہے اور اپنے نفس کو سزا اور خواری سے بھی محفوظ کر لیتا ہے۔

اسی طرح کفارے میں ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے سے اللہ کا حق ادا ہونے کے ساتھ حق النفس بھی ادا ہوتا ہے اور مسکینوں کو کھانا کھلانے کا حق ادا ہو جاتا ہے۔ یہی توجیہ اور تعبیر کفارے میں مسکینوں کو کپڑے پہنانے میں ہے۔ اس لیے مالی کفارے کو ادائیگی میں ترجیح دی گئی اور ان کو پہلے رکھا گیا اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روزوں کو آخر میں رکھا گیا۔

۲) کفارات کی ادائیگی سے گناہوں کا مٹ جانا

کفارات ادا کرنے سے گناہ محو (مٹ) ہو جاتے ہیں اور جس عبادت میں کمی وبیشی ہوتی ہے، وہ عبادت درست ہو جاتی ہے۔ اس طرح کفارے کی ادائیگی سے انسان اپنی ذمہ داری پوری کرنے والا بن جاتا ہے۔ نیز حلال اور جائز بات نہ کرنے کی قسم کھانے والا کفارے کے بعد اس قسم کے دائرے سے نکل جاتا ہے اور وہ جائز ہو جاتا ہے۔ المائدہ ۵:۸۹ میں قسم کے کفارے کی تفصیل ہے۔ وہ کفارہ جس سے قسم توڑنے پر پہلا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا ان کو کپڑے پہنانا ہے۔ پھر غلام آزاد کرنا ہے اگر یہ نہ ہو تو تین روزے رکھنا۔ غالباً قسم کھانے اور توڑنے کا معاملہ زیادہ واقع ہوتا ہے، اس لیے اس میں کفارہ ہلکا رکھا گیا ہے۔

۳) فلاحِ آخرت

کفارہ دینے کی وجہ سے اس پر سے آخرت کی جوابدہی ختم ہو جاتی ہے اور اُخروی گرفت سے وہ شخص بری ہو جاتا ہے۔ کفارے کی ادائیگی کا یہ نہایت اہم پہلو ہے جو کفارہ دینے سے حاصل ہوتا ہے۔

(ملاحظہ کریں سورہ النساء ۴ آیت ۹۱)

۴) اطمینانِ قلب وروح حاصل ہونا

جب انسان کسی عبادت میں کوتاہی کرتا ہے یا کوئی گناہ کا کام کر بیٹھتا ہے جیسے کسی نے رمضان المبارک میں جان بوجھ کر روزا توڑا یا کوئی انسان خطا سے قتل ہو گیا ہے تو اسے چین نہیں آتا۔ لہٰذا کفارہ ادا کرنے کے بعد اسے اطمینانِ قلب وروح ہو جاتا ہے، دلی سکون ملتا ہے اور اپنے اوپر سے بوجھ اترا ہوا محسوس کرتا ہے۔

۵) کفارات ادا کرنے کا معاشی پہلو

کفارات کی ادائیگی کا معاشی، معاشرتی اور اجتماعی پہلو یہ ہے کہ مسکین افراد کی کفالت ہو جاتی ہے۔ ساٹھ مسکینوں کے لیے یک وقت دو وقت کا کھانا یا ایک مسکین کے لیے ساٹھ دن تک کھانے کا بندوبست ہو جاتا ہے یا ساٹھ مسکینوں وغریبوں کے لباس کی ضرورت پوری ہو جاتی ہے۔ معاشرتی پہلو سے بھوکے فرد کو کھانا ملے گا تو وہ چوری یا دیگر جرم نہیں کرے گا اور معاشرے میں خوشگوار فضا پیدا ہو گی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ ہے اسلام کا ہمہ پہلو کامل اور عادلانہ نظام کہ کفارات سے ایک طرف بندہ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے تو دوسری طرف اپنے نفس کو سزا دیتا ہے تو تیسری طرف غریبوں مسکینوں کے حقوق ادا کرتا ہے۔ جو لوگ اسلام کو صرف اللہ اور بندے کے درمیان واسطہ اور رابطہ قرار دیتے ہیں یا اسلام کو رہبانیت کی طرف لے جاتے ہیں تو وہ صرف کفارات کے مظاہر پر غور کریں تو ذہن کے بہت سے عقدے حل ہو جائیں گے۔

۶) کفارات کی ادائیگی اور معاشرے میں خوشگواری

کفارات کی ادائیگی سے معاشرے میں خوشگواری اور مالداروں اور غریبوں کے درمیان خوشگواری، باہمی ہمدردی کے جذبات اور احساسات پیدا ہوں گے، ایک دوسرے سے دوری ختم ہوگی اور کسی قدر دولت کی تقسیم ہوگی۔ کفارات کے اور بھی کئی ایک منفعت کے پہلو ہیں جو غور کرنے سے واضح ہوتے ہیں۔

کفارات کے بارے میں علماء اور فقہاء کے لیے دو پہلو ایسے ہیں کہ ان پر غور وفکر کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ غور اسلامی حکومت کا قانون ساز ادارہ یا اصحابِ حل وعقد اور اسلامی حکومت نہ ہونے کی صورت میں مسلمانوں کا فتویٰ دینے کا بڑا ادارہ یا مسلم کونسل اس پر اپنی رائے قائم کرے۔

(الف) کفارات میں ادا کی جانے والی اشیاء جیسے کھانا اور کپڑے ایک جگہ جمع کر کے ایک مجاز ادارہ مستحقین کو پہنچائے، ان میں تقسیم کرے تو کیا اس کی گنجائش نکل سکتی ہے؟

(ب) دوسرا پہلو اور اہم مسئلہ یہ ہے کہ آج کل دنیا میں غلامی موجود نہ ہونے کی صورت میں ایسے حُر (آزاد لوگ) جو جرمانہ نہ ہونے کی وجہ سے جیلوں میں پڑے ہوئے ہیں یا ظالم سرداروں اور خرکاروں کی نجی جیلوں (بندشوں) میں بندھے ہوئے ہیں، ان کے قرض ادا کر کے انھیں آزاد کرایا جاسکتا ہے۔ تاہم یہ مسئلہ خالص علمی اور فقہاء کے غور وفکر کرنے کا ہے۔

فدیہ:

شریعتِ مطہرہ میں غنی وتونگر شخص سے جو انفاق کرائے جاتے ہیں اور غرباء ومساکین کو اس سے جو مالی معاونت کرائی جاتی ہے، ان میں سے ایک فدیہ ہے۔ یہ اسلام کے نظامِ نفقات میں سے اہم مد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔اس کا مختصر سا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

اس کا مادہ 'ف دی'، ہے۔ اسی سے لفظ فِداء بنا ہے۔ یہ باب فدٰی یفدی افدی یفتدی باب تفاعل اور تفادی یتفادی آتا ہے۔ قرآن وحدیث میں یہ کلمہ متعدد مرتبہ آیا ہے۔ اس کے لغوی معنی ہیں مال وغیرہ دے کر کسی مصیبت سے بچالینا جیسے کہا جاتا ہے فدیۂ بمال میں نے مال دے کر اس کو چھڑالیا۔ مطلب فدیہ کا کلمہ جہاں بھی پایا جائے اس کے معنی بدل اور عوض دے کر چھڑانے کے آتے ہیں۔

شریعت کی اصطلاح میں اس کے تین معانی مذکورہ ہیں:

الف) ایسا بدل یا عوض جس کے ذریعے انسان اپنے آپ کو ایسے نقصان سے بچالے اور چھڑالے جو اس کے لیے ناگزیر بن چکا ہے۔ (کشاف اصطلاحات الفنون ص۱۸۵۲)

ب) وہ مال یا طعام جو خود کو آزاد کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ (دستور العلماء عبدالنبی احمد نگری)

ج) وہ بدل جو انسان اپنی عبادات میں قصور یا کمی کے بدلے میں ادا کرتا ہے، فدیہ کہلاتا ہے۔

(مفردات فی غریب القرآن امام راغب اصفہانی)

یہ تعریف جامع ہے اور فقہاء کے نزدیک راجح ہے۔ فقہ کی کتابوں میں یہی تعریف مذکور ہے۔

کفارہ اور فدیہ میں فرق

کفارات کسی کیے ہوئے گناہ کے بدلے میں ہوتے ہیں جیسے قسم کا کفارہ، ظہار کا کفارہ اور قتلِ خطا کا کفارہ۔ البتہ فدیہ کا گناہ کے بدل میں ہونا ضروری نہیں۔ عام قصور اور لغزش کے بدلے میں دیا جاتا ہے۔ جیسے شیخ فانی (بوڑھے شخص) کا فدیہ جب کہ اس پر روزے فرض نہیں ہیں۔ الغرض کفارے کے لیے گناہ کا صادر ہونا لازم ہے اور فدیہ کے لیے نہیں ہے۔ امام راغب اصفہانی کہتے ہیں کہ فدیہ کا کلمہ کفارے پر استعمال ہوتا ہے۔ البتہ کفارے کا اطلاق فدیہ پر نہیں ہوتا۔ اس لحاظ سے ان کا باہمی تعلق عموم وخصوص کا ہے۔ فدیہ عام کلمہ ہے اور کفارہ خاص ہے۔

عبادات میں فدیہ کا تذکرہ قرآنِ مجید میں دو عبادتوں کے لیے آیا ہے۔ ایک شیخ فانی (بوڑھے کھوسٹ) کے روزے چھوڑنے پر ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلانا یا اسے ایک دن کا طعام دینا۔ اگر کوئی اناج دینا چاہے تو ایک روزے کا تقریباً پونے دو کلو بنتا ہے۔ کسی ایک مسکین کو روزانہ یا مہینے کے حساب سے ایک وقت میں دے دیا جائے تو بھی گنجائش ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرا حج یا عمرے کے واجب یا مسنون احکام میں کوتاہی کرے جیسے احرام میں سر منڈوالے تو ایک کوتاہی کا فدیہ تین دن کے روزے رکھنا یا چھ مسکینوں کو کھانا دینا، اس میں بھی علماء نے فی کس پونے دو کلو تقریباً اناج تجویز کیا ہے یا دم (تلافی) کے طور پر بکری یا دنبہ ذبح کرنا ہے۔ یہ جانور حرم کے حدود میں ذبح کیا جائے گا۔

فقہاء نے قضا روزوں اور قضا نمازوں کا فدیہ بھی اتنا ہی بتایا ہے جو اوپر مذکور ہوا۔ ہر نماز کو ایک روزے کے برابر کہا ہے۔ اس طرح گویا ایک دن کی نمازوں کی گندم پونے نو کلو بنے گی۔

اگر کوئی شخص وصیت کر جائے تو اس کے وارثوں کو اس کے ورثے کی تہائی میں سے وصیت پورا کرنا ضروری ہے۔ اس طرح کوئی شخص بوڑھا معذور ہو جائے تو اپنی گزشتہ نمازوں اور روزوں کا فدیہ دے سکتا ہے۔

دیت (مقتول کے پس ماندہ افراد کی مالی کفالت):

اسلام نے انسانی جان کا بڑا احترام کرتے ہوئے اس کے تحفظ کا مناسب بندوبست کیا ہے۔ اسلامی حکومت میں مقتول کے وارثوں کی دلی تسلی و تشفی کرنے، ان کے دکھ کو ہلکا کرنے اور ان کی انتقامی آگ کو ٹھنڈا کرنے کا بہترین بندوبست کیا ہے۔ اسلامی حکومتیں اور مسلم حکومتیں قصاص، دیت اور مقتول سے معاف کرانے کے قوانین نافذ کر دیں تو کافی حد تک خونریزی اور قتل کا سدباب ہو سکتا ہے اور انتقام در انتقام کا سلسلہ رک سکتا ہے۔

فقہاء نے قرآن و حدیث اور عملِ صحابہ سے استنباط کر کے انسانی قتل کی پانچ قسمیں بتائی ہیں۔ جیسے قتل عمد، قتلِ شبہ عمد، قتلِ خطا، قتلِ شبہ خطا اور قتل بالسبب۔ ان میں سے ہر ایک قسم کے علیحدہ احکام ہیں جس کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے۔

ان احکام میں قاتل و مقتول کے ورثاء کے لیے قتل کا فیصلہ کرنے، ان کے دلوں سے غم اور رنج ہلکا کرنے اور مستقبل کی خونریزی کو روکنے کے لیے قتلِ عمد میں تین صورتیں رکھیں، ایک یہ کہ قتلِ عمد میں مقتول کے ورثاء قصاص (خون کا بدلہ خون) لے لیں، دوم یہ کہ مقتول کے ورثاء قاتل سے دیت (خون بہا) لے کر اسے جان بخشی کر دیں اور تیسری صورت یہ ہے کہ قاتل کو اللہ کے لیے معاف کر دیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باقی قتل کی قسموں میں پہلی قسم (قتل عمد) کو چھوڑ کر دو صورتیں ہیں، ایک مقتول کے ورثاء کو خون بہا دیں اور دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ سے اپنا گناہ بخشوانے، گناہ کے بوجھ سے ہلکا ہونے اور آئندہ کے لیے توبہ کرنے کے لیے دو صورتیں ہیں۔ ایک غلام آزاد کرنا اور اگر غلام نہیں ہے یا اس کے آزاد کرانے کی استطاعت نہیں ہے تو دو مہینے کے روزے رکھنا، دوم مقتول کے وارثوں کو دیت دینا۔

چونکہ ہمارا موضوع اسلام کا کفالتی نظام، خدمتِ خلق اور ضرورت مند کی ضروریات پوری کرنے کا تذکرہ ہے۔ اس سے صرف دیت کی ادائیگی اور غلام آزاد کرانے پر گفتگو کرنا ہے۔ مقتول جس خاندان کا فرد ہوتا ہے، لازماً اس کی کفالت و پرورش میں شریک ہوتا ہے۔ وہ کسی عورت کا شوہر، بچوں کا باپ، ماں باپ اور دادا دادی کا بیٹا اور پوتا نیز بھائیوں بہنوں کا بھائی ہوسکتا ہے۔ اس کے قتل ہونے سے اس کے زیرِ کفالت خاندان کے لیے گوناگوں معاشی اور کفالتی مسائل پیدا ہو جائیں گے اور وہ خاندان ذہنی اور مالی بحران میں مبتلا ہو جائے گا۔ لہٰذا اسلام نے مقتول کے پس ماندگان کے کفالتی مسائل کو حل کرنے کا نہایت معقول اور مناسب بندوبست کیا ہے۔ ان کو مالی پریشانیوں سے نجات دلانے اور ان کا غم ہلکا کرنے کے لیے قاتل سے دیت (خون بہا) دلائی ہے۔

دیت کا کلمہ 'ودی' کے حروف سے بنا ہے۔ اس کی جمع دیات آئی ہے۔ اصطلاح میں اس مال کو کہتے ہیں جو کسی انسان کے قتل کے بدلے میں یا کسی انسانی عضو کے بدلے میں مقتول کے ورثاء کو ادا کیا جاتا ہے یا زخمی کو اس کے زخموں کے بدلے ادا کیا جاتا ہے۔

دیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَ مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ۭ (النساء ۴:۹۲)

''کسی مومن کا یہ کام نہیں کہ دوسرے مومن کو قتل کرے الا یہ کہ اس سے چوک ہو جائے اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ ایک مومن کو غلامی سے آزاد کرے اور مقتول کے وارثوں کو خون بہا دے، الا یہ کہ وہ خون بہا معاف کر دیں''۔

مقتول کے وارثوں کو دیت (خون بہا) اچھی خاصی معقول رقم ہے جس سے اس کے وارثوں کی مالی پریشانی دور ہوسکتی ہے۔ یہ خون بہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اور عمل کے مطابق ایک سو اونٹ یا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسو گائیں یا دو ہزار بکریاں ہیں یا ان کی بازار کے حساب سے قیمت ہے جو رائج الوقت سکے میں دی جائے گی۔ (دیت کے مزید تفصیلی احکام احادیث اور فقہ کی کتابوں میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے)

عمومی مالی جرمانے:

اسلام نے اجتماعیت کو فروغ دینے، اس کی اہمیت بڑھانے اور معاملات اجتماعی حیثیت سے طے کرنے کی تاکید کی ہے۔ ان میں دو باتوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

القسامہ

ایک مقتول کسی محلے، گاؤں، بستی اور علاقے میں پایا جاتا ہے جس کے قاتل کا پتا نہیں چل رہا ہے۔ شریعت نے قاتل نہ معلوم ہونے کی صورت میں قسامہ (اجتماعی قسم) کا طریقہ رائج کیا ہے۔ اس بستی یا محلے یا قریبی خطے میں سے پچاس افراد کو نامزد کر کے ان کو اس بات پر قسم دی جائے گی کہ ان کو قتل کے بارے میں کوئی معلومات نہیں ہیں۔ یہ لوگ اگر قسم اٹھالیں تو پوری بستی آزاد ہو جائے گی۔ بصورتِ دیگر ان پر اجتماعی مالی جرمانہ کیا جائے گا جسے غرامہ کہا جاتا ہے۔ یہ جرمانہ بھی مقتول کے ورثاء کو دیا جائے گا۔ اس سے مقتول کے ورثاء کی مالی پریشانی دور ہوگی اور اس کے بچوں یا عزیزوں کی مالی امداد ہو جائے گی۔ دوسری طرف بستی والے آئندہ اپنے محلے یا علاقے میں فساد و خون ریزی نہیں ہونے دیں گے اور لوگ امن و سکون سے رہیں گے۔

قربانی وصدقہ وفطر:

صدقاتِ واجبہ میں سے عید الاضحیٰ اور حج کی عبادات میں قربانی کرنا یعنی گائے، بھینس، اونٹ، بکری اور بھیڑ میں سے حسب استطاعت اور ضرورت جانور ذبح کرنا ہے۔ عام قربانی سنتِ موکدہ اور واجبہ عبادات میں ہے۔ حج کے موقع پر عام طور پر حاجی پر حج کے واجب احکام میں سے ہے اور یہ حج تمتع پر عائد ہوتی ہے۔

اسی طرح صدقہ فطر سنتِ موکدہ اور صدقات واجبہ میں سے ہے۔ ان دونوں عبادتوں کی وسعت، گہرائی اور ہمہ گیریت پر غور کرتے ہیں۔ یہ غریبوں، ناداروں اور مفلس لوگوں کے لیے عید کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بندوبست کرنا، انھیں عید کی خوشیوں میں شریک کرنا، اسلامی برادری کے خورد و نوش میں شامل رکھنا اور ان کی ناداری اور مالی بے بسی کو وقتی طور پر کم کرنا یا ختم کرنا ہے۔

آج کل کی گرانی کے دور میں بکرے کا اچھا گوشت ہر شخص کے لیے کھانا بہت مشکل ہے اور جس رفتار سے گرانی بڑھ رہی ہے، دیکھتے ہوئے عمدہ گوشت کا استعمال ایک عام انسان کے بس سے باہر ہوتا جا رہا ہے۔ لیکن دینِ اسلام نے اپنے پیروکاروں پر لازم کر دیا ہے کہ اپنے بھائیوں کو ایسے موقع پر یاد رکھیں اور ان کے بچوں کے لیے خوراک کا بندوبست کریں۔

ہماری یہ کتاب فقہ کی نہیں ہے اور نہ ہی فقہی احکام کی تفصیل بیان کی جا رہی ہے۔ یہاں یہ نقطۂ نظر سامنے لانا ہے کہ اسلام غربت کو ختم کرنے یا کم کرنے کے لیے جو باتیں پیش کرتا ہے، ان میں نہ تو انفاق کرنے والے کو یہ احساس ہوتا ہے کہ میں انفاق کر کے کسی پر احسان کر رہا ہوں، میں کسی کو کچھ دے رہا ہوں، اور نہ ہی لینے والے کو احساس ہوتا ہے کہ میں ان کے در پر سوالی بن رہا ہوں اور ہاتھ پھیلا رہا ہوں۔ بلکہ صاحبِ حیثیت خود یا اس کی اولاد اور نوکر غرباء کی بستیوں میں جا کر گوشت تقسیم کر رہے ہیں۔ ان کو عید کی مبارک باد دے رہے ہیں اور ان کی خیر و عافیت پوچھ رہے ہیں۔ اسلام کا یہ اخوت، بھائی چارے اور باہمی رحمت و شفقت اور مودّت کا نظام ہے۔ اس میں طرفین میں خوشدلی، خوش خلقی اور ہمدردی کے جذبات بھرے ہوئے ہیں، نہ کہ نفرت، عداوت اور کینہ پروری کے احساسات موجود ہیں۔

دنیا کے دیگر مالی و معاشرتی نظاموں میں یہ بات ہرگز نہیں ہے۔ ان نظاموں سے کمیونزم، سوشلزم اور فاشزم کو کچھ عرصہ پہلے دنیا دیکھ چکی ہے، ان کے تلخ و کڑوے کسیلے پھل چکھ چکی ہے۔ کس طرح اخلاق و مروت، شرم و حیا، عفت و عصمت کو مٹایا گیا اور انسان کو حیوان بنایا گیا۔ اعاذنا اللہ منھا

نذرُ (منت) ماننا:

صدقاتِ واجبہ میں سے نذر (منت) ماننا اور اسے پورا کرنا بھی ہے۔ قرآن مجید و احادیثِ مبارکہ سے اور احکام کی کتابوں سے نذر کی کافی تفصیل ملتی ہے۔ منت ماننے کا بیان قرآن مجید میں چھ مرتبہ آیا ہے۔ الدہر ۷:۷۶، سورۂ آلِ عمران ۳:۳۵، سورہ مریم ۱۹:۲۶ اور سورہ بقرہ میں آیا ہے۔ چنانچہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سورہ بقرہ میں ارشاد ہے:

وَمَآ اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ نَّفَقَةٍ اَوۡ نَذَرۡتُمۡ مِّنۡ نَّذۡرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيۡنَ مِنۡ اَنۡصَارٍ

”تم نے جو کچھ بھی خرچ کیا اور جو نذر بھی مانی ہو، اللہ کو اس کا علم ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے“۔ (البقرہ۲:۲۷۰)

نذر یہ ہے کہ آدمی اپنی کسی مراد کے پورا ہونے پر کوئی ایسا نیک کام کرنے کا عہد کرلے جو اس کے ذمہ فرض نہ ہو۔ اگر یہ مراد کسی حلال و جائز کام کی ہو اور اللہ سے مانگی گئی ہو اور اس کے بر آنے پر جو عمل کرنے کا آدمی نے عہد کیا ہے وہ عہد اللہ ہی کے لیے ہو تو ایسی نذر اللہ ہی کی اطاعت میں ہے اور اس کا پورا کرنا واجب اور اجر و ثواب کا موجب ہے۔ اگر یہ صورت نہ ہو تو ایسی نذر کا ماننا اور پورا کرنا عذاب کا باعث ہے۔ (تلخیص تفہیم القرآن ص ۸۹۔ ادارہ ترجمان القرآن لاہور)

علماء نے نذر کی بڑی دو قسمیں کی ہیں۔ ایک نذر معین اور ایک نذر غیر معین۔ نذر معین یہ ہے کہ کسی کام کے ہونے سے اسے معلق (وابستہ) کر دیا جائے اور غیر معین نذر کو کسی کام کے ہونے سے وابستہ نہیں کیا جاتا۔ جیسی کوئی شخص کہے کہ یا اللہ تو میرا یہ کام کر دے اور پھر وہ کوئی خیرات کرے تو یہ خیرات نفلی صدقہ ہوگا اور اسے امیر و غریب سب استعمال کر سکتے ہیں۔ البتہ پہلی قسم میں اس عمل کا کرنا اس وقت واجب ہوگا جب وہ کام ہو جائے۔ یہ صدقہ واجب میں ہے اور غرباء کا حق ہے۔

یہاں نذر کے فقہی احکام بیان کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ اسلامی تعلیمات کا یہ پہلو سامنے لانا ہے کہ اگر کوئی مالی عمل اور انفاق کرنے کی نذر مانتا ہے تو وہ نہ صرف صحیح ہے بلکہ اس ذریعہ سے فقراء و غرباء کی خبر گیری کی جا رہی ہے اور ان کی مالی ضرورتیں پوری ہو رہی ہیں۔ اسلام اس طریقے سے مالداروں سے کچھ خرچ کرا کے غریبوں کو دلا رہا ہے۔ یہ دینا اور خرچ کرنا خوشدلی، اطمینان اور اللہ کی رضا اور شکرانے کے طور پر ہو رہا ہے اور فقراء و مساکین کی خبر گیری ہو رہی ہے۔

انفاق نفلی:

(صدقات اختیاری یا شخصی اور ذاتی انفاق)

اس باب کے گزشتہ صفحات میں صدقاتِ واجبہ اور لازمہ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اب صدقاتِ نافلہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا مختصر سا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ صدقاتِ نافلہ کا بیان قرآن مجید اور احادیثِ مبارکہ اور سنتِ رسول ﷺ اور سیرتِ صحابہؓ میں کثرت سے پایا جاتا ہے۔ یہ بیان مختلف پیرایوں، طریقوں اور زاویوں سے اتنی کثرت سے آیا ہے کہ اسلام کا مطالعہ کرنے والا یہ سمجھتا ہے کہ اسلام میں شخصی نیکی ہی اصل ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ شخصی اور انفرادی نیکی اپنی جگہ پر اہم ہے لیکن لازمی نیکی چونکہ لازم اور واجب ہوتی ہے، اس لیے مومن اپنے ایمانی تقاضا، ماحول و معاشرے کے اثرات اور بعض نفقات میں حکومت کے دباؤ کی وجہ سے کر لیتا ہے۔ البتہ انفرادی کے لیے انسان کو آمادہ کرنے اور احساس دلانے کی ضرورت ہے۔

چونکہ انسان کی حالت یکساں نہیں رہتی۔ اس کا نفس کبھی امّارہ بن کر سامنے آتا ہے، کبھی لوّامہ بن جاتا ہے اور کبھی اطمینان کی حالت میں آ کر مطمئنہ ہو جاتا ہے۔ کبھی خوشی و شادمانی میں کھو جاتا ہے تو کبھی غموں میں غرق ہو جاتا ہے الغرض اس کی حالت یکساں نہیں رہتی۔ یہ کیفیت صحابہ کرامؓ تک میں جزوی طور پر نظر آتی ہے۔ لہٰذا اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی کتاب میں انفاقِ نفلی کو مختلف پیرایوں سے بیان کیا ہے۔ انفاق کی آیات سیکڑوں تک پہنچتی ہیں تاکہ بندۂ مومن ہر حالت میں خرچ کرتا رہے۔ نمونہ کے طور پر صرف تین آیات ملاحظہ کریں:

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (آلِ عمران ۳:۱۳۴)

”دوڑ کر چلو اس راہ پر جو تمہارے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف جاتی ہے جس کی وسعت زمین و آسمان جیسی ہے اور وہ ان خدا ترس لوگوں کے لیے مہیا کی گئی ہے جو ہر حال میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں، خواہ بدحال ہوں یا خوشحال جو غصے کو پی جاتے ہیں اور دوسروں کے قصور معاف کر دیتے ہیں۔ ایسے نیک لوگ اللہ کو بہت پسند ہیں“۔

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ (البقرہ ۲:۲۷۴)

”جو لوگ اپنے مال رات اور دن، کھلے اور چھپے خرچ کرتے ہیں، ان کا اجر ان کے رب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے پاس ہے اور ان کے لیے کسی خوف اور رنج کا مقام نہیں"۔

وَ اَنۡفِقُوۡا مِنۡ مَّا رَزَقۡنٰکُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّاۡتِیَ اَحَدَکُمُ الۡمَوۡتُ فَیَقُوۡلَ رَبِّ لَوۡ لَاۤ اَخَّرۡتَنِیۡۤ اِلٰۤی اَجَلٍ قَرِیۡبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَ اَکُنۡ مِّنَ الصّٰلِحِیۡنَ ۝ (المنافقون ۶۳:۱۰)

"اور جو رزق ہم نے تمھیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرو، اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کی موت کا وقت آ جائے اور اس وقت وہ کہے اے رب! کیوں نہ تو نے مجھے تھوڑی سی مہلت اور دے دی کہ میں صدقہ دیتا اور صالح لوگوں میں شامل ہو جاتا"۔

وَمَا تُقَدِّمُوا لِاَنۡفُسِکُمۡ مِّنۡ خَیۡرٍ تَجِدُوۡہُ عِنۡدَ اللّٰہِ ہُوَ خَیۡرًا وَّ اَعۡظَمَ اَجۡرًا (سورۃ المزمل ۷۳:۲۰)

"اور جو کچھ بھلائی اپنی ذات کی بھلائی کے لیے آگے بھیجو گے تو اسے اللہ کے ہاں موجود پاؤ گے وہ ہی زیادہ بہتر اور اس کا اجر بہت بڑا ہے"۔

(مزید دیکھیے سورۃ البقرۃ ۲:۲۶۰ تا ۲۸۹۔ ۱۳۵، آل عمران ۳:۱۳۳، سورہ سبا:۳۹، سورۃ الحدید:۷، سورۃ الحشر:۹، سورۃ الانسان:۸۔۱۰، سورۃ البلد:۱۱ تا ۱۸، نیز ملاحظہ کریں تلخیص تفسیر تفہیم القرآن کی فہرست میں انفاق فی سبیل اللہ)

صدقاتِ نافلہ کے بارے میں احادیث کی کتابوں میں آمدہ سیکڑوں احادیث میں سے تین حدیثیں تبرک کے طور پر بیان کی جا رہی ہیں:

حضرت ابو ہریرہؓ نے روایت کی کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: "بندہ کہتا ہے میرا مال، میرا مال، حالانکہ اس کے مال میں سے صرف تین قسم کا مال اس کا ہے جو کچھ اس نے کھا کر ختم کر دیا یا پہن کر بوسیدہ کر دیا یا (اللہ کی راہ میں) دے کر اسے جمع کر دیا۔ اس کے علاوہ جو کچھ ہے، وہ لوگوں کے لیے چھوڑ کر چلا جائے گا"۔ (مسلم)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہوگا مگر اللہ تعالیٰ اس سے روبرو بات کریں گے اور درمیان میں کوئی ترجمان نہیں ہوگا۔ پس وہ شخص اپنے داہنے طرف دیکھے گا تو اسے صرف وہ عمل نظر آئیں گے جو اس نے آگے بھیجے ہیں۔ پھر وہ اپنی بائیں طرف دیکھے گا تو اسے وہی عمل نظر آئیں گے جو اس نے آگے بھیجے ہیں۔ پھر وہ اپنے سامنے دیکھے گا تو اسے اپنے سامنے آگ ہی آگ نظر آئے گی۔ پس تم آگ سے بچو چاہے کھجور کے ایک ٹکڑے سے ہو۔ یعنی معمولی صدقہ و خیرات بھی اس کے لیے دوزخ کی آگ سے حفاظت کا ذریعہ ہوگا"۔ (بخاری و مسلم بروایت عدی بن حاتم)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر شخص (قیامت کے دن) اپنے صدقے کے سائے میں ہو گا، یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے''۔ (احمد، ابن خزیمہ، ابن حبان)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک درہم ایک ہزار درہم سے سبقت لے گیا (آگے بڑھ گیا) اس پر ایک آدمی نے پوچھا: یہ کیسے ہوا یا رسول اللہ ﷺ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک شخص جس کے پاس بہت سا مال ہے، اس نے اپنے سرمائے سے ایک ہزار درہم لے کر خیرات کیے۔ ایک دوسرا شخص جس کے پاس (کل سرمایہ) صرف دو درہم ہیں۔ اس نے ان میں سے ایک لے کر خیرات کر دیا (یعنی اس نے اپنے کل مال کا نصف صدقہ کر دیا اور اپنے مد مقابل سے جس نے ایک ہزار درہم خرچ کیے، آگے بڑھ گیا)''۔ (نسائی، ابن خزیمہ، ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا)

احادیث کی کتب میں صدقہ وخیرات اور اللہ کی راہ میں دینے کا بیان بڑی تفصیل سے ہوا ہے۔ پھر اسلام کے ابتدائی ایام کے لوگوں نے جس طرح ان پر عمل کر کے دکھایا وہ بھی مثالی نمونے ہیں۔ ایک نمونہ ملاحظہ کریں۔

امام یوسف بن سعد کے بارے میں روایت ہے کہ ان کی روزانہ کی آمدنی ایک ہزار دینار تھی لیکن باوجود اس کے ان پر زکوۃ لازم (فرض) نہیں ہو پاتی تھی۔ کیونکہ وہ اپنے مال پر حولان حول (سال پورا) ہونے نہیں دیتے تھے بلکہ جو آتا، صدقہ کر دیتے اور اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتے۔ امام یوسف روزانہ گفتگو کرنے سے پہلے تین سو ساٹھ مسکینوں کو خیرات دیتے تھے۔ ان کے بارے میں روایت آئی کہ ایک عورت نے کچھ شہد مانگا تو انھوں نے شہد کا ایک مشکیزہ دینے کا حکم دیا۔ ان سے کہا گیا کہ یہ تو اس سے کم پر راضی تھی۔ انھوں نے جواب دیا کہ اس نے اپنی ضرورت کے مطابق مانگا اور ہم نے اللہ کی عطا کی ہوئی نعمت کے مطابق دیا۔

مزید تفصیل کتب احادیث اور کتب سیرت میں ملاحظہ کریں۔

مسلمانوں نے انفاق کی اس اعلیٰ اور واضح تعلیم کی روشنی میں خرچ کیا اور آج بھی کر رہے ہیں۔ ہر خوشی اور غمی کے موقع پر خرچ کرتے ہیں اور اپنے اخراجات کے ساتھ انفاق بھی کرتے رہتے ہیں۔ ان کے سامنے یہ تعلیم بھی ہوتی ہے کہ الصدقہ تدفع البلاء (صدقہ مصیبت کو ٹالتا ہے) اسی طرح نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنا، مسابقت ومسارعت کی آیات واحادیث اور صحابہ و

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تابعین اور صلحاء امت کی مثالیں بھی سامنے ہوتی ہیں، اس لیے دل کھول کر صدقاتِ نافلہ کرتے ہیں۔

صدقاتِ نافلہ اور انفاق فی سبیل اللہ میں بہت سے فقہی احکام اور مسائل کا بیان کتب فقہ میں موجود ہے۔ انھیں ملحوظ رکھنا، ان پر عمل کرنا اور ہر انفاق میں انھیں اپنے سامنے رکھنا ضروری ہے۔ تاہم چند ایک بہت ہی اہم اور بنیادی باتیں ہیں جن کی پابندی ضروری ہے۔ یہ باتیں باب ہشتم کے ابتدا میں قدرے تفصیل سے بیان ہوئی ہیں۔ پھر بھی ان کو مختصر طور پر گنوا دیتے ہیں:

صدقات وخیرات کی ادائیگی کی شرائط

۱۔ صدقات وخیرات اور انفاق اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے مطابق ہونے چاہییں۔

۲۔ انفاق میں بلکہ ہر نیکی کے کام میں نیت خالص، درست اور اللہ کی رضا کے لیے ہونا ضروری ہے۔

۳۔ صدقات واجبہ ہوں یا نافلہ، غریبوں، حاجت مندوں اور بے بس لوگوں کا اپنے مال میں حق سمجھنا چاہیے۔

۴۔ کسی پر احسان نہ جتانا چاہیے جو بھی خیر وبھلائی کا کام ہو، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کیا جائے۔

۵۔ اپنی حلال کی کمائی اور جائز کمائی میں سے یا عمومی تجارت سے ہو، کبھی بھول کر بھی حرام کی کمائی سے صدقہ ہرگز نہ کیا جائے اور نہ کسی سے ایسی کمائی مانگی جائے۔

آخر میں ڈاکٹر یوسف قرضاوی کا اہم نوٹ جو غربت ختم کرنے میں بہت ہی جامع، مفید اور کارآمد ہے۔ انھوں نے اپنی کتاب ''الفقر وکیف عالجھا الاسلام'' کے آخر میں دیا ہے، اس کا ترجمہ قارئین کے مطالعہ کے لیے دیا جا رہا ہے۔

غربت ختم کرنے کے تین بنیادی عوامل:

۱۔ مفلس کی ذات

غربت ختم کرنے کا پہلا ذریعہ مفلس کی اپنی ذات سے متعلق ہے کہ جب اسے غربت کی حالت میں کوئی کام ملے اور وہ اسے کرسکتا ہو تو فوراً اس میں لگ جائے۔ تاہم معاشرے کے لوگوں اور حکومت کو چاہیے کہ اس کی مالی اور فنی امداد کرتے رہیں۔ جب اس کے حال اور فن کے مطابق دوسرا کام ملے تو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ اسے اختیار کرلے۔لیکن بہرحال کام میں لگ جائے اور کام شروع کر دے۔

۲۔عام مسلمانوں کا کردار

دوسرے ذریعے کا تعلق مسلمانوں کے اس طبقے سے ہے جو غریبوں کی کفالت کرتا ہے، یہ کفالت چاہے اس کے ذمہ واجب ہونے یا وہ اللہ سے اجر وثواب چاہتے ہوئے یہ خدمت سرانجام دے رہا ہے، اس کی عملی لحاظ سے کئی صورتیں بنتی ہیں:

الف) رشتہ داروں کی ذمہ داری: رشتہ داروں کی طرف سے حقوق ادا کرنے کی ذمہ داری کو قبول کرنا اور اس شخص کی کفالت کرنا، ان کی سرپرستی کرنا اور تعاون جاری رکھنا۔

ب) پڑوسیوں کی ذمہ داری: پڑوسیوں کو اپنے حقوق ادا کرنے کا فریضہ محسوس کر کے اس پڑوسی کی مدد کرنا۔

ج) زکوۃ سے مدد کرنا: یہ اس صورت میں ہے جب مسلم ریاست موجود نہ ہو یا وہ زکوۃ وصول نہ کرتی ہو۔

د) عمومی صدقات سے مدد: مسلم کے مال پر جو حقوق عائد ہوتے ہیں جیسے کفارات، نذریں (منتیں) مصیبت زدہ لوگوں کی امداد، ضرورت مندوں کی حاجت روائی وغیرہ۔

ہ) نفلی صدقات: نفلی صدقات چاہے وقتی ہوں یا دائمی، ان سے مدد کرنا۔

۳۔مسلم حکومت کی ذمہ داری

مسلم حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ ہر ایسے ضرورت مند شخص کو جس کی کوئی مستقل آمدنی نہ ہو اور نہ ہی معاشرے میں اس کی کفالت کرنے والا کوئی ہو اور یہ شخص مسلمان ہو یا ذمی (غیر مسلم شہری) ہو۔ لیکن جب تک یہ اسلامی ریاست میں زندگی گزار رہا ہے تو اس کی مدد درج ذیل صورتوں سے کی جائے گی:

الف) زکوۃ: یہ اسلامی خزانے کی وہ مستقل آمدنی ہے جس سے غربت کو ختم کیا جاسکتا ہے۔غربت ختم کرنے میں یہ سب سے بڑا ذریعہ ہے۔اس کی تفصیل ہم نے گزشتہ صفحات میں بیان کی ہے۔

ب) دوسری آمدنیاں: جیسے مال غنیمت میں سے خمس (پانچواں حصہ) فَے کا مال، خراج (زمینوں پر لگان یا مالیہ) جزیہ، لاوارث مال، ان افراد کی ملکیت جن کا کوئی وارث نہ ہو اور حکومت کی مختلف

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آمدنیاں جو اس کے زمینی قائم اثاثوں سے حاصل ہوں۔

ج) اضافی آمدنیاں: جیسے غرباء کی اولاد کے لیے دولت مندوں پر ٹیکس لگانا جب کہ زکوٰۃ یا دوسری مدات سے غریبوں کی کفالت نہ ہوسکتی ہو۔ (ڈاکٹر یوسف قرضاوی کا نوٹ ختم ہوا۔)

حکومت، رفاہی ادارے اور مختلف این جی اوز مل کر کوشش کریں تو پاکستان سے غربت یقیناً ختم ہو سکتی ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس ملک کو بے شمار اور بہت زیادہ وسائل عطا کیے ہیں۔ دنیا میں قومی سطح کے جتنے بڑے وسائل ہیں، ان کے بہت سے وسائل پاکستان کو حاصل ہیں۔ بس ان کو تلاش کرنے، ان کے استعمال کے منصوبے بنانے، صحیح استعمال کرنے، دیانت و امانت اختیار کرنے اور محنت کرنے کی ضرورت ہے۔

پاکستان کے وسائل پر نظر ڈالیں تو ہر طرف وسائل کی فراوانی ہی فراوانی ہے۔ ایک تہائی سرحدوں کو گھیرے ہوئے وسیع سمندر اور ان کی نعمتیں جیسے بندرگاہیں، قسم قسم کی مچھلی اور سمندری خوراک، بارا سال بہتے ہوئے دریا، ہزاروں میلوں میں پھیلی ہوئی زرعی زمینیں، مختلف معدنیات سے بھری ہوئی کانیں، سر بفلک پہاڑ، دنیا کے بڑے بڑے گلیشئر، ہر قسم کے پھل فروٹ، غذائی اجناس، افرادی قوت کی کثرت، ہر قسم کے ہر وقت رہنے والے موسم، ایٹمی قوت کا ذخیرہ، بل کھاتی ہوئی شاہراہیں، پاکستان کا قدرتی محل وقوع کہ دنیا کے ہوائی، بحری اور بری راستے پاکستان میں سے یا اس کے کنارے سے گزرتے ہیں۔ باصلاحیت اور قابل افراد اور بڑی چھوٹی صنعتیں اور کارخانے وغیرہ۔

آخر میں پھر عرض کروں گا کہ دیانت، امانت، اخوت اور محنت و مشقت کی ضرورت ہے، یہ پیدا ہو جائے تو کامیابی کی منزل دور نہیں ہے۔ یہ ملک سرسبز و شاداب اور آباد ہو سکتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ہفتم

رفاہی کام اسلامی تاریخ کے آئینے میں

تمہید	۴۵۳
۱۔ وقف (اوقاف)	۴۵۳
وقف کی بہتات	۴۵۴
دو قسم کی وقف	۴۵۴
اوقاف کے ذریعے قائم کردہ رفاہِ عامہ کے چند ادارے	۴۵۹
۲۔ مساجد	۴۶۰
مسجد کی ابتدا	۴۶۱
مسجدوں کی تعمیر	۴۶۱
مسجد کی حیثیت	۴۶۲
مسجد کا انتظام	۴۶۲
۳۔ مدارس	۴۶۳
مدارس کا پھیلاؤ	۴۶۴
چند مشہور مدارس اور ان کے قائم کرنے والے	۴۶۴
مدارس کی آمدنیاں	۴۶۵
۴۔ کتب خانے (لائبریریاں) خاص و عام	۴۶۸
کتابوں سے شغف	۴۷۰
کتب خانوں کی نوعیتیں	۴۷۱
دنیائے اسلام کے چند مشہور کتب خانے	۴۷۳
۱۔ مکتبہ خلفاء فاطمین قاہرہ	۴۷۳
۲۔ دارالحکمت قاہرہ	۴۷۴
۳۔ بیت الحکمت بغداد	۴۷۴
۵۔ مکتبہ حکم اندلس	۴۷۴
۶۔ مکتبہ بنی عمار، طرابلس	۷۴
ذاتی کتب خانے	۴۷۵
ان کتب خانوں کے ساتھ دشمنوں کا برتاؤ	۴۷۵
کتابیں سلامت ہیں تو سب سلامت ہے!	۴۷۷
کتابوں کی خریداری اور فراہمی میں مسابقت	۴۷۷
۵۔ اسپتال، شفا خانے اور طبیہ کالج	۴۷۸
پہلا باقاعدہ اسپتال	۴۷۸
قائم اسپتال	۴۷۹
مختلف نوع کے اسپتال	۴۷۹
ابتدائی طبی امداد کے مراکز (فرسٹ ایڈ سینٹر)	۴۷۹
عام شفا خانے	۴۸۰
میڈیکل کالجوں سے ان کا تعلق	۴۸۱
مستند اطباء کو علاج معالجہ کی اجازت دی جاتی	۴۸۱
اسپتالوں میں کتب خانۂ علم طب	۴۸۱
بلا معاوضہ علاج و معالجہ	۴۸۲
۱۔ عضدی اسپتال، بغداد	۴۸۳
۲۔ نوری اسپتال، دمشق	۴۸۳
۳۔ بڑا منصوری اسپتال	۴۸۴

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۔ مراکش کا اسپتال	۴۸۵
آخری بات	۴۸۵
۶۔ آب نوشی کا بندوبست	۴۸۶
۷۔ باؤلیاں	۴۸۹
۸۔ یتیم کی پرورش اور یتیم خانے	۴۸۹
حضرت عمرؓ اور یتیموں کی خبر گیری	۴۹۰
یتیموں پر شفقت	۴۹۱
۹۔ سرائیں	۴۹۲
۱۰۔ تکیہ	۴۹۴
۱۱۔ غلاموں اور لونڈیوں کی خدمت	۴۹۵
۱۲۔ لنگر	۴۹۷
۱۳۔ عدل وانصاف	۴۹۹
۱۴۔ خواتین اور رفاہی ادارے	۵۰۲
آب رسانی کی نہر (نہر زبیدہ)	۵۰۲
پانی کی سبیلیں	۵۰۳
تالاب	۵۰۳
طہارت خانہ	۵۰۳
سرائیں	۵۰۳
کاروانِ سرائے نور محل	۵۰۳
کاروان سرائے دہلی	۵۰۳
کاروان سرائے فرخ آباد	۵۰۴
خواتین کا اسپتال	۵۰۴
مریم بانو	۵۰۴
۱۵۔ خواتین اور مدارس کا قیام	۵۰۵
۱۔ امہات المومنین کا تعلیمی کام	۵۰۵
۲۔ مدرسہ دار ارقم	۵۰۶
۳۔ مدرسہ دار الایتام مکہ مکرمہ	۵۰۶
۴۔ جامعہ قرویین، فاطمہ بنت محمد الفہری	۵۰۶
۵۔ مدرسہ خاتونیہ دمشق	۵۰۷
۶۔ مدرسہ شہزادی ترکان خاتون	۵۰۷
۷۔ مدرسہ حجازیہ	۵۰۷
۸۔ مدرسہ قائت بائی	۵۰۷
۹۔ مدرسہ عثمانیہ	۵۰۸
۱۰۔ مدرسہ پنور	۵۰۸
۱۱۔ مدرسہ جون پور	۵۰۸
۱۲۔ مدرسہ خیر المنازل	۵۰۸
۱۳۔ مدرسہ آگرہ	۵۰۸
۱۴۔ مدرسہ لاہور	۵۰۹
۱۵۔ مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ	۵۰۹
۱۶۔ ندوۃ العلماء لکھنؤ	۵۰۹
۱۷۔ صغریٰ ٹرسٹ	۵۰۹
۱۶۔ حیوانات پر شفقت	۵۰۹
چند اسلامی احکام	۵۱۰
اسلامی حکومت کی ذمہ داریاں	۵۱۱
حیوانات کی نگہداشت کے لیے اوقاف	۵۱۲
رحیمانہ برتاؤ کی عجیب و بے نظیر مثالیں	۵۱۳
قدیم دور میں حیوانات سے سلوک	۵۱۳

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رفاہی کام اسلامی تاریخ کے آئینے میں

تمہید:

مسلمانوں کے رفاہی، اصلاحی اور خدمتِ خلق کے کاموں کا تاریخ کے آئینے میں جائزہ لیا جائے تو یہ کام بہت ہی وسیع، بڑی کثرت سے اور ہر نوع اور قسم کے ملیں گے۔ البتہ یہ کام کسی ایک جگہ، ایک عنوان، ایک دور اور ایک شخصیت میں نہیں ہوں گے، اس لیے ان کے مطالعے، جائزہ لینے اور ایک جگہ جمع کرنے کے لیے جہاں علم ضروری ہے، وہاں فرصت، وسیع کتب خانہ اور محقق کے لیے دلجمعی اور یک سوئی بھی لازمی ہے۔ پراگندہ دل، پراگندہ فکر، پراگندہ ذہن یہ جامع کام نہیں کر سکے گا۔

معیاری اور اچھی تہذیب کی چار بنیادیں ہیں۔ ایک دین و اخلاق، دوسری اقتصادی ذرائع اور وسائل، تیسری بنیاد سیاسی نظم وضبط اور چوتھی علوم وفنون کا استحکام ہے۔ یہ چار شرائط پائی جائیں تو پھر تہذیبی ترقی ونشو ونما کے لیے کچھ دوسری باتیں خود بخود یا تھوڑی سی جدوجہد سے موجود ہو جاتی ہیں۔ جیسے جغرافیائی خطہ کی موجودگی، زبان، تعلیم وتربیت کے ادارے۔

کسی تہذیب کے زوال، انہدام اور انحطاط کا باعث ان چار باتوں سے غفلت اور لاپرواہی کرنا ہے۔ دینی واخلاقی، فکری انتشار، نظم وقانون کا پراگندہ ہونا، ظلم ومکر کا پھیلاؤ اور علمی زوال اور پسپائی۔ جب یہ بنیادیں کمزور ہو جائیں تو تہذیب میں زوال شروع ہو جاتا ہے۔ اسلامی تہذیب کی ترقی میں ان چاروں عوامل نے خوب اثر کیا اور تہذیب ترقی کرتی گئی اور دوسری تہذیبیں اس کے سامنے سے ہٹتی گئیں اور اس کے لیے میدان خالی چھوڑتی گئیں تا آنکہ دنیا کے بڑے حصے پر یہ تہذیب غالب آ گئی۔

تہذیبوں کے بارے میں یہ بات علم میں رہے کہ تہذیبوں کی ایک دوسرے سے کڑیاں ملی ہوئی ہوتی ہیں اور جو کڑی مضبوط ہوتی ہے، وہ دوسری کو ہٹا کر اپنی جگہ بنا لیتی ہے اور مضبوط ہو جاتی ہے۔ اس طرح تہذیبوں کا تھوڑا بہت تصادم ہوتا ہے، کشمکش ہوتی ہے اور آخرکار جس میں خوبی ہوتی ہے، وہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غالب آ جاتی ہے اور دوسری تہذیب دب جاتی ہے۔

اسلام کے دورِ فتوحات میں یہ چاروں باتیں بہت طاقتور، مستحکم اور مؤثر تھیں۔ ان اصولوں کے حاملین مخلص، محنتی، سادہ زندگی گزارنے والے اور صحابہ کرامؓ اور تابعین سے علمی، عملی اور اخلاقی فیض پانے والے تھے۔ ان مستحکم اور اساسی اصولوں اور باکردار اعلیٰ افراد کی وجہ سے ہماری تہذیب خوب پھولی پھلی۔ کئی گوشوں میں نفوذ کیا اور اپنی جڑیں مضبوط کیں۔

تہذیبیں تاریخِ انسانی میں فکری، اخلاقی اور مادی اعتبار سے جتنے زیادہ جاودانی اثرات چھوڑتی ہیں، زیادہ خلوص، دوام اور بقا انھیں حاصل ہوتا ہے۔ ہماری تہذیب نے انسانی ترقی کی تاریخ میں ایک عظیم الشان کردار ادا کیا اور عقائد و نظریات، علوم وفنون، حکومت و سلطنت، فلسفہ و ادب، درس و تدریس اور تعلیم و تربیت کے میدانوں میں نہایت دوررس اثرات اور مستحکم یادگاریں چھوڑی ہیں۔ ان یادگاروں اور آثار کا مختصر اور چیدہ چیدہ جائزہ لیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ وہ اثرات کیا ہیں اور ان کی اہمیت کیا ہے؟

اسلامی تہذیب کے تاریخی آثار و واقعات کا جائزہ لیتے ہوئے تین باتوں کو سامنے رکھنا ضروری ہے۔

۱۔ اسلامی تہذیب کا جائزہ لیتے ہوئے، اس کی ترقی کا تجزیہ کرتے ہوئے اور اس کا دوسری تہذیبوں، تمدنوں اور ثقافتوں کا موازنہ کرتے ہوئے اُس کے دور کو سامنے رکھیں، اس دور کے حالات دیکھیں، اس دور میں دوسری تہذیبوں کا وجود، رفتار اور اثرات کیا تھے۔ تب صحیح اندازہ ہو گا۔ لیکن موجودہ اس وقت کے حالات، کوائف اور سہولیات اور ایجادات سے تقابل نہ کریں۔ بعض اوقات مغربی این جی اوز اور دانش ور اپنی تہذیب کے اس وقت کے حالات اور مسلم تہذیب کے حالات کا تقابل کر کے اسے پست اور پسماندہ دکھاتے ہیں۔ یہ رویہ درست نہیں ہے بلکہ تعصب اور جانبداری پر مبنی ہے۔

۲۔ اسلامی تہذیب کے واقعات تاریخ کے ہزاروں لاکھوں اوراق پر پھیلے ہوئے ہیں۔ ان سب کا استقصا کرنا، ایک جگہ جمع کرنا اور تحریر و بیان کرنا بہت مشکل ہے بلکہ ناممکن ہے۔ اس لیے اس کے چند واقعات کو تھوڑے واقعات، یا نادر بتانا یا یہ کہنا کہ القلیل کالمعدوم ہے، درست نہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ اس نوع کے ہزاروں واقعات سیکڑوں علاقوں، ملکوں اور ہزاروں بستیوں میں لاکھوں انسانوں نے سرانجام دیے ہیں۔

۳۔ ہماری اس کتاب ''اسلام اور رفاہی کام'' کے باب ہفتم میں تو یہ واقعات آٹے میں نمک سے بھی کم ہیں۔ بس صرف تبرکاً یا برائے نام دیے گئے ہیں۔ اس لیے انھیں تو بس مشتے نمونہ از خروارے ہی سمجھنا چاہیے۔ البتہ ان چند واقعات کو بیان کر کے اصحابِ علم و دانش سے گذارش کی جاتی ہے کہ اس سمت میں، اس گوشے میں تحقیق و تفتیش کریں اور مزید تفصیل سے تحریر کریں تا کہ نوجوانوں، ناپختہ ذہنوں اور مغربی تہذیب کے شیدائیوں کے سامنے دوسری تصویر بھی آئے۔

ا۔ وقف (اوقاف):

اسلام کی بنیادی امتیازی رفاہی باتوں اور اصولوں میں سے ایک اوقاف کا وسیع سلسلہ ہے جس کا تاریخ میں کثرت سے تذکرہ کیا گیا ہے۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں کہ عربوں میں اسلام سے پہلے وقف کا رواج نہیں تھا۔ اسلام نے جائداد وقف کرنے یا اس کے منافع کو وقف کرنے کا طریقہ رائج کیا۔ اُمتِ مسلمہ میں یہ ایسا رائج ہوا کہ عام طور پر ہر صاحبِ حیثیت مسلمان اپنی جائداد میں سے کچھ نہ کچھ وقف کر جاتا ہے۔

اس بیان میں مسلمانوں کے بعض اوقاف، ان کے وسیع پیمانے پر استعمال کا تذکرہ ہوگا۔

درحقیقت اوقاف کا سلسلہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور سے شروع ہوا۔ اس کے بعد اُمت میں تسلسل سے انفرادی اور اجتماعی طور پر چلتا رہا۔ اس سے اجتماعی ادارے امداد حاصل کر کے اپنے اغراض و مقاصد کو بحسن و خوبی سرانجام دیتے رہے ہیں، بلکہ وقف نے ہماری تہذیب کی تاریخ میں سنگِ میل کا کام دیا جس پر اجتماعی رفاہِ عامہ کے ادارے قائم ہوئے، قائم ہیں اور قائم اور جاری رہیں گے۔

وقف کی بہتات

اس سلسلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کے لیے اعلیٰ مثال قائم کی۔ آپ ﷺ نے کئی باغ وقف فرمائے، جن کے بارے میں کسی فوجی نے یہ وصیت کی تھی کہ ان کے استعمال کا اختیار حضور صلی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ علیہ وسلم کو ہے۔ آپؐ جس طرح چاہیں، ان میں تصرف کریں۔ آپ ﷺ نے انھیں فقراء، مساکین، صاحب ضرورت غازیوں اور دوسرے محتاجوں کے لیے وقف کر دیا۔ اس کے بعد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی خیبر والی زمین وقف کی اور دوسرے صحابہ، حضرت ابو بکرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت معاذؓ، وغیرہ نے اپنی اپنی جائدادیں وقف کیں، یہاں تک کہ بیشتر صحابہ کرام نے کچھ نہ کچھ ضرور وقف کیا۔

یہ کام حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانے میں نئے سرے سے پھر شروع ہوا جب انھوں نے اپنی ایک زمین اللہ کی راہ میں وقف کی۔ اس موقع پر آپ نے مہاجرین اور انصار کے چیدہ چیدہ افراد کو بلایا اور انھیں اس پر گواہ ٹھہرایا۔ حضرت جابرؓ بن عبداللہ انصاری فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں سے جس شخص کو بھی میں جانتا ہوں، اس نے اپنی جائداد میں سے کوئی نہ کوئی چیز ضرور اللہ کے راستے میں صدقہ کی ہے جسے نہ خریدا جاسکتا ہے، نہ بخشا جاسکتا ہے اور نہ ہی وہ وراثت میں منتقل ہوسکتی ہے'' (روائع حضارتنا۔ مصطفیٰ السباعی)۔ اس کے بعد نسلاً بعد نسل مسلمانوں نے وقف کے سلسلے کو جاری رکھا۔

وقف و اوقاف کی اہمیت و ضرورت اور اس کے دائرۂ کار کے بارے میں باب سوم اور پنجم میں تفصیل سے تذکرہ کیا گیا ہے نیز اسلام کے ابتدائی اوقاف کا بیان بھی ان ابواب میں کیا گیا ہے۔

مسلمان اپنی اراضی، باغات، مکانات اور غلّے کی پیداوار کو رفاہِ عامہ کے کاموں کے لیے وقف کرتے رہے جن کی اسلامی معاشرہ کو ضرورت ہوتی تھی۔ اس سلسلہ میں اس قدر زیادہ ادارے قائم ہوئے جو حدِ حساب سے باہر ہیں۔

دو قسم کی وقف

یہ ادارے دو قسم کے ہوا کرتے تھے، بعض تو ایسے تھے جنھیں حکومت قائم کرتی تھی اور ان کے مالیات کے لیے وسیع نظام اوقاف قائم کرتی تھی اور دوسری قسم وہ ہے جنھیں امراء، فوجی، سپہ سالار، اغنیاء اور اُمت کے دوسرے صاحبِ ثروت افراد قائم کرتے تھے۔

اوقاف کے ذریعے قائم کردہ رفاہِ عامہ کے چند ادارے

ہمارے لیے یہ تو ممکن نہیں ہے کہ ہم رفاہِ عامہ کے اداروں کی تمام اقسام کا ذکر یہاں کرسکیں البتہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درج ذیل اہم اداروں کا ذکر نمونہ کے طور پر کیا جاتا ہے۔

۱۔ رفاہِ عامہ کے اداروں میں سے پہلا ادارہ مسجد ہے۔ لوگ رضائے الٰہی کے حصول کے لیے مساجد کے قیام کی خاطر ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں اور ہر مسلمان اپنی حیثیت کے مطابق مسجد کے کاموں میں حصہ لیتا ہے۔ خواہ رقم سے، سامان دینے سے یا اپنے ہاتھ سے کام کرنے سے، بہر حال حصہ ضرور لیتا ہے۔ یہاں تک کہ سلاطین بھی اس سلسلے میں ان تعمیر شدہ مساجد کی وسعت اور عظمت میں ایک دوسرے کا مقابلہ کرتے تھے۔ ولید بن عبدالملک نے دمشق کی جامع اموی پر جس قدر رقم صرف کی اور انسانوں کی جتنی تعداد نے اس کی تعمیر میں حصہ لیا، عقل اس کی تصدیق کرنے سے قاصر ہے۔ اس طرح مسلم دنیا میں تعمیرِ مساجد کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے جو مسلسل جاری ہے اور تاقیامت جاری رہے گا۔

۲۔ اس کے بعد رفاہِ عامہ کے اداروں میں اہم ترین ادارے مدارس اور شفاخانے ہیں جن پر ہم ان شاء اللہ آئندہ صفحات میں مستقل طور پر گفتگو کریں گے۔

۳۔ مسافروں کے لیے، جو قافلے سے بچھڑ گئے ہوں، سرائے اور طعام گاہیں بنانا جن میں یہ لوگ اور دوسرے حاجت مند رہ سکیں۔

۴۔ تکیے اور زاویے۔ جہاں بہت سے لوگ آبادی کے ہنگاموں سے الگ تھلگ رہ کر عبادتِ الٰہی میں مشغول ہوا کرتے ہیں۔ (تکیے کا علیحدہ تذکرہ آرہا ہے)

۵۔ ایسے فقراء اور مساکین کے لیے مکانات تعمیر کرا دینا جو اپنے لیے گھر تعمیر نہیں کر سکتے یا کرایہ پر نہیں لے سکتے۔ نیز نومسلموں کے لیے مکانات اور دیگر ضروریات کا بندوبست کرنا مسلم معاشرے میں رائج رہا ہے۔

۶۔ راستوں میں عام لوگوں کو پانی پلانے کے لیے سبیلیں لگانا۔

۷۔ بے روزگاروں کے لیے طعام گاہیں بنانا جن سے روٹی، گوشت اور شوربا اور حلوہ تقسیم ہوتا تھا۔ دمشق میں، تکیہ سلطان سلیم اور تکیہ شیخ محی الدین کی طعام گاہوں کے نمونے ہمارے زمانے تک موجود رہے ہیں اور ہر ملک اور ہر علاقے میں لنگر آج بھی جاری ہیں۔

۸۔ مکہ مکرمہ میں حاجیوں کے لیے رباط یا مکانات تعمیر کرنا جن میں وہ آ کر اُتریں۔ یہ مکانات اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کثرت سے تعمیر ہوئے تھے کہ مکہ کی پوری سرزمین پر پھیل گئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض فقہاء نے مکہ کے مکانات کو کرایہ پر دینے کے عدمِ جواز کا فتویٰ دے دیا کیونکہ ان کے نزدیک یہ سب مکانات اصلاً حاجیوں کے لیے وقف ہیں۔

۹۔ گھاٹیوں میں کنویں کھودنا تاکہ مویشیوں، زراعت اور مسافروں کے کام آسکیں۔ یہ کنویں بغداد اور مکہ کے درمیان تھے، نیز دمشق اور مدینہ کے درمیان نہایت کثرت سے تھے۔ اسی نوع کے کنویں، باؤلیاں اور تالاب ہندوپاک کے مشہور راستوں پر آج بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔ ان کے علاوہ اسلامی سلطنتوں کے صدر مقامات اور دوسرے شہروں اور درگاہوں کے درمیان بھی، اس کثرت سے تھے کہ ان دنوں کسی مسافر کے لیے حالتِ سفر میں تشنگی سے دوچار ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

۱۰۔ سرحدوں پر محافظوں کے لیے چوکیاں تعمیر کرنا تاکہ کوئی اجنبی دشمن سرحدی آبادیوں پر حملہ آور نہ ہوسکے۔ اس قسم کے کئی ایسے ادارے تھے جو ان سرحدی محافظین کے لیے مخصوص تھے، ان اداروں میں یہ سرحدی محافظ پوری فارغ البالی کے ساتھ رہا کرتے اور تمام ضروریاتِ زندگی بسہولت پاتے تھے۔ مثلاً کھانا، کپڑا، اسلحہ کا ذخیرہ اور دوسری ضروریاتِ زندگی۔ ایسے اداروں کے قیام کا اثر یہ ہوا کہ عیسائیوں کے دور میں سرحدوں پر رومیوں کی جھڑپیں بالکل ختم ہوگئیں، اسی طرح شام اور مصر پر مغربی ممالک کے صلیبی حملوں کا سدِ باب ہوا۔

۱۱۔ اس کے بعد گھوڑوں، تلواروں، نیزوں اور دوسرے آلاتِ جنگ کے اوقاف کا نمبر آتا ہے جن سے مجاہدین کو یہ چیزیں فراہم ہوتی تھیں۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ اسلامی ممالک میں جنگی صنعت کو بہت بڑی ترقی نصیب ہوگئی تھی اور ہمارے شہروں میں بڑے بڑے کارخانے قائم ہوگئے۔ مغربی ممالک کے صلیبی جنگ جو بھی صلح کے ایام میں ہمارے ملک میں پھیل جاتے اور یہاں سے اسلحہ خریدتے تھے۔ اسی لیے ہمارے علماء کو یہ فتویٰ دینا پڑا تھا کہ دشمن کے ہاتھ اسلحہ فروخت کرنا ممنوع ہے۔

۱۲۔ کچھ اوقاف ایسے بھی تھے جن کی آمدنی جہاد فی سبیل اللہ کے لیے نکلنے کا ارادہ کرنے والوں اور ان فوجی افراد کے لیے مخصوص تھی جو برسرِ پیکار ہوتے تھے اور حکومت ان سب کے اخراجات سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاصر تھی۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ جو شخص بھی اللہ کی راہ میں فریضۂ جہاد ادا کرنے کا ارادہ رکھتا تھا، بے فکر ہو کر نکلتا اور اسے جہاد کی ضروریات بہ سہولت میسر آ جاتی تھیں اور اسی طرح وہ اس دنیا کے مقابلے میں اس جنت کا حق دار ہو جاتا تھا جس کی وسعتیں زمین و آسمان سے زیادہ ہیں۔ اگر ہمارے اندر آج بھی وہ جذبہ، اجتماعی فہم و بصیرت اور مضبوط ایمان ہوتا تو ہم ہر دن اپنے اموال میں سے کچھ نہ کچھ اس مقصد کے لیے نکالتے اور فوج کے لیے جنگی سامان فراہم کرنے کے لیے بڑے بڑے کارخانے قائم کرتے تاکہ ہماری فوج ملک کے دفاع کے لیے قوی ترین فوجوں میں شمار ہو سکے اور حملہ آوروں کے دفاع اور ملک کی حفاظت میں سینہ سپر ہو سکے۔

۱۳۔ کچھ ایسے اوقاف تھے کہ جن کی آمدنی، راستوں، پلوں، گزرگاہوں کی حفاظت اور تعمیر و مرمت کے لیے وقف ہوتی تھی۔

۱۴۔ کچھ اوقاف مقبروں کے لیے ہوتے تھے اور لوگ اپنی وسیع زمین کو قبرستان کے لیے وقف کرتے۔

۱۵۔ بعض اوقات فقراء کی تجہیز و تکفین کے اخراجات کے لیے وقف ہوتے۔

۱۶۔ اجتماعی کفالت کے ادارے تو تھے ہی بیحد و حساب۔ مزید برآں لاوارث بچوں، یتیموں اور ان کے ختنوں اور حفاظت کے لیے بھی اوقاف مخصوص ہوتے۔

۱۷۔ ایسے اداروں کا قیام جن کی آمدنی ان لوگوں پر خرچ ہو جو اندھوں اور اپاہجوں کی خدمت کرتے۔ ناکارہ، اندھوں اور عاجزوں کی نگہداشت کے لیے ادارے جن میں ان کی تمام ضروریات فراہم کی گئی ہوئی تھیں مثلاً خوراک، لباس اور اِقامت گاہ اور تعلیم کا بندوبست اس طرح وہ باعزت طریقے سے زندگی بسر کرتے۔

۱۸۔ قیدیوں کی حالت بہتر بنانے، ان کی زندگی کی سطح بلند کرنے، ان کے لیے غذا فراہم کرنے اور ان کی صحت کی حفاظت کرنے کے لیے اداروں کا قیام۔

۱۹۔ ایسے نوجوان لڑکوں اور کنواری لڑکیوں کی شادیوں کا بندوبست کرنے کے لیے اوقاف جن کے سرپرستوں کے لیے شادی کے اخراجات اور مہر کی رقم ادا کرنا مشکل ہو۔ کس قدر رحیمانہ تھا یہ جذبہ اور آج ہم اس کے کس قدر محتاج ہیں۔ تاہم پاکستان میں اب اجتماعی شادیوں کا سلسلہ چل نکلا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۰۔ ایسے ادارے جو ماؤں کی امداد کے لیے قائم کیے گئے تھے۔ یہ ادارے ماؤں کو دودھ اور شکر فراہم کرتے تھے۔ آج کل ہمارے ہاں جو تنظیمیں ماؤں اور بچوں کی بہتری کے لیے قائم ہو رہی ہیں لیکن ہمارے ادارے اس سے بہت پہلے قائم ہوئے تھے اور ان کی بنیاد تقرب الی اللہ کے جذبہ پر تھی۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے جو اچھے کام کیے، ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ اس نے اپنے قلعے کے دروازے کے پاس جو آج بھی دمشق میں موجود ہے، دو چشمے بنا رکھے تھے۔ ایک سے دودھ بہتا تھا اور دوسرے سے میٹھا پانی۔ چھوٹے بچوں کی مائیں ہفتے میں دو بار یہاں آتیں اور اپنے بچوں کو لیے بقدرِ ضرورت دودھ اور شکر لے جاتیں۔

۲۱۔ آپ یہ سن کر تعجب کریں گے کہ بعض ادارے صرف اس مقصد کے لیے بنائے گئے تھے جو ان بچوں اور غلاموں کو کونڈے (مٹی کے برتن) فراہم کرتے تھے جو ان سے گھر جاتے وقت راستوں میں ٹوٹ جاتے تھے۔ یہ لوگ ایسے اداروں میں آتے اور ٹوٹے ہوئے کونڈوں کے بدلے نئے لے جاتے اور گھر والوں کو معلوم ہی نہ ہوتا کہ انھوں نے کوئی غلطی کی ہے۔

۲۲۔ سب سے آخری قسم ان اداروں اور اوقاف کی وہ ہے جو بیمار حیوانات کے علاج، ان کے لیے چارہ فراہم کرنے اور ناتوانی کے وقت ان کے چرنے کے لیے قائم کیے جاتے تھے۔ دمشق کے قریب مرج الاخضر کا رقبہ جہاں آج کل بلدیہ کے کھیلوں کا میدان واقع ہے، ایسے ہی اوقاف میں سے تھا۔ یہ گھوڑوں اور عمر رسیدہ جانوروں کے لیے موجود تھا تاکہ وہ آخر دم تک یہاں عافیت سے رہیں۔ غرض ہماری تہذیب میں جو ادارے رفاہِ عامہ کے غرض سے قائم کیے گئے، اُن کی کم و بیش تیس اقسام ہیں اور یہ بھی بطور نمونہ پیش کی گئی ہیں۔ کیا آپ اس کی کوئی مثال سابقہ اُمم کی کسی تہذیب میں پاتے ہیں؟ بلکہ ان میں سے اکثر ایسی ہیں جن کی مثال مغربی تمدن میں بھی نہیں پائی جاتی جس کے رفاہی کاموں کا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے۔

افسوس صد افسوس! آج ہم کس راستے پر گامزن ہیں۔ کہاں گئے وہ ہاتھ جو یتیموں کے آنسو پونچھتے تھے، زخمی دلوں پر مرہم لگاتے اور جنہوں نے ہمارے معاشرے کو ایک ایسا معاشرہ بنا دیا تھا جس میں تمام لوگ امن و سلامتی اور عزت و عافیت سے خوشی خوشی زندگی بسر کرتے تھے۔

اسلامی تاریخ میں سیکڑوں نہیں ہزاروں وقف کی ہوئی ملکیتیں جیسے فارم، زمینیں، قائم جائدادیں،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکانات، باغات، نقد رقوم، جانور، زرعی اجناس اور دوسرے آمدنی کے ذرائع رفاہی کاموں کے لیے اوقاف موجود ہیں۔

اگر چہ دوسرے مذاہب کے پیروکاروں اور افراد نے بھی وقف قائم کیے ہیں۔ تاہم اگر مسلمانوں سے تقابل کیا جائے تو مسلمانوں کے اوقاف زیادہ ہی ہیں۔

گزشتہ دنوں پاکستان کے اوقاف پر نظر ڈالی تو یہ ہزاروں کی تعداد میں نظر آئے، ان میں سے بعض بہت ہی وسیع اور بڑے ہیں جیسے عبدالستار ایدھی کا وقف، ہمدرد دواخانہ اور مدینۃ الحکمت کے اوقاف، بعض مدارس اور مساجد کے اوقاف، الخدمت سوسائٹی، الخدمت فاؤنڈیشن، خدمتِ خلق فاؤنڈیشن، انصار برنی ٹرسٹ، انجمن حمایت اسلام، گنگارام اسپتال اور شوکت خانم ٹرسٹ، ثریا عظیم اسپتال کے اوقاف بہت بڑے ہیں۔

صرف ضلع میر پور خاص (سندھ) میں ایک معلومات کے مطابق دو ہزار ایکڑ زرعی زمین وقف ہے۔ یہ صرف ایک ضلع کی معلومات ہے۔ پاکستان میں ایسے درجنوں اضلاع ہیں اور دنیائے اسلام میں سیکڑوں ہزاروں اضلاع ہیں۔ اس طرح صرف شہر کراچی میں کروڑوں اور اربوں کے اوقاف موجود ہیں۔

لہٰذا ہر صاحب حیثیت اور ثروت کو چاہیے کہ اپنی آخرت کی نجات و فلاح کے لیے کوئی جائداد وقف کرے تاکہ وفات کے بعد بھی اجر و ثواب کا سلسلہ چلتا رہے (اسلامی تہذیب کے چند درخشاں پہلو۔ ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی)۔ اگر خود قائم نہ کر سکتا ہو تو دوسرے قائم اوقاف میں اپنا حصہ ڈال دے تو یہ بھی صدقۂ جاریہ بن جائے گا۔

۲۔ مساجد:

اسلامی تہذیب و ثقافت کا ایک محور و مرکز مسلم معاشرے میں مسجد رہی ہے۔ اس لیے اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہوئے مسجد کا منظر ہر زمانے، ہر علاقے، ہر ملک اور معاشرے میں روزِ روشن کی طرح نظر آتا ہے۔

مسلمانوں کا کوئی شہر ایسا نہیں جس میں جامع اور مرکزی مسجد نہ ہو۔ ہر دارالخلافہ، دارالحکومت، ہر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قلعہ، ہر چھاؤنی اور ہر بازار میں مسجد تعمیر ہوئی ہے اور باقی رہی ہے اور پوری طرح آباد رہی ہے۔

اس کی ایک وجہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین اور صحابہ کرام کا عمل اور طریقہ ہے۔ اس لیے کہ انھوں نے سب سے پہلے مسجد ہی کی بنیاد رکھی۔ اس کے بعد اپنے گھر اور رہائش گاہیں تعمیر کرائیں۔ اس طریقے کو بعد کی تاریخ کے ہر دور میں اختیار کیا گیا۔

مسجد کی ابتدا

چنانچہ اسلامی دور میں جتنے نئے شہر آباد ہوئے یا پرانے شہروں میں مسلمانوں کے ہاتھوں تعمیرات ہوئیں ان میں مسجد کو مرکزی حیثیت دی گئی۔ بصرہ کو فتح کرنے کے بعد عتبہ بن غزوان نے سب سے پہلے مسجد کی بنیاد رکھی، پھر اس کے پاس ہی دارالخلافہ بنایا۔ اس کے اردگرد تعمیراتی پلاننگ کر کے ہر قبیلے کو علیحدہ پلاٹ دیے اور ہر ایک محلے میں مسجد اور قبرستان کا پلاٹ دیا۔

سعد بن ابی وقاصؓ نے ۱۷ھ میں کوفہ فتح کیا تو سب سے پہلے جامع مسجد کی بنیاد رکھی اور اس کے آگے سنگِ مرمر کے ستون سے ایک چھتری بنائی۔ یہ مسجد شہر کے درمیان تھی۔ اس مسجد میں چالیس ہزار افراد کے نماز ادا کرنے کی گنجائش تھی۔ اس سے دو سو ہاتھ دور دارالامارہ بنوایا۔ پھر ان کے چاروں طرف مکانات اور گھر تعمیر کرائے۔ مسجد اور دارالامارہ سے ہر طرف راستے نکلتے تھے۔ اسی طرح ابوعبیدہ بن جراح (۱۸ھ) نے جامع مسجد دمشق اور دارالامارہ کی بنیاد رکھتے وقت کیا تھا۔ بالکل یہی طریقہ عمرو بن العاصؓ نے دریائے نیل کے کنارے فسطاط کی بنیاد رکھتے وقت بڑی مسجد کی بنیاد رکھ کر کیا۔ عقبہ بن نافع (۵۸ھ) نے قیروان کی تعمیر کے وقت مسجد اور دارالامارہ کی بنیاد رکھتے وقت کیا اور ان کے اردگرد لوگوں کی رہائش کے خطے متعین کیے تاکہ یہ شہر کا مرکز رہیں۔

عام طور پر ہر دور میں مسلمانوں نے نئے شہر بساتے وقت یہی طریقہ اختیار کیا۔ چنانچہ دارالامارہ کی تعمیر سے پہلے مسجد کا پلاٹ معین کر کے پھر دارالامارہ اس کے قریب بنایا۔ احمد بن طولون (۲۶۳ھ) نے فسطاط (قاہرہ کا ایک محلّہ) بساتے وقت مسجد کو درمیان میں رکھا اور اس کے متصل اپنا محل بنایا۔ فاطمی امراء نے جامع ازہر (مسجد حسین) بنانے کی بنیاد رکھتے وقت یہی طریقہ اختیار کیا۔ خلیفہ عبدالملک نے مسجد کو اپنے محل کے سامنے تعمیر کرایا۔ اس طریقِ کار کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ مسلمان حکمران مساجد کی تعمیر کو اپنی دینی وسماجی اور سیاسی ذمہ داری سمجھتے تھے۔ اس لیے بھی کہ ابتدا میں امام وخطیب مسجد اور ملک کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاکم ایک ہی ہوتا تھا۔ تاریخِ عالم اور اسلامی ممالک کے قدیم جغرافیہ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہر جگہ یہی بات سامنے آتی ہے کہ مسلمان امراء و حکام نے نیا شہر بسانے یا اپنی تعمیرات کرانے وقت، قلعے بناتے وقت قلعے کے قریب بہت بڑی مسجد کی تعمیر کی اور خود قلعے میں خوبصورت چھوٹی مسجد تعمیر کرائی اور مسجد کی تعمیر کو اہمیت دی ہے۔ ایشیا کے براعظم پر نظر ڈالتے ہیں تو ہر ملک میں ایسے سیکڑوں منظر سامنے آتے ہیں جن میں دہلی، لاہور، پشاور، ملتان اور ہند و پاک کے مختلف خطوں وسطی ایشیا، ایران، چین اور دوسرے خطوں میں آثار موجود ہیں۔

مسجدوں کی تعمیر

مساجد کی تعمیر کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ ہر صاحبِ ثروت اور مالدار مسلمان نے مسجد کی تعمیر میں حصہ لیا ہے۔ بہت سے امراء نے اپنے طور پر مسجدیں تعمیر کرائیں۔ بعض نے مل کر تعمیر کیں۔ آج صرف پاکستان میں ایک اندازے کے مطابق ساڑھے تین لاکھ مساجد ہیں اور ہر سال دس ہزار کی تعداد میں نئی مساجد تعمیر ہو رہی ہیں۔ ان مساجد کو بنانے اور ان کے تمام انتظامات کرنے میں ماہانہ کروڑوں روپے اور سالانہ اربوں روپے خرچ کرتے ہیں۔ مساجد کی تعمیر اپنی پوری رفتار سے جاری ہے۔ مسلم اقلیتی ممالک میں بھی مسجدوں کی تعمیر جاری ہے۔ تھائی لینڈ جس میں مسلمان اقلیت میں ہیں، وہاں مسجدوں کی تعداد تین ہزار بتائی جاتی ہی اور سرکاری سروے کے مطابق بھی ۲۵۰۰ کی تعداد ہے۔

(تعمیر معاشرہ میں مسجد کا کردار۔ مؤلف کتاب ہٰذا)

مسجد کی حیثیت

مسجد کی حیثیت صرف عبادت گاہ کی نہیں ہے بلکہ یہ مسلمانوں کا ایک سوشل سنٹر بھی ہے۔ اس کے ذریعے مسلمانوں کے باہم تعلقات قائم ہوتے ہیں اور قائم رہتے ہیں۔ مسجد کے روحانی، تعبدی، معاشرتی، اخلاقی، تمدنی اور سیاسی بے شمار فائدے ہیں۔ یہ وہ مسلمانوں کا اجتماعی مرکز ہے جس کے ذریعے ان کی اجتماعی اور معاشرتی زندگی صحیح رخ پر چل سکتی ہے اور قائم رہتی ہے۔ اسی وجہ سے یہ مرکز نہ صرف قائم ہے بلکہ پھر اس سمت میں آگے بڑھ رہا ہے جس سمت کے لیے اسے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے قائم کیا تھا اور مسلمانوں نے اس کی مرکزیت کو قائم رکھا تھا۔

مسجدوں کی بھاری اکثریت بلکہ ۹۸ فیصد عام لوگوں کے چندوں سے چل رہی ہے۔ مسجدوں کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آبادکاری میں مسلمانوں کو کبھی دقت پیش نہیں آئی۔

مسجد کا انتظام

مسلمانوں کی تاریخ، تاریخی روایات اور سوشل ورک کا بڑا حصہ مسجد سے وابستہ ہے۔ مسلمانوں کی عبادت گاہ مسجد اور دوسری اقوام کی عبادت گاہوں میں بنیادی فرق ہے۔ مسجد میں پنج وقتہ اذان اور نماز ہوتی ہے۔ محلے اور بستی کے مسلمان مسجد سے روحانی اور جذباتی تعلق رکھتے ہیں جبکہ دوسری اقوام کی عبادت گاہوں میں یہ بات ناپید ہے۔

دنیائے اسلام کے اوقاف کا بڑا حصہ مساجد کی تعمیر، ترقی، مرمت، دیکھ بھال، اس کے خطباء، ائمہ، مؤذنین اور خدام کے اخراجات و انتظامات کے لیے خاص ہے۔ آج تک مسلمانوں کی مساجد کو کبھی فروخت یا ویران نہیں کیا گیا جبکہ بعض مذاہب کے پیروکار اپنی عبادت گاہیں فروخت کر دیتے ہیں اور مسلمان خرید لیتے ہیں۔

۳۔ مدارس:

اسلام نے تعلیم کے فروغ، اشاعت، اس کے لازم اور عام ہونے کی جو علمی و تعلیمی تحریک شروع کی اس کی ابتدا آپ ﷺ کی بعثت کے روزِ اول سے ہی شروع ہو چکی تھی۔ اس کا مختصر سا ابتدائی تذکرہ گزشتہ ابواب و صفحات میں کیا گیا ہے جس کا لُبِّ لُباب یہ ہے کہ نزولِ قرآن کے وقت مکے کے گھروں، گلیوں، گھاٹیوں، کعبۃ اللہ کے اردگرد کے میدانوں میں قرآن کی تعلیم عام ہوتی اور ہر جگہ قرآن کی آواز سنائی دینے لگی۔ نبی اُمی ﷺ نے بذاتِ خود ایک معلم و مربی کی حیثیت سے اس تحریک کی آبیاری کی۔ چنانچہ دارِ ارقم سے شروع کر کے مسجدِ نبوی میں صفہ بنا کر ہمہ وقت تعلیم و تربیت کا سلسلہ جاری کیا۔ یہ سلسلہ مسجد کے ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں مدینہ منورہ اور اس کے گرد و نواح میں نو مدرسے قائم ہو چکے تھے۔ پھر جیسے جیسے مسجد میں تعمیر و ترقی ہوتی رہی اور جہاں جہاں مسجدیں بنتی رہیں، وہاں ساتھ ہی مدرسہ قائم ہوتا رہا۔ یہ مدرسہ ابتدائی نوعیت کا تھا۔ جسے ہم آج کی زبان میں پرائمری اسکول کہہ سکتے ہیں۔ اگرچہ اپنے علم و عمل، دائرے اور وسعت کے لحاظ سے اس سے بہت ہی اعلیٰ درجے کا تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ کے احکام و ہدایات، علم کی فضیلت اور تعلیم و تعلم کی ترغیب نے اسے خود کار تحریک بنا دیا تھا۔ آپ ﷺ نے استاد کو ترغیب دی کہ وہ پڑھائے اور طالب العلم کو ترغیب دی کہ وہ پڑھے۔ تعلیم کے لیے کسی ساز و سامان اور تنظیم کی ضرورت نہ تھی۔ جس کا جی چاہے مسجد میں آ کر یا مسجد سے باہر تعلیم کا آغاز کر سکتا تھا۔ یہ تعلیمی تحریک مسجدِ نبوی سے شروع ہو کر سارے عرب میں پھیل گئی بلکہ تینوں براعظموں میں پھیلتی چلی گئی اور ڈیڑھ سو سال گزرنے کے بعد بھی وہ تحریک بہر حال جاری رہی۔

مدارس کا پھیلاؤ

عام طور پر اہلِ علم شہر کی بڑی مسجد میں درس کا حلقہ قائم کرتے تھے بلکہ ہر مسجد کے ساتھ قرآن کا مکتب یا مدرسہ شروع ہو جاتا تھا۔ اس طرح مدارس چاہے چھوٹے ہوں یا بڑے، قائم ہو جاتے تھے۔ اس لیے ان کا شمار مشکل ہے۔ جس مُدرس میں صلاحیت ہوتی تھی، اس کا درس مقبول ہو جاتا اور اس کا حلقہ وسعت اختیار کر لیتا تھا۔ ورنہ سکڑ کر ختم ہو جاتا تھا۔ مکتب میں قرآن کی ناظرہ تعلیم اور بعض طلبہ حفظ کرتے اور ابتدائی نوشت و خواند (لکھنا پڑھنا) سیکھنے کے بعد ہر طالب علم اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے ان حلقوں کا رُخ کرتا تھا۔ یہاں کوئی مقرر نصاب یا درجہ بندی نہیں تھی۔ ابتدا میں تمام تعلیم زبانی ہوتی تھی۔ مسجدوں میں بیک وقت مختلف علوم کے حلقے سرگرمِ عمل ہوتے تھے۔ مفسرین، محدثین، فقہاء، قرّاء، متکلمین، نحوی، شعراء اور واعظین اپنے حلقہ جدا جدا بنائے ہوئے ہوتے تھے۔

اس دور میں طالب علم آزاد ہوتا تھا جس حلقے میں چاہے شرکت کر سکتا تھا، جتنا عرصہ چاہے شرکت کرے اور پھر کسی دوسرے حلقے میں شریک ہو جائے۔ یہ سب طالب علم کی صوابدید پر منحصر ہوتا تھا کہ کن کن علوم کی تحصیل کرے۔ بعض دفعہ ایک طالب علم مختلف استادوں کے حلقوں میں شرکت کرتا تھا جو شہر کی مختلف مساجد میں درس دیتے تھے، اس لیے طلبہ مختلف مساجد کے درمیان دوڑ لگاتے رہتے تھے۔ امام احمد بن حنبلؒ کا قول ہے "اگر کوئی شخص بغداد کی گلیوں میں دوڑتا ہوا نظر آئے تو سمجھ لو یا تو وہ کوئی طالبِ علم ہے یا پھر کوئی پاگل شخص ہے"۔ (دینی مدارس کی روایات۔ سید محمد سلیمؒ)

اس دوڑ دھوپ کے باوجود طلبہ زیادہ سے زیادہ ۴۔۵ درسوں میں شرکت کر پاتے تھے جبکہ دوپہر کا کھانا بھی ناغہ ہو جاتا تھا۔ قاضی ابو یوسف، امام ابو حنیفہ کی مجلس میں ۱۷ سال تک شریک ہوتے رہے۔

پہلی صدی ہجری گزرنے کے بعد بعض مدرسے آج کل کے معیار کے لحاظ سے بین الاقوامی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جامعات بن گئے تھے۔ امام ابو حنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) کی درسگاہ کوفہ میں ایک مرتبہ طالب علموں کو شہروں کے لحاظ سے گنا گیا تو عالمِ اسلام کے پچاس شہروں کے طلبہ وہاں موجود تھے اور امام مالک (م ۱۷۹ھ) کی درسگاہ مسجدِ نبوی میں پچھتر شہروں کے طلبہ موجود تھے۔

چار صدیوں تک درس و تدریس کا مرکز مسجد میں رہا۔ سلاجقہ کے وزیر اعظم، نظام الملک طوسی نے نظامِ تعلیم کو بہتر اور برتر بنانے کے لیے مساجد کے باہر مدارس کا سلسلہ شروع کیا۔ انھوں نے سب سے پہلے مدرسہ نظامیہ بغداد یہ ۴۵۷ھ میں تعمیر کیا۔ اس کے بعد نیشاپور، بلخ، اصفہان، ہرات اور بصرہ میں نظامیہ مدارس قائم ہوئے۔ ان مدارس میں طلبہ اور اساتذہ کی رہائش، خوراک اور آسائش کا معقول انتظام ہوتا تھا۔ کتابیں، کاپیاں اور تدریس کا سامان مہیا ہوتا تھا۔

مصارف پورے کرنے کے لیے نظام الملک نے مختلف شہروں میں اوقاف قائم کر دیے تھے جہاں سے اساتذہ کو مشاہرے اور طلبہ کو وظائف ملتے تھے۔ یہ سب خارجی معاملات تھے، ورنہ داخلی طور پر اساتذہ بدستور آزاد تھے۔ استادوں کے عزل و نصب، نصاب، کتب، سند وغیرہ میں منتظم آزاد تھے۔ البتہ مدارس میں رہائش کے لیے طلبہ پر بعض قواعد وضوابط کی پابندی ضروری تھی۔

چونکہ اساتذہ نے مساجد سے نکل کر ایک نظم میں رہنا قبول کر لیا تھا۔ بیش قرار مشاہرات قبول کر لیے تھے، اس لیے ان امور پر اس دور کے علماء نے احتجاج کیا تھا۔ علماء ماوراء النہر نے ایک جلسہ طلب کیا تھا جس میں ان اقدامات کی مذمت کی تھی۔ ان کا خیال تھا کہ اس طریقہ سے تعلیم و تدریس میں خلوص وللہیت ختم ہو جائے گی مگر اب یہ ایک کاروبار بن گیا ہے۔

مدارس کا پھیلاؤ اور بہاؤ تو اسلامی دنیا میں چاروں طرف پھیلتا بہتا رہا۔ ایک طرف جامعہ ازہر، جامعہ قزوین اور افریقہ کی بڑی تعلیم گاہیں قائم ہوئیں تو دوسری طرف ایران، وسطی ایشیا میں بڑے مدارس کی کثرت رہی بلکہ یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ وسطی ایشیا میں علم وعرفان صدیوں تک بہت بڑا منبع و مرکز رہا ہے۔ تیسری طرف برصغیر بھی مدارس کی کثرت میں کسی سے پیچھے نہیں رہا۔ رہا عرب اور اس سے ملحق علاقے تو یہ ابتداء ہی مرکز تھے۔

چند مشہور مدارس اور ان کے قائم کرنے والے

مدارس اور خصوصاً اعلیٰ تعلیمی اداروں کی اس قدر بہتات تھی کہ پورا عالمِ اسلام اعلیٰ مدارس سے بھرا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوا تھا۔ تاریخ اسلامی بڑے تعجب اور فخر سے بعض ایسے فرزندانِ اسلام کے نام پیش کرتی ہے جنہوں نے عالمِ اسلامی کے ہر شہر میں بڑے بڑے مدارس تعمیر کرنے میں اہم کردار ادا کیا، ان لوگوں میں سرفہرست صلاح الدین ایوبی ہیں جنہوں نے مصر، دمشق، موصل اور بیت المقدس کے چپہ چپہ پر مدارس کا جال پھیلا دیا تھا۔ نورالدین الشہید بھی ایسے لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے صرف شام میں چودہ بڑے مدارس قائم کیے جن میں سے چھ دمشق میں، چار حلب میں، دو حماۃ میں اور حمص میں اور ایک بعلبک میں تھا۔ نیز نظام الملک طوسی آلِ سلجوق کے وزیر اعظم بھی ایسے لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے عراق اور خراسان کو مدارس سے بھر دیا تھا۔ مؤرخین کہتے ہیں کہ اس نے عراق اور خراسان کے ہر شہر میں ایک اعلیٰ مدرسہ قائم کیا اور وہ دور دراز علاقوں میں بھی مدارس قائم کیا کرتا تھا۔ مثلاً اس نے جزیرہ ابنِ عمر میں ایک عالی شان مدرسہ قائم کیا جو نہایت خوبصورت تھا۔ جہاں بھی اسے کسی ماہرِ فن عالم کا پتا چلتا وہاں اس کے لیے مدرسہ قائم کر کے اوقاف کا بندوبست کر دیتا اور ایک بڑا کتب خانہ بھی قائم کر دیتا تھا۔

نظامیہ بغداد سب سے اہم اور منتظم مدرسہ تھا۔ پانچویں اور نویں صدی ہجری کے درمیان بڑے بڑے فضلاء اس مدرسے سے نکلے اور اس کے طلبہ کی تعداد چھ ہزار تک جا پہنچی تھی جس میں ممالکِ اسلامیہ کے بڑے بڑے رؤسا کے بچے، فقیر سے فقیر لوگوں کے بچے ایک جگہ بیٹھ کر بغیر کسی فیس کے تعلیم حاصل کرتے تھے بلکہ فقراء کے لیے تو مفت تعلیم کے علاوہ وظائف بھی مقرر تھے جو اس مقصد کے لیے وقف کردہ زمین کی آمدنی سے دیے جاتے۔

مدارس کی آمدنیاں

مدارس عام طور پر اہلِ خیر اور اصحابِ ثروت کی اعانت سے قائم ہوتے رہے ہیں۔ البتہ ابتدا میں اوقاف کا سلسلہ بڑی آمدنی کا ذریعہ تھا۔ لہٰذا اسلامی حکومت کے اوقاف سے بڑے بڑے مدارس قائم ہوئے۔ ایسے صاحبان جاہ و منصب کے دوش بدوش دوسرے دولت مند، تجار اور اغنیاء حضرات بھی قیامِ مدارس اور ان کے لیے اوقاف قائم کرنے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھتے تھے تاکہ ان اوقاف کی وجہ سے مدارس کو مالی استحکام حاصل رہے اور طلبہ بڑے اطمینان سے ان مدارس کی جانب متوجہ ہوسکیں۔ بہت سے ایسے مخیّر حضرات بھی گزرے ہیں جنہوں نے اپنے گھروں کو مدارس میں تبدیل کر دیا تھا اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان میں جو کتابیں تھیں یا ان کے ساتھ جو جائدادیں تھیں، انھیں طلباء کے لیے وقف کر دیا تھا۔

ان وجوہات سے پورے عالمِ اسلام میں عموماً اور مشرقی علاقوں میں خصوصاً مدارس کی بہتات ہو گئی تھی۔ ابنِ جبیر اندلس کا مشہور سیاح ان مدارس کی کثرت، ان کے اوقاف، وافر غذائی پیداوار اور بے حد آمدنی کو دیکھ کر حیران رہ گیا تھا اور اس نے اندلس کے لوگوں کو ترغیب دی کہ وہ مشرق میں جا کر علم حاصل کریں۔ وہ کہتے ہیں:

شیخ نجم الدین جوشانی کو، جنہیں سلطان صلاح الدین نے اپنے مدرسہ صلاحیہ کا مدرس مقرر کیا تھا، چالیس پونڈ ماہوار تدریس کی تنخواہ، دس پونڈ مدرسہ کے اوقاف کی نگرانی کا معاوضہ اور روزانہ ساٹھ مصری رطل روٹی اور نیل کے پانی کی دو مشکیں دی جاتی تھیں۔ شیخ الازہر کے الاؤنسوں میں ''سواری الاؤنس'' بھی شامل تھا جو وہ ازہر کے اس خاص وقف سے لیتے تھے جو بحیثیتِ عہدہ شیخ الازہر کے گھوڑے کے لیے مقرر تھا اور یہ قریبی زمانوں میں تقریباً سو پونڈ ماہوار ہوتا تھا جسے آخر میں شیخ الازہر کی تنخواہ میں ضم کر دیا گیا۔

اوقاف کی آمدنی اور نگرانی کے باوجود مدارس کا اندرونی نظم و نسق اساتذہ کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔ حکمران اس میں کوئی مداخلت نہیں کرتی تھی۔ ہندوستان و پاکستان کے تمام بڑے بڑی شہروں اور قصبات بلکہ گاؤں میں بھی مدارس قائم تھے۔ (من روائع حضارتنا۔ ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی)

سلطان محمود غزنوی نے نظام الملک طوسی سے قبل ۴۱۰ھ میں غزنی کے اندر ایک عالی شان مدرسہ تعمیر کیا تھا۔ فاتح ہندوستان سلطان معز الدین محمد سام غوری نے اُچ بہاولپور میں مدرسہ معزیہ قائم کیا تھا جس کے صدر مدرس قاضی منہاج الدین سراج تھے۔ سلطان شمس الدین التمش کے بیٹے فیروز شاہ نے دہلی میں مدرسہ فیروزی قائم کیا۔ اُچ سے آ کر قاضی منہاج سراج یہاں صدر مدرس بن گئے۔ سلطان محمد تغلق نے خرم آباد دہلی میں ایک مدرسہ قائم کیا تھا جس میں محمد ادریس (۷۴۲ھ) صدر مدرس تھے۔ یہ بڑے شیریں زبان خطیب تھے۔ سلطان فیروز شاہ تغلق نے نہایت وسیع اور عالی شان مدرسہ قائم کیا تھا جو آج بھی مدرسہ حوض کے نام سے مشہور ہے جس میں سید محمد یوسف بخاری صدر مدرس تھے۔ ملک کے اطراف میں بھی بڑے بڑے مدارس قائم تھے۔ حیدر آباد دکن میں محمود گاواں نے مدرسہ کے لیے عالی شان عمارت تعمیر کرائی تھی جو آج بھی موجود ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہندوستان و پاکستان میں قدیم مدارس کی تعداد کا اندازہ سیاحوں کی تحریرات سے ہوتا ہے۔ قلقشندی مصری نے لکھا ہے کہ محمد شاہ تغلق کے دور میں دہلی میں ایک ہزار مدارس تھے جن میں ایک مدرسہ شوافع کا تھا۔ اٹھارہویں صدی کے آغاز میں انگریز سیاح ہملٹن نے ٹھٹھہ سندھ کا دورہ کیا تھا، وہ لکھتا ہے کہ یہاں چار سو مدرسے قائم ہیں۔ ان بیانات سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ برصغیر میں کتنی کثیر تعداد میں مدارس قائم تھے۔ ہندوستان میں مسلمانوں کے تعلیمی ذوق وشوق کا تذکرہ مولانا غلام علی آزاد بلگرامی نے (۱۲۰۰ھ/۱۷۸۴ء) ماثر الکرام فی آثار بلگرام میں اس طرح لکھا ہے:

> ''طلبہ علم کے شوق میں گروہ در گروہ ایک شہر سے دوسرے شہر گھومتے پھرتے تھے جہاں کہیں حالات سازگاری اختیار کر لیتے تھے، وہاں تحصیلِ علم میں مشغول ہوجاتے تھے''۔

امراء اور اصحابِ خیر کی حویلیاں اور ڈیوڑھیاں ان طلبہ کے لیے قیام گاہیں تھیں، جہاں ان کو تمام ضروریاتِ زندگی مفت مہیا کی جاتی تھیں۔

ہندوستان میں جب ایسٹ انڈیا کمپنی کی انگریزی حکومت قائم ہوگئی تب ان مدارس پر مصائب اور مشکلات نازل ہوئیں۔ ۱۸۲۸ء میں لارڈ ولیم بینٹنگ نے تمام اوقاف اور معافیاں بحق سرکار ضبط کر لیں۔ مدارس کی آمدنی کے سوتے خشک ہوگئے جس سے وہ خود بخود مرجھا گئے۔ ۱۸۴۴ء میں لارڈ ہارڈنگ نے حکم نافذ کیا کہ عربی وفارسی کے تعلیم یافتہ شخص کو سرکاری ملازمت نہیں مل سکتی۔

اس حکم نے ہفت صد (۷۰۰) سالہ اسلامی نظامِ تعلیم کی بساط الٹ دی۔ ان مدارس کی اب کوئی قدر و قیمت باقی نہیں رہی، یہ سکڑتے چلے گئے۔

برصغیر (سابقہ ہندوستان)، افغانستان، ایران اور سمرقند و بخارا میں بڑے مدارس قائم رہے۔ بعض مدارس ایسے بھی تھے جن میں ہزارہا طلبہ تعلیم حاصل کرتے رہے۔ آج کے دور میں بھی بعض مدارس میں ہزارہا طلبہ زیرِ تعلیم ہیں۔ کراچی کے مدارس میں ایک درجن کے قریب ایسے مدارس ہیں جن میں ایک ہزار سے زیادہ طالب علم ہیں۔ اس طرح ملتان، لاہور، گوجرانوالہ، پنڈی، پشاور اور کوئٹہ کے مدرسوں میں طلبہ کی بڑی تعداد زیرِ تعلیم ہے۔

اس وقت صرف پاکستان کے دینی مدارس میں ۱۵ لاکھ سے زیادہ طلبہ زیرِ تعلیم ہیں۔ اس تعداد میں مکاتب کے طلبہ جو صرف ناظرہ قرآن مجید یا حفظ کی تعلیم حاصل کررہے ہیں، وہ شامل نہیں ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہندوستان، بنگلہ دیش اور افغانستان میں بڑے بڑے مدارس ہیں۔ ان مدارس میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کی تعداد لاکھوں میں ہے۔ اکیسویں صدی میں مدارس کی تعداد میں بے شمار اضافہ ہوا ہے اور بیسویں صدی کے آخر سے یہ اضافہ شروع ہوا جو بڑھتا جا رہا ہے۔ یہ مدارس عمارت، مکانات اور طلبہ کی تعداد کے لحاظ سے کافی بہتر ہیں۔

ان مدارس میں تعلیم ابتدا سے شروع کرائی جاتی ہے جس میں قرآن مجید، مقامی زبان میں پرائمری تعلیم، پھر فارسی یا اردو کی تعلیم۔ اس کے بعد دو تین سال مروجہ علوم جیسے حساب، جغرافیہ، معاشرتی علوم، اردو اور انگریزی کی تعلیم ہوتی ہے۔ اس کے بعد عربی کی اعلیٰ تعلیم شروع ہو جاتی ہے جو آٹھ دس برس تک چلتی رہتی ہے۔ اس تعلیم سے طالب علم کندن بن جاتا ہے اور دین کی تعلیم و تربیت کے قابل ہو جاتا ہے۔

موجودہ دور کے لحاظ سے وہ ایم اے کے برابر بلکہ ان سے زیادہ قابلیت و صلاحیت اور علم و فضل رکھنے والا بن کر نکلتا ہے۔

ان مدارس میں ماضی کی طرح آج بھی طالب علموں کی تمام کفالت کی جاتی ہے۔ ہر چیز اور ہر سہولت ان کے لیے مہیا کی جاتی ہے۔

اب ان مدارس کے رہنماؤں، لیڈروں اور سرپرستوں کو دورِ جدید کے تقاضوں اور ضرورتوں کا احساس ہو گیا ہے۔ لہٰذا وہ کوشش کر رہے ہیں کہ مدرسے میں جدید علوم بقدرِ ضرورت رکھے جائیں اور ان کی آبیاری کی جائے۔

اس دور کے بعض مدارس اپنی تعلیم، تربیت اور طلبہ کی صلاحیتیں ابھارنے کے لحاظ سے بہت ہی عمدہ معیار کے ہیں۔ اس معیار کو دیکھتے ہوئے امید کی جاتی ہے کہ یہاں سے فارغ ہونے والے طلبہ دنیا کی زمامِ کار سنبھالنے کے لائق ہو جائیں گے۔ (دینی مدارس کی روایات۔ پروفیسر سید محمد سلیم)

۴۔ کتب خانے (لائبریریاں) خاص و عام:

کتب خانہ یا کتاب خانہ یا لائبریری اور عربی میں مکتبہ۔ اس اصطلاح کا اطلاق تمام کتب خانوں پر ہوتا ہے جو سلاطین، این جی اوز، گورنمنٹ اور مخیّر افراد نے محققین، معلمین اور متعلمین کے لیے وقف

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیے ہیں۔ عہدِ فتوحات یعنی پہلی صدی ہجری کے آخر میں جب مسلمانوں میں کتابوں کی تصنیف و تالیف اور ترجمہ کا ذوق بڑھا تو باذوق افراد نے کتابیں جمع کرنی شروع کیں۔ اس طرح کتب خانوں کا سلسلہ شروع ہوا۔

مسلمانوں کی ماضی کے روشن کارنامے، رفاہی کام اور علم و عرفان کا تذکرے کرتے ہوئے اس علمی و کتابی ذخیرے، ان علمی ہیروں اور موتیوں کا مختصر سا بیان کرنا ضروری ہے اور ان کا تذکرہ نہ کرنا ان کے کام کی ناقدری اور قدر ناشناسی ہوگی۔ اس لیے بہت مختصر سا بیان ان کتب خانوں اور اس کتابی علمی دولت کا کیا جاتا ہے۔

قرآن مجید نے روزِ اوّل ہی سے کتاب وقلم اور سیاہی و روشنائی سے اپنے پیروکاروں کو یہ کہہ کر متوجہ کیا۔ ن والقلم وما یسطرون (القلم ۶۸:۱) ''ن، قسم ہے قلم کی اور اس چیز (کتاب) کی جو لکھنے والے لکھ رہے ہیں''۔ قرآن مجید، احادیثِ رسول اور سیرتِ طیبہ میں کتاب وقلم کا تذکرہ سیکڑوں مرتبہ آیا ہے۔ اس لیے مسلمانوں کا علم و عرفان اور کتاب وقلم اور کتب خانوں سے مضبوط تعلق روزِ اوّل سے ہی رہا ہے۔ (المعجم المفھرس لالفاظ القرآن الحدیث)

بنو امیہ کے دور میں آکر یہ تعلق اور ذوق وشوق اپنے عروج کی طرف بڑھا اور بنو عباس اور بعد کے ادوار میں آکر اپنے عروج پر پہنچا۔ یہ ایک طویل داستان اور وسیع میدان ہے۔ اس مختصر سے مضمون میں صرف چندان کتب خانوں کا تذکرہ مشتے نمونہ از خروارے کیا جاتا ہے تاکہ ہم اپنے درخشاں ماضی کو دیکھ کر جدید تہذیب کی چکاچوند روشنی سے مرعوب نہ ہوں اور ان کی طرف سے طعنوں اور فقروں سے شرمندہ نہ ہوں۔

بلادِ اسلامیہ اور مسلم معاشرے میں ایسے کئی علمی و کتابی ادارے (لائبریریاں و کتب خانے) تھے جن پر علماء، امراء اور بااثر لوگ خرچ کرتے تھے۔ خصوصاً اس دور میں جب نشر و اشاعت اور طباعت کی موجودہ سہولتیں مہیا نہ تھیں اور کتابیں مخصوص لوگوں کے ذریعے ہاتھوں سے لکھی جاتی تھیں اور ایک ایک کتاب پر اس قدر وقت اور سرمایہ خرچ ہوتا تھا کہ ایک طالب علم یا تنگ دست عالم و دانشور اسے خریدنے سے بے بس ہوتا تھا۔ یہ بات تو سوچی بھی نہیں جاتی تھی کہ ایسی پوری لائبریری یا کتب خانہ فراہم کیا جائے جو ایک فن یا مضمون و موضوع پر مشتمل ہو یا اس شعبۂ علم کی کتابوں پر مشتمل ہو جس میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس نے تخصص کیا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے گزشتہ معاشرے میں لائبریریوں کا قیام خالص انسانی جذبات کا نتیجہ اور غایت علم دوستی کا ثمرہ تھا۔

دنیا کے جتنے قدیم ادب ہیں، ان میں سے غالبًا عربی ادب ہی وہ واحد ادب ہے جو اپنے علمی ذخیرے اور کتابوں کے معاملے میں "سرمایہ دار" کہلانے کا مستحق ہے۔

بلادِ اسلامیہ میں جہاں دیگر علوم وفنون کی کتابیں وافر مقدار میں موجود تھیں، وہاں عربی زبان میں دینی علوم کا بڑا ذخیرہ اور عربی ادب کی کتب موجود تھیں۔ ہر دانشور شخص کتابوں کا دلدادہ اور ان کے بارے میں گفتگو کرنے والا ہوتا ہے۔ چنانچہ کتاب ہی کے متعلق باتیں ہو رہی ہیں اور کتابوں ہی سے ہر ایک کو دلچسپی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کتاب ایک ایسا دوست ہے جس سے مدت دراز سے ملاقات نہیں ہو سکی۔ احمد بن اسماعیل کہتے ہیں:

"کتاب رات کو باتیں کرنے والا ایک ایسا دوست ہے جو آپ کی مشغولیت (مطالعہ) کی حالت میں باتیں چھیڑ کر باعثِ کلفت نہیں ہوتا اور آرام وفراغت کے وقت آپ کو بُلا کر زحمت نہیں دیتا اور جب آپ اس سے ملنا چاہیں تو آپ کو کسی آرائش کی ضرورت نہیں اور کتاب ایک ایسا ہم نشین ہے جو آپ کی حد سے زیادہ تعریف نہیں کرتا اور ایک ایسا دوست ہے جو آپ کو دھوکا نہیں دیتا اور ایک ایسا رفیق ہے جو باعثِ ملال نہیں ہوتا اور ایک ایسا ناصح ہے جو آپ کو لغزش میں مبتلا نہیں ہونے دیتا"۔

کتابوں سے شغف

مسلمان ادیب لوگوں سے مجلس آرائیوں کے مقابلہ میں مطالعہ کتب کو ترجیح دیا کرتے تھے اور خلیفہ یا بادشاہ سے تقرب کی بہ نسبت کتابوں سے تقرب ان کے لیے زیادہ پسندیدۂ خاطر اور باعثِ اطمینان تھا۔ محمد بن عبدالملک الزیات مشہور ادیب اور وزیر کچھ عرصے کے لیے اپنے گھر میں گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ جاحظ نے ان سے ملنے کا ارادہ کیا اور سوچا کہ سیبویہ جو علم نحو اور عربیت کا امام تھا، اس کی کتاب ان کے لیے مناسب تحفہ ہو گی۔ وزیر نے یہ تحفہ بڑی خوشی کے ساتھ قبول کیا اور کہا: "اللہ کی قسم! آج تک مجھے اس سے زیادہ محبوب اور پیارا کوئی ہدیہ کسی نے نہیں دیا"۔

کسی خلیفہ نے ایک رات کسی عالم کو بات چیت کے لیے بلایا۔ جب ایلچی آیا تو دیکھا کہ وہ عالم کتابوں کے ایک بڑے ذخیرے میں کھوئے ہوئے ہیں۔ اس نے کہا: "آپ کو امیر المومنین نے بلوایا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے''۔ انھوں نے جواب دیا: ''امیر المومنین سے کہہ دو کہ میرے پاس بڑے بڑے علماء اور فلاسفر بیٹھے ہیں، میں ان سے بات چیت کر رہا ہوں جب فارغ ہوں گا تو آ جاؤں گا''۔ خادم لوٹا اور خلیفہ کو اطلاع دی۔ اس نے متعجب ہو کر پوچھا کہ وہ کون علماء اور فلاسفر ہیں جو ان سے باتیں کر رہے ہیں۔ خادم نے کہا اللہ کی قسم میں نے تو وہاں کسی کو نہیں دیکھا۔ چنانچہ خلیفہ نے اس خادم کے ذریعہ حکم بھیجا کہ جس طرح بھی ہو وہ فوراً حاضر ہوں۔ جب وہ آئے تو خلیفہ نے پوچھا وہ کون علماء ہیں جو آپ کے پاس بیٹھے تھے تو انھوں نے جواب میں یہ اشعار پڑھے، ترجمہ:

''یہ وہ ساتھی ہیں جن کی باتیں ملول نہیں کرتیں خواہ حاضر ہوں یا غائب، امین اور قابلِ اعتماد ہیں۔

جب علیحدگی میں ملتے ہیں تو ان کی باتیں نہایت نفع بخش ہوتی ہیں، غموں کو دور کرنے میں معاون اور مؤید ہوتی ہیں۔

وہ اپنے علم کے ذریعہ ہمیں سابقہ علوم سے مستفید کرتے ہیں اور اس کے ساتھ عقل و شائستگی اور حکمت و رائے سے بھی نوازتے ہیں۔

نہ آپ کو ان سے کسی قسم کا کوئی کھٹکا ہوگا، نہ بداخلاقی کا ڈر اور نہ ان کے ہاتھ اور ان کی زبان سے کسی نقصان کا ڈر ہوگا۔

اگر میں کہوں کہ وہ مر چکے ہیں تو بھی جھوٹا نہ ہوں گا اور اگر کہوں کہ زندہ ہیں تو بھی کوئی مزاح نہ ہوگا''۔

خلیفہ کو معلوم ہوا کہ جناب کی مراد کتابوں سے تھی۔ لہٰذا ان کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور فوراً حاضر ہونے سے معذوری کے اظہار پر کوئی سرزنش نہیں کی۔

یہ تھی وہ علمی روح جس کی بنا پر ہمارے علماء و اغنیاء اور اُمراء نے کتابوں کے ساتھ اس قدر شغف کا مظاہرہ کیا اور انھیں جمع کیا۔ یہاں تک کہ وہ لوگ اپنے اموال اور اپنے گھروں کے ساز و سامان کے نقصان کو کتابوں سے زیادہ آسان سمجھتے تھے۔

کتب خانوں کی نوعیتیں

یہ کتب خانے عموماً دو قسم کے ہوا کرتے تھے، عام اور خاص، عام نوعیت کے کتب خانے خلفاء،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُمراء، علماء اور دوسرے اہلِ ثروت کی جانب سے قائم کیے جاتے تھے۔ اُن کے لیے مستقل پختہ عمارتیں تعمیر کی جاتیں تھیں اور بعض اوقات یہ بڑی مسجدوں اور مدرسوں سے ملحق ہوتے تھے۔

کتب خانوں کے لیے جو الگ اور مستقل عمارتیں تعمیر ہوتیں، وہ اس طرح کہ عمارت متعدد کمروں پر مشتمل ہوا کرتی تھی جن کے درمیان بڑے ہال ہوتے تھے اور ان کو ایک دوسرے سے ملا دیتے تھے، کتابیں دیواروں کے ساتھ لگے ہوئے کارنسوں پر رکھی جاتی تھیں۔ ہر کمرہ علم کے ایک خاص شعبے کے لیے مخصوص ہوا کرتا تھا۔ مثلاً ادب کی کتابوں کا ہال، فقہ کی کتابوں کا ہال اور طب کی کتابوں کا ہال اور اسی طرح دوسرے علوم کے لیے ہال۔ اس عمارت میں کمرے مطالعہ کرنے والوں کے لیے مخصوص ہوا کرتے تھے۔ بعض کمرے کاتبوں کے لیے مخصوص ہوتے تھے جو ہر وقت کتابیں لکھتے رہتے تھے اور بعض عمارتوں میں ایک کمرہ موسیقی کے لیے بھی مخصوص ہوتا جہاں طلبہ ذہنی تھکن دور کرنے کے لیے آتے اور پھر سے تازہ ہو کر مطالعہ میں مشغول ہوتے۔ اس لحاظ سے اسلامی تہذیب اپنا ایک منفرد مقام رکھتی ہے نیز وہاں ایسے کمرے بھی ہوتے تھے جن میں وہاں کے مقیم فضلاء باہمی علمی بحث و مباحثہ کیا کرتے تھے۔ یہ سارے بہترین اور آرام دہ فرنیچر سے مزین ہوتے تھے۔ وہاں آنے والوں کے لیے کھانے کے کمرے بھی علیحدہ تعمیر کیے جاتے تھے اور غرباء کے لیے سونے کے کمرے بھی تھے۔ جیسا کہ علی بن یحییٰ بن منجم کی لائبریری کے متعلق منقول ہے کہ بغداد کے متصل قفص کے گردونواح میں کرکر نامی ایک گاؤں میں اس لائبریری کی ایک عظیم الشان عمارت تھی، اس میں ایک عظیم ذخیرۂ کتب تھا جسے ''خزانۂ حکمت'' کہا جاتا تھا۔ ہر جگہ سے لوگ یہاں آتے اور قیام کرتے اور مختلف علوم حاصل کرتے، یہاں انھیں ہر قسم کی کتابیں بکثرت و بسہولت فراہم کی جاتیں، ہر قسم کی ضروریاتِ زندگی انھیں مہیا کی جاتیں اور یہ تمام اخراجات علی بن یحییٰ کی ذاتی جائیداد سے کیے جاتے تھے۔ اس لائبریری میں بعض ایسی سہولتیں بھی مہیا کی جاتی تھیں جن کا تصور ہم آج بھی مغربی تہذیب و تمدن کے کسی ترقی یافتہ سے ترقی یافتہ ملک کے دارالحکومت میں نہیں کر سکتے۔ موصل میں ابوالقاسم جعفر بن محمد حمدان موصلی نے ایک مکان تعمیر کیا جس کا نام اس نے ''دارالعلم'' رکھا۔ یہاں اس نے طالب علموں کے لیے ایک عظیم کتب خانہ وقف کیا جس میں آنے سے کسی کو نہ روکا جاتا تھا اور اگر کوئی غریب طالب علم آجاتا اور حصولِ ادب اس کا نصب العین ہوتا تو اسے اسٹیشنری کے ساتھ ساتھ اخراجات کے لیے اچھی خاصی رقم بھی دی جاتی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سی۔ یہ مکتبہ ہر دن کھلا رہتا۔

عام لائبریریوں میں ملازم رکھے جاتے تھے جن کے بڑے افسر کو "خازنِ مکتبہ" کہا جاتا تھا۔ اس عہدے پر ہمیشہ وقت کے مشہور علماء میں سے کسی کو مقرر کیا جاتا تھا۔ کچھ دوسرے افراد طلبہ اور مطالعہ کرنے والوں کو کتابیں لینے دینے کے لیے مقرر ہوا کرتے تھے۔ انھیں متناول کہا جاتا تھا۔ ان کے علاوہ کچھ لوگ ترجمہ کا کام کرتے رہتے تھے، کاتب مقرر تھے جو اپنی خوش نویسی سے خوبصورت نسخے تیار کرتے رہتے تھے، جلد ساز ہوتے تھے جو خوبصورت اور پختہ جلد بندی کرتے رہتے تھے تاکہ کتابیں ضائع نہ ہوں اور پھٹنے نہ پائیں۔ ان مشہور آسامیوں کے علاوہ بھی کئی لوگ دوسری ضروریات کے لیے مقرر کیے جاتے تھے۔

ہر چھوٹے اور بڑے کتب خانے کی ایک فہرست ہوا کرتی تھی، کہ اسے دیکھ کر بسہولت، مطلوبہ کتاب نکالی جا سکے۔ یہ فہرست مختلف علوم کے لحاظ سے مرتب ہوا کرتی تھی۔ ہر الماری کے ساتھ ایک لسٹ رکھی جاتی جس میں ان کتابوں کی تفصیل درج ہوتی تھی جو اس الماری میں موجود ہوتی تھیں۔ البتہ کتابیں باہر لے جانے کی اجازت نہیں تھی تاہم علماء اور فضلاء کو باہر لے جانے کی اجازت بھی تھی۔

دنیائے اسلام کے چند مشہور کتب خانے

ابتدا میں مخیّر لوگ، دانشور، مصنفین اپنی کتابیں مساجد میں رکھوا دیتے تھے جیسے جاہلیت کے دور میں سبعہ معلقات کو کعبۃ اللہ سے معلق کیا گیا تھا۔ جہاں تک عام کتب خانوں کے قیام کا تعلق ہے تو سب سے پہلے اسلامی دنیا میں سب سے پہلا کتب خانہ خالد بن یزید بن معاویہؓ (۸۵ھ/۷۰۴ء) نے اپنی زندگی یونانی علوم بالخصوص کیمیا اور طب کی تحصیل کے لیے وقف کر دی اور انھوں نے ترجمہ شدہ کتابوں اور دیگر کتب کا کتب خانہ قائم کیا۔ اس لیے یہ دنیائے اسلام کا پہلا کتب خانہ ہے۔

ا۔ مکتبہ خلفاء فاطمیین قاہرہ

قاہرہ کے خلفاء فاطمیہ کا یہ کتب خانہ مشہور ترین کتب خانوں میں سے تھا۔ یہ عجیب کتب خانہ تھا جس میں نفیس ترین قرآن مجید اور کتابیں موجود تھیں۔ ان کتابوں کی تعداد اکثر مؤرخین کے نزدیک بقول مقریزی کے سولہ لاکھ تھی۔ یہ بات بعید نہیں ہے کیونکہ قدیم زمانے میں کتاب کے حصوں، مضامین اور ابواب کو ایک کتاب کہا جاتا تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ دار الحکمت قاہرہ

یہ مکتبہ حاکم بامر اللہ نے ۱۰ جمادی الاول ۳۶۵ھ میں قائم کیا تھا۔ اس کی عمارت پتھروں سے بنائی گئی اور اعلیٰ فرش بچھایا گیا۔ کتابوں کے اجراء اور دوسری خدمات کے لیے خادم مقرر تھے۔ اس کے چالیس حصے تھے اور ہر حصہ اٹھارہ ہزار کتب پر مشتمل تھا۔ اس میں قدیم علوم پر بہت سی کتابیں تھیں۔ ہر شخص وہاں جا کر مطالعہ کر سکتا تھا۔

۴۔ بیت الحکمت بغداد

ایسے ہی کتب خانوں میں سے بغداد کا بیت الحکمت تھا۔ اسے ہارون الرشید (۱۷۰۔۱۹۳ھ) نے قائم کیا اور مامون نے بامِ عروج پر پہنچایا۔ یہ کتب خانہ عظیم جامعہ تھا۔ اس میں محققین، مفکرین، مطالعہ کرنے والے اور بحث و استفادہ کرنے والے سب رہتے تھے۔ یہ لوگ ان کتابوں کے ترجموں میں مصروف رہتے تھے جو ہارون الرشید اور مامون نے انقرہ، عموریہ اور قبرص کی فتح کے بعد حاصل کی تھیں۔ ابنِ ندیم کہتا ہے کہ مامون نے روم کے بادشاہ کو شکست دے کر جن شرائط پر صلح کی تھی، ان میں ایک شرط یہ تھی کہ وہ اپنے ہاں کی کتابوں کا مامون کے نامزد کردہ مترجم کو ترجمہ کرنے دے گا۔

یہ تاریخ کی ایک زرّیں مثال ہے کہ ایک فاتح اپنی قوم تک علم کا ذخیرہ پہنچانے کو دوسری باتوں پر ترجیح دیتا ہے۔ چنانچہ تمام یونانی اور رومی کتابوں کا ترجمہ عربی میں ہو گیا۔

۵۔ مکتبہ حکم اندلس

یہ کتب خانہ نہایت وسیع اور عظیم الشان تھا۔ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ چار لاکھ مجلدات پر مشتمل تھا۔ جلد ساز، کاتب اور کتب خانہ کے ماہرین موجود ہوتے تھے۔ اندلس میں اس سے پہلے نہ اتنا بڑا ذخیرۂ کتب تھا اور نہ بعد میں دیکھا گیا۔

۶۔ مکتبہ بنی عمار، طرابلس

یہ کتب خانہ اپنی وسعت اور عظمت کے لحاظ سے اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھا۔ اس میں ایک سو اسی تو صرف کاتب تھے جو ہر وقت کتابیں نقل کرتے تھے اور یہ کام دن رات جاری رہتا تھا۔ بنو عمار کو کتابیں جمع کرنے کا بے حد شوق تھا۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے تاجروں اور اپنے افسروں کو اس کام کے لیے لگا رکھا تھا جو اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک اور قریب و بعید علاقوں سے کتابیں جمع

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے تھے۔

اس مکتبے سے مصر نے استفادہ کیا اور اپنی بعض کتابوں میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ اس مکتبے میں کتابوں کی تعداد کے بارے میں اختلاف ہے تاہم معتدل قول یہ ہے کہ یہ دس لاکھ کتابیں تھیں۔

ذاتی کتب خانے

۱) فتح بن خاقان (۲۴۷ھ میں قتل کیے گئے) کا کتب خانہ بہت مشہور ہے۔ یہ نہایت وسیع کتب خانہ تھا۔ انھوں نے اس وقت کے مشہور عالم اور ادیب علی بن یحییٰ المنجم کو کتابیں تلاش کرنے، جمع کرنے اور کتب خانہ منظم کرنے پر مامور کیا تھا۔

۲) ابن خشاب (۵۶۷ھ) کا کتب خانہ بھی ایسے ہی کتب خانوں کی صف میں آتا ہے۔ یہ علم نحو میں ماہر اور تفسیر، حدیث، منطق اور فلسفہ میں درک رکھنے والا تھا۔

۳) جمال الدین قفطی (م ۶۴۶ھ) کا کتب خانہ مشہور تھا۔ انھوں نے بے شمار کتابیں جمع کی تھیں۔ ان کی فیاضی اور سخاوت کی وجہ سے اطراف واکناف کے لوگ ان کے پاس آتے تھے اور علمی پیاس بجھاتے۔ دنیا میں کتابیں اسے عزیز تھیں، اس لیے اس نے شادی بھی نہیں کی۔

۴) حلب کے علماء بنی جرادہ کا کتب خانہ بھی مشہور تھا۔ ان میں سے ایک شخص ابوالحسن ابن ابی جرادہ (م ۵۴۸ھ) نے اپنے بہترین خط سے کتابیں لکھیں۔

۵) موفق بن مطران دمشقی (م ۵۸۷ھ) کا کتب خانہ بھی مشہور تھا۔ انھوں نے کتابیں حاصل کرنے میں بڑی محنت اور بلندی کا مظاہرہ کیا۔ ان کے ذخیرۂ کتب میں ہزاروں کتابیں تھیں۔ انھوں نے تین کاتب ملازم رکھے تھے جو کتابیں نقل کرتے رہتے تھے۔

ان کتب خانوں کے ساتھ دشمنوں کا برتاؤ

ہماری تہذیبی ترقی کے دور میں عالمِ اسلامی میں کتب خانوں کی جو کثرت تھی، اس تذکرے سے جس قدر خوشی ہوتی، اس سے زیادہ ہمارے دل رنجیدہ اور غمگین ہوجاتے ہیں جب ہم یاد کرتے ہیں کہ ان کتب خانوں کی بربادی کن ہاتھوں سے اور کس طرح ہوئی۔ کس طرح وہ تباہ ہوئے۔ کس بے دردی سے انھیں دریا برد کیا گیا اور کس بے دردی سے انھیں جلایا گیا۔ علم و دانش وہ تباہی اور خسارہ ہے جسے قیامت تک پورا نہیں کیا جاسکتا اور انسانیت لاکھوں کتابوں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محروم ہوگئی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ تباہی و بربادی مختلف دشمن ہاتھوں کے رویوں اور نفرتوں اور عداوتوں سے ہوئی۔ اس میں تاتاری جنہوں نے بغداد تاراج کیا۔ صلیبی جنگوں کے عیسائی جنہوں نے طرابلس، معرہ، بیت المقدس اور عسقلاں کے کتب خانے برباد کیے۔ اندلس پر اسپینیوں کے قبضے نے عظیم کتب خانوں سے انسانیت کو محروم کیا۔

یہ تو اغیار کی تباہ کاری کا مختصر تذکرہ تھا لیکن اپنوں نے اسلام اور مسلمانوں کا نام لیوا ہوتے ہوئے بھی کتب خانے برباد کیے۔ ان میں مصر کے خلفاء نے فاطمیہ کے کتب خانے کا انجام ترک غلام خاندان کے مصر پر قابض ہونے پر ہوا کہ انھوں نے بہت سی کتابوں کی جلدوں کے چمڑے اتار کر اپنے جوتے بنائے اور کاغذات کو جلا کر راکھ کر دیا۔ حلب کے کتب خانے کی بربادی شیعہ سنی فساد ہونے پر ہوئی۔ اندلس کے کتب خانے بربر کے ہاتھوں برباد ہوئے۔

البتہ ایک بات کا اعتراف نہ کرنا کفرانِ نعمت ہوگا کہ یورپ نے ہماری بہت سی کتابوں کو حفاظت سے سنبھال کر رکھا۔ آج بھی وہاں عالمِ اسلام کا اچھا خاصا علمی سرمایہ موجود ہے۔ علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے انھیں دیکھ کر فرمایا:

مگر وہ علم کے موتی، کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سی پارہ

عام کتب خانوں کا تذکرہ کرتے ہوئے برصغیر پاک و ہند کے کتب خانوں کا مختصر سا بیان ہونا چاہیے۔ تاہم برصغیر کے قدیم کتب خانوں کا تذکرہ بہت کم ملتا ہے۔ غالباً یہ کتب خانے بعد کے ادوار میں قائم ہونے والے کتب خانوں میں ضم ہوگئے، یا کچھ ضائع ہوگئے اور بعض کے اجزا اب بھی افراد کے پاس موجود ہوں۔

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا کہ ابتدا میں لوگ اپنی کتابیں یا دوسروں سے خرید کردہ کتابیں بڑی مساجد اور مدارس میں رکھتے تھے تاکہ عام لوگ استفادہ کریں۔ گزشتہ دو صدیوں میں جو کتب خانے منصۂ شہود پر آئے ہیں، ان میں کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن، کتب خانہ خدا بخش بانکی پور، رام پور کی رضا لائبریری، کتب خانہ ملا فیروز، کتب خانہ بھوپال، کتب خانہ ٹونک، کتب خانہ پیر جھنڈو (سندھ)، کتب خانہ مدرسہ دیوبند، لاہور اور دہلی کے نجی اور سرکاری کتب خانے ہیں۔ یہ کتب خانے منظم اور مربوط اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلیقے سے ترتیب دیے ہوئے ہیں اور دن بدن ترقی کر رہے ہیں۔ (روایت پروفیسر عبدالجبار شاکر)

کتابیں سلامت ہیں تو سب سلامت ہے!

ایک دفعہ کی جنگ کے موقع پر ابنِ عمیر کے گھر پر فوجوں نے حملہ کر دیا۔ ابنِ عمیر تو بھاگ گئے لیکن ان کے نوکروں، غلاموں کو قتل کر دیا اور گھر کا پورا سامان لوٹ لیا۔ جب ابنِ عمیر واپس آئے تو کوئی چیز سلامت نہیں ملی۔ البتہ ان کا کتب خانہ محفوظ تھا۔ جب انھوں نے اپنے لائبریرین کو دیکھا تو اس سے کتب خانے کا حال پوچھا، اس نے کہا کہ کتب خانہ جوں کا توں محفوظ ہے، اُسے کسی نے نہیں چھوا۔ ابنِ عمیر کا چہرہ کھل اٹھا اور لائبریرین سے کہا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ تم نیک بخت نگران ہو۔ تمام دوسرے مال و اسباب تو دوبارہ مہیا ہو سکتے ہیں اور ان کا بدل ہو سکتا ہے لیکن اس ذخیرے یعنی کتب خانہ کا بدل ممکن نہیں ہے۔ یہ ہے کتابوں سے محبت، شغف اور تعلق۔ (من روائع حضارتنا۔ ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی)

کتابوں کی خریداری اور فراہمی میں مسابقت

پھر اسی علمی روح اور کتابوں کے اسی ذوق و شوق کی بنا پر لوگ کتابیں حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے سے بازی لے جانا چاہتے تھے اور جونہی تصنیف ختم ہوتی تو مؤلفین سے ان کی وہ کتابیں خرید لینے کے لیے لوگ ایک دوسرے سے سبقت کرنا چاہتے۔ مثال کے طور پر اندلس کے امیر حکم کو معلوم ہوا کہ ابوالفرج اصفہانی اپنی مشہور ادبی کتاب الاغانی لکھ رہے ہیں۔ اس نے اندلس سے اسے ایک نسخے کی قیمت کے طور پر ایک ہزار دینار بھیج دیے اور کہا کہ جونہی کتاب ختم ہو مجھے بھیج دی جائے، چنانچہ یہ کتاب مصنف کے اپنے وطن عراق سے بھی پہلے اندلس جیسے دور دراز ملک میں پڑھی گئی۔

نوٹ: ماضی کے کتب خانوں کا مطالعہ کرتے ہوئے اور ان میں کتابوں کی تعداد زیادہ دیکھتے ہوئے ایک بات یاد رکھیں کہ قدیم علماء اپنی کتاب کو کئی کتابوں میں تقسیم کرتے تھے۔ لہٰذا یہ تعداد کئی گنا بڑھ جاتی تھی۔ جیسے صحیح بخاری میں اٹھاسی (۸۸) کتابیں ہیں۔ اسی طرح صحیح مسلم میں پچپن (۵۵) کتابیں ہیں۔ ہدایہ جو فقہ کی مشہور اور بنیادی کتاب ہے، اس میں چھپن (۵۶) کتابیں ہیں۔ اس طرح ہر کتاب میں کئی کتابیں۔ ان کی کتابت اور جلد بھی علیحدہ کی جاتی تھی جسے مجلدات کہا جاتا ہے۔ اس بات کو دیکھتے ہوئے ان کتب خانوں میں موجود کتابوں کی تعداد زیادہ نہیں ہے اور کوئی مبالغہ بھی نہیں ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۔ اسپتال، شفا خانے اور طبّیہ کالج:

مسلمانوں نے اپنے دورِ عروج میں شعبۂ صحت و طب کی طرف خوب توجہ دی، اسے اس دور کے لحاظ سے ترقی دے کر دنیا کا بہترین نظام بنایا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اسلام نے انسان کی رُوحانی اور جسمانی دونوں قسم کی ضروریات کو ملحوظ رکھا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقٌّ (بخاری و مسلم) ''بے شک تمہارے جسم کے تم پر حقوق ہیں''۔ ایک حدیث میں فرمایا: اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِيّ خَيْرٌ مِنَ الضَّعِيفِ وَفِي كُلٍّ خَيْرٌ ''طاقت ور مومن کمزور مومن سے اچھا ہے اور ہر ایک میں بھلائی ہے''۔ یہ دو حدیثیں صرف تبرک خاطر بیان کی گئی ہیں ورنہ درجنوں احادیث اور آپ ﷺ کی سنت کی رہنمائی موجود ہے جن سے حفظانِ صحت، صحت اور بیماریوں کے علاج میں رہنمائی ملتی ہے۔

عرب علمِ طب اور بیماریوں کے اسباب و علامات اور علاج معالجہ سے واقف تھے۔ چھٹی صدی عیسوی کے آخر میں ایران کے شاہ کسریٰ نے جندی شاپور میں طبّیہ کالج قائم کیا تھا اس سے عرب کے بعض اطباء نے تعلیم حاصل کی تھی۔ ان میں ایک طبیب حارث بن کلدہ بھی تھے جو بعد میں نبی اکرم ﷺ اور بعض صحابہ کرامؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے طبی مشیر رہے اور جب وہ بیمار ہوتے تھے تو ان کا علاج کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے زخمیوں کے علاج کے لیے مسجدِ نبوی کے صحن میں خیمہ لگوایا تھا اور رُفیدہ نامی خاتون زخمیوں کا علاج کیا کرتی تھیں۔ تاہم مدینہ منورہ میں باقاعدہ کوئی دواخانہ نہیں تھا۔ اس کی ایک وجہ عرب کی آب و ہوا، اس کا ماحول، سادہ غذائیں، تمام لوگوں کی ورزش اور محنت کے کام کرنا، جہاد میں مشغول رہنا اور کم خوری وغیرہ اسباب تھے جن کی وجہ سے کوئی وبائی بیماری یا عام بیماریاں زیادہ نہیں ہوتی تھیں۔

جب عرب کے اردگرد کے ممالک فتح ہوئے اور غذائی اشیاء کی کثرت ہوئی اور تہذیب و تمدن کے ساتھ امراض بھی آئے تو باقاعدہ علاج معالجہ شروع ہوا۔

پہلا باقاعدہ اسپتال

ولید بن عبدالملک اموی (۸۶۔۹۶ھ) کے دور میں مسلمانوں نے پہلا اسپتال قائم کیا جو جذام (کوڑھ) کے مریضوں کے لیے تھا۔ اس اسپتال میں جو طبیب مقرر ہوئے ان کی بڑی بڑی تنخواہیں اور جاگیریں مقرر ہوئیں۔ اس طرح اس میں داخل مریضوں کو حکم تھا کہ وہ ہر وقت اسپتال میں رہیں۔ ان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے وظیفے مقرر تھے۔ پھر اس کے بعد جگہ جگہ اسپتال قائم ہوتے گئے جنہیں بیمارستان (مریضوں کا ٹھکانہ) کہا جاتا تھا۔

مسلمانوں نے دو قسم کے اسپتال قائم کیے۔ ایک گشتی دواخانے جو گھوم پھر کر ان علاقوں میں جہاں قائم اسپتال نہ تھا، مریضوں کا معائنہ کرتے، ان کو دوائیں دیتے۔ آہستہ آہستہ ان اسپتالوں میں وہ تمام سہولتیں مہیا ہونے لگیں جن کی مریضوں کو ضرورت ہوتی تھی۔ وزیر عثمان بن علی جراح نے سنان بن ثابت کو لکھا جو اس وقت بغداد اور اس کے متعلقہ اسپتالوں کے انچارج تھے۔ ''گاؤں میں بسنے والے لازماً بیمار ہوتے ہوں گے اور ان کے علاج کا بندوبست نہیں ہوگا، اس لیے آپ جلد از جلد طبیبوں کا ایک گروپ تیار کریں اور ان کو دوائیں اور مشروبات کی ایک وافر مقدار مہیا کریں۔ یہ لوگ گاؤں میں اور جہاں جس قدر ٹھہرنے کی ضرورت ہو، ٹھہر کر علاج کریں''۔ (اسلامی تہذیب کے چند درخشاں پہلو)

قائم اسپتال

البتہ قائم شفاخانے اور اسپتال تو اس کثرت سے تھے کہ عالم اسلام کا چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا شہران سے فائدہ اٹھاتا تھا۔ عام طور پر چھوٹے قصبوں میں بھی دو دو اسپتال ہوتے تھے۔ بڑے شہروں میں کئی اسپتال تھے جیسے قرطبہ میں ایک وقت میں پچاس بڑے اسپتال تھے۔

مختلف نوع کے اسپتال

جیسے فوجیوں کے لیے اسپتال، قیدیوں کے لیے علیحدہ اسپتال جس میں ہر روز ڈاکٹر قیدیوں کا معائنہ کرتا اور ان کے علاج کے لیے دوائیں فراہم کی جاتی تھیں۔ اس طرح امراء و حکام اور قائدین کے لیے خصوصی طبیب یعنی شاہی طبیب ہوا کرتے تھے۔

ابتدائی طبی امداد کے مراکز (فرسٹ ایڈ سینٹر)

ابتدائی طبی امداد کی فراہمی کے لیے مراکز قائم کیے جاتے۔ یہ مراکز جامع مسجد اور ایسے مقامات پر قائم کیے جاتے جہاں لوگوں کی کثرت ہوتی تھی، تقی الدین مقریزی (۱۲۶۴ـ۱۴۴۱ء) نے لکھا ہے کہ احمد ابنِ طولون (۲۷۰ھ) نے جب مصر میں اپنی نادر روزگار جامع مسجد تعمیر کرائی تو اس کے آخری حصہ میں ایک وضو خانہ اور ایک ڈسپنسری قائم کی جس میں ہر قسم کی ضروری دوائیں موجود رہتی تھیں اور خادم مقرر تھے۔ جمعہ کے دن ایک طبیب کی ڈیوٹی ہوتی تھی جو نمازیوں میں کسی کے اچانک تکلیف میں مبتلا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونے پر دوا دیتا تھا۔

عام شفا خانے

بعض اسپتال عمومی تھے جن کے دروازے عوام الناس کے لیے ہر وقت کھلے رہتے تھے۔ یہ دو قسم کے ہوتے تھے:

الف۔ مردوں کے اسپتال۔

ب۔ عورتوں کے اسپتال، یہ ایک دوسرے سے بالکل علیحدہ علیحدہ ہوتے تھے، ہر قسم میں متعدد شعبے ہوتے تھے جو خاص خاص امراض کے لیے مخصوص ہوتے تھے۔ مثلاً:

۱۔ داخلی امراض کا شعبہ ۲۔ آنکھوں کا شعبہ ۳۔ جراحت کا شعبہ

۴۔ ہڈیوں اور ٹوٹے ہوئے اعضاء پر پٹی باندھنے کا شعبہ ۵۔ دماغی امراض کا شعبہ۔

داخلی امراض کے پھر چند ذیلی شعبے تھے:

۱۔ بخار کا شعبہ۔ ۲۔ پیٹ اور بدہضمی کا شعبہ۔

ہر شعبے کا ایک انچارج اور صدر ہوتا تھا۔ مثلاً شعبۂ جراحت، شعبۂ چشم اور شعبۂ استخوان وغیرہ وغیرہ اور ہر ایک کے علیحدہ علیحدہ اسپیشلسٹ ہوا کرتے تھے اور پھر پورے اسپتال کا ایک انچارج ہوا کرتا تھا جسے ''ساعور'' کہا جاتا تھا۔

اطباء کے لیے ڈیوٹی کے اوقات مقرر تھے اور ان اوقات میں وہ اپنے اپنے مقرر شعبے میں بیٹھ کر مریضوں کو دیکھا کرتے۔

ہر اسپتال میں عطار اور نرسیں وغیرہ چھوٹے درجے کے ملازمین بھی ہوا کرتے، ان کے علاوہ دوسرے معاون بھی ہوا کرتے تھی۔ ان ملازمین کے معاوضے معقول اور متعین ہوتے تھے۔ ہر اسپتال میں ایک دواخانہ ہوتا تھا جسے ''خزانۂ مشروبات'' کہا جاتا تھا۔ اس میں پینے کے لیے کثیر الاقسام دوائیں، نفیس قسم کی معجونیں اور اعلیٰ درجے کے مربے ہوتے تھے، علاوہ ازیں نفیس دوائیں اور اعلیٰ قسم کے عرق بھی ہوتے تھے جو صرف اسپتالوں ہی میں دستیاب ہو سکتے تھے۔ نیز ان میں نازک قسم کے جراحی آلات، شیشے کے برتن اور دوسرے ایسے ایسے برتن ہوتے تھے جو صرف بادشاہوں کے محلوں میں استعمال ہوا کرتے تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میڈیکل کالجوں سے ان کا تعلق

یہ اسپتال طبی مدارس کا کام بھی دیتے تھی۔ ہر اسپتال میں ایک بڑا کمرہ ہوتا تھا جس میں علومِ طب پر لیکچر دیے جاتے تھے۔ رئیس الاطباء عام طبیبوں اور طلباء کے ساتھ وہاں جمع ہوتے جہاں ہر قسم کی کتابیں اور ہر قسم کے آلات موجود ہوتے تھے، مریضوں کے معائنہ اور علاج کے بعد طلبہ اساتذہ کے سامنے بیٹھ جاتے اور طبی مباحث شروع ہو جاتے۔ استاد اور طلبہ کے درمیان قیمتی مباحث ہوتے اور اچھی کتابیں پڑھائی جاتیں۔ اکثر اوقات خود اساتذہ طلبہ کے ساتھ اسپتال کے اندر جاتے تھے تا کہ انھیں عملی کام کرائیں جیسا کہ آج کل طبّیہ کالجوں سے متعلقہ اسپتالوں میں پریکٹس کرائی جاتی ہے۔ ابنِ اصیبعہ جنھوں نے دمشق کے نوری اسپتال میں طب کی تعلیم حاصل کی، لکھتے ہیں:

''جب حکیم مہذب الدین اور حکیم عمران اسپتال میں بیماروں کے معائنہ اور معالجہ سے فارغ ہوتے تو میں ان کے ساتھ ہوتا اور میں شیخ رضی الدین رجی کے پاس بیٹھ جاتا اور مریضوں کے امراض کی تشخیص کے متعلق ان کے استدلال کا طریقہ دیکھتا جو کچھ وہ مریضوں کے متعلق بیان کرتے اور جو کچھ ان کے لیے لکھتے، ان میں سے اکثر امراض اور ان کے لیے تجویز کردہ دواؤں کے بارے میں، ان سے بحث بھی کرتا''۔

مستند اطباء کو علاج معالجہ کی اجازت دی جاتی

ہر کسی کو اپنے طور پر علاج کرنے کی اجازت نہ ہوتی تھی۔ حکومت کے مقرر کردہ رئیس الاطباء کے سامنے پیش ہو کر اسے امتحان دینا پڑتا تھا۔ وہ جس فن میں سند حاصل کرنا چاہتا، اسے اس میں رسالہ لکھنا پڑتا تھا۔ یہ رسالہ تو خود اس طالب علم ہی کی تصنیف ہوتی یا کسی دوسرے طالب علم کی تحریر ہوتی لیکن یہ اس پر اپنے نوٹس اور تبصرے لکھ کر پیش کرتا۔ رئیس الاطباء طالب علم سے تفصیلی انٹرویو لیتے اور اس فن کے تمام متعلقہ اور مندرجہ مسائل پر سوالات کرتے۔ اگر وہ ہر لحاظ سے اطمینان بخش جوابات دے دیتا، تب رئیس الاطباء اسے پریکٹس کرنے کی اجازت دیتے۔

اسپتالوں میں کتب خانۂ علم طب

یہ بھی پیشِ نظر رہنا چاہیے کہ ہر اسپتال میں ایک بڑا کتب خانہ ہوتا تھا جس سے طلبہ اور طبیب دونوں فائدہ اٹھاتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ قاہرہ کے ''ابنِ طولون اسپتال'' میں ایک لاکھ سے زیادہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتابوں پر مشتمل لائبریری تھی اور اس میں علمِ طب کے مختلف شعبوں کی کتابیں تھیں۔

بلا معاوضہ علاج و معالجہ

ہر آدمی بسہولت اسپتال میں داخل ہوسکتا تھا اور کوئی فیس یا معاوضہ نہ لیا جاتا تھا۔ فقیر و امیر، قریب و بعید، ملکی و غیر ملکی اور عوام و خواص کے درمیان کوئی امتیاز نہ ہوتا تھا۔ اسپتال کے خارجی حصے میں مریض کا گہرا معائنہ کیا جاتا، اگر مرض خفیف ہوتا تو اسے نسخہ لکھ کر دے دیتے اور وہ ڈسپنسری سے دوا لے کر چلا جاتا۔ جس کا اسپتال میں داخلہ ضروری سمجھا جاتا اس کا نام نوٹ کر لیا جاتا، اسے حمام میں بھیجا جاتا، سابقہ کپڑے اتار کر ایک خاص اسٹور میں جمع کر دیے جاتے اور اسے اسپتال کے خاص کپڑے دے دیے جاتے اور پھر اسے اس کے مخصوص وارڈ میں پہنچا دیا جاتا۔ اس کے لیے ایک پلنگ مخصوص ہو جاتا جس پر پاک و صاف بستر ہوتا۔ ڈاکٹر کی تجویز کردہ دوا شروع ہو جاتی اور غذا ایسی دی جاتی جو اس کی صحت کے لیے نہایت مفید ہوتی۔ غذا کی مقدار بھی مقرر ہوتی تھی۔ مریضوں کے لیے درج ذیل چیزیں بطور خوراک استعمال ہوتی تھیں۔ بکری کا گوشت، گائے کا گوشت، مرغی اور دوسرے پرندے۔ مریض کی تندرستی کی علامت یہ تھی کہ وہ ایک صحیح آدمی کے لیے مقرر روٹی ایک سالم مرغی کے ساتھ ایک ہی دفعہ کھا جاتا اور ہضم کر جاتا تو اسے تندرست خیال کیا جاتا۔ جب بیماری کے بعد نقاہت ہوتی تو مریض کو ایسے ہی کمزور لوگوں کے وارڈ میں منتقل کیا جاتا اور وہاں علاج ہوتا رہتا۔ جب اس کا علاج ہر لحاظ سے مکمل ہو جاتا تو اسے ایک نیا لباس دیا جاتا اور اس کے ساتھ اس قدر سرمایہ بھی دیا جاتا جس سے وہ کسبِ معاش کے قابل ہو جاتا۔ اسپتال کے تمام کمرے نہایت صاف ستھرے بچھے ہوتے تھے۔ ہر اسپتال میں صفائی کے انسپکٹر مقرر تھے اور اس طرح اکاؤنٹنٹ اور دوسرے افسر بھی مقرر ہوتے تھے۔ اکثر اوقات خلیفۂ وقت خود مریضوں کا معائنہ کرتا اور ان کے معاملات میں دلچسپی لیتا۔

یہ تھا وہ اعلیٰ نظام جو عالمِ اسلامی کے تمام اسپتالوں میں رُوبہ عمل تھا۔ خواہ وہ مشرق کے ہوں یا مغرب کے۔ بغداد، دمشق، قاہرہ، بیت المقدس، مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ اور اندلس کے تمام اسپتالوں میں یہی نظام رائج تھا۔

اب ہم چاہتے ہیں کہ عالمِ اسلامی کے چار بڑے شہروں کے چار اسپتالوں کا خاص طور پر ذکر قدرے تفصیل کے ساتھ کریں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔ عضدی اسپتال، بغداد

اسے عضدالدولہ بن بویہ نے ۳۷۱ھ میں تعمیر کیا۔ اپنے وقت کے مشہور طبیب رازی نے اس کی جائے تعمیر کو اس طرح متعین کیا تھا کہ بغداد کے چار مجوزہ مقامات پر رات کے وقت گوشت کا ایک ایک ٹکڑا رکھ دیا گیا اور صبح کے وقت جب چاروں ٹکڑوں کا معائنہ کیا گیا تو وہ جگہ جہاں پر رکھا ہوا گوشت کا ٹکڑا خراب نہ ہوا اور سڑا نہ تھا، اس جگہ کو مناسب قرار دے کر وہاں اسپتال تعمیر ہوا۔ اس اسپتال پر بہت بڑی رقم خرچ کی گئی اور اس میں کام کرنے کے لیے ۲۴ مشہور طبیبوں کی خدمات حاصل کی گئیں۔ وہاں لائبریری، ڈسپنسری، اسٹور اور مطبخ کا بندوبست کیا گیا۔ ۴۴۹ھ میں خلیفہ قائم بامراللہ نے اس اسپتال کو نئے سرے سے منظم کیا۔ اس میں ہر قسم کی مشروب دوائیں، جڑی بوٹیاں اور دوسری دوائیں فراہم کیں۔ ایسی دوائیں جو نہایت نادر الوجود تھیں۔ مریضوں کے لیے فرش اور رضائیوں کا بندوبست کیا گیا۔ علاوہ ازیں اچھی خوشبوؤں، برف، خدام، چپڑاسیوں، دربانوں، چوکیداروں اور ہر وقت نگران طبیبوں کا اہتمام کیا۔ وہاں بڑا حمام بنایا اور ایک باغ لگایا جس میں ہر قسم کے پھل اور پھول موجود ہوتے تھے۔ کشتیوں میں کمزور اور فقیر مریضوں کو یہاں منتقل کیا جاتا رہتا اور اطباء صبح و شام اپنی اپنی ڈیوٹی کے اوقات میں ان کی نگرانی کرتے رہتے تھے۔

۲۔ نوری اسپتال، دمشق

سلطان عادل، ملک نورالدین شہید نے ۵۷۹ھ مطابق ۱۱۵۴ء میں اس اسپتال کو اس رقم سے تعمیر کیا جو اس نے فرنگی بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ سے بطور فدیہ وصول کی تھی۔ اس کی تعمیر کے وقت یہ اسپتال عالمِ اسلامی کے تمام اسپتالوں سے اعلیٰ ترین اور خوبصورت ترین اسپتال تھا۔ اس نے اس اسپتال میں اُمراء کے داخلے پر پابندی لگا دی تھی اور اسے فقراء اور مساکین کے لیے مخصوص کر دیا گیا تھا۔ ہاں اغنیاء کو صرف اس وقت یہاں سے دوا دی جاتی جب وہ مجبور ہو جاتے، جو مریض بھی جاتا، یہاں اس کو دوا اور مشروبات صرف صبح کے وقت دیے جاتے تھے۔ ابنِ جبیر سیاح ۵۸۰ھ میں اس اسپتال میں داخل ہوا یہاں طبیب جس شفقت کے ساتھ مریضوں کی دیکھ بھال کرتے تھے، ان کے لیے دوائیں تیار کرتے تھے اور ان کو سہولت فراہم کرتے تھے، اس نے اس کی بے حد تعریف کی ہے۔ یہاں ایک خاص شعبہ دماغی امراض کے مریضوں کے لیے مخصوص تھا جہاں ان مریضوں کو زنجیروں میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باندھ دیا جاتا تھا جو دماغ کے شدید مرض میں مبتلا ہوتے اور ان کے علاج اور خوراک کا مناسب بندوبست کیا جاتا تھا۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ ۸۳۱ھ میں کوئی عجمی شخص دمشق آیا جو علم و فضل کے علاوہ ذوقِ سلیم بھی رکھتا تھا، وہ اسپتال دیکھنے بھی گیا، وہاں وہ اطباء کی کثرت، مریضوں سے ان کا شغف اور التفات و توجہ، مریضوں کے لیے مختلف قسم کے کھانے اور سہولتیں دیکھ کر حیران رہ گیا۔ سہولتوں پر مزید یہ کہ وہاں سامانِ آرائش و تعیش تک بھی موجود تھا۔

یہ اسپتال ۱۳۱۷ھ تک اسی طرح کام کرتا رہا۔ اس کے بعد اسے پردیسیوں کے اسپتال میں تبدیل کر دیا گیا۔ یہ وہی اسپتال ہے جہاں آج کل جامعہ سوریہ کا طبّیہ کالج چل رہا ہے۔ اسپتال ختم کر کے وہاں کالج اور مقامی مدرسہ قائم کر دیا گیا۔

۳۔ بڑا منصوری اسپتال

یہ ''بیمارستان قلاوون'' کے نام سے مشہور ہے۔ پہلے کسی امیر کا محل تھا۔ ملک منصور، سیف الدین قلاوون، نے اسے ۶۸۳ھ مطابق ۱۲۸۴ء میں اسپتال میں تبدیل کر دیا۔ اس کے لیے خاص جائداد وقف کر دی جس سے ایک ہزار درہم سالانہ آمدنی ہوتی تھی۔ اس کے ساتھ ایک مسجد، ایک مدرسہ اور یتیموں کے لیے ایک مکتب بھی قائم کیا گیا۔ اس اسپتال کے قیام کے اسباب کے متعلق مؤرخین کہتے ہیں کہ جب ۱۲۷۵ء میں امیر قلاوون ظاہر بیبرس کے زمانے میں بطور میر لشکر، روم کے مقابلے کے لیے نکلے تو دمشق میں بیمار ہو گئے، اطباء نے ان کا علاج کیا اور خود جا کر نوری اسپتال کا معائنہ کیا۔ اس وقت وہ اس اسپتال کو دیکھ کر بے حد متاثر ہوئے اور منت مانی کہ اگر اللہ نے ان کو برسرِ اقتدار کیا تو وہ ایسا ہی اسپتال بنائیں گے۔ جب وہ بادشاہ ہوئے تو انھوں نے اس مکان کو منتخب کیا اور اسے خرید کر اسپتال میں تبدیل کر دیا۔ اسپتال اپنی تنظیم اور ترتیب کے لحاظ سے پوری دنیا میں ایک واحد نمونہ تھا۔ صبح کے وقت تمام لوگ مالک و غلام، بادشاہ و رعیت، مرد اور عورتیں سب کے سب اس سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ جو مریض یہاں سے تندرست ہو کر نکلتا تھا، اسے پورا لباس دیا جاتا تھا، جو مر جاتا تھا اس کی تجہیز و تکفین بھی اسپتال کے ذمہ ہوتی تھی۔ طب کی مختلف شاخوں کے طبیب علیحدہ علیحدہ مقرر کیے گئے تھے۔ مریضوں کے کپڑے دھونے، ان کو غسل کرانے، کمروں اور بستروں کی صفائی اور دوسری سہولتوں کے علاوہ خدام اور نرس مقرر تھے۔ مریضوں کے لیے خدام مقرر تھے۔ ہر مریض کو علیحدہ چارپائی اور بستر دیا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاتا تھا۔ ہر قسم کے مریضوں کے لیے علیحدہ وارڈ تھے۔

اس اسپتال میں بھی نو آموز ڈاکٹروں کے لیے لیکچر ہوتے اور ڈیمانسٹریشن کا بندوبست تھا۔

اس اسپتال کے آنکھوں کے ایک ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ روزانہ بیرونی اور اندرونی مریضوں کی تعداد چار ہزار ہے۔

اس اسپتال کے لیے ایک بڑا وقف تھا جو بڑی تفصیل سے اور شق وار لکھا ہوا تھا۔ جس میں یہ بھی تحریر تھا کہ ہر مریض کو علیحدہ برتن میں اور علیحدہ کھانا دیا جائے۔

اس اسپتال میں مریضوں کا نفسیاتی علاج کیا جاتا تھا۔ مثلاً ان کو موسیقی سنانا، قصے اور کہانیاں سنانا، مریضوں کو لطیفے سنا کر ہنسانا، صبح کے وقت اذان خوشنما آواز میں دینا، قرآن مجید سنانا، اشعار پڑھ کر سنانا وغیرہ۔

۴۔ مراکش کا اسپتال

اس کو سلطان منصور ابو یوسف نے تعمیر کرایا تھا جو مغرب کے موحدین کے سلسلے کے ایک فرمانروا تھے۔ اسپتال نہایت خوبصورت، ہوادار اور سرسبز جگہ پر بنایا گیا تھا۔ یہ اسپتال امیروں غریبوں ہر ایک کے لیے تھا۔ الغرض مراکش کا سب سے بڑا اسپتال تھا۔

آخری بات

۱) مسلمانوں نے علاج معالجہ اور اسپتالوں کا اعلیٰ معیار مغرب سے نو سو سال پہلے پیش کیا۔

۲) ہمارے اسپتال اعلیٰ انسانی جذبات، احساسات اور انسانیت پر شفقت سے لبریز تھے۔

۳) مسلمان وہ قوم ہے جس نے خوش الحانی، مزاحیہ ادب اور نفسیاتی طور پر مریض کو خوشی، صحت اور تندرست ہونے کی نوید سنائی۔

۴) اجتماعی کفالت وضمانت کا نظام جاری کیا کہ مریض امیر اور غریب فائدہ اٹھاتے تھے۔

۵) انسان دوستی کا وہ اعلیٰ معیار ہے جو مسلمانوں نے سیکڑوں سال پہلے قائم کیا۔

(من روائع حضارتنا۔ ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۶۔ آب نوشی کا بندوبست:
(نہریں، کنویں، تالاب اور سبیلیں)

پانی انسانی زندگی کا لازم اور بقا کا ذریعہ ہے۔ اس لیے اسلام نے اسے مناسب مقام اور حیثیت دی ہے۔ آپ ﷺ کی ایک حدیث مبارکہ "پانی، آگ اور گھاس پر کسی کا حق نہیں ہے"۔

اسلام میں چونکہ پیاسوں کو پانی پلانے کا بہت بڑا اجر و ثواب بتایا گیا ہے۔ لہٰذا نبی ﷺ نے پانی پلانے، اس کا بندوبست کرنے اور اسے عام کرنے کی ترغیب دی اس لیے مسلمانوں نے انفرادی و اجتماعی طور پر کنویں، تالاب اور چشمے اور باؤلیاں بنوائیں اور چھوٹے بڑے تالاب کھدوائے۔ باؤلی کا بیان آگے آرہا ہے۔

صحابہ کرامؓ نے پانی کے عام کرنے اور ہر ضرورت مند کی اس تک رسائی کا بندوبست کیا۔ ابتدائی دور میں خلفائے راشدین اور خاص طور پر حضرت عمرؓ نے نہروں، کنوؤں، چشموں، نہروں اور تالابوں تک ہر ایک شخص کی دسترس کا بندوبست کیا۔

اس کی تفصیل ان کے کارناموں میں بیان کی گئی ہے۔ خلفاء بنو اُمیہ اور بنو عباس نے اس سلسلے کو مزید آگے بڑھایا۔ اس بارے میں بعض کارنامے نہ صرف مثال ہیں بلکہ حیرت انگیز بھی ہیں جیسے نہر زبیدہ کی تعمیر اور اجرا جو طائف کے پہاڑوں سے مکہ مکرمہ تک لائی گئی تھی اور صدیوں تک جاری رہی۔ مسلمان حکمرانوں نے نئے شہر ایسی جگہ آباد کیے جہاں پانی کا مناسب بندوبست تھا۔ ان شہروں میں اِس دور کے لحاظ سے بہترین واٹر سپلائی کا بندوبست کیا۔ جیسے مصر کے شہر قاہرہ میں آج بھی اس دور کے واٹر سپلائی کے آثار موجود ہے کس طرح شہر کے ہر محلے کو دریائے نیل سے پانی پہنچایا گیا۔ بہت سی ایسی نہریں کھدوائی گئیں جو صرف آب نوشی کے لیے استعمال ہوتی تھیں اور بہت سی ایسی نہریں جو آب نوشی اور آب پاشی دونوں کے لیے استعمال ہوتی تھیں۔ آب نوشی کے انتظام کے لیے برصغیر کے مسلمان حکمرانوں نے بھی بے مثال اور نمایاں کارنامے سرانجام دیے۔ ان میں شیر شاہ سوری کا تذکرہ مناسب حال رہے گا۔

شیر شاہ (۱۵۴۵ء) نے کلکتہ سے پشاور تک جو گرانڈ ٹرنک شاہراہ بنوائی تھی اس شاہراہ میں مسافروں کے لیے جو بندوبست کیے وہ ایسے مثالی اور یادگار ہیں کہ شاید ہی کسی حکمران نے کیے ہوں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انھوں نے ہر آٹھ کوس کی ایک منزل پر مسافروں کے ٹھہرنے کے لیے آرام گاہ اور سواریوں کے گھاس پانی وغیرہ کا بندوبست کیا۔ اس کے آثار آج بھی نمایاں نظر آتے ہیں۔

ان آثار میں ایک چھوٹا تالاب، سائے کے لیے ایک دو بڑے درخت اور ایک کنواں بنا ہوا ہے۔ بعض جگہ مسافر خانے کے آثار بھی ہیں۔ پھر ہر دو تین منزل کے بعد کوئی نہ کوئی شہر آتا ہے جس میں خورد و نوش اور ضروریات کی اشیاء مل جاتی تھیں۔ دوسری شاہراہ، لاہور تا ملتان اور دہلی سے راجپوتانہ کے قلب تک تھا۔ ان شاہراہوں پر پولیس کی چوکیاں بھی تھیں۔

اس طرح علاؤ الدین خلجی اور مغل حکمرانوں نے راستوں، کنوؤں اور باؤلیوں کا سلسلہ جاری رکھا۔ یہ تمام کام مسلمان حکمران اللہ کی رضا، آخرت کے اجر اور اپنی ذمہ داری یعنی رفاہی سلطنت کی ذمہ داریاں پوری کرنے کے لیے سرانجام دیتے تھے۔ یہی وہ امتیازی فرق ہے جو ایک مسلم اور غیر مسلم ادارے اور حکمرانوں کے درمیان ہے۔ (اسلامی انسائیکلوپیڈیا۔ سید قاسم محمود)

آج کے دور میں واٹر کولر مشینیں لگوائی گئی ہیں۔ اسلام آباد اور کراچی کے بعض مقامات پر اہلِ خیر نے واٹر کولر لگا دیے تاکہ گزرنے والے ان سے ٹھنڈا پانی نوش کریں اور دعائیہ کلمات کہیں اور دعائیں دیں۔ اب ہر بڑی مسجد، ہر بڑے مدرسے میں اور ریلوے اسٹیشنوں اور بس کے اڈوں پر الیکٹرک کولر مشین لگی ہوتی ہے۔ اس دور کی تنظیموں میں الخدمت سوسائٹی کراچی، بانھ بیلی اور دوسری الخیر تنظیموں نے سندھ کے ریگستانی علاقوں میں سیکڑوں کنویں بنوائے ہیں۔ بعض تنظیموں نے تالاب کھدوائے، آب نوشی کے لیے پہاڑی اور بالائی پانی کو روکنے کے لیے چھوٹے چھوٹے بند بندھوائے اور چھوٹے حوض (ٹانکے) بنوائے۔

www.KitaboSunnat.com

اجتماعی آب نوشی کا بندوبست کرنے کے لیے مدینہ منورہ میں بہت سے تذکرے تاریخ نے ثبت کیے ہیں۔ ان میں بعض کا تذکرہ اوقاف کے بیاں میں اور صحابہ کرامؓ اور رفاہی کام کے باب پنجم میں تفصیل سے کیا جا چکا ہے۔ سندھ کے صوبے میں بعض باتیں ایسی بھی ملتی ہیں کہ بوڑھے لوگ اور بزرگ خواتین لسی کے بھرے ہوئے مٹکے لے کر راستوں پر جا کر بیٹھتے تھے اور پیاسوں اور ضرورت مندوں کو لسی پلاتے تھے۔

موجودہ دور کی نفسا نفسی اور خود غرضی اور خواتین کے اپنے زیب و زینت اور میک اپ کرنے کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رجحان اور فیشن نے یہ خوبیاں چھین لی ہیں۔ اب نہ وہ لسی کی کثرت رہی اور نہ وہ پلانے والے بزرگ اور پلانے والی بزرگ خواتین رہی ہیں۔ بس یہ سب کچھ تاریخ کا حصہ بن گیا۔

۷۔ باؤلیاں:

برصغیر کے مسلمانوں نے ضرورت مندوں کو پانی مہیا کرنے کے جو بندوبست کیے ان میں سے ایک باؤلیاں تعمیر کرنا ہے۔ باؤلی سنسکرت زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں ایسا کنواں جس میں پانی لینے، پینے اور بھرنے کے لیے سیڑھیاں بنی ہوئی ہوں۔ ہندوستان کی باؤلیاں دو طرح کی بنی ہوئی ہیں۔ شمالی اور مغربی۔

شمال کی باؤلیاں زیادہ سادہ ہوتی ہیں۔ ان میں ایک چوڑا زینہ ہوتا ہے جو عمارت کی پوری چوڑائی میں سطح زمین سے پانی کی سطح تک چلا جاتا ہے پھر نیچے سطح پانی سے آگے دوسرے زینے بھی بنے ہوتے ہیں۔ تاہم یہ باؤلیاں سادہ، لیکن خوبصورت بنی ہوئی ہیں۔

مغربی باؤلیاں جو زیادہ تر گجرات کے علاقے میں بنی ہوئی ملتی ہیں وہ واؤ کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ اعلیٰ درجے کے فنی اور تعمیری کمال کا نمونہ ہونے کے علاوہ بڑی کارآمد ہیں اور شمالی باؤلیوں کے مقابلے میں زیادہ محنت، کاریگری اور فن سے بنائی گئی ہیں۔

شمالی باؤلیاں اکثر چشتی بزرگوں کی مزاروں پر بنی ہوئی ہیں۔ جیسے شیخ سلیم چشتی کی باؤلی فتح پور سیکری، خواجہ نظام الدین اولیاء کی باؤلی، پرانی دہلی میں لال کوٹ کے قریب، مہرولی میں خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے مزار والی باؤلی، خواجہ نظام الدین اولیاء کی باؤلی کافی بڑی اور چوڑی اور گہری ہے۔ مثلاً اس کی لمبائی ۳۷ء۴ میٹر، چوڑائی ۱۶ء۲ میٹر اور گہرائی سطح آب تک اوسطاً ۲۰ میٹر ہے۔ اس طرح خواجہ معین الدین اجمیریؒ کی درگاہ پر جو باؤلی بنی ہوئی ہے، پتھر کی تعمیر شدہ اور بڑی خوبصورت ہے۔

چشتیہ درگاہوں کے پاس باؤلیاں ہونا ان کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ کیونکہ شمالی ہند اور گجرات میں عام مقامات پر بنی ہوئی بھی ہیں (خود راقم نے ضلع جودھپور میں ایک باؤلی دیکھی جو ایک تالاب کے پاس خالی جگہ پر راستے کے کنارے بنی ہوئی تھی)۔ احمد آباد میں بائی حریر کی واو ہے جس پر سنسکرت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں لکھا ہوا کتبہ ۱۴۹۹ء اور اردو کتبہ ۹۰۶ھ ۳۰ نومبر ۱۵۰۰ء کا تحریر کردہ ہے۔ تاہم اس کے اوپر بنے ہوئے مینار اور نقش و نگار مقامی مسجدوں کے میناروں سے ملتے ہیں۔ شمالی ہند میں بنی ہوئی باؤلیوں پر تاریخ لکھی ہوئی نہیں ہے البتہ نظام الدین اولیاء کی باؤلی کے بارے میں مشہور ہے کہ شیخ نے خود بنوائی تھی۔ شیخ کا زمانہ ۶۳۶ تا ۷۲۵ھ (مطابق ۱۲۳۸ تا ۱۳۲۵ء) ہے۔ (دائرہ معارف اسلامیہ۔ جامعہ پنجاب)

باؤلی کی بناوٹ، درگاہوں کے پاس ہونا اور عوامی مفاد کو ملحوظ رکھنا اور چھوت چھات سے مبرا رکھنا یہ بتاتا ہے کہ مسلمانوں کی ایجاد ہے۔ اس لیے ایک دانشور کا یہ کہنا بالکل درست معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں سے پہلے باؤلیوں کے بارے میں کوئی تحریر نہیں ملتی۔

باؤلیاں پانی حاصل کرنے کا آسان سہل ترین ذریعہ ہے۔ اس لیے کہ اس کے لیے کسی ڈول، رسّی اور کسی چیز کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس لیے ان میں سے آسانی سے پانی نکالا جاسکتا ہے، ان سے وضو اور غسل کیا جاسکتا ہے اور ہر شخص پانی کی ضرورت پوری کر سکتا ہے۔ پھر اس کے ذریعے ذات پات، مسلک، مذہب اور دھرم کے ذریعے طبقہ واریت، چھوت چھات کی نفی کی جاسکتی ہے۔

بہر حال مسلمانوں کے آب رسانی کے رفاہی کاموں میں سے ایک کارنامہ باؤلیوں کی ایجاد ہے اور تاریخ میں ان کا واضح کارنامہ ہے۔

۸۔ یتیم کی پرورش اور یتیم خانے:

بعثت نبوی سے پہلے جن انسانی طبقات کے ساتھ ظلم و زیادتی ہوتی تھی اور جو در در کے دھکے کھاتے پھرتے تھے، ان میں ایک طبقہ یتیموں کا ہے۔ نہ صرف عرب میں یتیموں کے ساتھ زیادتی ہوتی تھی بلکہ مغرب و مشرق کسی جگہ بھی یتیم کی عزت تھی اور نہ ہی ان کو حقوق ملتے تھے۔ ان کا نہ میراث میں حصہ، نہ معاشرتی مقام اور نہ ہی تعلیم و تربیت اور نہ ہی ان کی کفالت و تولیت۔

اسلام نے ان کو نہ صرف عام انسانوں کے برابر درجہ دیا بلکہ کچھ سوایا ہی درجہ اور مرتبہ دیا۔ ان کے مال و اسباب کی حفاظت کی، انھیں میراث میں سے حصہ دلایا، ان کو پیار و محبت اور شفقت و انسیت دی اور تعلیم و تربیت کا بندوبست کیا۔ یتیم کا احساس دلانے اور یتیموں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کے لیے آپ ﷺ کو یتیم پیدا کیا گیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس جامع تعلیم کا اثر تھا کہ جنگِ بدر اور جنگ اُحد میں صحابہ کرامؓ کے شہید ہونے سے کافی تعداد میں بچے یتیم بن گئے تھے۔ اس لیے مدینہ منورہ میں شاید ہی کوئی گھر ایسا ہو جس میں یتیم بچے نہ ہوں۔ حضورﷺ کا یہ قول صحابہ کرامؓ کے سامنے تھا کہ مسلمانوں کا سب سے اچھا گھر وہ ہے جس میں کسی یتیم کے ساتھ بھلائی کی جا رہی ہو اور سب سے بدتر گھر وہ ہے جس میں کسی یتیم کے ساتھ بدسلوکی کی جاتی ہو۔ (ترغیب وترہیب منذری بحوالہ ابن ماجہ)

آنحضرتﷺ کی ان تعلیمات نے عرب کی فطرت بدل دی تھی۔ وہی دل جو بے کس و نادار یتیموں کے لیے پتھر سے زیادہ سخت تھے، وہ موم سے زیادہ نرم ہو گئے۔ ہر صحابہ کا گھر یتیم خانہ بن گیا۔ ایک ایک یتیم کے لطف و شفقت کے لیے کئی کئی ہاتھ پرورش کے لیے بڑھنے لگے اور ہر ایک اس کی کفالت و تولیت کے لیے اپنی آغوش محبت کو پیش کرنے لگا۔ بدر کے یتیموں کے مقابلے میں جگر گوشۂ رسول فاطمہ بتول اپنے دعویٰ کو اٹھا لیتی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ اپنے خاندان اور انصار وغیرہ کی یتیم لڑکیوں کو اپنے گھر لے جا کر دل و جان سے پالتی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ صحابی کا یہ حال تھا کہ وہ کسی یتیم کو ساتھ لیے بغیر کبھی کھانا نہیں کھاتے تھے۔

صحابہ نے صرف یہی نہیں کیا کہ یتیموں کو ان کا حصہ دینے اور ان کے مال و دولت کی تولیت اور حفاظت اور نگرانی میں دیانتداری برتنے لگے، بلکہ ان کی جائدادوں کے تحفظ میں فیاضی اور سیر چشمی کا پورا ثبوت دیا۔

عام طور پر مسلمان حکمرانوں نے جہاں مختلف مقاصد کے لیے عمارتیں بنوائیں تو ان میں مسجد و مکتب کے ساتھ یتیموں کی تعلیم و تربیت اور علاج کا بندوبست کیا۔ چنانچہ بڑے منصوری اسپتال یا بیمارستان قلادوں میں اسپتال کے ساتھ ایک مسجد، ایک مدرسہ اور یتیموں کے لیے ایک مکتب بھی قائم کیا گیا۔ (اسلامی تہذیب کے چند درخشاں پہلو۔ صفحہ ۲۲۷)

حضرت عمرؓ اور یتیموں کی خبر گیری

یتیموں کے لیے مستقل بندوبست کرنا، اگر یتیموں کی جائداد ہوتی تو اس کی حفاظت کا نہایت اچھا اہتمام کرتے اور اکثر تجارت کے ذریعے اسے بڑھاتے، ترقی دیتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ حکم بن ابی العاص سے کہا کہ میرے پاس جو یتیموں کا مال جمع ہے، وہ زکوٰۃ نکالنے کی وجہ سے گھٹتا جا رہا ہے۔ تم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسے تجارت میں لگا دو اور جو نفع ہو واپس کر دو۔ چنانچہ دس ہزار کی رقم ان کے حوالے کی جو بڑھتے بڑھتے لاکھ تک پہنچ گئی۔

یتیموں پر شفقت

ایک موقع پر مدینے کے بازار میں ایک جواں عورت نے آپ کو سرِ راہ روک لیا اور کہا امیر المومنین! میں بیوہ عورت ہوں اور چھوٹے چھوٹے بچوں کا ساتھ ہے جن کے لیے کھانے اور کپڑے کا کوئی سامان نہیں ہے۔ میں خفاف بن ایماء انصاری کی بیٹی ہوں جو حدیبیہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ فاروقِ اعظم نے بیوہ کی درد بھری داستان سنی۔ پھر اسے تھوڑی دیر رکنے کو کہا۔ واپس آئے اور بیت المال سے آٹا، کھجوریں، گھی، کپڑا اور دوسری اشیاء ضرورت لے کر اونٹ پر لاد کر اور اس کے پاس گئے اور اسے کہا میری بیٹی! یہ اونٹ اور ضرورت کا سامان تیرے لیے ہے، اسے لے جا۔ آئندہ تمام ضروری سامان تیرے گھر پہنچ جایا کرے گا۔ (عشرہ مبشرہ۔ ص: ۴۲۰)

آج دنیا کے شہر شہر میں یتیم خانے قائم ہیں۔ مگر یہ سوال کیا جائے کیا محمد رسول اللہ ﷺ سے پہلے بھی یہ بدقسمت گروہ اس نعمت سے آشنا تھا تو تاریخ کی زبان سے جواب نفی میں ملے گا۔ اسلام پہلا مذہب ہے جس نے اس مظلوم طبقہ کی خوب دادرسی کی۔ عرب پہلی سرزمین ہے جہاں کسی یتیم خانے کی بنیاد پڑی اور اسلامی حکومت دنیا کی پہلی حکومت ہے جس نے اس ذمہ داری کو محسوس کیا اور عرب، مصر، شام، عراق اور ہندوستان جہاں جہاں مسلمانوں نے اپنی حکومتیں قائم کیں تو ساتھ ساتھ ان مظلوموں کے لیے بھی امن و راحت کے گھر بنائے۔ ان کے وظیفے مقرر کیے، مکتب قائم کیے، جائدادیں وقف کیں اور دنیا میں ایک نئے انسٹی ٹیوشن کی طرح ڈالی اور قانوناً اپنے قاضیوں کا یہ فرض قرار دیا کہ وہ بے والی و بے سرپرست یتیموں کے سرپرست ہوں۔ ان کی جائدادوں کی نگرانی، ان کے معاملات کی دیکھ بھال اور ان کی شادی بیاہ کا انتظام کریں اور یہ وہ دستور ہے جس کی پیروی آج یورپ کے ملکوں میں کی جاتی ہے اور لندن کے لارڈ میئر یا آرفن کورٹ کے حکام مسلمان قاضیوں کے ان فرائض سے نقل کرتے ہیں۔

(سیرت النبی شبلی نعمانی و مولانا سلیمان ندوی۔ ج ٦)

مسلمانوں کی تاریخ میں ایک طرف یتیموں کی کثرت ہے۔ یہ کثرت کبھی کم اور کبھی زیادہ ہوتی رہی ہے۔ دوسری طرف اصحابِ ثروت مسلمانوں اور مسلم حکمرانوں نے کثرت سے یتیموں کی پرورش،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعلیم و تربیت اور انھیں پیروں پر کھڑا کرنے کے لیے کثرت سے دارالایتام اور یتامیٰ گھر قائم کیے، ان کے لیے اوقاف قائم کیے اور بعض صلحاء نے بذاتِ خود ان کی خدمت کی۔

اس سلسلے میں دینی مدارس کا کردار بھی قابلِ ذکر ہے کہ انھوں نے اپنے مدرسوں اور ہاسٹلوں میں یتیموں کے لیے خصوصی مراعات رکھیں اور ان کے لیے وظائف مقرر کیے۔ ان کو دوسرے طلبہ سے بڑھ کر سہولتیں دیں۔

آج عالمِ اسلام کا کوئی ملک اور شہر ایسا نہیں ہے جس میں یتیم خانے موجود نہ ہوں۔ برصغیر کے بڑے شہروں میں یتیم خانے موجود ہیں راولپنڈی، پشاور، لاہور، ملتان اور کراچی میں بہت سے یتیموں کے ادارے ہیں۔ اس طرح عبدالستار ایدھی کا ادارہ، انجمن حمایت اسلام کا ادارہ وغیرہ میں یتیموں کے لیے خصوصی مراعات اور توجہ دی جاتی ہے۔ افغان جنگ کے بعد شہدا کے بچوں کے لیے ادارے بنائے گئے۔

بیسویں صدی میں پھر مسلم امہ یتیموں کی کثرت میں مبتلا ہوئی ہے۔ اس وقت فلسطین، عراق، افغانستان، بوسنیا، کشمیر اور بعض افریقی ممالک جنگ و جدل اور عیسائی مغربی دنیا کی مسلط کردہ جنگ کی وجہ سے یتیموں، بیواؤں اور بے سہارہ بوڑھے لوگوں کی کثیر تعداد اپنے اندر پا رہی ہے۔

لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمانوں میں سے صاحبِ حیثیت لوگ آگے بڑھ کر ان بچوں اور بیواؤں کو عیسائیت کے چنگل میں جانے اور عیسائی بننے سے بچائیں اور ان کی پرورش اور تعلیم و تربیت کر کے ان کو صحیح مسلمان بنائیں اور اپنے لیے دنیا و آخرت کی سعادتیں سمیٹیں۔

۹۔ سرائیں:

سرائے فارسی زبان کا کلمہ ہے جس کے معنی ہیں عارضی وقت گزارنے کی جگہ یا مقام۔ اس کا متبادل عربی لفظ رباط ہے۔ رباط ربط (باندھنے) سے نکلا ہے۔ جس کے معنی ہیں سفر میں آرام کے لیے اپنی سواری کا جانور باندھ کر آرام کرنا۔

مسلمانوں نے انفرادی طور پر اور مسلم حکمرانوں نے حکومت کے وسائل سے مسافروں اور ضرورت مند سفر کرنے والوں کے آرام کرنے، رات گزارنے اور کسی مقام پر اپنی ضرورت کے لیے قیام کرنے والوں کی سہولت، ضرورت اور آرام کے لیے سرائیں تعمیر کرائیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ سرائیں زیادہ تر بڑے راستوں یعنی شاہراہوں، یا زیارت کے مذہبی مقامات، یا مرکزی شہروں میں بنائی جاتی تھیں۔ نیز سرائیں درگاہوں، خانقاہوں کے پاس بھی تعمیر کی جاتی تھیں۔ درگاہ پر آنے والے ان میں قیام کرتے تھے۔ البتہ جو مسافروں کی گزرگاہ پر بنائی جاتیں، ان میں ہر شخص قیام کر سکتا تھا۔

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں ایک وقت میں بہت سی سرائیں تھیں جن میں زیادہ حاجی حضرات مفت قیام کرتے تھے یا بعض سراؤں میں معمولی رقم کی ادائیگی کے بعد قیام کرتے۔ چونکہ اس دور میں ہوٹل اور موٹل نہیں تھے اس لیے یہ سرائیں غنیمت تھیں۔ راقم الحروف نے ۱۹۷۳ء میں مدینہ منورہ میں آخری ایک دو سرائیں دیکھی تھیں جو خستہ حالت میں تھیں اور پرانے طرز کی بنی ہوئی تھیں۔ تاہم ان میں پانی اور دیگر ضروریات کا اچھا انتظام تھا۔

انہی قیام گاہوں کا دوسرا نام مسافر خانہ ہے۔ حضرت عمرؓ نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں مسافر خانے بنوائے تھے۔ ان میں بعض میں لنگر کا اہتمام کیا گیا تھا۔ مدینہ منورہ کے مسافر خانے میں خود جا کر مسافروں کو کھانا تقسیم کرتے تھے اور ان کی خبر گیری کرتے۔

کسی زمانے میں برصغیر کے اکثر شہروں میں سرائیں تھیں جن میں مسافر قیام کرتے۔ اس طرح راستوں پر کچھ فاصلے پر سرائیں بنی ہوئی تھیں۔ ان سراؤں کے پاس منی مارکیٹیں ہوتی تھیں جن سے مسافر اپنے کھانے پینے کی اشیاء اور اپنے جانوروں کے لیے چارہ خریدتے تھے۔

شیر شاہ سوری کی سرائیں اب بھی اپنے نشانات اور آثار سے بتاتی ہیں کہ ان لوگوں کو اپنی رعایا اور حاجت مندوں کا کتنا خیال تھا اور ان کے آرام کے لیے کتنا اچھا بندوبست کیا ہوا تھا۔

ہندوستان میں ہندو سیٹھوں اور راجوں مہاراجوں نے بھی سرائیں قائم کی تھیں جن کے آثار آج بھی راجستھان کے بڑے شہروں میں موجود ہیں اور سرائے کے نام سے وہ محلّہ یا علاقہ پہچانا جاتا ہے۔

اس دور میں رعیت کے لیے بادشاہوں، حکمرانوں اور اصحاب خیر کا جذبہ دیکھتے ہیں اور آج کے حالات کا مقابلہ کرتے ہیں تو وہ لوگ بہت اونچے نظر آتے ہیں۔ ان کا جذبۂ ہمدردی اور غمخواری کا احساس بہت زیادہ محسوس ہوتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۰۔ تکیہ:

یہ لفظ عربی زبان سے ماخوذ ہے جس کی اصل وک أ ہے۔ بعد میں فارسی، اردو اور ہندی میں استعمال ہوا ہے۔

لفظی معنی سہارا، ٹیک لگانا ہے۔ کسی چیز کا سہارا لینا اور تکیہ (سرہانا) اس کے اصطلاحی معنی ہیں، وہ مکان یا جگہ جہاں مسافر قیام کریں اور فارغ لوگ آ کر بیٹھیں، پرانے زمانے میں جب شہر کے اردگرد فصیلیں، بڑی دیواریں اور دروازے ہوتے تھے اور ایک خاص وقت پر وہ دروازے بند ہو جاتے تو دیر سے آنے والے مسافر اور شہر کے باشندے شہر سے باہر ٹھہرتے تھے۔ اسے تکیہ کہا جاتا تھا۔ تکیہ کا فقیر ان لوگوں کی خدمت کرتا تھا۔ بعد میں تکیے کے استعمال میں وسعت ہوئی تو یہ شہر کے سوشل سنٹر کے طور پر استعمال ہونے لگا۔ ایسا وقف کردہ مکان اور احاطہ جس میں سواری کے جانوروں کے باندھنے کی جگہ، انسانوں کی قیام گاہ، فارغ لوگوں کے وقت گزارنے، ان ڈور کھیل کھیلنے کی جگہ جیسے تاش، شطرنج وغیرہ کھیلنے کی جگہ، شادی کی تقریبات اور برادری کے فیصلے تکیوں میں ہوتے تھے۔ اس طرح عمومی نشستیں بھی ان میں ہوتی تھیں۔ تکیے میں ایک کنواں اور غسل خانے ہوتے تھے لوگ ان میں نہا دھو کر مجلسیں جماتے تھے۔ پھر استعمال اور وسیع ہوا تو کسرت اور ورزش کا بندوبست، کشتی کا اکھاڑہ اور دیگر کھیلوں کا ٹھکانہ بنا۔

نیز تکیے میں بعض مذہبی امور سرانجام دینے کے لیے فقیروں (دینی کاموں کے لیے تیار افراد) کے گروہ کی رہنے کی جگہ جیسے غسال (میت کو غسل دینے والے) کفن دفن کا بندوبست کرنے والے اور درود و فاتحہ دینے والے افراد بھی رہتے تھے۔

قدیم دور میں مالدار مسلمانوں اور نوابوں، بادشاہوں نے عوامی استعمال کے مرکز قائم کیے ان میں تکیے اہم حیثیت رکھتے تھے۔ تکیہ کے رواج دینے میں مسلمان پیش پیش رہے ہیں۔ اس کے قیام میں ان کے سامنے انسانوں کی مشکلات کم کرنا، ان کی ضروریات پوری کرنا اور ان کی خدمت کرنا اہم مقصد تھا۔ اس لحاظ سے اس دور میں یہ سماجی و معاشرتی کاموں کا اہم مرکز تھا اور ہند و پاک کے بڑے شہروں کے باہر تکیے موجود تھے۔

سید قاسم محمود نے اسلامی انسائیکلو پیڈیا میں صرف لاہور شہر کے ڈھائی درجن تکیوں کے نام دیے ہیں۔ سوائے چند تکیوں کے سب مسلمانوں کے ناموں سے منسوب ہیں۔ اس سے مسلمانوں کے سماجی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کاموں کا منظر سامنے آتا ہے۔ایک زمانے میں راجستھان کے دیہاتی مسلم علاقوں میں سیکڑوں تکیے تھے جن میں تکیے کے مقاصد کے مطابق سب بندوبست تھا۔اب وہ بھی ختم ہو رہے ہیں۔

مرورِ زمانہ اور خدمت کا جذبہ کم ہونے سے آہستہ آہستہ تکیے اپنے مقاصد سے ہٹتے گئے، نشے باز لوگوں نے ان میں ڈیرے جما لیے۔ پھر افراد نے قبضے کرنے شروع کیے اور آخر کار ختم ہو گئے، صرف نام باقی رہ گئے ہیں۔ (اسلامی انسائیکلوپیڈیا۔سید قاسم محمود)

تکیوں کا یہ سلسلہ عرب ممالک، ترکی اور افریقہ کے بعض علاقوں میں موجود تھا چنانچہ ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی نے لکھا ہے کہ تکیے اور زاویے، جہاں بہت سے لوگ آبادی کے ہنگاموں سے الگ تھلگ عبادتِ الٰہی میں مشغول رہا کرتے تھے، ان میں سے بعض تکیوں میں روٹی، گوشت، شوربا اور حلوہ تقسیم ہوتا تھا۔ دمشق میں تکیہ سلطان سلیم اور تکیہ شیخ محی الدین کی طعام گاہوں کے نمونے ہمارے زمانے تک موجود رہے ہیں۔ (من روائع حضارتنا)

۱۱۔غلاموں اور لونڈیوں کی خدمت:

اسلام نے غلامی کو اگرچہ فوری طور پر ختم تو نہیں کیا لیکن ایسے طریقے اور راہیں نکالیں جن سے غلامی ختم ہو جاتی تھی یا بالکل برائے نام رہ جاتی تھی۔ تاہم غلاموں اور لونڈیوں کو ایسا عزت واحترام کا مقام دیا جس کی بنا پر وہ شرفِ انسانیت کے مرتبے پر فائز ہو جاتے تھے۔غلاموں کے بارے میں اس سے قبل قرآن مجید اور احادیثِ مطہرہ سے بہت کچھ بیان کیا جا چکا ہے۔ یہاں صرف وہ باتیں جن کا تذکرہ پہلے نہیں آیا، بیان کی جارہی ہیں۔

اسلام نے غلاموں کے لیے ان کے علم، صلاحیت، قابلیت اور صالحیت کی بنا پر آگے بڑھنے کا انسانی تاریخ میں پہلی مرتبہ دروازہ کھولا۔ چنانچہ ہزاروں غلام علمی، معاشرتی، معاشی، عدالتی اور سیاسی اور انتظامی عہدوں پر فائز ہوئے اور بڑے بڑے کارنامے انجام دیے۔

معاشرتی طور پر غلاموں کے لیے یہ اعزاز کم ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی پھوپھی کی بیٹی زینب سے حضرت زید بن حارثہ (م ۸ھ) کا نکاح کر کے آنے والی دنیا کے لیے ایک اعلیٰ مثال قائم کر دی۔ لونڈی سے حُر کا نکاح اور آزاد عورت کا غلام سے نکاح جائز قرار دیا۔ آپؐ نے غلام زادے اسامہ کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے لشکر کا سربراہ مقرر کیا جس میں قریش کے بڑے سردار اور سردار زادے شریک تھے، فتح مکہ کے موقع پر حضرت بلالؓ کعبۃ اللہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دینے کا حکم دیا۔ علمی مقام پر غلاموں کا فائز ہونا اور استاد بن کر فرائضِ معلمی ادا کرنا، امام مسجد بن کر امامت کرانا اور افتاء کے منصب پر بیٹھ کر فتویٰ دینا۔ یہ واقعات اتنے عام ہیں کہ ان کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ ممالیک (واحد مملوک غلام) کی حکومت ایک لمبا عرصہ مصر میں قائم رہی اور دنیا کے دوسرے خطوں میں یہ حکومتیں قائم ہوئیں اور چلتی رہیں۔ اسی طرح ہندوستان میں غلاموں کی حکومت قائم ہوئی اور کچھ وقت چلتی رہی۔

ان کی شادی بیاہ کے لیے کچھ اوقاف مخصوص تھے۔ جن سے ان کی اس سلسلے کی ضروریات پوری کی جاتی تھیں، حتیٰ کہ کچھ نیک بندوں نے ایسے ادارے بنائے جو ان بچوں، غلاموں اور لونڈیوں کو کونڈے (مٹی کے برتن) فراہم کرتے تھے جو ان سے گھر جاتے وقت راستوں میں ٹوٹ جاتے تھے۔ چنانچہ یہ لوگ ایسے اداروں میں آتے اور ٹوٹے ہوئے کونڈوں کے بدلے نئے لے جاتے اور گھر والوں کو معلوم ہی نہ ہوتا کہ انھوں نے کوئی غلطی کی ہے۔

غلاموں اور لونڈیوں کی تعلیم کی نہ صرف اجازت تھی بلکہ ترغیب دی جاتی اور ان کی تعلیم کا مناسب بندوبست کیا جاتا تھا۔ جبکہ اس وقت دنیا میں بہت سے طبقات جن میں غلام بھی شامل ہیں، تعلیم کی نہ صرف ممانعت تھی بلکہ اگر وہ کہیں سے چوری چھپے پڑھ لیں تو انھیں سزا دی جاتی تھی۔

غلاموں اور لونڈیوں کے ساتھ معافی کی برتاؤ کرنے اور عفو و درگزر کی وسعت کا اندازہ اس ایک واقعے سے کیجیے۔ ایک مرتبہ حضرت حسینؓ کو لونڈی وضو کرا رہی تھی کہ ان کے ہاتھ سے لوٹا چھوٹ کر امام صاحب کے ہاتھ پر آ گرا اور ان کے کپڑے گیلے ہو گئے۔ امام صاحب غصے میں آ گئے تو لونڈی نے فوراً یہ آیت تلاوت کی۔ الَّذِيْنَ يُنفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ الْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ (آل عمران ۳:۱۳۴) ''جو ہر حال میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں خواہ بدحال ہوں یا خوشحال اور جو غصے کو پی جاتے ہیں''۔ اتنا کہنا تھا کہ غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ لونڈی نے اس سے آگے تلاوت کی وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ (اور دوسروں کے قصور معاف کر دیتے ہیں) لونڈی سے کہا جا تجھے معاف کیا۔ پھر لونڈی نے پڑھا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (آل عمران ۳:۱۳۴) ''ایسے نیک لوگ اللہ کو بہت پسند ہیں''۔ اس پر امام صاحب نے اسے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آزاد کر دیا۔

بظاہر واقعہ تو چھوٹا سا ہے لیکن اس سے اسلام کی تربیت اور تعلیم کا اثر ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم کانوں میں پڑتے ہی اس کا مثبت اثر ہوتا ہے اور فوراً اس پر عمل کرتے ہیں اور لونڈی کو آزاد کر دیتے ہیں۔ نیز اس سے اس دور کی بعض لونڈیوں اور غلاموں کی ذہنی و علمی وسعت بھی معلوم ہوتی ہے کہ کیسے بر وقت و بر موقع آیت کا اطلاق کرتے ہیں۔

غلاموں اور لونڈیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے، ان سے نرمی اختیار کرنے، انھیں تعلیم و تربیت حاصل کرنے، شادی کرنے اور آزادی حاصل کرنے کے واقعات سے تاریخ کے اوراق پُر ہیں۔

ان کے بارے میں ایک پہلو فقہی احکام کا ہے جنھیں پڑھ کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان پر پابندی زیادہ ہے، انھیں ذلیل کیا جاتا ہے، ان کو معاشرتی، سیاسی، تمدنی اور اخلاقی کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ یہ تاثر درست نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ مسائل فتویٰ کے ہیں اور تقویٰ کے نہیں ہیں، اخلاق کے نہیں ہیں بلکہ قانون کے ہیں۔ اس لیے قانونی اور اخلاقی مسائل میں فرق ہوتا ہے۔

۱۲۔ لنگر:

اسلام کے رفاہی کاموں میں سے ایک کام یہ ہے کہ غریبوں، ناداروں، مسافروں، حاجت مندوں اور بھوکوں کو کسی نہ کسی بہانے پیٹ بھر کر کھانا کھلایا جاتا ہے۔ اس کھانے کے مختلف نام اور اصطلاحات ہیں۔ ان میں سے ایک اصطلاح لنگر ہے۔ یہاں لنگر کو فقہی پس منظر میں نہ لیا جائے بلکہ جود وسخا اور اطعام طعام کے معنی میں لیا جائے۔

اسلام کے آنے سے پہلے بعض قبائل میں در پر آئے ہوئے فرد کو کھانا کھلایا جاتا تھا۔ خاص طور پر عربی تہذیب اور جنوبی پنجاب، سندھ اور بلوچستان کے رواجات میں کھانا کھلانا انسان کی اعلیٰ صفات اور اچھے اخلاق میں شمار ہوتا تھا۔ اسلام نے اس صفت اور خلق کو جلا بخشی اور ترغیب دی کہ ضرورت مند کو کھانا کھلاؤ اور پیاسے کو پانی پلاؤ۔

نبی اکرم ﷺ مکے میں بھی اس صفت سے متصف تھے۔ لیکن مدینہ منورہ آنے کے بعد اصحابِ صفہ کے گروہ کو اپنا مہمان بنا کر ان کے کھانے کا بندوبست کرتے تھے۔ پھر آپ ﷺ جب کھانا تناول کرتے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو کسی نہ کسی کو اپنے ساتھ بٹھا لیتے اور مل کر کھانا تناول کرتے۔ اسی طرح صحابہ کرام کا طریقہ بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اپنے کھانے میں کسی نہ کسی کو شریک کر لیتے (اس قسم کا تذکرہ گزشتہ صفحات میں کیا گیا ہے)۔ کھانا کھلانے کا عمل تاریخ کے ہر دور میں نظر آتا ہے، البتہ انداز بدلتے رہے ہیں۔ مسلم معاشرے کی ان چند مواقع اور مقامات کا ذکر جن میں وسیع پیانے پر کھانا کھلایا جاتا ہے۔

۱) رمضان المبارک: رمضان شریف میں عام طور پر مسلمان دریا دلی سے خرچ کرتے ہیں۔ روزہ افطار کرنے کے وقت اور روزہ رکھنے کے وقت ضرورت مند اور روزہ داروں کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔ پوری دنیا میں مسلمانوں کی مساجد اور عبادت گاہوں میں فراوانی سے کھانے کی تقسیم ہوتی ہے۔

۲) حرمین میں کھانا: مسجد احرام اور مسجد نبوی میں لاکھوں روزہ داروں کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔ وسیع دستر خوان بچھتے ہیں اور اصحابِ حیثیت لوگوں کو منت ساجت کر کے کھانا دیتے ہیں۔ اس طرح عام شہروں میں دستر خوان بچھتے ہیں اور لوگوں کو کھلایا پلایا جاتا ہے۔

۳) جیل میں کھانا: خاص دنوں جیسے رمضان المبارک، عیدین اور بعض دیگر موقعوں پر جیل میں قیدیوں کے لیے کھانا بھجوایا جاتا ہے۔ بعض تقاریب میں کھانا بچنے پر قیدیوں اور مریضوں کو اسپتالوں میں بھجوایا جاتا ہے۔

۴) خانقاہوں میں کھانا دینا: صوفیاء اور بزرگوں کی خانقاہوں، درگاہوں اور ٹھکانوں میں روزانہ کھانا تیار ہوتا ہے اور آنے والوں کو کھلایا جاتا ہے۔

۵) لنگر کی تقسیم: بعض بڑی درگاہوں پر لنگر (خیرات کا کھانا) وسیع پیانے پر تقسیم ہوتا ہے۔ یہ منظر درگاہوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔ جیسے درگاہ شیخ علی ہجویریؒ لاہور، سندھ کی بعض درگاہوں اور مسلم ممالک کی درگاہوں میں نظر آتا ہے۔

۶) بعض خیراتی اداروں کا لنگر: بعض خیراتی ادارے لنگر تقسیم کرتے ہیں جیسے ایدھی کا لنگر، عالمگیر ویلفیئر ٹرسٹ کا کھانا دینا وغیرہ۔

۶) ایصالِ ثواب کا کھانا: مسلم معاشرے میں ایصالِ ثواب کے لیے کھانا تقسیم کیا جاتا ہے اور ہر شخص کو بغیر تفریق اور امتیاز کے کھانا دیا جاتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۷) خوشی وغمی کے موقع پر کھانا: مسلمان کو کوئی خوشی ہوتی ہے یا دکھ پہنچتا ہے تو عام طور پر خیرات کی جاتی ہے جو کھانے اور طعام کی صورت میں ہوتی ہے جیسے حاجیوں کا حج کر کے واپس آنا، بچے کا ختنہ کرنا، بیٹا پیدا ہونا، امتحان میں کامیابی، کاروبار میں فراوانی وغیرہ۔ اس طرح غمی اور مصیبت کے موقع پر صدقہ بصورت طعام دینا۔

۸) ناگہانی آفات کے وقت کھانا: زلزلہ، بڑے پیمانے پر حادثے، قحط وغیرہ میں ہزاروں لوگوں کو کھانا دیا جاتا ہے جیسے الخدمت فاؤنڈیشن نے ایک ماہ تک ہزاروں انسانوں کو کھانا دیا۔

یہ وہ چند پہلو ہیں جن میں کھانا، لنگر اور طعام بغیر کسی تفریق ذات پات اور مذہب کے تقسیم کیا جاتا ہے۔

۱۳۔ عدل وانصاف:

اسلام کے اہم بنیادی اصولوں میں سے ایک اصول مظلوم کو انصاف دینا یا دلانا اور انصاف سے فیصلے کرنا ہے۔ اسلامی تاریخ میں انصاف و عدالت کا پوری طرح موجود ہونا اور قاضیوں (ججوں) کا انصاف و آزادی سے فیصلے کرنا وہ عجیب وغریب اور روشن باب ہے کہ اس جیسا دوسری تہذیبوں اور مذاہب میں مشکل سے پایا جاتا ہے۔ قاضی صاحبان نے اپنے فیصلے امیروں، غریبوں اور حاکموں و محکوموں میں بغیر کسی جھجک اور خوف و لالچ اور جرأت سے نافذ کیے ہیں۔ یہ دور روشن، مثالی اور معیاری عمل کا ہے۔

اسلامی حکومت کے قیام سے لے کر اس کے ادبار اور زوال تک یہ مثالیں جاری رہیں، اس پوری تاریخ کے واقعات اور مثالیں بیان کی جائیں تو یہ اوراق تنگ ہو جائیں۔ تاہم چند ایک روشن مثالیں بیان کی جارہی ہیں۔

الف) حضرت علیؓ کی ایک زرہ گم ہوگئی جو انھیں ایک یہودی کے پاس ملی جو اس کی ملکیت کا مدعی تھا۔ چنانچہ یہ فیصلہ قاضی کے پاس پیش ہوا۔ قاضی نے اسلامی اصولوں کے مطابق یہودی کے حق میں فیصلہ دیا اور حضرت علیؓ نے اسے تسلیم کیا۔

ب) حضرت مغیرہ کوفے کے گورنر پر زنا کا الزام لگا تو انھوں نے اپنی برأت اور صفائی کے لیے رسمی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طریقے سے قاضی کے سامنے اپنا مقدمہ پیش کیا۔

ج) خلیفہ مامون الرشید کا ایک شخص سے تنازع ہو گیا تو انھوں نے اپنا مقدمہ یحییٰ بن اکثم قاضی بغداد کے سامنے پیش کیا۔ مقدمہ کی سماعت کے لیے خلیفہ قاضی کی عدالت میں آیا اور اپنے ساتھ ایک خادم کو لایا جو ان کی نشست کے لیے گدی اٹھائے ہوئے تھا۔ جج نے اس کے گدی پر بیٹھنے کا انکار کرتے ہوئے کہا کہ مقدمے کے دونوں فریقوں کے درمیان مساوات ہونی چاہیے اور خلیفے کو امتیاز اختیار نہ کرنا چاہیے۔ اس پر مامون کو احساس ہوا اور مخالف فریق کے لیے بھی ویسی ہی گدی منگوائی۔

د) جب عمر بن عبدالعزیز خلافت کے والی بنے تو سمرقند والوں کا ایک گروہ ان کے پاس آیا اور شکایت پیش کی کہ اسلامی لشکر کے قائد قتیبہ ان کے شہر پر دھوکے سے قابض ہو کر مسلمانوں کو بسا دیا ہے۔ اس پر عمر نے اپنے عامل کو لکھا کہ ان کے لیے ایک قاضی (جج) مقرر کریں جو ان کی بات کا غور سے جائزہ لے اور جانچ لے۔ اگر وہ مسلمانوں کے وہاں سے نکلنے کا فیصلہ کرے تو وہ نکل جائیں۔ چنانچہ والی نے جمیع بن حاضر باجی کو قاضی مقرر کیا جو ان کی شکایتوں پر غور کرے۔ قاضی نے جو کہ مسلمان تھا، مسلمانوں کے نکالنے کا فیصلہ دیا اور اسلامی لشکر کے سپہ سالار کو وہاں رہنے دیا۔ وہ سمرقندیوں سے اسلامی لڑائی کے اصول کے مطابق بات چیت کرے اور ان کو مسلمانوں سے لڑائی کرنے کا موقع دے تاکہ وہ اچانک اور بغیر اطلاع کے نہ پکڑے جائیں۔

جب سمرقند والوں نے ایسا فیصلہ دیکھا جس کی مثال تاریخ میں نہیں ہے اور انھوں نے دیکھا کہ ریاست اپنے ہی سپہ سالار اور لشکر کے خلاف فیصلہ دے کر نافذ کرتی ہے۔ اس پر انھوں نے کہا کہ اس قوم سے لڑائی نہیں کی جاسکتی۔ کیونکہ ان کی حکومت رحمت اور نعمت ہے اور اسلامی لشکر کے وہاں رہنے پر راضی ہو گئے اور مسلمانوں کو باقی رکھا۔

بعض اوقات خلیفہ اور ماتحت والیوں اور گورنروں یا افراد کے درمیان جھگڑے اور تنازعات ہو جاتے تھے۔ ان کو شرعی طریقے سے تحکیم (کسی کے ثالث بنانے) کے طریقے سے طے کیے جاتے تھے۔ جیسے عمر بن الخطابؓ نے کسی آدمی سے گھوڑا خریدا اور رقم طے کرنے اور دیکھنے کے بعد سودا پورا کرنے کی شرط پر لے کر اس پر سوار ہوئے۔ وہ گھوڑا ٹھوکر کھانے کی وجہ سے لنگڑا ہو گیا۔ اس پر اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آدمی نے حضرت عمر سے جھگڑا کیا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے اسے کہا کہ میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے کوئی حکم مقرر کرلیں۔ چنانچہ وہ آدمی شُریح عراقی کے فیصلے پر راضی ہوگیا۔

شریح نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ آپ نے اس سے گھوڑا صحیح سلامت لیا تھا، اس لیے آپ اس بات کے ضامن ہیں کہ اسے صحیح سلامت لوٹائیں۔ یہ وہ انصاف کا فیصلہ تھا جو حضرت عمر کے خلاف تھا لیکن اس فیصلے نے ان کے دل میں شریح کی عظمت پیدا کی اور وہ انھیں قاضی بنانے پر تیار ہوئے۔

حضرت شریح برسہا برس تک حضرت عمرؓ، حضرت عثمان اور حضرت علیؓ کے دور میں قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) رہے اور عدل وانصاف کے فیصلے کر کے تاریخ میں انصاف کا یادگار باب رقم کیا۔

اسلامی تاریخ میں ایسے سیکڑوں ہزاروں حق گو، انصاف کرنے والے اور بے باک قاضی گزرے ہیں جن کا تذکرہ سیکڑوں صفحات میں پھیلا ہوا ہے۔ (من روائع حضارتنا)

بعض بادشاہ، امراء اور سپہ سالار اور نواب ایسے گزرے ہیں جنھوں نے عدل وانصاف کے نمونے چھوڑے۔ انھوں نے اپنے بیٹوں، بھائیوں اور قریبی عزیزوں کے خلاف فیصلے دیے اور انھیں نافذ کیا۔ ان دادرسی کرنے والے بادشاہوں میں جہانگیر (۱۵۶۱ء تا ۱۶۲۷ء) ابن اکبر اعظم مغل بادشاہ بھی ہیں۔ یہ عدل وانصاف میں اس قدر مشہور ومعروف تھے کہ ان کے عدل کی وجہ سے اردو ادب میں عدل جہانگیری کی اصطلاح استعمال کی جانے لگی۔ انھوں نے اپنے محل کی دیوار کے ساتھ سونے کی ایک زنجیر لٹکا رکھی تھی اور حکم دے رکھا تھا کہ جس شخص کو کوئی شکایت ہو اور ہم سے ملنا چاہتا ہو، وہ رات کے وقت بھی زنجیر کو ہلا کر ہمارے کانوں تک اپنی فریاد پہنچا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے عدل وانصاف کی کہانیاں اب تک مشہور ہیں۔ (شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا)

اسلامی قاضیوں اور ججوں نے اتنے اعلیٰ عدل وانصاف فیصلے کس بنیاد پر کیے۔ اگرچہ دوسری اقوام ومذاہب میں بھی ایسے لوگ پائے جاتے ہیں لیکن مسلمان قاضی ممتاز کیوں ہیں؟ اس کی چند وجوہات ہیں:

۱) تعلق باللہ: ان قاضیوں کا اللہ کے ساتھ تعلق بہت ہی مضبوط تھا۔ اس کی رضا، خوشی اور بے انصافی سے اس کی ناراضی کا احساس ہوتا تھا۔

۲) آخرت پر یقین: ان لوگوں کو یومِ آخرت اور حساب وکتاب پر پورا یقین ہوتا تھا اور سمجھتے تھے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ اگر ہم نے آج کسی سے بے انصافی کی تو کل ہماری گرفت ہوگی۔

۳) نبی اکرم ﷺ کا نمونہ: ان لوگوں کے سامنے آپ ﷺ کے عدل و انصاف بھرے فیصلے ہوتے تھے۔ لہٰذا وہ ان پر چلتے تھے اور ہر وقت آپ ﷺ کے اسوہ اور سنت کو پیشِ نظر رکھتے تھے۔

۴) شریعت کا علم: وہی لوگ قاضی بنتے یا بنائے جاتے تھے جن کو شریعت کا پورا پورا علم ہوتا تھا۔ قوانین سے واقف ہوتے تھے اور اپنے اوپر اس ذمہ داری کو نبھانے کا احساس رکھتے تھے۔

۵) امت کی نیک نامی و بدنامی کا شعور: مسلمان قاضی عدل و انصاف، جرأت و ہمت اور بے باکی و بے خوفی سے فیصلے اس لیے بھی کرتے تھے کہ ان کو یہ احساس رہتا تھا کہ اگر ہم نے انصاف سے فیصلے کیے تو غیر مسلم اسلام کی طرف لوٹ آئیں گے۔ اُمتِ مسلمہ کی نیک نامی ہوگی اور اگر غلط فیصلے کیے تو لوگ اسلام سے بدظن ہوں گے اور دور بھاگیں گے۔

یہ چند بنیادی باتیں تھیں جن کی وجہ سے مسلمان قاضیوں کا کردار نمایاں ہے۔

۱۴۔ خواتین اور رفاہی ادارے:

تاریخِ اسلام میں جہاں مسلمان مردوں، بادشاہوں اور حاکموں، صاحبِ خیر حضرات کے رفاہی کاموں کے کارنامے ملتے ہیں، وہاں مسلم خواتین نے بھی بہت سی رفاہی و عوامی خدمات سرانجام دی ہیں۔ ہماری تاریخ ایسے کارناموں سے لبریز ہے۔ ان میں سے چند ایک کا تذکرہ نمونہ کے طور کیا جاتا ہے۔

آب رسانی کی نہر (نہر زبیدہ)

خلیفہ ہارون الرشید (۷۶۶۔۸۰۹ء) کی بیوی ملکہ زبیدہ ایک مرتبہ حج کرنے گئیں۔ وہاں اس نے پانی کی قلت دیکھی۔ ان کے وزراء نے کوشش کر کے طائف کے پہاڑوں سے عرفات میں پانی لانے کا منصوبہ بنایا۔ بڑے قابل مہندس (انجینئر) جمع کیے گئے۔ اس منصوبہ پر بے دریغ رقم خرچ کی۔ اس بند کی کچھ گزرگاہ ریگستان سے گزرتی تھی، اس لیے بڑی بڑی چٹانوں کا فرش بچھا کر بند کی گزرگاہ تیار کی گئی۔ یہ نہر ۳۹ میل کا سفر کر کے عرفات پہنچتی ہے۔ نہر پتھروں سے نہر نالی کی شکل میں پختہ کی گئی ہے۔ اس کے آثار آج بھی عرفات اور مزدلفہ میں موجود ہیں۔ بلکہ اسے آگے منیٰ کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قریب تک ملایا گیا۔ اس طرح حجاج کو میٹھا پانی میسر ہوا۔ آج بنو عباس کی حکومت باقی نہیں رہی لیکن زبیدہ کا نام زندہ ہے۔

پانی کی سبیلیں

صفا اور مروہ میں ام الحسین نے پانی کی ایک سبیل وقف کی تھی۔ اس کے علاوہ بھی دوسری سبیلیں تھیں جو دوسری خواتین نے بنوائی تھیں۔ مثلاً ملک الناصر کی بہن الست کی سبیل، زینت بنت قاضی شہاب الدین کی سبیل اور خلیفہ مقتدر عباسی کی والدہ کی سبیل۔

تالاب

ایک بڑا تالاب نور جہاں بیگم جہانگیر بادشاہ نے تعمیر کرایا تھا۔ یہ تالاب تحصیل اعتماد پور ضلع آگرہ میں واقع تھا۔ تالاب پختہ اور مضبوط تھا۔

طہارت خانہ

حجاج کرام کی آمد کے موقع پر مکہ مکرمہ میں رفع حاجت کے لیے بیت الخلاء کی ضرورت بڑھ جاتی ہے۔ اس لیے اُمِ سلیمان صوفیہ نے محلہ سوق الیل میں خاص طور پر عورتوں کے لیے ایک طہارت خانہ تعمیر کرایا تھا۔

سرائیں

کاروانِ سرائے نور محل

پنجاب کے ایک قصبہ نور محل میں نور جہاں بیگم بادشاہ جہانگیر نے ایک کارواں سرائے تعمیر کرائی اور اس کے ساتھ ایک باغ تعمیر کرایا۔ یہ سن ۱۵ جلوس جہانگیر کا واقعہ ہے۔

کاروان سرائے دہلی

یہ ایک عالی شان کاروان سرائے تھی جس کو جہاں آرا بیگم دختر شاہ جہاں بادشاہ نے بنوایا تھا۔ ڈاکٹر برنیرؔ (سیاح) نے اپنے سفرنامے میں لکھا ہے: ''دہلی میں جامع مسجد کے بعد قابلِ دید عمارت یہ سرائے ہے۔ یہ ہمارے رائل پیلس کی طرح ایک عظیم الشان محراب دار عمارت ہے جس میں متوازی کوٹھڑیاں ہیں۔ ان کے آگے وسیع برآمدہ ہے۔ یہ عمارت دو منزلہ ہے۔ ایران توران کے غیر ملکی تاجر یہاں ٹھہرتے ہیں، ان کا سامان یہاں ہر طرح محفوظ رہتا ہے۔ کاش پیرس میں بھی ایسی عمارتیں اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محفوظ مکان تلاش کرنے میں مسافروں کو پریشانی نہ ہوتی''۔

کاروان سرائے فرخ آباد

محمد خان بنگش نے ۱۷۱۴ء میں شہر فرخ آباد، آباد کیا۔ اس موقع پر نواب کی بیگم نے مئو دروازہ کے قریب ایک شاندار سرائے مسافروں کے لیے تعمیر کرائی۔

خواتین کا اسپتال

سلطان صلاح الدین ایوبی (۵۳۲ھ ۔ ۵۸۹ھ) نے قاہرہ میں بیمارستان (اسپتال) قائم کیا تھا۔ اس میں ایک حصہ خاص طور پر خواتین کے لیے تعمیر کیا گیا تھا جہاں صرف خواتین کا علاج ہوتا تھا۔ مریضوں کی خدمت اور نگرانی کے لیے صرف عورتیں مقرر تھیں۔ یہ دنیا کا پہلا زنانہ اسپتال ہے۔

مریم بانو

یہ نواب سید محمد ڈھاکہ کی بیٹی تھی۔ غریبوں کی خدمت کرنا، مریضوں کی عیادت کرنا اور بیماروں کی تیمارداری کرنا ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ وہ نادار اور غریب بچیوں کو اپنے گھر بلا کر قرآن مجید اور اردو پڑھاتی تھیں۔ کتنی ہی لڑکیوں کو اس طرح انھوں نے زیورِ تعلیم سے آراستہ کر دیا۔ پڑھانے میں انھیں خاص ملکہ تھا۔ درمیانے فہم کی لڑکیوں کو وہ چھٹے مہینے قرآن مجید صحیح تلفظ کے ساتھ ختم کرا دیتی تھیں۔ پھر ان لڑکیوں کو سینا پرونا اور اُمورِ خانہ داری میں سلیقہ مندی سکھاتی تھیں۔ ڈھونڈ، ڈھونڈ کر یتیم اور نادار بچیوں کو بلاتیں اور پھر ان کو پڑھاتی تھیں۔ تعلیم کے دوران تمام مصارف، کھانا، کپڑا، تیل، صابن سب ان کے ذمہ ہوتا تھا۔ پھر وہ ان لڑکیوں کی شادی کراتی تھیں۔ اس موقع پر ایک قرآن مجید اطلس کے جزدان میں بند اور ایک قیمتی جوڑا بطور تحفہ ہر لڑکی کو دیتی تھیں۔ اس نیک خاتون کا عمر بھر یہی مشغلہ رہا۔

تاریخ کا کوئی دور ایسی نیک سیرت رفاہی و فلاحی کام کرنے والی خواتین سے خالی نہیں رہا۔ البتہ بعض نیک اور خدمت گار خواتین کو تاریخ نے یاد رکھا اور بعض کو بھلا دیا۔ پھر یہ کام ہر سطح پر ہوتا رہا ہے۔ ان میں سے جو کام انفرادی اور مقامی سطح پر ہوا، وہ دورِ ایام گزرنے پر نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ لیکن بعض کام تاریخ نے اپنے اوراق میں ثبت کر دیے جو آج بھی رہنمائی کر رہے ہیں۔

(مسلمان خواتین کی دینی اور علمی خدمات۔ پروفیسر سید محمد سلیم)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۵۔ خواتین اور مدارس کا قیام:

اسلام دوسری تہذیبوں اور مذاہب سے جن باتوں میں ممتاز اور نمایاں مقام رکھتا ہے، ان میں سے ایک خواتین کو بنیادی حقوق دینے کے ساتھ ان کو ملکیت، مال و دولت رکھنے اور اسے اپنی من پسند باتوں میں خرچ کرنے کا اختیار دیتا ہے۔ اس مال و دولت اور اختیار کی وجہ سے ان میں سے بعض خواتین نے تعلیم کے فروغ کے لیے مدارس اور بڑی تعلیم گاہیں قائم کیں۔ یہ تعلیم گاہیں ان کی یادگار کے ساتھ ان کے لیے صدقہ جاریہ بھی ہیں اور ساتھ ہی دوسری خواتین کے لیے اچھا نمونہ اور بہترین مثالیں ہیں۔ ان میں سے چند خواتین اور اداروں کا تذکرہ دیا جارہا ہے۔

ا۔ امہات المومنین کا تعلیمی کام

الف) خواتین کی تعلیم گاہوں اور بچیوں کے ابتدائی مدرسوں کی شروعات تو نبی اکرم ﷺ کی ازواجِ مطہرات سے ہو چکی تھی۔ اصحابِ سیر نے جن امہات المومنین کا تعلیمی و تدریسی تذکرہ کیا ہے، ان میں سب سے نمایاں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ حضرت عائشہؓ دینی علوم کی ماہر، فقیہہ، محدثہ، قرآن و حدیث پر گہری نظر رکھنے والی۔ اشعارِ عرب، انساب عرب اور طب عرب کی ماہر تھیں۔ اشاعتِ علم کے لیے انھوں نے اپنے گھر میں مدرسہ کھول لیا تھا جہاں بچیوں کو تعلیم دیتی تھیں۔

ب) حضرت اُمِ سلمہ نے اپنے گھر میں ایک مدرسہ کھول رکھا تھا جس میں قرآن، فنِ قرأت، تفسیر اور حدیث کی تعلیم دیتی تھیں۔ ان کے مدرسے سے فارغ ہو کر بعض بڑے عالم ہوئے۔ فنِ قرأت میں اہلِ مدینہ کے امام حضرت شبیر بن نصاح ہیں۔ یہ حضرت اُمِ سلمہ کے غلام تھے۔ مدینہ کے دوسرے بڑے قاری نافع مولیٰ ابنِ عمر ہیں۔ نافع غلام تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے تھے مگر فن کی تعلیم انھوں نے حضرت ام سلمہ سے حاصل کی تھی۔ اسی طرح فنِ تجوید اور قرأت کا فیضان حضرت اُمِ سلمہ کے ذریعے پھیلا ہے۔

ج) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا، آپ حضرت عمرؓ کی بیٹی تھیں۔ عابدہ، زاہدہ اور عالمہ خاتون تھیں۔ سب سے پہلا مدون قرآن مجید حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد ان کے پاس رہا اور یہی اس کی امین تھیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

د) حضرت میمونہ جب نبی اکرم ﷺ کے عقد میں آئیں تو عمر رسیدہ تھیں۔ تربیت و تعلیم کی ماہر تھیں۔ ان کی تربیت کی وجہ سے ان کے چاروں بیٹے مدینے کے بڑے عالم بنے۔

ہ) بہت سی صحابیات اور تابعیات نے تعلیم و تدریس کا بہت کام کیا جیسے اُمِ درداءؓ، فاطمہ بنت قیسؓ، عمرہ بنت عبدالرحمٰن، ام الفضل اور امِ ہانی وغیرہ ہیں۔

و) تابعین اور تبع تابعین (دوسری صدی اور تیسری صدی ہجری) میں کئی خواتین سامنے آتی ہیں جنہوں نے تعلیم و تدریس اور مدارس کے قیام میں بہت کردار ادا کیا۔ ان کا مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے۔ ورنہ تاریخ میں ایسی خواتین سیکڑوں کی تعداد میں ہیں۔

۲۔ مدرسہ دارِ ارقم

دارِ ارقم وہ مکان ہے جس میں آغازِ اسلام کے وقت سے نبی اکرم ﷺ لوگوں کو اسلام کی تعلیم دیتے تھے۔ یہ اسلام کا پہلا مدرسہ تھا۔ بعد میں ہارون الرشید کی زوجہ زبیدہ (م ۲۱۶ھ) نے خرید لیا تھا اور ایک عرصہ وہاں قیام کیا تھا۔ اس لیے یہ بعد میں دارِ زبیدہ کے نام سے مشہور رہا۔

خلیفہ ناصر باللہ عباسی (م ۵۶۶ھ) کی ایک کنیز طالب الزمان حبشیہ تھی، اس نے دارِ زبیدہ (سابقہ دارِ ارقم) خرید لیا اور اسے مدرسہ بنا کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔ یہ مقام حرم (مسجد الحرام) سے باہر ہے۔ اب یہاں ارقم بن ارقم شارع ہے۔ اس کنیز نے مکہ مکرمہ میں رفاہِ عامہ کے اور بھی کام کیے۔

۳۔ مدرسہ دار الایتام مکہ مکرمہ

مکہ مکرمہ کے قاضی شہاب الدین طبری کی ایک لڑکی تھی جو محدثہ اور فقیہہ تھی نیز بڑی عابدہ اور زاہدہ بھی تھی۔ اس نے مکہ مکرمہ میں کئی کام رفاہِ عامہ کے جاری کیے، اس نے وہاں یتیموں کے لیے ایک مدرسہ جاری کیا تھا۔ اس مدرسہ کے مصارف پورے کرنے کے لیے ایک بڑی جائداد وقف تھی۔ اس مدرسہ میں یتیم بچے تعلیم حاصل کرتے تھے۔

۴۔ جامعہ قرویین، فاطمہ بنت محمد الفہری

یہ جامعہ مراکش کے شہر فاس میں قائم ہے۔ اس جامعہ کی عمارت ایک مالدار تاجر کی لڑکی فاطمہ بنت محمد الفہری نے اپنے والد سے حاصل شدہ ترکہ کی حلال آمدنی سے تعمیر کرائی۔ یہ عمارت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۴۵ھ/۸۵۹ء میں تعمیر ہوئی۔ یہ دنیا کی قدیم ترین درسگاہ ہے۔ یورپ وایشیا کی کوئی درسگاہ اس سے قدیم نہیں۔ جب تک اس درسگاہ کی تعمیر ہوتی رہی، وہ نیک نہاد خاتون تقربِ الٰہی کے لیے روزے رکھتی رہی۔

اس درسگاہ کی خوبصورتی، پائیداری، مضبوطی اور زیب و زینت کا حال پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

۵۔ مدرسہ خاتونیہ دمشق

دمشق شام کے مقام جبل قاسیون میں ایک عظیم الشان مدرسہ شہزادی ربیعہ خاتون نے بنوایا تھا۔ یہ سلطان صلاح الدین ایوبی (۵۸۹۔۵۳۲ھ/۱۱۹۳۔۱۱۳۸ء) کی بہن تھیں۔ بڑی فاضلہ، دیندار خاتون تھی۔ خاتونیہ مدرسہ کے لیے اس نے ایک جائداد وقف کر دی تھی جس سے اس کے مصارف ادا ہوتے تھے۔ اس نیک دل خاتون کی قبر بھی اس مدرسہ میں موجود ہے۔ یہ مدرسہ آج بھی قائم ہے۔

۶۔ مدرسہ شہزادی ترکان خاتون

اسی مقام پر ایک دوسرا مدرسہ شہزادی ترکان خاتون کا بنوایا ہوا موجود ہے۔ یہ خاتون اتابک زنگی کی پوتی تھی۔ امام زبی نے اس خاتون کا ذکر بڑی عقیدت مندی سے کیا ہے۔ انتقال کے بعد اسے اسی مدرسہ کے احاطے میں دفن کیا گیا۔

۷۔ مدرسہ حجازیہ

سلطان محمد قلاوون مصری (م ۱۳۴۰ء) کی ایک کنیز نے ۷۶۱ھ میں قاہرہ میں مدرسہ حجازیہ کے نام سے ایک شاندار مدرسہ قائم کیا اور مدرسہ کے ساتھ ایک عظیم الشان کتب خانہ بھی تھا۔ اس مدرسہ میں امام شافعی کے مسلک کے مطابق فقہ کی تعلیم دی جاتی تھی۔ اگرچہ فقہ مالکی کی تعلیم کا انتظام بھی تھا۔ شیخ سراج الدین بلقینی کو یہاں صدر مدرسہ مقرر کیا گیا تھا۔

۸۔ مدرسہ قائت بائی

یہ مدرسہ خدا ترس خاتون شریفہ شمسیہ نے قائم کیا تھا۔ درحقیقت سلطان قائت بائی (۸۳۲ھ) نے مکہ مکرمہ میں ایک مدرسہ بنانے کا ارادہ کیا جس میں فقہ اربعہ کی تعلیم دی جائے۔ پھر مزید یہ ارادہ بھی کیا کہ ساتھ ہی ایک یتیم خانہ تعمیر کرے جس کے لیے ایک بڑی عمارت ہونی چاہیے جس میں ۷۲ کمرے ہوں اور رہائش کی تمام سہولتیں حاصل ہوں۔ ایسی عمارت کے لیے جب جگہ تلاش کی تو مکہ کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک نیک دل، خداترس اور صالحہ خاتون شریفہ شمسیہ نے اپنا ذاتی مکان جو حرم کے قریب تھا، عطا کر دیا جہاں یہ مدرسہ اور یتیم خانہ تعمیر ہوا۔ یہ مدرسہ باب السلام اور باب النبی کے درمیان حرم کے شرق میں واقع تھا۔

۹۔ مدرسہ عثمانیہ

ترکی کے سلطان مراد ثانی کی والدہ نے ایک مدرسہ تعمیر کرایا۔ شیخ احمد بن روح جابری انصاری نے وہاں پہلا درس دیا۔ اس مقصد کے لیے ایک شاندار تقریب منعقد ہوئی۔ دیارِ روم کے علماء اور فضلاء کی ایک بڑی جماعت نے اس میں شرکت کی۔ شرکاء تقریب کے ہر فرد کو سلطان کی والدہ نے ایک ہزار دینار سرخ عطیہ کیے۔ یہ ایک بڑا مدرسہ تھا جس میں پچاس علماء مختلف کاموں اور ذمہ داریوں پر متعین تھے۔

مدارس کے قیام میں ہندوستان کی خواتین نے بھی بڑا حصہ لیا اور دنیا کے دوسرے خطوں سے پیچھے نہیں رہیں بلکہ آگے ہی رہیں۔ چند ایک مدارس اور خواتین کا نہایت مختصر سا تذکرہ پیش ہے:

۱۰۔ مدرسہ پنور

ابنِ بطوطہ نے اپنے سفرنامے میں لکھا ہے کہ پنور (کیرالہ) میں لڑکیوں کے ۱۳ مدرسے دیکھے جن میں حفظِ قرآن اور عربی کتب کی تعلیم دی جاتی تھی۔

۱۱۔ مدرسہ جون پور

سلاطین شرقیہ کی بی بی رابعہ بیگم نے جون پور میں ۸۲۵ھ میں بچوں کی تعلیم کے لیے ایک مدرسہ تعمیر کرایا۔

۱۲۔ مدرسہ خیر المنازل

ماہم بیگم اکبر کی رضاعی والدہ تھی۔ اس نے ۹۶۹ھ میں پرانہ قلعہ دہلی کے پاس ایک شاندار مدرسہ تعمیر کرایا اور اس کا نام مدرسہ خیر المنازل رکھا تھا۔

۱۳۔ مدرسہ آگرہ

آگرہ کی جامع مسجد شاہجہاں بادشاہ کی بڑی لڑکی جہاں آراء بیگم کی تعمیر کردہ ہے۔ اس نے اس مسجد کے ساتھ ایک مدرسہ تعمیر کرایا تھا۔ مسجد کے گرد دکانیں بنوائی تھیں جن کی آمدنی سے مسجد اور مدرسہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مصارف ادا کیے جاتے تھے۔ یہ بڑی دیندار اور فاضل خاتون تھیں۔ انھوں نے حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ کی سوانح مونس الارواح لکھی۔

۱۴۔ مدرسہ لاہور

مرزا ابوالحسن کی تربتی بیگم نے لاہور میں اپنے شوہر کا مقبرہ تعمیر کرایا تھا، اس کے ساتھ ایک مدرسہ بھی تعمیر کرایا۔

۱۵۔ مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ

جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد مولانا رحمت اللہ کیرانوی ہجرت کر کے حجاز چلے گئے تھے۔ انھوں نے دینی تعلیم کے لیے ایک مدرسہ قائم کرنے کا ارادہ کیا۔ اس سال ٹیپو سلطان کے خاندان کی ایک پرہیز گار خاتون صولت النساء بیگم کلکتہ سے حج کرنے آئی ہوئی تھیں۔ ان کے سامنے جب مدرسہ کی تجویز پیش کی گئی تو اس فراخ دست خاتون نے تیس ہزار روپے کی خطیر رقم مولانا رحمت اللہ کی خدمت میں پیش کر دی۔ مولانا نے خوش ہو کر مدرسہ کا نام صولتیہ رکھ دیا۔ یہ مدرسہ آج تک نہ صرف قائم ہے بلکہ خوب ترقی کر رہا ہے اور افریقہ اور دیگر غریب ممالک کے طلبہ زیرِ تعلیم ہیں۔ یہ شارع مدینہ کے شروع میں حرم کے بالکل قریب واقع ہے۔ اہلِ مدرسہ حجاج کی خدمت بھی کرتے ہیں۔ راقم الحروف کئی مرتبہ اس مدرسہ کی زیارت کے لیے گیا ہے اور اہلِ مدرسہ سے ملاقات کی اور مدرسہ کے حالات معلوم کیے۔

۱۶۔ ندوۃ العلماء لکھنؤ

ندوۃ العلماء کی تعمیر میں سب سے بڑی رقم یعنی پچاس ہزار روپے نواب بہاولپور کی بیگم نے عطا کیے تھے۔

۱۷۔ صغریٰ ٹرسٹ

حیدرآباد دکن کی مشہور فاضلہ اور مضمون نگار خاتون صغریٰ ہمایوں مرزا نے چار لاکھ روپے کی رقم سے ایک عالی شان مدرسہ مع دیگر ضروری آسائش اور ایک جائداد اس کے لیے وقف کی۔ انھوں نے ایک زنانہ مدرسہ بھی قائم کیا۔ اس وقت بھی مسلمان خواتین بڑے رفاہی ادارے چلا رہی ہیں۔ اس میں سلطانہ ٹرسٹ اسلام آباد، فیروزہ ہاشم ٹرسٹ، ہمدرد ٹرسٹ کی نگراں سعدیہ راشد ہیں۔ رحمت بی بی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ٹرسٹ اور قدسیہ ٹرسٹ (والدہ مرزا اختیار بیگ) اور بلقیس ایدھی ٹرسٹ کراچی وغیرہ ہیں۔

(مسلمان خواتین کی دینی وعلمی خدمات۔ پروفیسر سید محمد سلیم)

۱۶۔ حیوانات پر شفقت:

انسان اور حیوان کا ابتدا سے ساتھ رہا ہے۔ سیدنا آدم علیہ السلام کو کاشت کاری کے لیے یقیناً بیلوں کی ضرورت ہوئی ہوگی اور ساتھ ہی دودھ کے لیے بھی جانوروں کی ضرورت ہوئی ہوگی۔

ہماری تہذیب کے دلکش پہلوؤں کے سلسلے کا یہ عجیب وغریب پہلو ہے۔ اگرچہ ہمارے موجودہ دور میں یہ بہت زیادہ انوکھا معلوم نہ ہوگا۔ وجہ یہ ہے کہ قریبی زمانے تک دنیا اس کا تصور بھی نہیں کرتی تھی کہ حیوانات بھی رحم اور انصاف کے مستحق ہو سکتے ہیں۔ بعض اقوام کے ہاں تو اب تک یہ رواج ہے کہ ورزش، خوشی اور تہواروں کے موقع پر قتلِ حیوانات ان کی تفریح کا ذریعہ ہے۔ لیکن ہماری تہذیب اپنے اصولوں اور عمل کے لحاظ سے لطیف انسانی شعور کی پیامبر بن کر ایسے رحیمانہ روپ میں سامنے آئی جو نہ کسی گزشتہ تہذیب کو نصیب ہوا اور نہ اسلامی تہذیب کے بعد آج تک کسی قوم کو میسر آیا یعنی حیوانات سے محبت وشفقت کا سلوک اس قدر غیر معمولی رہا ہے کہ دنیا اس کی مثال پیش نہیں کر سکی۔

اسلام جانوروں کو اللہ کی مخلوق اور اس کی تخلیقات میں شمار کرتا ہے۔ قرآن مجید میں کئی مرتبہ مختلف قسم کے جانوروں کا تذکرہ ہے، اسی طرح حدیث شریف میں ان کے حقوق وفرائض کے بارے میں بہت کچھ بیان ہوا ہے۔

انسانوں نے جانوروں کے بارے میں افراد وتفریط برتی ہے۔ بعض انسانوں نے اس کے ساتھ سنگدلی برتی اور ضرورت و بے ضرورت اس کا شکار کیا، ان سے ان کی برداشت سے زیادہ کام لیے اور جس مقصد کے لیے ان کی تخلیق ہوئی، اس کے خلاف اسے استعمال کیا۔ انھیں بے رحمی سے آپس میں لڑایا، زخمی کرایا بلکہ ان کی زندگی تک ختم کرا دی۔ دوسری انتہا یہ کہ اسے اتنا محترم اور مقدس بنایا کہ اس کا ذبح کرنا، اس کا گوشت استعمال کرنا حرام، اور اسے کسی قسم کا ضرر پہنچانے سے پرہیز کیا، یہاں تک کہ وہ دبلا یا بیمار ہو کر مر رہا ہے تو بھی اسے ذبح کرنے، اسے راحت پہنچانے سے منع کیا۔ ہندو دھرم اور اس کی بعض شاخوں کا یہ طریقہ رہا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام نے جانوروں کے بارے میں اعتدال کی راہ اپنائی کہ نہ تو انھیں کھلونا بنا کر باہم لڑانے، بے جا شکار کرنے اور تکلیف پہنچانے کی اجازت دی اور نہ ہی انھیں مقدس بنا کر پوجا کرنے یا آوارہ گردی کے لیے چھوڑ دیا۔ بلکہ جن مقاصد کے لیے ان کو پیدا کیا گیا، وہ مقاصد حاصل کرنے کی اجازت دے دی۔ ضرورت کے وقت انھیں ذبح کرنے، حلال جانور کا گوشت، پوست اور ہڈیاں استعمال کرنے کی اجازت دی اور اس سے کام لینے کی پوری طرح اجازت دے دی۔ (کچھ تفصیل باب سوم میں پیش کی گئی ہے)

اسلامی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو اس میں جانوروں کے ساتھ انصاف، اعتدال اور خدمت و شفقت نظر آتی ہے۔ ان کو رحمت وشفقت کا مستحق قرار دیا گیا۔ ان پر شفقت کرنے پر انسان کو جنت کا حقدار بتایا گیا اور ان سے ظلم وزیادتی کرنے پر دوزخ کے لائق بتایا گیا۔ ان سے طاقت سے زیادہ کام لینے کو ناجائز بتایا گیا، ان کو باہم لڑانے سے منع کیا گیا، چہرے کو داغنے سے منع کیا گیا اور یہاں تک کہ شفقت کی کہ اسے ذبح کرنے کے لیے تیز چھری استعمال کی جائے اور اس کے سامنے چھری تیز نہ کی جائے۔

چند اسلامی احکام

ان تعلیمات کی روشنی میں علماء اسلام نے حیوانات کے ساتھ رحیمانہ برتاؤ کے ایسے احکام مقرر کیے ہیں کہ جن کا دوسری تہذیبوں میں تصور نہیں کیا جا سکتا۔ وہ کہتے ہیں کہ مالک پر لازم ہے کہ ان کی ضروریات فراہم کرے لیکن اگر وہ ضروریات پوری نہیں کر سکتا تو اسے قانونا مجبور کیا جا سکتا ہے کہ وہ اس کی دیکھ بھال اور اس کی ضروریات فراہم کرے یا پھر اس حیوان کو فروخت کر دے یا پھر اسے جنگلات میں کھلا چھوڑ دے جہاں اسے چارہ اور پانی مل سکے۔ اگر وہ جانور حلال ہے جس کا گوشت کھایا جاتا ہے تو اسے ذبح کر دیا جائے۔

بعض علماء نے اس سے بھی سخت رائے اختیار کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر ایک اندھی بلی کسی کے گھر چلی جائے اور اِدھر اُدھر نہ جا سکے تو گھر والوں پر اس کی خوراک واجب ہو جاتی ہے۔ نیز علماء قانون نے حیوانات پر ان کی قوت برداشت سے زیادہ بوجھ ڈالنے سے منع کیا ہے۔ اس اصول سے انھوں نے کئی قانونی حقوق کا استخراج کیا ہے کہ اگر کوئی کسی حیوان کو کرایہ پر لیتا ہے اور اس پر اس کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طاقت سے زیادہ بوجھ لادتا ہے جس کی وجہ سے وہ مر جاتا ہے تو اس شخص پر اس کا ضمان لازم ہے۔

اسی طرح فقہاء اسلام نے بوجھ کی مقدار بھی مقرر کر دی ہے جو خچر اور گدھے پر لادی جاسکتی ہے۔ ایک عجیب بات یہ ہے کہ ایک فقیہ نے گدھے اور خچر کے لیے ایک مقدار مقرر کی لیکن دوسرے فقیہ نے ان کی رائے سے اتفاق نہ کیا اور کہا "یہ مقدار مقرر کر کے خچر سے تو انصاف کیا گیا ہے لیکن گدھے سے ناانصافی ہوئی ہے"۔

ایک جانور اگر دوسرے جانور کو ستائے تو وہ لغو ہے، لہٰذا کسی مجرم حیوان کو اس جرم کی سزا نہ دی جائے گی۔ البتہ اس کے مالک کو سزا دی جاسکتی ہے۔ اگر یہ بات ثابت ہو جائے کہ اس نے اس کو باندھنے اور حفاظت کرنے میں بے پروائی کی ہے۔ یہ ہیں وہ زرین اصول جو ہماری تہذیب اور ہماری شریعت نے حیوانات کے متعلق وضع کیے ہیں۔ اب دیکھتے ہیں کہ ان اصولوں کے عملی نفاذ کی کیا صورت ہے۔

اسلامی حکومت کی ذمہ داریاں

اسلامی حکومت حیوانات کے ساتھ اچھے سلوک کو کس قدر اہمیت دیتی ہے؟ اس کا ثبوت اس سے زیادہ کیا ہوسکتا ہے کہ خلفاء وقتاً فوقتاً عوام الناس کو عمومی ہدایات جاری کرتے رہتے جن میں کہا جاتا کہ حیوانات کو دکھ اور تکلیف نہ دی جائے اور ان کے ساتھ نرم روی اختیار کی جائے۔ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے اپنے ایک خط میں گورنروں کو ہدایات دیتے ہیں کہ وہ لوگوں کو اس بات سے منع کرتے رہیں کہ گھوڑوں کو بیجا نہ ماریں اور نہ کچوکے لگائیں۔ انھوں نے "صاحب سکک" (ٹریفک اور گشتی پولیس کے مشابہ عہدہ) کو لکھا کہ وہ کسی شخص کو گھوڑے کے منہ میں بھاری لگام ڈالنے کی اجازت نہ دیں اور نہ ایسا کوڑا استعمال کرنے کی اجازت دیں جس کے سرے پر لوہا لگا ہوا ہو۔ نیز آپ کے زمانہ میں محتسب کے فرائض میں یہ بھی داخل تھا کہ وہ لوگوں کو جانور پر حد سے زیادہ بوجھ لادنے سے منع کریں۔ نیز جانوروں کو بیجا سزا دینے اور اثناء سفر میں حد سے زیادہ مارنے سے بھی منع کریں۔ جو محتسب کسی کو ایسا کرتے دیکھے، اس کا فرض ہے کہ وہ اسے راہِ راست پر لائے اور سزا بھی دے۔ اس سلسلہ میں قانون یہ ہے:

"محتسب کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ انھیں ایسا کرنے پر مجبور کرے۔ کیونکہ اس میں مصلحت عامہ پوشیدہ ہے۔ لوگوں کو اس بات کی اجازت ہرگز نہیں ہے کہ وہ جانوروں پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ لادیں، نہ ان کو یہ اجازت ہے کہ جانور کو بہت تیز چلائیں جبکہ ان پر بوجھ لادا ہوا ہو۔ نہ ان کو اجازت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ وہ جانوروں کو سخت سزا دیں نیز ان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ بوجھ سے لدے ہوئے جانوروں کو عام پارکوں میں کھڑا کریں۔ یہ سب کام شریعتِ اسلامیہ کے بالکل خلاف ہیں۔ مالکان کا فرض ہے کہ وہ مویشیوں کے چارہ کے معاملہ میں خدا کا خوف رکھیں۔ چارہ اس قدر ہونا چاہیے جس سے جانور سیر ہو جائے۔ نیز چارہ خراب اور تھوڑا نہیں ہونا چاہیے"۔

حیوانات کی نگہداشت کے لیے اوقاف

رہے حیوانات کے لیے اجتماعی ادارے، تو وہ بھی خاصی تعداد میں موجود تھے۔ اس کا بہترین ثبوت یہ ہے کہ قدیم اوقاف کی دستاویزوں میں ہمیں ایسے اوقاف کا سراغ ملتا ہے جو بیمار حیوانوں کے علاج کی لیے مخصوص تھے۔ نیز ایسے اوقاف بھی تھے جو بوڑھے جانوروں کے چرنے کے لیے مخصوص تھے۔ انہی اوقاف میں سے دمشق کی "مرجِ اخضر" ہے جہاں آج کل بلدیہ نے کھیلوں کا میدان قائم کیا ہے۔ یہ چراگاہ ان بوڑھے گھوڑوں کے لیے وقف تھی جن کو ان کے مالکوں نے از کارِ رفتہ سمجھ کر ان کی دیکھ بھال کرنا ترک کر دیا تھا۔ یہ گھوڑے وہاں چرتے رہتے تھے یہاں تک کہ مر جاتے۔ دمشق کے اوقاف میں سے ایک وقف بلیوں کے لیے مخصوص تھا۔ یہ بلیاں وہاں کھاتی پیتی رہتی تھیں اور وہیں سو جاتیں۔ اس طرح وہاں سیکڑوں موٹی تازی بلیاں، اپنے مخصوص گھر میں جمع ہو گئی تھیں ان کو ہر روز وہاں کھانا دیا جاتا اور وہ بھی اچھل کود اور سیر و تفریح کے سوا کسی اور کام کے لیے وہاں سے حرکت تک نہ کرتیں۔

یہ سب کچھ اس قوم کی روح کو ظاہر کر رہا ہے جس نے حیوانات پر رحم اور رحیمانہ سلوک کی وہ مثال قائم کی ہے جس کی ہمیں پوری انسانیت میں کوئی نظیر نہیں ملتی۔

رحیمانہ برتاؤ کی عجیب و بے نظیر مثالیں

حیوانات کے ساتھ رحیمانہ برتاؤ کی ایک دلکش مثال وہ ہے جو ایک جلیل القدر صحابی (حضرت ابو الدرداء) نے پیش کی۔ انھوں نے مرتے وقت اپنے اونٹ سے مخاطب ہو کر کہا: "اے اونٹ! قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے مجھ سے نہ جھگڑنا کیونکہ میں نے تیری طاقت سے زیادہ کبھی بھی تجھ پر بوجھ نہیں ڈالا"۔ نیز ایک دوسرے صحابی حضرت عدی بن حاتم چیونٹیوں کے لیے روٹی کا چورا بناتے اور کہتے "یہ ہماری پڑوسن ہیں، لہٰذا ہم پر ان کا بھی حق ہے"۔ امام کبیر ابو اسحاق شیرازی ایک دن اپنے رفقاء کے ساتھ کہیں جا رہے تھے کہ ان کے سامنے ایک کتا آ گیا۔ اس کے مالک نے اسے دھتکارا تو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام نے اسے فوراً ٹوکا اور کہا: ''کیا تجھے علم نہیں کہ راستہ ہمارے اور کتوں کے درمیان مشترک ہے''۔

قدیم دور میں حیوانات سے سلوک

جیسا کہ شروع میں بتایا گیا کہ زمانہ قدیم میں عام طور پر حیوانوں سے جو ظالمانہ سلوک کیا جاتا تھا، وہ نہایت ظالمانہ، بے رحمانہ اور بہیمانہ تھا۔ اس میں قدیم یونانی، رومی، فارسی اور جاہلی دور کے عرب شامل ہیں۔ ان جرائم اور زیادتیوں کے بڑے بڑے نکات درج ذیل ہیں:

۱) جانوروں کو بے رحمانہ مارا پیٹا جاتا تھا، حتیٰ کہ بعض اوقات ختم کر دیے جاتے تھے۔

۲) جانوروں کو باہم لڑایا جاتا تھا، جس سے وہ زخمی ہوتے بلکہ مر بھی جاتے تھے۔ یہ قبیح رسم آج بھی زیریں پنجاب اور سندھ میں باقی ہے۔ اس میں سوروں اور کتوں کی لڑائی، مرغوں کی آپس میں لڑائی اور بٹیروں کی لڑائی۔ بعض علاقوں میں سانپ اور نیولے کی لڑائی وغیرہ۔

۳) جانوروں کو بھوکے شیروں کے سامنے چھوڑ دیا جاتا تھا جو انھیں چیر پھاڑ دیتے تھے۔

۴) بیلوں کی لڑائی (Bul fighting) ابھی تک دنیا کے کئی ملکوں میں باقی ہے۔

۵) جاہلیت کے عرب اونٹ کو مالک کی وفات پر اس کی قبر پر باندھ دیتے جو سسک سسک کر وہیں مر جاتا۔

۶) بلیوں میں جادوگری کا گمان کر کے انھیں زندہ جلایا جاتا تھا۔

۷) ایک تاریخ کا عجوبہ یہ ہے کہ نقصان کرنے والے جانوروں پر کورٹوں میں باقاعدہ مقدمے چلائے جاتے تھے اور ان کو سزائیں دی جاتی تھیں جو ان کے عضو کاٹنے، مارنے اور زندہ جلانے کی ہوتی تھیں۔

اسلام نے چودہ سو سال پہلے جانوروں کے حقوق بتائے، انھیں زندہ رہنے کا حق دیا اور مرفوع القلم (خطا سے بری) قرار دیا۔ ان کی ضروریات چارہ، پانی اور غذا دینے کا بندوبست کیا، ان سے برداشت کے مطابق کام لینے اور وہی کام لینے کا حکم دیا جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا۔ بلاضرورت شکار کی ممانعت کی اور رحمت و شفقت کا برتاؤ کرنے کا حکم دیا۔

یہ ہے اسلام کی روشن اور تابناک تہذیب جو اس نے اپنے پیروکاروں کو عطا کی۔ جبکہ دوسری دنیا اب کہیں جا کر ان کے حقوق پر توجہ دے رہی ہے اور پھر دعویٰ یہ کہ جانوروں کے حقوق کے وہ موجد اور نگراں ہیں۔ (من روائع حضارتنا۔ ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ہشتم

آج کے دور میں رفاہی کام

رفاہی کاموں کا اللہ جل جلالہ اور	۵۱۷	۶۔ وظیفہ لینے والے سے رابطہ	۵۲۸
رسول کے حکم کے مطابق ہونا		بک بینک کا قیام	۵۲۹
نیت کا درست ہونا	۵۱۸	اصلاحی و علمی لائبریریوں کا قیام	۵۳۰
خدمت خلق کو حاجت مندوں کا حق سمجھنا	۵۱۹	اسلامی مرکز کا قیام	۵۳۲
رفاہی کام کرنے میں دو مزید اہم شرائط	۵۱۹	نومسلموں کی تعلیم و تربیت	۵۳۴
ریاکاری کا نہ ہونا	۵۱۹	الف) دینی و اخلاقی تربیت	۵۳۵
۱۔ منصوبہ بندی اور پلاننگ	۵۲۰	ب) گھروں پر تعلیم و تربیت	۵۳۵
۲۔ مقاصد کے حصول کی پیش رفت کا	۵۲۰	پرنٹ میڈیا کے ذریعہ اصلاح	۵۳۵
جائزہ لینا	۵۲۱	الیکٹرانک میڈیا	۵۴۰
۳۔ کام کی نگرانی کرنا		غریب لوگوں کے لیے قانونی امداد	۵۴۲
۴۔ رفاہی کام میں زیادہ لوگوں کو	۵۲۱	کے ادارے	
شریک کرنا	۵۲۱	یتیم خانے (یتیم لڑکوں اور لڑکیوں	۵۴۵
۵۔ مستقل بنیادوں پر کام کرنا		کے لیے)	
تعلیم گاہیں قائم کرنا	۵۲۱	دارالایتام (یتیم خانے) قائم کرنے	۵۴۶
مالی امداد	۵۲۳	کے لیے بنیادی باتیں	
اساتذہ مہیا کرنا	۵۲۳	یتیم خانے کے قیام کی شرائط	۵۴۷
اصلاحی ہاسٹلوں کا قیام	۵۲۵	تعلیم و تربیت کے لوازمات	۵۴۷
۱۔ ذہین و محنتی طلبہ کے لیے وظیفے	۵۲۷	بیوہ اور مطلقہ عورتوں کی پناہ گاہیں	۵۴۸
۲۔ علاقے کے لحاظ سے کوٹہ	۵۲۷	غیر شادی شدہ افراد کی شادی کا	۵۵۰
۳۔ اخلاق و دیانت کو ترجیح دینا	۵۲۸	بندوبست کرنا	
۴۔ عملی زندگی کو مدنظر رکھنا	۵۲۸	مصالحتی گروپ قائم کرنا	۵۵۲
۵۔ کسی تنظیم میں فعال نہ ہونا	۵۲۸	قدرتی آفات کے وقت امداد کرنا	۵۵۳

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پرانے کپڑے جمع کر کے تقسیم کرنا	۵۵۴
مسافروں کی سہولت کا بندوبست	۵۵۵
معذوروں کی قیام گاہیں	۵۵۷
آب نوشی (پانی کا بندوبست کرنا)	۵۵۸
کھیلوں کے میدان	۵۶۰
پبلک پارکوں کا قائم کرنا	۵۶۱
راستے صاف رکھنا	۵۶۳
محلے کی سطح پر چھوٹے رفاہی کام	۵۶۶
صحت و حفظان اور اس کی صورتیں	۵۶۷
حفظان صحت	۵۶۸
ایمبولینس اور میت گاڑی	۵۷۱
مریضوں کی عیادت و تیمارداری	۵۷۲
موذی امراض سے بچاؤ سے آگاہی کا پروگرام	۵۷۵
غربت مٹاؤ پروگرام (غربت کم کرنا یا ختم کرنا)	۵۷۶
۱۔ جاگیردارانہ سسٹم موجود ہونا	۵۷۶
۲۔ ملک کے حکمرانوں کا ملک و ملت کے ساتھ مخلص نہ ہونا	۵۷۷
۳۔ تعلیم کی کمی	۵۷۷
۴۔ انصاف کا نہ ملنا	۵۷۷
۵۔ کام اور محنت نہ کرنا	۵۷۷
۶۔ با اثر طبقات کا غربت گھٹانے کی کوشش نہ کرنا	۵۷۸
الف) نظریاتی و فکری کام	۵۷۸
ب) ریتوں رسموں کے خلاف جہاد	۵۷۸
(ج) ریا اور نمائش کے کام روکنا	۵۷۹
(د) عار اور شرم کا معیار	۵۷۹
کسی کو کام سے لگانا	۵۷۹
صنعت و حرفت میں تعاون	۵۸۱
قرض حسنہ	۵۸۲
ہنری مراکز کا قیام	۵۸۶
۱۔ چمڑے اور ریگزین کی اشیاء	۵۸۷
۲۔ بجلی کا کام	۵۸۸
۳۔ ٹی وی ریڈیو کی مرمت کی تعلیم	۵۸۸
۴۔ موٹر سائیکل مرمت کی تربیت	۵۸۸
۵۔ موبائیل فون کی مرمت و اصلاح کی تعلیم	۵۸۸
۶۔ کمپیوٹر کی مرمت کی تربیت	۵۸۸
۷۔ پالش ورک	۵۸۹
۸۔ پلاسٹک کے اشیاء تیار کرنا	۵۸۹
۹۔ پلمبرنگ کا ہنری مرکز	۵۸۹
زرعی ترقی اور رفاہی اداروں کا کردار	۵۹۰
الف) زرعی ترقیاتی تربیتی مرکز	۵۹۱
ب) اچھے بیج کا بینک قائم کرنا	۵۹۲
ج) وافر فصلوں والے علاقوں میں چھوٹی صنعتیں لگانا	۵۹۲
(اشیائے ضرورت کی سستی دکانیں)	۵۹۳
نومسلموں کی بحالی و آبادکاری	۵۹۴

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آج کے دور میں رفاہی کام

گزشتہ صفحات میں باب اوّل سے لے کر باب ہفتم تک قرآن مجید، سیرت النبی، احادیث مبارکہ، انبیاء کرام، صحابہ عظام، فقہاء کی آراء اور اسلامی دور کے بعض تاریخی واقعات سے رفاہ عامہ اور خدمت خلق کے کاموں میں سے مختلف گوشوں، زاویوں اور عملی نمونوں کی جھلکیاں پیش کی گئیں۔ جھلکیاں اس لیے کہ اسلام کے تجویز کردہ وسیع رفاہی کام کی یہ مختصری روداد ہے۔ ورنہ اگر ان واقعات واعمال کی تفصیل پیش کی جائے تو یقیناً یہ صفحات تنگ ہو جائیں۔ کیونکہ اسلام ایک ہمہ پہلو انسانی اصلاح وفلاح کا دین ہے اس میں انسانیت کی فوز وفلاح کے تمام پہلو اور تمام ایسے کام جو انسانی زندگی کی ضروریات ہیں پوری تفصیل سے اور جزئیات کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔ بس ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اسلام کے ماننے والے اور پیروکار اس کا مطالعہ کریں اور اپنے اعمال میں اسے اختیار کریں۔

رفاہی کاموں کو قدرے تفصیل سے بیان کرنے اور انھیں اختیار کرنے سے پہلے اسلامی رفاہی کاموں کے بارے میں چند بنیادی اور اصولی باتیں واضح کرنا ضروری ہیں۔ ان اصولی باتوں کو دل وجان سے اور شعور ووجدان سے اختیار کرنے اور اس میدان میں کام کرنے میں اپنے سامنے رکھنا ضروری ہیں۔

کسی بھی اسلامی حکم پر عمل کے لیے یہ باتیں بنیاد اور اساس کی حیثیت رکھتی ہیں اگر یہ ہیں تو وہ عمل ظاہری و باطنی، صوری ومعنوی اور دنیاوی واخروی لحاظ سے بڑا کار آمد اور وزنی ہوگا، لیکن اگر یہ باتیں اس عمل کی بنیاد میں نہیں ہیں تو وہ عمل اگرچہ صورت وظاہر کے لحاظ سے ویسا ہی ہوگا لیکن معنوی لحاظ سے صفر ہوگا۔

● رفاہی کاموں کا اللہ جل جلالہ اور رسول ﷺ کے حکم کے مطابق ہونا:

رفاہِ عامہ کا جو کام بھی سوچا جائے، اس کا منصوبہ بنایا جائے اور روبعمل لایا جائے تو اس کا اللہ تبارک تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکام کے مطابق ہونا ضروری ہے، یعنی وہ شریعت میں حرام نہ ہو،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ممنوع نہ ہو اور قرآن وسنت کے خلاف نہ ہو، اس لیے کہ جو کام بھی شریعت میں ممنوع ہو گا اسے نہ تو مسلمان روبعمل لائے گا اور نہ ہی اسے جاری رکھے گا۔

● نیت کا درست ہونا:

شریعت مطہرہ میں نیت وارادہ کا نیک اور اچھے عمل کی قبولیت میں بڑا دخل ہے۔ گویا نیک عمل کی ایک مضبوط بنیاد نیت ہے۔ جس کام کے کرنے میں نیت اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی ہوگی تو وہ اس کے ہاں قبول ہوگا اور درست ہو جائے گا۔ چونکہ رفاہی کاموں میں سے اکثر کا تعلق انفاق سے ہے اس لیے قرآنی تعلیمات سے ان کا تقابلی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔ ان میں ایک گروہ اپنا مال دکھاوے کی نیت سے غریبوں، مسکینوں اور حاجت مندوں پر خرچ کرتا ہے۔ ان دونوں گروہوں کے ظاہری عمل میں قطعی یک رنگی ہے اور ظاہری آنکھ ان کے درمیان فرق نہیں کر سکتی لیکن قرآن مجید بتاتا ہے چونکہ ان کی نیتیں مختلف ہیں اس لیے ان دونوں کے عمل کے نتیجے بھی مختلف ہیں۔ ایک عمل سراسر برکت ہے جبکہ دوسرا عمل بالکل اکارت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''اس شخص کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لیے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا تو اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے پتھر کی ایک چٹان ہو جس پر کچھ مٹی آ گئی ہو اور اس پر سبزہ اگ جائے پھر اس پر زوروں کی بارش پڑے جو اس کو بالکل صاف کر دے، تو ایسے ریاکار لوگ اپنی کمائی کا کچھ پھل نہ لے سکیں گے اور ان منکر لوگوں کو اللہ اپنی ہدایت سے محروم رکھے گا''۔ (البقرۃ۲:۲۶۴)

قرآن مجید اچھی نیت اور اللہ کی رضا جوئی کے لیے مال خرچ کرنے والوں کی مثال اس طرح دیتا ہے ''اور ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال محض اللہ کی رضا جوئی کے لیے پورے ثبات وقرار (دلجمعی) کے ساتھ خرچ کرتے ہیں، ان کے خرچ کرنے کی مثال ایسی ہے جیسے کسی سطح مرتفع پر ایک باغ ہو اگر زور کی بارش ہو جائے تو دگنا پھل لائے اور اگر زور کی بارش نہ بھی ہو تو ہلکی پھوار ہی اس کے لیے کافی ہو جائے''۔ (البقرۃ۲:۲۶۵)

ان دونوں آیتوں کے مضمون پر غور کریں تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کسی نیکی کے عمل کی قبولیت میں نیت کو بڑا دخل ہے۔ لہٰذا رفاہی کاموں میں نیت کو صاف رکھنا اور وہ کام اللہ کی رضا کے لیے کرنا چاہیے، اسی صورت میں ہی شرف قبولیت حاصل کرے گا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

● خدمت خلق کو حاجت مندوں کا حق سمجھنا:

اکثر رفاہی اور سماجی کام غریبوں، مسکینوں، ضرورت مندوں اور حاجت مندوں کے حقوق ہیں جو ان لوگوں کے ذمے عائد ہوتے ہیں جن میں ان کاموں کے کرنے کی صلاحیت ولیاقت ہے ان میں مالی وفنی حقوق اور جسمانی حقوق شامل ہیں۔ آپ کسی کی مالی مدد کر رہے ہیں تو یہ ان کا آپ کے مال میں حق ہے۔ اگر چہ تھوڑا ہی سہی، آپ کسی معذور کی خدمت کر رہے ہیں اس معذور کا آپ کے جسم پر حق ہے (ملاحظہ کریں باب سوم حدیث نمبر ۱۹) آپ کسی کی تعلیم وتربیت کر رہے ہیں تو یہ آپ کے علم میں ان کا حق ہے الغرض ہر انسان پر بہت سے حقوق عائد ہیں لہٰذا جو بھی رفاہی کام کیا جائے اسے ان لوگوں کا حق سمجھ کر کیا جائے۔

رفاہی کام کرنے میں دو مزید اہم شرائط:

احسان نہ جتانا: رفاہی کام کرنے میں دو مزید اہم شرطیں یہ ہیں کہ جن لوگوں کی خدمت کی جائے ان پر احسان نہ جتایا جائے۔ اس لیے کہ یہ ان پر احسان نہیں ہے بلکہ ان کے حقوق کی ادائیگی ہے، اسی طرح ان کو ذہنی، جسمانی اور روحانی تکلیف نہ دی جائے۔ ان کی خودی، انسانیت، شرافت اور خودداری کو مجروح نہ کیا جائے۔ اس بارے میں اللہ تعالی نے واضح طور پر فرمایا" جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور خرچ کر کے پھر احسان نہیں جتاتے، نہ دکھ دیتے ہیں ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان کے لیے کسی رنج وخوف کا موقع نہیں، ایک میٹھا بول اور کسی ناگوار بات پر ذرا سی چشم پوشی اس خیرات سے بہتر ہے جس کے پیچھے دکھ ہو، اللہ بے نیاز ہے اور بردباری اس کی صفت ہے"۔ (البقرۃ۲: ۲۶۲۔۲۶۳)

ریاکاری کا نہ ہونا:

رفاہی وخیراتی کاموں میں ایک اہم صفت یہ ہے کہ اس کام کو ریا (دکھلاوے اور نمائش) سے پاک رکھا جائے۔ جب یہ کام اللہ کے لیے ہے تو وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے اس لیے اس میں نمائش اور ریا ہرگز نہیں ہونا چاہیے، اگر ان کی نیت سے کوئی کام کیا جارہا ہے تو اس کا اجر آخرت میں کچھ نہیں ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بس اس دنیا میں واہ واہ ہو جائے گی، اللہ تعالی نے فرمایا: "اے ایمان والو، اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور دکھ دیکر اس شخص کی طرح خاک میں نہ ملا دو جو اپنا مال محض لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتا ہے اور نہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے نہ آخرت پر" (البقرۃ ۲:۲۶۴) آیت میں تین برائیاں یک جا کر کے اور تینوں کی خرابی ایک جیسی کر کے بیان کی گئی کہ ان کی خرابیاں اور گناہ سمجھ میں آجائے۔ یعنی جس طرح ریاکاری کسی اچھے عمل کا اخروی اجر ضائع کر دیتی ہے اسی طرح احسان جتانا بھی آخرت کا اجر ختم کر دیتا ہے اور اللہ پر ایمان نہ رکھنے اور اسلام قبول نہ کرنے سے آخرت میں کوئی صلہ عمل کا نہیں ملے گا اگرچہ عمل کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو۔ یہ وہ بنیادی باتیں ہیں جو رفاہی کام کرنے والے مومنوں کو اپنے سامنے رکھنی چاہیے۔

رفاہی کاموں کے شروع کرنے، اچھی طرح جاری رہنے اور نتائج دینے کے لیے پانچ دوسری عملی باتوں کا پیش نظر رہنا ضروری ہے۔ اس سے قبل بیان کردہ پانچ باتوں کے ساتھ درج ذیل پانچ باتیں بھی ملحوظ رکھی جائیں۔

ا۔ منصوبہ بندی اور پلاننگ

جو بھی رفاہی کام تجویز کیا جائے، سوچا جائے اور عمل میں لانے کا عزم کیا جائے تو سب سے پہلے اس کی ٹھوس منصوبہ بندی کر لی جائے۔ پلاننگ کرنے سے اس میں پیش آنے والی رکاوٹیں، دقتیں اور مشکلات کا اندازہ کیا جائے اور اس کی تکمیل کی مدت، اخراجات، اس کے اثرات وثمرات اور نتائج کا اچھی طرح تجزیہ کرلیا جائے پھر کام شروع کیا جائے۔

۲۔ مقاصد کے حصول کی پیش رفت کا جائزہ لینا

اس کام کے جو مقاصد ہیں ان کا تعین ہونا چاہیے، پھر کام شروع ہونے کے بعد وقتاً فوقتاً جائزہ لیا جائے اور دیکھا جائے کس قدر مقاصد حاصل ہو رہے ہیں اور کس قدر باقی ہیں اور جو باقی ہیں انھیں کس طرح حاصل کیا جائے۔ اس طرح جائزہ لینا اس کام کی جان اور بنیاد ہے۔ عام طور پر مسلمان اجر و ثواب کے جوش سے کام شروع کر دیتے ہیں اور اس کے مقاصد کے حصول، کار آمد ہونے اور نتائج دینے کو نہیں دیکھتے حالانکہ دین اسلام اور عقل و دانش کی رو سے اس کے مقاصد سے ہم کنار ہونے کو دیکھنا نہایت ضروری ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ کام کی نگرانی کرنا

کوئی رفاہی، اصلاحی اور فلاحی کام شروع کر کے چھوڑ نہ دیا جائے بلکہ اس کی نگرانی کرنا، اسے صحیح سمت پر لے جانا، اور پایہ تکمیل پر پہنچانا ضروری ہے اگر اس کی کڑی نگرانی نہ کی جائے تو ہوسکتا ہے کہ وہ درمیان میں رُک جائے اور پایہ تکمیل کو نہ پہنچے۔

۴۔ رفاہی کام میں زیادہ لوگوں کو شریک کرنا

رفاہی و اصلاحی کاموں کے مفید اور کارآمد بننے کے لیے ضروری ہے کہ اس میں زیادہ سے زیادہ ہم خیال لوگوں کو شریک کیا جائے۔ لوگوں کی شرکت سے گھبرانا نہیں چاہیے بلکہ ان کی تجاویز اور مشوروں کو سننا اور جو کارآمد ہوں تو انھیں قبول کر لینا اور جو قابل عمل نہ ہوں انھیں بھی فوری طور پر رد نہ کرنا بلکہ ٹال دینا چاہے، کسی نیک کام کرنے میں بڑی وسعت نظری، بالغ بینی اور صبر و تحمل کی ضرورت ہے جو لوگ رفاہی و اصلاحی کام کرتے ہیں وہ بڑا ظرف اور بلند حوصلہ رکھتے ہیں اور رکھنا بھی چاہے۔

۵۔ مستقل بنیادوں پر کام کرنا

خیر و بھلائی کے کام مستقل بنیادوں پر شروع کرنے کی ضرورت ہے۔ اس طرح یہ کام زیادہ لوگوں کے فائدے کا سبب بنیں گے، اجر و ثواب کے پہلو سے صدقہ جاریہ ہوں گے اور پائدار ثابت ہوگا۔

تعلیم گاہیں قائم کرنا:

(نئی تعلیم گاہیں قائم کرنا، یا پہلے سے قائم شدہ سے تعاون کرنا)

اس وقت براعظم ایشیا میں عموماً اور پاکستان میں خصوصاً دینی مدارس کی تعداد دنیا کے دوسرے براعظموں اور خطوں سے زیادہ ہے۔ مدارس کی اہمیت و ضرورت مختلف عنوانات کے تحت گزشتہ صفحات میں بیان کی گئی ہے۔ اس لیے اسے دہرائے بغیر مزید کچھ باتیں پیش کی جاتی ہیں۔

مسلم معاشرے کے سب سے بڑی مسلم این جی اوز دینی مدارس ہیں۔ یہ شہروں، قصبات، دیہات اور گاؤں، گوٹھوں اور پنڈوں میں پھیلے ہوئے ہیں ان کی تعداد ایک محتاط اندازے کے مطابق چودہ ہزار سے زیادہ ہے اور ان میں پڑھنے والے طلبہ کی تعداد ۱۵ لاکھ سے زیادہ ہے۔ اس تعداد میں مکاتب (ناظرہ قرآن مجید کا مدرسہ) میں پڑھنے والے بچوں اور مکاتب کی تعداد شامل نہیں ہے۔ یہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلسلہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے لے کر بغیر کسی توقف اور انقطاع کے جاری ہے اور جاری رہے گا۔ حتی کہ روس کے ستر سالہ تاریک دور میں بھی اللہ کے بندوں نے تہ خانوں اور خفیہ مکانوں میں اسے جاری رکھا۔

ان مدارس کے امتحانات، جائزے اور نصابات کے لیے ان کے اپنے بورڈ بنے ہوئے ہیں۔ جن کے ماتحت امتحانات ہوتے ہیں، اسناد جاری ہوتی ہیں اور نصاب کی بہتری کے لیے اجلاس ہوتے ہیں، البتہ ایک عام آدمی کو جو بات کھٹکتی ہے وہ یہ کہ یہ مدارس اور ان کے بورڈ مسالک و مکاتب کی بنیاد پر قائم ہیں، جبکہ ان سب میں بنیادی مضامین یکساں ہی ہیں، ان کے مقاصد ایک ہیں، نصاب تعلیم اور دورانیہ بھی ایک ہے، کیا اچھا ہو کہ ان کا بورڈ بھی ایک بن جائے۔

تاہم ان مدارس کی خوبیوں اور امتیازات میں ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ غریب سے غریب اور نادار شخص ان کے ہاں سے تمام ضروریات زندگی حاصل کرتے ہوئے مفت تعلیم حاصل کر سکتا ہے۔ اس کی خوراک، رہائش، لباس، علاج و دوا، تعلیمی لوازمات جیسے کتابیں، کاپیاں تک مدرسہ کی طرف سے مہیا کی جاتی ہیں، بعض مدارس میں محنتی طلبہ کو وظائف تک دیے جاتے ہیں۔ یہ وہ سہولتیں ہیں جو دنیا کے کسی ملک، کسی ادارے اور کسی این جی اوز کی طرف سے شاید ہی دی جاتی ہوں۔

ان مدارس میں بعض پہلوؤں سے کمی ہے، ان میں ایک کمی ایسی ہے کہ جو افراد ان کے ذمہ دار حضرات نہ صرف اس کا اقرار کرتے ہیں بلکہ اصلاح کی کوشش بھی کر رہے ہیں وہ عصری علوم کی تعلیم کی کمی ہے۔ اس کی اصلاح کے لیے ان حضرات نے اسے تسلیم کرتے ہوئے ایسے بعض مدارس نے آٹھویں تک اور اکثر نے میٹرک تک کے تعلیم و امتحانات کا اجراء کر دیا ہے۔

معاشرے میں دوسرا تعلیمی نظام اسکولوں، کالجوں، اور یونیورسٹیوں کا رائج ہے۔ یہ بڑے وسیع پیمانے پر اور منظم و مربوط طریقے سے پھیلا ہوا ہے، اس سسٹم سے ہر پڑھا لکھا شہری واقف ہے۔ یہ گورنمنٹ کی طرف سے بھی ہے اور پرائیویٹ سیکٹر میں بھی ہے اس کی تفصیل کا موقعہ نہیں ہے۔

ان دونوں نظاموں کے درمیان ایک تیسرا سسٹم بھی ہے جسے ایک عرصہ سے چلایا جا رہا ہے۔ ان دونوں اداروں کی تعلیم اور خوبیوں کو اختیار کر کے ان میں جو خرابیاں ہیں انھیں دور کر کے ایک طریقہ رائج کیا گیا ہے۔ اس کی بھرپور ابتداء برصغیر میں ندوۃ العلماء لکھنو، جامعہ ملیہ دہلی، جنوبی ہند کے بعض

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدارس، اور پاکستان میں منصورہ سندھ، پیر کرم شاہ کے مدرسہ بھیرہ، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد اور علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد سے کی گئی۔ اور پھر ہر جگہ اکا دکا مدارس سے کی گئی ہے جو سست رفتاری سے آگے بڑھ رہا ہے لیکن سوائے دو آخری یونیورسٹیوں کے ان کا نہ تو کوئی اپنا بورڈ ہے اور نہ ہی ان کا اپنا نظم اور باہمی رابطہ ہے۔ اسے اگر مرتب، منظم اور باہمی مربوط کیا جائے تو شاید اچھا رزلٹ سامنے آئے اور تعلیم میں انقلاب آجائے۔

چونکہ ان محدود صفحات میں ان مدارس و مکاتب کی تفصیل نہیں دی جاسکتی البتہ ان کی امداد و اعانت کی کچھ صورتیں پیش کی جارہی ہیں۔

ا۔ مدارس و مکاتب کی تعلم کے لیے سب سے پہلا اہم قدم یہ ہے کہ ایسے تعلیمی ادارے قائم کیے جائیں جن میں دونوں قسم کی تعلیمات یک جا ہوں، ایک طرف دین کی بنیادی تعلیم یعنی قرآن، سنت، اخلاقیات اور کردار، سیرت، فقہ اور عربی زبان کی تعلیم تو دوسری طرف جدید تعلیم بھرپور انداز میں ہو۔ اس پر ماہرین تعلیم اور اخلاقیات کے اساتذہ زیادہ سوچ سکتے ہیں اور غور وفکر کر کے نصاب تیار کر سکتے ہیں۔ مخیّر حضرات اور رفاہی اداروں کے سوچنے کی اہم بات یہ ہے کہ وہ ان کی امداد کس طرح کریں اس کی متعدد صورتیں ہیں۔

مالی امداد

ایسے تعلیمی اداروں کی مالی امداد و اعانت کرنے کو ترجیح دیں جن میں یہ دونوں تعلیمات موجود ہوں، تعلیمی معیار اچھا ہو، تعلیمی و اخلاقی نتائج اچھے آتے ہوں، جہاں پر کردار سازی پر بھرپور توجہ دی جاتی ہو۔

اساتذہ مہیا کرنا

ان مدارس میں ضرورت کے اساتذہ مہیا کرنا، جس تعلیمی ادارے میں جس تعلیم کا بندوبست نہ ہو جیسے جن مدارس میں عصری علوم کے اساتذہ نہ ہوں وہاں عصری علوم کے اساتذہ کا بندوبست کرنا، بڑے مدارس میں دو تین استاد اور چھوٹے مدارس میں ایک استاد کا تقرر کر دیں اور ان کی تنخواہ تقرر کرنے والا رفاہی ادارہ دے۔ اس نوع کا بندوبست کچھ پہلے عرب ممالک کی طرف سے تھا اور ان اساتذہ کو مبعوث کہا جاتا تھا۔ یہ مدارس، جامعات اور بعض کالجوں میں مقرر ہوتے تھے اور اسلامیات اور عربی کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعلیم دیتے تھے۔ جب سے مغرب نے عرب ممالک کا سرمایہ کھینچ لیا ہے تو یہ سوتے خشک ہوگئے ہیں اوراب مبعوث اِکا دُکا نظر آتے ہیں۔

اسی طرح اسکولوں میں دینی تعلیم، قرآن مجید کی ناظرہ تعلیم، ترجمہ قرآن مجید کی تعلیم، اخلاقیات کی تعلیم کے لیے اساتذہ کا تقرر کیا جائے، یہ اساتذہ ہر ایک اسکول کے علیحدہ علیحدہ ہوں اور اسکول کا پورا وقت اس میں گزاریں، پیریڈلیں اور قرآن مجید اور اسلامیات کی تعلیم دیں۔

- ہماری تعلیم گاہیں چاہے جدید ہوں یا قدیم، چاہے چھوٹی ہوں یا بڑی سب میں بنیادی اخلاقی تعلیم کی کمی ہے۔ کردار سازی نہیں کی جاتی بس صرف ظاہری شعار، چند جزوی اور فروعی باتوں اور غیر اہم مسائل پر زور صرف کیا جاتا ہے جبکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلام کی بنیادی باتوں کی طرف بھرپور توجہ دی جائے۔ اس کے لیے ان تعلیم گاہوں کو آمادہ کیا جائے، اسی بنیاد پر ان کی اعانت کی جائے اور وقتاً فوقتاً اس کا جائزہ بھی لیا جائے۔
- مسلم این جی اوز اور اصلاحی ادارے، تنظیمیں اور قومی وسیاسی جماعتیں ایسے اساتذہ اور بچوں کو ایوارڈ دیں جن کی اخلاقی کارکردگی بہترین ہو، ہر ضلع میں سے کچھ افراد منتخب کریں اور اسے سرٹیفکیٹ، نقد امداد اور کتابیں دی جائیں۔
- تعلیم گاہوں کو اشیاء کی صورت میں امداد اور اعانت دیں، نقد کی بہ نسبت اس نوع کی امداد بہتر ہے جیسے کمرے بنوا کر دینا، ڈیپ فریزر، کتابیں، فرش بنوا کر دیں اور عمارت کی مرمت کرادیں، اس طرح طلبہ کو کتابیں، بستے، کاپیاں دیں، بہرحال سامان، اشیاء اور آلات کی صورت میں امداد بہتر ہے۔

مدارس ومکاتب میں قوم کی ایک ضرورت گاؤں، بستیوں، پنڈوں میں قرآن کے مکاتب قائم کرنا ہے۔ اس وقت ہزاروں گاؤں اور بستیاں اور ان میں مساجد ایسی ہیں جن میں قرآن مجید پڑھانے، مسجد میں امامت کرنے والا اور دین کی ضروری تعلیم دینے والا فرد موجود نہیں ہے۔ لہٰذا اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ ان آبادیوں میں تعلیمِ قرآن کے مکتب قائم کیے جائیں جن میں مدرس اور قاری کی رہائش اور کھانا ان کے ذمہ ہو اور مدرس صاحب کی تنخواہ ادارے ادا کریں۔ اس طرح تعلیم القرآن اور اسلامی تعلیم کا بندوبست ہوگا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

● اصلاحی ہاسٹلوں کا قیام:

آج کتنے ذہین اور باصلاحیت نوجوان ایسے ہیں جو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے یا اپنی تعلیم مکمل کرنے اور علم و سائنس اور عمل کے میدان میں آگے پڑھنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ یہ لوگ کسی حد تک اعلیٰ تعلیم کے لیے آدھے پونے وسائل رکھتے ہیں لیکن کسی بڑے شہر یا اس کے قریب رہ کر اپنے کھانے پینے اور اپنے رہنے کے ضروری اخراجات نہیں کر پاتے اور نیتجتاً اعلیٰ تعلیم سے محروم رہ جاتے ہیں۔

اسی طرح بیرونی ممالک میں رہنے والے اشخاص اور افراد اپنی اولاد کو اپنے ملک میں تعلیم دلانا چاہتے ہیں لیکن اچھے ہاسٹلوں میں ان کی نگرانی اور رہنمائی کے لیے کوئی بندوبست نہیں پاتے اور آخرکار مایوس ہو کر اس ملک میں اپنی مرضی کے خلاف ان کو تعلیم گاہوں میں داخل کرتے ہیں یا کسی کام سے لگا دیتے ہیں۔ ہاسٹل میں اپنے لخت جگر اور پیارے بچوں کو چھوڑنے کے سلسلے میں ان ہاسٹلوں میں بدامنی، لڑائی جھگڑے اور دنگے فساد کا خطرہ رہتا ہے بلکہ جامعات کے کچھ ہاسٹل ایسے ہیں جن پر مختلف گروہوں، لسانی اور نسلی تنظیموں نے قبضے کر رکھے ہیں، لہٰذا ان تنظیموں سے تعلق رکھنے والے طلبہ کے علاوہ باقی کا داخلہ اور تعلیم مشکل ہے۔ موجودہ جامعات اور کالجوں کے ہاسٹلوں کا ماحول تعلیمی، مطالعاتی، تحقیقی اور تربیتی نہیں ہے۔

ایسے طلبہ اور والدین کی علمی اور تعلیمی خواہش پوری کرنے کے لیے رفاہی، فلاحی اور اصلاحی ادارے ایسے ہاسٹل قائم کریں جن میں علم کے شوقین طلبہ نہ صرف قیام کریں بلکہ دین و اخلاق کی تعلیم حاصل کریں اور امن و سکون سے قیام کریں۔

ان ہاسٹلوں کے قیام کے لیے ابتدائی اخراجات تو یقیناً کرنے ہوں گے البتہ بعد میں ان طلبہ سے جو ضروری اخراجات کی ادائیگی کر سکتے ہیں وہ ان سے پورے وصول کیے جائیں اور غریب و نادار طلبہ سے جتنا خرچ وہ دے سکتے ہیں لیا جائے اور باقی اس ادارہ کے فنڈ سے ادا کیا جائے۔ اس قسم کے ہاسٹل ملک، ملت اور قوم کی بڑی خدمت ہوگی اور ان اصلاحی ہاسٹلوں میں قیام کرنے والے طلبہ ملک عزیز کے مستقبل کے معمار اور سرمایہ ہوں گے۔ راقم الحروف نے میرپور خاص شہر میں تیس سال پہلے عیسائیوں کا ایک ہاسٹل دیکھا تھا جو تا حال باقی ہے جس میں مختلف تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کرنے والے عیسائی لڑکے قیام کرتے ہیں۔ ان کی ضروریات کا بندوبست ہاسٹل کی انتظامیہ اور عیسائی مشنریز

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ادا کرتی ہیں اور ہاسٹل میں انھیں عیسائیت کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ جس سے وہ پکے عیسائی بلکہ مبلغ بن جاتے ہیں۔ یہ ہاسٹل کا حال باقی ہے۔

کچھ ہاسٹل مسلم کمیونیٹیز نے بھی قائم کیے ہیں جیسے قائم خانی ہاسٹل حیدرآباد اور غزالی ہاسٹل اسلام آباد، یہ ہاسٹل کامیابی سے چل رہے ہیں اور اپنے مقاصد وغیرہ کے لیے کام کر رہے ہیں۔ اس طرح وش (Wish) کالج کا ہاسٹل اسلام آباد میں ہے۔

کیا ہی اچھا ہو کہ مسلم این جی اوز اصلاحی و تعلیمی ہاسٹل قائم کریں ایسی ہاسٹلوں کے قیام کو درج ذیل نکات کی روشنی میں سوچا جاسکتا ہے۔

۱۔ اس اسکیم کو فوری قائم کرنے کے لیے کوئی بلڈنگ کرائے پر لے کر کام کی ابتدا کی جاسکتی ہے۔

۲۔ رفاہی ادارے کی طرف سے شہر کے نواح میں پلاٹ لے کر بلڈنگ تعمیر کر کے ابتداء کی جاسکتی ہے۔

۳۔ بعض تعلیمی اداروں کے ہاسٹل خالی موجود ہیں انھیں مجاز انتظامیہ سے مفت یا کرایہ پر حاصل کرنے کے ابتداء کی جاسکتی ہے۔

۴۔ کوئی اصلاحی اور رفاہی ادارہ ایسے ہاسٹلز قائم کرنے کے لیے فنڈ کی اپیل کرے تو بیرون ملک اور اندورن ملک سے تعاون مل سکتا ہے۔

ایسے ہاسٹلوں کے قیام اور جاری رہنے کے مقاصد واضح رکھے جائیں، اور ان کی حصول کی کوشش کی جاتی رہے اور یہ حاصل نہ ہو رہے ہوں اور ہاسٹل میں مقیم طلبہ کی صحیح تعلیم و تربیت نہ ہو رہی ہو تو اس پر غور کیا جائے اور کامیابی نہ ہو تو بند کیا جاسکتا ہے۔

۵۔ درج ذیل اغراض و مقاصد ہر ہاسٹل کی انتظامیہ کے پیش نظر ہونے چاہییں۔

۱۔ ہاسٹل میں صرف اور صرف طلبہ داخل ہوں، غیر طلبہ کی رہائش ممنوع ہونی چاہیے۔

۲۔ ہاسٹل کا ماحول تعلیمی، تربیتی و اخلاقی اصلاحی ہو، مثبت ہو منفی نہ ہو اور تعمیری ہو۔

۳۔ ہاسٹل میں مقیم طلبہ کو اسلام کے بنیادی احکام کی پابندی کرنی چاہیے۔ جیسے نماز باجماعت، رمضان المبارک کے روزے اور تلاوت و ترجمہ قرآن مجید اور اسلامی کتب کا مطالعہ وغیرہ۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۔ ہاسٹل میں مقیم طلبہ کی تعلیم کے لیے دینیات کا استاد، قرآن مجید کی تعلیم کا استاد مقرر کرنا ضروری ہے۔

۵۔ نگران ریٹائرڈ اور دینی و اخلاقی جذبہ رکھنے والے حضرات کو مقرر کیا جائے، مشنری جذبے والے افراد نگرانی اور تعلیم کے لیے مقرر ہوں۔

۶۔ ہاسٹل کی نگرانی کے لیے تربیتی، تعلیمی کمیٹی ہو جو وقتاً فوقتاً مقاصد کا جائزہ لے اور اصلاح کی کوشش کرے۔

۷۔ بہتر ہے کسی اصلاحی ادارے کی طرف سے مشورہ اور رہنمائی لے کر اسے درست سمت میں جاری رکھا جائے۔

۸۔ اصلاحی و اخلاقی اور رفاہی جذبہ رکھنے اور اعزازی طور پر کام کرنے والے افراد اپنی خدمات فی سبیل اللہ یا رزق بقدر کفاف پر کام کریں۔

۹۔ اچھے اور با اخلاق اور ہاسٹل کے مقاصد کو مکمل کرنے والے طلبہ کو ایوارڈ اور انعام دیا جائے۔

۱۰۔ بڑی بڑی مساجد کی چھتوں پر یا ان کے متصل ہاسٹل بنائے جاسکتے ہیں اس طرح طلبہ کا تعلق مساجد اور دین سے قائم ہوسکتا ہے ان سے جزوی طور پر مسجد کی سرگرمیوں میں خدمت بھی لی جاسکتی ہے۔

۱۔ ذہین و محنتی طلبہ کے لیے وظیفے

ذہین، ہوشیار اور محنتی طلبہ ملک کے مستقبل کے معمار اور اس کی باگ ڈور کے مالک اور قوم و ملک کا سرمایہ ہوتے ہیں۔ اپنی تعلیم اور علم و فن میں آگے بڑھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں لہٰذا ان کی مدد کرنا نہ صرف ایک فرد کی مدد ہوگی بلکہ ملک و ملت کی خدمت ہوگی اور خرچ کرنے والے کی رقم صحیح مصرف میں صرف ہوگی۔

ہر فلاحی و رفاہی اور تعلیمی ادارے کو اپنے بجٹ میں ایسے طلبہ کے لیے تعلیمی وظیفے رکھنے چاہییں، اس طرح نجی اسکولوں، کالجوں اور پرائیویٹ جامعات میں ایسے طلبہ کا کوٹہ مختص کرنا چاہیے، البتہ یہ وظائف دینے میں درج ذیل امور کا لحاظ رکھنا مناسب رہے گا۔

۲۔ علاقے کے لحاظ سے کوٹہ

ملک عزیز کے بعض علاقے معاشی لحاظ سے پس ماندہ، تعلیمی اعتبار سے پست ہیں جنہیں معاشرتی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احساسِ محرومی سے نکال کر اور دوسرے علاقوں کے برابر لایا جائے، جیسے کسی ادارہ میں میڈیکل کے تین وظیفے دینے کی گنجائش ہو تو ایک شہری علاقوں میں ذہین ترین طالب العلم کو دیا جائے تو دو وظیفے پسماندہ علاقوں جیسے سندھ کے دیہات اور بلوچستان کے علاقے میں سے طلبہ منتخب کر کے دیے جائیں۔

۳۔ اخلاق و دیانت کو ترجیح دینا

کسی فرد کے سلیکشن میں، چاہے یہ سلیکشن ملازمت کے لیے ہو یا تعلیم کے لیے، یا کوئی ذمہ داری دینے کے لیے ہو، بہر حال من جملہ دیگر خوبیوں، قابلیتوں اور صلاحیتوں کے ساتھ دین و اخلاق ضرور دیکھنا چاہیے۔ قرآن مجید نے اس اصول کو چند کلموں میں بیان کر دیا ہے۔ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ (القصص ۲۸:۲۶) ''بہترین آدمی جسے آپ ملازم رکھیں وہی ہو سکتا ہے جو مضبوط اور امانت دار ہو''۔

صلاحیت اور قابلیت کے ساتھ دیانت دار و امانت دار ہو، آج معاشرے کے زوال کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ ہم نے کسی مقصد کے لیے انتخاب کرنے میں دین و اخلاق کو نظر انداز کر دیا ہے۔

۴۔ عملی زندگی کو مدنظر رکھنا

جس طالب علم کو بڑا وظیفہ دیا جائے اس میں اس کی عملی زندگی کو بھی دیکھنا چاہیے، یعنی وہ شخص فرائض اسلام اور معاشرتی فرائض کا پابند ہو اور کبائر (بڑی برائیوں) سے اجتناب کرتا ہو، بہتر ہے کہ بیڑی سگریٹ تک سے دور ہو۔

۵۔ کسی تنظیم میں فعال نہ ہونا

طلبہ کی تنظیمیں درجنوں ہیں، ان سے نظریاتی و فکری وابستگی رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، بلکہ کسی قدر وابستہ ہونا اور ذہن بنانا چاہیے البتہ عملی حصہ نہ لیتا ہو۔

۶۔ وظیفہ لینے والے سے رابطہ

تعلیمی وظیفے کے لیے ضروری ہے کہ اس طالب علم کی تعلیمی کارگردگی اور اخلاقی حالت سے ادارہ باخبر رہے۔ اگر وہ تعلیم میں آگے بڑھ رہا ہے تو وظیفہ جاری رکھا جائے بصورت دیگر اصلاح کی کوشش کے بعد کوئی مثبت نتیجہ نہ نکلے تو وظیفہ بند کر دینا چاہیے اور دوسرے مستحق کو دیا جائے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

● بک بینک کا قیام (درسی کتب کا ذخیرہ):

تعلیم حاصل کرنے کے جو لازمی اخراجات ہیں ان میں سے اہم درسی کتابوں کا خرچ ہے۔کسی طالب علم کے لیے درسی کتب کا ہونا ضروری ہے۔اگر بروقت اسے کتاب نہ ملے تو وہ آگے نہیں بڑھ سکتا اور نہ ہی اپنی علمی بنیاد مضبوط اور پختہ کر سکتا ہے۔

پاکستان میں لوگوں کے ضروری اور غیر ضروری اخراجات بڑھنے،غربت کی سطح میں اضافہ ہونے اور درسی کتابوں کے گراں ہونے کی وجہ سے بہت سے طالب علم علم کی پختگی حاصل نہیں کر پاتے،اگرچہ گائیڈوں کی مدد سے امتحان دے کر سند حاصل کر لیتے ہیں۔یہ ضرورت و احتیاج چھٹی جماعت سے لے کر دسویں تک اور گیارہویں سے لے کر ایم اے تک رہتی ہے۔اسی طرح سائنس کے طلبہ کی کتابیں اور زیادہ گراں ہوتی ہیں اور ان کی ضرورت میڈیکل،انجینئرنگ اور دوسری فنی تعلیمی درسگاہوں میں رہتی ہے۔

لہٰذا ذہین،محنتی اور ہونہار بچوں کو تعلیم میں آگے بڑھانے کے لیے ضروری ہے کہ درسی کتابوں میں ان کی معاونت کی جائے،طلبہ کی معاونت کا کام سب سے بہتر طریقے سے طلبہ تنظیمیں ہی کر سکتی ہیں۔یہ تنظیمیں اس کام کو اپنے لائحہ عمل اور مقاصد میں شامل کر لیں تو یہ تعلیم و طلبہ کی بڑی خدمت ہوگی۔طالب علم چاہے علوم دینیہ کا ہو یا علوم عصریہ کا ہو،چاہے ان علوم کا ہو جو فرض عین ہیں یا ان علوم کا ہو جو فرض کفایہ ہیں۔بہرحال اس کی اعانت کرنا،اسے تعلیم میں آگے بڑھانا صدقہ جاریہ،ملک و ملت کی خدمت اور نیکی کا کام ہے۔نیز ان طلبہ اور ان کے والدین کی طرف سے دعائیں حاصل کرنے کا ذریعہ اور وسیلہ ہے۔

لہٰذا طلبہ تنظیموں کو جہاں جہاں ان کے یونٹ اور دفتر ہیں بک بینک قائم کرنے کا سلسلہ شروع کرنا چاہیے۔ان کے پاس افرادی قوت ہوتی ہے،طلبہ سے رابطہ ہوتا ہے اور وہ سب ایک ہی راہ کے راہی ہوتے ہیں لہٰذا وہی اس کام کو اچھے طریقے سے سرانجام دے سکتے ہیں۔بک بینک میں درج ذیل باتوں کا اہتمام ہونا چاہیے۔

- سالانہ ایک ہفتہ کتب منائیں اور ہر سطح کی درسی کتابوں کا اچھا خاصہ ذخیرہ جمع کر لیں،کتابوں کے عطیے کی اپیل اور اعلان کر کے کتابیں جمع کریں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- چھوٹی پرانی کتابوں کی جلد بندی کرالیں، دو، دو کتابیں ایک ساتھ جلد بندی کرائیں۔
- صاحب خیر لوگوں سے درسی کتابیں خریدنے اور جلد بندی کرانے کے لیے نقد عطیات لیں۔
- مستحق طلبہ سے درخواستیں لے کر اور اپنے طور پر تحقیق کر کے ان کی فہرستیں بنائیں اور انھیں کتابوں کا ہدیہ دیں۔
- طلبہ کو بیگ دینا، اگر صاحب خیر عطیات دیں اور گنجائش ہو تو سستے بیگ خرید کر طلبہ میں دیے جائیں اگر کوئی تنظیم چاہے تو بیگ پر اپنا مونوگرام لکھوا کر دے دے، اس طرح اس طالب علم کو تنظیم کا عطیہ یاد رہے گا۔
- نیت اور ارادہ، اللہ کی رضا، اخروی ثواب واجر اور صدقہ جاریہ کی ہونی چاہیے اسلامی خدمات کی یہی بنیاد ہے۔

● اصلاحی وعلمی لائبریریوں کا قیام:

فی زمانہ عام طور پر علمی معیار گر رہا ہے اور اتنا گر گیا ہے کہ شاید ہی کسی دور میں اتنا علمی زوال آیا ہو۔ تعداد اور فیصد کے لحاظ سے تعلیم یافتہ لوگوں میں اضافہ ہو رہا ہے تاہم معیار کے گرنے کا کوئی اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ برصغیر کی ایک زبان فارسی تھی جو اپنی قدامت، فصاحت و بلاغت اور شیرینی کی وجہ سے مشہور تھی وہ ختم ہو کر رہ گئی ہے۔ ایم اے اور مدارس سے فارغ التحصل کی ڈگریاں رکھنے والے تو لاکھوں ہیں لیکن ایسے ایم اے ڈگری والے شاید ہی ہوں جو انگریزی میں درخواست لکھ سکیں اور مدارس والے شاید ہی عربی میں چار چھ جملے بول یا لکھ سکیں الا ماشاءاللہ چند لوگ ہو سکتے ہیں۔

اس علمی پستی سے نکالنے کے لیے قومی اور حکومتی سطح پر مسلسل اور بڑی جدوجہد کی ضرورت ہے۔ جب تک یہ جدو جہد ایک مہم، کوشش اور جہد پیہم کی صورت میں نہ ہوگی اس وقت تک اس مذلت اور علمی پستی سے نہیں نکل سکتے۔ اس کے لیے اساتذہ، طلبہ، تعلیمی انتظامیہ اور والدین کا ہم آہنگ ہونا ضروری ہے۔

تاہم اس صورت حال میں کمی کرنے کی ایک صورت اصلاحی وعلمی لائبریریاں قائم کرنا ہیں۔ یہ کام رفاہی اداروں، این جی اوز اور اصلاح احوال کے خواہش مندوں کو کرنا چاہیے۔ انھیں چاہیے کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے اجتماعی کاموں میں لائبریریوں کا قیام شامل کریں۔ یہ عمل قوم و ملک کی خدمت کے ساتھ، صدقہ جاریہ اور اجر و ثواب کا اور قائم کرنے والے کے لیے دعاؤں کا ذریعہ اور یادگار رہے گا، جسے برسوں تک لوگ دعائیں دیتے رہیں گے اور آخرت میں اس کا ثواب ملے گا۔ نیز یہ بھی توقع ہے کہ اس سے استفادہ کرنے والوں میں سے کچھ تعداد اپنی اصلاح کر لے اور راہ راست پر آجائے تو اور نیکی و ثواب میں اضافہ کا باعث ہوگا۔

اصلاحی و علمی لائبریریاں قائم کرنے کے لیے چند بنیادی باتیں ملحوظ رکھنا ضروری ہیں۔ یہ باتیں ذیل میں نکات کی صورت میں دی جا رہی ہیں۔

۱۔ لائبریری کے اغراض و مقاصد طے کرنا ضروری ہیں، ایسی لائبریری سے استفادہ کرنے والے زیادہ کون لوگ ہوں گے، کس سطح کے ہوں گے، اس علاقے میں اکثریت کن لوگوں کی ہے وغیرہ ان سوالوں کو پیش نظر رکھا جائے۔

۲۔ کتابیں زیادہ تر علمی و اصلاحی و دعوتی رکھی جائیں، نیز سیرت و تاریخ کی کتابیں بھی ضرور ہوں۔

۳۔ کتابیں خریدنے اور حاصل کرنے میں تراجم قرآن مجید، چند تفسیریں، احادیث کی بنیادی کتابوں کے ترجمے، فقہ کی چند بنیادی اور آسان کتابیں، سیرت رسول، سیرت صحابہؓ، سوانح بزرگاں، تاریخی کتب، دعوتی و اصلاحی کتب، کچھ اصلاحی و ادبی کتابیں، علاقے کی معلوماتی کتب وغیرہ شامل ہوں۔

۴۔ نویں کلاس کے طلبہ سے بی اے بلکہ ایم اے تک کی بنیادی کتب، ہم نصابی کتب، لغت و گرامر کی کتب، کمپیوٹر کی معلوماتی کتب، مقابلہ معلومات کی کتب اور تقابلِ ادیان کی کتب ہونی چاہیے۔

۵۔ مذاہب کے درمیان نفرت و منافرت اور عداوت پیدا کرنے والی کتابیں نہ رکھی جائیں، منفی کتب سے لائبریری کو دور رکھا جائے، اگر کہیں سے ایسی کتب مل جائیں تو اسے جاری نہ کیا جائے۔

۶۔ لائبریری کسی ٹرسٹ، رجسٹرڈ ادارے اور این جی اوز کی طرف سے ہونی چاہیے۔

۷۔ کتابیں عطیات میں لی جائیں نیز خود مختار اداروں کی طرف سے اعانت حاصل کی جائے۔

۸۔ لائبریری سے استفادہ فری کیا جائے اور ہر ایک کے لیے عام رکھا جائے۔

۹۔ لائبریری روزانہ کھلی رہنی چاہیے، البتہ اگر بند کرنا ہو تو کسی ایسے دن بند رکھی جائے جس دن چھٹی نہ ہو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۰۔ لائبریری میں یومیہ اخبارات اور علاقے کی زبان کے ایک دو اخبار ضرور ہونے چاہئیں۔ نیز اصلاحی رسائل اور میگزین کا بندوبست ہونا چاہیے۔

● اسلامی مرکز کا قیام:

اسلامی مرکز کا تصور نہ تو نیا ہے اور نہ ہی خیالی ونظریاتی ہے بلکہ اس کی بنیاد مسجد نبوی کے اس کردار اور عمل سے ماخوذ ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانے میں تھی۔ اس دور میں مسجد مسلمانوں کا حقیقی اجتماعی مرکز تھی لہٰذا اسلامی سنٹر کے ساتھ مسجد ضرور ہوگی البتہ اس کا نام اسلامی مرکز ہوگا اور اگر چاہیں تو نام مسجد کا رکھ دیں لیکن سنٹر بھی اس کے ساتھ ہوگا۔

آج کل کے دور میں یورپ، امریکہ اور مشرق بعید کے بعض ممالک میں اس قسم کے مراکز کی تعمیر ہو رہی ہیں۔ یہ مراکز مسلمانوں کے حقیقی و اصلاحی مرکز ثابت ہو رہے ہیں، اور دعوت دین اور تربیت و تعلیم اور مسلمانوں کی اجتماعیت کا سبب بن رہے ہیں۔ نامعلوم کیوں برصغیر اور اس کے اردگرد کے ممالک میں مسلمانوں، ان کی مساجد، مدارس اور عبادت گاہوں کو مسلکوں اور مکتبوں اور گروہوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ ایسا تقسیم کیا گیا ہے کہ شاید ہی یہ مسلکی شدت رکھنے والے باہم مل کر بیٹھیں۔ اس دور میں بعض سیاسی اور دعوتی جماعتیں غنیمت ہیں جو ان مسالک کی کشیدگی سے کسی قدر دور ہوں۔ کیا ہی اچھا ہو کہ رفاہی، اصلاحی اور دعوتی ادارے اس کشیدگی، مسلکی دوری اور تلخی کو دور کرنے کے لیے اسلامی مراکز تعمیر کریں اور پھر ان کو ان اصولوں پر چلائیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ مسجد نبوی سے ماخوذ ہوں۔

ان اصولوں اور خطوط کا ایک ابتدائی نامکمل سا نقشہ دیا جا رہا ہے اس نقشے پر اہل علم اور دانش مند غور کر کے اسے عملی شکل دیں۔ مزید تفصیل کے لیے میری کتاب تعمیر معاشرہ میں مسجد کا کردار۔ شائع کردہ کراچی ۲۰۰۵ء ملاحظہ کریں۔

۱۔ یہ مرکز عام مسلمانوں کے لیے ہو، اس کی پہچان کسی مسلکی، گروہی اور لسانی بنیاد پر نہ ہو بلکہ اسلام کی وسیع بنیاد پر ہو۔

۲۔ اس کے کارکن گروہی اور مسلکی تعصبات سے دور ہوں، تمام مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اخوت کا جذبہ رکھتے ہوں یہ مصلح و منصف اور معتدل ہوں۔

۳۔ اس مرکز کا نام بھی کسی صحابی یا وسیع الظرف بزرگ کے نام پر رکھا جائے یا کسی اصول پر نام رکھ دیا جائے جیسے ادارۃ الفلاح، بیت العلم، بیت الرشید۔ بیت الاصلاح، دارالتربیہ۔

۴۔ اس میں تعلیم و تربیت اسلامی بنیادی عقائد اور اعمال کی ہو۔ دین میں جو باتیں فرض اور اہم ہیں ان کی طرف توجہ دلائی جائے اور غیر اہم اختلافی باتوں اور مستحب و مباح کو لوگوں کے ذوق، چاہت اور پسند پر چھوڑ دیا جائے۔

۵۔ اس میں اقامتی یونٹ (کمرے) ہوں جس میں علم و عرفان کی طرف آنے والے قیام کر سکیں۔

۶۔ نومسلموں کی تربیت و تعلیم کا مناسب بندوبست ہو۔

۷۔ روزانہ درس قرآن و درس حدیث رکھا جائے اور ہفت روزہ، پندرہ روزہ یا ماہانہ وسیع پیمانے پر کسی اہل علم کا درس رکھا جائے یا ماہانہ خطاب رکھا جائے۔

۸۔ ایک وسیع ہال ہو جس میں مختلف تقاریب اور پروگرام ہو سکیں یا درس قرآن و حدیث ہو، اسے شادی ہال کے طور پر بھی استعمال کیا جائے۔ نیز قومی مسائل پر مذاکرے، سیمی نار، ورکشاپس اور سمپوزیم منعقد ہوں۔

۹۔ مرکز کے ساتھ درمیانہ قسم کی علمی لائبریری ہو جس سے طلبہ، دینی مطالعہ کرنے کے شوقین، تحقیق کرنے والے اسکالر اور صحافی حضرات استفادہ کریں۔

۱۰۔ چھوٹا سا مہمان خانہ ہو جس میں ایک فرد باورچی کی حیثیت سے رکھا جائے جو مہمانوں کے لیے چائے، کھانے اور مشروبات کا بندوبست کرے۔

۱۱۔ جو ادارہ یہ مرکز قائم کر رہا ہے اس کا دفتر بھی اسی ادارہ میں ہو جہاں وہ اپنی دوسری رفاہی و اصلاحی سرگرمیاں جاری رکھے۔

۱۲۔ ڈسپنسری، ابتدائی طبی امداد اور موسمی بیماریوں کے ڈاکٹر موجود ہوں جو غرباء اور سنٹر میں آنے والوں کا علاج کرے یا ان کو مشورہ دے۔

۱۳۔ سینٹر کو مناظرہ بازوں، مسلکوں پر زور دینے والوں، نمایاں سیاسی جماعتوں میں حصہ لینے والوں سے دور رکھا جائے کیونکہ اس سے سنٹر کی غیر جانبداری متاثر ہوگی۔ کیا ہی اچھا ہو کہ اس نوع

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا سنٹر قائم کرنے والا خود سیاسی، مسلکی اور گروہی انتہا پسندی سے دور اور معتدل مزاج ہو۔

۱۴۔ سنٹر کی مسجد میں بچوں کو تجوید سے قرآن مجید پڑھانے کی ذمہ داری نبھائی جائے۔

۱۵۔ اس قسم کے سنٹر میں قانونی مشوروں اور معاشرتی معاملات میں مشوروں کے لیے ہفتہ میں ایک دن یا دو دن تھوڑے وقت کے لیے کوئی قانون دان، معاشرتی مسائل کے ماہر اور عمر رسیدہ بزرگ بیٹھیں اور رہنمائی کرے۔

۱۶۔ مصالحتی عدالت، سنٹر میں ابتدائی جھگڑوں جیسے میاں بیوی کے اختلافات، خاندانی جھگڑوں، مالی تنازعات اور میراث کے جھگڑوں کو نمٹانے کے لیے اصلاحی عدالت یا بورڈ موجود ہو جو فریقین کی باتیں سن کر باہم معاملہ طے کرائے اور فریقین کو شیر شکر کرے۔

● نومسلموں کی تعلیم و تربیت:

اسلامی معاشرے کا قابل توجہ ایک طبقہ نومسلموں کا ہے۔ اگرچہ ہر دور میں غیر مسلم حضرات حلقہ بگوش اسلام ہوئے ہیں، کسی دور میں زیادہ ہوئے تو کسی دور میں کم ہوئے ہیں۔ آج کل یہ رفتار تیز ہو رہی ہے۔ پوری دنیا میں یہ رفتار بڑھ رہی ہے، مشرق ہو کہ مغرب اور جنوب ہو کہ شمال سیکڑوں ہزاروں لوگ ماہانہ اسلام قبول کر رہے ہیں۔

نومسلموں کی تعلیم و تربیت کا سلسلہ مکہ مکرمہ میں دار الارقم سے شروع ہو گیا تھا۔ نبی ﷺ نے ان کی تربیت شروع سے کی جو مدینہ منورہ میں حضرت مصعب ؓ کے ذریعے آگے بڑھی اور مسجد نبوی میں آ کر عروج پر پہنچی۔ یہاں پر روزانہ نومسلم آتے اور اپنی گنجائش کے مطابق قیام کرتے، دینی تعلیم حاصل کرتے اور واپس جا کر اپنے گھر والوں اور دیگر لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے اور تعلیم و تربیت کا کام کرتے۔

صوبہ سندھ میں کچھ عرصہ پہلے جو مسلمان ہوتا تو وہ مانگنا شروع کر دیتا تھا اور اسلام قبول کرنے کا بتا کر اور اسلام کا احسان جتا کر بھیک مانگتا رہتا تھا۔ اس کی وجہ سے اس کی کوئی تعلیم و تربیت نہیں ہوتی تھی۔

الحمدللہ اب قبول اسلام کی رفتار بڑھ رہی ہے۔ لہٰذا اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ ان نومسلموں کی تعلیم و تربیت کا بندوبست کیا جائے تا کہ یہ لوگ صحیح مسلمان بنیں، پکے پختہ مسلمانوں کا کردار ادا کریں اور معاشرے پر بوجھ نہ بنیں۔ ان کی تعلیم و تربیت کے دو اہم حصے ہیں۔ ان دونوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حصوں پر بھرپور توجہ کی ضرورت ہے۔

الف) دینی واخلاقی تربیت

سب سے پہلے ان کی دینی و اخلاقی تربیت کی ضرورت ہے۔ اس تربیت کے لیے دینی رفاہی اداروں کو ان کی تربیت کے لیے رہائشی ادارے قائم کرنے چاہیں جن میں یہ لوگ اپنے علاقوں سے آکر قیام کریں اور دین کی بنیادی تعلیم حاصل کریں۔ یہ تربیت گاہیں کم از کم چالیس دنوں یا ایک ماہ کی ہوں جن میں یہ لوگ دن رات قیام کر کے طہارت کے احکام و مسائل اور نماز کی ادائیگی کا طریقہ کار، قرآن مجید کی ابتدائی تعلیم، مسنون دعائیں اور اسلامی معاشرتی آداب و احکام اور طور طریقوں کی عملی تربیت حاصل کریں۔ جیسے آداب طعام، آداب ملاقات، آداب لباس اور خوشی و غمی کے آداب اور دیگر اسلامی شعار کی تربیت و تعلیم حاصل کریں۔

چونکہ ہمارا معاشرہ بہت سے اسلامی آداب و شعار سے عاری ہے اس لیے اگر ان کی تربیت نہ ہوئی تو یہ لوگ بھی سابقہ مسلمانوں کے رنگ میں جائیں گے اور کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔

ب) گھروں پر تعلیم و تربیت

تعلیم و تربیت کا دوسرا حصہ یہ ہے کہ یہ تربیت یافتہ لوگ اور ان کے ساتھ ایک قاری، ایک داعی جا کر ان کے علاقے میں عورتوں اور بچوں اور بڑے بوڑھوں کی تعلیم و تربیت کرے۔ اس طرح تعلیم و تربیت کا دائرہ وسیع ہوگا۔

تربیت کا یہ بندوبست مسلم این جی اوز اور مقامی لوگوں کے تعاون و امداد سے کیا جائے تو نہ صرف مؤثر بلکہ مفید رہے گا۔ تاہم اس کام کے لیے مشاورت کرنے، منصوبہ بنانے، نصاب ترتیب دینے اور اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ الحمد للہ کراچی اور اندرونِ سندھ چھور ضلع عمرکوٹ میں اس نوع کا کس قدر کام ہو رہا ہے۔ تاہم اسے مزید ترقی دینے کی ضرورت ہے۔

● پرنٹ میڈیا کے ذریعہ اصلاح:

معاشرے کی اصلاح کے ذرائع میں سے ایک اہم ذریعہ پرنٹ میڈیا ہے۔ اس کا اصلاحی دائرہ بہت وسیع ہے اور اس سے مرتب ہونے والے اثرات گہرے ہیں۔ کتاب و قلم کے ذریعے دنیا میں کئی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تبدلیاں واقع ہوئی ہیں جن کے مناظر مغربی اور مشرقی ممالک میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ مصر کی مشہور عالم جماعت اخوان المسلمون، اور برصغیر کی جماعتیں جیسے جماعت اسلامی اور دوسرے ہم خیال گروہ جیسے تنظیم اسلامی، دعوتِ اسلامی اور تبلیغی جماعت نے اپنا مضبوط اور مستحکم حلقہ اپنے لٹریچر کے ذریعے قائم کیا ہے۔ان جماعتوں کے کارکنوں میں ذہنی، فکری اور نظریاتی پختگی میں کتاب وقلم کا بڑا کردار ہے۔

اگر چہ الیکٹرانک میڈیا کے دور میں کتاب کا کردار قدرے کم ہو رہا ہے لیکن پھر بھی اس کی اہمیت اپنی جگہ قائم ہے اور یہ باقی رہے گی۔ مغربی ممالک میں پڑھنے کا ذوق زیادہ ہے، وہاں درمیانی کتابیں ہزاروں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں شائع ہوتی ہیں اور ہاتھوں ہاتھ نکل جاتی ہیں، جبکہ ہمارے ہاں درمیانی کتابیں ہزار دو ہزار اور زیادہ سے زیادہ پانچ ہزار تک کی تعداد میں طبع ہوتی ہیں۔

مسلمانوں کے لیے کتاب وقلم ونوشت وخواند کی اہمیت پہلی وحی کی ابتدائی پانچ آیتوں سے کیجیے، پھر دوسرے مقامات پر قلم وکتاب کا تذکرہ ہے۔ کتاب کا کلمہ اڑھائی سو سے زیادہ مرتبہ قرآن مجید میں آیا ہے اس سے کتاب کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

کتاب وقلم کے ذریعہ جو اصلاحی کام ہوگا اس کے اثرات دیرپا اور طویل دورانیہ کے ہوں گے۔ ایک کتاب بعض اوقات سیکڑوں ہاتھوں سے ہو کر گزرتی ہے یعنی ایک ہزار کی تعداد میں چھپنے والی کتاب ایک ہزار سے لے کر ایک لاکھ افراد تک پہنچ جاتی ہے۔

عام طور پر جس چیز سے فتنہ پھیلایا جاتا ہے اس سے اس کا رد اور توڑ بھی کیا جاتا ہے۔ لوہے کا مقابلہ لوہے سے اور اینٹ کا مقابلہ پتھر سے اور راکٹ کا مقابلہ پیٹریاٹک راکٹ سے ہی ہوسکتا ہے۔ اس حقیقت کی روشنی میں دنیا میں پرنٹ میڈیا کا بڑا حصہ دین واخلاق سے عاری اور آزاد افکار ونظریات سے وابستہ ہے۔ لہٰذا اس کا مقابلہ کرنے اور اسے بے اثر کرنے، اس کے سامنے حفاظتی بند باندھنے اور اس کے اثرات کم کرنے کے پرنٹ میڈیا کے ذریعے پیش قدمی ضروری ہے۔

یہ اہم کام وہ لوگ سرانجام دے سکیں جو اس حقیقت سے اچھی طرح آشنا اور اصلاح کا جذبہ رکھتے ہیں اور عزم وہمت کے مالک ہیں۔ نیز آخرت کا توشہ بنانا چاہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے کام کی بڑی ضرورت ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پرنٹ میڈیا میں کس حیثیت اور کس زاویے سے کام کیا جائے، اس بارے میں کئی باتیں، پہلو اور میدان ہو سکتے ہیں ان میں سے کچھ کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے۔

ا۔ قرآن مجید کی تعلیمات کو عام کرنا

قرآن مجید کا مختلف زبانوں میں آسان ترجمہ کرا کے طبع کرانا اور اسے عام لوگوں تک پھیلانا، پھر قرآن مجید کی منتخب سورتوں، قرآن کے اہم مضامین، اخلاقی و معاشرتی مسائل و احکام کو چھوٹے کتابچوں کی صورت میں شائع کرنا۔ اس نوع کا کام بعض فلاحی ادارے کر رہے ہیں جیسے دعوہ اکیڈمی، اسلام آباد، ھدی للناس کراچی، قرآن آسان تحریک لاہور، تنظیم اسلامی پاکستان، اسلامک پبلی کیشنز لاہور، منشورات لاہور، ادارہ خدام القرآن اور جمعیت تعلیم القرآن کراچی، کتاب سرائے، لاہور، بیت القرآن، لاہور، انجمن صیانۃ المسلمین پاکستان وغیرہ۔

۲۔ عام اصلاحی و اخلاقی دینی کتابیں

اصلاحی و اخلاقی اور دینی کتابیں شائع کرنا، لوگوں تک پہنچانا، اس میں حدیث کی کتابیں، ان کے خلاصے، ان کے مضامین وغیرہ نیز سیرت کی کتابیں، تاریخ کی کتابیں وغیرہ۔

۳۔ بروشر، دو ورقے

دو ورقہ، سہ ورقہ اور چہار ورقہ بروشر طبع کرا کے پھیلائے جائیں۔ البتہ بروشر دین کی بنیادی باتوں پر ہوں۔ کیونکہ ہمارے ہاں بنیادی مسئلہ ہی یہ ہے کہ دین کی غیر اہم باتوں پر زور تو بہت دیا جاتا ہے البتہ فرائض، اوامر اور نواہی کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ جیسے امانت و دیانت، صداقت (سچ بولنا) عدل و انصاف، وعدہ وفا کرنا، عفت و حیاء۔ اسی طرح نواہی میں جھوٹ، خیانت، اسراف، دھوکہ، ٹھگی، ناپ و تول میں کمی، غصب، بے انصافی، سیرٹ کو نظر انداز کرنا، وعدہ خلافی۔

۴۔ کتابچے

چھوٹے کتابچے جو ۱۶ سے ۵۰ صفحات پر مشتمل ہوں اور مختلف زبانوں میں ہوں جو خوبصورت اور دیدہ زیب ہوں۔ ان کے موضوعات زیادہ تر نمبر تین میں بیان کردہ ہوں۔

۵۔ کتبات

دین و اخلاق اور اصلاح کے موضوعات پر خوبصورت، دلکش عبارت اور سلیس و فصیح زبان میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتابات طبع کرا کے شائع کیے جائیں۔

۶۔اسٹیکرز

چھوٹے چھوٹے ایک ایک جملے کے اسٹیکر طبع کرائے جائیں اور وسیع پیمانے پر پھیلائے جائیں۔

۷۔رسائل میں اصلاحی مضامین

رسائل میں اصلاحی مضامین ہفت روزہ، پندرہ روزہ اور ماہانہ رسائل میں اصلاحی و اخلاقی مضامین تحریر کرا کے شائع کرائے جائیں جو پرنٹ میڈیا سنٹر کی طرف سے اہل علم سے یہ مضامین لکھوائے جائیں۔

۸۔روزنامہ اخبارات میں مضامین

اخبارات میں اصلاحی و اخلاقی مضامین بہت مفید رہتے ہیں۔ایک اندازہ یہ کہ وسیع پیمانے پر چھپنے والے اور پھیلنے والے اخبارات کو اوسطاً ایک اخبار ایک فرد ضروری پڑھتا ہے۔جیسے ایک لاکھ کی تعداد میں چھپنے والا اخبار ایک لاکھ افراد پڑھتے ہیں۔لہٰذا ایک مضمون ایک لاکھ افراد تک پہنچتا ہے۔

۹۔پوسٹر

اصلاحی پوسٹر چھپوا کر لگوانا بھی اصلاح کا ذریعہ ہے۔

۱۰۔بینر اور بورڈ

نمایاں مقامات پر اصلاحی و دعوتی بینرز اور بورڈ بھی دعوت کا ایک ذریعہ ہے۔

۱۱۔چاکنگ

اصلاحی چاکنگ کرنا بھی اصلاح کا ذریعہ ہے۔

۱۲۔اصلاحی جملے

اسکولوں اور کالجوں کے طلبہ کی کاپیوں پر اساتذہ کرام اصلاحی پیغامات لکھیں اور یہ پیغام بچوں بڑوں تک پہنچائیں۔

● الیکٹرانک میڈیا (مؤثر ذریعۂ اصلاح):

معلومات، اطلاعات اور ذہنی تبدیلی کے جو بڑے ذرائع ہیں ان میں سب سے طاقت ور، مؤثر اور تیز رفتار اور انقلابی ذریعہ الیکٹرانک میڈیا ہے۔آج کے دور میں یہ بہت وسعت اختیار کر گیا ہے اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیزی سے مزید وسعت اختیار کرتا جارہا ہے۔اتنی تیز رفتاری سے معاشرے میں بڑھ رہا ہے کہ نچلی اور درمیانی سطح کے ذہن اس کے ساتھ نہیں چل سکتے اگر چہ اس دنیا میں مختلف سطح کے ذہن اور بصیرت و دانش رکھنے والے انسان موجود ہیں۔ان لوگوں کی درجہ بندی کی جائے تو چار قسم کے لوگ سامنے آتے ہیں:

الف) وہ لوگ جو اپنی خداداد بصیرت، دانائی اور تیز عقل کی بنا پر زمانے کی رفتار سے بہت آگے چلتے ہیں۔ یہ لوگ ہزاروں میں انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں ان کا تناسب لاکھ میں ایک دو تک ہوتا ہے یہ ساتھ چلنے والوں میں سب سے آگے ہوتے ہیں۔ یہ لوگ زمانے سے پچاس سال آگے ہوتے ہیں۔

ب) وہ لوگ جو زمانے کی رفتار کے ساتھ چلتے ہیں اور دوسرے لوگوں سے آگے ہوتے ہیں۔

ج) وہ لوگ جو زمانے کی دوڑ میں اس کے آخر میں زمانے کی دم پکڑے ہوئے ہوتے ہیں لیکن بہر حال ان کو ساتھ چلنے والوں میں شمار کیا جائے گا۔

د) وہ لوگ جو زمانے کے ساتھ نہیں چل سکتے اور نہ ہی اسے پہنچ سکتے ہیں۔بس اس کے غبار کو دیکھ کر آہستہ آہستہ رینگتے رہتے ہیں۔میں انھیں زمانے کی رفتار سے پچاس سال پیچھے چلنے والا سمجھتا ہوں۔اکثریت ان ہی لوگوں کی ہے۔

الیکٹرانک میڈیا میں کم از کم وہ لوگ کردار ادا کرسکتے ہیں اور اسے صحیح راستے پر چلا سکتے ہیں جو (الف۔ب) کی کیٹیگری میں ہوں۔

اس وقت تک جو برقی ذرائع ابلاغ سامنے آئے ہیں ان میں ریڈیو، ایف۔ایم، ٹی وی اور اس کے درجنوں بلکہ سیکڑوں چینلز، کمپیوٹر، ٹیلیفون، موبائل فون، ڈیک، لاؤڈ اسپیکر، سی ڈیز فلمیں، سلائیڈز، وی سی آر، انٹرنیٹ وغیرہ ہیں۔

پاکستان میں اس وقت الیکٹرانک میڈیا سے 90% فیصد لوگ استفادہ کر رہے ہیں یہ لوگ مذکورہ بالا اقسام میں کوئی نہ کوئی قسم اپنے پاس رکھتے ہیں اور اس سے کھیلتے رہتے ہیں۔اس سے اندازہ کریں کہ یہ سیلاب کتنی تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے اور اسے روکنا کتنا مشکل ہے۔ بلکہ ان کو نہ کسی تعلیم سے اور نہ ہی کسی فتویٰ سے روکا جاسکتا ہے

الیکٹرانک میڈیا کی یلغار سیلاب کی طرح ایک بڑے طوفان کی صورت میں اور ایک موسلا دھار

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تباہ کن بارش کی طرح ہو رہی ہے، سوا سے روکنے یعنی اس کے برے اثرات سے بچنے اور اس سے دعوتی واصلاحی کام لینے کی اشد ضرورت ہے۔ لہٰذا جو لوگ اس میں حصہ لیں گے ایک لحاظ سے ان مجاہدوں میں شامل ہوں گے جو کفر کی اسلام دشمن طاقتوں کا زور توڑنے کے لیے جہاد کر رہے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اس وقت یہ دعوت و تبلیغ کا بڑا اہم اور مؤثر ذریعہ ہے۔ اس میں دامے، درمے، قدمے، سخنے حصہ لینا صدقہ جاریہ اور اشاعت دین کا کام ہے۔

ا۔ الیکٹرانک میڈیا میں کردار

الیکٹرانک میڈیا میں حصہ لینے میں جو شخص اس کی اہمیت کا احساس رکھتا ہے اسے آگے آ کر اپنی بساط و طاقت کے مطابق حصہ لے تو اس سیلاب اور طوفان کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً جو لوگ مالی معاونت کر سکتے ہیں وہ مالی معاونت کریں، جو لوگ فنی تعاون کر سکتے ہیں وہ اس نوع کا تعاون کریں، جو لوگ علمی و اصلاحی سرپرستی کر سکتے ہیں وہ اپنا فریضہ ادا کریں، حتی کہ ڈرائیور، ٹیکسی ڈرائیور، دوکاندار، ہوٹل والے، چوپالوں، اور اوطاقوں میں بیٹھنے والے اپنے ہاں اسلامی و اصلاحی کیسٹس لگائیں۔ نوجوانوں کو چوراہوں، پارکوں، اور میدانوں میں اصلاحی فلمیں دکھائیں، علماء و دعاۃ ایسے نوجوانوں کی سرپرستی کریں، اس طرح ایک تحریک پیدا کی جا سکتی ہے۔ پھر جن ممالک اور تنظیموں نے اس نوع کے ڈرامے، نغمے بنائے ہیں انھیں عام کیا جائے جیسے ایرانیوں، مصریوں اور مغربی ممالک کے مسلمانوں نے اس پر جو کام کیا ہے اسے آگے لایا اور بڑھایا جائے۔

اسی طرح کمپیوٹر جو آج کی زندگی کا لازمہ بنتا جا رہا ہے اور بہت جلد ہر گھر، ہر بڑی دکان، ہر کمپنی اور دفتر، ہر اسپتال اور تعلیم گاہ میں لازمی جز کی حیثیت سے ضروریات میں شامل کیا جائے گا۔ اس کی اصلاح کی طرف توجہ دی جائے۔

۲۔ الیکٹرانک میڈیا کے کام

الیکٹرانک میڈیا، اس کی وسعت، اس کا دائرہ، اس کام کرنے والے کارکنوں کی کثرت، ان کی بھاری تنخواہیں اور مقابلے اور مسابقت کا میدان دیکھ کر آدمی ہمت ہار بیٹھتا ہے اور اپنی بے بسی کی وجہ سے ہتھیار ڈال دیتا ہے۔ یہ طرز عمل ایک مصلح اور داعی کے لیے کسی صورت میں صحیح نہیں ہے۔ ایک مصلح اور داعی کو ہر حال، ہر وقت اور ہر صورت میں کوشش جاری رکھنی چاہیے، کیا جیل سے زیادہ کوئی جگہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسان کی بے بسی کی ہو سکتی ہے۔لیکن اس میں بھی مصلحین نے اپنا کام جاری رکھا ہے اور مؤثر انداز میں کیا ہے۔اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ اس نوع کے واقعات سے پُر ہے۔اسلامی میدان میں کام کرنے کی ابتدائی کچھ ناممکن سی صورتیں بیان کی جاتی ہیں۔

۳۔ٹیلیوژن چینلز قائم کرنا

بڑے ادارے اور این جی اوز ٹیلیوژن چینلز قائم کریں،یا قائم شدہ چینلز سے وقت خریدیں اور اصلاحی مقاصد کے لیے چلائیں۔مجھے یاد ہے کہ آج سے بیس پچیس سال پہلے ایک گمراہ فرقے نے کسی چینل سے ٹائم خریدا اور اسے سیٹلائیٹ کے ذریعے دنیا میں نشر کیا۔اس فرقے کے لوگوں کے پاس دیہات اور قصبات میں سب سے پہلے ڈش دیکھی گئی جبکہ ڈشیں اتنی عام نہیں ہوئی تھیں۔

۴۔ریڈیو اسٹیشن قائم کرنا

ایف ایم ریڈیو اور اس جیسے دیگر یونٹ قائم کیے جائیں اور ان کے ذریعے اصلاحی،معاشرتی اور دعوتی کام کیا جائے۔

۵۔کمپیوٹر میں ویب سائیڈز پر کام کرنا

اس فن کے ماہر خوب جانتے ہیں کہ کمپیوٹر کا دائرہ ہمارے تصور اور سوچ سے بھی زیادہ بڑھ جائے گا۔اس وقت بھی ہر چوبیس گھنٹے بعد اس میں کوئی نہ کوئی تبدیلی آجاتی ہے اور آگے چل کر یہ رفتار اور تیز ہو جائے گی۔اس لیے اس پر کام کرنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے

۶۔موبائل فون

ایک سروے رپورٹ کے مطابق سال ۲۰۰۹ء کے اختتام تک ستر فیصد لوگوں کے پاس موبائل ہوگا۔لہٰذا اس کے ذریعے بھی اصلاحی پیغام رسانی کی جاسکتی ہے۔

۷۔آڈیو وڈیو کیسٹس اور سی ڈی تیار کرنا

یہ دور سی ڈی کا دور ہے اس لیے اس پر ہمہ گیر اور بھر پور کام کرنے کی ضرورت ہے ایسی اصلاحی،تعلیمی،تربیتی اور اخلاقی آڈیو،وڈیو کیسٹس اور سی ڈیز تیار کی جائیں جس سے علمی وعملی اور اصلاحی انقلاب آئے۔ایمان افروز واقعات،جلسوں اور اجتماعات کی مووی بنا کر اس کی کیسٹس اور سی ڈیز عام کرنا اور لوگوں کو دکھانا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۸۔اصلاحی فلمیں دکھانا

عوامی مقامات، میدانوں، تعلیم گاہوں اور چوراہوں پر اصلاحی، علمی اور معلوماتی فلمیں دکھائی جائیں۔
لہٰذا کیبلو والوں سے مل کر اور پروگرام بنا کر اصلاحی، اخلاقی اور دینی اقوال کی پٹیاں چلائی جائیں۔

یہ آٹھ کام وہ ہیں جنہیں ادارے، تنظیمیں، اور چھوٹے بڑے این جی اوز ہی قائم کر سکتے ہیں اور مستقل طور پر چلا سکتے ہیں تاہم ایک انسان ان کی اہمیت محسوس کرے تو وہ تنہا بھی بہت کچھ کر سکتا ہے۔

ویب سائیڈز پر ایک شخص انفرادی کام کرے اور اس میں اسلامی تعلیمات فیڈ کرے، اور اسے پھیلائے۔

کیسٹس اور سی ڈی عام کرنا

اصلاحی، دعوتی اور دینی معلوماتی کیسٹس، سی ڈیز خرید کر لوگوں میں تقسیم کرنا، میں نے عرب ممالک میں بعض دعوتی جذبے رکھنے والوں کو دیکھا کہ ایک کیسٹ یا ایک سی ڈی کسی کو ھدیہ دے دی اور اسے آگے بڑھانے کی گزارش کر دی۔

اس سلسلے میں علماء، فقہاء اور دعاۃ کی بھی ذمہ داری بنتی ہے کہ الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے اصلاحی پروگرام مرتب کرنے والوں، پھیلانے والوں اور ان میں حصہ لینے والوں کی ہمت افزائی کریں، ان کے جواز کے احکام اور دائرہ بتائیں۔

● غریب لوگوں کے لیے قانونی امداد کے ادارے:

موجودہ دور میں معاشرتی برادری، خاندانی نظام تہ و بالا ہونے اور تقریباً ختم ہونے کے قریب آپہنچا ہے۔ اس لیے کہ لوگوں نے اپنے گاؤں، برادری اور قبیلے کو چھوڑ کر روزگار کی تلاش میں شہروں کا رخ کیا ہے۔ پھر برادریوں کا وہ زور اور حیثیت نہیں رہی جس کی وجہ سے لوگ برادریوں کے بجائے کورٹوں میں جانے لگے ہیں۔ ایسے مسائل جنہیں قرآن وسنت اور پرانے اقدار کے مطابق کورٹ میں لے جانا پسند نہیں کرتے انھیں لوگ دھڑا دھڑ کورٹوں میں لے جارہے ہیں۔ جیسے خلع، طلاق، جائداد کی تقسیم اور دیگر چھوٹے بڑے مسائل، جس کی وجہ سے ہزاروں مقدمات برسوں سے کورٹوں میں معرض التوا بنے ہوئے ہیں۔ جبکہ ان مقدمات کے دونوں فریق تنگ ہیں اور ان سے کسی اچھے طریقے سے نکلنا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاہتے ہیں۔لوگ چاہتے ہیں کہ کورٹوں کی حاضریوں، وکلاء کے اخراجات اور اپیلوں سے بچ جائیں۔

ہمارے ملک میں کئی لوگ کیسوں کا فیصلہ ہونے کے باوجود جرمانہ ادا نہ کرنے یا ضمانت نہ دینے یا رشوت نہ دینے کی وجہ سے جیل بھگت رہے ہیں جبکہ یہ خود اور ان کے عزیز واقارب چاہتے ہیں کہ انھیں جیل سے رہائی ملے۔

کچھ لوگ ایسے ہیں جو قانون سے واقفیت نہ رکھنے کی وجہ سے قانون کی خلاف ورزی کرتے ہیں لیکن اگر انھیں قانون بتایا جائے تو شاید خلاف ورزی نہ کریں۔بعض اوقات محلوں، علاقوں اور گاؤں میں لوگ قانون توڑتے ہیں، لوگوں کو ستاتے ہیں اور دوسروں کے حقوق مارتے ہیں لیکن لوگ قانونی رہنمائی نہ ہونے کی وجہ سے خاموش رہتے ہیں یا بھدے طریقے سے احتجاج کرتے ہیں یا انھیں انتہا پسند غلط راہ پر ڈال دیتے ہیں۔

معاشرے کا ایک بڑا طبقہ ایسا ہے جو غربت، تنگ دستی کی وجہ سے اپنے مقدمات کو پیش کرنے اور ان میں پیش ہونے کے لیے وکیل کا خرچ نہیں پاتے اور دکھ بھگتے رہتے ہیں۔ان سب باتوں کا تقاضا ہے کہ غریبوں، تنگ دستوں اور ناداروں کے لیے قانونی رہنمائی اور مشورے کا کوئی بندوبست ہو جہاں ایک طرف قانون دان حضرات (وکیل یا ریٹائرڈ جج) ایسے لوگوں کی باتیں فی سبیل اللہ سنیں اور دوسری طرف ایسے حاجت مند لوگ اپنی فریاد پیش کریں اور دل کھول کر اپنا دکھ ہلکا کریں اور اپنے دل کا بوجھ اتاریں۔

یہ کام نہ صرف انسانی ہمدردی اور انسان ذات کی فطرت کا تقاضا ہے بلکہ اجر و ثواب اور اللہ کی رضا کا کام ہے۔اس کام کے صدقے اللہ تعالی ایسے لوگوں کی عزت بڑھاتا ہے، لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت پیدا ہوتی ہے اور لوگ خلوص دل سے ان کو دعائیں دیتے ہیں بلکہ بعض خاندان ایسے لوگوں کے بہی خواہ، ہمدرد اور خیر خواہ بن جاتے ہیں۔

اس کام کو سرانجام دینے والے حضرات کے لیے چند ایک اصولی باتیں پیش کی جاتی ہیں۔انھیں مدنظر رکھ کر کام کیا جائے تو کام میں برکت ہوگی، اجر و ثواب کا باعث ہوگا اور اس ادارے اور تنظیم کی نیک نامی کا باعث ہوگا۔

یہ اہم کام سرانجام دینے کے لیے سب سے بہتر ادارہ اور تنظیم تو وکلاء کی تنظیمیں ہیں اور بہتر یہ ہے کہ بار کونسل چاہے تحصیل کی ہو، ضلع کی اور صوبائی ہو یا مرکزی ہو وہ اگر اپنے اجلاس میں اس کام کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہمیت کو محسوس کر کے کونسل کی طرف سے ایسا کوئی سنٹر مقرر کر دے جس میں اس کی طرف سے کوئی ایک وکیل ہر پندرہ دن کے بعد بیٹھے اور لوگوں کو مشورہ دے۔ اسی کام کو رفاہی ادارے، تنظیمیں اور عام این جی اوز بھی کر سکتی ہیں۔ یہ کسی قابل وکیل کی خدمات حاصل کریں اور اس مرکز میں آ کر بیٹھے۔ اس کام کو کرنے کے لیے درج ذیل باتوں کو مدنظر رکھا جائے۔

۱۔ اللہ کی رضا کے لیے کام کرنا

اللہ کے بندے کی حیثیت سے اللہ کی مخلوق کی خدمت کرنے کے جذبے اور اللہ کی رضا کے لیے کام کیا جائے اور اسی سے اجر وثواب کی امید رکھی جائے۔

۲۔ انسانیت کی خدمت کا جذبہ

اس کام کو سرانجام دینے میں خالص مصیبت زدہ انسانیت کی خدمت کا جذبہ رکھا جائے اور کوئی غرض، امید اور لالچ نہ رکھی جائے۔ اگرچہ اس کے نتیجے میں اللہ شہرت اور مقبولیت خود بخود دے گا۔

۳۔ ہر ایک کی خدمت

یہ کام کسی خاص نسل، زبان، علاقے اور مذہب کے تعلق سے بالا ہو کر کیا جائے۔ مشورے اور رہنمائی کے لیے آنے والا کوئی ہو اسے ایک ہی نگاہ سے دیکھا جائے۔ ایک جیسا برتاؤ کیا جائے، ایک جیسی توجہ دی جائے، اور یہ نہ دیکھا جائے کہ میرے مشورے کا اثر کس پر مثبت ہوگا اور کس پر منفی ہوگا۔ کس کے خلاف ہوگا اور کس کے حق میں ہوگا۔

۴۔ مرکز میں ہر فیلڈ کے ماہر لائے جائیں:

مشورے کے لیے ضروری ہے کہ مختلف ماہرین قانون باری باری آئیں ایک مرتبہ کرمنل کا ماہر ہو تو دوسری مرتبہ سول کا ماہر ہو تو تیسری مرتبہ جائداد و وراثت کا ماہر اور بینکنگ کا جاننے والا ہو۔

۵۔ سنٹر کو منظم اور سنجیدہ بنایا جائے:

سنٹر کو منظم اور سنجیدہ بنانے کے لیے برائے نام فیس رکھی جائے ورنہ ہر شخص، ہر خبطی، چھوٹے معاملات والا اور جذباتی آ پہنچے گا اور وقت ضائع کرے گا۔ یہ فیس ۵۰۔۱۰۰ روپے تک کی ہو۔ اس فیس سے کلرک جو صرف اس دن کے لیے ہو اس کا خرچ، کاغذ اور بجلی کا خرچ نکل سکے گا اور مرکز سے فائدہ حاصل کرنے والے لوگ محدود ہو جائیں گے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۶۔ مرکز کے لیے مشورہ

ایسا مرکز قائم کرنے، چلانے، مفید اور کارآمد بنانے کے لیے اس فیلڈ میں کام کرنے والے حضرات سے مشورہ کرنا، انھیں بلا کر اس خیال سے دلچسپی رکھنے والوں کو خطاب کرانا چاہیے۔

۷۔ مرکز کا انچارج بنانا

مشاورتی مرکز کا ایک انچارج ہونا ضروری ہے جو وکلاء کا ٹائم ٹیبل بنائے، ان کی تشہیر کرے جیسے بینر لگانا، پوسٹر لگانا، کیبل آپریٹر سے مل کر اشتہار دینا اور تفصیل بتانا۔

۸۔ قانون سے آگاہی کے بروشر

مرکز کی طرف سے لوگوں کو قوانین سے آگاہ کرنے کے لیے بروشر اور کتابچے شائع کرنے چاہییں۔ یہ بھی ایک قسم کی خدمت ہے کہ لوگوں کو قوانین کی ابتدائی باتوں سے آگاہ کیا جائے۔

۹۔ ڈاکٹر کا جذبہ

مشیر وکلاء برائی کے خلاف ایسا ہی جذبہ اپنے اندر پیدا کریں جیسے ڈاکٹروں میں مرض کے خلاف ہوتا ہے۔ اس طرح یہ بھی برائی سے نفرت کریں لیکن فرد سے نہیں۔

یتیم خانے (یتیم لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے):

دین اسلام نے دنیا میں پہلی مرتبہ یتیم اور یتیمی کو جتنی اہمیت دی ہے اور اس کے تفصیلی احکام بیان کیے اور مسلم معاشرے میں ان کے مقام و مرتبے کا احساس پیدا کیا ہے شاید ہی کسی اور نے کیا ہو۔ اس طبقے کے ساتھ جتنا ظلم و زیادتی اور بے انصافی ہوتی تھی اسے ختم کر کے ان کو قابل رشک درجہ عطا کیا۔ اس کا ایک منظر خود سرور عالم نبی الاولین و الآخرینؐ کی ذات ہے کہ اللہ تعالی نے آپؐ کو یتیم پیدا کیا۔ تاکہ ایک طرف دنیا کی توجہ یتیم اور یتیمی کی طرف ہو تو دوسری طرف خود یتیم بھی اپنے آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گروہ میں شمار کریں۔

یتیم اس لڑکے اور لڑکی کو کہا جاتا ہے جس کے بچپن میں والد فوت ہو جائیں۔ یہ جب تک بالغ نہ ہوں اس وقت تک یتیم ہی رہیں گے اور یتیمی کے تمام احکام ان پر جاری ہوں گے۔

یتیم اور یتیمی کا تذکرہ قرآن مجید میں کثرت سے آیا ہے جس کا بیان باب دوم میں بڑی تفصیل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے کیا گیا ہے اور سنت اور احادیث کی روشنی میں باب سوم میں بیان ہوا ہے۔ پھر فقہاء نے ان کے بارے میں بہت سے احکام بیان کیے ہیں اور عدالتوں کو ان کے مفاد کا ذمہ دار بنایا ہے۔

مسلم معاشرے میں یتیم ہمیشہ سے قابل احترام رہا ہے۔ مسلمانوں نے اعلیٰ معیار کے یتیم خانے قائم کیے جن میں یتیموں کی تعلیم و تربیت کا معقول بندوبست کیا لہٰذا اس وقت جبکہ حادثوں، قدرتی آفات اور لڑائیوں کی وجہ سے بہت زیادہ یتیم ہوتے جا رہے ہیں جیسے اکتوبر ۲۰۰۵ء کشمیر اور صوبہ سرحد میں زلزلے کی وجہ سے ہزاروں بچے یتیم ہوئے۔ آج عراق، افغانستان، فلسطین اور کشمیر میں ماہانہ سیکڑوں بلکہ ہزاروں بچے یتیم ہوتے ہیں ان بچوں سے ان کے والدین کا کتنا گہرا تعلق ہوگا۔ اور یہ ان کو کتنے پیارے ہوں گے۔

خود ان بچوں کا اپنے والدین کے ساتھ کتنا پیار ہوگا اور یہ ایک دوسرے کے جذبات و ضروریات کا کتنا خیال کرتے ہوں گے۔ ان باتوں کو اپنے بچوں کو سامنے رکھ کر سوچیں تو دل پسیج جاتا ہے۔ پھر ایک اور نقطے کو سامنے رکھیں تو اور ہی منظر سامنے آتا ہے کہ یورپی، عیسائی، یہودی اور قادیانی انجمنیں ان کو لینے اور لے جانے کے لیے تیار ہیں تاکہ ان کی تربیت و تعلیم کر کے ان کو اپنے دین میں ڈھال لیں اور پھر یہ مسلم خون رکھنے والا جوان مسلمانوں سے بہتر نبرد آزما ہو۔

ایک شخص نے نبیٔ اکرم ﷺ سے اپنی قساوت قلبی (سخت دلی) کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ کسی یتیم کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرو (مسند احمد بن حنبل)، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ لونڈیوں کی تقسیم کے موقع پر اپنی لخت جگر حضرت فاطمہؓ کو محروم کر کے یہ لونڈیاں بدر کے شہیدوں کے یتیم بچوں میں تقسیم کیں۔ (ابوداؤد)

دارالایتام (یتیم خانے) قائم کرنے کے لیے بنیادی باتیں

رفاہی اداروں کے کاموں میں سے اہم کام یتیم خانوں کا قائم کرنا ہے اس لیے کہ ان کی تعلیم و تربیت کا عام طور پر انتظام نہیں ہوتا۔ اس وجہ سے الا ماشاء اللہ سوائے چند بچوں کے بری صفات و عادات میں مبتلا ہو کر خراب ہو جاتے ہیں۔ ان یتیم خانوں کے قیام میں درج ذیل باتوں کو سامنے رکھنا چاہیے:

۱۔ ان کے قیام کے لیے فنڈ میں عام طور پر زکوٰۃ استعمال ہو سکتی ہے۔

۲۔ دوسرے صدقات واجبہ جیسے نذر، چرم قربانی، کفارے وغیرہ شامل ہو سکتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ صدقات نافلہ اور عطیات و ھدیات اور صدقات استعمال میں لائے جاسکتے ہیں۔

۴۔ اصحاب خیر یتیموں کی پرورش کے لیے جائداد وقف کردیں تو ایک مستقل آمدنی ہوسکتی ہے۔

۵۔ عام چندہ بھی لیا جاسکتا ہے۔

یتیم خانے کے قیام کی شرائط

۱۔ نیت قرآن وحدیث پر عمل کرنا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو قائم کرنا ہو۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی مطلوب ہو۔

۳۔ یتیموں کی پرورش تعلیم وتربیت اور اچھا شہری بنانا مقصود ہو۔

۴۔ تعلیم گاہ میں اچھے مربی، اچھے استاد اور نیک لوگ متعین کیے جائیں۔

۵۔ یتیم لڑکوں اور لڑکیوں کے علیحدہ علیحدہ قیام گاہیں ہوں۔

تعلیم وتربیت کے لوازمات

۱۔ بچوں کی ضروری غذا کا مناسب بندوبست کیا جائے اور کم از کم ان کی پرورش جسمانی وذہنی کے لیے جو غذا ضروری ہو وہ مہیا کی جائے۔

۲۔ تعلیم میں عصری تعلیم اور دینی تعلیم دونوں ہوں۔ ان دونوں کے درمیان توازن واعتدال کا ملحوظ رکھنا نہایت ضروری ہے۔ امتحانات دلائے جائیں اور ضروری مروجہ سندات دلائی جائیں۔

۳۔ تربیت میں دینی واخلاقی اور معاشرتی تعلیم ضرور شامل ہو۔ اس طرح تربیت کی جائے کہ اچھے شہری بن کر نکلیں۔

۴۔ لڑکوں کو ان کے حالات اور ضرورت کا ہنر سکھایا جائے اور لڑکیوں کو ان کی ضرورت اور حالت کے مطابق گھریلو ہنر سکھایا جائے۔

۵۔ ان کے ذہنی وجسمانی اور اخلاقی بڑھوتری کے لیے ایسی مصروفیات رکھی جائیں تاکہ وہ اپنے والد یا والدین کو کم سے کم یاد کریں۔

۶۔ بنیادی بات یہ ہے کہ ان کے مربی ومعلم ایسے لوگ ہوں جو یہ کام رضائے الٰہی، اجر وثواب اور ملک وملت کی خدمت کے لیے کریں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

● بیوہ اور مطلقہ عورتوں کی پناہ گاہیں:

مشرقی معاشرتی سیٹ اپ (نظم) کمزور ہونے، مغربی افکار کی یلغار، آزاد میڈیا کے منفی کردار اور بے جا مشرقی پابندیوں کے وجہ سے عورتوں کا ایک اچھا خاصا طبقہ بے چینی میں مبتلا ہے۔ اس بے چینی کا نتیجہ طلاق، خلع اور عدالتی جدائی کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ طلاق شدہ عورتوں میں سے جن کا خاندان دور ہوتا ہے یا وہ عورتیں جن کے شوہر فوت ہوجاتے ہیں اور سسرال والے ان سے بے رخی برتتے ہیں، یہ بے چاری صنف نازک اور بنت حوا اکیلی رہ جاتی ہے۔

ایسی عورتوں کے لیے وقتی پناہ گاہ اور سہارے کی اشد ضرورت ہے۔ اگر ان کے ٹھکانے اور پناہ گاہوں کا بندوبست نہ ہو تو وہ آوارہ ظالموں کے پنجے میں پھنس سکتی ہیں۔ یا گناہ کی زندگی میں مبتلا ہوسکتی ہیں۔ اسلامی اور اخلاقی نقطہ نظر سے انھیں سہارا دینا نہ صرف اجروثواب کا باعث ہے بلکہ اخلاق باختہ این جی اوز سے بچانا بھی ضروری ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیوہ اور مسکین کے لیے بھاگ دوڑ کرنے والا (اجروثواب میں) ایسا ہے جیسے میدان جہاد میں بھاگ دوڑ کرنے والا۔ راوی نے کہا کہ آپؐ نے یہ بھی فرمایا وہ اس نفل نماز پڑھنے والے کی طرح ہے جو نفل نماز پڑھنے سے تھکتا نہیں یا اس روزے دار کی طرح ہے جو مسلسل روزے رکھے جاتا ہے۔ اس حدیث کے مطابق بیواؤں کی خدمت کرنا کتنا بڑا نیکی کا کام ہے۔

اس کی عملی صورت یہ ہے کہ رفاہی ادارے، اسلامی تنظیمیں اور مخیّر حضرات ان خواتین کے لیے پناہ گاہیں بنائیں جن میں انھیں ایک مقرر وقت تک کے لیے پناہ دی جائے تاکہ یہ اپنی عدت اور دکھ کا وقت گزار کر دوبارہ رشتۂ ازدواج میں وابستہ ہوکر اپنی نئی زندگی شروع کردیں۔ اس قسم کی پناہ گاہوں میں درج ذیل باتوں کا لحاظ رکھنا اور ان کا بندوبست کرنا ضروری ہے۔

۱۔ تعمیر میں اخلاص

مسلم رفاہی ادارے جو بھی رفاہی کام کریں اس میں نیت اللہ تعالی کی رضا حاصل کرنے، آخرت کا اجروثواب اور دکھی انسانیت کے حقوق ادا کرنا اور اپنی ذمہ داری پوری کرنا ہو۔

۲۔ پناہ گاہ سب کے لیے

پناہ گاہوں کے دروازے ہر ایک کے لیے کھلے ہوں بغیر کسی مسلکی، مذہبی، گروہی، نسلی اور دینی تفریق کے سب یتیموں کی خدمت کی جائے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔تربیت کا بندوبست

پناہ گاہ میں ان مقیم خواتین کو دینی، اخلاقی اور معاشرتی باتوں کی تعلیم دی جائے۔درس قرآن، درس حدیث، اخلاقی کتب کا پڑھنا، صالحین اور صالحات کی سیرت سے پڑھ کر سنانا اور پڑھی ہوئی خواتین کو خود پڑھنے کے لیے کتابیں دینا۔اس لیے کہ دین ہی ہے جو انسان میں صبر پیدا کرتا ہے، کفایت و قناعت کی صفت پروان چڑھاتا ہے، جذبات کو قابو کرتا ہے اور غلط سوچ اور تفکرات سے بچاتا ہے۔

دینی تربیت و تعلیم کی غرض سے شہر یا علاقے کے حقیقی دین داروں کو بلا کر درس دلانا، ان کے مسائل سننا اور ان کی رہنمائی کرنا وغیرہ کی خدمات لی جائیں۔

۴۔ہنری تعلیم و تربیت

ان خواتین کی ہنری تربیت کی جائے تا کہ یہ اپنے پیروں پر کھڑی ہوں یا جس گھر جائیں اس کی چھوٹی موٹی ضروریات خود پوری کریں۔جیسے کپڑوں کی کٹائی، سلائی اور کڑھائی کا ہنر، کمپیوٹر کا فن اور اچھا کھانا پکانا وغیرہ شامل ہوں۔

۵۔رضامندی سے شادی کرانا

ان کی مرضی سے ان کے لیے رشتے تلاش کرنا اور شادی کرا دینا اور اگر اپنے ملک، علاقے اور شہر گاؤں جانا چاہیں تو اس کا بندوبست کرنا۔

۶۔سنٹر کا نگران

سنٹر کے ذمہ دار نگران کے طور پر بوڑھے بزرگ مرد و خواتین کا تقرر کیا جائے، چاہے پارٹ ٹائم ہوں اور بغیر معاوضے کے خدمت سرانجام دیں تو بہت ہی اچھا۔البتہ چھوٹا عملہ با معاوضہ رکھا جائے۔ اس میں چوکیدار، خادمہ وغیرہ۔

۷۔کام میں مشغول رکھنا

ان خواتین سے کھانا پکانے، صاف پانی تیار کرنے، مکان کی ہلکی پھلکی صفائی کرنے کا کام لیا جائے اور بالکل بے کار نہ بیٹھنے دیا جائے۔

۸۔ریڈیو، ٹی وی کا مہیا کرنا

محدود اور مقرر وقت کے لیے ان خواتین کو ریڈیو اور ٹی وی مہیا کیا جائے جس سے یہ اپنا دل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہلائیں اور مصروف وقت گزاریں۔

۹۔ ماہر نفسیات کی خدمات

سنٹر میں مقرر وقت اور مقرر دنوں کے لیے کسی ماہر نفسیات کو بلایا جائے جو ان خواتین کی باتیں سنے، ان کا تجزیہ کرے اور ان کی رہنمائی کرے۔

۱۰۔ قانونی ماہر کی خدمات

ہفتہ میں ایک دن کسی وکیل صاحب سے وقت لیا جائے جو آ کر ان کی باتیں سنیں، ان کی مشکلات معلوم کریں اور ان کی قانونی رہنمائی اور مدد کریں۔ یہ ان کی نہ صرف ضرورت ہے بلکہ سنٹر کی ذمہ داریوں میں سے ایک ہے۔

۱۱۔ سرپرست ادارہ کا دورہ

سنٹر کا جو سرپرست اور چلانے اور فنڈنگ کرنے والا ہو وہ کبھی کبھار اس ادارے کا دورہ کرے، حالات دیکھے، خواتین کی باتیں سنے اور رہنمائی کرے۔

۱۲۔ روحانیت کی تعلیم

ان کے دلی اطمینان اور تسلی کے لیے کبھی کبھار روزہ رکھوانا، شب بیداری کرانا اور اجتماعی تلاوت کرانا، اجتماعی دعا کرانا۔ یہ پروگرام وقفے وقفے سے رکھے جائیں۔

۱۳۔ اخبارات کا مہیا کرنا

دو تین اخبارات اردو اور مقامی زبان میں منگوائیں اور ان کے پڑھنے کے لیے رکھے جائیں۔
مختلف تقریبات کے مواقع پر پروگرام کے علاوہ مناسب کھانے کا بندوبست کیا جائے جیسے رمضان المبارک کی تقریبات، عیدیں، ربیع الاول، یوم آزادی وغیرہ۔

● غیر شادی شدہ افراد کی شادی کا بندوبست کرنا

اسلام نے شادی کرنے، اس میں معاشرتی اور معاشی رکاوٹیں دور کرنے اور غیر شادی شدہ افراد کی شادی کرانے پر زور دیا ہے۔ خاندانی نظام کو مضبوط کرنے، اسے برقرار رہنے اور اس میں دخل انداز نہ ہونے کا بھی بندوبست کیا ہے۔ یہ تمام اقدام اس لیے ہیں کہ اسلام فرد، خاندان اور معاشرہ تینوں کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصلاح کرنے پر زور دیتا ہے اور ان تینوں کی تربیت پر انفرادی اور اجتماعی طور پر توجہ دیتا ہے۔ لہٰذا معاشرے کے پہلے یونٹ اور اساس کی اصلاح کے لیے سب سے زیادہ زور غیر شادی شدہ افراد کی شادی کرانے پر دیا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

اس میں افراد و تنظیموں، اجتماعی اداروں اور حکومت سب کو ترغیب دی گئی ہے کہ یہ اپنے اپنے دائرے میں پوری طرح کوشش کریں۔ اس لیے رفاہی اداروں، تنظیموں، انجمنوں اور برادریوں کو چاہیے کہ اس سلسلے میں اپنی اپنی ذمہ داری ادا کریں۔

کچھ عرصے سے ہمارے ہاں اجتماعی شادیوں اور نکاحوں کا سلسلہ شروع ہوا ہے۔ یہ ملک کے لیے نیک نامی اور اچھے مستقبل کی نوید ہے۔ اس کام کو مزید آگے بڑھانا چاہیے اور مسلم این جی اوز کو آگے بڑھ کر اجتماعی شادیوں کا سلسلہ شروع کرنا چاہیے۔ اس سے اخلاقی، معاشرتی اور معاشی فائدے ہوں گے۔ جہیز کی رسم کم ہوگی او دیگر اخراجات میں نمایاں کمی آئیگی۔ اس کام میں مساجد، کمیونٹی سینٹر اور اجتماعی بہبود کے مراکز میں نکاح کا بندوبست ہونا چاہیے۔

فلاحی اداروں کے بزرگ کارکن اور ذمہ دار غیر شادی شدہ لوگوں کے رشتے طے کرائیں، رسموں کو ختم کرنے پر زور دیں، سادگی اختیار کرنے کی ترغیب دیں اور اسلام کی طرف سے طے کردہ اور پسند کردہ سادگی اپنانے کی تبلیغ کریں۔ البتہ غریب بچیوں کو بنیادی ضروریات کا جہیز ان کے والدین نہ ہونے، سخت غریب ہونے، مسافرت میں ہونے اور آفت زدہ ہونے کی صورت میں دینے کا پروگرام بنائیں۔ اس جہیز سیٹ میں وہ بنیادی ضرورتیں جو ایک غریب خاندان کے پاس ہونی چاہیے، منتخب کی جاسکتی ہیں۔ جیسے چارپائی، بستر، دو تین جوڑے کپڑے، جوتے، کھانے پینے کے ضروری برتن، واٹر کولر، کچھ چادریں، سلائی مشین اور بجلی موجود ہونے کی صورت میں ایک دو پنکھے، استری اور چولھا وغیرہ۔ اگر اس قسم کے سیٹ جہیز کے لیے طے کر دیے جائیں تو مناسب ہے۔

اس وقت ہمارا معاشرہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ کچھ لوگ معاشرت میں اسلامی طور طریقے اور احکام اور اعمال اختیار کرنے کی طرف راغب ہیں، کچھ دوسرے برادریوں کے رسوم و روایات سے تنگ آ کر آزاد طور طریقے بلکہ یورپی طریقوں کے دلدادہ ہو رہے ہیں، کچھ ابھی پرانی رسموں و رواجوں میں گرفتار ہیں۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آزاد یا مغربی این جی اوز نے یورپی طرز فکر اختیار

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے، خاندانی نظام کو ختم کرنے، اسلامی اقدار کو پامال کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ یہ پسند کی شادیوں، کورٹوں میں نکاح، لڑکیوں کا گھروں سے نکلنا، اور معاشرتی نظام سے آزاد ہو جانا شروع کر دیا ہے۔

لہٰذا اس وقت اسلامی طرز فکر اور طرز عمل رکھنے والے لوگ آگے نہ آئیں گے تو میدان دوسروں کے ہاتھوں میں ہوگا۔ یہ وقت مسائل بتانے، وعظ کرنے یا فتوے دینے کا نہیں ہے بلکہ عمل کرنے کا ہے۔

● مصالحتی گروپ قائم کرنا:

دین اسلام کا مزاج عام حالات میں اخوت ومودت کا ہے، توافق وتواصل (باہم ملانے) کا ہے اور عام انسانوں اور مسلمانوں کے درمیان صلح صفائی کرانے کا ہے۔

باب سوم میں صلح کرانے کے موضوع پر مختصر سا تذکرہ ہوا ہے۔ یہاں صرف رفاہی اداروں، اسلامی انجمنوں اور این جی اوز کی توجہ اس طرف مبذول کراتا ہے کہ وہ معاشرے کی اصلاح کے جن کاموں میں سے جس کام کو ترجیح دیں وہ دو افراد، دو خاندانوں، دو گروہوں اور دو قوموں کے درمیان صلح ومصلحت کرانا ہے۔ ہمارے برصغیر اور خاص طور پر پاکستانی معاشرے میں معمولی بات پر، گفتگو پر یا کسی چھوٹی چیز پر جھگڑا شروع ہو جاتا ہے پھر وہ خاندانی اور قبائلی روایات، بدخواہوں کی بدخواہی اور اکساہٹ اور بھڑکانے پر بڑھتا جاتا ہے۔ بعض اوقات چند سو یا چند ہزار روپوں یا کسی ایک گالی یا طعنے کی وجہ سے بڑھتا جاتا ہے اور اخراجات کے لحاظ سے لاکھوں تک پہنچ جاتا ہے اور قتل وخون ریزی تک جا پہنچتا ہے۔ لہٰذا اصلاح پسند افراد آگے آئیں اور اپنی تنظیم میں یا برادری میں ایسے لوگ یا گروپ بنائیں اور مقرر کریں، جو لوگوں کے جھگڑے اور اختلاف عدل وانصاف سے طے کریں، مالی حالات کا دیانت داری سے فیصلہ کریں اور جھگڑے کو مزید بڑھنے اور پھیلنے سے روکیں اور اسے ختم کرنے کے طریقے تلاش کریں۔

دین اسلام، شریعت اور علم الاخلاق اور معاشرتی حیثیت سے یہ ایسا نیکی اور بھلائی کا کام ہے جس سے اللہ اور اس کا رسول ﷺ خوش ہوتے ہیں اجر وثواب ملتا ہے، لوگ دعائیں دیتے ہیں اور اچھائی سے یاد کرتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہر بڑا ادارہ، بڑا محکمہ، کارخانہ، برادری اور قبیلہ اس کی طرف توجہ دے اور اپنی تنظیم میں باقاعدہ ایسا شعبہ قائم کرے جو مستقل بنیادوں پر یہ فریضہ سرانجام دے۔ یہ سنت رسول بھی ہے اور نیک اور اصلاح پسند لوگوں کی دلی خواہش بھی ہے۔

میرے نزدیک جو این جی اوز، اصلاحی و فلاحی ادارہ اور معاشرتی ادارہ ایسا بندوبست نہیں کرتا وہ ناقص اور نامکمل ادارہ ہے۔ لہٰذا انھیں اس طرف توجہ دینی چاہیے تاکہ وہ ادارہ مکمل اور کامل ہو اور صحیح کردار ادا کرے۔

● قدرتی آفات کے وقت امداد کرنا:

قدرتی آفات کا آنا ایک فطری و قدرتی عمل ہے جیسے زلزلے، سیلاب، طوفان اور تباہ کن بارشیں، اسی طرح حادثات کا وقوع پذیر ہونا بھی ایک ناگہانی آفت ہی ہے۔ جیسے ریلوں اور بسوں کے حادثوں، مکانات گرنے، قحط سالی، دہشت گردی کے واقعات، آگ لگانا اور دشمن کے حملے وغیرہ۔ ایسے موقع پر رفاہی اداروں، تنظیموں اور سماجی خدمات سرانجام دینے والوں کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے پھر لوگ بھی ان کی طرف دیکھتے اور رجوع کرتے ہیں۔

لہٰذا ان اداروں کو چاہیے کہ اپنے کارکنوں، ساتھیوں اور شریک کار لوگوں کی ذہنی و عملی تربیت کریں، کچھ رضا کار ضروری امداد (فرسٹ ایڈ) کے لیے تیار کریں۔ ان کی ذہنی و فنی تربیت کریں۔ یہ تربیت ہمہ پہلو ہونی چاہیے اور حادثے یا آفت کے واقع ہونے سے لے کر اس کے اثرات باقی رہنے تک کے تمام مراحل کی تربیت کریں، جیسے فوری جائے حادثے پر پہنچنے، مصیبت زدہ لوگوں کو سنبھالنے، سہارا دینے، فرسٹ ایڈ دینے، اسپتال منتقل کرنے، فوت ہونے پر ان کے کفن دفن کا انتظام کرنے، ان کے خورد نوش کا انتظام کرنے وغیرہ کے فوری انتظامات ہیں۔

دوسری منزل اور مرحلہ حادثے کی صورت میں ان کو گھر پہنچانے اور کوئی عمومی آفت ٹوٹی ہے تو انھیں آباد کرنے کا سوچنا اور انھیں آباد کرنا چاہیے۔ اس کام کی بڑی مصیبت تاریخ میں اور ہمارے دور میں جیسے قیام پاکستان کے وقت عمومی مصیبت میں پوری قوم مبتلا ہوئی، ۸، اکتوبر ۲۰۰۵ء کے زلزلے کے وقت ملک عزیز کا اچھا خاصا حصہ متاثر ہوا اور ذہنی، قلبی اور مالی، اخلاقی امداد کے لحاظ سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پورا ملک اور پوری قوم اس کے اثرات سے متاثر ہوئی یہ واضح مثالیں ہیں۔

ایسے مواقع پر امداد کرنے اور متاثرین کے ساتھ دکھ میں شریک ہونے کی بھی لاتعداد مثالیں ہیں بلکہ ایسی تنظیمیں اور جماعتیں جو علاقائی سوچ اور کام کی حامی تھیں وہ اس سانحے میں قومی دھارے میں آگئیں اور زلزلہ زدگان کے دکھ میں شریک ہوگئیں۔ پاکستان کی تاریخ کا یہ ایک درخشاں باب ہے۔

حادثات کے مواقع پر عبدالستار ایدھی کا جذبہ، عمل اور کردار بھی مثالی ہے۔ سب سے پہلے اس کی گاڑیاں پہنچتی ہیں، وہ خود یا ان کا نمائندہ پہنچتا ہے اور حقیقت کے عام کاموں میں ہاتھ بٹاتا ہے۔ محترم ایدھی صاحب کا یہ ایک مثالی کام ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس جذبے سے سرشار کرے اور عمل پیرا ہونے کی توفیق دے (آمین)

یہ بات سب تنظیمیں، جماعتیں اور رفاہی ادارے جانتے ہیں کہ پاکستانی قوم، مسلم اُمّہ اور دیگر اقوام ایسے مواقع پر امداد ضرور دیتے ہیں بس ضرورت اس امر کی ہے کہ کارکن اللہ کی رضا، آخرت کے اجر کے لیے دیانتداری سے کام کریں تو لوگ امداد کرنے کے لیے تیار ہیں ؏

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی (علامہ اقبالؔ)

● پرانے کپڑے جمع کر کے تقسیم کرنا:

زمانے کی ترقی، دولت کی فراوانی، نت نئے فیشن کی کثرت اور کفایت وقناعت ختم ہونے کی وجہ سے اصحاب ثروت و دولت نئے نئے لباس اور سوٹ سلواتے ہیں یہ رجحان اوپر کے طبقے سے بڑھ کر درمیانے طبقے میں بھی پیدا ہو رہا ہے اس لیے بلا مبالغہ یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ مردوں کے لباس میں متعدد جوڑے اور خواتین اور بچوں کے پاس درجنوں جوڑے موجود ہوتے ہیں۔ یہ جوڑے عام طور پر الماریوں، طاقوں اور پیٹیوں اور سوٹ کیسوں میں پڑے رہتے ہیں۔ بعض گھرانے ایسے بھی دیکھے گئے ہیں کہ ان کے اسٹوروں میں کپڑوں کے ڈھیر رکھے رہتے ہیں۔

دوسری طرف نچلے طبقے کے غرباء، فقراء اور خوددار افراد ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے پاس ایک دو جوڑے فالتو ہوتے ہیں۔ بعض وقت ایک کو دھو کر سکھا کر پہن لیتے ہیں۔ دیہات میں ایسے بچے اور خواتین دیکھنے میں آتی ہیں جن کے پیر میں جوتا یا چپل تک نہیں ہوتی۔ سندھ، پنجاب کے خاص طور پر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زیریں علاقے اور سندھ کے ریگستانی اور کوہستانی علاقوں میں ایسے منظر بہت نظر آئیں گے۔ یہ تو مغربی یورپ براعظم امریکہ و آسٹریلیا کی سخاوت ہے کہ وہ اپنے پرانے کپڑے ایشیائی ممالک اور افریقہ کے غریب ممالک میں بھیج دیتے ہیں اور ہمارے لیے سردی سے بچنے کا بندوبست ہو جاتا ہے۔

ایشیاء میں رفاہی کام کرنے والوں سے گزارش ہے کہ یہ لوگ اوپر کے طبقے کے لوگوں سے گھر گھر جاکر پرانے کپڑے وصول کریں اور اگر دھلے ہوئے نہ ہوں تو انھیں دھلوا کر استری کرا کے، لپیٹ کر دیہاتی آبادی میں جائیں اور غریبوں کو پہنائیں تاکہ ان کی ضرورت پوری ہو اور صاحب حیثیت لوگوں کے کپڑے کارآمد ہوں اور انھیں اللہ تعالی کی طرف سے اجر اور لوگوں کی طرف سے دعائیں حاصل ہوں۔ اسی طرح پرانے یا فیشن متروک جوتوں کا معاملہ ہے، انھیں بھی تقسیم کرنے کی ضرورت ہے۔

لوگ اس کی مرمت کرکے اپنے استعمال میں لائیں اسی طرح جوتے بھی پھینکنے یا بیچنے کے بجائے مستحقین کو ملیں گے۔ یہ ان کپڑوں اور سامان کا بہترین استعمال اور اچھا مصرف ہے۔ ایسے موقعے پر سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی یہ بات سامنے رہے جو انھوں نے وفات کے وقت اپنی بیٹی ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا سے کہی تھی کہ ''مجھے پرانے کپڑوں میں کفن دینا اس لیے کہ کفن کے کپڑے تو خون اور پیپ کے لیے ہیں اور نئے کپڑے زندہ لوگوں کی ضرورت ہے''۔

یورپ اور دیگر ممالک کے لوگ تو ہمارے لیے کپڑے بھیجیں اور ہم پہنیں، لیکن ہمارے اپنے بھائی، بہنیں اور بیٹے بیٹیاں درجنوں اچھے کپڑے لیے بیٹھے رہتے ہیں لہٰذا اسلامی این جی اوز سے گزارش ہے کہ اس سمت میں کام کریں تاکہ صاحب ثروت لوگوں کا صدقہ نکلے اور اپنے غرباء بھائیوں کو اچھا لباس نصیب ہو۔ یہ کام خصوصی تنظیمیں بنا کر گلیوں میں گھر گھر جا کر کیا جا سکتا ہے۔ برطانیہ میں اس مقصد کے لیے لوگ گھروں کے سامنے خالی شاپر چھوڑ جاتے ہیں اور مقررہ دن کو بھرے ہوئے واپس لے جاتے ہیں۔

● مسافروں کی سہولت کا بندوبست:

دین اسلام نے جن طبقات کی ضرورت، سہولت، آسائش و آرام کا زیادہ خیال رکھا اور ان کو بہت سی دینی، مالی و اخلاقی مراعات دی وہ مسافروں کا طبقہ ہے۔ درحقیقت گزشتہ زمانوں میں سفر بہت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیچیدہ، تکلیف دہ اور پُر خطر تھا۔ خود سفر کی تکلیف، کچے راستے، منزلیں دور دور، پانی کی کمیابی، کھانے کا بندوبست نہ ہونا، جانوروں کی سواری ورنہ پیدل، ڈاکوؤں اور چوروں کا ہر وقت خطرہ، علاقے کے سرداروں کا ٹیکس، غرضیکہ درجنوں تکالیف اور لاتعداد خطرات درپیش ہوتے تھے۔

الحمدللہ بہت سے خطرات اب ٹل چکے ہیں اور لاتعداد سہولتیں میسر ہو چکی ہیں۔ تاہم سفر بہرحال سفر ہی ہے، اس لیے رفاہی اداروں اور تنظیموں کو چاہیے کہ اپنے خیر کے کاموں میں ایک مد مسافروں کی امداد کی ضرور رکھیں۔ اس مد میں زکاۃ و صدقات واجبہ، عطیات اور صدقات نافلہ لیے جائیں۔ مسافروں کے لیے جن باتوں کے بندوبست کرنے کی ضرورت ہے ان میں درج ذیل کام ہو سکتے ہیں۔

۱۔ مسافر خانے

اگرچہ موجودہ دور میں ہوٹل، موٹل اور کاروباری قیام گاہوں کی وجہ سے اتنی ضرورت تو مسافر خانوں کی نہیں رہی تاہم بڑی شاہراہوں کے کنارے سستے مسافر خانے قائم کیے جا سکتے ہیں۔ جن میں چارپائیاں، سادے بستر، پانی کا بندوبست، جائے نماز یا چھوٹی سی مسجد (اگر قریب میں نہ ہو تو) اور کھانے کے لیے سستے ہوٹل وغیرہ ہو سکتے ہیں۔

۲۔ سستے کھانے کا بندوبست

کسی ریسٹورنٹ اور ہوٹل والے سے معاملہ کر کے اور اسے سبسڈی دیگر مسافروں کے لیے اور خاص طور پر غریبوں کے لیے سستا کھانا مہیا ہو جائے جیسے تیس روپے کا کھانا بیس روپے میں اور یہ دس روپے رفاہی ادارہ یا فلاحی انجمنیں ادا کریں۔

۳۔ غریب مسافروں کے کرایے کا بندوبست

بعض اوقات مسافر کے پاس رقم ختم ہو جاتی ہے یا لٹ جاتا ہے یا جیب کٹ جاتی ہے ایسے مسافروں کے کرائے کا بندوبست کرنا۔

۴۔ بیمار مسافروں کا علاج

مسافر حادثے کا شکار ہو جائے یا بیمار ہو جائے تو اس کے علاج پر خرچ کرنا کئی پہلوؤں سے نیکی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۔ مسافر کے فوت ہونے پر کفن دفن کا بندوبست کرنا

گاڑیوں سے حادثات ہوتے رہتے ہیں اس میں لوگ زخمی ہوکر فوت ہوجاتے ہیں یا قضاء الٰہی سے فوت ہوتے ہیں۔ ایسے مسافروں کے کفن دفن کا بندوبست کرنا بڑی نیکی ہے۔ عبدالستار ایدھی کا ادارہ اس سلسلے میں نمایاں کردار کا حامل ہے اور ہر شخص ان کے بارے میں کلمات خیر کہتا ہے، لیکن ہر جگہ ان کا بندوبست نہیں ہے لہٰذا ایسا بندوبست دوسرے اداروں کو بھی کرنا چاہیے۔ اس نوع کی اور باتیں سوچی جاسکتی ہیں۔

● معذوروں کی قیام گاہیں:

معاشرے کے جو طبقات دوسروں کے سہارے کے مستحق و دستگیری ہیں ان میں معذور افراد بھی ہیں۔ معذور کا کلمہ عذر سے لیا گیا ہے جس کے معنی ہیں انسانی ضرورت کے کام سرانجام دینے سے کوئی فرد لاچار، بے بس ہو۔ عذر ذہنی اور جسمانی دونوں طرح کا ہوسکتا ہے۔ صرف ذہنی ہو یا صرف جسمانی ہو یا ذہنی و جسمانی دونوں طرح کا ہو بہرحال وہ شخص معذوروں کے درجے میں ہے۔

دین اسلام نے معذوروں کا بہت زیادہ لحاظ کیا ہے عذر کی بنیاد پر اس پر سے بعض احکام بالکل ساقط کردیئے اور کچھ احکام مؤخر کردیے اور بعض میں تخفیف اور کمی کردی۔ اس سے اسلام کی انسان دوستی، انسانوں کے لیے سہولت، آسانی اور یسر کا پہلو دیکھا جاسکتا ہے۔

جب اللہ اور اس کے رسول نے انسانوں کے ساتھ اتنی رعایت کی ہے تو ہمیں بھی ان کا لحاظ کرنا اور خیال رکھنا چاہیے۔ ایک پہلو رعایت کا اور نیکی کے جذبے کا یہ ہے کہ انسان کسی معذور کو ضرورت مند دیکھے تو تھوڑا سا یہ تصور کرے کہ میں بھی کسی وقت ایسی کیفیت اور حالت میں مبتلا ہوسکتا ہوں۔ میں بھی اس طرح معذور بن سکتا ہوں اور بے بسی کی حالت میں گرفتار ہوسکتا ہوں۔ تو یقیناً اس کے اندر کا انسان بیدار ہوگا اور اس کی مدد کرنے پر آمادہ ہوجائے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معذوروں اور ضعیفوں کی مدد کرنے اور خبر گیری کرنے پر توجہ دلاتے ہوئے فرمایا: انما ترزقون بضعفائکم۔ کیا معلوم کہ تمہیں ان ضعیف و کمزور لوگوں کی وجہ سے رزق دیا جا رہا ہو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارا معاشرہ ابھی تک یورپ کی پٹری پر نہیں چڑھا ہے کہ جہاں کوئی بوڑھا یا معذور ہوا اسے اولڈ پرسن ہاؤسسز (بوڑھے لوگوں کا ٹھکانہ اور معذوروں کا ٹھکانہ) میں چھوڑ آئیں۔ لیکن جس طرح ہم مغرب کی تہذیب و ثقافت اور طور طریقوں کی طرف تگ ٹٹ دوڑے جا رہے ہیں بعید نہیں کہ چند سالوں تک اس منزل پر پہنچ جائیں۔

اس تمہید کے بعد رفاہی اداروں تنظیموں اور دوسرے این جی اوز سے گزارش ہے کہ اپنا سالانہ بجٹ بنائیں تو معذوروں کی مد ضرور رکھیں اور اس میں سے ان کی مدد کریں۔

ایک صورت یہ ہے کہ ہمارے نیک لوگ اور انسانی ہمدردی رکھنے والے گھرانے ایسے لوگوں کو دیکھیں اور اپنے کھانے میں سے ایک فرد کا کھانا ایسے لوگوں کو بھیج دیا کریں۔ کیونکہ معذور اور ضرورت مند کو کھانا کھلانا بہت بڑی نیکی اور اجر و ثواب کا کام ہے۔

● آب نوشی (پانی کا بندوبست کرنا):

رفاہی خدمت خلق کے کاموں میں ایک اہم کام ضرورت کا پانی مہیا کرنا ہے۔ اللہ تعالی نے پانی کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ (الانبیاء ۲۱:۳۰)

”اور پانی سے ہر زندہ چیز پیدا کی کیا وہ (ہماری اس خلاقی کو) نہیں مانتے“۔

پانی انسان کی بنیادی ضرورت ہے، بقاء حیات کا ذریعہ ہے، صحت کو برقرار رکھنے کے لیے لازمی جز ہے، اس کی کارکردگی اور قوت برقرار رکھنے کا سبب ہے اور انسان کی خدمت کرنے اور اسے خوش کرنے کا بڑا ذریعہ ہے۔ لہٰذا قرآن و حدیث سے اس کی اہمیت کا واضح ہونے کے ساتھ اسے ضرورت مندوں تک پہنچانے اور انہیں سیراب کرنے کا بہت بڑا اجر و ثواب بتایا گیا ہے۔ پیاسے انسان و حیوان کو پانی پلانا نجات اخروی کا ذریعہ بتایا گیا ہے۔ نیز یہ عمل لوگوں کی دعائیں حاصل کرنے کا وسیلہ اور ثواب لینے کا باعث ہے۔ پانی پلانے کے بارے میں ان بنیادی باتوں کو دیکھتے ہوئے ہم میں سے ہر انسان کو کوشش کرنی چاہیے کہ وہ پانی پلانے والوں میں کسی طرح شامل ہو جائے۔ ضرورت مندوں کو پانی مہیا کرنے کی کئی صورتیں سامنے آتی ہیں۔ ہر انسان اپنی بساط کے مطابق کوئی صورت اختیار کر لے یا چھوٹی موٹی انجمن بنا کر یہ خدمت سرانجام دے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعض اوقات یہ خیال آتا ہے کہ اس وقت نہروں، ٹیوب ویلوں، کنوؤں، پائپ لائنوں اور ہینڈ پمپوں کی وجہ سے آب نوشی کی ضرورت نہیں رہی۔ خیال صحیح نہیں ہے۔ برصغیر (ہندو پاک) میں کئی خطے ایسے ہیں جہاں پینے کے پانی کی آج بھی قلت ہے اسی طرح ریل، بس اور روڈ کے سفر میں بھی بعض اوقات کچھ لوگوں کی پانی کی ضرورت ہوتی ہے اس ضرورت کو پورا کرنا اجر وثواب کا کام ہے۔

الف) کنویں کھدوانا

بعض علاقوں میں لوگ میٹھا پانی ذخیرہ کرتے ہیں اس لیے کہ وہاں پانی دیر سے آتا ہے۔ ایسے علاقوں میں حوض بنوانا اور پانی ذخیرہ کرنے کا بندوبست کرنا، جہاں میٹھے پانی کی پائپ لائن نہیں ہے تو وہاں پانی کے کنویں کھدوانا اور عام لوگوں کا ان سے پانی حاصل کرنے کا بندوبست کرانا۔

ب) ہینڈ پمپ لگانا

جانوروں کے لیے پینے کے پانی کا بندوبست کرنا بھی بہت بڑے اجر وثواب کا کام ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایسا کردار قرآن مجید میں بیان ہوا ہے۔ لہٰذا جہاں پر ہینڈ پمپ سے پانی نکل سکتا ہے تو وہاں پر ہینڈ پمپ لگانا۔

ج) ٹیوب ویل لگانا

آب نوشی کے لیے ٹیوب ویل لگانا اور عام مخلوق کے لیے پانی مہیا کرنا۔

د) سبیلیں لگانا

ریلوے اسٹیشنوں اور بس کے اڈوں پر عام طور پر پانی کی تنگی ہوتی ہے۔ ہر شخص منرل واٹر کی بوتلیں نہیں خرید سکتا۔ ایسے لوگوں کے لیے صاف ستھرا اور سستا پانی مہیا کرنے کا ایک صورت یہ ہے کہ منرل واٹر کی خالی بوتلیں جمع کر لی جائیں اور انہیں دھو کر سادہ پانی سے بھر کر ضرورت مندوں کو مہیا کر دی جائیں۔ اس سے کئی سفر کرنے والوں یا اکیلے سفر کرنے والے کے لیے دو تین مرتبہ پانی پینے کا بندوبست ہو جائے گا۔ اسی طرح بسوں کے اڈوں پر بھی مسافروں کو ایسی بوتلیں دی جائیں۔ اس سے نہ تو ان کو پانی کا برتن خریدنا ہوگا اور نہ پانی پلانے والوں کو خرچ کرنا ہوگا (یہ ایک تجویز یا رائے ہے)۔

ہ) پانی کا عمومی بندوبست

جن علاقوں اور محلوں اور گاؤں میں پانی نہیں ہے ان کے لیے صاحب حیثیت (ذمہ داروں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناظمین، آفیسروں) کو پانی پہنچانے کا بندوبست کرنے اور عام لوگ ان کو کہہ کر اور تجاویز دے کر یہ کام کرائیں تو یہ سب لوگ نیکی میں شریک گنے جائیں گے۔

و) بجلی کا واٹر کولر لگوانا

انجمنوں، اداروں اور این جی اوز کی طرف سے اجتماعی مقامات پر واٹر کولر لگوانا بھی اسی دائرے میں آتا ہے۔

ز) صاف پانی کا بندوبست کرنا

پینے کے پانی کی کوالٹی چیک کرانا اور زہریلا یا خراب پانی ہو تو اس کی اصلاح کرنے کی کوشش کرنا۔ پانی کو صاف رکھنے، صاف کرنے اور صاف پانی مہیا کرنا نیکی اور اجر کا کام ہے۔

● کھیلوں کے میدان:

آج کے دور میں الیکٹرانک میڈیا اور پرنٹ میڈیا نے نوجوانوں کے ذہن کو جہاں جلا بخشی ہے اور سوچ و فکر کی بلندی دی ہے وہاں بہت سے ذہنی الجھنوں میں مبتلا کر دیا ہے۔ پہلے کی طرح اس کی سوچ محدود نہیں رہی بلکہ اس میں زیادہ وسعت آگئی ہے اس لیے وہ مشرق و مغرب کی تبدیلیوں کو انقلاب کے بارے میں سوچتا ہے، کبھی اپنے ملک کے حالات جو کہ اچھے برے ہوتے ہیں ان کے بارے میں سوچتا ہے۔ اس لیے اسے ذہنی اور جسمانی مصروف رکھنے کی ضرورت ہے۔

ہمارے اردگرد کے ماحول میں منشیات، اسلحے، جرائم ڈکیتیاں اور اس کے نت نئے طریقوں کا سیلاب بہا چلا آرہا ہے۔ اس سیلاب میں نوجوانوں کو آزاد چھوڑ دیا جائے تو بعید نہیں کہ وہ اس کے ساتھ بہہ جائیں اور آگے چل کر غرق ہو جائیں۔ فارسی کی ایک مشہور کہاوت ہے "جائے خالی را دیواں مے گیرند" یعنی خالی جگہ پر دیو اور جن قابض ہو جاتے ہیں۔ اگر نوجوانوں کو کسی تعمیری رخ پر نہ لگایا جائے تو ہو سکتا ہے کہ وہ کسی غلط رخ پر چلے جائیں۔

نوجوانوں کی سب سے بہترین مصروفیت، ان کی ذہنی و جسمانی نشوونما کرنے والی اور صلاحیتیں ابھارنے والی مصروفیت ان کو کھیل میں لگانا اور کھیلوں کا ذوق پیدا کرنا اس لیے کھیل کے میدان بنانا، ان کو ترقی دینا، ان کی حفاظت کرنا اور سدھارنا نیکی اور بھلائی کا کام ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام نے بہت سے کھیلوں کو نہ صرف باقی رکھا بلکہ انھیں ترقی دی ہے۔ نبیﷺ کے زمانے اور صحابہ کرامؓ کے دور اور بعد کے ادوار میں مسلمانوں میں تعمیری اور اصلاحی کھیلوں کا رواج رہا ہے۔ آپ کے دور میں جو کھیل عام طور پر مروج تھے اور بعض میں آپ نے خود شرکت کی، ان کی ہمت افزائی کی، اور بعض اوقات دوسرے لوگوں دکھائے۔ آپ کے زمانے ہی کھیلوں اور ورزشوں میں شاید ہی کسی سے آپؐ نے منع فرمایا ہو۔

نبیﷺ کے زمانے میں گھڑ دوڑ، اونٹ دوڑانے، کشتی لڑنے، تیرنے، پہلوانی کرنے، نشانہ بازی، تیراندازی، تلوارزنی، نیزہ بازی، دوڑنے کے مقابلے اور دوسرے کھیلوں کا تذکرہ ملتا ہے۔

آج کے جو کھیل آؤٹ ڈور رائج ہیں ان تمام کھیلوں کے جواز پر شاید ہی کسی کو اختلاف ہو، بس صرف ایک کھیل مکے بازی کا مقابلہ (باکسنگ) ناجائز ہے کیونکہ اس میں منہ پر چوٹ ماری جاتی ہے البتہ کھیلوں میں شرعی لحاظ سے چار باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

(الف) ستر کھلا نہ ہو، یعنی مرد کا ناف سے لے کر گھٹنے تک کا حصہ چھپا ہوا ہو۔

(ب) مردوں اور عورتوں کا مخلوط کھیل نہ ہو اور نہ ہی عورتیں وہاں کھیلیں جہاں مرد موجود ہوں۔

(ج) عورتوں کا لباس ساتر ہو۔

(د) کھیلوں پر جوا یا شرط نہ لگائی جائے۔

لہٰذا کھیل کا میدان بنانا کہ بچے، نوجوان اور جوان کھیلیں، اپنی جسمانی و ذہنی صلاحتیں ابھاریں، بڑھائیں اور ترقی دیں اور برائیوں سے بچیں تو یہ اجر وثواب کا باعث اور صدقہ جاریہ ہے۔ ان کے کھیل کے میدانوں میں کھیلنے سے اگر ایک نوجوان بھی برائی سے بچ جاتا ہے تو میدان بنانے والے کے لیے نجات کا وسیلہ اور آخرت کے اجر وثواب کا ذریعہ ہے۔ یہ میدان اس نیت سے بنانا کہ مسلم نوجوان طاقت ور ہوں، بروں اور برائیوں سے نبرد آزما ہوں، ان پر غلبہ حاصل کریں اور دوسرے مسلمانوں کے لیے نمونہ بنیں تو بڑی سعادت دخوش بختی ہے۔

● پبلک پارکوں کا قائم کرنا:

ایک زمانہ تھا جب انسانی آبادی کم تھی۔ قریب قریب آبادیاں نہ تھیں اور ارد گرد کا ماحول بہتر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا۔ بڑے اور کشادہ میدان، کھلی فضا، سرسبز علاقے، تازہ اور صحت بخش وشفاف اور قدرتی مناظر سے معمور ماحول تھا۔ اس وقت انسانوں کو کھلے میدانوں، پبلک پارکوں کی اتنی ضرورت نہ تھی۔

موجودہ دور میں انسانی آبادی کی کثرت، تیل و گیس اور کارخانوں سے نکلنے والے دھووں، گیسوں، گاڑیوں کے دھووں سے زہریلی گیس کی کثرت ہوگئی ہے۔ تنگ و تاریک مقامات، پیچیدہ گلیاں، انکروچمنٹ کی بھرمار اور فضا کی آلودگی بے انتہا بڑھ گئی ہے۔ اور مزید دن بدن بڑھتی جارہی ہے۔ جدید دور کے مصائب و مفاسد میں ایک مصیبت آلودہ فضا اور مسموم ہوا ہے۔ جہاں انسان کا صحت مند رہنا اور صحت بخش سانس لینا دشوار ہوگیا ہے۔

ان حالات میں رفاہی اداروں اور اسلامی اداروں کی ایک ذمہ داری یہ ہے کہ یہ لوگ انفرادی اور اجتماعی طور پر کوشش کر کے پبلک پارک قائم کریں۔ ایسے کشادہ اور صاف ستھرے پارک جہاں تھکا ماندہ انسان کچھ لحات بیٹھ کر زندگی کے صحت بخش سانس لے، قدرتی فضا اور ماحول سے محظوظ اور لطف اندوز ہو۔ گھر کے تنگ و تاریک ماحول سے کٹ کر، اڑوس پڑوس کے شوروشغب اور ہنگاموں سے دور ہو کر کچھ اپنے بارے میں، خالق کائنات کی قدرت وقوت کے بارے میں اپنے اعمال و کردار کے بارے میں سوچے اور ان کا جائزہ لے۔

اس طرح اپنے مستقبل کے بارے میں سوچے، غور کرے اور کھلی فضا میں کھلے اور وسیع فیصلے کرے۔ مسلمانوں بلکہ انسانوں کو راحت پہچانا، خوش کرنا، ان کے دکھ درد دور کرنا، نیکی اور کار ثواب ہے۔ پھر اس قسم کے پارک قائم کرنا صدقہ جاریہ اور کار ثواب ہے۔ ان پارکوں کے قیام میں بنیادی باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

۱۔ یہ پارک حتی المقدور چار ایکڑ کے قریب زمین پر ہوں۔

۲۔ ان میں درخت خاص طور پر ایسے درخت جو سایہ دار ہوں، لگانے چاہئیں۔

۳۔ پھول دار اور خوشبو بکھیرنے والے پودے اور پودے لگے ہوئے ہوں۔

۴۔ پینے کے صاف پانی کا بندوبست کیا جائے۔

۵۔ ایک کونے میں ہوا کے رخ اور گزر کو ملحوظ رکھ کر بیت الخلا تعمیر کیے جائیں۔

۶۔ بچوں کے کھیلنے کے جھولے موجود ہوں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۷۔ ان کے کھلنے اور بند ہونے کے اوقات مقرر ہونا ضروری ہیں۔

۸۔ چوکیدار اور نگران کا ہونا نیز دو تین ساتھی ہونا ضروری ہیں۔

۹۔ ان میں داخلہ مفت ہو، یا انتظام برقرار رکھنے کے لیے برائے نام فیس ہو۔

۱۰۔ بہتر ہے کہ پبلک پارک مردوں کے علیحدہ اور عورتوں اور بچوں کے علیحدہ ہوں۔

● راستے صاف رکھنا:

اسلام ایک جامع اور مکمل نظام زندگی ہے اس نے انسان کی ہر طرح کی سہولت اور آرام کا خیال رکھا ہے۔ اس نے جانداروں اور بے جان چیزوں کے حقوق مقرر اور متعین کیے ہیں۔ ان بے جان اشیاء و مقامات میں راستے، راہیں، شاہراہیں بھی ہیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے راستے کے حق (حق الطریق) مقرر کیے اور راستوں کو استعمال کرنے والوں، ان پر بیٹھنے والوں اور ان سے واسطہ رکھنے والوں پر کچھ حق لازم کیے ہیں۔

حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: راستے پر بیٹھنے سے اپنے کو دور رکھو، ہم نے کہا کہ ہماری مجلس کی ضرورت ہے، جہاں بیٹھ کر ہم مجلس کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر تمہیں وہاں پر مجلس کرنی ہی ہے تو راستے کو اس کا حق دو۔ ہم نے عرض کی کہ اس کا حق کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: نظریں جھکانا، راستہ چلنے والوں کو تکلیف دینے سے رکنا، سلام کا جواب دینا، نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا۔

(مسلم شریف باب النھی عن الجلوس فی الطرقات واعطاء الطریق حقہ، حدیث نمبر ۵۵۶۳) (بخاری شریف کتاب الاستیذان)

اس حدیث مبارک کو اس حدیث سے جس میں راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانے کا کہا گیا ہے ملا کر دیکھیں تو اسلامی نظام زندگی کی وسعت سامنے آتی ہے کہ اس نے زندگی کے ایک لازمی جز (راستے) کے متعلق کتنی اہم ھدایات دی ہیں۔

مسلم این جی اوز، رفاہی اداروں اور اصلاحی تنظیموں کے راستے کی اصلاح، بہتری اور تعمیر کے لیے کام کرنے والوں اور بند راستے کھولنے اور کھلوانے والوں کے لیے رہنمائی ملتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ھدایات سے معلوم ہوتا ہے کہ راستے کو صاف رکھنے، رکاوٹیں اور تکلیف دہ اشیاء ہٹانے کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا۔ بڑے' آپ ﷺ کی اس بات پر عمل کریں۔

معمہ بالا ارشاد میں پہلی بات یہ کہی گئی ہے کہ راستے پر بیٹھنے سے پرہیز

سے پہلی ھدایت یہ دی گئی ہے کہ بیٹھنے والے اپنی نظریں نیچی

صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں کو اپنے سامنے رکھنی چاہیے۔ عام

...کے راستوں پر کھڑے ہو کر گزرنے والوں اور خاص طور پر

خواتین کو تاکتے رہتے ہیں اور گناہ کے بوجھ اٹھاتے ہیں۔ گزرنے والوں کو تکلیف نہ دینا، یہ بڑا اہم وسیع حکم ہے جس کا دائرہ یہ کہ نہ تو وہ خود گزرنے والوں کی تکلیف کا باعث بنیں اور نہ دوسروں کو راستہ روکیں، اس کی کئی صورتیں ہیں:

۱۔ راستے پر گزرنے والوں کو تکلیف پہنچانے والی اشیاء سے راستہ صاف رکھنا، جیسے کانٹے، جھاڑیاں، روڑے، اینٹیں اور انکرو جمنٹ وغیرہ۔

۲۔ نالیاں، گڑھے اور دیوار نہ بنانا اور نالیاں بنانا ضروری ہوں تو ان پر ڈھکن دینا۔

۳۔ پانی، ڈیزل، تیل راستے پر نہ گرانا، پھسلنے والی اشیاء جیسے کیلے اور فروٹ کے چھلکے اور چکنی تھیلیاں نہ پھینکنا، بعض اوقات کیلے کے چھلکے سے آدمی گر کر زخمی ہو جاتا ہے یا ہڈی ٹوٹ جاتی ہے یا زبردست چوٹ لگ جاتی ہے۔

۴۔ گاڑی، ٹھیلا، ریڑھا راستے میں کھڑا نہ کرنا۔

۵۔ پیدل چلنے والوں کو چاہیے کہ راستے کے درمیان نہ چلیں تاکہ ٹریفک نہ رکے۔

۶۔ دو گاڑیوں جیسے ٹرک، بس، ٹریلر اور ٹریکٹر کے ڈرائیور راستے کے درمیان مجلس شروع کر دیتے ہیں یہ بھی راستہ روکنا ہے اور برا کام ہے۔

۷۔ جلسہ، جلوس، نماز جنازہ، جلوس جنازہ راستے کے درمیان رکھنا اور چلنا بھی اسی دائرے میں آتا ہے۔

۸۔ شادی بیاہ اور دیگر تقاریب راستے میں ٹینٹ لگا کر کرتے ہیں شرعی لحاظ سے یہ صحیح نہیں خاص طور پر جب کہ متبادل راستہ نہ ہو۔

۹۔ راستے کے درمیان مختلف تقریبات اور بدعات میں پٹاخے چھوڑنا اور آتش بازی کرنا، شرعی لحاظ سے ناپسندیدہ ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۰۔ اسپتال، تعلیم گاہ اور مساجد کے راستے روکنا ناپسندیدہ اور برا فعل ہے جو بہر حال ایک مسلم ملک میں ہر گز نہ ہونا چاہیے۔

راستے میں لوگوں کی سہولت اور بنیادی ضروریات کا بندوبست نہ صرف ایک رفاہی حکومت کی ذمہ داری ہے بلکہ رفاہی اداروں اور صاحب ثروت حضرات کی بھی ہے جیسے پینے کا پانی مہیا کرنا، بیت الخلا تعمیر کرانا اور سایہ دار درخت لگانا ہے۔

مذکورہ حدیث میں چار اہم باتیں اور کہی گئی ہیں ان سے بھی اسلام کے مزاج، تعلیمات اور بنیادی اصولوں کا اندازہ ہوتا ہے۔ان کا مختصر سا تذکرہ کیا جاتا ہے

الف) سلام کرنا

سلام کرنے پر سلام کا جواب دینا اس بات کا اعلان ہے کہ ہماری طرف سے تمہارے لیے سلامتی، امن، رحمت اور برکت کی دعا ہے ہم سے کوئی خطرہ نہ کریں بلکہ اپنے لوگوں میں سے ہمیں سمجھیں۔

ب) نیکی کا حکم دینا

امر بالمعروف (نیکی کا حکم کرنا) یہ اسلام کی امتیازی باتوں اور اسلامی ثقافت، تہذیب اور اس کی خصوصیت میں سے ہے۔مسلماں جہاں بھی ہوتا ہے چاہے مسجد میں ہو، گھر میں ہو، بازار اور عدالت میں ہو اور چاہیے تعلیم میں ہو یا راستے پر بیٹھا ہو اپنی اس ذمہ داری کو ادا کرے۔تاہم اس کی تفصیل کا موقعہ نہیں ہے بس اس کی اہمیت محسوس کریں۔راستہ عام طور گزرگاہ ہوتی ہے پھر بھی اس فریضے سے مفر نہیں ہے اسی طرح صبر وتحمل اور اپنی قطار میں رہنے اور چلنے کی تلقین کی جا سکتی ہے۔

ج) نہی عن المنکر (برائی سے روکنا)

آخر دنیا میں انصاف وحق کی بات اور بے انصافی اور ظلم کی باتوں کی طرف لوگوں کو کون توجہ دلائے گا، کون گناہ کو گناہ اور ثواب کو ثواب کہے گا۔یہ کام ایک مسلم فرد اور مسلم ادارے اور مسلم رفاہی ادارے کو کرنا ہے۔

د) راستہ بتانا

راستے پر بیٹھنے اور چلنے والوں کی ایک ذمہ داری یہ ہے کہ مسافروں اور اجنبی لوگوں کو ان کے معلوم کرنے اور پوچھنے پر راستہ، پتا اور ٹھکانا بتایا جائے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

● محلے کی سطح پر چھوٹے رفاہی کام:

گزشتہ صفحات میں جو کام اور خدمت خلق کی جو باتیں بیان کی گئی ہیں وہ بڑی تنظیموں اور این جی اوز کے متعلق تھیں۔ ایسی تنظیموں کی ذمہ داریاں تھیں جو وسیع پیمانے پر کام کر رہی ہیں جن کے وسائل زیادہ ہیں ان کے ساتھ کارکنوں کی کھیپ موجود ہے۔

اب محلے اور گاؤں کے چھوٹے، چھوٹے مسائل جو فوری حل کرنے کا تقاضا کرتے ہیں اور یہ محلے کے لوگوں کی ضرورت ہوتے ہیں۔ ان کا حل کرنا بھی خدمت کے دائرے میں آتا ہے جیسے پینے کا پانی، سیورج کی نالیاں، بجلی، بچوں کی ابتدائی تعلیم اور کھیل کا میدان اور چوکیداری وغیرہ۔

یہ مسائل بڑی این جی اوز آکر نہیں کرے گی۔ بلکہ یہ مسائل آپ کو محلے کی سطح پر تنظیم یا انجمن بنا کر خود حل کرنے ہوں گے۔ لہٰذا اہل محلہ اس طرف توجہ دیں اور محلہ والوں یا گاؤں والوں کی میٹنگ بلا کر غیر سیاسی اور غیر مسلکی تنظیم بنالیں۔ اس میں نوجوانوں کو ضرور شامل کیا جائے۔ اس سے ان کی تربیت ہوگی، بڑے بزرگوں سے سیکھیں گے اور دلچسپی سے کام کریں گے۔ نوجوانوں کو ایسے رفاہی اور سماجی کام کرنے کا شوق ہوتا ہے اور وہ دلجوئی کے طور پر اپنی صلاحیت جتانے کے لیے خوب کام کرتے ہیں۔

اس تنظیم میں وہ سب طریقے اختیار کریں جو بڑی تنظیمیں اختیار کرتی ہیں:

۱۔ تنظیم کا صدر، نائب صدر، سکریٹری، خازن اور ممبران پر مشتمل ہو۔ کام چلانے کے لیے کل آٹھ دس افراد ہوں۔ البتہ باقی لوگ عام ممبر ہو سکتے ہیں۔

۲۔ سکریٹری تعلیم یافتہ فرد کو مقرر کریں، جو کام کرے، درخواستیں دے، تعلیم وغیرہ کے افسروں سے ملاقاتیں کرے اور بھاگ دوڑ کرنے والا فرد ہو۔

۳۔ بہت معمولی سا بیت المال ہو جس میں کچھ رقم موجود ہو جو ضرورت کے وقت استعمال کی جا سکے اور یہ محلے یا بستی والوں سے وصول کی جائے۔

۴۔ تنظیم کی ذمہ داریوں میں محلے کے لوگوں کی خدمت کرنا اور ان کے معاشرتی اور اخلاقی مسائل حل کرنے میں مدد کرنا، جیسے سیورج کا انتظام درست رکھنا، بجلی کے مسائل حل کرانا، پینے کے پانی کا بندوبست کرنا، راستے صاف رکھنا، بلکہ ان کی صفائی کرانا، پرائمری اسکول کی تعلیم کے لیے اسکول بنانا، یا گورنمنٹ سے بنوانا، کھیل کا میدان بنوانا، نوجوانوں کے کھیلوں کے مقابلے رکھنا،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیتنے والوں کو انعام دلانا، معاشرتی تقریبات میں اپنی خدمات پیش کرنا، محلے کے کسی فرد کی وفات میں کفن دفن کا بندوبست کرنا، محلے یا گاؤں پر کوئی مصیبت ٹوٹے تو ایک دوسرے کے مددگار رہنا، بدامنی کی صورت میں پہرے کے ذریعے امن کا بندوبست کرنا، بیوہ اور بڑی عمر کے بزرگوں کے مختلف یوٹیلٹی بل وغیرہ جمع کرانا۔

یہ سب نیکی کے کام اور عبادت کا درجہ رکھتے ہیں ہمارے اسلاف بلکہ صحابہ کرامؓ جیسے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عثمانؓ اور دوسرے صحابہؓ نے ایسی خدمات سرانجام دیں، بعد کے ادوار (زمانوں) میں بزرگانِ دین، علماء، صلحاء اور اچھے لوگ اسے سرانجام دیتے رہے۔ ایسی سیکڑوں ہزاروں مثالیں ہیں جو تاریخ کی کتابوں میں مذکور ہیں۔

● صحت وحفظان اور اس کی صورتیں:

صحت کے پہلو سے انسانوں کی رہنمائی، خدمت اور مدد کرنے کی جتنی ضرورت ہے شاید ہی کسی اور پہلو سے اتنی ضرورت ہو۔ صحت ہے تو وہ شخص کوئی کام کر سکے گا۔ اپنے خاندان کی پرورش اور خدمت کر سکے گا اور دوسرے انسانوں کے لیے بھی کام آئے گا۔ ورنہ بصورت دیگر وہ دوسروں پر بوجھ بنے گا اور اپنے گھر اور معاشرے کے لیے راحت کے بجائے کلفت کا سبب ہوگا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِیُّ خَیْرٌ مِنَ الضَّعِیفِ وَفِی کُلٍّ خَیْرٌ (مشکوٰۃ) یعنی طاقتور مومن کمزور سے بہتر ہے دونوں میں بھلائی ہے۔

اس لیے اس میدان میں این جی اوز اور مسلم این جی اوز اور نیک لوگوں کو انفرادی و اجتماعی لحاظ سے بھرپور کوشش کرنی چاہیے اسلام نے اس ضمن حفظان صحت اور صحت کی جامع تعلیم دی ہے۔ یہ تعلیم عبادات وطہارت کے ضمن میں دی گئی ہے جس کی وجہ سے قاری کا ذہن عبادت کے مختلف پہلوؤں اور احکام کے جواز وعدم جواز کی طرف زیادہ متوجہ رہتا ہے اگر پانی، طہارت اور صفائی و پاکائی کے پہلو سے دیکھا جائے تو ایک مسلمان کے لیے بڑی رہنمائی ملتی ہے۔

حفظان صحت وصحت کے مختصر بیان کو نو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

● حفظان صحت:

حفظان صحت کے عالمی اداروں کی رپورٹوں کے مطابق دنیا میں اکثر بیماریاں حفظان صحت کے اصولوں کی پابندی نہ کرنے، انھیں نظر انداز کرنے اوران میں کوتاہی برتنے سے پیدا ہوتی ہیں۔ خاص طور پر بچوں کی اکثر بیماریوں کی وجہ یہ ہی ہوتی ہے۔

لہٰذا رفاہی کام کرنے والوں کو حفظان صحت کے اصولوں کو قائم کرنے اور انھیں برقرار رکھنے کے لیے بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔ پاک وصاف پانی کی فراہمی، گندے پانی کی نکاسی، گلیوں کی صفائی، کوڑے کرکٹ کو ٹھکانے لگانے، بیماری سے بچاؤ سے آگاہی اور حفاظتی ٹیکے لگانے کی ترغیب دینی چاہیے۔ طہارت و نفاست کے لیے اسلام نے جو تعلیم دی ہے اس سے آگاہ کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

اسلامی احکام سے آگاہی کے لیے لیکچر دینا، مساجد میں جمعہ کے خطاب میں توجہ دلانا، چھوٹے بڑے بورڈ لکھوا کر لگانا، بینر بنوا کر لگانا، دیواروں پر چاکنگ کرنا، کیبل پر پٹی لگوانا، اور اسی نوع کی بہت سی تدبیریں سوچی اور اختیار کی جاسکتی ہیں سڑکوں، راستوں اور گلیوں میں بورڈ بنوا کر ان پر صحت و حفظان صحت کی باتیں لکھوائی جاسکتی ہیں۔ یہ تحریریں تین دن، پانچ دن یا زیادہ سے زیادہ ایک ہفتہ تک کی ہوسکتی ہے۔ یہ کام دعوت وتبلیغ کا ذریعہ اور اجر وثواب کا سبب ہے۔

الف) اسپتالیں اور ڈسپینسریاں قائم کرنا

انسان سب سے زیادہ پریشان اور دوسرے کی مدد گار کا محتاج بیماری کی حالت میں ہوتا ہے۔ چاہے غریب ہو یا امیر، بڑا ہو یا چھوٹا ہر حالت میں دوسرے کی ہمت افزائی، ہمدردی کے دو بول اور اس کے دکھ دور کرنے کی باتوں کا محتاج ہوتا ہے، لہٰذا انسان اپنی بساط اور گنجائش اور تگ و دو کو سامنے رکھ کر کام کرے، رفاہی ادارے بھی اپنے بجٹ، اھل خیر کے تعاون، علاقے کی ضروریات، اور حالات کو پیش نظر رکھ کر پروگرام بنائیں۔ اس کی متعدد صورتیں ہوسکتی ہیں۔

ب) بڑے اسپتال قائم کرنا

بڑے ادارے بڑے اور جنرل اسپتال بنائیں جیسے ہمارے ملک عزیز میں متعدد اسپتال قائم ہیں اور چل رہے ہیں۔ البتہ ان اسپتالوں کو نفع ونقصان نہ ہونے کی بنیاد پر چلایا جائے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ج) خاص اسپتال

کسی ایک مرض کے علاج کے لیے اسپتال قائم کرنا جیسے کینسر، ٹی بی، جلدی امراض، خواتین کی زچگی اوران کے امراض، بچوں کے اسپتال وغیرہ

د) قائم ڈسپینسریاں

جن افراد یا اداروں میں زیادہ کام کی گنجائش نہ ہو تو چھوٹی ڈسپنسریاں ہی قائم کردیں۔ان میں محلے اوراردگرد کے لوگوں کا ابتدائی علاج کریں۔مریضوں کومشورے دیں اوران کی رہنمائی کریں

ہ) گشتی ڈسپینسریاں

اس وقت انسانی آبادی کی کثرت ہے اور گاؤں، بستیوں اور زرعی زمینوں میں پھیلی ہوئی ہے لہٰذا ان کے لیے گشتی ڈسپینسریوں کی ضرورت ہے۔ یہ گشتی ڈسپنسریاں مقررہ دنوں اور اوقات میں جا کر خدمت کرنا۔

و) طبی کیمپ لگانا

ہر مقام اور ہر علاقے میں ماہرین فن اور اسپیشلسٹ ڈاکٹرنہیں ہوتے، پھران کے پاس دیہات و قصبات سے مریض کو لے جانے میں بہت خرچ ہوتا ہے۔ یہ خرچ کرائے، سفری اخراجات اور بیمار کے ساتھ جانے والوں کے اخراجات کی صورت میں بہت ہوجاتا ہے۔اس لیے طبی کیمپ لگانے سے ہر شخص ان سے استفادہ کرسکے گا اور ان کا خرچ بھی بہت کم آئے گا۔ یہ کیمپ بالکل فری یا معمولی ادائیگی پر لگائے جاسکتے ہیں۔اس کی کئی صورتیں دوسری بھی ہوسکتی ہیں جیسے کوئی ادارہ جگہ مہیا کردے یا کسی اسکول، اسپتال اور کمیونٹی سنٹر میں ایسا بندوبست ہوسکتا ہے۔ڈاکٹرز کے سفرخرچ کا بندوبست ادارہ کرے، وہ فری ٹائم دیں یا معمولی سے چارجز لیں۔ نیز کارکنوں کے طور پر، سماجی ورکرز اور نوجوانوں سے کام لیا جاسکتا ہے۔اس طرح ایک تو ان نوجوانوں کی رفاہی کاموں کی طرف توجہ ہوگی دوسری طرف ان کی تربیت ہوگی اور تعمیری سرگرمیوں میں مصروف ہوں گے۔

ز) اسپیشلسٹ ڈاکٹرز حضرات کا فری معائنہ کرنا

ایسے ماہرین فن جن کو اللہ تعالی نے علم وفن سے نوازا ہے۔انہیں چاہیے کہ اپنے فن کی زکاۃ نکالیں۔اس کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں۔ پانچ مریضوں پر ایک مریض فری یا آدھی فیس پر دیکھنا۔ یا دس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر ایک فری یا آدھی فیس پر دیکھنا۔ ایک صورت یہ بھی ہے کہ مہینہ میں ایک دن کسی سنٹر میں بیٹھ کر فری مریض دیکھیں اور اپنی آخرت کا توشہ بنائیں۔ یہ لوگ یہ سوچیں کہ ایک دن انسان بیمار ہو جاتا ہے اور کلینک بند رہتا ہے یا کوئی اور کام ہو سکتا ہے جس کی وجہ سے کلینک نہیں جا سکتا۔ اللہ کے نام پر اپنی قوم کی خدمت کے لیے اور اپنے روحانی سکون کے لیے ایک دن دے دینا سعادت اور خوش بختی ہے۔

ح) ایک کمرہ طبی خدمات کے لیے دینا

طبی خدمات کی ایک صورت یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیٹھک کا کمرہ جز وقتی کے طور پر دے دے اور اس میں کوئی ریٹائرڈ ڈاکٹر صاحب دو تین گھنٹے آکر بیٹھے اور مریضوں کا معائنہ کرے اور دوا لکھ کر دیں اس طرح بھی دکھی انسانیت کی خدمت ہو سکتی ہے۔

ط) صدقات سے غریب مریضوں کی مدد کرنا

جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ضرورت سے زیادہ پیسے دیے ہیں ان کو چاہیے کہ کچھ رقم غریب مریضوں کے لیے مخصوص کریں اور ان کو ڈاکٹری نسخے کے مطابق دوائیاں خرید کر دیں۔ یہ بھی بحالی صحت کا ایک پہلو ہے۔

ی) بلڈ بینک کا قیام

حادثے میں زخمی مریض اور زیر اپریشن مریضوں کے لیے خون کی ضرورت موجودہ دور کی ایک لازمی ضرورت ہے۔ پھر اچھا خون فراہم کرنا بڑی نیکی ہے۔ لہٰذا اس کے لیے رفاہی ادارے آگے بڑھ کر بلڈ بینک قائم کریں۔ یہ بھی بڑی نیکی اور خدمت خلق کا کام ہے کیونکہ اس وقت صحیح خون کا معیاری اور اچھا ہونا اور ایک اہم مسئلہ ہے۔

ی ا) بچی ہوئی دوائیں مستحقین کو دینا

تندرستی و بیماری انسان کے فطری لوازم ہیں۔ ہر انسان کو اس منزل سے گزرنا ہوتا ہے۔ کسی کو بیماری سے زیادہ واسطہ پیش آتا ہے تو کسی کو کم واسطہ پڑتا ہے۔ ہر شخص بیماری کے دوران مختلف ڈاکٹروں کے پاس جاتا ہے اور ان سے دوائیاں لیتا ہے، پھر فائدہ نہ ہونے کی صورت میں دوسرے کی طرف رجوع کرتا ہے اور وہ دوائیاں تجویز کرتا ہے یہ دوائیاں بچ جاتی ہیں اور رکھی رہتی ہیں بلکہ رکھی رکھی ضائع ہو جاتی ہیں یا ان کی تاریخ استعمال ختم ہو جاتی ہے اور آخر کار پھینک دی جاتی ہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحت کے شعبے میں کام کرنے والے این جی اوز یا فلاحی ادارے آگے بڑھیں اور یہ دوائیاں جمع کریں اور غرباء اور حاجت مندوں میں تقسیم کریں کیونکہ بہت سے افراد ایسے ہیں جو ان دوائیوں کے خریدنے کی طاقت نہیں رکھتے وہ لوگ جن کی تنخواہ ۳ یا ۴ ہزار ماہانہ ہوگی، یہ اپنے بچوں اور اپنی غذائی ضرورت اور بچوں کی تعلیم اور معاشرتی ضرورت پوری کریں گے یا بیماری کی دوائیاں خریدیں گے۔

اس صورت حال کا تقاضا ہے کہ باقی ماندہ یا استعمال شدہ دوائیاں غریب بیماروں کو عطیہ میں دی جائیں۔ان کی امداد کی ایک صورت یہ ہے کہ صاحب خیر اور صاحب نصاب زکوۃ کی رقم کسی اسٹور کے نیک مالک یا نگران کے پاس رکھوائیں اور اس سے مستحقین کو آدھی قیمت یا تہائی یا چوتھائی قیمت میں ڈاکٹری نسخے کے مطابق مہیا کی جائیں اس نوع کی کئی اور صورتیں نکل سکتی ہیں جن کے ذریعے مستحقین کی مدد کی جائے اور ان کے علاج کی حسرت پوری کی جائے۔

کسی کی حسرت یا ضرورت پوری کرنے سے اس کے دل کی گہرائی سے دعا نکلتی ہے وہ بہت بڑا قیمتی سرمایہ ہے۔ درحقیقت رفاہی کاموں کا یہ ایک بڑا پہلو ہے کہ آپ کسی انسان کا دل جیت رہے ہیں، اس سے دعائیں لے رہے ہیں اور اسے اپنا ہمدرد اور بہی خواہ بنا رہے ہیں۔

● ایمبولینس اور میت گاڑی:

ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر جو اہم حقوق ہیں ان میں سے ایک بیمار ہونے پر اس کی عیادت کرنا ہے۔عیادت (بیمار کی طبع پرسی) کا کلمہ عربی زبان کے اعتبار سے بڑے معنی رکھتا ہے جیسے عاد الطبیب ڈاکٹر نے وزٹ کی، مریض کو دیکھا، اور اس کا معائنہ کیا ان معانی کی وسعت میں یہ معنی بھی ہیں کہ بیمار کی ضرورت کو پورا کرنا، ڈاکٹر کے پاس لے جانا اس کا علاج کرانا، اور اس کو تسلی دینا۔

الف) ایمبولینس مہیا کرنا

اس اصول کی بنا پر ایمبولینس سروس مہیا کرنا بھی عیادت مریض میں شامل ہے اس لیے ایمبولینس گاڑیاں مریضوں کی خدمات کے لیے تیار کرانا، تیار رکھنا، اور ان کی ضرورت کے لیے مہیا کرنا، اجر وثواب اور نیکی کا کام اور باہم اخوت و ہمدردی کا باعث ہے۔وہ افراد، ادارے، انجمنیں اور برادریاں جو ایمبولینس اپنے رفاہی کاموں میں شامل کرتے ہیں سعادت مند اور نیکوکار ہیں اور قابل ستائش ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ب) میت گاڑی

موجودہ دور میں شہروں میں آبادی کے پھیلاؤ اس کی کثرت، لوگوں کے آرام پسند ہونے اور قبرستانوں کے دور ہونے کی وجہ سے میت کو پیدل قبرستان لے جانا مشکل ہو رہا ہے۔ اس لیے وقت کی ایک ضرورت میت گاڑی مہیا کرنا ہے۔ یہ گاڑی میت اور اس کے ساتھ چلنے والوں کو میت کے ورثاء کی خواہش کے مطابق قبرستان لے جائے۔ یہ عمل میت کے ساتھ چلنے کے نہ صرف حق کی ادائیگی ہے بلکہ اجر و ثواب کے مستحق ہو رہے ہیں۔

یہ کام بھی ایسا ہی خیر و بھلائی کا ہے جیسے دوسرے رفاہی کام ہیں۔ ہمارا معاشرہ ابھی تک برادری، قبائلی اور قدیم معاشرتی سسٹم پر قائم ہے۔ لہٰذا ہمارے معاشرے کی برادریوں کو چاہیے کہ اپنی برادری کی طرف سے ایمبولینس اور میت گاڑی کا بندوبست کریں اور مذکورہ بالا گاڑیوں کے لیے نہ صرف فنڈ جمع کریں بلکہ دوسری برادریوں کے ضرورت مندوں کو مہیا کریں۔ اس طرح مسلمانوں میں باہمی تعاون اور ہمدردی و غمخواری کے جذبات پروان چڑھیں گے اور بڑھیں گے۔

● مریضوں کی عیادت و تیمارداری:

انسان جس حالت میں سب سے زیادہ نرم دل، دوسروں کی ہمدردی کا خواہاں اور مالی و اخلاقی مدد کا مستحق ہوتا ہے وہ اس کی بیماری کی حالت ہے۔ دین اسلام نے اس کی اس کیفیت و حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس سے بہت زیادہ ہمدردی کی ہے۔ اس ہمدردی میں بہت سے اپنے احکام اس سے ساقط کر دیے یا ان میں نرمی برتی ہے۔ چنانچہ بنیادی عبادت کے احکام میں دیکھتے ہیں تو تیمم کا حکم بیماروں اور مسافروں اور پانی پر قدرت نہ پانے والوں کے لیے نازل ہوا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے ”اور اگر کبھی ایسا ہو کہ تم بیمار ہو یا سفر کی حالت میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص رفع حاجت کر کے آئے، یا تم نے عورتوں سے لمس کیا (چھوا) ہو اور پھر پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے کام لو اور اس سے اپنے چہرے اور ہاتھوں پر مسح کر لو۔ بے شک اللہ نرمی سے کام لینے والا اور بخشش فرمانے والا ہے۔ (النساء۴:۴۳)

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے جہاں خود بیماروں سے رعایت برتی، نرمی اور شفقت کی اور ان کی سہولت، آرام اور راحت کا خیال رکھا وہاں اپنے بندوں کو ھدایت کی کہ وہ بھی ان سے نہ صرف نرمی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برتیں بلکہ ان کی عیادت، خدمت اور تیمارداری کریں۔ایک مسلمان فرد یا مسلم این جی اوز جب بیمار کی خدمت کرتا ہے، اس کا علاج کرتا ہے یا کسی اور سے کراتا ہے تو اس کی پس منظر میں پانچ باتیں ہوتی ہیں جبکہ غیر مسلم این جی اوز میں اتنے عامل نہیں ہوتے اس لحاظ سے ایک مسلمان کو بیمار کی عیادت اور خدمت کرتے ہوئے ان کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔

الف) وہ یہ کام اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی چاہتے ہوئے کرتا ہے۔ایک طویل حدیث میں ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن (ایک آدمی سے فرمائیں گے) اے آدم کے بیٹے میں بیمار تھا تو تو نے میری عیادت نہیں کی، وہ عرض کرے گا، میرے پروردگار میں آپ کی عیادت کیسے کرتا جبکہ آپ سارے جہاں کے رب ہیں (بیماریوں سے پاک ہیں) اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ تجھے معلوم نہیں تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا مگر تو اس کی عیادت کے لیے نہیں گیا۔ تجھے معلوم نہیں کہ اگر تو اس کی عیادت کے لیے جاتا تو مجھے وہاں پالیتا۔ (ابوداؤد اور مسلم)

اس حدیث کے الفاظ پر غور کریں تو اللہ کے فرماں بردار بیمار کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا کتنا گہرا تعلق ہے کہ اس کی بیماری کو اپنی بیماری سے تعبیر کیا اور اس کی عیادت کر اپنی عیادت اور رضا سے تعبیر (بیان) کیا ہے۔

ب) بیمار کی عیادت و تیمارداری کرنے سے بہت زیادہ ثواب ملتا ہے بشرطیکہ اس عمل میں اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب حاصل کرنے کی نیت ہو۔متعدد احادیث میں اس کے اجر و ثواب کا بیان ہے۔

ج) اسلامی تعلیمات کی رو سے مریضوں کا دوسرے مسلمانوں پر ان کی عیادت کرنا حق ہے اس لیے جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی عیادت کرنے جاتا ہے تو گویا اس کا حق ادا کر رہا ہے اور اپنی ذمہ داری پوری کر رہا ہے۔آپ نے فرمایا: مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں:

۱۔ وہ سلام کرے تو اس کے سلام کا جواب دینا۔

۲۔ بیمار کی عیادت کرنا۔

۳۔ وہ فوت ہو جائے تو اس کے جنازے میں شریک ہونا۔

۴۔ وہ دعوت دے تو اس کی دعوت قبول کرنا۔

۵۔ اسے چھینک آئے اور الحمدللہ کہے تو اس کا جواب دینا۔ (متفق علیہ)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

د) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ادا کرنا۔ بیمار کی عیادت کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہم سنتوں میں سے ایک اہم سنت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بیمار کی عیادت کرو، بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور قیدی کو آزاد کرو"۔ (البخاری)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیماروں کا بہت خیال رہتا تھا جب کسی دوست، عزیز اور صحابہ کی بیماری کی اطلاع ملتی تو عیادت کے لیے تشریف لے جاتے تھے بلکہ اپنے اور بے گانے اور مسلم اور غیر مسلم تک کی بیماری میں عیادت کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔ بیماری چاہے چھوٹی ہو جیسے آنکھیں دکھنا اور یا بڑی اور فاصلہ چاہے تھوڑا ہو جہاں پیدل جا سکتے ہوں یا زیادہ ہو جس کے لیے سواری کی ضرورت ہوتی آپ اس اہتمام اور معمول میں فرق نہیں آنے دیتے تھے۔

(سیرت خیر الانام، اردو دائرہ المعارف اسلامیہ، لاہور)

شیخ عطارؒ نے عیادت کے سنت ہونے کے بارے میں فرمایا:

"بر سر بالین بیماراں گزر
زاں کہ ہست این سنت خیر البشر"

یعنی بیماروں کے سرہانے عیادت کے لیے بیٹھ کیونکہ یہ خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ عیادت کا مطلب صرف زبانی پوچھنا نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ بیمار کی مناسب ضروریات پوری کرنا بھی ہے اس کی دل جوئی کرنا، اس کا غم دور کرنا، اسے خوش کرنا، اس کی مایوسی دور کرنا اور اسے شفا کی اُمید دلانا ہے۔ نیز باہم تعلقات اور روابط مستحکم ہوتے ہیں اور بیمار کی مشکلات کی گھڑی میں کسی قسم کی مدد کرنے سے وہ اتنا احسان مند ہوتا ہے کہ برسوں اس کے احسان کا زیر بار رہتا ہے اور اسے یاد کرتا رہتا ہے۔

عیادت کا ایک پہلو یہ ہے کہ آج ایک فرد تندرست و توانا ہے تو کل یہی فرد بیمار ہو سکتا ہے۔ اس وقت اس کا جی چاہے گا لوگ اس کی عیادت کو آئیں، اس کا دل بہلائیں اور دکھ درد ہلکا کریں تو اسے چاہیے کہ یہ فرد آج یہ رویہ اختیار کرے اور اسے فروغ دے تو یقیناً کل اس کے ساتھ بھی ایسا ہی برتاؤ ہوگا۔

عیادت نہ صرف مسلمان کی بلکہ غیر مسلموں کی بھی کی جائے عیسائی مشنریاں ہر نسل اور قوم کے شخص اور ہر مذہب اور دین کے فرد کی عیادت کرتی ہیں، اس کا علاج کرتی ہیں اور اس کی ہر طرح دل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جوئی کی جاتی ہے۔ جبکہ ہمارا دین تو ان سے زیادہ عیادت، تیمارداری اور خدمت کی تاکید کرتا ہے، اللہ اوررسول کا حکم بتاتا ہے، اجروثواب کا باعث قرار دیتا ہے اور دعوت وتبلیغ کا ایک مؤثر ذریعہ بتاتا ہے۔

لہٰذا بڑے اسپتالوں، میڈیکل سینٹر اور گھروں میں بیماروں کی عیادت کے لیے جانا چاہیے۔ خاص طور پر رفاہی کام کرنے والوں کو اپنے پروگرام میں بیماروں کی عیادت اور تیمار داری کو شامل کرنا چاہیے۔

● موذی امراض سے بچاؤ سے آگاہی کا پروگرام:

جدید سائنس جو سہولتیں، آسائشیں اور بہترین علاج معالجہ لے کر آئی ہے ان میں موذی امراض سے بچاؤ کا بندوبست اور حفاظتی ٹیکے شامل ہیں۔ آج سے تیس چالیس سال پہلے کافی چھوٹے بچے وبائی اور مہلک بیماریوں میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو جاتے تھے۔ اب چھ بیماریوں کے حفاظتی ٹیکے اور پولیو جیسی موذی بیماری کے قطرے پلانے سے ان چھ بیماریوں جیسے خسرہ، خناق، کالی کھانسی، پولیو، ٹی بی سے تحفظ ہو جاتا ہے۔

تاہم بعض لوگوں کی بدقسمتی یہ ہے کہ وہ اپنے بچوں کو یہ حفاظتی ٹیکے نہیں لگواتے اور پولیو کے قطرے وقت پر نہیں پلاتے یا دوسرا ٹیکہ نہیں لگواتے اس طرح ایک خطرناک بیماری کثرت سے پھیل رہی ہے۔ ہیپاٹائٹس بی (کالا یرقان) اس سے تحفظ کے ٹیکے عام ہو گئے ہیں لیکن لوگ یہ ٹیکے بھی نہیں لگواتے۔

ان بیماریوں سے تحفظ کے ٹیکے نہ لگوانا اور علاج نہ کرانا قومی ملکی، ملی، خاندانی اور شخصی نقصان ہے۔ جسے ہر سستی برتنے والے کو بھگتنا ہے۔ رفاہی اداروں، مسلم این جی اوز اور انفرادی افراد کے کرنے کا کام یہ ہے کہ یہ ادارے یا افراد پوسٹر، ہینڈ بلز، مساجد کے امام اور دیگر ذرائع سے اس قومی مہم میں شامل ہوں۔ ایک طرف لوگوں کو ٹیکے لگوانے پر آمادہ کریں، ترغیب دیں بلکہ ٹیکوں کے مرکز میں بچوں کو والدین کے تعاون سے لے کر آئیں اور ویکسی نیشن کرائیں، دوسری طرف اس محکمے کے افسران، ملازمین اور دیگر لوگوں کو کام کرنے، گھر گھر اور گاؤں گاؤں جا کر ٹیکے لگانے پر نہ صرف آمادہ کریں۔ بلکہ یہ لوگ دیانت داری سے کام نہ کریں تو نظم بالا میں ان کی شکایات درج کرائیں اور ایسے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگوں کا ٹرانسفر کرائیں، عارضی طور پر معطل (سسپنڈ) کرائیں۔ یہ وہ کام ہے جیسے اللہ تعالی کے اس فرمان خداوندی میں ہے وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَا اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ۝ (المائدہ ۵:۳۲) جس شخص نے کسی انسان کی جان بچائی تو یہ کارنامہ اتنا بڑا ہے جیسے اس نے تمام انسانوں کی جان بچائی۔ اس کام میں خاص روپے پیسے کی ضرورت نہیں ہے بس یہ خیال ہو کہ مجھے یہ کام کرنا ہے تو خالی ہاتھ وہ بھی دو قدم چل کر، دو بول بول کر اور چند الفاظ بول کر اور دو گھنٹے محنت کر کے یہ قومی و ملی فریضہ ادا کر سکتا ہے۔

● غربت مٹاؤ پروگرام (غربت کم کرنا یا ختم کرنا):

پاکستان ان ممالک میں سے ایک ہے جن میں غربت بہت زیادہ ہے۔ ملک عزیز میں غربت کی سطح سے نیچے زندگی گزارنے والوں کا تناسب کم از کم تینتیس فیصد ہے۔ جس ملک کی ایک تہائی آبادی غربت وعسرت کی زندگی گزار رہی ہو، جو اکثر انسانی ضروریات سے محروم ہو جیسے ضرورت کے مطابق غذا، صاف پانی، موسم کے مطابق لباس، ضروری علاج ومعالجہ اور تعلیم ورہائش کا بندوبست ہے۔ پاکستان میں اس غربت کے کئی وجوہ ہیں۔ ان کا مختصر سا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ تا کہ رفاہی ادارے ان کو مدنظر رکھ کر کام کریں۔ ہمارا ملک عزیز وسائل رزق اور وسائل حیات سے مالا مال ہے۔ دنیا کے بڑی قومی سطح کی نعمتوں میں سے دوتہائی نعمتیں ہمیں حاصل ہیں لیکن باوجود اس کے غربت کیوں ہے اور اس نے پاکستان میں پنجے کیوں گاڑے ہیں اس کے درج ذیل اسباب ہیں:

ا۔ جاگیردارانہ سسٹم موجود ہونا

برصغیر میں جاگیردارنہ، نوابانہ، اور راجاؤں کا سسٹم قدیم دور سے چلا آرہا ہے۔ ہند و پاک دونوں ایک ساتھ آزاد ہوئے مگر ہندوستان نے اسے روز اول سے ہی ختم کر دیا لیکن پاکستان میں اسے ختم نہ کیا گیا، بلکہ اسے لوجوہ برقرار رکھا گیا جس کے بقایا اب بھی بلوچستان، پنجاب اور سندھ میں باقی ہیں۔ اگرچہ زمین اور دولت کے لحاظ سے وہ جاگیریں باقی نہیں رہیں لیکن وہ کلچر، طور طریقے اور ثقافت باقی چلی آرہی ہے۔ اس کلچر میں شامل ہے کہ رعیت، ماتحتوں، خادموں اور نوکروں کو اسی حالت میں رہنے دیا جائے اور اوپر اٹھنے نہ دیا جائے تا کہ یہ لوگ آزاد نظریاتی اور جسمانی آزاد ہو کر مقابلے میں نہ آئیں لہٰذا انھیں غربت میں غریب اور محتاج ہی رہنے دو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ملک کے حکمرانوں کا ملک وملت کے ساتھ مخلص نہ ہونا

پاکستان میں اولین حکمرانوں کے سوا جتنے حکمران آئے انھوں نے اپنی جائدادیں بنائیں، اپنی کرسی مضبوط کرنے کی فکر اور کوشش کی، دوسروں کے اشاروں پر چلتے رہے اور حد یہ کہ ملک عزیز کا سرمایہ بیرون ملک لے جا کر لگایا اور اپنے ٹھکانے بنائے۔کسی نے سنگاپور اور مشرق بعید میں جائدادیں بنائیں اور ملیں لگائیں، کسی نے دبئی میں بنگلے خریدے، کسی نے انگلینڈ میں محلات اور فلیٹ خریدکیے، کسی نے آسٹریلیا میں ہزاروں ایکڑ فارم خریدے لیکن اپنے ملک کے تعمیر وترقی میں حصہ نہیں لیا۔اس کا عملی منظر یہ سامنے آتا ہے کہ جب یہاں کرسی چھن جاتی ہے تو بھاگ کر اپنے جائدادوں میں جا بیٹھتے ہیں۔

۳۔تعلیم کی کمی

تعلیم کسی قوم کی بنیاد ہوتی ہے اگر صحیح تعلیم نہ ملے تو وہ قوم ترقی نہیں کرسکتی آج ہماری قوم صحیح دینی و اخلاقی تعلیم اور فنی اور ہنری تعلیم کی کمی میں مبتلا ہے نہ تو دینی تعلیم سے اس اخلاق و کردار کے لوگ پیدا ہورہے اور نہ عصری تعلیم سے ایسے لوگ تیار ہورہے ہیں جن سے دنیا کے ترقی یافتہ ممالک کے تعلیم یافتہ لوگوں کا مقابلہ کرسکیں۔

۴۔انصاف کا نہ ملنا

ملک عزیز میں عدالتی نظام بھی پستی اور زوال کا شکار ہے۔داد خوہ اور مظلوم کو انصاف نہ تو بروقت ملتا ہے اور نہ ہی صحیح انصاف ملتا ہے جس کی وجہ سے وکیلوں، عدالتوں اور آمدورفت کے کرایوں، رشوتوں اور پولیس والوں پر غریبوں کی رقمیں خرچ ہوتی رہتی ہیں اور غربت مٹانے کے لیے رقم نہیں بچتی، اور جب کورٹ سے انصاف نہ ملنے پر انتقام در انتقام کا لا متناہی سلسلہ چلتا رہتا ہے اس طرح غریب غریب ہی رہتا ہے البتہ عدالتی سسٹم سے وابستہ لوگ امیر بن جاتے ہیں۔اب تو بدقسمتی سے عدالتوں کے جج بھی انصاف سے محروم ہیں۔

۵۔کام اور محنت نہ کرنا

قوم کا ایک حصہ، خاص طور پر سرکاری اور نیم سرکاری اداروں میں کام چوری عام ہے۔قومی وسائل جیسے بجلی، پٹرول، گاڑیاں اور دیگر سامان ضائع کریں یا خود اٹھا کر لے جائیں اور چوری اور کام چوری ہوتی رہے لیکن اپنی ذمہ داریاں ادا نہ کریں۔اسی طرح ہمارا نوجوان خاص طور پر دیہاتی نوجوان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوٹلوں، وی سی آر، کمپیوٹر اور ٹیلی ویژن پر گھنٹوں بیٹھا رہتا ہے اور وقت عزیز کو ضائع کرتا رہتا ہے۔

۶۔ با اثر طبقات کا غربت گھٹانے کی کوشش نہ کرنا

ہمارے ملک کے با اثر طبقات، جیسے مساجد کے خطباء، پیران طریقت، اساتذہ اور این جی اوز اس ضمن میں کوئی ٹھوس اور سنجیدہ کوشش نہیں کرتے میری مراد ہے نظریاتی اور فکری تبدیلی کی کوشش نہیں کرتے، رزق حلال کھانے پر زور، حرام کی روزی سے بچنے کی تاکید، کفایت وقناعت کی تبلیغ اور محنت کی ترغیب نہیں دلاتے۔ ان باتوں کو معاشرے میں دیکھا جا سکتا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ پاکستان میں صدقہ و خیرات اور زکوٰۃ بہت زیادہ ادا کی جاتی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق پچاس ارب روپے سالانہ مال داروں کی طرف سے خیرات وعطیات دیے جاتے ہیں۔ یہ رقم کہنے میں آسان اور دیکھنے میں تھوڑے الفاظ لیکن حقیقت میں بہت بڑی رقم ہے۔ باوجود اس کے غربت ہے کہ بڑھتی جا رہی ہے شاید درمیانی دلال، آڑھتی کی طرح اس رقم اور غریبوں کے درمیان کوئی طبقہ ہے جو درمیان میں ہڑپ کر جاتا ہے اور غریب عوام تک اس کے اثرات نہیں پہنچتے۔

اب رفاہی اداروں، تنظیموں اور این جی اوز کی ذمہ داریوں، کاموں اور جہدو جہد کے نقطۂ نظر سے غور کرتے ہیں کہ وہ غربت کم کرنے میں کیا کردار ادا کریں اور کس طرح کام کریں۔ چند ایک پہلو درج ذیل ہیں۔

الف) نظریاتی وفکری کام

یہ ادارے اپنی ذہنی وسعت، علمی بلندی اور فکری وتفکر کی سوچ سے غربت کے اسباب نمایاں کر کے ان کے قلع قمع کرنے کی جدوجہد کریں۔ مثلاً لوگوں کو اور خاص طرح نوجوانوں کو بنیادی اور گہری تعلیم کرنے کی ترغیب دلائیں۔ بے کار لوگوں کو کام کرنے پر ابھاریں، رزق حلال کمانے کی اہمیت بتائیں۔

ب) ریتوں رسموں کے خلاف جہاد

ہمارے ہاں جو فرسودہ، لایعنی اور بے ہودہ ریتیں اور رسمیں اور طریقے رائج ہیں پرانا جاگیردارنہ کلچر اور رواج باقی ہے۔ اس کی خرابیاں بیان کریں، جیسے شادی بیاہ کے موقع پر دکھاوے کی دعوتیں، وفات پر خیرات کی دکھاوے کی رسمیں، نمائش وغیرہ کے خلاف مہم چلائیں یہ مہم ہمہ گیر، ہمہ جہت اور جہادی نوعیت کی ہوں۔ جیسے جہیز جو عام طور پر دکھاوے، ایک دوسرے سے آگے بڑھنے اور اپنا نام اونچا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھنے کے لیے دیا جاتا ہے جبکہ بعض جگہوں پر دولہا کے ہاں اس کے رکھنے کی جگہ تک نہیں ہوتی۔ یہ اشیاء دھوپ اور چھت میں پڑی پڑی گل سڑ جاتی ہیں۔

(ج) ریا اور نمائش کے کام روکنا

بہت سے کام جو معاشرتی، معاشی اور سیاسی ایسے ہوتے ہیں جنہیں دکھاوے، ایک دوسرے پر بازی لے جانے اور برتری کے لیے کیے جاتے ہیں۔ان کے خلاف مہم چلانا۔

(د) عار اور شرم کا معیار

ہمارے ہاں جاگیرداری، وڈیرہ شاہی اور سرداری کلچر کی وجہ سے بعض کام جیسے ملازمت، کاروبار، دوکانداری، پرائیوٹ نوکری کو اختیار نہیں کیا جاتا اور اسے اپنے لیے عیب سمجھا جاتا ہے۔ تنگی بھگتتے رہیں گے، بھوکے رہیں گے لیکن اپنے ہاتھ سے کام نہیں کریں گے۔ان باتوں کے لیے فکری، نظریاتی اور تعلیمی کام کرنے کی ضرورت ہے۔یہ کام کتابچوں، بروشروں، پوسٹروں، بینروں، ہینڈ بلز اور اسٹکرز کے ذریعے کیا جاسکتا ہے۔ لیکچروں، سیمی ناروں، اور ورکشاپس اور جلسوں اور علمی مجلسوں کے ذریعے بھی کیا جاسکتا ہے۔ اس کی ایک صورت یہ ہے کہ انسان خود عمل کر کے دکھائے جیسے برصغیر کے مختلف مصلحین نے کیا تھا۔ برصغیر میں تقسیم ہند سے پہلے اور بعد میں کانگریس اور مسلمانوں نے سرانجام دیا تھا۔مسلمانوں میں اپنی تاریخی لحاظ سے بہت مثالیں موجود ہیں جو جوں جوں تاریخ کی گہرائی میں جائیں گے ملتی جائیں گی۔

● کسی کو کام سے لگانا:

شفقت علی الخلق اور خدمت خلق کے جو اجتماعی و اصلاحی کام ہیں ان میں ایک اہم کام بے روزگاروں کو روزگار سے لگانا، انھیں روزگار فراہم کرنا اور بے ہنروں کو ہنر سکھا کر اپنے پیروں پر کھڑا کرنا ہے۔آج کتنے ہی ایسے نوجوان ہیں جو محنت و مشقت تو کر سکتے ہیں لیکن محض سرمایہ نہ ہونے کی وجہ سے کوئی ذریعہ معاش اختیار نہیں کر پاتے۔اسی طرح کتنے نوجوان اور صحت مند ایسے ہیں جو کوئی ہنر نہیں جانتے اور بے ہنر ہونے کی وجہ سے روزی نہیں کما سکتے اور بے روزگار گھومتے ہیں۔اس قسم کے لوگوں سے ہمدردی کرنا، روزگار سے لگانا اور ہنر سکھانا، بہت بڑی نیکی اور صدقہ جاریہ کا کام ہے۔ایسے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگوں کی زکوٰۃ سے معاونت کی جاسکتی ہے اور ان کے لیے ایسے منصوبے بنائے جاسکتے ہیں جن کی وجہ سے یہ لوگ اپنے پیروں پر کھڑے ہوسکتے ہیں۔

ا۔ بے روزگار کو روزگار پر لگانے اور غربت مٹانے کے لیے ضروری ہے کہ نوجوانوں کو چھوٹا سا کوئی ذریعہ آمدنی بنا کر دیا جائے۔جیسے اگر کوئی کپڑے سی سکتا ہے تو اسے سیونگ مشین لے کر دینا، فروٹ یا سبزی کا ٹھیلہ لگا کر دینا، ماٹڈلی کھول کر دینا،، رکشہ خرید کر دینا، اور اگر الیکٹرانک کے سامان کی مرمت کرسکتا ہے تو اسے چھوٹا سا مرمت کا ٹھکانہ بنا کر دینا۔اسی طرح دوسرے ضرورت کے کئی کام تلاش کیے جاسکتے ہیں۔تاہم ان لوگوں کو رقم ادھار دی جائے البتہ یہ ادھار غیر سودی ہو اور ہر ماہ کچھ رقم واپس لی جائے۔اس طرح یہ مفت خور نہیں بنے گا اور اس رقم کی بے قدری نہیں کرے گا۔

بعض رفاہی ادارے دیہات کے بے روزگاروں کو بکریاں لے کر دیتے ہیں اور ان سے یہ طے کرتے ہیں کہ ہر چھ ماہ بعد ایک بکری واپس کریں گے۔اس طرح وہ لوگ اپنے پیروں پر کھڑے ہوجاتے ہیں۔چونکہ بعض بکریاں ہر چھ ماہ بعد اوسطاً دو بچے دیتی ہیں اس طرح یہ تیزی سے بڑھتی ہیں لہذا بکریاں دینا بڑی مدد ہے۔

یہ طریقہ بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے موجود رہا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع میں عطیہ یا دودھ پینے کے لیے دی جانے والی بکری یا جانور لوٹانے کا فرمایا ہے۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ دودھ پینے کے لیے یا کسی کو پیروں پر کھڑا کرنے کے لیے بکری دینا امداد باہمی کے طریقوں میں اہم طریقہ رہا ہے۔یہ طریقہ آپ ﷺ کے طریقے سے معلوم ہوتا ہے۔

اس نوع کے دوسرے متعدد طریقے سوچے جاسکتے ہیں اور عمل میں لائے جاسکتے ہیں۔اسلام میں اعانت کے بہت سے طریقے بیان ہوئے ہیں جن کی بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ اسلام غربت پیدا ہی نہیں ہونے دیتا اور اگر پیدا ہوجائے تو اسے کم کرنے یا ختم کرنے کے طریقے بتاتا ہے۔اب اس کے پیروکاروں کی ذمہ داری ہے کہ ان میں جو طریقہ اس علاقے میں مفید اور کارآمد ہو اسے اختیار کیا جائے۔یا کسی کے پاس روزگار تو ہے لیکن اس کے لیے ناکافی ہے تو صدقہ وخیرات سے اس کی مدد کی جاسکتی اور اس کی ضروریات پوری کی جاسکتی ہیں۔لہذا ہمیں زکوٰۃ اور صدقات واجبہ سے کچھ لوگوں کو اپنے پیروں پر کھڑا کرنے، بھکاری بننے سے بچانے اور مستقل روزگار سے لگانے کے لیے منصوبے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوچنے چاہیے اس نوع کا عمل شریعت کی روح کے مطابق ہوگا۔

● صنعت وحرفت میں تعاون:

آپ کے گردونواح میں اور حلقۂ اثر میں یا آپ کے علم میں کوئی شخص ایسا ہے جو کسی کام کا ہنر سیکھ کر اپنا روزگار کما سکتا ہے یا کوئی ہنر جانتا ہے۔لیکن اچھی طرح نہیں جانتا اور اچھی طرح اور عمدہ طریقے سے کام نہیں کرسکتا تو ایسے شخص کو ہنر سکھانا یا ہنر میں لائق بنانا، اس کی رہنمائی کرنا اور کام سلیقہ سے کرنے کے لائق بنانا نیکی اور صدقہ جاریہ ہے۔اس سلسلے کی ایک حدیث ملاحظہ کیجیے۔

حضرت ابوذرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی ایک گفتگو نقل فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ سب سے برتر اور افضل عمل کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ پر ایمان اس کی راہ میں جہاد اور قیمتی غلام آزاد کرنے کے بعد فرمایا: ’’اس شخص کی مدد کرو جو (غربت کی وجہ سے) ضائع ہو رہا ہو۔ یا جو شخص اپنا کام نہ کرسکے اس کی مدد کرو۔ میں نے عرض کیا اگر یہ بھی نہ کرسکوں؟ آپ نے فرمایا لوگوں کو اپنے شر سے بچاؤ یہ بھی ایک صدقہ ہے جو تم اپنے نفس پر کروگے‘‘۔

(البخاری، کتاب العتق، باب ای الرقاب افضل، مسلم کتاب الایمان باب کون الایمان)

اس حدیث میں پہلے ایمان باللہ، جہاد فی سبیل اللہ اور غلاموں کو آزاد کرنے کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔اس کے بعد آپ نے فرمایا: **تعین ضائعا او تصنع لا حرق**۔اس کی تھوڑی تشریح یہ ہے تعین ضائعا کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص غربت میں مبتلا ہو اور جس کے بیوی بچوں کے گزر بسر کی صورت نہ ہو، اس کی مدد کرو، اسے ضائع ہونے سے بچاؤ۔

اس حدیث میں اس مدد کی مقدار یا اس کی شکل متعین نہیں کی گئی ہے۔البتہ اسے اس شخص کے حالات وضروریات اور مدد کرنے والے کی حیثیت پر چھوڑ دیا گیا ہے۔جس نوعیت کی ضرورت ہے اسی نوعیت کی مدد آدمی کو اپنی حیثیت کے مطابق کرنی چاہیے۔

اگر لوگوں کو اس بات کا احساس عام ہو اور اس طرح کے ادارے کام کرنے لگیں، جہاں صنعت و حرفت کی تعلیم دی جائے، بے ہنروں کو ہنرمند بنایا جائے اور ان کے لیے روزگار کے مواقع فراہم کیے جائیں تو یہ خدمت خلق کی بہت اچھی شکل ہوسکتی ہے اور اس سے کمزور ونادار طبقات کے معاشی مسائل کافی حد تک بہتر طور پر حل ہوسکتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسے ادارے قائم کرنا جن میں ایک طرف دین کی بنیادی تعلیم دی جائے، ان کو اخلاقی اور معاشرتی تربیت دی جائے اوساتھ ہی ہنر سکھائے جائیں جس سے وہ رزق حلال کمائیں اور دوسروں کے محتاج نہ ہوں تو یہ دین وانسانیت کی اور مسلم معاشرے کی بڑی خدمت ہوگی۔

● قرض حَسَنہ:

قرض کا لین دین انسانی معاشرتی، معاشی اور تمدنی ضرورت رہی ہے۔ ہر انسان کبھی نہ کبھی قرض لینے کی ضرورت محسوس کرتا ہے اسی طرح قرض دینے کی پوزیشن میں بھی ہوتا ہے۔ اس لیے انسانی تاریخ کی ابتداء سے یہ عملی زندگی کا لازمہ رہا ہے۔ قرض عربی زبان کا لفظ ہے جو عام طور پر نقد لین دین (ادھار) پر بولا جاتا ہے۔ اور کاروباری لین دین یعنی سامان کے بدلے میں جو رقم واجب الادا اور واجب الوصول ہوتی ہے اسے دین اور جمع دیون کہا جاتا ہے بعض اوقات اردو داں کاروباری ادھار پر بھی قرض کا کلمہ استعمال کرتے ہیں۔

قرض میں عام طور پر دو نوع کے قرضوں کا تبادلہ ہوتا رہا ہے۔ ایک انفرادی یا بنیادی ضروریات کے لیے قرض اور دوسرے کاروباری اور تجارتی قرضے اور لین دین۔ یہ سلسلہ قدیم دور سے آج تک اسی طرح ہی جاری ہے۔ انفرادی قرضوں میں بچے کی پیدائش، اس کا عقیقہ، ختنہ، منگنی، تعلیم، علاج، شادی بیاہ، دیگر تقریبات اور موت وفوت کے لیے قرض لیے جاتے ہیں۔ نیز مکان کی تعمیر، مرمت، ضرورت کے جانور خریدنے اور مکان کرایہ پر لینے کے لیے۔

اس وقت جنوبی ایشیاء میں سود پر قرض کی لین دین کی سطح بہت زیادہ ہے۔ یہ خطہ آمدنی کم اور خرچ زیادہ والے خطوں میں ٹاپ پر شمار ہوتا ہے۔ روزنامہ جنگ ۲۰۰۶ء کے سروے کے مطابق پاکستان میں اخراجات کا تناسب آمدنی سے زیادہ ہے اور یہ شرح جنوبی ایشیا میں بلند ترین ہے۔ زیادہ اخراجات کے اس رجحان نے ہمارا لائف اسٹائل اور سوشل سیٹ اپ (معاشرتی طور طریقہ) تبدیل کر دیا ہے اور غیر ملکی قرضوں پر چلنے والے اس ملک، اور اس میں رہنے والی سوسایٹی بعض ایسے معاشرتی مسائل سے دوچار ہے جو اس سے قبل کبھی نہیں پیش آئے تھے۔ (۱۶، اپریل ۲۰۰۶ء، جنگ فیچر ادھار کے طریقے ہزار از رؤف ظفر)

اسی فیچر میں ایک سروے دیا گیا ہے جو ایک نجی یونیورسٹی کی طرف سے سوشل ورک کے دو طالب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علموں کی طرف سے کیا گیا۔ وہ لکھتے ہیں، ''۵۰ فیصد گھرانے کار، موٹر سائیکل، ٹی وی، فرج، فرنیچر اور دیگر گھریلو ضروریات قسطوں پر لینے میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ۲۰ فیصد میں ایسے لوگ شامل ہیں جو مکان کی تعمیر، کاروبار کی توسیع، بیٹے اور بیٹی کے لیے شادی بیاہ، بچوں کو غیر ممالک میں تعلیم یا نوکری کے لیے مختلف اداروں اور لوگوں سے قرض لیتے ہیں اور ۳۰ فیصد افراد بے روزگاری، تنگ دستی، بیماری یا کسی ہنگامی ضرورت اور یوٹیلیٹی بلوں کی بروقت ادائیگی کے لیے اپنے دفتری ساتھیوں، رشتہ داروں، عزیزوں یا جاننے والوں سے ادھار لیتے ہیں۔ ان لوگوں کی اکثریت مجبوری کے تحت قرض لیتی ہے''، سروے کرنے والے صاحب نے بتایا کہ ہمارے سروے کا ایک افسوس ناک انکشاف یہ تھا کہ نچلے طبقے اور متوسط طبقے سے تعلق رکھنے والے کئی لوگ سود در سود کے چنگل میں پھنس چکے ہیں۔ بڑے اور چھوٹے شہروں میں لوگوں کو سود پر قرض دینے کا سلسلہ اتنا پھیل چکا ہے کہ یوں لگتا ہے کہ قیام پاکستان کے بعد ہندو مہاجنوں کے چلے جانے کے باوجود یہ قبیح روایت نہ صرف موجود ہے بلکہ اس میں شدت پیدا ہوگئی ہے۔ انھوں نے مزید بتایا کہ ہمارے معاشرے کا ہر تیسرا چوتھا فرد قرض کے ''مرض'' میں مبتلا (گرفتار) ہے۔ نہایت افسوس سے یہ بات لکھی جاتی ہے کہ بہت سے مسلمان مرد و خواتین سود پر اپنی رقم چلاتے ہیں اور اس حرام کمائی سے لاکھ پتی بلکہ کروڑ پتی بن گئے ہیں۔

قرض کی وبا قومی سطح سے لے کر افراد تک پہنچ چکی ہے۔ اس وقت ملک عزیز ۳۰ ارب ڈالر سے زیادہ کا مقروض ہے۔ اس کی وجہ سے ہر پیدا ہونے والا بچہ سیکڑوں ڈالروں کا قرض اپنے سر پر اٹھاتا ہے۔ اور فی کس آمدنی کے لحاظ سے پاکستان دنیا میں ۱۶۱ نمبر پر پہنچ گیا ہے۔ اور بعض افریقی ممالک سے آگے بڑھ گیا ہے۔ غربت کے لحاظ سے ۴۰ فیصد عوام کی ماہانہ اوسط آمدنی غربت کی لکیر سے کم ہے۔ تاہم ان حالات کے باوجود قرض پر قرض لینے کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ یہ قرض جب سود پر لیا جاتا ہے تو بعض اوقات انسان کو اپنے پنجوں میں ایسے جکڑ لیتا ہے کہ وہ اس سے نکل نہیں سکتا۔ ایسی مثالیں تو ہر علاقے، ہر شہر اور خطے میں کثرت سے ہیں تاہم ایک مثال اخبار مذکور نے لاہور کے نعیم مسیح کی دی ہے کہ اس نے سود کا کاروبار کرنے والے ایک شخص سے ۳۵ ہزار روپے قرض لیا اور ساڑھے تین ہزار روپے ماہانہ سود، ادا کرنے کا معاہدہ کیا۔ اتفاق سے اس کا کاروبار نہ چلا لیکن سود تو لازما دینا ہی تھا۔ چنانچہ اس نے مسلسل ۱۱ سال تک ساڑھے تین ہزار کے حساب چار لاکھ ۸۷ ہزار کی رقم ادا کی۔ آخر ایک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رفاہی انجمن نے اسے قرض حسنہ دیا جو اس نے ادا کر کے سود کی لعنت سے نجات حاصل کی۔

کینٹ کچہری (لاہور) کے سینئر میجسٹریٹ نے بتایا کہ لوگوں میں عائلی تنازعات، میاں بیوی کے جھگڑوں اور جائیداد کے تنازعات کے بعد اب نیا رجحان دوستوں عزیزوں اور آجر و اجیر میں قرض کے لین دین پر جھگڑا، مار کٹائی، فائرنگ اور قاتلانہ حملوں کے صورت میں بڑھ رہا ہے۔

ایک سرکاری محکمے کے اسٹینوگرافر نے اپنے بیٹے کے علاج کے لیے ۷۰ ہزار کا قرض لیا اور سود کی رقم ۲۰۰۰ روپے ماہانہ ایک سال سے ادا کی جا رہی ہے۔لیکن قرض اپنی جگہ پر موجود ہے۔صوبہ سندھ اور خاص طور پر دیہات میں یہ سود کی لعنت بہت پھیل چکی ہے جو نقد سے لے کر ادھار کی اشیاء تک پھیلی ہوئی ہے۔افسوس اس بات پر ہوتا ہے کہ مسلمان گھرانے اور ان کی خواتین سود پر رقم کی لین دین کر رہی ہیں۔جس کی وجہ سے معاشرہ پستی ذلت اور قرضوں کے بوجھ تلے دب رہا ہے۔ایک طرف سود لینے اور دینے والا بلکہ ان کے درمیان معاملہ کرانے والے اور شاھد و گواہ سب اس گناہِ کبیرہ میں مبتلا ہو رہے ہیں تو دوسری طرف لوگ اپنے پیروں پر کھڑے نہیں ہو پا رہے ہیں۔گویا خسر الدنیا والآخرۃ کے عذاب میں مبتلا ہو رہے ہیں۔

اس قعر مذلت (پستی کے بھنور) سے نکلنے کی راہوں میں ایک راہ آمد و خرچ کو برابر رکھنا اور لحاف کے مطابق پیر پھیلانا ہے۔دوسری راہ قناعت و کفایت اختیار کرنا اور سادگی اپنانا ہے۔ایک بڑی راہ یہ ہے کہ کچھ رفاہی اور فلاحی ادارے آگے بڑھیں اور قرض حسنہ کی اسکیمیں سامنے لائیں اور شدید مجبوریوں، ضرورتوں اور آفتوں کے مواقع پر قرض حسنہ دیں۔دین اسلام نے قرض حسنہ دینے کی بڑی فضیلت بیان کی ہے قرآن مجید، احادیث مبارکہ کے ارشادات اوصلحاء اور مصلحین کی زندگی میں اس کے کثرت سے ملتے ہیں

قرض حسنہ سے لوگوں میں باہمی ہمدردی، اخوت، رواداری اور خوش گواری کے تعلقات ہوتے ہی لیکن بعض اوقات قرض چاہے عام ہو یا حسنہ ایک دوسرے سے دوری، نفرت عداوت اور تعلقات ٹوٹنے کا ذریعہ بھی بن جاتا ہے تاہم قرض حسنہ کسی رفاہی ادارے کی طرف سے اور اس کے ذریعے اور شرائط کے مطابق دیا جائے تو یہ عام طور پر یہ صورت پیدا نہیں ہوتی۔اسلامی معاشرے میں قرض حسنہ دینے کا رواج رہا ہے اس لیے کہ انسانی معاشرے میں اس کی ضرورت رہتی ہے۔اور کئی ایک مالی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پریشانیوں کا تدارک ہوتا ہے۔قرض حسنہ کی اہمیت، فضیلت اور اجر و ثواب کا تذکرہ گزشتہ ابواب (باب دوم۔ باب سوم) میں کیا گیا ہے۔

یہاں اس کی طرف عملی صورت اور اجراء کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔قرض حسنہ دینے والے لاہور کے ایک ادارہ کا کہنا ہے کہ ادارہ نے ۵ سال قبل ایک فلاحی تنظیم اُخوت کے نام سے بنیاد رکھی گئی۔اس کا مقصد بے روزگاروں، غریب اور نچلے طبقے کے لوگوں اپنا کاروبار شروع کرنے کے لیے ۱۰ ہزار روپے تک چھوٹے قرضے فراہم کرنا تھا۔ یہ کام انھوں نے ایک بیوہ کو ۱۰ ہزار کی دو مشینیں دے کر شروع کیا تھا۔اب یہ کروڑوں روپے پر مشتمل ہے۔اب تک ۹ ہزار مرد، اور خواتین اپنے پاؤں پر کھڑے ہو چکے ہیں اور ان لوگوں میں مجموعی طور پر ۱۰ کروڑ کی رقم تقسیم ہو چکی ہے۔اس ادارے کو ہر ماہ پندرہ ہزار درخواستیں موصول ہوتی ہیں جن میں تقریباً آٹھ سو افراد کو آٹھ لاکھ کا قرض دیا جاتا ہے۔قرض دینے کا یہ تمام کام مسجد میں بیٹھ کر کیا جاتا ہے اس ادارے کی مختلف برانچیں ہیں ان میں ۴۵ افراد کام کرتے ہیں۔ یہ افراد قرض لینے والوں کے کام پر نظر رکھتے ہیں۔اس کے علاوہ جو لوگ سود در سود کے چنگل میں پھنسے ہوئے ہیں ان کی رقم یک مشت ادا کر کے قرض خواہ سے ان کی جان چھڑائی جاتی ہے۔

اس ادارے کے بانی ڈاکٹر امجد ثاقب کا کہنا ہے کہ ہمارے قرضوں کی واپسی 99% فیصد ہے۔ قرض حسنہ سے جو کام شروع کیے جاتے ہیں ان میں پرچون کی دکان، سلائی کڑھائی کا کام، فروٹ کی ریڑھی، بلڈنگ میٹریل سپلائر اسٹور، فروٹ چاٹ اور دہی بڑوں کی دکان، گدھا گاڑی، سائیکل مرمت، حجام، دھوبی وغیرہ کے کام شامل ہیں۔اسی انجمن کی طرح ملک کے بڑے شہروں اور علاقوں میں ایسی انجمنیں موجود ہیں۔ یہ ایک اچھا رجحان ہے۔تاہم مزید ایسی اصولی، دیانت دار اور فلاحی انجمنیں قائم ہونی چاہیے جو لوگوں کو سود کی دلدل سے نکالیں، اپنے پیروں پر کھڑا کریں اور شدید مصیبت کے وقت قرض حسنہ دیں۔

اس وقت ایک سروے کے مطابق صرف پاکستان میں ہر سال ۵۰ ارب روپے خیرات نکالی جاتی ہے لیکن پھر بھی غربت بڑھتی جارہی ہے۔اور مزید گرانی بڑھنے سے یہ سطح اور بلند ہو جائے گی لہٰذا ایک طرف حکومت وقت دوسری طرف فلاحی و رفاہی انجمنیں اپنے دائرے میں غربت مٹاؤ پروگرام کے تحت قرض حسنہ کی اسکیمیں شروع کریں۔قرض حسنہ کے چند ایک رفاہی پہلو درج ذیل ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔ قرض حسنہ سے غربت، بے روزگاری اور مفلسی کو ختم یا کم کیا جا سکتا ہے۔

۲۔ قرض حسنہ سے کفایت شعاری اور خود کفالتی پیدا ہوگی۔

۳۔ قرض حسنہ کا سسٹم انسانیت کی بڑی خدمت ہے اور صدقۂ جاریہ اور دیرپا رہنے والا عمل ہے۔

۴۔ قرض حسنہ کی اسکیم میں آمدنی کا بڑا ذریعہ زکوٰۃ اور صدقات واجبہ ہیں۔ زکوٰۃ سے ایک طرف مقروضوں کی مدد کی جا سکتی ہے تو دوسری طرف زکوٰۃ سے غرباء، مساکین اور فقراء کو اپنے پیروں پر کھڑا کیا جا سکتا ہے۔

۵۔ قرض حسنہ اور زکوٰۃ کے نظام کو اجتماعی طور پر قائم کرنے کے لیے عملے کا تقرر کر کے ان کو بیت المال سے تنخواہ دی جا سکتی ہے۔

۶۔ ریٹائرڈ حضرات اور فارغ البال اشخاص کو اس کام میں آگے آنا چاہیے کیونکہ یہ انسانیت کی بڑی خدمت ہے۔

۷۔ تاہم اس سسٹم کو سود جیسی برائی سے ہر حالت میں پاک رکھنا چاہیے اور بعض این جی اوز کی طرح سودی ادارہ ہرگز نہ بنانا چاہیے۔

۸۔ اسی ادارے اور شعبے میں کفایت شعاری کی ترویج کا بنیادی کام پرنٹ میٹریل اور الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے بھرپور انداز میں کیا جائے

۹۔ سچا کامل مسلمان بننے کا ایک بڑا ذریعہ مصیبت کے مارے انسانوں کی خدمت اور سود کو ختم کرنا اور رزقِ حلال کمانا ہے۔

● ہنری مراکز کا قیام:

آج کی دنیا سائنس اور صنعت کی ہے، فن و ہنر کی ہے اور قدیم معاشی دور سے ہر حال میں مختلف ہے۔ اس دور میں جو ہنر جانتا ہے وہ اپنی روزی آسانی سے کما سکے گا اور اپنی گزر بسر اچھی کرے گا۔ لیکن جو ہنر و فن سے محروم ہے وہ اپنی روزی کے سلسلے میں پریشان رہے گا اور روزگار کے سلسلے میں تنگی میں مبتلا رہے گا اور دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلاتا رہے گا۔

لہٰذا اس وقت خیر و بھلائی کے کاموں میں غریبوں و حاجت مندوں کے صرف مالی امداد کرنا، ان کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چند روپے دے دینا اور خورد ونوش کی اشیاء کی امداد کر دینا کوئی بنیادی نیکی نہیں ہے۔ بلکہ ان کی عادت بگاڑنا اور اسے بھکاری بنا دینا ہے۔ اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ اسے کوئی ہنر دیا جائے جس سے وہ مستقل طور پر اپنی روزی کمائے اور کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کرے۔ اسلامی تعلیمات بھی اس کی تائید کرتی ہیں اور روزگار کمانے، ہاتھ سے کام کرنے اور اپنی روزی خود کمانے کی ترغیب دیتی ہیں۔ اس لیے این جی اوز اور رفاہی اداروں کو اس طرف توجہ کرنی چاہیے کہ وہ اپنی بساط، گنجائش اور توفیق و طاقت کے مطابق کوئی ہنری مرکز قائم کریں۔ اس مرکز میں بچوں کو کسی ہنر کی تعلیم و تربیت دیں۔

آج کے دور میں بہت سے ہنر ہو سکتے ہیں جن سے ہنری مرکز اور اسکول کھولا جا سکتا ہے۔ اس مرکز میں غریب، نادار اور مسکین بچوں کو کوئی ہنر سکھایا جائے، اگر چھوٹا اور مختصر ہنر ہے تو چھ ماہ میں اور بڑا ہنر ہے تو سال، ڈیڑھ سال کا دورانیہ رکھا جائے۔ البتہ اس مرکز میں دو باتوں کا بندوبست ضرور کیا جائے تو یہ مرکز نہایت کارآمد اور مفید رہے گا اور سیکھنے والوں، سکھانے والوں اور مالی معاونت، سرپرستی کرنے والوں کے لیے اجر و ثواب کا باعث اور آخرت کی نجات کا ذریعے کے ساتھ سیکھنے والے کی زندگی میں خوش گوار تبدیلی کا سبب بنے گا۔ یہ دو باتیں حسب ذیل ہیں۔

(الف) شریک کورس کو اخلاقی تعلیم: طلبہ کو دینی و اخلاقی تعلیم ضرور دی جائے، ان کو دین اسلام کی بنیادی تعلیمات جیسے عقائد کی اصلاح، فرائض کی ادائیگی کا شعور، منہیات و محرمات سے بچنے کی تعلیم و احساس، اسلامی تہذیب و ثقافت کی بنیادی باتیں، طہارت و نظافت کی بنیادی باتیں بتائی جائیں۔ اس طرح مسلک و گروہ بندی سے دور رہنے کا احساس و آگہی دینا ضروری ہے۔

(ب) عملی پریکٹس کرانا: یعنی جس ہنر کا یہ ادارہ ہو یا جس ہنر کی تعلیم دی جا رہی ہو اس کی عملی تعلیم و تربیت کے لیے علاقے کے کاریگروں اور کام کرنے والوں سے تعاون لے کر ان لڑکوں کو ان کے پاس فارغ اوقات میں چھوڑا جائے تاکہ یہ لوگ عملی ٹریننگ حاصل کریں اور ہاتھ سے کام کرنا سیکھیں۔ ان طلبہ کو ان کاریگروں سے کوئی خرچی یا معاوضہ نہ دلایا جائے۔ ان چند ہنروں کی فہرست اور نام جن کے سکھانے کے لیے یہ ادارہ قائم کیا جائے۔

۱۔ چمڑے اور ریگزین کی اشیاء

چمڑے اور ریگزین سے بنانے کا ہنر جیسے پرس، بیگ، پٹیاں، اسکول کے بچوں کے بیگ، ہینڈ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیگ اور مختلف اشیا کے کور وغیرہ۔

۲۔بجلی کا کام

بجلی کی فٹنگ، موٹر وائینڈنگ، پنکھوں کی مرمت، چھوٹی موٹروں کی وائینڈ ینگ، الیکٹرک کے آلات کی مرمت، ان اشیاء کی ابتدائی تربیت اور ٹریننگ۔ اس لیے یہ چیزیں دیہات میں آئندہ برسوں میں گھر گھر آئیں گی اور کثرت سے استعمال ہوں گی۔ لہٰذا گانوؤں، بستیوں اور قصبوں میں ان کے کاریگروں کی ضرورت ہوگی۔

۳۔ٹی وی ریڈیو کی مرمت کی تعلیم

آنے والے دور میں ان کی کثرت ہوگی اور استعمال کئی گنا بڑھ جائے گا۔ لہٰذا ان کی مرمت اور درست کرنے والے کاریگر کی ضرورت ہوگی۔

۴۔موٹرسائیکل مرمت کی تربیت

موٹر سائیکل کا استعمال دن بدن بڑھ رہا ہے۔اس لیے اس کی مرمت کرنے واے کاریگروں کی ضرورت بہت زیادہ ہوگی۔

۵۔موبائیل فون کی مرمت و اصلاح کی تعلیم

موبائیل کا استعمال اتنا تیزی سے بڑھ رہا ہے کہ عام آدمی کی سوچ اس تک نہیں پہنچ سکتی، ضرورت بے ضرورت ہر شخص فیشن کے طور پر خرید رہا ہے۔ اس لیے شہروں، قصبوں، دیہاتوں اور آبادیوں میں اس کے کاریگروں کی ضرورت ہوگی اور ان کو روزگار ملے گا۔ جو لوگ آگے بڑھ کر اس ہنر کو سیکھیں گے وہ اپنا روزگار عزت سے ٹھنڈی چھاؤں میں بیٹھ کر حاصل کریں گے۔ یہ ہنر نہایت مختصر دورانیے کا ہے۔ اور دو تین مہینے میں کاریگر بن سکتا ہے۔

۶۔کمپیوٹر کی مرمت کی تربیت۔

کمپیوٹر ہماری زندگی کا لازمی جزو بن رہا ہے۔ ہر بڑی کمپنی، سرکاری وغیر سرکاری دفاتر، بڑی کانوں، اداروں، اسپتالوں اور دیگر شعبوں میں تیزی سے داخل ہو رہا ہے۔ یہی رفتار رہی تو چند سالوں یں ریڈیو، ٹی وی، اور دوسرے آلات کی طرح ہر جگہ آجائے گا اور زندگی کا حصہ بن جائے گا۔ اس لیے س کی تربیت حاصل کر کے کام کرنے والے اپنی روزی عزت سے کمائیں گے۔ اور اپنے خاندان کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کفالت کا ذریعہ بنیں گے۔ لہٰذا جو مخیر ادارے، این جی اوز اور رفاہی ادارے ان کی تربیت دینے کے مرکز قائم کریں گے۔ وہ نہ صرف افراد کے لیے روزگار کا بندوبست کریں گے بلکہ ملک وملت اور قوم کی خدمت کا ذریعہ بنیں گے۔

۷۔ پالش ورک

مختلف فرنیچر کی اشیاء کی پالش کرنے کا ہنر دن بدن بڑھتا رہے گا۔ لوگ اپنے فرنیچر کی ہر سال پالش کراتے ہیں اور اسے نیا رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر تھوڑی سی مدت میں یہ کام نوجوانوں اور لڑکوں کو سکھا دیا جائے تو یہ لوگ اپنی حلال کی روزی کما سکتے ہیں اور دوسروں کے دست نگر نہیں رہیں گے۔ اس ہنر کی تعلیم کے لیے زیادہ اسٹرکچر بنانے، خرچ کرنے اور بندوبست کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تھوڑے سے سرمائے، تھوڑی سی جگہ میں یہ کام سرانجام دیا جاسکتا ہے۔

۸۔ پلاسٹک کے اشیاء تیار کرنا

اس دور میں پلاسٹک کی اشیاء کی بڑی چلت ہے۔ چھوٹی سے چھوٹی چیزیں اور بڑی سے بڑی اشیاء پلاسٹک سے تیار ہو رہی ہیں۔ اس طرح نائلون کی اشیاء کی بھی فراوانی ہے۔ ان چیزوں کا استعمال بڑھے گا۔

لہٰذا پلاسٹک کے چھوٹی چیزیں جیسے بچوں کے کھلونے، چھوٹے برتن، فریم، کور اور دوسری چیزیں بنانے کی تربیت گاہیں قائم کر جائیں تو اس سے بھی بے روزگاری میں کمی آسکتی ہے۔

آج بازار میں چائنا کی بنی ہوئی ہزاروں قسم کی چھوٹی چھوٹی چیزوں کی اتنی کثرت ہے کہ انسان دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے یہ ساری چیزیں گھریلو صنعت ہیں۔ چینی باشندے اپنے گھروں میں بناتے ہیں اور اتنی کثرت سے بناتے ہیں کہ دنیا کی بازاروں میں چھائے ہوئے ہیں۔ کیا پاکستان کے لوگ ایسی اشیاء نہیں بنا سکتے؟ کیا ایسے ہنر نہیں اختیار نہیں کر سکتے جس سے ایک طرف بنانے والے اپنی روزی کمائیں دوسری طرف ملک عزیز کا قیمتی سرمایہ بچے اور ملک سے بے روزگاری، غربت اور ذلت کا خاتمہ ہو۔

۹۔ پلمبرنگ کا ہنری مرکز

ملک عزیز کے شہروں، دیہاتوں اور گاؤں، گوٹھوں اور بستیوں میں سینیٹری کا جدید سسٹم فروغ پارہا ہے یہ رجحان دن بدن بڑھتا جائے گا اور رواج پائے گا۔ اس صورت حال میں پلمبری کی تعلیم وتربیت کا بندوبست کر دیا جائے تو ملک وملت کا نوجوان نہ صرف اپنے ملک عزیز میں روزگار کمائے گا بلکہ بیرون

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملک بھی جا کر اپنے اور اپنے ملک کے لیے کمائی کا ذریعہ بنے گا۔

۱۰۔ مذکورہ بالا ہنروں اور فنون کو دیکھتے ہوئے اور ان کے قیام کا جائزہ لیتے ہوئے اور بھی چھوٹے بڑے ہنر سامنے آئیں گے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمارے رفاہی اور خیراتی ادارے اس طرف توجہ دیں اور ان میں سے یا دوسرے مناسب ہنروں میں سے کوئی ہنری مرکز کا افتتاح کریں۔ پھر ان کی دیکھا دیکھی دوسرے لوگ بھی آگے آئیں گے اور ایسے مرکز کھولیں گے بس اس کا احساس کرنے، توجہ کرنے، اقدام کرنے اور ابتدا کی ضرورت ہے۔

● زرعی ترقی اور رفاہی اداروں کا کردار:

زراعت انسان کی غذا اور خوراک کی اہم ضرورت ہے۔ اس لیے زراعت میں حصہ لینا ایک پہلو سے انسانوں کے لیے کھانے کا بندوبست کرنے کے کاموں میں شامل ہے۔ لہٰذا یہ عبادت ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے اور اجر و ثواب ملتا ہے۔ قرآن و حدیث میں زراعت کے بارے میں متعدد پہلوؤں سے بیان کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں زرع کا کلمہ تیرہ مرتبہ آیا ہے اور حدیث میں درجنوں مرتبہ وارد ہوا ہے۔

حدیث میں درخت لگانے کو صدقہ جاریہ اور عبادت بتایا گیا ہے۔ لہٰذا زراعت کی بہتری، بھلائی کی کوشش کرنا، ملک و ملت کی بہترین خدمت ہے۔ اس کی بہتری کے اثرات و ثمرات ہر شہری تک پہنچتے ہیں اور ہر ایک اس سے فائدہ حاصل کرتا ہے۔ اناج، سبزیاں، پھل، فروٹ، لکڑی، گوشت، انڈے چینی، مسالے اور کپاس کی مصنوعات کون استعمال نہیں کرتا۔ اس لیے زراعت میں دل چسپی لینا بالواسطہ اور بلاواسطہ شہریوں کی بہترین خدمت ہے۔

ہمارے ملک عزیز کی آبادی کا ستر فیصد حصہ دیہات میں قیام پذیر ہے، جو براہ راست زراعت سے منسلک ہے۔ پھر ہمارے ملک کی آمدنی اور زر مبادلہ کا ایک ذریعہ زراعت ہے۔ ہمارا ملک زرعی وسائل سے مالا مال ہے بلکہ یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ وسائل کے لحاظ سے ہمارا ملک ان ممالک میں شامل ہے جو بہترین اور کافی وسائل رکھتے ہیں۔ ملک میں بہترین زرعی زمینیں، بہترین آب و ہوا اور ہر قسم کے موسم، ضرورت کے مطابق پانی اور پانی کے ذخیرے اور محنتی افرادی قوت وافر مقدار میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موجود ہے۔ یہ بات علم میں رہے کہ دنیا کے دس بڑے گلیشیرز میں سے نو پاکستان کے بالائی سرے میں موجود ہیں۔ کیا اس سے بڑی کوئی نعمت ہو سکتی ہے۔

اتنے سارے زرعی وسائل و ذرائع ہونے کے باوجود ہم زراعت میں ترقی نہ کر سکے۔ اس کے کئی اسباب ہیں۔ ان رکاوٹ بننے والی قوتوں میں جاگیردارنہ اور سردارانہ ذہنیت کا بااثر ہونا، حکومت کا زراعت کی طرف پوری توجہ نہ دینا ہے۔ ہمارے نہری سسٹم کا ایک سو سال پرانا ہونا ہے، حکومت، صنعت کاروں اور سائنسدانوں نے اس طرف پوری توجہ نہیں دی۔ ارباب حکومت اپنی حکومت بنانے، اسے برقرار رکھنے اور مخالفین کو دبانے میں مصروف رہے۔ نہری سسٹم بہتر کرنے کی طرف توجہ دی نہ ہی زراعت کے جدید تحقیق و تجربات سے فائدہ اٹھایا، بلکہ دوسروں کو اٹھانے کے لیے سہولت بھی مہیا نہیں کی۔ حکومت اور محکمہ اریگیشن، رشوت، لوٹ کھسوٹ اور اپنے بینک بیلنس بنانے اور اپنوں کو نوازنے میں مصروف رہے ہیں۔ نہلے پہ دہلا یہ کہ کاشتکار اپنا خون پسینہ ایک کر کے دن رات محنت کرتا ہے، اسے اس کا پورا حق نہیں ملتا۔ مزید زراعت کو نقصان مغرب کے این جی اوز نے نجی جیلوں کے ڈراموں سے پہنچایا۔ انھوں نے اپنا الوسیدھا کرنے کے لیے زرعی اہمیت، زمینداروں اور ھاریوں کا بڑا نقصان کیا۔ بڑے زمیندار مقدموں میں پھنس گئے، ھاری دربدر ہو گئے، گھر سے بے گھر ہو گئے اور زراعت کو دھچکا لگا۔ البتہ مغرب زدہ این جی اوز نے آقاؤں سے بھاری رقمیں وصول کر لیں۔

ان حالات میں ایک روشنی کی کرن نظر آتی ہے جو رفاہی ادارے، این جی اوز اور ملک و ملت کا درد رکھنے والے بااثر افراد ہیں، یہ لوگ آگے آئیں اور اس بنیادی ڈھانچے کی طرف ایمان داری، دیانت داری اور خدمت کے جذبے، اللہ کی رضا، اخروی ثواب اور ملک و ملت کے لیے توجہ دیں اور کام کریں۔ چند اصلاحی تجاویز ذیل میں دی جا رہی ہیں:

الف) زرعی ترقیاتی تربیتی مرکز

زراعت کے جدید طریقوں سے کاشت، کم پانی سے زیادہ فصلیں کاشت کرنے، موسم کے مطابق بروقت سبزیاں اور فصلیں کاشت کرنے، فی ایکڑ پیداوار بڑھانے، اچھے بیج استعمال کرنے کے لیے مختصر دورانیے کے کورس رکھے جائیں۔ ان کورسوں میں چھوٹے زمیندار، ہاری (کاشتکار) بڑے زمینداروں کے کمدار (کارندے۔ مینیجر) شریک ہوں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان میں ماہر زراعت، عملی طور پر زراعت کرنے والے ہمارے ملک کے موافق عملی طریقے بتائیں، ڈیمانسٹریشن (نمائش) کریں۔ ہمارے ہاں گورنمنٹ کے تربیتی اداروں میں نہ تو صحیح معنی میں لیکچر ہوتے ہیں اور نہ پریکٹیکل کرائے جاتے ہیں پھر ٹرینی طلبہ میں بھی فن سے لگاؤ، شوق پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی جاتی۔ لڑکوں کا مقصد صرف سند لینا اور اس کی بنیاد پر گورنمنٹ کی نوکری کرنا، بغیر ڈیوٹی کے تنخواہ وصول کرنا ہوتا ہے۔ اس اخلاقی زوال و ذلت اور کام چوری سے مسلم این جی اوز، رفاہی ادارے اور اصلاحی ذہن رکھنے والے افراد ہی نکال سکتے ہیں۔ وہ اپنے قول، فعل، انتھک محنت، اور جذبہ حب الوطنی اور اپنے بچوں کے اور آنے والی نسلوں کے بقا کے لے کام کرسکتے ہیں۔ مجھے ایک دانش ور نے بڑے اعتماد سے ۱۹۹۸ء میں کہا تھا کہ آنے والی صدی این جی اوز کی ہوگی اور وہی ملک چلائیں اور ملک کی گرتی حالت کو سنبھالیں گے۔

ملک کی ستر فیصد آبادی کے ذریعہ روزگار یعنی زراعت کو بچانے اور شہروں کو آبادی کے ناقابل برداشت بوجھ سے بچانے کے لیے ضروری ہے کہ اس شعبے کو پوری طرح بحال کیا جائے، اسے اپنا مقام دلایا جائے اس سے وابستہ لوگوں کے مالی حالات درست کیے جائیں۔ کچھ عملی اقدامات تجویز کیے جاتے ہیں ان کی طرف اصلاح پسند لوگ توجہ دیں۔

ب) اچھے بیج کا بینک قائم کرنا

اچھے بیج اچھی فصل کی بنیاد ہوتے ہیں۔ اس وقت بازار میں پیشہ ور کاروباری اور بے تحاشا دولت سمیٹنے کے خواش مندردی، بیماری زدہ اور ہلکے بیج فروخت کررہے ہیں جس کی وجہ سے فصلیں اچھی نہیں ہوتی اور ہاری و زمیندار باوجود بڑی محنت، پانی اور کھاد کے زیادہ پیداوار لینے سے محروم رہتا ہے۔ کیا اچھا ہو کہ رفاہی ادارے ہر ضلع میں بیجوں کا ایک معیاری ڈپو (اسٹور) قائم کریں۔ جس میں نہ نفع اور نہ نقصان کی بنیاد پر بیج فروخت کریں اور اس طرح ملک و ملت کی خدمت کریں۔ ایسی خدمت کی تھر کے علاقے اور پہاڑی علاقے کاچھے میں شدید ضرورت ہے۔

ج) وافر فصلوں والے علاقوں میں چھوٹی صنعتیں لگانا

لوئر سندھ کے علاقوں ٹھٹہ، بدین، میرپورخاص اور حیدرآباد میں ٹماٹر کی کاشت کافی مقدار میں ہوتی ہے۔ اچھی فصل کے دنوں میں کچھ دن ایسے بھی آتے ہیں کہ کاشتکار کو اس کی کٹائی اور اٹھوائی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(بار برداری) کی رقم تک وصول نہیں ہوتی اور وہ فصل ضائع ہوتی رہتی ہے۔ اس طرح ان علاقوں میں اور خاص طور پر تحصیل کنری، میرپورخاص اور دوسری تحصیلوں میں مرچ کی فصل بہترین مقدار میں ہوتی ہے۔ اس لیے کنری کو مرچ کی ایشیاء کی منڈی کہا جاتا ہے۔ پھر آم، بیر، گاجر وغیرہ اور دوسری ایسی سبزیاں ہیں کہ ان کو مختلف شکلوں میں محفوظ کرنے کے لیے چھوٹی صنعتیں لگائی جائیں جس سے ایک طرف سستی پیداوار (مصنوعات) حاصل ہوں تو دوسری طرف زمینداروں کو مناسب ریٹ مل جائیں اور فصلیں ضائع ہونے سے بچ جائیں۔ جیسے ٹماٹر کی مصنوعات مثلاً کیچپ، آموں، اور گاجروں، مرچوں کا اچار، ان کی چٹنی اور ان کو پیس کر پیک کرنا، وغیرہ۔

یہ سارا کام صنعت کاروں کے کرنے کا ہے۔ البتہ رفاہی ادارے صنعت کاروں اور کاشت کاروں کے درمیاں امین اور ثالث بن کر کام کرا سکتے ہیں۔ سرمایہ داروں کو نہ صرف صنعتیں لگانے کی ترغیب دیں بلکہ ان کی اس کام میں حب الوطنی اور للہیت کے جذبے سے مدد کریں۔

ایک کام این جی اوز کا یہ ہے کہ کاشت کاروں اور خوردہ فروشوں کے درمیاں آڑھتی کا اور تھرڈ پرسن کا کردار ختم کرائیں۔ یہ تیسرا فرد مفت میں بڑا حصہ نفع کا لے جاتا ہے اور کاشت کار صحیح آمدنی سے محروم اور خوردہ فروش مہنگا بیچنے پر مجبور ہوتا ہے۔

یہ وہ چند تجاویز، مشورے ان درجنوں تجویزوں اور مشوروں میں سے ہیں۔ مزید اس موضوع پر کاشت کار، زمیندار اور رفاہی اداروں کے افراد سوچ کر راہیں نکال سکتے ہیں۔

● فیئر پرائس شاپ قائم کرنا:
(اشیائے ضرورت کی سستی دکانیں)

موجودہ دور میں رفاہ عام اور عوامی بھلائی کے جو کام کرنے کی ضرورت ہے اور ان کاموں کے اثرات لوگوں کے معاشی حالات پر مرتب ہوں گے ان میں شہروں اور قصبوں میں فیئر پرئس شاپس (اشیاء ضرورت کی سستی دکانیں) کھولنا ہے۔

اشیائے ضرورت کی سستی دکانیں یعنی لاگت (نہ نفع اور نہ نقصان) کی بنیاد پر ہوں تو لوگوں کو کافی مدد مل سکتی ہے اور ان کے لیے سہارا ہو سکتا ہے۔ چونکہ یہ دکانیں لاگت کی بنیاد پر اشیائے خوردنی فراہم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کریں گی یعنی ان اشیاء کی اصل قیمت وصول کریں گی لہٰذا اس سے غریب و امیر، مستحق وغیرہ مستفید ہوسکتے ہیں۔ تاہم اس طرح کی دکانوں سے صحیح فائدہ اس وقت ہوگا جب انھیں کوئی ادارہ یا این جی اوز چلائے، اور اس میں کچھ نہ کچھ تعاون کے طور پر رقم ڈالے، جیسے دکان کا کرایہ، بجلی وغیرہ کے اخراجات اور اگر ہوسکے تو وہ بھی ادارہ برداشت کرے۔ اس قسم کی دکانیں بڑے شہروں میں کئی ایک مقامات پر اور قصبات میں ایک دو ہوسکتی ہیں۔ اس قسم کی دکانوں کے مزید تفصیل طے کی جاسکتی ہیں تاہم چند ایک پہلو یہ ہیں۔

۱۔ بڑے ملیں، کارخانے اور فیکٹریاں اور کاروباری ادارے اپنی مصنوعات کو فیئر پرائس کے ذریعے مہیا کریں۔ نیز یہ ادارے اپنی مصنوعات میں سے دوسرے درجے کی اشیاء پیش کرسکتے ہیں۔

۲۔ ریٹائرڈ، عمر رسیدہ افراد اور بڑی عمر کے لوگ ایسی دکانوں میں اپنے آخرت کے اجر کے لیے فری ڈیوٹی دیں۔ یا بہت ہی معمولی معاوضے پر کام کریں۔

۳۔ کھانے پینے کی اشیاء، لباس اور دوائیں ایسے دکانوں سے مہیا کرنا بڑے اجر وثواب کا باعث ہے۔ چونکہ یہ کام اطعام طعام (کھانا کھلانا)، تحاض (حض) دوسروں کو کھانا کھلانے اور مہیا کرنے پر آمادہ کرنے اور پانی پلانے اور مریض کو دوا مہیا کرنے کے زمرے میں آتا ہے۔

● **نومسلموں کی بحالی و آبادکاری:**

نومسلم جب اسلام قبول کرتا ہے تو اپنے سابقہ معاشرے اور بعض اوقات اپنی سابقہ معیشت سے کٹ جاتا ہے۔ اور مالی و معاشرتی اور معاشی پریشانی میں مبتلا ہوجاتا ہے لہٰذا اس وقت اس کی بھرپور مدد کرنے کی سخت ضرورت ہوتی ہے۔ دین اسلام نے نومسلموں سے ابتدائی دور میں تو زیادہ رعاتیں کی ہیں جو سیرت کی کتابوں میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں تاہم کچھ رعاتیں بعد میں بھی جاری رہتی ہیں ان میں سے ایک تالیف قلب (مولفۃ القلوب) ہے۔

بعض مغربی ملکوں میں اس نوع کا شعور رکھنے والے مسلمانوں نے اسلامک سنٹرز مع مسجد بنائے ہیں جس میں ان کی تعلیم و تربیت کے ساتھ دل جوئی بھی کی جاتی ہے اور مالی و اخلاقی مدد کی جاتی ہے۔

ہند و پاک کے ماحول، معاشرت، اور معیشت کی روشنی میں اس سمت میں پروگرام ضرور ترتیب دینے چاہیں جن کی روشنی میں نومسلموں سے مناسب تعاون کیا جائے۔ ان کی دینی، اخلاقی اور معاشرتی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حیثیت سے بعض تجاویز عرض کی جاتی ہیں۔

(الف) مسلم حکومت کی ذمہ داری

مسلم این جی اوز اور رفاہی ادارے ان کی بحالی و آبادکاری کے لحاظ سے سوچیں۔ ان کے لیے سستے مکانات بنا کر ان کو آباد کیا جائے۔ تاہم ان کو بالکل مفت خور نہ بنایا جائے اور برائے نام ان سے قیمت مکان کی مد میں کچھ رقم قسطوں کی صورت میں وصول کی جائے۔ سندھ کے علاقے چھور میں ایک رفاہی ادارے نے ان کی آبادکاری کے لیے ایک کالونی بسائی ہے۔ اس میں ایک چھوٹا مکان مع ضروریات زندگی کے اور ایک ہینڈ پمپ لگا کر دیا ہے۔ اس طرح کی اسکیم دوسرے علاقوں میں سوچی جاسکتی ہیں۔

(ب) نومسلموں کو روزگار سے لگانے کے کام

ان کو ٹھیلہ لگا کر دیا جاسکتا ہے۔ سبزی کا ٹھیلہ، فروٹ کا ٹھیلہ، بچوں کی خوردنی اشیاء کا ٹھیلہ لگا کر دیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح پتھارہ جو چھوٹی اشیاء کا ہو لگا کر دیا جاسکتا ہے۔ اس نوع میں گدھا گاڑی یا رکشہ وغیرہ کی اسکیم ہو سکتی ہے۔

(ج) چھوٹے چھوٹے ہنری مرکز کا قیام

نومسلموں میں سے نوجوانوں اور ان کے بچوں کو چھوٹے چھوٹے ہنر سکھائے جائیں جن کے ذریعے وہ روزی کمائیں اور مسلم امت پر بوجھ نہ بنیں بلکہ کارآمد فرد ہوں اور حلال کمانے کے عادی ہوں اور وہ دست سوال دراز نہ کرتے پھریں۔

ہنروں میں سے کوئی ایک ہنر یا دو تین ہنری مرکز قائم کیے جاسکتے ہیں ان مرکزوں میں سے جس ہنر کے ساتھ ان کی دل چسپی ہو اس ہنری مرکز میں ان کو داخل کیا جائے۔ ان ہنری مراکز میں یہ ہنر ہوسکتے ہیں جیسے درزی کا کام جس میں سلائی، کٹائی سکھائی جائے۔ بڑھئی کا کام جس میں ابتدائی تربیت دی جائے۔ پلمبرنگ کی تربیت وتعلیم، بجلی کا کام جس میں کوئی ایک پہلو جیسے بجلی کی ابتدائی فٹنگ، وائرنگ اور موٹر وائرنگ وغیرہ اور گرل جالی کا کام بھی سکھایا جاسکتا ہے اسی طرح ایلومنیم کی صنعت بھی آئندہ ترقی پذیر ہوگی۔

www.KitaboSunnat.com

(د) نومسلم ہنرمندوں کو کام سے لگانا

ان جوانوں کو روزگار سے لگانے کی فکر اور ان کے لیے بھاگ دوڑ کرنے کی ضرورت ہے، لہٰذا اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں کام کرنے والے اداروں کو مل مالکوں، زرعی فارموں، مرغی فارموں کے مالکوں سے مل کر روزگار لگانا چاہیے۔ اس طرح مساجد کے خادموں اور موذنوں میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ اس ایک طرف ان کی تربیت و تعلیم ہو گی تو دوسری طرف ان کے رزق کا بندوبست ہو گا۔ ان کو ڈرائیونگ کی تربیت دینا بھی مفید رہے گا۔ بہر حال انہیں روزگار پر لگانا ان کے ساتھ بڑی نیکی ہے۔ کراچی کی کچھ مسلم این جی اوز ایسی ہیں جو ان کے لیے مذکورہ بالا بعض کام کر رہے ہیں اللہ ان کو اجر عظیم دے اور مزید توفیق دے (آمین ثم آمین)

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصنف کا مختصر تعارف

نام: امیر الدین مہر

سالِ ولادت: ۱۹۳۶ء

ابتدائی تعلیم: قرآن مجید ناظرہ اور سندھی پرائمری گوٹھ پیارو کھوسو ضلع جیکب آباد ۱۹۳۹ء سے ۱۹۴۳ء

درسِ نظامی کی تعلیم: فارسی اس دور کے مروجہ نصاب کے مطابق ۱۹۴۸ء-۴۹ء

درسِ نظامی عربی: ۱۹۵۰ء تا ۱۹۵۷ء مدرسہ انوار العلوم۔ پیارو کھوسو تحصیل ٹھل ضلع جیکب آباد

طب یونانی کی تعلیم: (جزوقتی) فارسی و عربی کتب سے ۱۹۵۰ء سے ۱۹۵۶ء

عصری علوم کی تعلیم: مولوی عربی، مولوی عالم اور مولوی فاضل ۱۹۶۱ء تک۔
مولوی اور مولوی عالم میں پہلی پوزیشن اور مولوی فاضل میں دوسری پوزیشن
میٹرک سے ایم اے تک ۱۹۶۲ء سے ۱۹۷۱ء تک جامعہ سندھ
ایم۔اے میں پہلی پوزیشن اور جامعہ سندھ کی طرف سے گولڈ میڈل ملا۔

تدریس: مدرسہ، ہائی اسکول، کالج اور یونیورسٹی کی سطح تک ۱۹۵۵ء سے تاحال جاری ہے۔

دعوت و تبلیغ: درسِ قرآن و حدیث، خطبہ جمعہ، تقریر ۱۹۵۲ء سے اور ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے ۱۹۷۷ء سے جاری ہے۔

اساتذۂ کرام: میاں جی علی محمد لاشاریؒ، مولانا میر محمد لاشاریؒ، مولانا علی محمد کیہرؒ، مفتی ولی حسن خان ٹونکیؒ، پروفیسر سید محمد سلیمؒ، مولانا سید وصی مظہر صاحب ندویؒ، پروفیسر محمد یٰسین (ایم اے انگریزی۔ بنارس یونیورسٹی)

ترجمہ و تالیف و تصنیف: باقاعدگی کے ساتھ ۱۹۷۱ء سے تاحال جاری ہے۔

حلقہ ارادت: حضرت مولانا حماد اللہ ہالیجویؒ سے طالب علمی کے زمانہ میں اپنے استاد میاں جی علی محمدؒ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصنف کی تصانیف وتالیفات وتراجم

- تفسیر سورۃ الحجرات (اردو، سندھی)
- املھ ماٹک (مجموعہ احادیث سندھی)۔ چار ایڈیشن
- دعوت وتبلیغ میں مساجد کا کردار (اردو)۔ چار ایڈیشن
- حفظانِ صحت (ترجمہ احادیث فی الصحۃ۔ اردو)
- املھ ہیرا (ترجمہ مختار الحسن والصحیح من الحدیث الشریف۔ سندھی)
- خطبات جمعہ (تالیف سندھی)
- ترجمہ قرآن مجید (سندھی)۔ متعدد ایڈیشن
- ترجمہ تفسیر تفہیم القرآن (جلد دوم تا ششم۔ سندھی)۔ متعدد ایڈیشن
- موتی ٹیا وار (ترجمہ وتشریح اربعین نووی سندھی)۔ دو ایڈیشن
- سخن دلنواز (ترجمہ فی اصول الحوار۔ اردو)
- اربعین نووی (ترجمہ وتشریح۔ اردو)۔ تین ایڈیشن
- گفتگو کا سلیقہ (تالیف اردو)۔ دو ایڈیشن
- خلاصہ تفہیم القرآن (مولانا مودودی تلخیص مولانا صدرالدین اصلاحی۔ تین جلدیں۔ سندھی)
- رحمت ہی رحمت (چہل حدیث۔ ترجمہ وتشریح)۔ دو ایڈیشن
- تعمیر معاشرہ میں مسجد کا کردار (اردو)
- خدمت میں عظمت (اردو)

www.KitaboSunnat.com

غیر مطبوعہ کتب

- علم النحو (مولانا مشتاق احمد چرتھاولی۔ تشریح وتسہیل مع تمارین)
- سفر نامہ حرمین مع احکامِ حج وعمرہ (سندھی)

تحقیقی مضامین

- رسالہ "فکر ونظر" اسلام آباد۔ "ترجمان القرآن" لاہور، "ایشیا" لاہور
- بہت سے دعوتی واصلاحی مضامین (ملک کے اردو اور سندھی رسائل جرائد اور اخبارات میں طبع ہوئے)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہماری دیگر کتابیں

سیرتِ رحمتِ عالم	ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری
دروس سیرت	ڈاکٹر سعید رمضان البوطی
حیاتِ سرورِ کائنات	ملا واحدی دھلوی
قرآن ناطق	سرجیت سنگھ لامبا
سیرتِ رسول قرآن کے آئینے میں	ڈاکٹر عبدالغفور راشد
رسول اکرم ﷺ اور خواتین	ڈاکٹر لیسین مظہر صدیقی
اسوۂ کامل	ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر
بلغ العلی بکمالہ	خورشید ناظر
علوم الحدیث	ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر
سائنس قرآن کے حضور میں	طارق اقبال سوہدروی
صحابہ رضی اللہ عنہم کے سوال نبی رحمت ﷺ کے جواب	ڈاکٹر نصیف سلمان
علوم اسلامیہ اور مستشرقین	ڈاکٹر محمد ثناء اللہ ندوی
تذکار آزاد	عبدالرشید عراقی
مولانا امین احسن اصلاحی، حیات وافکار	ڈاکٹر اختر حسین عزمی

www.KitaboSunnat.com

☆☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام کی تہذیبی خدمات میں ایک بہت نمایاں خدمت انسانیت کی فلاح و بہبود کے کام کو مذہبی عبادت کا درجہ دینا اور خدمتِ خلق کی ذمہ داری کو روحانی بلندی کا ذریعہ قرار دینا بھی ہے۔ قرآن مجید وہ واحد مذہبی کتاب ہے جس نے غلاموں کی آزادی کو نیکی کی ایک بڑی گھاٹی کے عبور کر لینے کے مترادف قرار دیا ہے۔ اسلامی شریعت وہ واحد مذہبی نظام ہے جس نے خالص روحانی کوتاہیوں کے ازالہ کے لیے محتاجوں اور مساکین کو کھانا کھلانے کو کفارہ کی حیثیت دی ہے۔

خدمتِ خلق اور رفاہی کام اسلام میں عبادت کی حیثیت رکھتا ہے۔ انسان تو انسان' یہاں تو بھوکے جانوروں کو چارہ ڈال دینا اور پیاسے جانوروں کو پانی پلا دینا آخرت میں نجات کا ذریعہ ٹھہرایا گیا ہے۔

اسلام کا یہ پہلو بہت سے لوگوں نے بھلا دیا ہے۔ مخالف تو مخالف' اپنے بھی اسلام کو صرف سزاؤں اور چند تعزیری قوانین و اقدامات کے مجموعہ کا نام سمجھنے لگے ہیں۔ مولانا امیر الدین مہر ہم سب کے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انھوں نے یہ بھولا ہوا سبق یاد دلایا۔ انھوں نے رفاہی کاموں اور خدمتِ خلق سے متعلق اسلام کی تعلیمات و روایات کو بہت عالمانہ اور محققانہ انداز سے یکجا کیا ہے۔ یوں یہ کتاب اُردو میں بلکہ شاید عربی میں بھی' پہلی جامع کتاب ہے جس میں اسلام اور رفاہی کام کے موضوع پر بھرپور مواد ایک عملی انداز اور منطقی ترتیب کے ساتھ موجود ہے۔

مولانا امیر الدین مہر وطن عزیز کے جید اور مخلص علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کی اُردو اور سندھی زبانوں میں تفسیر' حدیث' عقائد اور اخلاقیات کے موضوعات پر درجنوں تحریریں شائع ہو چکی ہیں۔ تاہم زیرِ نظر کتاب ایک خاص علمی مقام رکھتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ مولانا مہر کی یہ کتاب اُردو دان قارئین کے وسیع طبقہ میں پسند کی جائے گی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا کی اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں مقبول' قارئین کے لیے مفید اور فاضل مصنف کے لیے دارین میں بلندیٔ درجات کا ذریعہ بنائیں۔ آمین!

ڈاکٹر محمود احمد غازی

سابق وفاقی وزیر مذہبی اُمور و سابق صدر انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد

ISBN:978-969-8983-48-2

کتاب سرائے

الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور۔ پاکستان

فون: 042-7320318 فیکس: 042-7239884

ای میل: hikmat100@hotmail.com

فضلی بک سپر مارکیٹ

اردو بازار، نزد ریڈیو پاکستان، کراچی۔

فون: 2212991-2629724

Designed by: Naveed Ahmad - 0321 8401998

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ